بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيم

اِنَّ اللّٰه يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الاُمَّةِ عَلىٰ رَاءُ سِ كُلِّ مِئَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِينَهَا

''بے شک اللہ تعالیٰ اس اُمت کے لیے ہر صدی پر ایسے شخص کو قائم کرے گا جو اس دین کو از سر نو نیا کر دے گا''۔

(الحدیث ابوداؤد شریف کتاب الملاحم)

فیضانِ اعلیٰ حضرت

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن کی سیرت کے مختلف پہلوؤں پر منفرد اور جامع کتاب

تحقیق وترتیب

حافظ محمد ریحان احمد قادری رضوی عطاری

ایم اے اسلامیات بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان

شبیر برادرز (رجسٹرڈ) زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور 042-37246006

فہرستِ مضامین

تیسرا باب ارکان اسلام

اخباری تاثرات 653

بارھواں باب خلفاء و خدام 657

خلفاء و پاک و ھند 659

انتساب

عاشقِ اعلیٰ حضرت، امیرِ اہلسنت، حامیءسنت، ماحیءبدعت، بانیءدعوتِ اسلامی
حضرتِ علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی

دامت برکاتھم العالیہ

کے نام

دورِ حاضر میں ترویجِ مسلکِ اعلیٰ حضرت کے حوالے سے
آپ کی خدمات بے مثل و بے مثال ہیں
بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ آپ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
اقوال، افعال، احوال، نظریات، خدمات، درد و سوز اور
جذبہءاصلاحِ امت کی عملی تفسیر ہیں، تو بے جا نہ ہوگا

فکرِ رضا کو کر دیا عالم میں آشکار
یہ تیرا اونچا کام ہے الیاس قادری!

ھدیہ ء محبت

میرے والدین، معظمین ومکرمین

اورواجب الاحترام اساتذہ

کے نام

کہ جن کی شفقتوں، عنایتوں، بے لوث محبتوں اور

حسنِ اندازِ تربیت سے میں اس کام کے قابل ہوسکا

حمدِ باری تعالیٰ

از: اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا شاہ امام احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اَلحَمدُ لِلمُتَوَحِّدِ بِجَلَالِهِ المُتَفَرِّدِ
وصَلٰوۃُ مَولَانَاعَلیٰ خَیرِالاَ نَامِ مُحَمَّدِ
وَاٰلا لِ اَمطَارِ النَّدیٰ وَالصَّحبِ سُحبِ عَدَائِدِ
یَا رَبَّ یَا رَبَّاہُ یَا کَنزَالفَقِیرِالفَاقِدِ
بِکَ اَلتَجِی بِکَ اَدفَعُ فِی نَحرِ کُلَّ مُهَدَّدِ
اَنتَ القَوِیُّ فَقَوَّنِی اَنتَ القَدِیرُ فَاءَ یَدِ
اَللّٰهُ مَولٰنا وَلَا مَولیٰ لِعَانٍ مُّفسَدِ
قُرآنُنَا قُربَانُنَا وَاللّٰه اَقرَبُ شَاهِدِ
اَعظِم بِهِ کَم فَازَمِن فَضلٍ وَّ مَجدٍ مَّاجِدِ
اَکرِم بِهٖ کَم حَازَمِن فَیضٍ وَّ جُودٍ جَائِدِ
اُنظُر بَوَا رِقَهُ اِذَا بَرَقتَ بِعَلیَا فَرقَدِ
فَاِلَی العَظِیمِ تَوَسُّلِی بِکِتَابِهٖ وَ بِاَحمَدِ
وَبِمَن اَتیٰ بِکَلامِهٖ وَبِمَن هَدیٰ وَبِمَن هُدِ
وَبِطِیبَۃٍ وَبِمَن حَوَت وَ بِمِنبَرِ وَبِمَسجِدِ
وَ بِکُلِّ مَن وَّجَدَ الرَّضیٰ مِن عِندِ رَبٍّ وَاحِدِ
وَجعَل بِهَا اَحمَد رَضَا
عَبداً بِحِرزِ السَّیِّدِ

نعتِ رسولِ مقبول

صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ عَلَیہِ وَاٰلہٖ وَسَلَّم

از: اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان قادری فاضلِ بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اُن کی مہک نے دِل کے غنچے کھلا دیے ہیں — جس راہ چل دیے ہیں کوچے بسا دیے ہیں

جب آ گئی ہیں جوشِ رحمت پر اُن کی آنکھیں — جلتے بجھا دیئے ہیں روتے ہنسا دیئے ہیں

اک دل ہمارا کیا ہے آزار اس کا کتنا — تم نے تو چلتے پھرتے مُردے جلا دیے ہیں

ان کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو — جب یاد آ گئے ہیں سب غم بھلا دیے ہیں

ہم سے فقیر بھی اب پھیری کو اُٹھتے ہوں گے — اب تو غنی کے در پر بستر جما دیے ہیں

اسرا میں گزرے جس دم بیڑے پہ قدسیوں کے — ہونے لگی سلامی پرچم جھکا دیے ہیں

آنے دو یا ڈبو دو اب تو تمہاری جانب — کشتی تمہیں پہ چھوڑی لنگر اُٹھا دیے ہیں

دولھا سے اتنا کہہ دو پیارے سواری روکو — مشکل میں ہیں براتی پرخار وادیے ہیں

اللہ! کیا جہنم اب بھی سرد نہ ہوگا — رو رو کے مصطفےٰ نے دریا بہا دیے ہیں

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا — دریا بہا دیے ہیں دُربے بہا دیے ہیں

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلّم

جس سمت آ گئے ہو سکّے بٹھا دیے ہیں

منقبتِ اعلیٰ حضرت

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنہُ

از: شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنت، حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی، ضیائی دامت برکاتہم العالیہ

تو نے باطل کو مٹایا اے امام احمد رضا
دین کا ڈنکا بجایا اے امام احمد رضا

دَورِ باطل اور ضَلالت ہند میں تھا جس گھڑی
تو مجدد بن کے آیا اے امام احمد رضا

تھر تھرائے کانپ اُٹھے باغیانِ مصطفیٰ
قہر بن کے ان پر چھایا اے امام احمد رضا

علم کا دریا ہوا ہے موجزن تحریر میں
جب قلم تُو نے اُٹھایا اے امام احمد رضا

اے امام اہلسنت ! نائبِ شاہِ ہدیٰ !
کیجئے ہم پر بھی سایہ اے امام احمد رضا

ہے بدرگاہِ خدا عطّارِ عاجز کی دُعا
تجھ پہ ہو رحمت کا سایہ اے امام احمد رضا

اعلیٰ حضرت کا نصابِ زندگی

از: اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان قادری فاضلِ بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نہ مرا نوش زتحسیں نہ مرا نیش زطعن
نہ مرا گوش بمدحے نہ مرا ہوش ذمے

منم و کنجِ خمولی کہ نہ گنجد دروے
جز من و چند کتابے و دوات و قلمے

میں نہ تو اپنی تعریف کرنے والوں کی تعریف کی پرواہ کرتا ہوں، اور نہ اپنی برائی کرنے والوں کی باتوں پر کان دھرتا ہوں، بلکہ میں ہوں اور میرا گوشۂ تنہائی جس میں چند کتابوں، قلم، دوات اور میری ذات کے سوا کوئی نہیں۔

احمد رضا کی شمع فروزاں ہے آج بھی

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت کا سورج جو پچھلی صدی میں پوری آب وتاب سے چمکا، اِس کی ضیاء پاشیوں میں ہر آنے والے دن میں اضافہ ہی ہوتا چلا جا رہا ہے، اندھیرے چھٹ رہے ہیں اور اجالا ہی اجالا پھیلتا چلا جا رہا ہے، اور کیوں نہ ہو کہ اس نور کو پھیلنے کا حکم خود **شہنشاہِ دوعالم، نورِ مجسم** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا ہے۔۔۔

چنانچہ **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی کتاب ''**تَجَلِّیُ الیَقِین بِاَنَّ نَبِیَنَا سَیِّدَ المُرسَلِین**'' کے آخر میں ارشاد فرماتے ہیں۔۔۔

''اس سے کچھ پہلے مصنف نے خواب دیکھا کہ اپنے مکان کے پھاٹک کے آگے شارع عام پر کھڑا ہوں اور بہت دبیز بلور (موٹے چمکدار شیشے) کا ایک فانوس ہاتھ میں ہے، میں اسے روشن کرنا چاہتا ہوں' دو شخص داہنے بائیں کھڑے ہیں وہ پھونک مار کر بجھا دیتے ہیں' اتنے میں مسجد کی طرف سے **حضور پرنور سید المرسلین** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے، **وَاللّٰہِ العَظِیم حضور اقدس** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی وہ دونوں مخالف ایسے غائب ہوگئے کہ معلوم نہیں آسمان کھا گیا یا زمین میں سما گئے۔ **حضور پرنور ملجائے بیکساں مولائے دل وجاں** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس سگِ بارگاہ کے پاس تشریف لائے، اور اتنے قریب رونق افروز ہوئے کہ شاید ایک بالشت یا کم کا فاصلہ ہو، اور بکمالِ رحمت ارشاد فرمایا:

''پھونک مار! اللہ روشن کردے گا''

مصنف نے پھونکا، وہ نورِ عظیم پیدا ہوا کہ سارا فانوس اس سے بھر گیا

وَالحَمدُلِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِین

نشانِ منزل

از: استاذ الاساتذہ حضرتِ علامہ مولانا محمد منشاء تابش قصوری صاحب دامت برکاتہم العالیہ (جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم

نصف صدی قبل **امام احمد رضا فاضل بریلوی** علیہ الرحمۃ کا برِ اعظم ایشیاء میں اکابر علماء ومشائخ کرام کے سوا تعارف محدود تھا اور ان کی بلند مرتبت شخصیت سے عوام اہلسنت روشناس نہیں تھے، ائمہ ءمساجد کا بھی حال ان کے برابر تھا، (اعلیٰ حضرت کی سیرت پر زیادہ) کتابیات نہ ہونے کے باعث خطباء ومقررین **اعلیٰ حضرت** کے علوم وفنون کو اجاگر کرتے تو کیسے؟

''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' مصنفہ مولانا محمد ظفر الدین احمد بہاری رحمۃ اللہ الباری کی پہلی جلد نے کراچی سے شائع ہونے کا شرف حاصل کیا مگر وسیع وعریض حلقہ اسے نہ پاسکا (اور یہ نایاب ہی رہی) اہل علم وقلم کی بھی زیادہ دلچسپی نہیں تھی وہ اپنے مخصوص خیالات میں قید تھے، تاہم خطیبِ مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ نے کمر ہمت باندھی اور اپنے رسالہ ماہنامہ ''پاسبان'' کا **''امام احمد رضا نمبر''** شائع کرکے تاریخی کارنامہ سرانجام دیا، مگر ہندو پاکستان میں ''پاسبان'' کے قارئین کی تعداد بھی انگلیوں پر شمار کی جاسکتی تھی، اس کی پہلی اشاعت کے تقریباً تیس سال بعد **''رضا اکیڈمی''** لاہور پاکستان کو اسکی دوسری اشاعت کی سعادت حاصل ہوئی۔

پھر بھارت سے ہی حضرتِ علامہ بدرالدین احمد قادری علیہ الرحمہ نے **''سوانح امام احمد رضا''** بڑی محنت سے تصنیف فرمائی اور اس کتاب مستطاب نے پاک وہند میں متعدد بار اشاعت کا لباس پہنا۔

اس تصنیفِ لطیف سے کچھ ہی عرصہ قبل حضرت علامہ مولانا ابوالفجر محمد صابر نسیم بستوی علیہ الرحمہ نے **''مجدد اسلام بریلوی''** کے نام سے نہایت عمدہ کتاب لکھی جو اپنی نوعیت اور اپنے وقت کی بہترین تصنیف تھی، پاک وہند میں اس کے بھی کئی ایڈیشن شائع ہوئے۔

پاکستان کے سُنی رسائل وجرائد میں **اعلیٰ حضرت** پر کبھی کبھی تعارفی مضامین شائع ہوجاتے مگر قارئین کی دلچسپی کا مکمل سامان مہیا نہ کرتے، رفتہ رفتہ یہ سلسلہ بڑھنے لگا تو حضرت مولانا علامہ عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ ایک مختصر مگر جامع تعارف پر مشتمل کتاب **''یادِ اعلیٰ حضرت''** لکھ کر مارکیٹ میں لائے، مگر سُنیوں کی روائتی بے حسی بڑی شان سے قائم رہی اور اس کتاب کے ایک دو ایڈیشن سے بات آگے نہ بڑھی۔ یہاں تک کہ حضرتِ الحاج حکیم محمد موسیٰ امرتسری علیہ الرحمہ کی بصیرت وفراست نے معرکۃُ الآرا کام سرانجام دیتے ہوئے **''مجلس رضا لاہور''** قائم کرکے **''یوم رضا''** منانے کی طرح ڈالی اور پھر **''یوم رضا''** نے تحریک کی صورت اختیار کرلی اور دیکھتے ہی دیکھتے پاکستان کی سرحدوں کو عبور کرتے ہوئے ہندوستانی فضا بھی **''یوم رضا''** کے انوار سے معمور ہوتی چلی گئی اور پھر بین الاقوامی سطح پر بھی اس تحریک کے اثرات پھیلتے چلے گئے۔

ساتھ ہی ساتھ اہلِ علم وقلم نے بھی **''مرکزی مجلس رضا''** کو بیدار رکھنے کی طرح ڈالی، یوں نازشِ لوح وقلم پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

مظہری علیہ الرحمۃ جو جدید و قدیم علوم وفنون کے ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ روحانیت میں بھی اعلیٰ مقام کے مالک تھے، اپنے راہوارِ قلم کو **امام احمد رضا بریلوی** علیہ الرحمۃ کے تعارف کے لیے یوں چلایا کہ یکے بعد دیگرے آپ کی ذاتِ گرامی پر بیس سے زائد کتابیں (تحریر فرمائیں جو) اس شان سے جلوہ گر ہوئیں کہ اپنے، پرائے، یگانے، بیگانے، علماء وفضلاء وادب وصحافت سے تعلق رکھنے والے اور جدید ذہنوں کے مالک سبھی **اعلیٰ حضرت بریلوی** علیہ الرحمۃ کی مہک سے اپنے آپ کو معطر کرنے لگے۔ اور پھر کیوں نہ ہو کہ۔۔۔

نکل کے صحنِ گلستان سے دور دور گئی

یہ بوئے گل بھی کہیں قید رہنے والی تھی

آج یہ عالم ہے کہ سارا جہاں **رضا کے نغمات** سے گونج رہا ہے، ہزاروں مدارس، مساجد، مکتبے اور ادارے **اعلیٰ حضرت** علیہ الرحمۃ کے نام کی نسبت سے قائم ہو چکے ہیں۔ اب رسائل و جرائد کی یہ کیفیت ہے کہ اگر صفر المظفر کے مہینے میں **مکمل** ''نمبر'' شائع نہ بھی کریں تو (فاضل بریلوی کی خدمات پر) مقالات سے ضرور اپنے رسالے کے صفحات کو مزین کرتے ہیں، اب تو یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ جہاں بھر میں دُنیا کی ہر زبان **''امام احمد رضا''** کے گیت گا ہی رہی ہے۔

اختصار پیشِ نظر ہے ورنہ آمد کا سلسلہ جاری ہے جتنا بھی چاہوں آپ حضرات کی نذر کر سکتا ہوں، لیکن یہ کام تو حضرتِ علامہ مولانا محمد ریحان احمد قادری مدظلہٗ نے اس شان سے سرانجام دیا ہے کہ اُنہوں نے کسی قسم کی گنجائش نہیں چھوڑی، **اعلیٰ حضرت** علیہ الرحمۃ کے احوال وآثار کو بڑی محنت اور محبت سے قرطاسِ ابیض پر لکھ دیا ہے۔ ایک ایک عنوان اپنے اندر ایسی کشش لئے ہوئے ہے کہ دل چاہتا ہے بار بار پڑھیں اور خوب استفادہ واستفاضہ کریں۔

''فیضانِ اعلیٰ حضرت'' کے نام سے یہ ضخیم وعظیم کتاب حضرت علامہ موصوف کے قلم کا خوبصورت شاہکار ہے، **اعلیٰ حضرت** پر لکھی جانے والی کتابوں میں اس کا مقام نمایاں رہے گا، کیونکہ خلوص کے ساتھ ساتھ جب عشق ومحبت کا سوز بھی ہو تو وہ دوسروں کے دل بھی گرما دیتا ہے، اس کتابِ مستطاب میں درد وسوز کا وافر مقدار میں سامان موجود ہے مگر حصول مقدر پر ہے۔

دعا ہے **اللہ تعالیٰ** جل وعلیٰ حضرتِ مولانا محمد ریحان احمد قادری عطاری کی اس مساعیء جمیلہ کو باریابی کا شرف عطا فرمائے اور اہل علم وقلم خصوصی طور پر اس سے حظِّ وافر حاصل کریں۔ آمین ثم آمین

بجاہِ **سید المرسلین وخاتم النبیین** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہ وبارک وسلم

فقط طالبِ دُعا

محمد منشاء تابش قصوری مدرس ''جامعہ نظامیہ رضویہ'' لاہور پاکستان

6 دسمبر 22/2012 محرم الحرام 1434ھ یوم الخمیس

تقریظِ جمیل

از: ادیبِ شہیر، پیکرِ علم وعمل جنابِ خلیل احمد رانا صاحب مدّ ظلہٗ (جہانیاں منڈی ضلع خانیوال)

باسمہٖ تعالیٰ

جب ہم امامِ عاشقاں **مولانا احمد رضا خاں** سنی حنفی قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی پہلودار شخصیت پر نظر ڈالتے ہیں تو موجودہ صدی کی سربرآوردہ علمی شخصیات میں آپ کا قد وقامت سب میں بلند نظر آتا ہے، آپ بیک وقت ایک متبحر عالم، مفسّر، محدّث، فقیہ، مفکر، فلاسفر، خطیب، اُردو کے بلند پایہ ادیب اور نعت گوئی میں منفرد حیثیت کے حامل شاعر تھے۔ مختلف علوم وفنون پر ایک ہزار کے قریب تصانیف آپ کی رفعتِ علم کی آئینہ دار ہیں۔

علامہ بدر القادری (ہالینڈ) کی لکھی ہوئی ایک منقبتِ **اعلیٰ حضرت** کے چند اشعار پیشِ خدمت ہیں۔۔۔

وہ نڈر احقاقِ حق میں، پیشِ باطل وہ قوی
دشمنانِ دیں کے حق میں ذوالفقارِ حیدری

اس کے روز وشب دفاعِ حق میں ہوتے تھے بسر
عظمتِ سرکار رہوتی ہر گھڑی پیشِ نظر

بادۂ عشقِ نبی کا وہ عجب میخوار تھا
حاذقِ اُمت، شہِ کونین کا بیمار تھا

عمر بھر جو بیقرارِ مصطفیٰ بن کر جیا
عمر بھر جو پرچمِ اسلام لہراتا رہا

مستعد ہر گام وہ قربان ہونے کے لئے
لپٹا نقشِ محمد بن کے سونے کے لئے

(ملخص کلام از علامہ بدر القادری، سالنامہ افکار رضا، ممبئی ۲۰۰۵ء)

زیرِ نظر کتاب **''فیضانِ اعلیٰ حضرت''** کو فقیر نے ایک نظر شروع سے آخر تک دیکھا ہے، بہت اچھی کاوش ہے، فاضل مرتب حافظ محمد ریحان احمد قادری مدظلہٗ میرے نہایت ہی عزیز برادرِ مکرم ہیں، یہ غالباً اِن کی پہلی کوشش ہے۔

فاضل مرتب نے بہت مفید اور اہم مواد جمع کر دیا ہے اور **اعلیٰ حضرت** امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ کی حیاتِ مبارکہ کے تقریباً ہر گوشے پر تحقیق فرمائی ہے، اللہ کریم جل مجدہٗ ان کے علم و فضل میں برکتیں عطا فرمائے۔

اللّٰھمّ آمین بجاہِ سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

ناکارہ:

خلیل احمد رانا

تقریظِ جلیل

از: یادگارِ اسلاف، فقیہ العصر، حضرتِ مفتی میاں محمد عبدالباقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ (زیبِ سجادہ خانقاہِ عبیدیہ ملتان شریف)

باسمہٖ تبارک وتعالیٰ عزّ اسمہٗ وجل ثنائہٗ ثم بصلوته وسلامه تعالیٰ علی من خصّه وامتازه بحبهٖ وخلافته لان الانبیاء والمرسلین ومن بعد هم من الصدیقین والشهد اء والصالحین کلهم الُہٗ

قال تعالیٰ

''وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ (الاٰیۃ)

قال رسول اللّٰہ صلی الله تعالی علیه والہٖ وسلم

وَبِیَدِی لِوَاءُ الحَمْدِ تَحتَہٗ اٰدَمُ وَمَنْ دُونَہٗ(الحدیث) اوکما قال صلی الله تعالیٰ علیه والہٖ وسلم

وقال تعالیٰ

''قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُونِی یُحبِبْکُمُ اللّٰہُ (الاٰیۃ)

وقال صلی الله تعالیٰ علیه والہٖ وسلم

لَوْکَانَ مُوسٰی حَیًّا لَّمَا وَ سِعَہٗ اِلَّا اِتِّبَاعِی(الحدیث)اوکما قال صلی الله تعالیٰ علیه والہٖ وسلم

قال البوصیری رحمه الله تعالیٰ

فَاِنَّہٗ شَمْسُ فَضْلٍ ھُمْ کَوَاکِبُھَا
یُظْھِرْنَ اَنْوَارَھَا لِلنَّاسِ فِی الظُّلَمِ

وبعلم ماکان ومایکون حتی الذی اٰت وبالمعجزات الدائمة المستمرة سیدنا ومولٰناومأواناوملجانا محمد شفیع المذنبین رحمة للعالمین والہٖ واصحابه وعلماء امتهٖ اجمعین

خُصوصاً علی امامنا الاعظم سیدنا ابی حنیفة رضی الله تعالیٰ عنه

وعلٰی غوثِ الاکرم ابو محمد عبدالقادر الجیلانی محی الدین رضی الله تعالیٰ عنه

وعلٰی قطبنا الا علم معین الدین اجمیری سیدا لاولیاء رضی الله تعالیٰ عنه

وعلٰی فانی فی اللّٰہ، باقی باللّٰہ، سلطان العلماء زبدة الاصفیاء عمدة الاتقیا ء الحضرت مولٰنا خواجه عبید اللّٰہ الملتانی قاطعِ نجدیت ورافضیت رضی الله تعالیٰ عنه۔

وعلیٰ اَعلیٰ حضرت امام اہل سنة، مجدد دین و ملة، قاطع نجدیة ماحی بدعة احمد رضا البریلوی رضی الله تعالیٰ عنه---

جو کہ خیر کے ہر شعبہ میں فائق---ہدایت کے آفتاب---علم کے نیّرِ تاباں---گستاخانِ رسالت و ولایت کے لیے سیف ِعریاں---اہل بدعت وضلالت کے لیے شیرِ ژیاں---حق کہنے میں نڈر---پاسبانِ عظمتِ الوہیت ونبوت---حقائق ونکاتِ کلامِ الٰہی ونبوی جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بحرِ ذخار---علوم وفقاہتِ امام اعظم کے صحیح وارث---صاحبِ تعریفاتِ کثیرہ---جو اپنی نظیر آپ اور اپنے بعد لامثیل---جن کی زندگی کا ہر شعبہ قابل ستائش وتعریف---بس مختصراً اتنا کہ وہ خود اپنا حوالہ آپ تھے---جنکا نمونہ انکی ناقابلِ تسخیر تحریروں کی شکل میں موجود ہے،جس کا عکس اس زیرِ مطالعہ مجلد سے ہر طالبِ حق کو مل سکتا ہے۔

اس کتاب کی تعریف شاید میں نہ کرسکوں ہاں اتنا ضرور کہتا ہوں کہ برادرم محترم ومکرم حافظ محمد ریحانؔ احمد صاحب قادری، رضوی، ضیائی، عطاری دامت برکاتہم العالیہ (جو اسمِ بامسمّٰی ہیں) نے دریا کو کوزے میں بند کردیا ہے۔

اعلیٰ حضرت کی حیات پر تفصیل سے کچھ کہنا محال نہیں تو عادی ناممکن ضرور ہے،بس دعا یہ ہے کہ مؤلف زیدمجدہٗ کی کاوش کو اللہ تعالیٰ اپنے نبیِ مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہء جلیلہ سے قبول فرماوے اور **اعلیٰ حضرت** کی روحِ پرفتوح سے فیضانِ خاص سے نوازے۔

اعلیٰ حضرت بریلوی کی شخصیت کچھ عرصہ تک علماء ومشائخ سے پوشیدہ رہی، چونکہ اُنکے علمی شاہکار منظرِ عام پر کچھ تاخیر سے آئے،لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جب اُنکی علمی صداقتوں تک اِن کو رسائی ہوئی تو پھر وہ تعریف وآفرین کے بغیر نہ رہ سکے جس کی مثال کے طور پر میں اپنے دادا صاحب مولانا حضرت خواجہ مفتی محمد عبدالشکور صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا حوالہ دینا چاہتا ہوں،مولانا غلام محمد نظامی صاحب بیان فرماتے ہیں کہ میں نے **''فتاویٰ رضویہ شریف''** کی ایک مجلد آپ کی خدمت میں پیش کی،آپ نے کچھ دیر اس کا مطالعہ فرمانے کے بعد فرمایا:

''ہم تو آج تک ان کو صرف نعت خوان ہی سمجھا کرتے تھے،اب معلوم ہورہا ہے کہ یہ تو بہت بڑے عالم ہیں''

پھر فرمایا:

''جہاں یہ ''فتاویٰ رضویہ شریف'' موجود ہو وہاں کسی اور فتاویٰ کی ضرورت نہیں''

فقیر نے کچھ سطور پہلے یہ لکھا کہ **اعلیٰ حضرت** اپنا حوالہ آپ ہیں،اور یہ واقعی ایک حقیقت ہے۔ہم بچپن ہی سے ایک اہلِ علم وفتاویٰ خاندان سے ہیں اور علمی آغوش میں ہماری پرورش ہوئی۔ **اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ثُمَّ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ** مختلف کتب اور فتاویٰ پڑھنے کو ملتے رہے اور دیگر علماء کے علمی کارنامے دیکھتے پڑھتے رہے،لیکن حضور **اعلیٰ حضرت** کی تصانیف وفتاویٰ جب سے دیکھنے کا شرف ملا اب اندر سے بغیر کسی بناوٹ کے خالصتاً للہ یہ آواز آتی ہے کہ---

''جب تک کسی مسئلے میں اعلیٰ حضرت کی تحقیق نہیں ملے گی فتاویٰ لکھنا مشکل ہے''

میرے **مرشدِ کریم**، میری دُنیا و آخرت، حضرت مولانا عبدالودود صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو کسی نے ہدیہ **''کنزالایمان''** مع حاشیہ مرادآبادی پیش کیا تو آپ نے مجھے یہ کہہ کر عطا فرمایا کہ

''باادب لوگ ہیں اور ادب والے معانی لکھے ہیں یہ تم لے لو''

اور آپ **اعلیٰ حضرت** کے اِس شعر کو بہت پسند فرمایا کرتے تھے۔۔۔

کل جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا

اُس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

مجھے مختصراً تحریر لکھنے کو کہا گیا اور مجھ بے ہیچ سے کیا ہو پاتا کہ ''من آنم کہ من دانم'' کچھ خالصتاً اپنی محبت سے ٹوٹے پھوٹے الفاظ لکھے ہیں اور اپنی لیاقت سے شرمندہ بھی ہوں اور خوف زدہ بھی کہ کہیں کوئی میری لیاقت دیکھ کر میرے بزرگوں پر حرف نہ کہ جائے۔

گذارش کرتا ہوں میں پورے خاندان میں شرمندہ ء روزگار ہوں اچھوں سے برے بھی ہوا کرتے ہیں محترم حافظ محمد ریحان صاحب نے مجھے بہت بڑے اعزاز سے نوازا ہے، حقیقت تو یہ بالکل نہیں، ہاں! البتہ خوش ضرور ہوں کہ نیک آدمی کی زبان سے یہ کلمات ادا ہوئے ہیں ہوسکتا ہے میرے لیے حقیقت کا روپ اختیار کریں۔

آخر میں ایک پیغام ہر کسی کو دیتا ہوں کہ معصومیت کا دعویٰ بقولِ **اعلیٰ حضرت** غیرِ انبیاء کے لیے محال ہے، اچھائیوں کی کثرت دیکھ کر **''دعوتِ اسلامی''** سے پیار رکھیں اور انکی حوصلہ افزائی کیا کریں اور دعاء کیا کریں کہ اللہ تعالیٰ اِنکی کمیوں کو (اگر کسی کی نظر میں ہیں) تو بہتریوں سے بدل دے اور ''**مَنْ سَتَرَ مُسْلِماً فَقَدْ سَتَرَهُ اللّٰه**'' کا مصداق بنیں۔

فقط والسلام

محمد عبدالباقی

خادمِ خانقاہِ عبدیہ و مسجدِ رحمانیہ محلّہ قدیرآباد ملتان شریف

15 بتاریخ ماہِ محرم الحرام 1434ھ

پیش گفتار

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ علٰی سَیِّدِ المُرسَلِیْنَ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیاتِ طیبہ کے مختلف گوشوں کے حوالے سے ماضی قریب میں بہت کام ہوا، پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب ۔۔۔مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی صاحب۔۔۔حکیمِ اہلسنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری صاحب ۔۔۔مولانا عبدالحکیم خان اختر شاہجہان پوری صاحب۔۔۔مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب ۔۔۔مولانا محمد عبدالستار سعیدی صاحب۔۔۔ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب۔۔۔سید وجاہت رسول قادری صاحب۔۔۔سید ریاست علی قادری صاحب۔۔۔مولانا محمد حنیف خان رضوی صاحب۔۔۔مولانا محمد عیسیٰ رضوی صاحب۔۔۔مولانا محمد عبدالستار ہمدانی صاحب۔۔۔مولانا محمد احمد مصباحی صاحب۔۔۔مولانا محمد منشاء تابش قصوری صاحب۔۔۔مولانا اقبال احمد فاروقی صاحب۔۔۔ڈاکٹر محمد مالک صاحب۔۔۔دعوتِ اسلامی کی مجلس ''المدینۃ العلمیۃ'' اور ان کے علاوہ بھی اُن حضرات کی ایک طویل فہرست ہے، جنھوں نے اس حوالے سے نمایاں خدمات سرانجام دیں۔

سینکڑوں کتب آپ کی سیرت پر لکھی گئیں، کئی حضرات نے آپ کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر P.H.D کی ڈگریاں حاصل کیں، (تقریباً 30 سے زائد اسکالرز پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کر چکے ہیں اور متعدد پی ایچ ڈی زیرِ تکمیل ہیں، اسی طرح 15 اسکالرز ایم فل / ایم ایس کی کی ڈگری حاصل کر چکے ہیں اور متعدد ایم فل زیرِ تکمیل ہیں، اس کے علاوہ 20 ایم ایڈ کے مقالات بھی لکھے جا چکے ہیں۔ یہ بات یقیناً عالمِ اسلام کے لیے فخر اور گینز بک آف ورلڈ ریکارڈ میں لکھے جانے کے قابل ہے۔ (ماہنامہ ''معارف رضا'' جنوری 2013ء)) اس کے باوجود ابھی تک کام کی حاجت باقی ہے۔ دلچسپ امر تو یہ ہے کہ جس قدر آپکی سیرت اور کمالاتِ علمی میں غور و تفکر کیا جاتا ہے اُسی قدر نئی جہتوں سے شناسائی ہوتی ہے اور کام کے لیے نئی نئی راہیں کھلتی ہیں۔

ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے **اعلیٰ حضرت** کی سیرت پر کام کرنے کے لیے 15 جلدوں کا ایک خاکہ بنام **''دائرہ معارفِ امام احمد رضا''** کے نام سے مرتب فرمایا ہے جو ابھی تک تشنۂ تکمیل ہے۔

راقم الحروف نے بچپن ہی سے **اعلیٰ حضرت** کے حوالے سے پڑھنے کی سعادت حاصل کی جس کا سبب کچھ یوں بنا کہ جب ہم قرآنِ پاک حفظ کرنے کے لیے اپنے استادِ گرامی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے ہمیں دینی کتابوں کے مطالعہ کا شوق دلایا، چنانچہ ہم نے دینی کتب خریدنا شروع کیں، ایک کتب خانہ پر **''سوانح امام احمد رضا''** کا ایک نسخہ نظر آیا، اس کو حاصل کیا اور مطالعہ شروع کر دیا، اس کے مطالعہ نے **اعلیٰ حضرت** کی محبت کی شمع دل میں روشن کر دی۔

ہمارے ماموں جان شیخ عبدالستار صاحب مرحوم زبردست عاشقِ رسول تھے، غزالیِ زماں **سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خاص مقربین میں سے تھے، اور غزالیِ زماں ہی نے اُن کی نمازِ جنازہ پڑھائی، ماموں جان کے وصال کے بعد اُن کی چند کتب

ہمیں حاصل ہوئیں جن میں سے ایک **''حیاتِ اعلیٰ حضرت''** جلد اول مطبوعہ'' مکتبہ رضویہ آرام باغ'' کراچی بھی تھی جو کہ ایک بار ہی چھپ کر نایاب ہوچکی تھی، اس کتاب کے پڑھنے سے **اعلیٰ حضرت** کی شخصیت کے حوالے سے **مزید معلومات** میسر آئیں۔

اُنہی دنوں میں خوش نصیبی سے ''دعوتِ اسلامی'' کا مدنی ماحول میسر آ گیا، **امیرِ اہلسنت** کی عقیدتِ **اعلیٰ حضرت** اور کثرتِ ذکرِ **اعلیٰ حضرت** کی برکت سے مزید آپ کی محبت دل میں گھر کر گئی، حتیٰ کہ ایک وقت وہ آیا کہ ہم نے اپنے علاقے میں ایک لائبریری بنام **''امام احمد رضا لائبریری''** قائم کی اور اس میں ایک شعبہ بنام **''شعبہء اعلیٰ حضرت''** قائم کیا جس میں سیرت و سوانح و کمالاتِ **اعلیٰ حضرت** پر کتب کا ایک ضخیم ذخیرہ جمع ہوگیا اور اس موضوع پر بلا مبالغہ سینکڑوں کتب جمع ہوگئیں۔

راقم الحروف کو ''اسلامی بھائی'' حسن ظن رکھتے ہوئے **اعلیٰ حضرت** کی سیرت کے حوالے سے ایک حوالہ سمجھنے لگے۔ صفر المظفر میں عرسِ **اعلیٰ حضرت** کی تقریبات و اجتماعات میں اکثر و بیشتر بیانات کی سعادت ملتی رہی اور یوں روز بروز **اعلیٰ حضرت** کی محبت میں اضافہ ہی ہوتا گیا اور **اعلیٰ حضرت** کی ذاتِ گرامی ہمارا مرکزِ عقیدت بن گئی۔

چند سال پیشتر دل میں یہ خیال آیا کہ کیوں نہ **اعلیٰ حضرت** کی سیرت پر ایک آسان کتاب دورِ جدید کے عام پڑھے لکھے لوگوں کے لیے آسان زبان میں مرتب کر دی جائے تاکہ عام لوگ بھی اس سے استفادہ کر سکیں، لیکن سستی و کاہلی آڑے آئی اور یہ کام شروع نہ ہو سکا، تا آنکہ ماہِ رمضان المبارک 1432ھ میں ایک سانحہء جانگزا پیش آیا کہ میری رفیقہء حیات 18 رمضان المبارک بروز جمعۃ المبارک اچانک صرف ایک دن علیل رہ کر دو چھوٹے بچوں ''فاطمہ نور'' اور ''محمد حسن رضا'' کو چھوڑ کر داغِ مفارقت دے گئیں۔

اس صدمے نے دُنیا کی بے ثباتی، زندگی کی قدر و قیمت اور وقت کی اہمیت کو خوب اجاگر کر دیا اور اپنی زندگی کے بے کار ضائع ہونے کا افسوس ہوا کہ آہ! ہم بھی ایک دن اسی طرح اس دنیائے فانی کو چھوڑ کر ملکِ آخرت کی طرف روانہ ہونگے، اے کاش! زندگی میں کوئی ایسا کام ہو جائے، جو مرنے کے بعد صدقہء جاریہ ہو اور سرمایہء آخرت ہو اور ہماری فانی زندگی کے باقی رہنے کا سبب بن جائے۔

اِسی قسم کے افکار میں وقت گزر رہا تھا کہ دل نے کہا! اٹھ، کمر ہمت باندھ! اور اپنے ارادوں کو پایہء تکمیل تک پہنچا۔۔۔ بالآخر وہ وقت آ گیا کہ ہم نے اس موضوع پر کام شروع کر دیا جو آج آپکے ہاتھوں میں موجود ہے۔

میں جانتا ہوں کہ اس کام میں بہت سی خامیاں رہ گئی ہیں، اور کیوں نہ ہوں کہ راقم نے پہلی مرتبہ قلم کا سہارا لیا، البتہ اتنا ضرور ہے کہ اس کام کے صدقے ہمارا بھی نام ان کے نام لیواؤں میں شامل ہوگیا۔

گر قبول اُفتد زہے عزّ و شرف

کچھ اچھی نیتیں:

اس کتاب کو تحریر کرنے میں کئی اچھی نیتیں شامل رہیں:

(1) **اللہ تعالیٰ** اور اس کے **محبوب** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رضا۔۔۔

(2) سرمایہ ءآخرت کی تمنا۔۔۔

(3) رحمتِ خداوندی کا حصول کہ۔۔۔

عِندَ ذِکرَالصَّالِحِینَ تَنَزَّلُ الرَّحمَۃَ

صالحین کا ذکر کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے

(4) بزرگوں کی دعاؤں کا حصول۔۔۔

(5) عام لوگوں کو **اعلیٰ حضرت** کی سیرت سے روشناس کروانا۔۔۔

(6) مبلغین کے لیے ایسا مواد فراہم کرنا جواُن کو بیانات میں معاون ہو سکے۔۔۔

(7) **اعلیٰ حضرت** کی طرف عام لوگوں کو مائل کرنا۔۔۔

(8) اپنے مرحومین (بلخصوص امِ حسن رضا اور حافظ محمد مدثر احمد) اور زندہ عزیز و اقارب **بلخصوص** والدین (اللہ تعالیٰ ان کی عمر دراز کرے اور ان کا سایہء عاطفت، عافیت کے ساتھ ہمارے سروں پر قائم رکھے) کے لئے ایصالِ ثواب کا حصول۔

اسلوبِ کتاب

(1) ہم نے اس کتاب کو تیرہ ابواب میں تقسیم کیا ہے جن کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

پہلا باب: ابتدائی وخاندانی حالات:

اس میں **اعلیٰ حضرت** کے خاندانی بزرگوں کے حالات۔۔۔دادا جان ۔۔۔والدِ گرامی۔۔۔والدہ ماجدہ۔۔۔بھائی، بہن ۔۔۔آپکی ولادتِ باسعادت۔۔۔حلیہ مبارک۔۔۔ابتدائی تعلیم۔۔۔پاکیزہ بچپن۔۔۔تکمیلِ مروجہ علوم۔۔۔اساتذہ۔۔۔شادی۔۔۔اولاد۔۔۔وغیرہ کا تذکرہ ہے۔

دوسرا باب: معمولات وعادات:

اس باب میں آپکے معمولات۔۔۔سونے کا انداز۔۔۔بیٹھنے کا انداز۔۔۔چلنے کا انداز۔۔۔عاداتِ مبارکہ۔۔۔غذا مبارک۔۔۔لباس مبارک۔۔۔مسجد کا ادب۔۔۔وعظ و بیان۔۔۔وغیرہ کا تذکرہ ہے۔

تیسرا باب: ارکانِ اسلام کا حسنِ اہتمام:

اس باب میں آپکے۔۔۔ایمانِ کامل۔۔۔نماز۔۔۔روزہ۔۔۔زکوٰۃ۔۔۔اور حج۔۔۔کا ذکرِ خیر ہے۔

چوتھا باب: اوصاف حمیدہ:

اس باب میں آپکے چیدہ چیدہ اوصاف ۔۔۔تقویٰ ۔۔۔شانِ استغناء ۔۔۔جودوسخاوت ۔۔۔شفقت وخیر خواہی ۔۔۔عاجزی و انکساری ۔۔۔سادگی ۔۔۔خوش طبعی ۔۔۔اطاعتِ والدین ۔۔۔توکل ۔۔۔حسد سے پاک ہونا ۔۔۔ایثار ۔۔۔شجاعت ۔۔۔قوتِ حافظہ ۔۔۔صبرورضا ۔۔۔حق گوئی ۔۔۔اندازِ تفہیم ۔۔۔الحبُّ للہ والبغضُ للہ ۔۔۔وغیرہ کا تذکرہ ہے۔

پانچواں باب: عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

اس باب میں ان عنوانات کے تحت آپکی شانیں بیان کی گئی ہیں ۔۔۔عاشق رسول ۔۔۔فنافی الرسول ۔۔۔تعظیم رسول ۔۔۔واصف سراپائے رسول ۔۔۔سائل رسول ۔۔۔متوجہ الی الرسول ۔۔۔محولقائے رسول ۔۔۔محبّ محبان رسول ۔۔۔فدائے آل رسول ۔۔۔انعام عشق رسول ۔۔۔صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ۔۔۔

چھٹا باب: ولایتِ کاملہ

اس باب میں درجہ ذیل عنوانات ہیں ۔۔۔ولایت کیا ہے ۔۔۔شجرہ ۔۔۔مُرشدِ گرامی ۔۔۔بیعت و خلافت ۔۔۔ارادتِ شیخ ۔۔۔ارادت و نیابتِ غوثِ اعظم ۔۔۔اولیاء ومجاذیب کی قدر افزائی ۔۔۔مسندِ ارشاد ۔۔۔مریدین کی تربیت ۔۔۔خصوصی ارشادات ۔۔۔عملیات ووظائف ۔۔۔وغیرہ۔

ساتواں باب: کرامات:

اس باب میں **اعلیٰ حضرت** کی کرامات کا بیان ہے ۔۔۔کرامت کسے کہتے ہیں ۔۔۔اقسامِ کرامات ۔۔۔ہر نوع کی کرامات ۔۔۔وغیرہ ۔۔کرامات کے باب میں ہم نے انتیس اقسام کے تحت تقریباً 123 کراماتِ **اعلیٰ حضرت** ذکر کی ہیں، غالباً یہ کام اپنی نوعیت کا منفرد کام ہے۔

آٹھواں باب: کمالاتِ علمی:

اس باب میں ان عنوانات کے تحت موادفراہم کیا گیا ہے ۔۔۔کثرت علوم وفنون ۔۔۔علم التفسیر ۔۔۔علم الحدیث ۔۔۔علم الفقہ ۔۔۔فنِ شاعری ۔۔۔علم ریاضی ۔۔۔علم تکسیر ۔۔۔علم تاریخ گوئی ۔۔۔علم توقیت ۔۔۔علم جفر ۔۔۔علم سائنس ۔۔۔تصنیفات ۔۔۔وغیرہ ۔

نواں باب: شانِ مجددیت:

اس باب کے موضوعات یہ ہیں ۔۔۔مجدد کسے کہتے ہیں ۔۔۔مجددین سابقہ کے اسمائے مبارکہ ۔۔۔**اعلیٰ حضرت** اور اوصافِ مجدد ۔۔۔**اعلیٰ حضرت** اور تجدیدِ دین ۔۔۔ردِّ فتنہ ہائے باطلہ ۔۔۔وغیرہ۔

دسواں باب: مکتوبات وملفوظات:

اس باب میں ملفوظاتِ **اعلیٰ حضرت** میں سے ۔۔۔شریعت سے متعلق ۔۔۔طریقت سے متعلق ۔۔۔علم سے متعلق ۔۔۔اور اصلاح

سے متعلق ۔۔۔ملفوظات بیان کئے گئے ہیں۔

مکتوبات میں سے ۔۔۔عرضِ احوال ۔۔۔ دلجوئی ۔۔۔ مبارکبادی ۔۔۔تعزیتی ۔۔۔اصلاحی ۔۔۔دعوتی ۔۔۔مکتوب عام ۔۔۔ وغیرہ نقل کئے گئے ہیں۔

گیارھواں باب: وصال پُر ملال:

اس میں آپکی علالت ونقاہت ۔۔۔آثارِ رحلت ووصایا ۔۔۔ بشارات ۔۔۔ایصالِ ثواب ۔۔۔ اخباری تأثرات وغیرہ کا تذکرہ ہے۔

بارھواں باب: خلفاء وخدام:

اس باب میں آپکے خلفائے پاک وہند ۔۔۔خلفائے عرب وافریقہ ۔۔۔خدّام ۔۔۔وتلامذہ ۔۔۔وغیرہ کا تذکرہ ہے۔

تیرھواں باب: عکسِ نوادرات:

اس باب میں آپکی قلمی تحریروں کے عکوس ہیں ۔۔۔مثلاً ۔۔۔عکس تصانیف ۔۔۔عکس حواشی ۔۔۔عکس مکتوبات ۔۔۔عکس سند ۔۔۔عکس فتاوٰی ۔۔۔عکس قصائد ۔۔۔عکس درودشریف ۔۔۔

(2) اس کتاب میں کثیر سرخیوں کے ذریعے واقعات کونمایاں کیا گیا ہے تاکہ عام قارئین بھی اس سے استفادہ کرسکیں اور حوالہ جات کے ڈھونڈنے میں بھی آسانی رہے ۔۔۔

(3) ضرورتِ وقتی کے تحت چند مقامات پر واقعات مکرر (Repeat) ہیں اور اس کا سبب یہ ہے کہ وہ واقعات بیک وقت ایک سے زائد موضوعات کے حامل تھے، اس طرح ایک موضوع کو پڑھتے ہوئے اگر قاری دوسرے مقامات نہ بھی دیکھ سکے تو بھی اس کی تشنگی کا ازالہ ہو سکے گا اور یہ اِن شاءاللہ قارئین کے لیے بوجھ نہیں بلکہ ایک طرح سے تسکین کا باعث ہوگا۔

(4) ہماری اس کتاب کا ماخذ زیادہ تر **''حیاتِ اعلیٰ حضرت''** رہی ہے جس کی زبان کافی قدیم ہے اور بعض مقامات تسہیل طلب ہیں، ضرورتاً ہم نے کہیں الفاظ تبدیل کئے ہیں اور کہیں تسہیل بھی کی ہے، بعض مقامات پر طویل عبارات کو چھوڑ کر اختصار کر دیا گیا ہے، لیکن یہ کوشش رہی کہ اصل عبارت کا مفہوم تبدیل نہ ہونے پائے۔

(5) بیشتر مقامات پر قوسین میں مشکل الفاظ کے معانی بھی لکھ دئے ہیں اور عبارات کو عام فہم انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

ھدیہ ء تشکّر:

بڑی ناشکر گذاری ہوگی اگر ہم اُن معاونین کا شکریہ ادا نہ کریں جن کی حوصلہ افزائی مہمیز کا کام کرتی رہی اور یہ کام پایہء تکمیل کو پہنچا ۔۔۔

(1) میرے والدین، جن کے سایہء عاطفت اور شفقتوں نے اور کام کا کثیر بوجھ مجھ سے اٹھا لینے نے مجھے اس کام کو کرنے کے قابل بنایا، **اللہ تعالیٰ** ان کا ظلِّ شفقت تا دیر ہم پر قائم رکھے آمین!۔۔۔

(2) والدین کے بعد جس ہستی کا ذکر سب سے پہلے کرنا چاہوں گا وہ ہیں ہمارے مربّی و محسن، جنہوں نے ہمیں اپنی شفقتوں کا بھرپور سایہ عطا فرمایا، ہمارے غم غلط کرنے میں خوب سعی فرمائی، ہر موقع پر ہماری دلجوئی و حوصلہ افزائی فرمائی، اُنہیں کا خوشہ چیں ہونے کے باوجود مسندِ عزت پر بٹھا کر مقامِ عزت عطا فرمایا اور ''**شفقتِ علی الاصاغر**'' کی اعلیٰ مثالیں قائم فرمائیں، اگر کبھی ہم نے ان کی کوئی ادنیٰ خدمت سرانجام بھی دی تو اِس کو اعلیٰ ترین احسانات کے روپ میں بدل دیا۔

جی ہاں! یہ وہ ہستی ہے جس نے ہر مقام پر ہماری علمی راہنمائی فرمائی، جوہرِ علم کے شناور، سادگی و عاجزی کا پیکر، تقویٰ و پرہیزگاری کا مجسم، زینتِ خاندان عبید اللّٰہی، فقیہ العصر، استاذی و ملاذی **حضرتِ مفتی میاں محمد عبدالباقی صاحب** دامت برکاتہم العالیہ زیبِ سجادہ ''خانقاہِ عبیدیہ'' حضرتِ **خواجہ عبیداللہ ملتانی** نوراللہ مرقدہٗ (مدینۃ الاولیاء ملتان شریف)۔

ہم انہی کی دُعاؤں کے سایہ میں اس کام کو پایہء تکمیل تک پہنچا سکے، آپ نے شفقت فرماتے ہوئے اپنے مصروف ترین اوقات میں سے وقت نکال کر اس کتاب کو اپنی تقریظ سے بھی مزین فرمایا۔

(3) استاذ الاساتذہ **حضرت علامہ مولانا محمد منشاء تابش قصوری صاحب** دامت برکاتہم العالیہ (استاذ گرامی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور)

آپ کے نام سے کون واقف نہیں، ''فتاویٰ رضویہ مخرجہ'' کی اشاعت اور ترویج میں آپکا نام بڑا نمایاں ہے، تحریر و تقریر و تدریس میں انفرادیت کے حامل ہیں، ایک بار ہماری دعوت پر ''**امام احمد رضا لائبریری**'' کے زیر اہتمام سالانہ ''**سیرتِ اعلیٰ حضرت کانفرنس**'' ملتان میں بھی تشریف لائے۔

''مکتبہ نبویہ'' لاہور ایک مرتبہ راقم کی حاضری ہوئی تو جناب اِقبال احمد فاروقی صاحب کے ساتھ تشریف فرما تھے، ہم نے اِس کام کے حوالے سے عرض کیا تو خوشی کا اظہار فرمایا اور بغیر پس و پیش اس پر تقریظ لکھنے کا مژدہ عطا فرمایا، مزید اس حوالے سے کچھ مشوروں سے بھی نوازا۔ تکمیلِ کتاب پر ہم اُن کی بارگاہ میں کتاب کا نسخہ لے کر ''جامعہ نظامیہ رضویہ'' میں حاضر ہوئے تو آپ کو تدریس میں مصروف پایا، آپ نے خوب عزت افزائی فرمائی، نسخہ کو ایک نظر ملاحظہ فرمایا اور اگلے ہی دن ہمیں اپنے شفقت بھرے تحریری کلمات سے نوازا۔ ہم آپ کی اس شفقت کو کبھی نہیں بھول سکتے اور اس پر تہہ دل سے آپ کے ممنون ہیں۔

(4) ادیبِ شہیر جنابِ **خلیل احمد رانا صاحب مدظلہٗ** (جہانیاں منڈی ضلع خانیوال)

''**انوارِ قطبِ مدینہ**'' ایسی ضخیم کتاب کے مصنف جناب خلیل احمد رانا صاحب کئی دیگر کتب کے بھی مصنف ہیں، **اعلیٰ حضرت** اور آپ کے خلفاء کے حوالے سے گراں قدر تحریری خدمات سرانجام دے چکے ہیں، اپنے ان تحقیقی کاموں میں انفرادیت کے حامل ہیں، لحہ لحہ

فکرِ رضا کے فروغ میں مصروف رہتے ہیں، اس پیرانہ سالی کے باوجود انٹرنیٹ کے ذریعے اہلسنت کے عقائد کا دفاع کر رہے ہیں، بہت ساری عظمتوں کے حامل، مگر عاجزی کا پیکر ہیں۔کبھی ملاقات ہوتو یوں محسوس کرواتے ہیں جیسے کوئی چھوٹا بڑوں سے مل رہا ہو۔

اللہ تعالیٰ اُن کا سایہ اہلسنت کے سروں پر دراز فرمائے اور اُن کے فیوضات کو عام فرمائے، آپ بھی ہم پر بہت شفقت فرماتے رہے، خود چل کر بارہا ہماری لائبریری میں تشریف لائے اور شفقتوں سے نوازا۔ اس کتاب کو ملاحظہ فرما کر نہ صرف حوصلہ افزائی فرمائی بلکہ ہماری گذارش پر اس پر تقریظ بھی تحریر فرمائی۔

مندرجہ بالا حضرات کے علاوہ بھی بہت سے احباب ہیں جنہوں نے میرے اِس کام کو سراہا، حوصلہ افزائی فرمائی، دعاؤں سے نوازا، وقتاً فوقتاً مشوروں سے نوازا۔۔۔

خاص طور پر جنابِ قاری محمد سلیم عطاری صاحب، جنابِ حاجی محمد انجم رضا عطاری صاحب، جناب محمد فضیل رضا عطاری المدنی صاحب، جنابِ قاری ابو فیضان محمد رمضان عطاری صاحب، محترم عطار احمد عطاری صاحب اور قاری دوست محمد رضوی صاحب۔۔۔

کمپوزنگ کے حوالے سے جنابِ محمد شہباز حسین عطاری، محمد ارسلان عطاری اور محمد کاشف عطاری نے خوب سعی فرمائی اور اس کام کے پایہء تکمیل تک پہنچنے میں اِن احباب کا بڑا عمل دخل ہے۔

طباعت کے حوالے سے ہم جناب شبیر حسین صاحب (شبیر برادرز لاہور) کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ جنہوں نے اس کی طباعت کی ذمہ داری کو اٹھایا اور بڑے احسن انداز میں نبھایا۔

محمد مطلوب عطاری بھی انتہائی شکریے کے مستحق ہیں کہ جن کی وساطت سے ہماری رسائی ناشر تک ہوسکی، آپ کا خلوص اس حوالے سے تادیر یاد رہے گا۔۔۔

فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ تَعَالیٰ اَحسَنَ الجَزَاء

اعتذار:

قارئین! اِس کتاب میں اگر کوئی خوبیاں ہیں تو وہ ہمارے **ربّ کریم** کا خاص فضل۔۔۔۔

ہمارے پیارے **آقا و مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم** کی خاص رحمت۔۔۔

بغدادی شہنشاہ حضرتِ غوثِ اعظم سیدی **عبدالقادر جیلانی** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خصوصی نظرِ عنایت۔۔۔

ہمارے پردادا مرشدِ کریم حضور سیدی **اعلیٰ حضرت مولانا شاہ امام احمد رضا خان** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خصوصی نگاہِ کرم۔۔۔

ہمارے دادا مرشد حضور سیدی قطبِ مدینہ **حضرت مولانا ضیاء الدین احمد مدنی** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظرِ رحمت۔۔۔

اور بالخصوص میرے مرشدِ گرامی، امیر اہلسنت حضرتِ علامہ **مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی** دامت برکاتہم العالیہ کی توجہِ کامل

کا نتیجہ ہیں۔۔۔

اور خامیاں یقیناً اس عاجز کی طرف **منسوب** ہیں۔۔۔

قارئین سے امید ہے اس کتاب کی ادبی خامیوں سے صرفِ نظر کرتے ہوئے اس کاوش کو بنظرِ استحسان ملاحظہ کریں گے اور اگر کوئی علمی وشرعی غلطی پائیں گے تو ضرور اِس کی نشاندہی فرمائیں گے تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کی جاسکے۔

اے اللہ! اپنے غیب کے خزانوں سے اس کتاب کو قبولیت کی سند کا خزانہ عطا فرما، ہمارے، ہمارے لئے، ہمارے آباؤ اجداد، ازواج واولاد، اعزہ واحباب کے لئے بخشش کا سامان بنا! آمین! یاربَّ العالمین بجاہِ النَّبی الامین **صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دائماً ابداً**

(ابومحمد) **محمد ریحان احمد عطاری عفی عنہ**

27 محرم الحرام 1434ھ/12 دسمبر 2012ء

بروز بدھ (12/12/12)

hafizrehan25@gmail.com

پہلا باب

ابتدائی وخاندانی حالات

خاندانی بزرگوں کے حالات۔۔۔داداجان ۔۔۔والدِ گرامی۔۔۔والدہ ماجدہ۔۔۔بھائی، بہن۔۔۔ولادتِ باسعادت
حُلیہِ مبارک۔۔۔ابتدائی تعلیم۔۔۔پاکیزہ بچپن۔۔۔تکمیلِ مروجہ علوم۔۔۔اساتذہ۔۔۔شادی۔۔۔اولاد۔۔۔۔۔۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ علٰی سَیِّدِ المُرسَلِیْنَ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّ حِیْم

دُرود شَریف کی فضیلت

عاشقِ اعلیٰ حضرت، امیرِ اَہلسنّت، بانیِ دعوتِ اسلامی، حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطاؔر قادِری رَضَوی ضیائی دامَتْ بَرَکاتُہُم العالیہ اپنے رسالے ''ضیائے دُرُود وسلام'' میں فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نقل فرماتے ہیں کہ '' جو مجھ پر شبِ جُمُعَہ اور جُمُعَہ کے روز سو بار دُرُود شریف پڑھے، اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں پوری فرمائے گا''۔

صَلُّو اعَلَی الْحَبِیْب　　　صلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلیٰ مُحَمَّد

خاندانی بزرگو ں کے حالات

اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنت، ولیِ نعمت، عظیمُ البرکت، عظیمُ المرتبت، پروانۂ شمعِ رسالت، مجدِدِ دین وملت، حامیِ سنت، ماحیِ بدعت، عالمِ شریعت، پیرِ طریقت، باعثِ خیر وبرکت، حضرتِ علامہ مولانا الحاج الحافظ القاری شاہ امام احمد رضا خان عَلَیہِ رَحْمَۃُ الرحمٰن افغانی نسب ونسل کے لحاظ سے افغان ہیں۔۔۔

آ پ ایک صحابی کی اولاد ھیں:

آپ کا نسبی سلسلہ افغانستان کے مشہور ومعروف قبیلہ بڑہیچ سے ہے جو افغانوں کے جدِ امجد قیس عبد الرشید (جنہیں سرکارِ دوعالم، نورِ مجسم، شاہِ بنی آدم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی خدمتِ عالیہ میں حاضری دے کر دینِ اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل ہوئی) کے پوتے ''شرجنون'' الملقب بہ شرف الدین کے پانچ بیٹوں میں سے چوتھے بیٹے بڑہیچ سے جا ملتا ہے۔ (گویا آپ ایک صحابیءِ رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی اولاد سے ہیں)

(شاہ احمد رضا خان بڑہیچ افغانی از قلم محمد اکبر اعوان مطبوعہ کراچی ص35)

آپ کے خاندان کے مورثِ اعلیٰ والیانِ قندھار (افغانستان) کے خاندان سے تھے۔ سب سے پہلے آپ کے خاندان کی تاریخ میں جن کا ذکر ملتا ہے وہ شہزادہ سعید اللہ خان ہیں

شھزادہ سعیدُ اللہ خان صاحب :

آپ والیءِ قندھار کے صاحبزادے اور قبیلہ بڑہیچ کے پٹھان تھے سلاطین مغلیہ کے دور میں سلطان محمد نادر شاہ کے ہمراہ لاہور آئے اور عزیز ترین عہدوں سے نوازے گئے۔ بادشاہِ دہلی کی طرف سے اُنکی مہمان نوازی کا حکم ہوا، لاہور کا ''شیش محل'' اُن کو رہائش کے لیے عطا ہوا جو آج بھی موجود ہے۔ اُنکی شاہی مہمان نوازی ہونے لگی۔ اِنھیں اپنے مستقبل کے لیے کچھ کرنا ضروری تھا، لہذا دہلی تشریف لائے، یہاں اُنکی بڑی عزت ووقعت ہوئی، چندہی دنوں میں وہ فوج کے بڑے عہدے (شش ہزاری) پر فائز ہوئے اور دربارِ شاہی کی طرف سے

آپ کو ''شجاعت جنگ'' کا خطاب ملا۔

(مجدد اسلام از علامہ نسیم بستوی مطبوعہ رضا اکیڈمی لاہور ص34)

شہزادہ سعادت یار خان صاحب:

آپ شہزادہ سعید اللہ خان صاحب کے صاحبزادے تھے ،حکومتِ مغلیہ کی طرف سے بغاوت فرو کرنے کے لیے'' روہیل کھنڈ'' بھیجا گیا تھا۔جس کی فتح یابی پر آپ کو بریلی کا صوبہ دار بنادیا گیا،اور اِس ضلع میں اُن کو ایک جاگیر عطا ہوئی ، جو 1857 کی جنگِ آزادی میں ضبط کرلی گئی۔آپ نے بریلی شریف کو مستقل سکونت کے لئے پسند فرمایا۔

(سیرتِ اعلیٰ حضرت از مولانا حسنین رضا خان ،مطبوعہ برکاتی پبلشرز کراچی ص40)

مولانا محمد اعظم خان صاحب:

آپ سعادت یار خاں صاحب کے صاحبزادے تھے ،حکومتِ وقت کی طرف سے ایک ممتاز عہدے پر فائز تھے۔اس خاندان میں آپ سب سے پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے حکومت و وزارت کو خیر باد کہہ کے فقیری اختیار فرمائی اور زُہد و ریاضت میں مشغول ہوئے۔ بریلی شریف کے محلّہ'' معماراں'' سے متصل ایک میدان میں ڈیرہ لگالیا ، یہ جگہ آج بھی '' **شہزادے کا تکیہ**'' کے نام سے مشہور ہے،آپ صاحبِ کرامت بزرگ تھے۔

لو اپنا دوشالہ لے جاؤ :

آپ کے صاحبزادے ہر جمعرات کو سلام کرنے حاضر ہوا کرتے ، ایک مرتبہ جاڑے (یعنی سردیوں) کے موسم میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ والدِ گرامی آگ جلائے تشریف فرما ہیں اور جسم پر کوئی سرمائی پوشاک نہیں تو فوراً اپنا بیش قیمت دوشالہ اُتار کر والدِ گرامی کے کندھوں پر ڈال دیا۔اُنہوں نے نہایت استغناء سے دوشالہ اُتار کر بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دیا،صاحب زادہ کے دل میں یہ خیال آیا کاش جلانے کی بجائے کسی اور کو عطا فرمادیتے ۔دل میں یہ خیال آنا ہی تھا کہ والدِ گرامی نے آگ میں سے دوشالہ کھینچا (جس پر آگ نے کچھ بھی اثر نہ کیا تھا)اور صاحبزادے کی طرف پھینکتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا'' فقیر کے یہاں دُھکڑ پُھکڑ کا معاملہ نہیں چلتا لو اپنا دوشالہ لے جاؤ

(کراماتِ اعلیٰ حضرت از اقبال احمد رضوی مطبوعہ کراچی ص 8,7)

حافظ کاظم علی خان صاحب :

آپ اعظم علی خان کے صاحبزادے اور شہرِ بدایون کے تحصیلدار تھے، دوسو سواروں کی بٹالین (فوج) خدمت میں رہا کرتی۔آپ نے کوشش فرمائی تھی کہ سلطنتِ مغلیہ اور انگریزوں میں جو نزاع ہے وہ ختم ہوجائے ، چنانچہ اسی سلسلہ میں آپ کلکتہ بھی تشریف لے گئے۔

(مجدد اسلام از مولانا نسیم بستوی مطبوعہ رضا اکیڈمی لاہور ص35)

حافظ کاظم علی خاں صاحب آصف الدولہ کے یہاں وزیر بھی رہے، انہوں نے تین شادیاں کیں زوجہ اولیٰ سے تین اولادیں ہوئیں۔

(1) امام العلماء مولانا رضا علی خان صاحب (اعلیٰ حضرت کے جدامجد، داداجان)

(2) رئیس الحکماء حکیم تقی علی خان صاحب

(3) زینت بیگم

زوجہ ثانیہ سے تین لڑکیاں ہوئیں:

(1) بدرالنساء

(2) قمرالنساء

(3) صدرالنساء

زوجہ ثالثہ سے ایک صاحبزادے پیدا ہوئے:

(1) جعفر علی خان صاحب

مولانا شاہ رضا علی خان صاحب

پیدائش:

آپ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جدِ امجد ہیں، 1224ھ میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تعلم:

آپ نے مولوی خلیل الرحمٰن (شہر ٹونک، راجھستان) سے جملہ علومِ متداولہ حاصل کئے، 22 سال کی عمر میں سندِ فراغت سے مشرف ہوئے، حکومت و جہانبانی سے اس خاندان کا رشتہ آپ ہی کے دم قدم سے منقطع ہوااور یہ خاندان مستقلاً علم، فقراور درویشی سے مشرف ہوگیا۔

آپ کے علم و فضل کی شہرت ہندوستان میں دور دراز مقامات تک پھیلی، آپ علومِ ظاہری کے علاوہ علومِ باطنی خصوصاً تصوف میں اچھی دسترس رکھتے تھے۔ مولانا حسن علی علمی جن کے خطبے ''خطبہء علمی'' کے نام سے مشہور ہیں وہ آپ ہی کے شاگرد ہیں۔

اخلاق وعادات:

سلام کرنے میں ہمیشہ پہل کرتے تھے۔ لوگوں کے دلوں میں یہ آرزو مچل کررہ جاتی کہ وہ سلام میں پہل کریں، کبھی اپنے نفس کے لیے غضبناک نہیں ہوئے، فصاحتِ کلام، زہد وقناعت اور حلم وتواضع جیسی دولت بے بہا سے مالا مال کئے گئے تھے۔

کرامات:

آپ کی ذاتِ گرامی سے بہت سی کرامتیں ظہور میں آئیں۔۔۔

اُس نے مجھے رنگا، اللّٰہ اُسے رنگے:

ایک مرتبہ ہندوؤں کے تہوار ''ہولی'' کے موقع پر بازار سے گزر رہے تھے کہ ایک ہندوعورت نے آپ پر رنگ ڈال دیا، ایک جوشیلے نوجوان نے اُسے مارنا چاہا تو آپ نے فرمایا'' کیوں تشدد کرتے ہو اُس نے مجھے رنگا اللہ عزوجل اُسے رنگے'' اتنا زبانِ مبارک سے نکلنا تھا کہ وہ عورت فوراً آپ کے قدموں میں آگری، معافی مانگی اور مشرف با اسلام ہوئی، آپ نے وہیں اس نوجوان سے اس کا عقد (یعنی نکاح) کر دیا۔

حضرت کا عصاء اور چھتری رکھی ہوئی ہے:

ایک مرتبہ ایک صاحب حاضرِ خدمت ہوئے اور آپ سے کچھ رقم قرض مانگی، آپ نے فرمایا دیکھو بے جا خرچ نہ کرنا۔ وہ صاحب آزاد مزاج تھے رقم لے کر طوائف کے ہاں چلے گئے۔ دیکھا کہ حضرت کا عصاء اور چھتری رکھی ہوئی ہے اُلٹے پاؤں واپس ہوئے۔ دوسری کے یہاں گئے وہاں بھی یہی حال دیکھا، تیسری کے یہاں گئے وہاں بھی یہی حال دیکھا، آخرِ کار عاجز ہو کر خدمت میں حاضر ہوئے اور صدقِ دل سے توبہ کی۔

(کراماتِ اعلیٰ حضرت از علامہ اقبال احمد رضوی ص 9,8)

دُشمن دیکھ نہ سکے:

1857ء کے بعد جب انگریزوں کا تسلط ہندوستان پر ہوا اور اُنہوں نے شدید مظالم ڈھائے تو لوگ ڈر کے مارے پریشان پھرتے تھے، بڑے لوگ اپنے اپنے مکان چھوڑ کر گاؤں چلے گئے لیکن مولانا **رضا علی خاں صاحب** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ محلّہ ''ذخیرہ'' میں اپنے مکان میں برابر تشریف رکھتے رہے اور پانچوں نمازیں جماعت کے ساتھ مسجد میں ادا کیا کرتے تھے۔

ایک دن اُدھر سے انگریز فوجیوں کا گزر ہوا، انہوں نے چاہا کہ مسجد میں اگر کوئی شخص ہو تو اُسے پکڑ کر ماریں، مسجد میں گھسے، اِدھر اُدھر گھوم آئے لیکن آپ اُنہیں نظر نہ آئے، بولے کہ مسجد میں کوئی نہیں ہے حالانکہ آپ مسجد ہی میں تشریف فرما تھے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ص 63)

اب مقدمہ فتح ہوگیا:

حضرت مولانا رضا علی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات بعد از وصال بھی ظاہر ہوئیں، جن کا تذکرہ ''ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت'' میں خود **اعلیٰ حضرت** یوں کرتے ہیں۔۔۔

حضرت جدّ اَمجد (یعنی حضرت مولانا رضا علی خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو **بِحَمْدِ اللّٰہِ تَعالٰی** میرے ساتھ اِس وقت تک وہی محبت ہے جو پہلے تھی۔۔۔

ایک مرتبہ جائیداد کا جھگڑا تھا اور وہ بھی ایسا کہ ظاہری رِزق کے بند ہونے کے اَسباب تھے۔اسی دوران میں نے خواب دیکھا کہ حضرت جَدِّ اَمجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ عربی گھوڑے پر سوار، تمام اَعضاء نہایت روشن، عربی لباس میں تشریف لائے، میں اِسی پھاٹک میں کھڑا تھا، حضرت قریب آ کر گھوڑے سے اُترے اور فرمایا: بشیرالدین وکیل کے یہاں جانا ہے۔آنکھ کھلی میں نے کہا: اب مقدمہ فتح ہوگیا چنانچہ صبح ہی کو مقدمہ میں فتحیابی ہوگئی۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبہ المدینہ ص413)

اولادِ امجاد :

آپ نے دوعقد فرمائے، پہلی زوجہ سے ایک صاحبزادے اور ایک صاحبزادی پیدا ہوئیں۔

(1) مولانا شاہ نقی علی خان صاحب (اعلیٰ حضرت کے والدِ ماجد)

(2) زوجہ مہدی علی خان صاحب

دوسری زوجہ سے دو صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔

(1) بی جان (زوجہ ولایت حسین خان صاحب)

(2) مستجاب بیگم (زوجہ وہاب علی خان صاحب)

وصالِ پر ملال:

2 جمادی الاولیٰ 1286ھ میں آپ نے اس دارِ فانی سے رحلت فرمائی۔

مولانا شاہ نقی علی خان صاحب

مولانا شاہ نقی علی خان **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والدِ گرامی ہیں۔آپ زبردست عالمِ دین، کثیر التصانیف بزرگ اور بڑے پائے کے عاشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تھے۔مولوی رحمٰن علی ''تذکرہ علمائے ہند'' میں آپ کا تذکرہ یوں لکھتے ہیں:۔۔۔

پیدائش:

رئیس الاتقیاء **حضرت مولانا شاہ نقی علی خان** بریلی شریف میں یکم رجب 1246ھ بمطابق 1830ء میں مولانا رضا علی خان صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت :

اپنے والدِ ماجد سے تعلیم وتربیت پائی اور ان ہی سے درسی علوم سے فراغت حاصل کی۔حق تعالیٰ نے اُن کو اپنے ہمعصروں میں معاش ومعاد میں ممتاز فرمایا تھا۔فطری شجاعت کے علاوہ سخاوت، تواضع اور استغناء کی صفات سے متصف تھے۔اپنی عمر عزیز کو سنت کی اشاعت اور بدعت کے رد میں صرف کیا۔

(تذکرہ علمائے ہند ص449 مطبوعہ کراچی)

اخلاق و عادات:

اعلیٰ حضرت اپنے والدِ گرامی کے تذکرے میں تحریر فرماتے ہیں:

فراستِ صادقہ کی یہ حالت تھی کہ جس معاملے میں جو کچھ فرمایا وہی ظہور میں آیا، عقلِ معاش ومعاد دونوں کا بروجہِ کمال اجتماع بہت کم سنا، یہاں آنکھوں سے دیکھا۔ علاوہ بریں سخاوت، شجاعت، علوِّ ہمت، کرم ومروت، صدقاتِ خفیہ، میراثِ جلیہ، بلندی ءاقبال، دبدبہ و جلال، موالاتِ فقراء، حکام سے عزلت، رزقِ موروث پر قناعت وغیرہ ذالک۔

فضائلِ جلیلہ وخصائلِ جمیلہ کا حال وہی جانتا ہے جس نے اُس جناب کی برکتِ صحبت سے شرف پایا ہے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ص65)

عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم:

آپ کو حضورِ اکرم رحمتِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے کمال درجہ کا عشق تھا۔ ایک بار بیمار ہو گئے جس کی وجہ سے نقاہت بہت ہوگئی، محبوبِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے اپنے فدائی کے جذبہ ءمحبت کی لاج رکھی، اور خواب ہی میں ایک پیالے میں دوا عنایت فرمائی، جس کے پینے سے افاقہ ہوا اور آپ جلد ہی رُوبصحت ہو گئے۔

(مولانا نقی علی خان از شہاب الدین رضوی، مطبوعہ لاہور ص37)

آپ کے عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی گواہی دورِ حاضر کے ''ماہر رضویات'' پروفیسر مسعود احمد صاحب نے بڑے انوکھے انداز میں اپنی کتاب **''عشق ہی عشق''** میں دی ہے۔

وہ تحریر فرماتے ہیں۔۔۔

امام احمد رضا نے اکثر علوم وفنون اپنے والدِ ماجد علامہ محمد نقی علی خان علیہ الرحمہ سے حاصل کئے۔۔۔ وہ علم ودانش کا بحرِ ذخار تھے۔۔۔ **امام احمد رضا** کے سینے میں علم وفضل کا سیلاب اُدھر ہی سے اُمنڈ کر آیا ہے۔۔۔ مگر وہ سیلابِ عشق (اعلیٰ حضرت کے سینے میں) کہاں سے آیا جس نے سارے جہان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور ایک عالم کو مست و بےخود بنا دیا۔۔۔؟ یہ بھید نہیں کھلتا تھا۔۔۔ دل اس سرچشمہء صافی کی کھوج میں عرصے سے سرگرداں تھا کہ ایک روز سورۃ ''الم نشرح'' کی تفسیر ''الکلام الاوضح'' نظر سے گزری، قرآنِ حکیم کی آٹھ مختصر آیتوں کی تفسیر بڑے سائز کے 438 صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔۔۔ اللہ اکبر!۔۔۔ یہ امام احمد رضا کے والدِ ماجد علامہ نقی علی خان کی تفسیر ہے، جو پہلے ہندوستان سے شائع ہوئی اور پھر پاکستان سے شائع ہوئی۔۔۔ اس تفسیر کو جب غور سے پڑھا تو آنکھیں کھل گئیں۔۔۔ صفحہ 4 سے پڑھتے پڑھتے جب صفحہ 11 پر پہنچا تو یوں محسوس ہوا کہ جیسے ساحلِ سمندر پر موتی بکھرے ہوں، یا جیسے دامنِ کوہ پر لعل بکھرے ہوں۔ ہر لعل رشکِ صد لعل بدخشاں۔۔۔ خواجہ میر درد کا ایک شعر یاد آیا۔

سرسری تم جہان سے گزرے

ورنہ ہر جا جہانِ دیگر تھا

تفسیر میں ایک طرف مفسّر کے عشق ومحبت کا عالم نظر آتا ہے تو دوسری طرف اُن کے علم وفضل کی شان نظر آتی ہے۔۔۔بے شمار علومِ نقلیہ وعقلیہ کی مصطلحات اور کتابوں کے نام آٹھ صفحات میں اس طرح پرو دیئے، جیسے لڑی میں موتی۔۔۔بے شک علم خادمِ عشق ہے۔۔۔اُنہوں نے علم کو عشق کی چوکھٹ پر جھکا کر بتا دیا کہ حاصلِ علم، عشق ومحبت کے سوا کچھ نہیں۔۔۔اللہ عزوجل اور اُس کے حبیبِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی محبت۔۔۔

صفحہ 4 پر سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ذکر آیا، بس پھر کیا تھا۔۔۔ذہن بھی رواں، دل بھی رواں، زباں بھی رواں قلم بھی رواں۔۔۔زبان رُکتی نہیں، قلم ٹھہرتا نہیں۔۔۔ایک سیلِ رواں ہے کہ چلتا چلا جارہا ہے۔۔۔نامِ نامی۔۔۔اسمِ گرامی ''**محمد**'' صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم فکروخیال کے افق پر طلوع ہوا تو جھُوم جھوم گئے، ایسا معلوم ہوتا کہ سراپائے اقدس سامنے آ گیا ہو۔

کھنچی ہے سامنے تصویرِ یار کیا کہنا

مدح وثناء میں زبانِ فیض ترجمان ایسی کھلی کہ الفاظ وحرف کا ایک سیلاب اُمنڈنے لگا۔

کون یہ جانِ تمنا عشق کی منزل میں ہے

جو تمنا دل سے نکلی پھر جو دیکھا دل میں ہے

الفاظ کی خوشبوؤں سے مشامِ جاں معطّر ہو رہے ہیں، سبحان اللہ، سبحان اللہ! ہاں

مطربِ خوش نوا بگو، تازہ بتازہ نَو بہ نَو

ہاں! ذرا آنکھیں کھولئے، عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بہاریں دیکھئے۔۔۔محبّ کو دیکھئے، محبوب کو دیکھئے۔۔۔عشق ومحبت کی جولانیاں دیکھئے۔۔۔حُسن وجمال کی سحر آفرینیاں دیکھئے۔۔۔ہاں۔۔۔

حریمِ حُسن کے پردے اُٹھے ہوئے ہیں جگرؔ

(یہاں سے پروفیسر صاحب **سرکارِ دوعالم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے وہ القاباتِ مبارکہ نقل فرماتے ہیں جو کہ مولانا شاہ نقی علی خاں رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب ''**الکلام الاوضح**'' میں لکھے ہیں۔ اِن القاباتِ مبارکہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اِن میں بہت ساری کتب کے نام بھی آگئے ہیں اور پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے القابات بھی ہو گئے ہیں مثلاً۔۔۔

نسخہء کیمیائے سعادت۔۔۔مفتاحِ فتح قدیر۔۔۔میزبانِ نزلِ ابرار۔۔۔تیسیرِ اصولِ تاسیس۔۔۔احیاءِ علوم وکمالات۔۔۔خازنِ کنز دقائق۔۔۔دُرِّ مختارِ بحرِ رائق۔۔۔مشکوٰۃِ مفاتیحِ تیسیر۔۔۔جامعِ اُصول۔۔۔مصدرِ صحاحِ بخاری ومسلم۔۔۔منظورِ مدارکِ عالیہ

۔۔۔مجمع بحرینِ حدوث و قدم۔۔۔زبورِ غرائبِ تدقیق۔۔۔ناسخ توریت و انجیل ۔۔۔بیاضِ انوارِ مصابیح ۔۔۔حصن حصین اُمتاں۔۔۔تنقیح دلائلِ کافیہ۔۔۔مرقاتِ معارج حقیقت۔۔۔۔

یہاں تک کہ مولانا شاہ نقی علی خان صاحب کے تحریر کردہ، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے تقریباً 571 القاباتِ مبارکہ نقل فرمانے کے بعد پروفیسر مسعود احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں۔۔۔

اللہ اللہ! عشق خانہء ویران ساز نے کیسا مست و بے خود بنا دیا؟۔۔۔محبوب کا ذکر آیا۔۔۔جذبات کا ایک سیلاب اُمنڈ پڑا۔۔۔کہاں سے چلا اور کہاں تھا؟۔۔۔پھر بھی پیاس باقی ہے۔۔۔دل چاہتا ہے کہ ابھی اور ذکر کیجئے، ہاں ؎

قلم بشکن ، سیاہی ریز ، کاغذ سوز ، دم دَر کش
حسن ، ایں قصّہء عشق است در دفتر نمی گنجد

یہ ہیں امام احمد رضا قدس سرہ کے والد ماجد علامہ محمد نقی علی خاں علیہ الرحمہ۔۔۔امام احمد رضا خان کے سینے میں آپ نے عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ایسا نقش جمایا کہ پورا وجود سراپا عشق بن گیا اور پھر اس پیکرِ عشق و محبت نے ملتِ اسلامیہ میں عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ایسی رُوح پھونکی کہ مشرق و مغرب صلوٰۃ وسَلام کے نغموں سے گونجنے لگے۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

بیعت و خلافت :

1294ھ میں سیدنا شاہ آلِ رسول مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں پہنچے اور اُن سے بیعت کی، تمام سلاسلِ جدیدہ وقدیمہ کی اجازت وخلافت کا حکم نامہ اور سندِ حدیث حاصل کی۔

زیارتِ حرمین طیبین :

26 شوال 1295ھ کو باوجود شدتِ علالت وضعف خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بلانے کے سبب (کے خواب میں آپ کو یہ اشارہ ہوا تھا) عزمِ زیارت وحج مصمم فرمایا۔ ہر چند عرض کی گئی کہ علالت کی یہ حالت ہے آئندہ سال پر ملتوی فرمائیے، ارشاد فرمایا: مدینہ طیبہ کے قصد سے قدم دروازے سے باہر رکھ لوں پھر چاہے روح اُسی وقت پرواز کر جائے۔

مکہ شریف میں سید احمد زین دحلان وغیرہ علماء مکہ سے دوبارہ علمِ حدیث کی سند حاصل کی

کرامات :

آپ کی ذاتِ گرامی سے کئی کرامات کا ظہور ہوا۔

بارش شروع ھو گئی:

ایک بار بریلی میں بارش نہیں ہوئی، مخلوقِ خدا بہت پریشان تھی، ایک روز اہلِ شہر کثیر تعداد میں آپکی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور دُعا کے لیے ملتجی ہوئے آپ نے فرمایا تم سب میرے ساتھ عیدگاہ کو چلو تاکہ نمازِ استسقاء ادا کریں، آپ تشریف لئے جاتے تھے کہ ایک غیر مسلم نے پھبتی کسی! میاں جب تک بارش نہ ہووا پس نہ لوٹنا، آپ راستہ طے کرتے ہوئے عیدگاہ پہنچ گئے اور نمازِ استسقاء ادا فرمائی، بعد ادائیگیء نماز جب دُعا کے لیے ہاتھ اُٹھایا تو یکا یک آسمان پر بادل چھا گئے، ابھی دُعا سے فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ بارش شروع ہوگئی اتنی زبر دست بارش ہوئی کہ لوگوں کا گھروں تک جانا مشکل ہوگیا، آپ اپنے دولت کدے پر تشریف لائے تو وہی غیر مسلم معافی کے لیے حاضر ہوا جسے آپ نے معاف کر دیا۔ اُس روز کے بعد لگا تار بارش ہوتی رہی اور قحط دور ہوگیا۔

(مولانا نقی علی خان از شہاب الدین رضوی، مطبوعہ لاہور ص 53,52)

ملے گی مجھی کو:

''ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت'' میں **اعلیٰ حضرت** نے اپنے والدِ گرامی کی بعد از وصال بھی چند کرامات بیان فرمائی ہیں، چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں:
گاؤں میں ایک زمین میری زمین کے مُتّصِل ایک صاحب کی تھی۔ وہ ایک سودخوار کے ہاتھ بیچنا چاہتے تھے۔ اُن سے کہا گیا، مُخالفت کی وجہ سے انہوں نے نہ مانا۔ والد ماجد خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: مجھے نہیں دیتے، سودخوار کو دیتے ہیں اور ملے گی مجھی کو، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبہ المدینہ ص 413)

باقی کرامات کا تذکرہ انشاءاللہ عزوجل ہم اطاعتِ والدین کی فصل میں پڑھیں گے۔

تصانیف:

آپ کی 25 تصانیف کا ذکر **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے، جن میں سے چند مشہور یہ ہیں

(1) الکلام الاوضح فی تفسیر سورہ الم نشرح۔

(2) وسیلۃ النجاۃ

(3) سرور القلوب فی ذکر المحبوب

(4) جواہر البیان فی اسرار الارکان

(5) احسن الوعاء فی آداب الدعاء

(6) فضل العلم والعلماء

(تذکرہ علمائے ہند ص 449 مطبوعہ کراچی)

اولادِ امجاد :

حضرت مولانا **شاہ نقی علی خان** صاحب کے ہاں چھ اولادیں ہوئیں۔

تین صاحبزادے

(1) **اعلیٰ حضرت مولانا شاہ امام احمد رضا خان صاحب**

(2) **مولانا حسن رضا خان صاحب**

(3) **مولانا محمد رضا خان صاحب**

اور تین صاحبزادیاں تھیں:

(1) **حجاب بیگم**

(2) **احمدی بیگم**

(3) **محمدی بیگم**

بیٹوں میں سب سے بڑے **امام احمد رضا** تھے، ان سے چھوٹے مولانا **حسن رضا** تھے، اور سب سے چھوٹے مولانا **محمد رضا** تھے۔

(فقیہہ اسلام از ڈاکٹر حسن رضا اعظمی مطبوعہ کراچی ص 138)

وصال:

حضرت سیدنا شاہ نقی علی خان قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ذُوالْقَعْدَۃِ الْحرام کی آخری تاریخ 1297ھ جمعرات بوقتِ ظُہر وصال فرمایا۔ **اعلیٰ حضرت** اپنے والد ماجد کے وصال کا تذکرہ کچھ یوں تحریر فرماتے ہیں:

روزِ وِصال نَمازِ صبح (فجر) پڑھ لی تھی اور ہُنوز (یعنی ابھی) وقتِ ظُہر باقی تھا کہ اِنتِقال فرمایا۔ نَزع میں سب حاضِرین نے دیکھا کہ آنکھیں بند کئے مُتَواتِر سلام فرماتے تھے۔ (یہ اس طرف اِشارہ معلوم ہوتا ہے کہ اولیائے کرام کی ارواحِ مقدّسہ استِقبال کیلئے جمع ہورہی تھیں) جب چند سانس باقی رہے۔ ہاتھوں کو اَعضائے وُضو پر یوں پھیرا گویا وُضو فرما رہے ہیں۔ یہاں تک کہ اِسْتِنْشاق (یعنی ناک کی صفائی) بھی فرمایا۔ سُبْحٰن اللّٰہ عَزَّ وَجَلَّ وہ اپنے طور پر حالتِ بیہوشی میں نَمازِ ظہر بھی ادا فرما گئے۔ جس وَقت روحِ پُرفُتُوح نے جُدائی فرمائی، فقیر سِرہانے حاضِر تھا **وَاللّٰہِ الْعَظِیْم** ایک نورِ مَلیح (یعنی حسین نور) عَلانیہ نظر آیا (یعنی جو بھی موجود تھا وہ دیکھ سکتا تھا) کہ سینہ سے اُٹھ کر برقِ تابِندہ (یعنی چمکدار بجلی) کی طرح چہرہ پر چمکا جس طرح لمعانِ خورشید (یعنی سورج کی روشنی) آئینہ میں جُنبش کرتا ہے۔ یہ حالت ہو کر غائب ہو گیا اس کے ساتھ ہی روح بدن میں نہ تھی۔

پچھلا (یعنی آخری) کلِمہ زَبانِ فیض تَرجُمان سے نکلا، لفظ ''اللّٰہ'' تھا وَبس۔ اور اَخیر تحریر کہ دستِ مبارَک سے ہُوئی **بِسْمِ اللّٰہِ**

الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم تھی کہ انتقال سے دوروز پہلے ایک کاغذ پر لکھی تھی۔

بعدہٗ فقیر (خود اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے حُضور پیرومُرشدِ برحق (**شاہ آلِ رسول** رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو رُؤیا (یعنی خواب) میں دیکھا کہ حضرت والِد ماجِد کے مَرقد (مزار) پر تشریف لائے۔ غلام نے عرض کیا، حُضور! یہاں کہاں؟ فرمایا، آج سے، یا اب سے یہیں رہا کریں گے۔

(فیضانِ سنت جلد 1 از امیر اہلسنت حضرتِ علامہ محمد الیاس عطار قادری رضوی مکتبۃ المدینہ ص 87)

والدہ ماجدہ:

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ حسینی خانم بنت نواب اسفندیار بیگ ایک پاک سیرت وپاک طینت خاتون تھیں۔ شروع ہی سے احکامِ شرعیہ کی متبع وپابندرہیں، کبھی کوئی کام خلافِ شرع نہیں کیا۔ ان کے فہم ذکاء اور دانش وخرد کے بارے میں مولانا حسنین رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رقمطراز ہیں:

''وہ مغلیہ خاندان کی بڑی غیور، انتہائی ہوشمند اور صائب الرائے خاتون تھیں۔ اُنہوں نے بڑی عمر پائی۔ **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اکثر حالات مجھے انہیں سے معلوم ہوئے۔ مولانا نقی علی خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے خاندان اور احباب میں ''سلطان عقل'' مشہور تھے اور **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ''وزیر عقل'' کہلائیں۔''

(امام احمد رضا خان کی نعتیہ شاعری از ڈاکٹر محمد سراج احمد بستوی مطبوعہ لاہور ص 23)

بھائی، بہن

''سیرتِ اعلیٰ حضرت''، میں مولانا حسنین رضا خان صاحب نے **اعلیٰ حضرت** علیہ الرحمہ کے بہن بھائیوں کا تذکرہ یوں کیا ہے:

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ تین بھائی تھے اور ابتداً ان کی تین بہنیں تھیں سب سے چھوٹی بہن (محمدی بیگم زوجہ کفایت اللہ خاں) کا جوانی ہی میں انتقال ہو گیا تھا، **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھائیوں میں سب سے بڑے اور دو بہنوں سے چھوٹے تھے۔

مگر اللہ عزوجل نے ان کو عزت ووقار میں سب سے بڑا کر دیا تھا، وہ اپنے بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر شفقت کا برتاؤ کرتے ان کی عزت ہر چھوٹا بڑا یکساں کرتا تھا۔

(سیرتِ اعلیٰ حضرت از مولانا حسنین رضا خان صاحب مطبوعہ کراچی ص 45)

آپ کے بہن بھائیوں کا تفصیلی تذکرہ پیشِ خدمت ہے۔

مولانا حسن رضا خان صاحب:

آپ اعلیٰ حضرت، مجدِدِ دین وملت، مولانا شاہ امام **احمد رضا خان** بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چھوٹے بھائی تھے۔

پیدائش:

محمد حسن رضا خان صاحب 4 ربیع الاول 1276ھ کو پیدا ہوئے۔

تعلیم:

ابتدائی تعلیم اپنے والدِ مکرم اوراپنے برادرِ بزرگ کے حلقہءفیض میں حاصل کی۔اپنی خاندانی روایات کے مطابق شعروشاعری کا شوق ابتدا ہی سے تھا۔سنِ شعور کو پہنچے تو ''فصیح الملک'' مرزا داغ دہلوی کی شاگردی سے اس ذوق کی تکمیل کی اور زبان ومحاورے پر قدرت حاصل ہوئی۔1319ھ میں ''ثمر فصاحت'' کے تاریخی نام سے اپنی غزلیات کا مجموعہ مرتب کیا۔

زیارتِ حرمین طیبین:

حج بیت اللہ سے بھی مشرف ہوئے۔واپسی پر 1326ہجری میں ''ذوقِ نعت'' کے تاریخی نام سے اپنی نعتوں کا مجموعہ مرتب کیا،۔

(مقدمہِ ذوقِ نعت مطبوعہ لاہور ص14 از اصغر حسین خان لُدھانیوی)

علوِّ شان :

آپ کی عظمت ورفعت کے اظہار کے لیے **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ملفوظ کافی ہے:۔

''سوا دو کے کلام کے کسی کا (اُردو) کلام میں قصداً نہیں سنتا،مولانا کافی اور حَسن میاں مرحوم کا کلام،اوّل سے آخر تک شریعت کے دائرہ میں ہے البتہ مولانا کافی کے یہاں لفظِ ''رَعنا'' (یعنی ناژک ،حسین ۔یہ لفظ عام طور پر مجازی محبوبوں کے لیے استعمال ہوتا ہے) کا اطلاق (یعنی استعمال جابجا ہے اور یہ شرعاً محض ناروا و بے جا یعنی نامناسب اور بے فائدہ) مولانا کو اس پر اطلاع نہ ہوئی ورنہ ضرور احتراز فرماتے ۔حسن میاں مرحوم علیہ الرحمہ کے یہاں یہ بھی نہیں۔اُن کو میں نے نعت گوئی کے اُصول بتادیئے تھے،اُن کی طبیعت میں ان کا ایسا رنگ رچا کہ ہمیشہ کلام اسی معیارِ اعتدال پر صادِر ہوتا۔جہاں شُبہ ہوتا مجھ سے دریافت کر لیتے۔حسن میاں مرحوم نے ایک مقطع میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

بھلا ہے حسؔن کا جنابِ رضا سے
بھلا ہو الٰہی جنابِ رضا کا

(مَلفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبہ المدینہ ص225)

اعلیٰ حضرت کی خدمت :

مولانا حسنین رضا خان ابنِ مولانا حسن رضا خان ''سیرتِ اعلیٰ حضرت'' میں لکھتے ہیں:

مولانا حسن رضا خاں مرحوم نے علاقہ کے ساتھ ساتھ **اعلیٰ حضرت** کی ایسی خدمات انجام دیں کہ آج جن کی مثال ملنا مشکل ہے۔وہ علاقے کی تحصیل کرتے اور **اعلیٰ حضرت** کے گھر کی تمام ضروریات فراہم کرتے ،اب **اعلیٰ حضرت** صرف فتاویٰ کے جوابات اور تصانیف میں منہمک رہنے لگے اور یہ انہماک مدت العمر جاری رہا،کسی حالت میں یہ کام بند نہ ہوا،علالت میں بھی مرض سے اگر ذرا سہولت ملتی تو **اعلیٰ حضرت** اپنا کام کرنے لگتے اورانہیں گھر کی طرف نگاہ کرنے کی بھی ضرورت نہ پڑتی۔

اعلیٰ حضرت کے ذمہ قدرت نے دین ہی کی خدمت سپرد کی تھی، اس لئے ان کو قدرتی اسباب نے دنیا سے بالکل بے نیاز کر دیا تھا۔ ایسا بے نیاز کہ انہیں اِس طرف دیکھنے کی بھی ضرورت نہ پڑی۔

اعلیٰ حضرت کی دو بیٹیوں کی شادی ہونے والی تھی، دونوں کے نکاح حسبِ دستورِ خاندان پہلے ہی ہو چکے تھے، رُخصتی کا جب تقاضا ہوا تو مولانا حسن رضا خاں **اعلیٰ حضرت** کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ:

''بھائی جان! حاجی احمد اللہ خان صاحب (اعلیٰ حضرت کے سدھی) کا رُخصتی کے لئے تقاضا آیا ہے، وہ آپ سے بیاہ کی تاریخ مانگتے ہیں، میری رائے یہ ہے کہ ہم دونوں بیٹیوں کی شادی ایک ساتھ کر دیں''

اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ''ایک بیٹی کی شادی کوئی آسان کام نہیں، نہ کہ ایک ساتھ دو کی، بیٹیوں کی شادی میں لوگ بڑے ساز و سامان کرتے ہیں آپ نے کچھ ضروری سامان بھی کر لیا ہے کہ مجھ سے تاریخ مقرر کرانے آ گئے''۔ مولانا حسن رضا خان نے عرض کیا کہ ''سامان کی تیاری کے متعلق آپ بھابھی جان سے دریافت فرمالیجئے''

اعلیٰ حضرت نے اُن (بی بی صاحبہ) سے دریافت فرمایا کہ: بیٹیوں کی شادی کے لیے کیا کیا سامان تیار ہو گیا اور کیا کمی رہ گئی ہے۔ بی بی صاحبہ نے عرض کیا کہ ''ہمارے پاس تو مصالحے پسے تیار رکھے ہیں، دونوں کے جہیز مکمل ہو گئے ہیں، بارات میں کھانے دانے کا کل سامان مہیا ہو چکا صرف تاریخ کی دیر ہے''۔

اعلیٰ حضرت نے جب بی بی صاحبہ سے یہ الفاظ سنے تو وفورِ مسرت سے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ ''حسن میاں! تم نے تو مجھے دنیا سے بالکل بے نیاز کر دیا ہے، میری بیٹیوں کی شادیاں ہیں میں ان کا باپ ہوتے ہوئے بھی بالکل بے خبر اور آزاد بیٹھا ہوں، تم نے مجھے یہ سوچنے کی بھی زحمت نہ دی کہ جہیز میں کیا کیا دیا جائے گا اور وہ کہاں کہاں سے فراہم ہو گا، یا یہ کہ بارات میں کیا کیا کھانے دیئے جائیں گے۔ میں جو کچھ دین کی خدمت کر رہا ہوں اس کے اجر میں باذن اللہ تم بھی حصہ دار ہو، اس واسطے کی تمھیں نے مجھے دینی خدمات کے لیے دنیا سے آزاد کر دیا ہے''۔ اس پر مولانا حسن رضا خان بھی رو پڑے، قدرے سکون کے بعد تاریخ بھی مقرر فرمادی۔

مولانا حسن رضا مرحوم کا یہ عمل بھی مدتوں جاری رہا کہ ہفتہ عشرہ میں اپنے یہاں سے دو قلم بنا کے لے جاتے اور **اعلیٰ حضرت** کے قلمدان میں رکھ آتے اور ان کے گھسے ہوئے قلم خود لے آتے۔ انھیں (اعلیٰ حضرت کو) اتنی فرصت کہاں تھی کہ لکھنا چھوڑ کر قلم بنائیں اور لکھتے لکھتے قلم ایک طرف سے گھس جاتی تو دوسری نوک سے لکھنے لگتے، مضمون کی آمد میں خلل نہ آنے دیتے۔

مولانا حسن رضا خان جب تحصیل وصولی کے لیے گاؤں جاتے تو پہلے اپنی بڑی بھاوج کے ہاں آتے اور جہاں گھی، تیل، ایندھن اور غلوں کے وزن وغیرہ معلوم کرتے، وہیں چارپائیاں، تخت، چوکی وغیرہ کے متعلق بھی دریافت کرتے کہ گھر میں اگر ان چیزوں کی کمی ہو تو یہ سامان بھی گاؤں سے بن کر غلہ ایندھن وغیرہ کی گاڑیوں میں آ جائے۔

ایک بزاز (کپڑا بیچنے والا) مقرر کر رکھا تھا جو ہر **فصل** پر ضرورت کے کپڑوں کے تھان لاتا، وہ کپڑا اپنی بھاوج صاحبہ سے پسند کراتے اور سارے گھر کا کپڑا خرید کر دیتے۔صرف روزانہ کا ترکاری گوشت ایسا تھا جو **اعلیٰ حضرت** کا ڈیوڑھی بان لایا کرتا تھا۔

غرضیکہ انہوں نے جس طرح سے علاقہ کا کام کیا اُسی انہاک کے ساتھ **اعلیٰ حضرت** کی دیگر خدمات بھی انجام دیں۔جب 1326ھ میں اُنکی (مولانا حسن رضا خان کی) وفات ہوگئی تو ان کی جگہ ان کے چھوٹے بھائی مولوی محمد رضا خان صاحب آئے ،انہوں نے بھی **اعلیٰ حضرت** کی بہت خدمت کی۔سارے علاقے کی تحصیل کر کے حسبِ دستورِ قدیم **اعلیٰ حضرت** قبلہ کا روپیہ اپنی بڑی بھاوج صاحبہ کی خدمت میں پیش کر دیتے اور غلہ وایندھن وغیرہ کا معقول انتظام کرتے۔

علاقے کے کام کی وجہ سے اِنہیں (مولانا محمد رضا خان کو بھی) مولانا حسن رضا خاں صاحب جیسی خدمات کا موقع ملا،انہوں نے بھی اپنے انتظام سے **اعلیٰ حضرت** کے ایک بیٹے اور دو بیٹیوں کی شادیاں کیں اور ان سے پہلے مولانا حسن رضا خان نے **اعلیٰ حضرت** کے ایک بیٹے اور تین بیٹیوں کی شادیاں اپنے اہتمام سے کی تھیں،اُن کے دونوں بھائیوں نے اُنہیں دنیا کی چپقلش میں نہ پڑنے دیا۔۔۔اتنا ضرور عرض کرونگا کہ **اعلیٰ حضرت** نے اپنے بھائیوں سے یہ کبھی نہ پوچھا کہ تم نے کتنا روپیہ وصول کیا اور کتنا اپنی بھاوج کو دیا۔

(سیرت اعلیٰ حضرت از مولانا حسنین رضا خان مطبوعہ مکتبہ برکاتی پبلیشرز کراچی ص 57-55)

تصانیف :

مولانا حسن رضا خان صاحب نے کئی کتب تصنیف فرمائیں، کچھ کے نام درجہ ذیل ہیں:

(۱) آئینۂ قیامت

(۲) ذوقِ نعت

(۳) ثمرِ فصاحت

(۴) دینِ حسن

(۵) انتخابِ شہادت

(۶) تزکِ مرتضوی

(۷) ساغرِ کیف

(۸) نگارستانِ لطافت

وصال:

1326 ہجری ہی میں پچاس برس کی عمر میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

مولانا محمد رضا خان صاحب

مولانا **محمد** رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رئیس الاتقیاء حضرت **مولانا شاہ نقی علی خان صاحب** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے اور **امام احمد رضا خان** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برادرِ اصغر تھے۔

تعلیم :

امام احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شرفِ تلمذ حاصل کیا، علم الفرائض میں مہارت رکھتے تھے اور وراثت کے متعلق سوالات کے جوابات تحریر فرماتے تھے۔

دیگر حالات:

آپ کی صاحبزادی حضرتِ **مفتیِ اعظمِ ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان صاحب** علیہ الرحمہ سے **منسوب** تھیں۔ مولانا **حسنین رضا خان** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کے بعد **امام احمد رضا** کی جاگیر کا سارا انتظام آپ کے سپرد ہو گیا تھا۔ خاندان کی ساری جاگیر کا انتظام وانصرام آپ ہی کرتے تھے۔

امام احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ سے بڑی محبت تھی۔ ایک مرتبہ آپ نے اپنی بیوی کے لیے سونے کے کڑے بنوادیئے، کسی چغلخور نے **امام احمد رضا** علیہ الرحمہ سے شکایتاً ذکر کیا آپ نے فرمایا:

''اگر ننھے میاں (مولانا محمد رضا خان) نے یہ کڑے اپنے مال سے بنوائے ہیں تو مجھے خوشی ہے کہ اللہ عزوجل نے ان کو اتنا مال عطا فرمایا اور اگر میرے مال سے بنوائے ہیں تو مجھے خوشی ہے کہ ننھے میاں نے میرے مال کو اپنا مال سمجھا۔''

مولانا **محمد رضا خان** علیہ الرحمہ کا عرف ''ننھے میاں'' تھا اور **امام احمد رضا خان کا عرف ''امّن میاں''** تھا رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

زیارتِ حرمین طیبین :

1323ھ میں **اعلیٰ حضرت** علیہ الرحمہ کے ساتھ حج کی سعادت سے مشرف ہوئے۔

وصال:

تقریباً 1938ء میں ان کا انتقال ہوا۔

(امام احمد رضا خان کی نعتیہ شاعری مطبوعہ لاہور ص از ڈاکٹر محمد سراج احمد بستوی 37)

حجاب بیگم :

امام احمد رضا خان کی سب سے بڑی بہن تھیں جو سراپا اسمِ بامسمّٰی تھیں، حجاب بیگم کا عقدِ مسنون وارث علی خان سے ہوا تھا۔ حجاب بیگم بڑی ہی نیک اور عفیفہ خاتون تھیں، بچپن ہی سے صلوٰۃ وصوم کی پابند تھیں۔

مولانا احمد رضا خان کا بچپن انہوں نے شعور وفکر کی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ بلکہ فاضلِ بریلوی کی ولادت کے وقت فاضلِ بریلوی کے بارے میں بزرگوں نے جونشاندہیاں کی تھیں ان کی روایت اُنہوں نے اپنی اولاد سے کی۔ایک طویل عمر کے بعد دُنیائے فانی سے دُنیائے باقی کی طرف کوچ کیا۔

(امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری از ڈاکٹر محمد سراج بستوی ص,38 مطبوعہ لاہور)

احمدی بیگم :

اعلیٰ حضرت کی دوسری بہن کا نام احمدی بیگم تھا۔ان کا نکاح شاہ ایران خاں کے ہمراہ ہوا تھا، یہ بڑی ہی نیک طبیعت خاتون تھیں اپنی والدہ اور اپنی بڑی بہن حجاب بیگم کی بڑی ہی مطیع وفرمانبردار تھیں۔

والدہ اور بڑی بہن کے کردار کو اپنی زندگی کی تابانی کے لیے اسوہء حسنہ کے طور پر اختیار کیا۔ چونکہ گھر کا ماحول مکمل طور پر اسلامی تھا اس لیے بچپن ہی سے اسلامی اصول ونظریات روزہ، نماز، زکوۃ، اورادووظائف وغیرہ کی پابندرہیں ایک لمبی عمر کے بعد انتقال فرمایا۔

(امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری از ڈاکٹر محمد سراج بستوی ص,38 مطبوعہ لاہور)

محمدی بیگم :

اعلیٰ حضرت کی تیسری بہن کا نام محمدی بیگم تھا۔ چونکہ بہنوں میں سب سے چھوٹی تھیں اس لئے ان کی پرورش بڑے ہی لاڈ اور پیار میں ہوئی۔

دونوں بڑی بہنیں حجاب بیگم اور احمدی بیگم ان سے بہت محبت کرتی تھیں۔محمدی بیگم مزاج کی شگفتہ اور ملنسار تھیں۔شروع ہی سے والدہ اور دونوں بہنوں کے نقشِ قدم کو اختیار کیا۔ان کی شادی جناب کفایت اللہ خان سے ہوئی۔مگر ابھی کوئی اولاد نہ ہونے پائی تھی کہ عین عالمِ شباب میں اللہ کو پیاری ہوگئیں۔

(امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری از ڈاکٹر محمد سراج بستوی ص39, مطبوعہ لاہور)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بہن بھائیوں کا تذکرہ یہاں مکمل ہوا۔

آیئے اب سیدی **اعلیٰ حضرت**، امام اہلسنت، ولی نعمت، عظیم البرکت، عظیم المرتبت، پروانۂ شمع رسالت، مجدد دین وملت، حامی سنت، ماحی بدعت، عالمِ شریعت، پیرطریقت، باعثِ خیروبرکت، حضرتِ علامہ مولانا الحاج الحافظ القاری شاہ امام **احمد رضا خان** عَلَیہِ رَحمۃُ الرحمٰن کا تفصیلی تذکرہ پڑھنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔۔۔

طلوعِ آفتاب

سیدی **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذکرِولادت سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُس دَور کی ظلمتوں کا بھی ذکر کیا جائے جس دَور میں یہ سورج طلوع ہوا۔

ماہرِ رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''اُجالا'' میں اُس دَور کا تذکرہ کچھ یوں کیا ہے:

مذہبی حالات:

اوائل چودھویں صدی ہجری میں مسلمانانِ پاک ہند کے مذہبی، سیاسی، معاشی اور تمدنی حالات دگرگوں تھے۔۔۔نئے نئے خیالات نئے نئے تصورات، نئے نئے نظریات سامنے آرہے تھے۔۔۔کوئی کہہ رہا تھا نماز میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا خیال آجائے تو وہ اپنی گائے اور گدھے کے خیال میں مگن ہوجانے سے بدرجہا بُرا ہے۔۔۔کوئی کہہ رہا تھا جس کا نام ''محمد'' یا ''علی'' ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں ۔۔۔کوئی کہہ رہا تھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہمارے بڑے بھائی کی طرح ہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی ایسی عزت کی جائے جیسے بڑے بھائی کی جاتی ہے۔

کوئی کہہ رہا تھا کہ خاتم النبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا یہ مطلب نہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سب میں آخری نبی ہیں ۔۔۔کوئی کہہ رہا تھا کہ اللہ عزوجل جھوٹ بولنے پر قادر ہے ۔۔۔کوئی کہہ رہا تھا کہ حضور علیہ السلام کا میلاد منعقد کرنا شرک ہے، ناجائز ہے، خواہ یہ محفلیں شریعت کے مطابق ہی کیوں نہ ہوں ۔۔۔کوئی کہہ رہا تھا جیسا علمِ غیب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو ہے، ایسا علم تو بچوں، دیوانوں، جانوروں، درندوں سب کو حاصل ہے۔۔۔کسی نے قرآن پر اعتراض کیا۔۔۔کسی نے حدیث پر اعتراض کیا۔۔۔کسی نے ائمہ دین پر اعتراض کیا۔۔۔کسی نے سلفِ صالحین پر اعتراض کیا۔۔۔کسی نے صوفیائے کرام پر اعتراض کیا۔۔۔کسی نے علمائے حق پر اعتراض کیا ۔۔۔اور دل کی وہ زمین جہاں کبھی یقین وایمان بسا کرتے تھے، اب وہاں شکوک وشبہات بسیرا کرنے لگے۔۔۔یہ تھا اوائلِ چودھویں صدی کا مذہبی ماحول۔۔۔!

سیاسی حالات:

سیاسی ماحول یہ تھا۔۔۔اوّل اوّل یہ تحریک چلائی کہ مسلمانوں کو ہندوؤں کے قریب لایا جائے۔۔۔پھر تحریک چلی کہ ہندو بھائیوں کی خاطر گائے کی قربانی ترک کردی جائے۔۔۔اس طرح پاک وہند سے اسلامی شعار کو مٹانے کی کوشش کی گئی۔۔۔ایک تحریک اٹلی کے خلاف چلی اور مسلمانوں کی ترکی ٹوپیاں نذرِ آتش کردی گئیں، کیوں کہ ان کا کپڑا اٹلی سے آتا تھا۔۔۔ایک تحریک یہ چلی کہ جنگِ عظیم میں انگریز فوجوں کے ساتھ لڑنے کے لیے (عربوں اور ترکوں کے خلاف) پاک وہند کے مسلمان فوجیوں کو بھیجا جائے اس طرح ہزاروں مسلمان، مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔۔۔یہ سارا خون خرابہ اس اُمید پر کرایا گیا کہ ہندوستان کو خونِ شہداء کے عوض آزادی ملے گی مگر وہ اس وقت نہ ملنا تھی، نہ ملی۔۔۔پھر تحریکِ خلافت اور تحریکِ ترکِ موالات چلائی گئی اور اس کے پردے میں ہندوستان کی آزادی کا خواب دکھایا گیا۔۔۔مسلمانوں کے پاس پہلے ہی کیا تھا۔۔۔جو کچھ تھا وہ اس بہانے لینے کی کوشش کی گئی۔۔۔اس پر بس نہیں کیا ۔۔۔تحریکِ ہجرت چلا کر مسلمانوں کو ان کی زمینوں اور جائیدادوں سے محروم کردیا گیا۔۔۔تحریک کھدّر چلا کر ایک طرف مسلمان

پارچہ بافوں کی کمر توڑ دی گئی اور دوسری طرف کھدر کی گاندھی کیپ تیار کراکر صافوں اور ترکی ٹوپیوں کی جگہ پہنائی گئی۔۔۔اس طرح پاک وہند سے اسلام کی نشانیاں مٹانے کی کوشش کی گئی۔۔۔تحریک ترکِ حیوانات چلاکر قصابوں کا کاروبار سرد کیا گیا۔۔۔الغرض ہر تحریک مسلمانوں کو سیاسی طور پر کمزور کرتی چلی گئی اور مسلمان اپنی سادہ لوحی یا کوتاہ اندیشی کی بناء پر ان تحریکوں میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتے رہے اور انجام سے بے خبر رہے۔۔۔انجام کی جب خبر ہوئی جب تباہی وبربادی نے آگھیرا، بلکہ بعض لوگوں کو اس وقت بھی احساس نہ ہوا۔۔۔**اللہ اللہ** بے حسی سی بے حسی تھی۔۔۔کفار ومشرکینِ ہند سے اتحاد کیا گیا۔۔۔ان کو بھائی بنایا گیا۔۔۔ان کو منبر رسول **صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم** پر بٹھایا گیا۔۔۔ان کے لیے مسجدوں میں فاتحہ خوانی کی گئی۔۔۔ان کی خاطر مسلمانوں نے پیشانیوں پر قشقہ لگوایا۔۔۔ان کی دلداری کے لیے گائے کی قربانی ترک کی۔۔۔مسلمان ہونا باعثِ فخر نہ رہا۔۔۔ہندوستانی ہونے میں فخر کیا جارہا تھا۔۔۔ **اللہ** اور **اللہ** والوں کی محبت پیچھے جارہی تھی۔۔۔زمین اور اہل زمین کی محبت آگے بڑھ رہی تھی۔۔۔یہ تھا اُس زمانے کا سیاسی حال۔۔۔!

معاشی حالات :

اور معاشی حالات یہ تھے۔۔۔تجارت، زراعت، صنعت وحرفت، ملازمت میں مسلمان پیچھے جارہے تھے۔۔۔اُن کی جائیدادیں اور زمینیں ہندوؤں کے پاس رہن تھیں۔۔۔الغرض مسلمان معاشی طور پر ہندوؤں، انگریزوں اور خود اپنے نفس کے ہاتھوں گرفتار تھے۔۔۔اور مستقبل میں ترقی اور خوش حالی کے کوئی آثار نظر نہ آتے تھے۔

تہذیبی اور تمدنی حالات بھی اچھے نہ تھے۔۔۔مسلمانوں کو انگریزی تہذیب وتمدن کا دلدادہ بنایا جارہا تھا۔۔۔انگریزی تہذیب کی ایک ایک ادا کو دلنشین کیا جارہا تھا۔۔۔یہ زہر ایسا پھیلایا کہ آج تک اِس سے چھٹکارا نہ مل سکا۔۔۔اُدھر ہندو اس فکر میں لگے ہوئے تھے کہ مسلمانوں کو اپنے رنگ میں رنگ دیں، اس مقصد کے لیے انھوں نے ایک بھرپور تحریک چلائی جس نے پاک وہند کے دردمندوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔۔۔مسلمانوں کو مرتد بنایا گیا۔۔۔ہندو تہذیب کا رنگ اُن پر چڑھایا گیا۔

آج سے ایک (ڈیڑھ) صدی قبل یہ دگرگوں حالات تھے۔۔۔ظلمت پر ظلمت چھارہی تھی۔۔۔اُجالے کو لوگ ترس رہے تھے۔۔۔رحمت باری کو جوش آیا اور پھر وہ آیا جس نے اندھیروں میں اُجالا کیا۔۔۔صراطِ مستقیم کا پتہ بتایا، ہاتھ سے پکڑ پکڑ کر راستے پر لگایا۔۔۔ہدایت پر ایسا حریص کہ گمراہوں کی گمراہی پر بل کھاتا اور تڑپتا۔۔۔وہ دل سے چاہتا تھا کہ چاروں طرف اسلام کا بول بالا ہو۔۔۔وہ اسلام کا شیدائی تھا۔۔۔وہ اسلام کا فدائی تھا۔۔۔وہ اسلام کا متوالا تھا۔۔۔کون؟۔۔۔امام **احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ**۔

(اُجالا از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب ص 16 مطبوعہ کراچی)

آمد آمد کی نوید

اعلیٰ حضرت کے والدِ ماجد علیہ الرحمہ نے آپ کی پیدائش سے پہلے ایک عجیب خواب دیکھا جس سے آپ کی مسرت وخوشی کی انتہا نہ رہی

اور اس کا سرور دل کو مسرور کرتا رہا، اس خیال کے آتے ہی آپ تشویش میں پڑ جاتے آپ نے اپنے والدِ ماجد مولانا **رضا علی خان** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے وہ خواب بیان کیا۔ جس کی تعبیر میں انہوں نے ارشاد فرمایا ''کہ خواب مبارک ہے بشارت ہو کہ پروردگارِ عالم تمھاری پشت سے ایک ایسا فرزندِ صالح وسعید پیدا کرے گا جو علوم کے دریا بہائے گا اور اُس کی شہرت مشرق ومغرب میں پھیلے گی، جب سیدی **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ عالمِ وجود میں تشریف لائے تو آپ کے والد صاحب آپ کو لے کر مولانا رضا علی خان صاحب علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے مولانا نے دیکھ کر اپنی گود میں لے لیا اور فرمایا ''**یہ میرا بیٹا عالم ہوگا**'' عقیقہ کے دن والدِ محترم نے خوشگوار خواب دیکھا جس کی تعبیر یہ تھی کہ فرزند فاضل وعارف باللہ ہوگا۔ چنانچہ دُنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آپ کے ظاہری وباطنی علوم ومعارف سے ماحول پر چھائی ہوئیں جہالت ونادانی، الحاد وارتداد کی تمام تاریکیاں دور ہوگئیں۔ حق وصداقت کا آفتاب جگمگا اُٹھا اور اُس کے انوار وتجلیات سے صرف بریلی شریف ہی کی سرزمین نہیں ہندوسندھ، عراق وافغانستان وغیرہ کا چپہ چپہ بقعۂ نور بن گیا۔

(اسلام از علامہ نسیم بستوی ص 36,37 مطبوعہ لاہور)

ولادتِ باسعادت:

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادتِ باسعادت (پیدائش) 10 شوال المکرّم 1272ھ بمطابق 14 جون 1856 موافق 11 جیٹھ سدی 1913 سمبت (دیسی سال کا نام) روزِ شنبہ (ہفتہ) ظہر کے وقت شہر بریلی محلّہ جسولی میں ہوئی۔

(سوانح امام احمد رضا خان از علامہ بدر الدین احمد صاحب قادری مطبوعہ سکھر ص 95)

حسنِ اتفاق کے اُس وقت آفتاب منزلِ غفر میں تھا جو اہلِ نجوم کے نزدیک بہت ہی مبارک ساعت ہے۔

(تجلیاتِ امام احمد رضا محمد امانت رسول قادری مطبوعہ کراچی ص 21)

یعنی انقلابِ 1857 سے ایک سال قبل ایک فکری انقلاب کا بےباک نقیب دُنیا میں تشریف لایا۔

سالہا در کعبہ وبُت خانہ می نالد حیات

تا زِ بزمِ عشق یک دانائے راز آید بروں

(فاضل بریلوی اور ترکِ موالات از ڈاکٹر محمد مسعود احمد مطبوعہ لاہور ص 12)

نام نامی اسم گرامی

آپ کا پیدائشی نام ''**محمد**'' ہے، آپ کی والدہ ماجدہ محبت میں ''**امّن میاں**'' فرمایا کرتی تھیں، والدِ ماجد ودیگر اعزہ ''**احمد میاں**'' کے نام سے یاد فرمایا کرتے تھے۔ آپ کے جدِّ امجد نے آپ کا اسم شریف ''**احمد رضا**'' رکھا۔ اور آپ کا تاریخی نام ''**المختار**'' ہے (جبکہ کنیت **ابو محمد** ہے) اور **اعلیٰ حضرت** خود اپنے نام سے پہلے ''**عبد المصطفیٰ**'' لکھا کرتے تھے۔

(تجلیاتِ امام احمد رضا محمد امانت رسول قادری مطبوعہ کراچی ص 21)

پروفیسر مسعود احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''اس سے سرکارِ دوعالم صلَّی اللہ تعالیٰ علَیہِ واٰلِہٖ وسَلَّم سے نسبتِ قویّہ کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے چنانچہ اپنے نعتیہ دیوان میں ایک جگہ فرماتے ہیں۔۔۔

خوف نہ رکھ رضؔا ذرا، تُو تو ہے ''عبدِ مصطفیٰ''

تیرے لیے امان ہے، تیرے لیے امان ہے

(فاضل بریلوی اور ترکِ موالات از ڈاکٹر محمد مسعود احمد مطبوعہ لاہور ص12)

نیز آپ نے اپنا سنِ ولادت اس آیۃ کریمہ سے استخراج فرمایا۔۔۔

اُوْ لٰئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْ بِھِمُ اْلاِ یْمَانَ وَ اَیَّدَ ھُمْ بِرُوْحٍ مِنْہُ

۱۲ ھ ۷۲

ترجمہ کنزالایمان: ''یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی طرف کی روح سے اُن کی مدد کی''

(پارہ28 المجادلۃ رکوع3 آیت نمبر22)

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود فرماتے ہیں ''بحمد اللہ تعالیٰ اگر میرے قلب کے دو ٹکڑے کیئے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لکھا ہوگا، **لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ** اور دوسرے پر لکھا ہوگا **مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ** جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اور بحمد للہ تعالیٰ ہر بد مذہب پر فتح وظفر حاصل ہوئی۔ رب العزت جل جلالہ نے روحُ القدس سے تائید فرمائی۔

(تجلیاتِ امام احمد رضا از مولانا امانت رسول قادری مطبوعہ کراچی ص21)

القابات

سیدی **اعلیٰ حضرت** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بیشمار القابات ہیں، جن میں سے آپ کا مشہور ترین لقب ''**اعلیٰ حضرت**'' ہے۔ مولانا بدرالدین احمد قادری صاحب ''سوانح امام احمد رضا'' میں ''**اعلیٰ حضرت**'' کے اس لقب کی وجہِ تسمیہ کچھ یوں بیان کرتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت:

خاندان کے لوگ امتیاز و تعارف کے طور پر اپنی بول چال میں اُنھیں ''**اعلیٰ حضرت**'' کہتے تھے۔ معارف وکمالات اور فضائل ومکارم میں اپنے معاصرین کے درمیان برتری کے لحاظ سے یہ لفظ اپنے ممدوح کی شخصیت پر اس طرح منطبق ہو گیا کہ آج ملک کے عوام وخواص ہی نہیں بلکہ ساری دُنیا کی زبانوں پر چڑھ گیا۔ اور اب قبول عام کی نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ کیا موافق کیا مخالف، کسی حلقے میں بھی، **اعلیٰ حضرت** کہے بغیر شخصیت کی تعبیر ہی مکمل نہیں ہوتی۔

(سوانح امام احمد رضا از علامہ بدرالدین قادری مطبوعہ سکھر ص8)

دیگر القابات :

مزید علمائے اہلِ سنت آپ کو بے شمار القابات سے یاد کرتے **ہیں مثلاً**۔۔۔۔۔

اعلیٰ حضرت ۔۔۔عظیم البرکت ۔۔۔عظیم المرتبت ۔۔۔امامِ اہلسنت ۔۔۔مجدّدِ دین وملت ۔۔۔ پروانہء شمعِ رسالت ۔۔۔عالمِ شریعت ۔۔۔واقفِ اَسرارِ حقیقت ۔۔۔پیرِ طریقت ۔۔۔رہبرِ شریعت ۔۔۔مخزنِ علم وحکمت ۔۔۔پیکرِ رُشد و ہدایت ۔۔۔عارفِ شریعت وطریقت ۔۔۔غواصِ بحرِ حقیقت ومعرفت ۔۔۔تاجدارِ ولایت ۔۔۔شیخ الاسلام والمسلمین ۔۔۔حُجۃ اللہ فی الارضین ۔۔۔تاج الفحول الکاملین ۔۔۔ضیاء الملۃ والدّین ۔۔۔وارثُ الانبیاء والمرسلین ۔۔۔سراجُ الفقہا والمحدّثین ۔۔۔زبدۃ العارفین والسالکین ۔۔۔آیتٌ من آیت اللہ ربّ العالمین ۔۔۔معجزۃٌ من معجزات رحمۃ للعالمین ۔۔ تاج المحققین ۔۔۔سراج المدقّقین ۔۔۔حامی السنن ۔۔ماحی الفتن ۔۔بقیۃ السلف ۔۔۔ حجۃ الخلف ۔۔۔**مجددِ اعظم** ۔۔۔ وغیرہ من ذالک۔

علمائے حجاز کی طرف سے القابات :

علمائے حجاز نے آپ کو ان القابات سے یاد فرمایا ہے:

معرفت کا آفتاب ۔۔۔فضائل کا سَمندر ۔۔۔بلند ستارہ ۔۔۔دریائے ذخار ۔۔۔بحر ناپید کنار ۔۔۔یکتائے زمانہ، دینِ اسلام کی سعادت ۔۔۔دائرہء علوم کا مرکز ۔۔۔سحبانِ فصیح اللسان ۔۔۔یکتائے روزگار ۔۔۔وغیرہ اور علامہ اسمٰعیل خلیل المکی نے تو یہاں تک فرمادیا:

''اگر اس کے حق میں یہ کہا جائے کہ وہ اس صدی کا مجدد ہے تو بلا شبہ حق وصحیح ہے''

(فاضلِ بریلوی اور ترکِ موالات از پروفیسر مسعود احمد صاحب مطبوعہ لاہور ص15)

حلیہء مبارکہ

حضرت علامہ مولانا محمد منشاء تابش قصوری صاحب مدظلہ العالی کی فرمائش پر مولانا حسنین رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کو **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حلیہء مبارکہ اپنے مکتوب میں تحریر فرما کر بھیجا جو کہ مندرجہ ذیل ہے۔۔۔

ابتدائی عمر میں آپ کا رنگ چمکدار گندمی تھا۔۔۔

چہرہء مبارک پر ہر چیز نہایت موزوں ومناسب تھی۔۔۔

بلند پیشانی، بینی مبارک نہایت ستواں تھی۔۔۔

ہر دو آنکھیں بہت موزوں اور خوبصورت تھیں۔۔۔

نگاہ میں قدرے تیزی تھی جو پٹھان قوم کی خاص علامت ہے۔۔۔

ہر دو ابرو کمان ابرو کے پورے مصداق تھے۔۔۔

لاغری کے سبب سے چہرہ میں گدازی نہ رہی تھی مگر ان میں ملاحت اس قدر عطا ہوئی تھی کہ دیکھنے والے کو اس لاغری کا احساس بھی نہ ہوتا تھا۔۔۔

کنپٹیاں اپنی جگہ بہت مناسب تھیں۔۔۔

داڑھی بڑی خوبصورت گردار تھی۔۔۔

سر مبارک پر پٹے (زلفیں) تھے جو کان کی لوتک تھے۔۔۔

سر مبارک پر ہمیشہ عمامہ بندھا رہتا تھا جس کے نیچے دو پلی ٹوپی ضرور اوڑھتے تھے۔۔۔

آپ کا سینہ باوجود اس لاغری کے خوب چوڑا محسوس ہوتا تھا۔۔۔

گردن صراحی دار تھی اور بلند تھی جو سرداری کی علامت ہوتی ہے۔۔۔

آپ کا قد میانہ تھا۔۔۔

ہر موسم میں سوائے موسمی لباس کے آپ سپید (سفید) ہی کپڑے زیبِ تن فرماتے۔۔۔

موسم سرما میں رضائی بھی اوڑھا کرتے تھے۔۔۔

مگر سبز کاہی اونی چادر بہت پسند فرماتے تھے اور وہ آپ کے تنِ مبارک پر سجتی بھی خوب تھی۔۔۔

آپ بچپن ہی میں کچھ روز گداز رہے پھر تو سب نے آپ کو چھریرا اور لاغر ہی دیکھا۔۔

آپ کی آواز نہایت پر درد تھی اور کسی قدر بلند بھی تھی۔۔۔

آپ جب اذان دیتے تو سننے والے ہمہ تن گوش ہو جاتے۔۔۔

آپ بخاری طرز پر قرآن پاک پڑھتے تھے۔۔۔

آپ کا طرز ادا عام حفاظ سے جدا تھا۔۔۔

آپ نے ہمیشہ ہندوستانی جوتا پہنا جسے سلیم شاہی جوتا کہتے ہیں۔۔۔

آپ کی رفتا ایسی نرم کہ برابر کے آدمی کو بھی چلتا محسوس نہ ہوتا تھا۔۔۔

(مجدد اسلام از علامہ نسیم بستوی مطبوعہ لاہور ص33,32)

ڈاکٹر حسن رضا اعظمی اپنی کتاب ’’فقیہہ اسلام‘‘ میں لکھتے ہیں:۔

آپ دوسری صفاتِ حمیدہ کی طرح حسن و جمال میں بھی یکتائے روزگار تھے۔۔۔

قد اوسط۔۔۔

پیشانی چوڑی۔۔۔

آنکھیں بڑی۔۔۔

ناک لمبی کھڑی۔۔۔

چہرہ لمبا۔۔۔

رنگ گندمی ملیح۔۔۔

شگفتہ جلال و جمال کی کھلی ہوئی تفسیر۔۔۔

ہاتھوں کی انگلیاں لمبی۔۔۔

بھوئیں گھنی۔۔۔

گردن اونچی۔۔۔

بال لمبے جو کان کی لو تک رہتے تھے۔۔۔

(فقیہ اسلام از مولانا حسن رضا اعظمی مطبوعہ کراچی ص144)

جنابِ سید الطاف علی صاحب بریلوی جنہوں نے **اعلیٰ حضرت** کی بارہا زیارت کی، آپ کے حلیہء مبارکہ کے بارے میں رقمطراز ہیں:

سلیم شاہی جوتا۔۔۔

ایک برکا پائجامہ۔۔۔

گھٹنوں سے نیچا کرتہ۔۔۔

اُس پر انگرکھا یا شیروانی۔۔۔

اور اس پر عباء پہنتے۔۔۔

سر پر اوسط سائز کا عمامہ۔۔۔

جس میں پیچھے گردن پر چھوٹی چھوٹی حنائی، زلفیں نظر آتی تھیں۔۔۔

بڑی بڑی پُرکشش آنکھیں۔۔۔

گندمی رنگ۔۔۔

گھنی شرعی داڑھی تھی۔۔۔

لیکن کمال یہ کہ ہمیشہ نظریں نیچی رکھتے تھے۔۔۔
کبھی کسی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نہ دیکھتے۔۔۔

(امام احمد رضا اور ردِ بدعات ومنکرات از یسن اختر مصباحی مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور ص200)

پاکیزہ بچپن و کسبِ علم

آپ دُنیا والوں کے سامنے جس حیثیت سے رونما ہوئے اس کے پیش نظر حقیقت تو یہ ہے کہ عالمُ الغیب نے آپ کا مبارک سینہ علوم ومعارف کا گنجینہ اور ذہن ودماغ قلب وروح کو ایمان ویقین کے مقدس فکر وشعور اور پاکیزہ احساس وتخیل سے لبریز فرما دیا تھا۔ لیکن چونکہ ہر انسان کا عالمِ اسباب سے بھی کسی نہ کسی نہج سے رابطہ استوار ہوتا ہے اس لئے بظاہر **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی عالمِ اسباب کی راہوں پر چلنا پڑا اور وہ بھی اس شان وشوکت کیساتھ کہ بڑے بڑوں کی عقلیں دیکھ کر حیران رہ گئیں۔

(مجدد اسلام از علامہ نسیم بستوی مطبوعہ لاہور ص37)

زبان صاف تھی :

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان کھلی تو صاف تھی اور بچوں کی طرح کج مج نہ تھی۔

(سیرتِ اعلیٰ حضرت از مولانا حسنین رضا خان مطبوعہ کراچی ص46)

بسم اللہ خوانی :

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رسمِ ''**بسم اللہ**'' کے موقع پر ایک عجیب وغریب واقعہ پیش آیا، آپ کے استاذِ محترم نے حسبِ دستور ''**بسم اللہ الرحمٰنِ الرَّحیم**'' کے بعد الف، ب، ت، ث، ج وغیرہ حروفِ تہجی آپ کو پڑھانا شروع کیا۔ استاذ کے بتانے کے مطابق آپ پڑھتے گئے، جب ''لام الف'' کی نوبت آئی۔ استاذ نے فرمایا کہو ''لام اَلِف'' تو **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش ہوگئے اور لام الف نہیں پڑھا۔ استاذ نے دوبارہ کہا میاں صاحبزادے! کہو ''لام الف'' حضور نے فرمایا ''یہ دونوں حروف تو میں پڑھ چکا ہوں۔ الف بھی پڑھا اور لام بھی پڑھ چکا ہوں۔ اب دوبارہ کیوں پڑھایا جارہا ہے؟ محفلِ ''**بسم اللہ** خوانی'' میں حضور کے جدِ امجد حضرت مولانا **شاہ رضا علی خان** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ موجود تھے فرمایا بیٹا! استاذ کا کہا مانو۔ جو کہتے ہیں پڑھو۔ **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ''لام الف'' پڑھا لیکن حضرتِ جدِ امجد کے چہرے کی طرف مُستَفسِرانہ نگاہ ڈالی۔ حضرتِ جدِ امجد نے اپنی فراستِ ایمانی سے بھانپ لیا کہ گویا یہ ننھا بچہ کہہ رہا ہے کہ آج کے سبق میں تو حُرُوفِ مُفرَدَہ کا بیان ہے پھر اِن کے درمیان ایک مرکب لفظ کیسے آگیا۔ اگر چہ بچے کی ننھی عمر کے اعتبار سے لام کے ساتھ الف ملانے کی وجہ بیان کرنا قبل از وقت بات تھی مگر حضرتِ جدِ امجد نے نورِ باطنی سے ملاحظہ کیا کہ یہ لڑکا فضلِ ربانی سے اَقلیمِ علم وفن کا تاجدار ہونے والا ہے، اس وقت بچے کی عمر تو ضرور ننھی ہے مگر اس کا ادراک وشعور بفضلہٖ تعالیٰ ننھا نہیں، اس لیے آپ نے **اعلیٰ**

حضرت سے فرمایا بیٹا! شروع میں سب سے پہلا حرف جو تم نے پڑھا ہے وہ حقیقت میں ہمزہ ہے الف نہیں ہے اور اب لام کے ساتھ جو حرف تم ملا کر پڑھ رہے ہو وہ الف ہے لیکن چونکہ الف ہمیشہ ساکن رہتا ہے اور تنہا ساکن حرف کو کسی طرح پڑھا نہیں جاسکتا اس لیے لام کے ساتھ الف کو ملا کر اس کا بھی تلفظ کرایا جاتا ہے۔**اعلیٰ حضرت** نے دوبارہ سوال کیا کہ اگر یہی بات تھی تو اسے کسی بھی حرف کے ساتھ ملا سکتے تھے مثلاً ''ب''یا''جیم''یا''دال''کے ساتھ بھی ملا کر الف کا تلفظ کرایا جاسکتا تھا لیکن ان سارے حرفوں کو چھوڑ کر ''لام''کے ساتھ ''لام الف''ملا کر اس کی ادائیگی کرائی گئی،ایسا کیوں ہوا؟ لام سے ''الف'' کا خاص رشتہ کیا ہے؟**اعلیٰ حضرت** کا یہ سُوال سن کر حضرت جدِ امجد نے جوشِ محبت میں آپ کو گلے لگالیا اور دل سے دعائیں دیں پھر فرمایا بیٹا!''لام''اور''الف''کے درمیان **صورۃً** اور **سیرۃً** بڑا گہرا تعلق ہے۔ لکھنے میں دونوں کی صورت اور شکل ایک دوسرے کی طرح ہے دیکھو۔**لا** ۔**لا**۔**لا** اور **سیرۃً** یوں تعلق ہے کہ''لَام''کا قلب''الف''ہے اور ''الف''کا قلب''لام''ہے یعنی''ل ام''کے بیچ میں''الف''اور''اَلِفْ''کے بیچ میں لام ہے گویا ؎

من تو شدم تو من شدی ،من تن شدم تو جاں شدی

تا کس نگوید بعد ازیں ،من دیگر م تو دیگری

(یعنی (اے مرشد تجھ میں فنا ہوکر) میں تُو ہوا تُو میں ہوا میں جسم بنا اور تُو روح بنا تا کہ کوئی شخص اس کے بعد یہ نہ کہے کہ میں اور ہوں اور تُو اور ہے۔)

ظاہری نگاہ میں تو حضرت جدامجد نے اس''الف لام''کے مرکب لانے کی وجہ بیان فرمائی مگر باتوں ہی باتوں میں اَسرار وحقائق،رموز واشارات کے دریافت وادراک کی صلاحیت **اعلیٰ حضرت** کے قلب و دماغ میں بچپن ہی سے پیدا فرمادی جس کا اثر بعد میں سب نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ **اعلیٰ حضرت** اگر شریعت میں سیدنا **امام اعظم** ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے **قدم بقدم** ہیں تو طریقت میں **سرکارِ غوث اعظم** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نائب اکرم ہیں۔

(سوانح امام احمد رضا از علامہ بدرالدین احمد صاحب قادری مطبوعہ سکھر ص96)

تعلیم کا شوق:

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بڑی ہمشیرہ محترمہ فرماتی ہیں کہ **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کبھی پڑھنے میں ضد نہیں کی،خود سے برابر پڑھنے تشریف لے جاتے،جمعہ کے دن بھی چاہا کے پڑھنے کو جائیں مگر والد صاحب کے منع فرمانے سے رُک گئے اور سمجھ لیا کہ ہفتے میں جمعہ کے دن کی بہت اہمیت ہے اس کی وجہ سے نہیں پڑھنا چاہیے۔باقی چھ دن پڑھنے کے ہیں۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مطبوعہ لاہور جلد اول ص89)

بچپن میں بھی غلطی سے محفوظ:

جناب سید ایوب علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:

بچپن میں آپ کو گھر پر ایک مولوی صاحب قرآنِ مجید پڑھانے آیا کرتے تھے۔ایک روز کا ذکر ہے کہ مولوی صاحب کسی آیۂ کریمہ میں بار بار ایک لفظ آپ کو بتاتے تھے۔مگر آپ کی زبان مبارک سے نہیں نکلتا تھا۔وہ ''زَبَر'' بتاتے تھے آپ ''زیر'' پڑھتے تھے، یہ کیفیت جب آپ کے دادا جان **حضرت مولانا رضا علی خان صاحب** رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھی تو حضور کو اپنے پاس بُلایا اور کلامِ پاک منگوا کر دیکھا تو اس میں کاتب نے غلطی سے زیر کی جگہ زبر لکھ دیا تھا، جو **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے نکلتا تھا وہ صحیح تھا۔آپ کے دادا نے پوچھا کہ بیٹے جس طرح مولوی صاحب پڑھاتے تھے تم اُس طرح کیوں نہیں پڑھتے تھے؟ عرض کی، میں ارادہ کرتا تھا مگر زبان پر قابو نہ پاتا تھا۔

حضرت جدِ امجد نے فرمایا خوب! اور تبسم فرما کر سر پر ہاتھ پھیرا اور دل سے دُعا دی پھر ان مولوی صاحب سے فرمایا یہ بچہ صحیح پڑھ رہا تھا حقیقتاً کاتب نے غلط لکھ دیا ہے پھر قلمِ فیض رقم سے اس کی تصحیح فرمائی۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص 87)

بچپن میں شرعی اصلاحات :

چھوٹی چھوٹی شرعی غلطی پر آپ بچپن ہی میں بلا تکلف بول دیا کرتے تھے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ غلطی کی تصحیح قدرت ہی نے ان کی عادت ثانیہ بنا دی تھی، چونکہ ان سے آگے چل کر رب العزت کو یہی کام لینا تھا۔اللہ عزوجل نے ایسے گھر میں پیدا کیا جہاں قال اللہ وقال الرسول ہی روز مرہ تھا اور آپ کو اس صحبت کا شوق بھی تھا آپ اپنے والدِ ماجد کی صحبت میں زیادہ بیٹھتے اور مسائل بغور سنتے اور انھیں اپنے دماغ میں محفوظ رکھتے اور وقت پر بڑی جرأت سے بتا دیتے کہ یہ مسئلہ یوں ہے۔

(سیرتِ اعلیٰ حضرت از مولانا حسنین رضا خان مطبوعہ کراچی ص 47)

ایک دن آپ کے استادِ گرامی بچوں کو تعلیم دے رہے تھے کہ ایک لڑکے نے سلام کیا، استاد صاحب نے جواب میں فرمایا ''جیتے رہو'' اس پر **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ تو جواب نہ ہوا ''وعلیکم السلام'' کہنا چاہیے تھا، آپ کے اس جذبۂ اظہار پر آپ کے استاد بے حد مسرور ہوئے اور آپ کو بڑی نیک دُعاؤں سے نوازا، قربان جایئے! آپ کو ابتدائے عمر ہی میں اسلام کا کتنا بلند فکر و شعور عطا ہوا تھا۔

(مجدد اسلام از علامہ نسیم بستوی مطبوعہ لاہور ص 37)

خدادا د ذہانت :

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود فرمایا کرتے تھے کہ میرے استاد جن سے میں ابتدائی کتابیں پڑھتا تھا جب مجھے سبق پڑھا دیا کرتے تو ایک دو مرتبہ کتاب دیکھ کر میں کتاب بند کر دیتا، جب سبق سنتے حرف بحرف لفظ بلفظ سنا دیتا، روزانہ یہ حالت دیکھ کر سخت تعجب کرتے ایک دن مجھ سے کہنے لگے کہ احمد میاں! یہ تو بتاؤ کہ تم آدمی ہو یا جن؟ کہ مجھ کو پڑھانے میں دیر لگتی ہے اور تم کو یاد کرتے دیر نہیں لگتی۔ میں نے

عرض کی ''خدا کا شکر ہے میں انسان ہی ہوں، اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم شاملِ حال ہے''۔

(تجلیاتِ امام احمد رضا محمد امانت رسول قادری مطبوعہ کراچی ص26)

ساڑھے تین سال کی عمر میں عربی میں گفتگو:

مزید **اعلیٰ حضرت** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں ''میں اپنی مسجد کے سامنے کھڑا تھا اس وقت میری عمر ساڑھے تین سال کی ہوگی، ایک صاحب اہلِ عرب کے لباس میں ملبوس جلوہ فرما ہوئے، یہ معلوم ہوتا تھا کہ عرب ہیں، اُنہوں نے مجھ سے عربی زبان میں گفتگو فرمائی میں نے فصیح عربی میں اُن سے گفتگو کی، اس بزرگ ہستی کو پھر کبھی نہ دیکھا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ لاہور ص85)

چارسال کی عمر میں ختمِ قرآنِ پاک :

آپ نے اپنی چار برس کی ننھی سی عمر میں جب کہ عموماً دوسرے بچے اس عمر میں اپنے وجود سے بھی بے خبر رہتے ہیں قرآن مجید ختم کرلیا۔

(سوانح امام احمد رضا از علامہ بدرالدین احمد صاحب قادری مطبوعہ سکھر ص98)

چھ سال کی عمر میں پہلی تقریر پُر تنویر :

چھ سال کی عمر شریف میں ربیع الاول کے مبارک مہینہ میں منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور ایک بہت بڑے مجمع کے سامنے آپ نے پہلی تقریر فرمائی، جس میں کم وبیش دو گھنٹے علم وعرفان کے دریا بہائے اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ذکرِ ولادت کے بیان کی خوشبو سے اپنی زبان کو معطر فرمایا، سامعین آپ کے علوم ومعارف سے لبریز بیان کو سن کر وجد میں آگئے اور تصویرِ حیرت بن گئے کہ اُن کے سامنے ایک کمسن بچے نے مذہبی دانشمندی کی وہ گراں مایہ باتیں بیان کیں جو بڑے بڑے صاحبانِ عقل وہوش کے لیے باعثِ صد رشک ہیں، حقیقت یہ ہے کہ رَبُّ العالمین اپنے جس بندے کو اپنی معرفت کی دولت سے سرفراز کرنا چاہتا ہے اس کی حیاتِ پاک کی ایک ایک گھڑی اور ہر ہر ساعت میں ظہور پذیر ہونے والے واقعات عام انسانوں کے فہم اور ادراک سے باہر ہوتے ہیں، لیکن جن کو خداوندِ قدوس نے بصارت وبصیرت دونوں ہی کی روشنی عطا فرمائی ہے وہ خوب سمجھتے ہیں کہ خاصانِ خدا کے سینے علوم ومعرفت کے لیے ہمیشہ کھلے رہتے ہیں اور ان کے لیے بچپن، جوانی، بڑھاپا کوئی دور کوئی زمانہ رکاوٹ نہیں بن سکتا۔

(مجددِ اسلام از مولانا نسیم بستوی مطبوعہ لاہور ص41)

آٹھ سال کی عمر میں تحریرِ مسئلہ :

آپ کی عمر شریف ابھی صرف آٹھ سال ہی تھی کہ والد صاحب کی غیر موجودگی میں کہیں سے وراثت کا ایک سوال آگیا، آپ نے اُس کا جواب تحریر فرمایا، جب والد صاحب تشریف لائے تو دیکھ کر والد صاحب نے ارشاد فرمایا ''معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ امن میاں نے لکھا ہے، ان کو ابھی نہ لکھنا چاہیے مگر ہمیں اس جیسا کوئی بڑا لکھ کر دکھائے تو ہم جانیں۔''

(کراماتِ اعلیٰ حضرت از اقبال احمد رضوی مطبوعہ کراچی ص16)

آٹھ سال کی عمر میں عربی تصنیف :

آپ نے آٹھ برس کی عمر میں فنِ نحو کی مشہور کتاب '' **ھدایۃ النحو** '' پڑھی اور خداداعلم کے زور کا یہ عالم تھا کہ اسی ننھی سی عمر میں '' **ھدایۃ النحو** '' کی شرح عربی میں لکھ ڈالی

(سوانح امام احمد رضا از علامہ بدرالدین احمد صاحب قادری مطبوعہ سکھر ص 102)

تم مجھ سے پڑھتے نہیں پڑھاتے ہو:

شاید دس سال کی عمر شریف میں جب کہ آپ اپنے والدِ ماجد صاحب قبلہ سے ''مسلم الثبوت'' پڑھ رہے تھے کہ والد صاحب کا تحریر کردہ اعتراض وجواب نظر پڑا جو آپ نے ''مسلم الثبوت'' پر کیا تھا۔ **اعلیٰ حضرت** نے اِس اعتراض کو رفع فرمایا اور متن کی ایسی تحقیق فرمائی کہ سرے سے اعتراض ہی وارد نہ ہوتا تھا۔ جب پڑھاتے وقت والد صاحب کی نظر **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لکھے ہوئے حاشیہ پر پڑی اتنی مسرت ہوئی کہ اٹھ کر سینے سے لگالیا اور فرمایا **احمد رضا!** تم مجھ سے پڑھتے نہیں ہو بلکہ پڑھاتے ہو۔

یہ ہے **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خداداعلم کہ حضور نبی کریم **صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم** نے اپنے سچے نائب کو پیدا ہوتے ہی اپنے علم کا سچا وارث بنادیا تھا ''اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ '' کا مصداق بریلی شریف کا آفتاب، چودھویں صدی کا مجدد جس نے حضور سرورِ دوعالم **صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم** کی سچی تعلیم اور نور شریعت سے عالم کو روشن ومنور کردیا۔

(کراماتِ اعلیٰ حضرت از اقبال احمد رضوی مطبوعہ کراچی ص 17)

بچپن میں تقویٰ و پرہیز گاری

محافظتِ نماز :

مولانا حسنین رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ اُن کے ہم عمروں سے اور بعض بڑوں کے بیان سے معلوم ہوا ہے کہ وہ بدوِ (ابتدائے) شعور ہی سے نمازِ باجماعت کے سخت پابند رہے، گویا قبلِ بلوغ ہی وہ اصحابِ ترتیب کے ذیل میں داخل ہو چکے تھے اور وقتِ وفات تک صاحبِ ترتیب ہی رہے۔

(سیرتِ اعلیٰ حضرت از مولانا حسنین رضا خان مطبوعہ کراچی ص 48)

محافظتِ روزہ:

جب بچپن میں آپ نے پہلا روزہ رکھا تو روزہ کشائی کی تقریب بڑی دھوم دھام سے ہوئی، اس کا نقشہ مولانا **حسنین رضا خان** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یوں کھینچتے ہیں

''سارے خاندان اور حلقہءِ احباب کو مدعو کیا گیا، کھانے دانے پکے، رمضان المبارک گرمی میں تھا اور **اعلیٰ حضرت** خورد سال تھے مگر آپ نے بڑی خوشی سے پہلا روزہ رکھا تھا۔ ٹھیک دوپہر میں چہرہءِ مبارک پر ہوائیاں اُڑنے لگیں، آپ کے والدِ ماجد نے دیکھا تو انہیں

کمرے میں لے گئے اور اندر سے کواڑ بند کر کے **اعلیٰ حضرت** کو فیرنی کا ایک ٹھنڈا پیالہ اٹھا کر دیا اور فرمایا کہ کھالو! آپ نے فرمایا میرا تو روزہ ہے۔ اُنھوں نے فرمایا کہ بچوں کے روزے یوں ہی ہوا کرتے ہیں کمرہ بند ہے نہ کوئی آسکتا ہے نہ دیکھ سکتا ہے۔ تو **اعلیٰ حضرت** نے عرض کی کہ ''**جس کا روزہ رکھا ہے وہ تو دیکھ رہا ہے**'' اس پر باپ آبدیدہ ہو گئے۔ اور خدا کا شکر ادا کیا کے خدا کے عہد کو یہ بچہ کبھی فراموش نہ کرے گا۔ جس کو بھوک پیاس کی شدت، کمزوری اور کم سنی میں بھی ہر فرض کی فرضیت سے پہلے وفائے عہد کی فرضیت کا اتنا لحاظ و پاس ہے۔

(سیرتِ اعلیٰ حضرت از مولانا حسنین رضا خان مطبوعہ کراچی ص 87)

محافظتِ نگاہ:

آپ کی بچپن ہی سے یہ عادت رہی کہ اجنبی عورتیں اگر نظر آجاتیں تو کرتے کے دامن سے اپنا منہ چھپا لیتے۔ آپ کی عمر شریف جب کہ محض چار سال کی تھی ایک دن صرف بڑا سا کرتہ زیبِ تن کئے ہوئے دولت کدہ سے باہر تشریف لائے تو آپ کے سامنے سے چند بازاری طوائفیں گزریں، جنہیں دیکھتے ہی آپ نے کرتہ کا دامن چہرہ پر ڈال لیا، یہ حالت دیکھ کر ان میں سے ایک عورت بولی ''واہ میاں صاحبزادے! آنکھیں ڈھک لیں اور ستر کھول دیا'' آپ نے اِسی عالم میں بغیر اُن کی طرف نگاہ ڈالے ہوئے برجستہ جواب دیا ''**جب آنکھ بہکتی ہے تو دل بہکتا ہے اور جب دل بہکتا ہے تو ستر بہکتا ہے**''۔

آپ کے اس عارفانہ جواب سے وہ سکتہ میں آگئیں۔ آپ کے اِس مبارک عمل اور حیرت انگیز جواب کے پیشِ نظر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب آپ ننھی سی عمر میں اس قدر فکر و شعور رکھتے تھے تو پھر دامن کی بجائے اپنے ہاتھوں ہی سے کیوں نہ آنکھیں چھپالیں کہ اس صورت میں اپنا سِتر بے پردہ نہ ہوتا اور مقصد بھی حاصل رہتا، لیکن تھوڑی سی توجہ کے بعد یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ اگر آپ ہاتھوں ہی سے آنکھیں چھپالیتے تو اس طوائف کا مسخرہ آمیز سوال نہ ہوتا اور نہ اُس کو وہ نصیحت آموز جواب ملتا جو آپ نے دیا اور نہ گزرنے والے دوسرے سامعین کو وہ سبق ملتا جو بصیرت افروز ہے۔ پھر آپ نے بالقصد وہ طریقہ اختیار نہ فرمایا بلکہ من جانبِ اللہ غیر ارادی طور پر آپ نے دامن سے آنکھیں چھپائیں کہ بچپنے کی ادا یوں ہی ہوا کرتی ہے یہ اور بات ہے کہ اس ننھی ادا میں علم النفس کے حقائق پوشیدہ تھے ''**ذَالِكَ فَضلُ اللّٰهِ يُوءِ تِيهِ مَن يَشَاءُ**''

(سوانح امام احمد رضا از علامہ بدرالدین قادری مطبوعہ سکھر ص 117)

یکتائے روزگار:

اعلیٰ حضرت کا بچپن شریف تقویٰ و پرہیز گاری میں ضرب المثل تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے عہدِ طفلی میں بھی یکتائے روزگار تھے۔ بریلی میں ایک بہت بڑے زمیندار حاجی محمد شاہ خاں صاحب رہتے تھے جو **اعلیٰ حضرت** سے عمر میں بڑے تھے۔ ایک مرتبہ یہ **اعلیٰ حضرت** کے دروازہ کی جاروب کشی کر رہے تھے۔ لوگوں نے پوچھا کہ کیا بات ہے اتنے بڑے آدمی ہو کر یہ کیا کر رہے ہیں۔ حاجی صاحب نے جواب دیا عمر میں حضور سے بڑا ہوں، اُن کا بچپن دیکھا۔ جوانی دیکھی اور اب بڑھاپا دیکھ رہا ہوں، ہر حال میں یکتائے زمانہ پایا تب ہاتھ میں

ہاتھ دیا ہے۔ بڑھاپے میں تو ہر کوئی بزرگ ہو جاتا ہے اُنھیں بچپن میں ضرب المثل اور **یکتائے روزگار** دیکھا۔

(فقیہ اسلام از ڈاکٹر حسن رضا اعظمی مطبوعہ کراچی ص159)

سمتِ بغداد کا ادب :

چھ برس کی عمر میں آپ نے معلوم کرلیا تھا کہ بغداد شریف کدھر ہے۔ پھر اُس وقت سے دمِ آخر تک بغداد شریف کی جانب پاؤں نہیں پھیلایا۔

بالائے سرش ز ہوشمندی

می تافت ستارہ ء بلندی

(سوانح امام احمد رضا از علامہ بدرالدین قادری مطبوعہ سکھر ص117)

بچپن میں اولیائے زمانہ کی توجہ کا مرکز

بچپن ہی سے آپ کے چہرہ ءمبارک سے بزرگی کے آثار ہوائیدہ تھے۔ مجازیب واولیائے وقت آپ کو دیکھ کر فرحت کا اظہار فرماتے

تم بہت بڑے عالم بنوگے:

اعلیٰ حضرت کے بھانجے جنابِ **علی محمد** خان صاحب فرماتے ہیں کہ والدہ صاحبہ فرماتی ہیں ایک روز کسی نے دروازے پر آواز دی **اعلیٰ حضرت** (انکی عمر اس وقت دس برس کی تھی) باہر تشریف لے گئے، دیکھا کہ ایک بزرگ **فقیر** منش کھڑے ہیں آپ کو دیکھتے ہی فرمایا'' آؤ'' آپ تشریف لے گئے، سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا تم بہت بڑے عالم بنو گے۔

جبھی تو :

جناب سید ایوب علی صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ محلّہ سوداگران کی مسجد کے قریب آپ کی طفولیت کے زمانہ میں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی انہوں نے **اعلیٰ حضرت** کو سر سے پاؤں تک بغور دیکھا اور کئی بار دیکھا پھر فرمایا'' تم مولانا رضا علی کے کون ہو؟ حضور نے جواب دیا'' میں ان کا پوتا ہوں'' فرمایا'' **جبھی تو**'' اور فوراً تشریف لے گئے۔

سُنتا ہے!

''**ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت**'' حصہ اول میں **اعلیٰ حضرت** فرماتے ہیں کہ:

میں ایک روز حکیم وزیر علی کے ہاں قریب دس بجے دن کے جارہا تھا۔ میری عمر اُس وقت جیلانی میاں (اعلیٰ حضرت کے پوتے یعنی برخوردار ابراہیم رضا خان سلمہ) کے برابر تھی (یعنی دس سال) کہ سامنے سے ایک بزرگ سفید ریش نہایت شکیل و وجیہ تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا سنتا ہے! بچے آج کل عبدالعزیز ہے اس کے بعد عبدالحمید اس کے بعد عبدالرشید (یعنی قطبِ وقت) اور فوراً نظر سے غائب ہو گئے چنانچہ

اس وقت تک ان بزرگ کا قول بالکل مطابق ہوا

(حیاتِ اعلیٰ حضرت ازمولانا ظفرالدین بہاری مطبوعہ لاھورص85)

اللہ کرم کرے :

''ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت'' حصہ چہارم میں **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بچپن کا ایک واقعہ یوں ارشادفرماتے ہیں۔

بریلی میں ایک مجذوب بشیرالدین صاحب اَخوندزادہ کی مسجد میں رہا کرتے تھے۔ جوکوئی ان کے پاس جاتا کم سے کم پچاس گالیاں سناتے۔ مجھے اُن کی خدمت میں حاضر ہونے کا شوق ہوا، میرے والدِ ماجد کی ممانعت، کہ کہیں باہر بغیر آدمی کے ساتھ لیے نہ جانا۔ ایک روز رات کے گیارہ بجے اکیلا اُن کے پاس پہنچا اور فرش پر جا کر بیٹھ گیا۔ وہ حُجرہ (یعنی مسجد کے متصل ایک چھوٹا کمرہ) میں چارپائی پر بیٹھے تھے، مجھ کو بغور پندرہ بیس منٹ تک دیکھتے رہے، آخر مجھ سے پوچھا: صاحبزادہ! تم مولوی رضا علی کے کون ہو؟ میں نے کہا: میں ان کا پوتا ہوں۔ فوراً وہاں سے جھپٹے اور مجھ کو اٹھا کر لے گئے اور چارپائی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: آپ یہاں تشریف رکھیے۔ پوچھا: کیا مقدمہ کے لیے آئے ہو؟ میں نے کہا: مقدمہ تو ہے لیکن میں اس لیے نہیں آیا ہوں، میں صرف دعائے مغفرت کے واسطے حاضر ہوا ہوں۔ قریب آدھے گھنٹے تک برابر کہتے رہے، **اللہ** کرم کرے، **اللہ** کرم کرے، **اللہ** کرم کرے، **اللہ رحم** کرے، **اللہ رحم** کرے۔ اس کے بعد میرے منجھلے بھائی (مولوی حسن رضاخان صاحب) ان کے پاس مقدمہ کی غرض سے حاضر ہوئے۔ ان سے خود ہی پوچھا: کیا مقدمہ کے لیے آئے ہو؟ اُنہوں نے عرض کیا: جی ہاں! فرمایا، مولوی صاحب سے کہنا'' قرآن شریف میں یہ بھی تو ہے۔

" نَصۡرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَتۡحٌ قَرِيۡبٌ''

ترجمہ کنزالایمان : اللہ کی مدد اور جلد آنے والی فتح۔(الصّف آیت ۱۳)

بس دوسرے دن ہی مقدمہ فتح ہوگیا۔　(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبہ المدینہ ص490)

تکمیلِ مروجہ علوم

اُردو فارسی کی ابتدائی کتابیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنابِ مرزا غلام قادر بیگ بریلوی علیہ الرحمہ سے پڑھیں، بعد میں انہی مرزا صاحب نے آپ سے **''ہدایہ''** کا سبق لیا۔ گویا آپ ان کے شاگرد بھی تھے اور استاذ بھی۔

مولانا ظفرالدین بہاری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں'' میں نے جنابِ مرزا صاحب مرحوم ومغفور کو دیکھا تھا، گورا چٹا رنگ، عمر تقریباً 80 سال داڑھی سر کے بال ایک ایک کر کے سفید، عمامہ باندھے رہتے، جب کبھی **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لاتے تو آپ بہت ہی عزت وتکریم کے ساتھ پیش آتے۔ ایک زمانے میں جنابِ مرزا صاحب کا قیام کلکتہ میں تھا وہاں سے اکثر سوالات جواب طلب بھیجا

کرتے ۔''**فتاویٰ رضویہ**'' میں اکثر استفتاء اُن کے ہیں۔ انہیں کے ایک سوال کے جواب میں **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسالہء مبارکہ''**تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین** ''تحریر فرمایا ہے۔**اعلیٰ حضرت** ان کی بات بہت مانا کرتے ، جب کوئی اہم کام سمجھا جاتا لوگ مرزا مرحوم کوسفارشی لاتے ۔ان کی سفارش کبھی رائیگاں نہیں جاتی تھی ۔**اعلیٰ حضرت** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کا بہت زیادہ خیال فرماتے ،اور وہ جو کچھ عرض کرتے ان کی عرض قبول فرماتے ۔ بڑے صاحبِ تقویٰ اور **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فدائی اور جان نثار تھے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ لاہور ص96)

بعد ازاں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والدِ ماجد تاج العلماء سند المحققین حضرت مولانا شاہ نقی علی خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مندرجہ ذیل اکیس علوم پڑھے۔

(1) علمِ قرآن ۔۔۔(2) علمِ تفسیر ۔۔۔(3) علمِ حدیث ۔۔۔(4) اصولِ حدیث ۔۔۔(5) کتبِ فقہ حنفی ۔۔۔(6) کتبِ فقہ شافعی و مالکی و حنبلی ۔۔۔(7) اصولِ فقہ ۔۔۔(8) جدلِ مہذب ۔۔۔(9) علم العقائد والکلام ۔۔۔(10) علمِ نحو ۔۔۔(11) علمِ صرف ۔۔۔(12) علم معانی ۔۔۔ (13) علمِ بیان ۔۔۔(14) علمِ بدیع ۔۔۔(15) علمِ منطق ۔۔۔ (16) علمِ مناظرہ ۔۔۔ (18) علمِ فلسفہ مدلسہ ۔۔۔ (18) ابتدائی علمِ تکسیر ۔۔۔ (19) ابتدائی علمِ ہیئت ۔۔۔ (20) علمِ حساب ،جمع ،تفریق ،ضرب ، تقسیم ۔۔۔(21) ابتدائی علمِ ہندسہ ۔۔۔

(سوانح امام احمد رضا از علامہ بدرالدین قادری مطبوعہ سکھر ص98-99)

اساتذہء کرام

اعلیٰ حضرت کے اساتذہ کی فہرست بہت مختصر ہے:۔

(1) حضرتِ والدِ ماجد مولانا شاہ نقی علی خان (اوران کے علاوہ صرف درجہ ذیل پانچ نفوسِ قدسیہ ہیں جن سے آپ کو نسبتِ تلمذ ہے)

(2) **اعلیٰ حضرت** کے وہ استاذ جن سے ابتدائی کتابیں پڑھیں

(3) جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب

(جن سے آپ نے میزانِ منشعب تک کی تعلیم حاصل کی)

(4) حضرت مولانا عبدالعلی صاحب رامپوری

(ان سے اعلیٰ حضرت نے شرح چغمینی کے چند اسباق پڑھے)

(5) آپ کے پیرو مرشد حضرت شاہ آلِ رسول مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(آپ سے تصوف وطریقت اورافکار کی تعلیم حاصل کی)

(6) حضرت سالارِ خاندان برکاتیہ سید شاہ ابوالحسین احمد نوری

(ان سے علمِ جفر، تکسیر اور علمِ تصوف حاصل کئے)

جب آپ زیارتِ حرمین شریفین کے لیے مکۃ المکرّمہ حاضر ہوئے تو درجہ ذیل تین شیوخ سے بھی سند حدیث وفقہ حاصل فرمائی۔

(1) شیخ احمد بن زین دحلان مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(2) شیخ عبدالرحمٰن سراج مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(3) شیخ حسین بن صالح مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

دستارِ فضلیت:

صرف تیرہ برس دس مہینے چار دن کی عمر شریف میں 14 شعبان 1286ھ مطابق 19 نومبر 1869 عیسوی کو آپ فارغ التحصیل ہوئے اور **دستارِ فضیلت** سے نوازے گئے۔ فراغت کے بارے میں **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود فرماتے ہیں۔

اور یہ واقعہ نصف شعبان 1286ھ مطابق 1869ء کا ہے اُس وقت میں تیرہ سال دس ماہ چار دن کا تھا، اُسی روز مجھ پر نماز فرض ہوئی اور میری طرف شرعی احکام متوجہ ہوئے تھے اور یہ نیک فال ہے کہ بحمدہٖ تعالیٰ میری تاریخِ فراغت کلمہ ''غفور'' (بخشنے والا) اور ''تعویذ'' (پناہ میں لینا) ہے بخشنے والے رب سے اُمید کی جاتی ہے کہ وہ مجھے بخشے گا اور ہر مکروہ سے بچا کر اپنی پناہ میں لے گا۔

(تجلیاتِ امام احمد رضا از محمد امانت رسول قاردی برکاتی مطبوعہ کراچی ص 27)

پونے چودہ سال کی عمر میں پہلا فتویٰ:

اُسی دن رضاعت کے ایک مسئلے کا جواب لکھ کر والدِ ماجد صاحب قبلہ کی خدمتِ عالی میں پیش کیا، جواب بالکل دُرست تھا آپ کے والد ماجد نے آپ کے جواب سے آپ کی ذہانت وفراست کا اندازہ کرلیا اور اسی دن سے فتویٰ نویسی کا کام آپ کے سُپرد کر دیا چنانچہ عرصہء دراز کے بعد ایک بار ایک سائل نے آپ سے سوال کیا کہ ''اگر بچے کی ناک میں دودھ چڑھ کر حلق میں اتر جائے تو رضاعت ثابت ہوگی یا نہیں''۔؟

آپ نے جواب دیا ''منہ یا ناک سے عورت کا دودھ بچے کے جوف میں پہنچے گا حرمتِ رضاعت لائے گا''۔ اور یہ فرمایا یہ وہی فتویٰ ہے جو چودہ شعبان 1286ھ 1869ء میں اس فقیر نے لکھا اور اسی چودہ شعبان میں منصبِ افتاء عطا ہوا اور اسی تاریخ سے بحمداللہ تعالیٰ نماز فرض ہوئی اور ولادت 10 شوال المکرّم 1272ھ بروز شنبہ (ہفتہ) وقتِ ظہر مطابق 14 جون 11 جیٹھ سدی 1913ء سمبت بکرمی تو منصبِ افتاء ملنے کے وقت فقیر کی عمر 13 برس 10 مہینے 4 دن کی تھی جب سے اب تک برابر یہی خدمتِ دین جاری ہے والحمدللہ۔

(تذکرہء مشائخ قادریہ رضویہ از مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی مطبوعہ لاہور ص395)

مولانا ظفرالدین بہاری صاحب کے نام ایک مکتوب (محررہ 7شعبان 1336ھ بمطابق 1918) میں **اعلیٰ حضرت** تحریر فرماتے ہیں۔۔۔

بحمد للہ تعالیٰ فقیر نے 14 شعبان 1286 کو 13 برس 10 مہینے 4 دن کی عمر میں پہلا فتویٰ لکھا، اگر سات دن اور زندگی بالخیر ہے تو اس شعبان 1336ھ کو اس فقیر کو فتاویٰ لکھتے ہوئے بفضلہٖ تعالیٰ پورے 50 سال ہوں گے، اس نعمت کا شکر فقیر کیا ادا کرسکتا ہے؟

(حیاتِ مولانا احمد رضا خان بریلوی از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مطبوعہ کراچی ص50)

مستقل فتویٰ نویسی :

پروفیسر مسعود احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

مولانا **احمد رضا** خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تیرہ سال دس مہینے اور چار دن کی عمر میں 14 شعبان 1286ھ کو اپنے والد مولانا **نقی علی خان** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نگرانی میں فتویٰ نویسی کا آغاز کیا، سات برس بعد تقریباً 1293ھ میں فتویٰ نویسی کی مستقل اجازت مل گئی

پھر جب 1297 میں مولانا **نقی علی خان** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا انتقال ہوا تو کلی طور پر مولانا بریلوی فتویٰ نویسی کے فرائض انجام دینے لگے۔

(حیاتِ مولانا احمد رضا خان بریلوی از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مطبوعہ کراچی ص50)

تدریس :

فارغ التحصیل ہونے کے بعد فتویٰ نویسی کے ساتھ ساتھ **اعلیٰ حضرت** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تدریس بھی فرماتے رہے چنانچہ ''**اَلْــکَـــلِـمَةُ الْمُلْهِمَه**'' میں **اعلیٰ حضرت** ارشاد فرماتے ہیں:

''فقیر کا درس بحمدہٖ تعالیٰ تیرہ برس دس مہینے چار دن کی عمر میں ختم ہوا، اس کے بعد چند سال تک طلبہ کو پڑھایا''۔

(حیاتِ مولانا احمد رضا خان بریلوی از پروفیسر ڈاکٹر مسعود صاحب مطبوعہ کراچی ص49)

شادی

تعلیم مکمل ہوجانے کے بعد **اعلیٰ حضرت** قبلہ کی شادی کا نمبر آیا۔ آپ کا نکاح سن 1291ھ میں جنابِ شیخ فضل حسین صاحب (رامپور) کی صاحبزادی ''ارشاد بیگم'' سے ہوا، یہ شادی مسلمانوں کے لیے ایک شرعی نمونہ تھی، مکان تو مکان آپ نے لڑکی والے کے یہاں بھی خبر بھجوادی تھی کہ کوئی بات شریعتِ مطہرہ کے خلاف نہ ہو، چنانچہ اُن حضرات نے غلط رسم ورواج سے اتنا لحاظ کیا کہ لوگ ان کی دین داری اور پاسِ شرع کے قائل ہوگئے اور بڑی تعریف کی۔

(مجدد اسلام از علامہ نسیم بستوی مطبوعہ لاھور ص45)

اھلیہء محترمہ ارشادبیگم :

مولانا حسنین رضا خان صاحب ''سیرتِ اعلیٰ حضرت'' میں لکھتے ہیں:

یہ ہماری محترمہ اماں جان رشتہ میں **اعلیٰ حضرت** کی پھوپھی زادی تھیں۔صوم وصلوٰۃ کی سختی سے پابند تھیں۔نہایت خوش اخلاق، بڑی سیر چشم، انتہائی مہمان نواز، نہایت متین وسنجیدہ بی بی تھیں۔ **اعلیٰ حضرت** کے یہاں مہمانوں کی بڑی آمدورفت تھی، ایسا بھی ہوا ہے کہ عین کھانے کے وقت ریل سے مہمان اتر آئے اور جو کچھ کھانا پکنا تھا وہ سب پک چکا تھا اب پکانے والیوں نے ناک بھوں سمیٹی آپ نے فوراً مہمانوں کے لیے کھانا اُتار کر باہر بھیج دیا اور سارے گھر کے لیے دال چاول یا کھچڑی پکنے کو رکھوا دی گئی کہ اس کا پکنا کوئی دشوار کام نہ تھا۔ جب تک مہمانوں نے باہر کھانا کھایا گھر والوں کے لئے بھی کھانا تیار ہو گیا۔کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوئی کہ کیا ہوا۔ **اعلیٰ حضرت** کی ضروری خدمات وہ اپنے ہاتھ سے انجام دیتی تھیں۔خصوصاً **اعلیٰ حضرت** کے سر میں تیل ملنا یہ اُن کا روزمرہ کا کام تھا، جس میں کم وبیش آدھا گھنٹہ کھڑا رہنا پڑتا تھا اور اس شان سے تیل جذب کیا جاتا تھا کہ اُن کے لکھنے میں اصلاً فرق نہ پڑے، یہ عمل اُن کا روزانہ مسلسل تاحیاتِ **اعلیٰ حضرت** برابر جاری رہا۔۔۔سارے گھر کا نظم اور مہمان نوازی کا عظیم بار بڑی خاموشی اور صبر واستقلال سے برداشت کر گئیں۔ **اعلیٰ حضرت** قبلہ کے وصال کے بعد بھی کئی سال زندہ رہیں، مگر اب بجز یادِ الٰہی کے انھیں اور کوئی کام نہ رہا تھا۔

اعلیٰ حضرت کے گھر کے لیے اُن کا انتخاب بڑا کامیاب تھا، رب العزت نے **اعلیٰ حضرت** قبلہ کی دینی خدمات کے لیے جو آسانیاں عطا فرمائی تھیں اُن آسانیوں میں ایک بڑی چیز اماں جان کی ذات گرامی تھی۔قرآنِ پاک میں رب العزت نے اپنے بندوں کو دعائیں اور مناجاتیں بھی عطا فرمائی ہیں۔تاکہ بندوں کو اپنے رب سے مانگنے کا سلیقہ آجائے ان میں سے ایک دُعا یہ بھی ہے۔

" رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّار "

ترجمہ کنزالایمان:۔ "اے ربّ ہمارے ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور ہمیں آخرت میں بھلائی دے اور ہمیں عذاب دوزخ سے بچا۔" (سورۃ بقرہ آیت 201)

تو دُنیا کی بھلائی سے بعض مفسرین نے ایک پاکدامن، ہمدرد اور شوہر کی جاں نثار بی بی مراد لی ہے۔ہماری اماں جان عمر بھر اس دُعا کا پورا اثر معلوم ہوتی رہیں، اپنے دیوروں اور نندوں کی اولاد سے بھی اپنے بچوں جیسی محبت فرماتی تھیں گھرانے کے اکثر بچے انھیں اماں جان ہی کہتے تھے۔اب کہاں ایسی پاک ہستیاں۔رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا

(سیرتِ اعلیٰ حضرت ازمولانا حسنین رضا خان برکاتی پبلیشرز ص53)

اولادِ امجاد

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اللہ عزوجل نے سات اولادیں عطا فرمائیں، دو صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں۔

صاحبزادوں کے نام یہ ہیں:

(1) حجۃ الاسلام مولانا **محمد حامد رضا خان** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(2) مفتیِ اعظمِ ہند مولانا **محمد مصطفیٰ رضا خان** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور صاحبزادیوں کے نام یہ ہیں۔

(1) **مصطفائی بیگم**

(2) **کنیزِ حسن**

(3) **کنیزِ حسین**

(4) **کنیزِ حسنین**

(5) **مرتضائی بیگم**

اب تفصیلاً اِن کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

مولانا محمد حامد رضا خان

ولادت شریف :

آپ کی ولادتِ باسعادت شہرِ بریلی میں ماہِ ربیع الاول 1292ھ میں ہوئی۔

اسمِ مبارک و خطاب:

عقیقہ میں آپ کا نام حسبِ دستور خاندانی ''**محمد**'' رکھا گیا، جس کے اعداد 92 ہیں اور یہی نام آپ کا تاریخی نام بھی ہو گیا اور عرفی نام حامد رضا اور خطاب آپ کا ''حجۃ الاسلام'' ہے۔

تعلیم وتربیت :

آپ کی تعلیم وتربیت آغوشِ والدِ ماجد امامِ اہلسنت مولانا شاہ **احمد رضا** خان فاضلِ بریلوی میں ہوئی، والدِ ماجد آپ سے بڑی محبت فرماتے اور ارشاد فرماتے'' **حَـامِدٌ مِنّی وَاَنَامِن حَامِدٍ** '' جملہ علوم وفنون آپ نے اپنے والد ماجد سے پڑھے۔ یہاں تک کہ حدیث، تفسیر، فقہ وکتبِ معقول ومنقول کو پڑھ کر صرف 19 سال کی عمر شریف میں فارغ التحصیل ہو گئے۔

بیعت و خلافت:

آپ مرید وخلیفہ حضرت شاہ ابوالحسین احمد نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تھے۔ اور والد ماجد **اعلیٰ حضرت** سے بھی آپ کو خلافت واجازت حاصل تھی۔

فضائل :

آپ اپنے والدِ ماجد کی تمام خوبیوں کے جامع تھے۔ آپ کی شخصیت حقانیتِ اسلام کی بولتی تصویر تھی۔ بیشتر غیر مسلم آپ کے چہرہء انور کو دیکھ کر حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ اور حسنِ ظاہری کا یہ عالم تھا کہ ایک نظر میں دیکھنے والا پکار اُٹھتا تھا کہ ھٰـذا حُـجَّۃُ الاِسلَام (یہ

اسلام کی دلیل ہیں) اورحرمین طیبین کی حاضری پر حضرتِ شیخ سید حسین دبّاغ اور سید مالکی ترکی نے آپ کی قابلیت کوخراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''ہم نے ہندوستان کے اطراف واکناف میں حجۃ الاسلام جیسا فصیح وبلیغ نہیں دیکھا''۔

عاداتِ کریمہ :

آپ اپنے اسلاف وآباؤاجداد کے مکمل نمونہ تھے۔اخلاق وعادات کے جامع تھے۔آپ جب بات کرتے توتبسم فرماتے ہوئے، لہجہ انتہائی محبت آمیز ہوتا۔ بزرگوں کا احترام، چھوٹوں پر شفقت کا برتاؤ آپ کی شرست کے نمایاں جوہر تھے۔ ہمیشہ نظریں نیچی رکھتے۔ درود شریف کا اکثر وردفرماتے، یہی وجہ ہے کہ اکثر آپ کونیند کے عالم میں بھی درودشریف پڑھتے دیکھا گیا۔آپ کی طبیعت انتہائی نفاست پسند تھی، چنانچہ آپ کالباس آپ کی نفاست کا بہترین نمونہ تھا۔انگریز اوراس کی معاشرت کے آپ اپنے والدِ ماجد کی طرح شدید مخالف رہے۔

زھدو تقویٰ :

حضور حجۃ الاسلام نہایت ہی متقی اور پرہیز گار تھے۔علمی وتبلیغی کاموں سے فرصت پاتے تو ذکرِ الٰہی اور درودشریف میں مصروف ہوجاتے آپ کے جسمِ اقدس پرایک پھوڑا ہوگیا تھا جس کا آپریشن ناگزیر تھا۔ڈاکٹر نے بے ہوشی کا انجکشن لگانا چاہا تومنع فرمادیا۔اورصاف کہ دیا کہ میں نشے والا ٹیکہ نہیں لگواؤں گا۔ عالمِ ہوش میں دوتین گھنٹے آپریشن ہوتا رہا، درودشریف کا ورد کرتے رہے اورکسی بھی درد وکرب کا اظہار نہ ہونے دیا، ڈاکٹر آپ کی ہمت اوراستقامت اورتقویٰ پر ششدر رہ گیا۔

شبِ براءت آتی تو سب سے معافی مانگتے حتیٰ کہ چھوٹے بچوں اور خادماؤں اور خادموں اور مریدوں سے بھی فرماتے کہ اگر میری طرف سے کوئی بات ہوگئی ہوتو معاف کردواور کسی کا حق رہ گیا ہوتو بتادو۔

حج وزیارت :

آپ زیارتِ حرمینِ شریفین سے بھی مشرف ہوئے، چنانچہ 1323ھ/1905ء میں اپنے والدِ مکرم، امامِ اہلسنت **اعلیٰ حضرت** کے ہمراہ حج کوتشریف لے گئے۔ یہ حج آپ کا علمی اورتحقیقی میدان میں عظیم حج تھا، اور جوکارہائے نمایاں آپ نے اس حج میں ادافرمایا وہ ''**الدولۃ المکیۃ**''(علمِ غیب کے موضوع پرامام اہلسنت کی فاضلانہ کتاب) کی ترتیب ہے۔ جسے **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صرف آٹھ گھنٹے کی قلیل مدت میں قلم برداشتہ لکھا۔ مذکورہ کتاب کے اجزاء **اعلیٰ حضرت** حضور حجۃ الاسلام کودیتے جاتے،آپ اِن کوصاف کرتے جاتے تھے پھراس کا ترجمہ بھی آپ ہی نے کیا، یہ ترجمہ بہت ہی اہم ہے جواپنی مثال آپ ہے۔

عشقِ رسول صلی اللّٰہُ تعالیٰ عَلَیہ وآلہٖ وسلّم

عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں آپ کوامتیازی مقام حاصل تھا ہرلحہ سرکارِدوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے خیال میں مستغرق رہا

کرتے ۔زیارتِ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اشتیاق کس درجہ آپ کو تھا،اس کا صحیح اندازہ آپ کے مندرجہ ذیل شعر سے ہوتا ہے۔

اسی تمنا میں دم پڑا ہے،یہی سہارا ہے زندگی کا

بلا لو مجھ کو مدینے سرور، نہیں تو جینا حرام ہوگا

آمدِ لاھور:

قیامِ پاکستان سے پہلے آپ 1925ء میں ''انجمن حزب الاحناف'' کے سالانہ جلسہ میں شرکت کی غرض سے لاہور تشریف لائے۔ چنانچہ اسی دوران سرگروہِ دیابنہ (دیوبندیوں) کو مناظرہ کا چیلنج دیا گیا اور مناظرہ کی غرض سے آپ کے ساتھ اکابر علمائے اہلسنت بھی تشریف لائے۔لیکن عین وقت پر فریق مخالف نے عذرِ لنگ پیش کرکے جلسہ گاہ میں آنے سے انکار کردیا۔

اِسی مناظرہ کے موقع پر حضرت حجۃ الاسلام کی ملاقات ڈاکٹر اقبال سے بھی ہوئی اور ڈاکٹر اقبال کو جب حجۃ الاسلام نے دیوبندی مولویوں کی گستاخانہ عبارتیں سنائیں تو وہ سن کر حیرت زدہ رہ گئے اور بے ساختہ بولے کہ ''مولانا یہ ایسی عبارات گستاخانہ ہیں کہ ان لوگوں پر آسمان کیوں نہیں ٹوٹ پڑا،ان پر تو آسمان ٹوٹ پڑنا چاہیے''۔

محدثِ اعظم پاکستان کی حاضری:

جب حجۃ الاسلام **مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب** ''انجمن حزب الاحناف'' کے جلسہ میں لاہور تشریف لائے تو وہاں چند روز آپ کا قیام رہا،جلسہ گاہ میں دوسرے لوگوں کی طرح مولانا **سردار احمد صاحب** بھی آئے تھے۔اور حضرتِ حجۃ الاسلام کی زیارت سے مشرف ہوئے،(مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اُس وقت کالج میں تعلیم حاصل کررہے تھے)حضرت کی زیارت نے آپ کے قلب پر جو اثرات چھوڑے انہیں آپ سے زیادہ کوئی نہیں جانتا۔اُس روز سے برابر حضرت کی قیام گاہ پہنچتے رہے،دوسرے لوگ آتے اور اپنی اپنی حاجتیں بیان کرتے لیکن مولانا سردار احمد صاحب اول تا آخر خاموش ومؤدب بیٹھے رہتے اور جب حضرت کے آرام کا وقت ہوتا تو لوگوں کے ساتھ اٹھ کر چلے جاتے۔اسی طرح کئی دن گزر گئے اور حضرت کی وطن واپسی میں ایک دو دن باقی رہ گئے،چنانچہ ایک روز خود حجۃ الاسلام نے آپ سے دریافت کیا کہ:صاحبزادے کیا وجہ ہے کہ آپ روز آتے ہیں لیکن خاموش بیٹھ کر چلے جاتے ہیں؟ دریافتِ حال پر مولانا موصوف نے علمِ دین حاصل کرنے کی غرض سے آپ کے ہمراہ چلنے کا ارادہ ظاہر فرمایا،حضرت نے بخوشی قبول فرمالیا اور اپنے ساتھ بریلی لائے۔ چنانچہ حضرت کی باکرامت صحبت سے مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے وقت کے عظیم محدث اور کامیاب مدرس ہوئے اور تقسیمِ پاکستان کے بعد لائل پور (فیصل آباد) میں تشریف لائے اور پاکستان کے سنی مسلمانوں کی قیادت آپ کے حصے میں آئی۔

ذوقِ شاعری:

حجۃ الاسلام **مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب** عربی،فارسی،اردو ونظم ونثر میں منفرد اسلوبِ بیان رکھتے تھے۔حمد ونعت و دیگر اصناف

شاعری کے بیشتر اشعار آپ کے دیوان میں موجود ہیں۔

تصنیفی وعلمی کارنامے :

آپ صاحبِ تصانیف بزرگ تھے، آپ کی چند مشہور تصانیف یہ ہیں:۔

(1) **الصارم الربانی علیٰ اسراف القاد یانی**

(2) ترجمہ: **الدولته المکیه بالمادة الغیبیه**

(3) ترجمہ: **حسام الحرمین علی منحرالکفروالمین**

(4) فتاویٰ حامدیہ

(5) حاشیہ ''مُلا جلال''

(6) نعتیہ دیوان وغیرہ۔

کرامت :

ایک مرتبہ حجۃ الاسلام رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ''مدنپورہ'' بنارس میں تشریف لے گئے۔ادائے نماز کے لیے مسجد ''برتلہ'' میں تشریف لے گئے۔ بعدِ نماز مسجدِ مذکورہ میں واقع مزار شریف پر فاتحہ پڑھنے لگے، چند ہی لمحوں کے بعد اچانک آپ نے قدمِ مبارک کو پیچھے ہٹا لیا اور ارشاد فرمایا کیا یہ قبر اپنی اصلی جگہ پر نہیں ہے؟ لوگوں نے جب اس بات کو سنا تو کہا کہ حضور! صف میں دُشواری ہو رہی تھی جس کی وجہ سے تعویذ کو ذرا کھسکا دیا گیا ہے۔آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ایسا کرنا ٹھیک نہیں ہے فوراً اس کا تعویذ اصل جگہ پر بنایا جائے۔

اولادِ اَمجَاد:

آپ کے دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں تھیں، صاحبزادگان کے نام یہ ہیں۔

(1) مفسرِ اعظمِ ہند مولانا ابراہیم رضا خان صاحب (جیلانی میاں)

(2) حضرت مولانا حماد رضا خان صاحب (نعمانی میاں)

جبکہ صاحبزادیوں کے نام یہ ہیں:

(1) اُمِ کلثوم

(2) کنیز صغریٰ

(3) رابعہ بیگم

(4) سلمیٰ بیگم

ذکرِ وصال :

جب تیری یاد میں دُنیا سے گیا ہے کوئی
جان لینے کو دلہن بن کے قضاء آئی ہے

آپ اپنی کیفیتِ وصال بیان کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ زبان ذکرِ صلوٰۃ وسلامِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مشغول ہوگی اور روح قربِ وصال کے چھلکتے کیف وسرور کے جام سے محظوظ ہوگی۔۔۔

حضورِ روضہ ہوا جو حاضر، تو اپنی سج دھج یہ ہوگی حامؔد
خمیدہ سر، بند آنکھیں لب پر، مرے درود وسلام ہوگا

آپ 17 جمادی الاولیٰ 1362ھ بمطابق 23 مئی 1943ء بعمرِ 70 سال عین حالتِ نماز میں دورانِ تشہد 10 بجکر 45 منٹ پر اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

جنازہ کی نماز آپ کے خلیفہء خاص حضرتِ محدثِ اعظمِ پاکستان مولانا سردار احمد صاحب نے مجمعِ کثیر میں پڑھائی۔آپ کا مزارِ مبارک خانقاہِ رضویہ بریلی شریف میں والدِ ماجد کے پہلو میں ہے۔

(حالاتِ حجۃ الاسلام ماخوذ از تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ از عبد المجتبیٰ رضوی)

مولانا محمد مصطفٰی رضا خان صاحب

ولادتِ باسعادت:

آپ کی ولادتِ باسعادت 22 ذی الحجہ 1310ھ بمطابق 18 جولائی 1892 بروز پیر بریلی شریف میں ہوئی۔جس وقت آپ کی ولادتِ باسعادت ہوئی **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس وقت مارہرہ شریف میں جلوہ افروز تھے۔وہیں خواب میں دیکھا کہ لڑکا پیدا ہوا ہے، خواب ہی میں ''آلِ رحمٰن'' نام رکھا۔چنانچہ مخدوم شاہ ابوالحسین احمد نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''ابوالبرکات محی الدین جیلانی'' نام تجویز فرمایا، بعد میں **مصطفٰی رضا خان** عرف قرار پایا اور خاندان کی رسم کے مطابق ''**محمد**'' کے نام پر عقیقہ ہوا۔

کچھ عرصے کے بعد جب حضرتِ شاہ ابوالحسین احمد نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بریلی تشریف لائے تو اس نعمت کے حصول پر **امام احمد رضا خان** کو مبارک باد دی اور فرمایا ''یہ بچہ دین وملت کی بڑی خدمت کرے گا اور مخلوقِ خدا کو اس کی ذات سے خوب فیض پہنچے گا۔یہ بچہ ولی ہے اس کی نگاہوں سے لاکھوں گمراہ انسان دینِ حق پر قائم ہوں گے یہ فیض کا دریا بہائے گا۔'' اور اُسی وقت تمام سلاسل کی اجازت وخلافت عطا فرمائی۔

تعلیم وتربیت :

حضور مفتیء اعظمِ ہند ایک ایسے علمی وروحانی خانوادے کے چشم وچراغ تھے جہاں کا پورا ماحول علم ونور کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا۔

چنانچہ خوب خوب اکتسابِ فیض کیا، پہلے حضرت مولانا شاہ رحم الٰہی بنگلوری اور مولانا بشیر احمد علی گڑھی سے خصوصی درس حاصل کیا، بعد ازاں سارے علوم وفنون **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آغوشِ تربیت میں حاصل کئے۔ تفسیر، حدیث، فقہ، اصولِ فقہ، صرف ونحو، تجوید، ادب، فلسفہ، منطق، ریاضی، علمِ جفر وتکسیر، علمِ توقیت اورفنِ تاریخ گوئی میں بھی کمال حاصل کیا۔

پہلا فتویٰ:

آپ نے صرف اٹھارہ سال کی قلیل عمر میں رضاعت کے مسئلہ پر پہلا فتویٰ لکھا۔ یہ واقعہ 1328ھ کا ہے، بعدہٗ بارہ سال تک والدِ ماجد کی زندگی میں فتویٰ نویسی کرتے رہے اوراس کا سلسلہ آخری عمر تک جاری رہا۔

اخلاق وکردار:

آپ میں خوش اخلاقی، شفقت ورأفت، تواضع وانکساری اورمحبت واخلاص کے اوصاف بدرجہء اتم پائے جاتے تھے۔ آپ نے کبھی کسی غریب کی دعوت کورد نہیں فرمایا، امیر وکبیر اور بڑے لوگوں سے دور بھاگتے تھے۔ ایک بار ''یو، پی'' کے گورنر آپ سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئے لیکن آپ شہر بریلی میں ایک بیماردم توڑتے ہوئے غریب سنی کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور گورنر سے ملاقات نہ فرمائی

بعض خصوصی عاداتِ مبارکہ:

حضور مفتیءِ اعظمِ ہند ہر مسلمان کو ظاہر و باطن دونوں حالتوں میں مسلمان دیکھنا چاہتے تھے۔ ہر ایک کو اِسلامی شعار اپنانے کی تعلیم اُٹھتے بیٹھتے دیتے تھے، داڑھی منڈوں ننگے سروالوں اورانگریزی لباس پہننے والوں سے بیزاری کا اظہار فرماتے، سر پر ٹوپی لگانے، داڑھی رکھنے اوراسلامی لباس پہننے کی تلقین کرتے تھے۔ ہر کام یا چیز کے لینے دینے کا دائیں ہاتھ سے اہتمام فرماتے، گورنمنٹ کو سرکار کہنے سے منع فرماتے تھے، کُتبِ احادیث پر دوسری کتابیں نہ رکھتے، ذکرِ میلادِ پاک یا محفلِ نعت میں ختم ہونے تک باادب بیٹھے رہتے، قبلہ کی طرف منہ کرکے کبھی نہ تھوکتے، قبرستان میں جب بھی تشریف لے جاتے پورا پیر (پاؤں) رکھ کر نہ چلتے بلکہ پنجوں کے بل تشریف لے جاتے بدفالی لینے سے منع فرماتے، بیماروں کی عیادت کو جاتے، اگر کسی کے ہاں غمی ہو جائے تو تعزیت کے لیے جاتے، اور میت والے گھر سے کچھ نہ کھاتے، علماء اور ساداتِ کرام کا بہت ادب فرماتے، غیراسلامی نام بدل دیا کرتے تھے۔ آپ کے اندر تواضع وانکساری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، مہمانوں اورطلبہ کی خاطر ومدارت کرتے، اکثر غرباء کی امداد فرماتے۔

عبادت و ریاضت:

آپ سفر وحضر میں بھی ہمیشہ باجماعت نماز ادا فرماتے، نماز میں خشوع وخضوع کا یہ عالم ہوتا کہ پوری نماز میں آپ کے وجود پر عبودیت کی شان اور بندگی کا جمال طاری رہتا۔

ذوقِ شعر و ادب :

آپ اپنے وقت کے استاذ الشعراء اور فنِ شاعری میں کامل اور اکمل تھے۔ آپ کے اکثر اشعار حمد، نعت، قصیدہ و منقبت اور رباعیات پر پھیلے ہوئے ہیں، جو عربی، فارسی، ہندی اور اُردو میں پوری انفرادیت کے ساتھ آپ کے دیوان ''سامانِ بخشش'' میں چھپ چکے ہیں۔

شعروادب میں آپ نے اپنا تخلص اپنے پیرومرشد کے تخلص پر **''نوری''** رکھا۔ ایک بار آپ ضلع بریلی کے ایک گاؤں میں تشریف لے گئے تھے، کہ صاحبِ خانہ کی آٹھ نو برس کی بچی کے ہاتھ میں کتاب کا ایک ورق تھا جس پر مرزا داغ دہلوی کی ایک غزل تھی جس کا ایک مصرعہ اس طرح تھا۔۔۔

''کون کہتا ہے آنکھیں چُرا کر چلے''

حضرت کو مصرعہ بہت پسند آیا وہیں بیٹھے بیٹھے تھوڑی ہی دیر میں پوری نعت کہہ دی جس کا پہلا مصرعہ یہ ہے ؎

کون کہتا ہے آنکھیں چُرا کر چلے
کب کسی سے نگاہیں بچا کر چلے

یہ نعت 34 اشعار پر مشتمل ہے، اس کے علاوہ بھی بے شمار نعتیہ اشعار آپ کے دیوان میں موجود ہیں، نمونہء کلام حاضر ہے۔۔۔

تو شمعِ رسالت ہے عالم تیرا پروانہ
تو ماہِ نبوت ہے اے! جلوہء جاناناں

آباد اِسے فرما، ویراں ہے دلِ نوری
جلوے تیرے بس جائیں، آباد ہو ویرانہ

دیگر۔۔۔

یہ کس شہنشاہِ والا کی آمد آمد ہے
یہ کون سے شہ بالا کی آمد آمد ہے

سنو گے ''لا'' نہ زبانِ کریم سے نوریؔ
یہ فیض وجود کے دریا بہانے آئے ہیں

نصیب تیرا چمک اُٹھا دیکھ تو نوریؔ
عرب کے چاند لحد کے سرہانے آئے ہیں

دیگر۔۔۔

حبیبِ خدا کا نظارہ کروں میں
دل و جان اُن پر نثار کروں میں

یہ اک جان کیا ہے اگر ہوں کروڑوں
تیرے نام پر سب کو وارا کروں میں

خدا خیر سے لائے وہ دن بھی نوریؔ
مدینے کی گلیاں بُہارا کروں میں

کرامت:

ایک مرتبہ ناگ پور تشریف لے جارہے تھے کہ راستے میں مغرب کا وقت ہوگیا، آپ فوراً گاڑی سے اُتر پڑے اور وضو کر کے نماز کی نیت باندھ لی، اتنے میں ٹرین چل پڑی لیکن آپ نے بااطمینان نماز ادا فرمائی، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ گارڈ صاحب چلے آرہے تھے۔ آکر عرض کی حضور! گاڑی رُک گئی ہے اور اس کا انجن خراب ہوگیا ہے، آیئے اور گاڑی میں تشریف رکھئے، چنانچہ حضرت جب گاڑی میں جلوہ فرما ہوئے تو گاڑی چل پڑی۔

اولادِ امجاد:

حضرت کی چھ صاحبزادیاں تھیں جن کے نام یہ ہیں۔

(1) نگار فاطمہ
(2) انوار فاطمہ
(3) برکاتی بیگم
(4) رابعہ بیگم
(5) ہاجرہ بیگم
(6) شاکرہ بیگم

اور ایک صاحبزادے محمد انور رضا تھے جن کا انتقال نوعمری میں ہی ہوگیا۔ آپ کا سلسلہ نسب آپ کے نواسے ونواسیوں سے چلا۔

وصالِ پر ملال :

15 محرم الحرام 1402ھ کی شبِ جمعہ اپنا نصف سفر طے کر چکی تھی کہ آپ نے آنکھیں کھول کر بڑے ضبط سے مغموم چہروں پر نظر ڈالی اور پھر بطورِ وصیت فرمایا "**سنتِ مصطفیٰ پر ہر حال میں عمل پیرا رہنا کہ یہی راہِ نجات ہے**" پھر کچھ توقف کے بعد فرمایا "ہر کڑے وقت میں "**حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل**" پڑھتے رہنا، ان دواہم وصیتوں کے بعد پہلے سورۃ الملک کی تلاوت فرمائی اس کے بعد آیت الکرسی پڑھ کر کلمہ طیبہ کا ورد پڑھتے پڑھتے وصال فرمایا، وصال کے وقت گھڑی پر 1 بجکر 40 منٹ تھے اور آپ بستر پر بشکل "**محمد**" لیٹے ہوئے تھے۔

غسلِ مبارک:

بروز جمعہ 15 محرم الحرام 1402ھ بمطابق 13 نومبر 1981 صبح آٹھ بجے آپ کو غسل دیا گیا۔

وقتِ غسل عظیم کرامت :

جب حضرت کے جنازہ کو غسل دیا جارہا تھا تو سہواً ران کے اوپر سے چادر ذراسی ہٹ گئی، یکا یک حضرت کے دستِ مبارک کی دو انگلیوں نے چادر کو پکڑ کر ران کو ڈھک لیا۔

حاضرین نے زور لگا کر چھڑانا چاہا لیکن انگلیاں نہ ہٹیں جب تک کہ اُن لوگوں نے ران کا وہ حصہ ٹھیک سے ڈھک نہیں دیا۔

مزار مبارک :

آپ کا **مزارِ** مقدس خانقاہِ رضویہ بریلی شریف میں **امامِ اہلسنت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بائیں پہلو میں زیارت گاہِ خاص وعام ہے۔

(حالاتِ مفتیِ اعظم ماخوذ از تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ از عبدالمجتبیٰ رضوی)

عفت مآب شہزادیاں

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادگان کے بعد اب **اعلیٰ حضرت** کی صاحبزادیوں کا ذکرِ خیر کیا جاتا ہے۔

مصطفائی بیگم :

اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنت کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں۔ ان کا عقد آپ کے بھانجے حاجی سید شاہد علی خان صاحب سے ہوا۔ ان کے صرف ایک لڑکی تھی عزّو بی بی جن کی شادی مولوی سردار علی خان سے ہوئی تھی۔ **اعلیٰ حضرت امام اہلسنت** کی ان صاحبزادی کا آپ کی حیات ہی میں انتقال ہوگیا تھا۔

کنیز حسن :

اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ دوسری صاحبزادی ہیں اِن کو گھر والے پیار سے "منجھلی بیگم" کہتے تھے۔ اِن کا عقد جنابِ حمید اللہ خان صاحب ابنِ حاجی احمد اللہ خان صاحب رئیس شہرِ کہنہ (پرانا شہر) سے ہوا۔ ان کی دو اولادیں ہوئیں عتیق اللہ خان اور رفعت جہاں بیگم۔

کنیزِ حسین :

اعلیٰ حضرت،امامِ اہلسنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ تیسری صاحبزادی تھیں۔اِن کا نکاح آپ کے منجھلے بھائی استاذِ زمن حضرت مولانا حسن رضاخان کے صاحبزادے جنابِ حکیم حسین رضاخان سے ہوا۔ان کی تین اولادیں ہوئیں۔

(1)جنابِ مرتضٰی رضاخان

(2)مولوی ادریس رضاخان

(3)جرجیس رضاخان

اعلیٰ حضرت کنیز حسین کو بہت چاہتے تھےاوران سے بہت محبت کرتے تھے یہ بھی اپنے والدکو بہت چاہتی تھیں،غالباً یہی وجہ تھی کہ فاضلِ بریلوی کے انتقال کے اکیسویں(یاتیئیسویں)دن اللہ کو پیاری ہوگئیں۔

کنیزحسنین:

اعلیٰ حضرت کی یہ چوتھی صاحبزادی تھیں۔ان کا نکاح بھی آپکے منجھلے بھائی استاذ زمن مولانا حسن رضاخان کےصاحبزادے مولانا حسنین رضاخان سے ہوا۔مولانا حسنین رضا کو **اعلیٰ حضرت** سے شرفِ تلمذ بھی حاصل تھا۔مدرسہ ”ارشادالعلوم رام پور“ سے علوم معقولہ ومنقولہ کی تکمیل کی تھی آپ نے کئی ایک کتابیں بھی لکھی ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔

(1) سیرتِ اعلیٰ حضرت

(2) وصایاشریف

(3) اسبابِ زوالِ اُمت وغیرہ

آپ کی اکلوتی بیٹی شمیم بانو کا عقد چچازاد بھائی جرجیس رضاخان سے ہواتھا۔

مرتضائی بیگم :

اعلیٰ حضرت کی یہ سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں۔ان کوگھر والے پیار سے ”چھوٹی بنّو“ کہتے تھے۔ان کا نکاح بھی جناب حاجی احمداللہ خان صاحب رئیس شہرکہنہ کے سب سے چھوٹے بیٹے سے ہواتھا۔ان کے پانچ اولادیں تھیں تین لڑکے اور دولڑکیاں۔

(1) رئیس میاں

(2) سعیدمیاں

(3) فریدمیاں

(4) مجتبائی بیگم

(5) مقتدائی بیگم

یہاں پر **اعلیٰ حضرت**،امامِ اہلسنت مولاناشاہ **امام احمد رضاخان** صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد کا تذکرہ مکمل ہوا۔

(ماخوذ ازامام احمد رضا کی نعتیہ شاعری از ڈاکٹر محمد سراج احمد بستوی مطبوعہ لاہورص52,53)

اعلیٰ حضرت کا شجرہ نسب موجودہ سجادہ نشین تک

دوسرا باب

عاداتِ مبارکہ ومعمولات

معمولات۔۔۔۔سونے کا انداز۔۔۔۔بیٹھنے کا انداز۔۔۔۔چلنے کا انداز۔۔۔۔۔
عاداتِ مبارکہ۔۔۔غذا مبارک۔۔۔لباس مبارک۔۔۔مسجد کا ادب۔۔۔وعظ وبیان

معمولاتِ اعلیٰ حضرت

مجد دِ دین وملت، **اعلیٰ حضرت**، امامِ اہلسنت ، مولانا شاہ **امام احمد رضا خان** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کچھ **معمولات** و عاداتِ مبارکہ کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔''حیاتِ اعلیٰ حضرت''میں مولانا ظفر الدین بہاری صاحب جو کہ آپ کے شاگرد وخلیفہ اور اولین سوانح نگار ہیں، آپکے شب وروز کے معمولات کو کچھ یوں بیان کرتے ہیں۔۔۔

زیادہ وقت گھر پر گزارتے :

آپ کا ہمیشہ معمول تھا کہ تصنیف وتالیف، کُتب بینی، اوراورادواشغال کے خیال سے خلوت (گھر) میں تشریف رکھتے۔صرف پانچوں نمازوں کے وقت مسجد میں تشریف لاتے اور ہمیشہ باجماعت نماز ادا فرمایا کرتے۔اکثر گھر سے وضو کرکے تشریف لاتے، کبھی ایسا بھی ہوتا کہ مسجد میں آکر وضو فرماتے۔

عام ملاقات عصر کے بعد فرماتے:

عصر کی نماز پڑھ کر مکان کے پھاٹک میں چار پائی پر تشریف رکھتے اور چاروں طرف کرسیاں رکھ دی جاتیں، زائرین تشریف لاتے اور کرسیوں پر بیٹھتے جاتے، جب کرسیاں باوجود کثرتِ تعداد ناکافی ہو جاتیں تو چند بینچ اور تخت بھی وہیں رکھ لیے جاتے بقیہ لوگ اس پر بیٹھ جاتے، زائرین حاجتیں پیش کرتے اُن کی حاجتیں پوری کی جاتیں اور ہر ایک کی تواضع کی جاتی۔

علوم وفیوض وبرکات کے دریا جاری ہوتے اور عوامِ اہلسنت وعلمائے اہلسنت مستفیض ہوا کرتے۔موسمِ سرما میں عصر تا مغرب مسجد ہی میں رہتے تمام حاضرین بھی اعتکاف کی نیت کے ساتھ مسجد شریف ہی میں حاضر رہتے اور وہیں تعلیم وتلقین کا سلسلہ جاری رہتا۔مغرب کی نماز پڑھ کر زنانہ مکان میں تشریف لے جاتے یہ آپ کا روزانہ کا معمول تھا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ لاہور ص88,94,140)

مجلس کے اختتام کی دُعا پڑھتے :

ایسی ہی ایک مجلس کے اختتام کا حال ''حیاتِ اعلیٰ حضرت''میں یوں لکھا ہے۔۔۔

اس کے بعد مغرب کی نماز کا وقت آگیا خود **اعلیٰ حضرت** نے قیام فرمانے سے پہلے حسبِ معمول یہ دُعا پڑھی،

سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ وَبِحَمدِكَ اَشْهَدُاَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَ اَتُوبُ اِلَيْكَ۔

ایک خادم نے عرض کیا حضور! اس کی فضیلت کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: حدیث شریف میں ہے''جو شخص جلسہ سے اُٹھتے وقت اس دُعا کو پڑھے گا جس قدر نیک باتیں اُس جلسہ میں ہونگی اُن پر مہر لگادی جائے گی کہ ثابت رہیں۔اور جتنی بُری باتیں کی ہونگی وہ محو کردی جائیں گی۔''

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ لاہور ص858)

چلنے کا انداز:

مسجد سے فارغ ہوکر واپس تشریف لے جاتے تو نہایت آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے چلتے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ ہر قدم پر کچھ پڑھتے ہوئے جارہے ہیں، نگاہیں اکثر نیچی رہا کرتیں مگر کبھی سامنے بھی دیکھ لیا کرتے تھے۔

بیٹھنے کا انداز:

ایک پاؤں دوسرے پاؤں کے زانوں پر رکھ کر بیٹھنے کو ناپسند فرماتے۔ کمر میں اکثر درد رہا کرتا تھا اس لیے گاؤ تکیہ پشتِ مبارک کے پیچھے رکھا کرتے تھے اس سے پہلے کہ یہ مرض نہیں تھا کبھی گاؤ تکیہ استعمال نہ فرمایا۔ کتاب پڑھتے ہوئے یا لکھتے ہوئے پاؤں مبارک سمیٹ کر دونوں زانوں اٹھائے رہتے یا سیدھا زانوں مبارک اٹھا رہتا اور دوسرا بچھا رہتا۔ اگر کبھی بایاں زانوں ضرورتاً اٹھاتے تو داہنا بچھا لیا کرتے تھے۔

ذکرِ میلادِ مبارک میں ابتداء سے انتہا تک ادباً دوزانوں بیٹھے رہا کرتے یوں ہی وعظ فرماتے، بلکہ چار پانچ گھنٹے کامل یونہی منبر شریف پر بیٹھتے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ لاہور ص 92)

سونے کا منفرد انداز:

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ 24 گھنٹے میں صرف ڈیڑھ دو گھنٹے آرام فرماتے تھے۔ آپ کے لیٹنے کا انداز بھی بڑا ہی منفرد تھا، داہنی کروٹ اس طرح لیٹتے کہ دونوں ہاتھ ملا کر سر کے نیچے رکھ لیتے اور پائے مبارک سمیٹ لیتے، کبھی کبھی خدام ہاتھ پاؤں دابنے بیٹھ جاتے اور عرض کرتے حضور! دن بھر کام کرتے کرتے تھک گئے ہوں گے ذرا پائے مبارک دراز فرمالیں تو ہم درد نکال دیں، اس کے جواب میں فرماتے کہ پاؤں تو قبر کے اندر ہی پھیلیں گے۔ ایک عرصہ تک آپ کے اس ہیئت پر آرام فرمانے کا مقصد معلوم نہیں ہوا اور نہ ہی کوئی آپ سے پوچھنے کی ہمت کرسکا، لیکن پھر حضرت حجۃ الاسلام **مولانا حامد رضا خان** علیہ الرحمہ نے اس راز سے پردہ اٹھا دیا جس کی وضاحت آپ کے اِن اشعار سے بحسن وخوبی ہورہی ہے۔

چاند سے اُن کے چہرے پر، گیسوئے مشکِ فام دو
دن ہے کھلا ہوا مگر، وقتِ سحر ہے شام دو

ہاتھ کو کان پر رکھو، پا باادب سمیٹ لو
''دال'' ہوایک ''ح'' ہو ایک، آخرِ حرفِ لام دو

وسطِ مُسَبِّحَہ ہی پہ سر، رکھئے انگوٹھے کا اگر
نامِ الٰہ ہے لکھا، ہٰ اور الف ہے لام دو

نامِ خدا ہے ہاتھ میں، نامِ نبی ہے ذات میں
مہرِ غلامی ہے پڑی، لکھے ہوئے ہیں نام دو

نامِ حبیب کی ادا جاگتے سوتے ہو ادا
نامِ محمدی بنے جسم کو یہ نظام دو

یعنی ہاتھ کے انگوٹھے کا سر شہادت کی انگلی کی ابتدا پر اگر رکھا جائے تو ہاتھ ''اللہ'' کے نام کا نقشہ بن جاتا ہے اور پاؤں سمیٹ کر سونے سے سر ''م'' کہنیاں ''ح'' کمر ''م'' پاؤں ''د'' گویا نامِ **محمد** کا نقشہ بن جاتا ہے۔

نامِ خدا ہے ہاتھ میں، نامِ نبی ہے ذات میں
مہرِ غلامی ہے پڑی، لکھے ہوئے ہیں نام دو

(کراماتِ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی از علامہ اقبال احمد رضوی مطبوعہ کراچی ص 53,54)

ہر کام داہنی طرف سے شروع کرتے:

ناک صاف کرنے اور استنجاء کرنے سوا آپ کے ہر کام کی ابتداء سیدھی ہی جانب سے ہوتی تھی، چنانچہ عمامہ مبارک کا شملہ سیدھے شانہ پر رہتا، اس کے پیچ سیدھی جانب ہوتے اور اس کی بندش اس طور پر ہوتی کہ بائیں دستِ مبارک میں بندش اور داہنا دست مبارک پیشانی پر ہر پیچ کی گرفت کرتا تھا۔

کسی بھی چیز کے لینے دینے میں سیدھا ہاتھ ہی استعمال فرماتے اگر کبھی لینے والے نے اپنا اُلٹا ہاتھ آگے بڑھا دیا تو آپ فوراً دستِ مبارک روک لیتے اور فرماتے کہ سیدھے ہاتھ میں لیجئے کہ اُلٹے ہاتھ میں شیطان لیتا ہے۔

اعداد ''بسم اللہ '' بھی دائیں طرف سے لکھتے:

اعدادِ بسم اللہ شریف ''۷۸۶'' عام طور پر جب لوگ لکھتے ہیں تو ابتداء (۷) سے کرتے ہیں پھر (۸) لکھتے ہیں اس کے بعد (۶) مگر آپ پہلے (۶) تحریر فرماتے تھے پھر (۸) پھر (۷)۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ لاہور ص260)

خطوط کا جواب ضرور دیتے :

''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' میں ہے کہ **اعلیٰ حضرت** کوخطوط کے جواب کا بہت اہتمام تھا، اِسی خیال سے کہ خطوط ضائع نہ ہوں آپ کے خادم خاص حاجی کفایت اللہ صاحب نے ایک خوبصورت لیٹر بکس ٹین کا بنوا کر، رنگ کر، آویزاں کر دیا تھا، جس میں ڈاکیا خطوط کے پیکٹ وغیرہ ڈال دیا کرتا تھا۔ اس پر برابر تالہ لگا رہتا کہ کوئی ان خطوط کو نکال نہ لے۔ اس کی چابی **اعلیٰ حضرت** کے پاس رہتی، عصر کی نماز پڑھ کر جب آپ باہر تشریف رکھتے تو حاجی صاحب کو چابی عنایت فرماتے، وہ بکس کھول کر اُس دن کی ساری ڈاک سامنے لا کر رکھ دیتے اور ایک ایک خط پڑھنا شروع کرتے۔ اگر خط تصوف کے متعلق ہوتا تو آپ خود بنفسِ نفیس اُس کا جواب تحریر فرماتے، تعویزات کے متعلق خط حضرت حجۃ الاسلام (مولانا حامد رضا خان) کے حوالے کیے جاتے، استفتاء ہوتا تو **حضرت صدرالشریعہ مولانا امجد علی اعظمی، مولانا ظفر الدین بہاری یا مولانا سید شاہ غلام محمد صاحب بہاری** کے حوالے فرماتے، استفتاء بہت پیچیدہ اور اہم ہوتا تو آپ خود ہی اس کا جواب تحریر فرماتے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ لاہور ص142)

خط میں اسمِ ذاتی (اللہ، محمد) نہ لکھتے:

کارڈ یا کھلے خط میں **بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم** یا آیۂ کریمہ یا اسمِ جلالت ''اللہ'' یا نامِ اقدس ''**محمد**'' یا درود شریف بخیالِ بےحرمتی لکھنے سے منع فرماتے۔ بلکہ بجائے بسم اللہ شریف کے اعداد ''۷۸۶'' لکھتے، یا کسی نام کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یا درود شریف لکھنا ہوتا تو رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ یا علیہ الرحمۃ یا نبی کریم سراپا رحیم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم ارقام فرماتے، اور سرنامہ پر السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کے بجائے السلام علیکم ورحمۃٗ وبرکاتہٗ یا وعلیکم السلام ورحمۃٗ وبرکاتہٗ تحریر فرمایا کرتے۔۔۔

ہر اُس خط پر جو پیشِ نظر ہوتا اور اُس میں سلام تحریر ہوتا تو آپ اُسی وقت زبانِ فیضِ ترجمان سے بشرطیکہ کاتب سنی ہوتا فرمایا کرتے وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص860)

عدالت کا لفظ استعمال نہ فرماتے:

اعلیٰ حضرت (انگریزی) عدالت کے لیے کچہری کا لفظ استعمال فرماتے، عدالت کا لفظ استعمال نہ فرماتے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص860)

البتہ آپ نے خود ایک مرتبہ بریلی شریف میں شرعی ''**دارُالقضاء**'' قائم فرمایا جس میں **حضرتِ صدرالشریعہ مولانا امجد علی صاحب** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ''**قاضیٔ شرع**'' مقرر فرمایا۔ جو مقدمات کے شرعی فیصلے فرماتے رہے۔

(سیرتِ صدرالشریعہ از مولانا عطاء الرحمٰن مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور ص44)

نذر قبول فرماتے :

مولانا ظفر الدین بہاری صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ پہلے **اعلیٰ حضرت** قبلہ کسی کی نذر نہیں قبول فرماتے تھے ۔مگر جب ایک حدیث شریف نظر سے گزری کہ ''اگر کوئی شخص اپنی خوشی سے دے تو لے لینا چاہیے ورنہ وہ خود مانگے گا اور نہ ملے گا'' ۔اُس روز سے نذر قبول فرمانے لگے۔

کسی کو سرکار نہ کہتے :

کسی صاحبِ علاقہ یا رؤساء،اُمراء میں سے کسی کو کوئی ''سرکار'' کہتا تو کبیدہ خاطر ہوتے اور فرماتے کہ ''کسی کو سرکار نہ کہیے سرکار تو صرف **سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ہیں**''

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص860)

سنت کے مطابق ناخن کاٹتے :

مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں : ناخن کاٹنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ ''داہنے ہاتھ کی کلمہ کی انگلی سے شروع کرے اور چھنگلیا (چھوٹی انگلی) پر ختم کرے پھر بائیں ہاتھ کی چھنگلیا سے شروع کر کے انگوٹھے پر ختم کرے اس کے بعد داہنے ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن ترشوائے ۔اس صورت میں داہنے ہی ہاتھ سے شروع ہوا اور داہنے ہی پر ختم بھی ہوا۔(درمختار) **اعلیٰ حضرت** کا بھی یہی معمول تھا اور یہ فقیر بھی اسی پر عمل کرتا ہے۔

(تذکرہ اعلیٰ حضرت بزبان صدر الشریعہ مکتبہ اعلیٰ حضرت ص32)

چاند دیکھنے کے لیے شہر سے باہر تشریف لے جاتے :

جس روز ماہِ رمضان کا آخری روزہ ہوتا بعدِ عصر،شہر سے باہر چاند دیکھنے کے لیے **اعلیٰ حضرت** بنفسِ نفیس تشریف لے جاتے۔

ایک مرتبہ ایسے موقعہ پر مع خدام نمازِ مغرب کے بعد بغور آسمان کی طرف ملاحظہ فرمارہے تھے،کہ اُس وقت تک چاند نظر نہ آیا تھا،آپ کے پیچھے ایک خادم بدر الدین نامی موجود تھے،آپ نے اُن کو (خوش طبعی سے) مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: بدرالدین ! اُنہوں نے عرض کی جی حضور! ارشاد فرمایا: بھائی بدرالدین (بدر،چودھویں کا چاند) آج تو آپ کا نام ہلال الدین (ہلال،پہلی کا چاند) ہوتا اب جو دیکھتے ہیں تو واضح طور پر چاند نظر آنے لگا۔(گویا یہ آپ کی ایک کرامت تھی)

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص962)

سفر کم فرماتے :

اعلیٰ حضرت برابر مکان ہی پر قیام فرمارہتے ،اور بہت کم سفر اختیار فرماتے بلکہ خود ارشاد فرماتے کہ مجھے سفر سے اس درجہ کوفت ہوتی

ہے کہ کسی جگہ سفر کا خیال ہوتا ہے تو دوتین دن قبل سے اس کی پریشانی رہتی اور سفر سے واپسی پر بھی دوتین دن تک اُس کا اثر طبیعت پر رہتا ہے۔

بعض مزید عاداتِ مبارکہ :

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ:۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بعض عادات کریمہ یہ بھی تھیں۔۔۔

ٹھٹھہ نہ لگاتے (قہقہ لگا کے نہ ہنستے)۔۔۔

جماہی آنے پر انگلی دانتوں میں دبالیتے اور کوئی آواز پیدا نہ ہوتی۔۔۔

کلی کرتے وقت بایاں ہاتھ داڑھی شریف پر رکھ کر سر جھکا کر پانی منہ سے گراتے۔۔۔

قبلہ کی طرف رُخ کر کے کبھی نہ تھوکتے۔۔۔

نہ ہی قبلہ کی طرف پائے مبارک دراز کرتے۔۔۔

نمازِ پنجگانہ مسجد میں باجماعت ادا کرتے۔۔۔

فرض نماز باعمامہ پڑھا کرتے۔۔۔

بغیر صوف پڑی دوات سے نفرت کرتے۔۔۔

یونہی لوہے کے قلم سے اجتناب فرماتے۔۔۔

خط بنواتے وقت اپنا کنگھا اور شیشہ استعمال فرماتے۔۔۔

مسواک کیا کرتے، اور سر مبارک میں تیل بھی ڈلواتے۔۔۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص92)

''سوانح امام احمد رضا'' میں بھی آپ کی کچھ عاداتِ مبارکہ اس طرح تحریر ہیں۔۔۔

آپ کا ظاہر و باطن ایک تھا جو کچھ آپ کے دل میں ہوتا وہی زبان پاک سے ادا فرماتے اور جو کچھ زبان سے فرماتے اُس پر آپ کا عمل ہوتا۔۔۔

کوئی شخص کیسا ہی پیارا ہو، کتنا ہی معزز ہو کبھی اُس کی رعایت سے کوئی بات شرع کے خلاف نہ زبان سے نکالتے نہ تحریر کرتے۔۔۔

رعایت و مصلحت کا وہاں گزر ہی نہ تھا۔۔۔

جس قدر کافروں، مرتدوں، ملحدوں اور بے دینوں پر سخت تھے یوں ہی سنی مسلمانوں اور علمائے حق کے لئے ابرِ کرم تھے۔۔۔

جب کسی سنی عالم سے ملاقات ہوتی دیکھ کر باغ باغ ہو جاتے اور اس کی ایسی عزت وقدر کرتے جس کے لائق وہ اپنے کو نہ سمجھتا۔۔۔

جب کوئی صاحب حج بیت اللہ شریف کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ان سے پہلے یہ پوچھتے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بارگاہِ بیکس پناہ میں حاضری دی؟ اگر وہ ہاں کہتے تو فوراً ان کے قدموں کو چوم لیتے اور اگر کہتے کہ نہیں تو پھر اس کی جانب توجہ نہ فرماتے۔۔۔

کاشانہءاقدس سے کوئی سائل خالی واپس نہ جاتا۔۔۔

کتبِ احادیث پر دوسری کتاب نہ رکھتے۔۔۔

اگر کسی حدیث شریف کی ترجمانی فرمارہے ہیں اور درمیان میں کوئی شخص بات کاٹتا تو سخت کبیدہ اور ناراض ہوجاتے۔۔۔

مجلسِ میلاد شریف میں ذکرِ ولادت شریف کے وقت صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے باقی شروع سے آخر تک ادباً دو زانو بیٹھے رہتے۔۔۔

(سوانح امام احمد رضا از علامہ بدرالدین قادری مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص119-118)

غذا مبارک

قلیلُ الغذا:

اعلیٰ حضرت نحیف الجثۃ (کمزور جسم والے) اور نہایت **قلیلُ** الغذا تھے، اُن کی عام غذا چکی کے پسے ہوئے آٹے کی روٹی اور بکری کا قورمہ تھا۔آخرِ عمر میں اُن کی غذا اور بھی کم رہ گئی تھی فقط ایک پیالی شوربا بکری کا بغیر مرچ کا اور ایک ڈیڑھ بسکٹ سوجی کا تناول فرماتے تھے۔ کھانے پینے کے معاملے میں آپ نہایت سادہ تھے۔

ایک بار آپ کی اہلیہءمحترمہ نے آپ کی علمی مصروفیت دیکھ کر جہاں آپ کا غذات اور کتابیں پھیلائے ہوئے بیٹھے تھے، دسترخوان بچھا کر قورمہ کا پیالہ رکھ دیا اور چپاتیاں دسترخوان کے ایک گوشے میں لپیٹ دیں کہ ٹھنڈی نہ ہوجائیں۔ کچھ دیر بعد دیکھنے تشریف لائیں کہ حضرت کھانا تناول فرماچکے یا نہیں تو یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئیں کہ سالن آپ نے نوش فرمالیا ہے لیکن چپاتیاں دسترخوان میں اُسی طرح لپٹی رکھی ہوئی ہیں، پوچھنے پر آپ نے فرمایا کہ: چپاتیاں تو میں نے دیکھی نہیں، سمجھا ابھی نہیں پکی ہیں لہٰذا میں نے اطمینان سے بوٹیاں کھالیں، اور شوربا پی لیا ہے۔

(فقیہِ اسلام از ڈاکٹر حسن رضا اعظمی مطبوعہ کراچی ص145)

سحری اور افطاری:

ماہِ رمضان المبارک میں تو آپ کی غذا بالکل ہی قلیل ہوجاتی، مولانا محمد حسین صاحب میرٹھی بیان کرتے ہیں کہ ایک سال میں نے بریلی شریف میں رمضان شریف کی 20 تاریخ سے اعتکاف کیا، حضورِ **اعلیٰ حضرت** جب مسجد میں آتے تو فرماتے جی چاہتا ہے کہ میں بھی

اعتکاف کروں مگر فرصت نہیں ملتی، آخر 26 ماہ مبارک کو فرمایا کہ آج سے میں بھی معتکف ہو جاؤں (اور آپ معتکف ہو گئے)۔ آپ افطار کے بعد صرف پان کھا لیتے اور سحر کے وقت ایک چھوٹے سے پیالے میں فیرنی اور ایک پیالے میں چٹنی آیا کرتی تھی ایک دن میں نے عرض کی حضور! فیرنی اور چٹنی کا کیا جوڑ؟ فرمایا: نمک سے کھانا شروع کرنا اور نمک ہی پر ختم کرنا سنت ہے۔

(مجددِ اسلام از مولانا نسیم بستوی مطبوعہ لاہور ص95)

صرف ناشتہ پر قناعت:

''سیرتِ اعلیٰ حضرت'' میں ہے کہ **اعلیٰ حضرت** نے ایک بار کھانا چھوڑ دیا اور صرف ناشتہ پر قناعت کی، اس میں بھی کوئی اضافہ منظور نہ فرمایا۔ سارے خاندان اور اُن کے احباب کی کوششیں رائیگاں گئیں، سید مقبول صاحب کی خدمت میں نو محلہ حاضر ہوئے اور ان سے عرض کی کہ آج دو مہینے ہونے کو آئے کہ **اعلیٰ حضرت** نے کھانا چھوڑ دیا ہے ہم سب کوشش کر کے تھک گئے ہیں، آپ ہی انھیں مجبور کر سکتے ہیں، اس پر انھوں نے فرمایا کہ ہماری زندگی میں انھیں یہ ہمت ہوگئی ہے کہ وہ کھانا چھوڑ بیٹھے ہیں، ابھی کھانا تیار کراتا ہوں اور لے کے آتا ہوں۔

حسبِ وعدہ سید مقبول صاحب ایک نعمت خانہ میں کھانا لے کر خود تشریف لائے، **اعلیٰ حضرت** قبلہ زنانے مکان میں تھے۔ سید صاحب کی اطلاع پاتے ہی باہر آگئے۔ سید صاحب سے قدم بوس ہوئے، اب بات چیت شروع ہوئی۔ سید صاحب نے فرمایا: میں نے سنا ہے کہ آپ نے کھانا چھوڑ دیا ہے، **اعلیٰ حضرت** نے فرمایا کہ: میں تو روز کھاتا ہوں۔ سید صاحب نے فرمایا: مجھے معلوم ہے جیسا آپ کھاتے ہیں **اعلیٰ حضرت** نے فرمایا کہ حضور! میرے معمولات میں اب تک کوئی فرق نہیں پڑا ہے، میں اپنا سب کام بدستور کر رہا ہوں۔ مجھے اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی، یہ سن کر سید صاحب قبلہ برہم ہوگئے اور کھڑے ہو کر فرمانے لگے

''اچھا تو میں کھانا لیئے جاتا ہوں، کل میدانِ قیامت میں سرکار دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا دامن پکڑ کر عرض کروں گا کہ ایک سیدانی نے بڑے شوق سے کھانا پکایا اور ایک سید لے کر آیا مگر آپ کے **احمد رضا** نے کسی طرح نہ کھایا''۔

اس پر **اعلیٰ حضرت** کانپ گئے اور فرمایا کہ میں تعمیلِ حکم کے لیے حاضر ہوں۔ ابھی کھائے لیتا ہوں۔ سید صاحب قبلہ نے فرمایا کہ اب تو یہ کھانا آپ جب ہی کھا سکتے ہیں جب یہ وعدہ کر لیں کہ اب عمر بھر کھانا نہیں چھوڑیں گے۔ چنانچہ **اعلیٰ حضرت** نے عمر بھر کھانا نہ چھوڑنے کا وعدہ کیا تو سید صاحب قبلہ نے اپنے سامنے اُنھیں کھلایا اور خوش خوش تشریف لے گئے۔

(سیرتِ اعلیٰ حضرت از مولانا حسنین رضا خان مطبوعہ کراچی ص90)

اعلیٰ حضرت نے چھبیس روز کھانا نہیں کھایا

''تجلیاتِ امام احمد رضا'' میں بھی اس سے ملتا جلتا ایک واقعہ درج ہے کہ:

ایک مرتبہ **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی کتاب کا مطالعہ فرما رہے تھے سابقہ زمانے کے عابدین و اولیائے کاملین کا ذکر تحریر تھا کہ فلاں

عابد نے اتنے روز کھانا نہیں کھایا اور خدا کی عبادت کی اور فلاں فلاں نے اتنے اتنے روز کھانا نہیں کھایا اور خدا کی عبادت کرتے رہے بس یہ پڑھ کر **اعلیٰ حضرت** نے بھی اُسی وقت سے کھانا تناول فرمانا چھوڑ دیا۔

اہلِ خانہ کو اور جن جن احباب کو اس بات کی خبر ہوتی گئی ان کو فکر بڑھتی گئی کہ کیا وجہ ہے کہ آپ نے کھانا چھوڑ دیا، کئی بار اہلِ خانہ، دوست احباب اور خلفاء وتلامذہ نے عرض کیا حضور! کھانا تناول فرمائیں، ارشاد فرمایا: آپ حضرات کھانا تناول فرمائیں **فقیر** کا روزہ ہے۔

وقت گزرتا گیا، احباب کو فکر بڑھتی گئی کہ **اعلیٰ حضرت** کو کھانا کیسے کھلایا جائے۔ آپ دن میں روزہ رکھتے تھے اور صرف پانی کے چند گھونٹ سے روزہ افطار فرمالیتے، کچھ بھی تناول نہ فرماتے، یوں ہی سحری میں بھی پانی کے چند گھونٹ پی کر روزہ رکھ لیتے۔

غالبًا رجب المرجب کا مہینہ تھا، کچھ احباب نے سجادہ ءآستانہ ءعالیہ مارہرہ مطہرہ پیر طریقت حضرت سید مہدی میاں صاحب **قبلہ** علیہ الرحمہ کو اطلاع دی لیکن وہ دولت کدے پر تشریف فرما نہیں تھے۔ شیر بیشہ ءاہلسنت، محافظِ ناموسِ رسالت حضرت علامہ شاہ **محمد** ہدایت رسول صاحب کو اطلاع دی گئی لیکن وہ بھی مکان پر تشریف فرما نہیں تھے، تبلیغِ سنیت میں **ملک** کا دورہ فرمارہے تھے، خیر جب اُن کو اطلاع ہوئی تو وہ فوراً بریلی شریف کے لیے روانہ ہوگئے اور قبلِ مغرب محلّہ سوداگران پہنچے۔

مولانا ہدایت رسول صاحب کو بتایا گیا کہ آج چھبیس روز ہوگئے ہیں کہ **اعلیٰ حضرت** نے کھانا نہیں کھایا، کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ بات کیا ہے۔ اتنے میں مغرب کی اذان ہونے لگی لوگ مسجد کی طرف چل دیے، حضور **اعلیٰ حضرت** بھی مکان سے تشریف لائے اور مسجد میں جا کر نمازِ مغرب کی امامت فرمائی۔

نماز سے فارغ ہونے کے بعد مولانا ہدایت رسول صاحب نے کچھ فاصلے سے کھڑے ہو کر سلام عرض کیا، **اعلیٰ حضرت** نے سلام کا جواب عطا فرمایا اور مولانا ہدایت رسول کو مخاطب کر کے فرمایا کیوں مولانا صاحب! آج دور کیسے کھڑے ہیں آیئے مصافحہ کریں، یہ کہہ کر **اعلیٰ حضرت** اٹھے اور مولانا ہدایت رسول صاحب کی طرف بڑھے، مولانا صاحب پیچھے ہٹے، آپ نے فرمایا: صاحب کیا بات ہے۔ مولانا ہدایت رسول صاحب نے عرض کی میں تو صرف ایک بات عرض کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ ارشاد ہوا فرمایئے۔ تو مولانا ہدایت رسول صاحب نے عرض کی کہ ''اب اہلسنت کو چوڑیاں پہن کر گھر میں بیٹھ جانا چاہیے''۔ **اعلیٰ حضرت** نے تعجب کے لب ولہجے میں فرمایا ''مولانا! یہ آپ کیا فرمارہے ہیں'' مولانا صاحب نے عرض کی ''جب اہلسنت کا امام کھانا پینا چھوڑ دے تو اُس کی دنیوی زندگی کا کیا سہارا کیا جاسکتا ہے''۔

اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ میری نظر سے سابقہ زمانے کے عابدین کا حال گزرا اُن لوگوں نے بغیر کھائے پیئے خداوندِ قدوس جل مجدہٗ کی عبادت کی اور ہم تو اُمتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں، اس لیے میں نے کھانا چھوڑ دیا، لیکن **بارگاہِ رسالت** علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عطا ہوتا رہا۔ مولانا صاحب نے عرض کیا، حضور! میری آنکھیں تو نہیں دیکھتی ہیں، میں تو آپ کا مہمان ہو کر آیا ہوں اور مہمان کیساتھ میزبان کا

کھانا بھی ضروری ہے۔ میری یہ ضد ہے کہ اگر آپ کھانا نہیں کھائیں گے تو آج سے میں بھی نہیں کھاؤں گا۔

اعلیٰ حضرت مولانا صاحب کا بڑا لحاظ فرماتے تھے اور مولانا ہدایت رسول صاحب کی بات بہت زیادہ مانتے تھے۔ فوراً گھر میں اطلاع ہوئی اور مہمان خانے میں دستر خوان بچھا دیا گیا۔ کھانا چنا گیا مولانا ہدایت رسول صاحب نے اپنے ہاتھ دھوئے پھر **اعلیٰ حضرت** کے دھلوائے اور اس طرح چھبیس دن کے بعد **اعلیٰ حضرت** نے مولانا صاحب کے ساتھ کھانا تناول فرمایا۔

(تجلیاتِ امام احمد رضا از مولانا امانت رسول صاحب مطبوعہ کراچی ص 83)

اعلیٰ حضرت کا پسندیدہ کھانا:

''**ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت**'' میں ہے کہ زمانہء قیامِ (حرمینِ شریفین) میں عُلَمائے عُظَمائے مکّہ ءمعظّمہ نے بکثرت فقیر کی دعوتیں بڑے اہتمام سے کیں۔ ہر دعوت میں علماء کا مجمع ہوتا، مذاکراتِ عِلْمِیَّہ رہتے۔ شیخ عبدالقادر کُردی علیہ الرحمہ مولانا شیخ صالح کمال کے شاگرد تھے۔ مسجد الحرام شریف کے احاطے ہی میں اُن کا مکان تھا انہوں نے تقرر دعوت (یعنی دعوت رکھنے) سے پہلے باصرارِ تام (مکمل اصرار سے) پوچھا کہ تجھے کیا چیز مرغوب (پسند) ہے؟ ہر چند عذر کیا نہ مانے، آخر گزارش کی کہ ''اَلْحُلْوُ الْبَارِد'' شیریں سرد۔ اُن کے یہاں دعوت میں اَنواعِ اطعمہ (یعنی طرح طرح کے کھانے پائے) جیسے اور جگہ ہوتے تھے، اُن کے علاوہ ایک عجیب نفیس چیز پائی کہ اِس ''اَلْحُلْوُ الْبَارِد'' کی پوری مصداق تھی، نہایت شیریں ذائقہ! ان سے پوچھا کہ اس کا کیا نام ہے؟ کہا '' رَضَیُ الْوَالِدَیْن ''اور وجہِ تسمیہ یہ بتائی کہ جس کے ماں باپ ناراض ہوں یہ پکا کر کھلائے راضی ہو جائیں۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا مصطفیٰ رضا خان مطبوعہ مکتبہ المدینہ کراچی ص 197)

گائے کا گوشت نہ کھاتے:

سید ایوب علی صاحب فرماتے ہیں کہ **اعلیٰ حضرت** گائے کے گوشت سے احتیاط فرماتے، ریاحی امراض کی وجہ سے معدہ ہلکی غذا قبول کرتا تھا۔

(**نوٹ:۔** ''**ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت**'' میں ہے کہ گائے کا گوشت قطعاً حلال اور نہایت غریب پرور گوشت اور بعض اَمزِجہ (طبیعتوں) میں گوشتِ بُز (یعنی بکری کا گوشت) سے نافع تر ہے۔ بہتیرے گوشت کے شوقین اسے پسند کرتے اور بکری کے گوشت کو بیمار کی خوراک کہتے ہیں اور اس کی قربانی کا تو خاص قرآن عظیم میں ارشاد ہے اور خود حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اس گائے کی قربانی ازواج مطہرات کی طرف سے فرمائی۔

ہندوستان میں بالخصوص شعائرِ اسلام سے ہے اور اس (کی قربانی) کا باقی رکھنا واجب، بعض لیڈر بننے والے کہ ہندوؤں سے اتحاد منانے کے لیے اس کا انسداد (یعنی روک تھام) چاہتے ہیں بدخواہِ مسلماناں ہیں۔ ہاں! حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے اس کا گوشت تناوُل فرمانا ثابت نہیں اور مجھے (یعنی اعلیٰ حضرت کو) تو سخت ضرر کرتا ہے۔)

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبہ المدینہ ص 67.68)

ایک مرتبہ سَفرِ پٹنہ میں ایک جگہ **اعلیٰ حضرت** دعوت میں تشریف لے گئے، دستر خوان پر گائے کے گوشت کا قورمہ اور اس پر طُرہ یہ کہ ایک انگلی برابر تیل کھڑا تھا۔ ہمراہیان پریشان ہوئے کہ کس طرح حضور تناول فرمائیں گے، مرچیں بھی کافی تھیں، مگر حیرت اس بات کو دیکھ کر ہوئی کہ حضور نوالہ خوب ڈبو، ڈبو کر (اہل خانہ کی دل جوئی کے لیے) بے تکلف اُس وقت تک تناول فرماتے رہے کہ سب حضرات فارغ ہو لیے یعنی سب کے بعد دست کشی فرمائی اور **اعلیٰ حضرت** کی یہ کرامت تھی کہ بفضلہٖ تعالیٰ کوئی نقصان نہ پہنچا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفرالدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص962)

باسی پانی نہ پیتے :

''ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت'' میں ہے کہ میری عادت ہے کہ باسی پانی کبھی نہیں پیتا اور اگر پیوں تو باآنکہ مزاج گرم ہے فوراً زکام ہو جاتا ہے۔ میری پیدائش سے پہلے حکیم سید وزیر علی مرحوم نے میرے یہاں باسی پانی کو منع کیا تھا جب سے معمول ہے کہ رات کے گھڑے بالکل خالی کر کے پینے کا پانی بھرا جاتا ہے تو میں نے دودھ بھی باسی پانی کا نہیں پیا، نہ کبھی نہار منہ پانی پیتا ہوں، نہ کبھی کھانے کے سوا، اور گرمی کی سہ پہر میں جو پیاس ہوتی ہے اس میں کلیاں کرتا ہوں اس سے تسکین ہوتی ہے۔۔۔

زم زم شریف کی محبت:

مگر زم زم شریف کی برکت کہ صحت میں، مرض میں، رات میں، تازہ، باسی بکثرت پیا اور نفع ہوا۔ زورقیں (یعنی پانی بھرنے کے ڈنڈی دار برتن) ہر وقت بھری رکھی رہتی تھیں۔ بخار کی شدت میں رات کو جب آنکھ کھلی، کلی کر کے زمزم شریف پی لیا۔ وضو سے پہلے پیتا، وضو کے بعد پیتا، بارہ، بارہ زورقیں ایک دن رات میں صرف میرے صرف (استعمال) میں آتیں۔ پونے تین مہینے کے قیام مکہ معظّمہ میں، میں نے حساب کیا تو تقریباً چار من زمزم شریف میرے پینے میں آیا ہوگا۔

حضرت مولانا سید اسمٰعیل کو اللہ تعالیٰ جناتِ عالیہ نصیب فرمائے، میری واپسیء حج کے چند سال بعد 1328ھ میں مجھ سے ملنے آئے، اور میرے شوقِ زم زم کا ذکر ہوا، فرمایا کہ'' ہر مہینے اتنے طنک یعنی پیپے بھیج دیا کروں گا کہ تمہارے ایک مہینے کے صَرف کو کافی ہوں۔'' مگر یہاں سے جاتے ہی اُنہیں سفرِ بابِ عالی کی ضرورت ہوئی اور مشیتِ الٰہی کہ وہیں انتقال فرمایا۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رحمۃً واسعۃ۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبہ المدینہ کراچی ص201)

مدینے کے پانی سے محبت :

''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' میں ہے کہ ایک مرتبہ **اعلیٰ حضرت** نے ارشاد فرمایا:

میں نے مدینہ طیبہ سے بہتر پانی کہیں نہ پایا۔ خدامِ کرام حاضرین بارگاہ کے لیے زورقوں (برتنوں) میں پانی بھر کر رکھ دیتے ہیں، کہ گرمی کے موسم میں اس شہرِ کریم کی ٹھنڈی نسیمیں اتنا سرد کر دیتی ہیں کہ بالکل برف معلوم ہوتا ہے، پھر فرمایا:

عمدہ پانی کی تین صفتیں ہیں اور وہ تینوں اس (پانی) میں اعلیٰ درجہ پر ہیں۔

(1) ایک صفت یہ کہ **ہلکا ہو**، اور وہ پانی اس قدر ہلکا ہے کہ پیتے وقت حلق میں اس کی ٹھنڈک تو محسوس ہوتی ہے اور کچھ نہیں، اگر خنکی نہ ہو تو پیتے وقت اس کا حلق سے اترنا بالکل ہی معلوم نہ ہو۔

(2) دوسری صفت **شیرینی** (مٹھاس) وہ پانی اعلیٰ درجہ کا شیریں ہے ایسا شیریں کہ میں نے کہیں نہیں پایا۔

(3) تیسری **خنکی** (ٹھنڈک) یہ بھی اس میں اعلیٰ درجہ پر ہے۔

میری عادت ہے کہ کھانا کھاتے میں پانی پیتا ہوں۔ کھانا مکان پر کھایا جائے اور وہ جانفزا پانی مسجد کریم میں، لہٰذا کھانے میں پانی نہ پیتا، کھانے کے بعد مسجدِ کریم میں بہ نیتِ اعتکاف حاضر ہوتا اور اس عطیہ ٔسرکار سے دل وجاں سیراب کرتا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفرالدین بہاری مطبوعہ لاہور ص284)

لباسِ مبارک

آپ کا لباسِ مبارک عموماً یہ ہوا کرتا تھا:

کُرتا۔۔۔شرعی پاجامہ۔۔۔انگرکھا۔۔۔عبا۔۔۔عمامہ شریف۔۔۔فرض نماز ہمیشہ عبا اور عمامہ کے ساتھ ہی ادا کرتے تھے۔ چنانچہ مولانا محمد حسین میرٹھی بیان فرماتے ہیں: کیسی ہی گرمی کیوں نہ ہو آپ ہمیشہ دستار اور انگرکھے کے ساتھ نماز پڑھا کرتے، خصوصاً فرض نماز تو کبھی صرف ٹوپی اور کُرتے کے ساتھ ادا نہ فرمائی۔

(فقیہِ اسلام از ڈاکٹر حسن رضا اعظمی مطبوعہ کراچی ص144، حیاتِ اعلیٰ حضرت ص94)

عمامہ شریف کا شملہ:

عمامہ مبارک کا شملہ سیدھے شانہ پر رہتا، عمامہ مبارک کے پیچ سیدھی جانب ہوتے، عمامہ مقدس کی بندش اس طور پر ہوتی کہ بائیں دستِ مبارک میں گردش اور داہنا دستِ مبارک پیشانی پر ہر پیچ کی گرفت کرتا تھا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفرالدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص260)

سفید لباس:

مولانا حسنین رضا خان رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں، **اعلیٰ حضرت** ہر موسم میں سواء موسمی لباس کے سفید ہی کپڑے زیبِ تن فرماتے۔ موسمِ سرما میں رضائی بھی اوڑھا کرتے تھے، مگر سبزہ کاہی اونی چادر بہت پسند فرماتے تھے اور وہ آپ کے تن مبارک پر سجتی بھی خوب تھی۔ آپ نے ہمیشہ ہندوستانی جوتا پہنا جسے سلیم شاہی جوتا کہتے ہیں۔

(مجددِ اسلام از علامہ نسیم بستوی مطبوعہ لاہور ص33)

مدنی لباس:

دوسری مرتبہ کی حاضری ٔ مدینہ منورہ کے موقع پر **اعلیٰ حضرت** نے عربی لباس بھی زیبِ تن فرمایا،جس کا واقعہ آپ خود ہی یوں ارشادفرماتے ہیں:

سرکارِاعظم (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) میں حاضری کے دن، بدن کے کپڑے میلے ہوگئے تھے،اور کپڑے رابغ (ایک علاقے کا نام) میں چھوٹ گئے تھے اور ایک یا دومنزل پہلے شب کو ایک جوتا کہیں راستہ میں نکل گیا۔ یہاں عربی وضع کا لباس اور جوتا پہنا اور یوں مُواجَہہ اقدس کی حاضری نصیب ہوئی۔ یہ بھی سرکار(صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم)ہی کی طرف سے تھا کہ اس لباس میں بلانا چاہا۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبۃ المدینہ کراچی ص218)

سبز، سرخ، سیاہ لباس :

محرم کی پہلی تاریخ سے عشرہ تک ''سبز،سُرخ سیاہ لباس سے اجتناب کا حکم فرماتے کہ سبز علمداروں کا لباس ہے،سُرخ خوارج کا اور سیاہ روافض کا۔ایک سال حضور کی مرزئی (واسکٹ) میں تینوں رنگ تھے۔اس کی زمین سیاہ تھی اوراس میں گلاب کے پھول سرخ اور پتیاں سبز۔جب ماہ محرم آیافوراًاتاردیا۔حالانکہ اس میں تشبہ کسی کا نہ تھا کہ ہرایک لباس ایک رنگ کا ہوتا ہے۔

تبدیلی ء لباس :

جناب سیدایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ حضور ہفتہ میں دوبار جمعہ اور سہ شنبہ (منگل) کوملبوسات شریف تبدیل فرمایا کرتے تھے۔ہاں اگر پنجشنبہ (جمعرات) کو **یوم عیدَین یا یوم النبی** (عیدِمیلادالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) آکر پڑتے تو دونوں دن لباس تبدیل فرماتے،یا شنبہ (ہفتہ) کے دن یہ مبارک تقریبیں آتیں تب بھی دونوں دن تبدیل فرماتے۔اِن دونوں تقریبات کے علاوہ سواء یومِ معین کے اور کسی وجہ سے لباس تبدیل نہ فرماتے۔حتیٰ کہ جیلانی میاں (مولانا ابراہیم رضا خان آپ کے پوتے)سلمہٗ کے ختنہ کی تقریب ایسے روز ہوئی کہ تبدیلیِ ٔ لباس کا دن نہ تھا۔وہی لباس زیبِ تن رکھا تبدیل نہ فرمایا،اگرچہ بعض اقرباواعزہ ورؤسائے شہر مکلّف لباس پہن کرآئے تھے مگرحضور اپنا لباس سابق پہنے ہوئے شریکِ تقریب رہے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت ازمولانا ظفرالدین بہاری مطبوعہ لاہورص91)

مسجد کا ادب واحترام

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے معمولات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ مساجد کا بہت ادب واحترام فرمایا کرتے،جس کی چند جھلکیاں درجہ ذیل سطور میں پیش کی جاتی ہیں:

دایاں قدم :

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسجد میں داخل ہوتے ہوئے ہمیشہ دایاں قدم پہلے داخل فرماتے، جبکہ باہر آتے ہوئے پہلے بایاں قدم جوتے کے بالائی حصے پر رکھتے پھر سیدھے پاؤں میں جوتا پہن کر اُلٹے پاؤں میں جوتا پہنتے (تاکہ سُنت کے مطابق عمل ہوجائے)۔ بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت اُلٹا قدم پہلے اندر رکھتے اور اپنا عصائے مبارک باہر دروازے پر کھڑا فرما کر جاتے۔شاید اس میں دو مصلحتیں تھیں، ایک تو یہ کہ دوسرا شخص آنے نہ پائے دوسرا یہ کہ عصائے مبارک مسجد میں ساتھ رہتا تھا،بعض اوقات اسی کے سہارے قیام فرماتے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت ازمولانا ظفرالدین بہاری مطبوعہ لاہورص92,261)

درمیانی دروازے سے داخل ہوتے:

جب بھی مسجد میں تشریف لاتے ہمیشہ وسطی در سے داخل ہوا کرتے،اگرچہ آس پاس کے دروازوں سے داخل ہونے میں سہولت ہی کیوں نہ ہو،بعض اوقات اورادووظائف مسجد شریف ہی میں بحالتِ خرام (چلتے ہوئے) شمالاً جنوباً پڑھا کرتے مگر منتہائے فرشِ مسجد سے واپسی ہمیشہ قبلہ رو ہوکر ہی ہوتی،کبھی پشت کرتے ہوئے کسی نے نہ دیکھا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت ازمولانا ظفرالدین بہاری مطبوعہ لاہورص261,)

ہر قدم دایاں:

جناب سیدایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ:ایک روزفریضہء فجر ادا کرنے کے لیے خلافِ معمول کسی قدر حضور (اعلیٰ حضرت) کو دیر ہوگئی، نمازیوں کی نگاہیں بار بار کاشانہءاقدس کی طرف اٹھ رہی تھیں کہ عین انتظار میں جلدی جلدی تشریف لائے،اُس وقت برادرم قناعت علی نے اپنا یہ خیال مجھ سے کہا کہ اس تنگ وقت میں دیکھنا یہ ہے کہ حضور دایاں قدم مسجد میں پہلے رکھتے ہیں یا بایاں۔مگر قربان اُس ذاتِ کریم کے کہ دروازہء مسجد کے زینے پر جس وقت قدمِ مبارک پہنچتا ہے تو سیدھا،توسیعی فرشِ مسجد پر قدم پہنچتا ہے تو سیدھا،قدیمی فرشِ مسجد پر قدم پہنچتا ہے تو سیدھا،آگے صحن مسجد میں ایک صف بچھی تھی اس پر قدم پہنچتا ہے تو سیدھا،اوراسی پر بس نہیں ہرصف پر تقدیم سیدھے ہی قدم سے فرمائی یہاں تک کہ محراب میں مصلیٰ پر قدمِ پاک سیدھا ہی پہنچتا ہے،۔۔۔۔

مسجد میں پورا قدم نہ رکھتے :

اعلیٰ حضرت فرشِ مسجد پر ایڑھی اورانگوٹھے کے بل چلا کرتے تھے اوردوسروں کو بھی نصیحت فرمایا کرتے کہ مسجد کے فرش پر چلتے ہوئے آواز پیدا نہیں ہونی چاہیے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت ازمولانا ظفرالدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہورص862)

مسجد کا دیا جلانے میں احتیاط:

برسات کا موسم تھا، عشاء کے وقت ہوا کے تیز جھونکے مسجد کے کڑوے تیل کا چراغ بار بار گل کر دیتے تھے۔جس کے روشن کرنے میں بارش کی وجہ سے سخت دقت ہوتی تھی۔اوراس کی وجہ ایک یہ بھی تھی کہ خارج مسجد دیا سلائی جلانے کا حکم تھا۔اوراس زمانے میں نار وے کی دیا سلائی استعمال کی جاتی تھی جس کے روشن کرنے میں گندھک کی بد بو نکلتی تھی۔لہٰذا اس تکلیف کی مدافعت حضور کے خادم خاص حاجی کفایت اللہ صاحب نے یہ کی کہ ایک لالٹین میں معمولی چار شیشے لگوا کر کپی میں ارنڈی کا تیل ڈالا اور روشن کر کے حضور کے ساتھ ساتھ مسجد کے اندر لے جا کر رکھ دی۔تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ حضور کی نظر اس پر پڑی۔ارشاد فرمایا: حاجی صاحب! آپ نے یہ مسئلہ بار ہا سنا ہوگا کہ مسجد میں بد بو دار تیل نہیں جلانا چاہیے۔انہوں نے عرض کیا حضور! اس میں ارنڈی کا تیل ہے، فرمایا راہگیر دیکھ کر کیسے سمجھیں گے کہ اس لالٹین میں ارنڈی کا تیل جل رہا ہے، وہ تو یہی کہیں گے کہ دوسروں کو تو فتویٰ دیا جاتا ہے کہ مٹی کا بد بو دار تیل مسجد میں نہ جلاؤ اور خود مسجد میں لالٹین جلوا رہے ہیں۔ہاں اگر آپ برابر اس کے پاس بیٹھے ہوئے یہ کہتے رہیں کہ اس لالٹین میں ارنڈی کا تیل ہے، اس لالٹین میں ارنڈی کا تیل ہے تو مضائقہ نہیں۔چنانچہ حاجی صاحب نے فوراً اس لالٹین کو گل کر کے خارجِ مسجد کر دیا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت ازمولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ لاہور ص264)

ساری رات ٹھٹھرتے گزار دی :

ایک مرتبہ آپ اپنی مسجد میں اعتکاف کے لیے مقیم تھے، سردی کا موسم رات کا وقت، اس پر دیر سے سخت بارش ہو رہی تھی۔حضور کو نماز عشاء کے لیے وضو کی فکر ہوئی، بارش میں کس جگہ بیٹھ کر وضو کیا جائے، بالآخر مسجد کے اندر لحاف (یعنی) گدے کی چار تہ کر کے اِسی پر وضو کیا لیکن ایک قطرہ مسجد کے فرش پر نہ گرنے دیا اور پوری رات اس انتہائی سردی اور بارش کے طوفان میں یوں ہی بیداری کی حالت میں ٹھٹھر ٹھٹھر کر گزاری۔

(مجددِ اسلام ازعلامہ نسیم بستوی مطبوعہ لاہور ص87)

مسجد کا ادب کیجئے :

اعلیٰ حضرت نہ صرف خود مسجد کا ادب کیا کرتے بلکہ دوسروں کو بھی تلقین فرمایا کرتے تھے''**حیاتِ اعلیٰ حضرت**'' میں ہے کہ **ایک** صاحب جنہیں نواب صاحب کہا جاتا تھا، مسجد میں نماز پڑھنے آئے اور کھڑے کھڑے بے پرواہی سے اپنی چھڑی مسجد کے فرش پر گرادی، جس کی آواز حاضرین نے سنی۔**اعلیٰ حضرت** نے فرمایا: ''نواب صاحب! مسجد میں زور سے قدم رکھ کر چلنا بھی منع ہے، پھر کہاں چھڑی کو اتنی زور سے ڈالنا!'' نواب صاحب نے وعدہ کیا کہ اِنْ شاءَ اللہ عزوجل آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔

(اعلیٰ حضرت کی انفرادی کوششیں مکتبہ المدینہ ص35)

وعظ و تقریر

اعلیٰ حضرت کے معمولات میں سے تھا کہ آپ زیادہ وعظ نہ فرمایا کرتے ''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' میں ہے کہ آپ کا معمول تھا سال میں تین وعظ مستقلاً فرمایا کرتے تھے۔

(1) سالانہ جلسہءدستارِفضیلت ''مدرسہ اہل سنت وجماعت''۔

(مسجد بی بی جی محلّہ بہاری پور میں)

(2) مجلسِ میلادِسرورِکائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم میں

(جو کہ ہر سال بارہ ربیع الاول شریف کو دونوں وقت صبح آٹھ بجے اور شب کو بعد نمازِ عشاء حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب کے مکان میں کہ وہی آپ کا آبائی مکان تھا منعقد ہوتی تھی۔جس میں شہر بھر کے عمائدین ومعززین مطبوعہ دعوت نامہ کے تحت مدعو ہوتے،اوراس مجلس کا اہتمام اوروعظ کی اہمیت شہر بھر میں ایسی تھی کہ اس تاریخ کوکسی دوسری جگہ اس اہتمام کے ساتھ مجلس نہیں ہوتی تھی۔)

(3) عرسِ سراپاقدس حضرتِ خاتم الاکابرحضرت مولانا شاہ آلِ رسول صاحب مارہروی کے موقع پر 18ذِی الحِجۃ الحرام کو۔

(جو **اعلیٰ حضرت** کے کاشانہءاقدس پرہی منعقد ہوتا تھا)۔

اس کے علاوہ کبھی کبھی اہلِ شہر کی دعوت اورعرض وتمنا پرشہر کی بعض مجالسِ میلادمیں بھی بیان فرمادیا کرتے تھے مگر ان تین جگہوں میں اوران تین موقعوں پر باالتزام آپ کی تقریر ضرور ہوا کرتی تھی۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت ازمولانا ظفرالدین بہاری مطبوعہ لاہورص177-176)

بغیر اجازت بیان کا اعلان :

حضرت سید اسمٰعیل حسن میاں صاحب مارہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:

جناب مولانا **احمد رضا خاں** صاحب وعظ وبیان فرمانے سے بہت احتراز فرماتے تھے۔ایک بار جامع مسجد سیتاپور میں ایک صاحب نے بلا اجازت وعلم **اعلیٰ حضرت** کے وعظ کا اعلان کردیا۔لوگ رک گئے،آپ کواعلان کرنا بہت ناگوار گزرا،مگر جناب مولانا عبدالقادر بدایونی صاحب نے عرض کیا:حضور!لوگ رکے ہوئے ہیں کچھ بیان فرمادیجئے تو سنن ونوافل سے فارغ ہونے کے بعد تجدیدِ وضو کرکے ''سورۃ ءاعلیٰ'' کا نہایت ہی اعلیٰ بیان فرمایا۔

آج یہیں سے وعظ کی ابتدا ہو:

مولانا محمد ظفرالدین بہاری صاحب مزید لکھتے ہیں کہ:

اس قسم کا ایک واقعہ جامع مسجد شمسی بدایوں میں بھی پیش آیا اورغالبًا یہ واقعہ سیتاپور سے پہلے کا ہے۔حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب

بدایونی نے بغیر اطلاع وعلم مؤذنِ مسجد سے کہہ دیا کہ جمعہ کی نماز کے بعد جناب مولانا **احمد رضا خان** صاحب کے وعظ کا اعلان کر دینا۔ انہوں نے فرضِ جمعہ کے ساتھ ہی کھڑے ہوکر اعلان کر دیا کہ سب حضرات سنن ونوافل کے بعد تشریف رکھیں، **اعلیٰ حضرت** مولانا شاہ امام **احمد رضا خان** صاحب کا وعظ ہوگا۔

جب **اعلیٰ حضرت** سنن ونوافل سے فارغ ہوئے دیکھا کہ سب لوگ انتظار میں بہزار ذوق وشوق بیٹھے ہوئے ہیں۔ **اعلیٰ حضرت** نے عذر فرمایا کہ: میں تو وعظ نہیں کہہ سکتا۔ مولانا عبدالقیوم صاحب نے فرمایا: تو آج یہیں سے وعظ کی ابتدا ہو۔ **اعلیٰ حضرت** نے فرمایا کہ: آپ نے مجھے پہلے سے اطلاع نہیں دی۔ مولانا نے فرمایا: آپ کے لیے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ **اعلیٰ حضرت** حسب اصرار منبر پر تشریف لے گئے اور دو گھنٹے کامل نہایت ہی پراثر زبردست بیان فرمایا۔

مولانا عبدالقیوم صاحب نے بعدِ ختمِ وعظ مصافحہ کیا اور فرمایا کہ: کوئی عالم کتابیں دیکھ کر آنے کے بعد بھی ایسے پرازمعلومات وپراثر بیان سے حاضرین کو محظوظ نہیں کرسکتا، یہ وسعتِ معلومات جناب ہی کا حصہ ہے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفرالدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص173)

دوسروں کو وعظ کے کیا لائق:

حضرت سید شاہ اسمٰعیل حسن میاں صاحب مارہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان ہے کہ:

حضرتِ جدِ امجد سیدنا شاہ برکت اللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا عرس شریف ایک زمانے میں میرے والد صاحب (سجادہ نشین مارہرہ شریف) نہایت اہتمام وانتظام اور اعلیٰ پیمانہ پر کیا کرتے تھے۔ اس میں بارہا حضرت مولانا (**امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ**) بھی تشریف لائے اور میرے اصرار سے بیان بھی فرمایا، مگر اس طرح کہ حاضرینِ مجلس سے فرماتے۔۔۔

''میں ابھی اپنے نفس کو وعظ نہیں کہہ پایا دوسروں کو وعظ کے کیا لائق ہوں''۔

آپ حضرات مجھ سے مسائلِ شرعیہ دریافت فرمائیں، ان کے بارے میں جو حکمِ شرعی میرے علم میں ہوگا، چونکہ بعدِ سوال اُسے ظاہر کر دینا حکمِ شریعت ہے، میں ظاہر کر دوں گا۔ اتنا سن کر حاضرین میں سے کوئی صاحب حسبِ حال سوال کر دیتے اور حضور پُرنور **سیدی اعلیٰ حضرت** اپنی تقریرِ دل پذیر سے ایک مؤثر بیان اس مسئلہ پر فرما دیتے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفرالدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص106)

دیکھ کر بیان فرمایا:

حضرت سید صاحب موصوف قدس سرہ العزیز مزید فرماتے ہیں کہ:

ایک بار میرے اصرار سے مولانا (احمد رضا خان صاحب) نے مزارِ صاحبُ البرکات پر اپنے والد ماجد قبلہ (مولانا شاہ نقی علی خان رحمۃ اللہ تعالیٰ

علیہ) کا مؤلفہ (تالیف کردہ) مولود شریف بنام **"سُرُورُ القُلوب فِی ذِکرِ المَحبُوب"** بھی پڑھا ہے۔

مولانا ظفر الدین بہاری صاحب اس واقعے پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ۔۔۔

"تواضع وانکساری کی یہ حد ہے، اس لئے کہ کتاب دیکھ کر مجلس میں ایک معمولی مولوی بھی پڑھنا پسند نہیں کرتا بلکہ اس کو لوگ شانِ علم کے خلاف سمجھتے ہیں۔ میں نے بہتیروں (بہت سوں) کو دیکھا ہے کہ مبلغ علم ان کا اُردو میں میلاد کی چند کتابیں ہے، مگر اُن کو بھی دیکھ کر نہیں پڑھا کرتے بلکہ ایک مسلسل مضمون یاد کرلیا اور اسی کو زبانی جابجا پڑھا کرتے ہیں"۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص106)

تقریر کیسی ہوتی:

مولانا امجد علی اعظمی صاحب ارشاد فرماتے ہیں:

اعلیٰ حضرت کی تقریر نہایت پر مغز، بہت زیادہ مؤثر اور تقریر میں علمی نکات بکثرت ہوا کرتے تھے۔ کبھی کوئی تقریر ایسی نہیں ہوئی جس میں سامعین پر عموماً گریہ نہ طاری ہوا اور ہر طرف سے آہ وبکا کی آوازیں نہ آئی ہوں۔۔۔

لوگ دور دور سے سننے کے لیے آتے:

اعلیٰ حضرت کا وعظ سننے کے لیے لوگ دور دور سے آیا کرتے تھے۔ خصوصاً رامپور، مرادآباد، شاہ جہاں پور، پیلی بھیت وغیرہ۔

(تذکرہ اعلیٰ حضرت بزبانِ صدر الشریعہ از حافظ محمد عطاالرحمٰن مکتبہ اعلیٰ حضرت ص49)

مجلسِ میلاد کی منظر کشی:

جنابِ سید ایوب علی صاحب عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے موقع پر **اعلیٰ حضرت** کے کاشانہء اقدس پر ہونے والی مجلسِ میلاد و مجلسِ وعظ کی منظر کشی کچھ یوں کرتے ہیں:

عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا دن ہے، آستانہء عالیہ قدسیہ رضویہ پر صبح صادق سے چہل پہل ہے، پرانی حویلی میں (یعنی آبائی مکان میں جس میں حضرت مولانا حسن رضا خان صاحب منجھلے میاں کا قیام ہے) مجلس میلاد فیض بنیاد کے جلد جلد انتظامات ہو رہے ہیں۔۔۔

گھر گھر میں خوشیاں منائی جارہی ہیں۔۔۔

کوئی غسل کررہا ہے۔۔۔

تو کوئی بہترین لباس پہن کر مسجد شریف میں نماز فجر کے لیے حضور کی آمد کا منتظر ہے۔۔۔

ہر خورد وکلاں (چھوٹا بڑا) خوشی سے پھولا نہیں سماتا ہے۔۔۔

غرض مریدین ومعتقدین ومتوسلین میں جسے دیکھئے نئے لباس میں دوڑا چلا آرہا ہے۔۔۔

مسجد میں صف بندیاں ہوتی چلی جارہی ہیں۔۔۔

اتنے میں **اعلیٰ حضرت** کاشانہء اقدس سے تشریف لاتے ہیں۔۔۔

فریضہء فجر ادا کیا جاتا ہے۔۔۔

اور جس وقت فارغ ہوتے ہیں تو قریب قریب مسجد نمازیوں سے بھری ہوتی ہے۔۔۔

اب ہر شخص اس کا منتظر ہے کہ حضور وظائف سے فارغ ہوجائیں تو دست بوسی کی جائے۔۔۔

چنانچہ حاضرین بعدِ فراغت دست بوس ہوتے جاتے ہیں۔۔۔

اور جلد جلد مجلس شریف میں منبر شریف کے قریب مل مل کر بیٹھتے جاتے ہیں۔۔۔

اس اضطراب کی وجہ دراصل یہ ہے کہ **اعلیٰ حضرت** کے سال میں صرف تین ہی بیان ہوتے ہیں۔اس لیے بایں خیال کہ ہمیں منبر کے قریب جگہ مل جائے مجمع بہت پہلے سے جمع ہوگیا۔۔۔

اب خلیفہء **اعلیٰ حضرت**، مداح الحبیب حضرت مولانا مولوی جمیل الرحمٰن خاں صاحب قادری رضوی نے مع اپنے شاگردوں کے منبر شریف پر آکر ذکر فضائل سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم اور پر کیف نعت خوانی خوش الحانی کے ساتھ شروع فرمادی۔۔۔

ٹھیک 10 بجے مولانا جمیل الرحمٰن صاحب نے ذکر میلاد کا آغاز فرمایا۔۔۔

عین قیام کے وقت حضور **اعلیٰ حضرت** نے شرکت فرمائی اور منبر شریف پر رونق افروز ہوئے۔۔۔

15-20 منٹ حضور نے سکوت اختیار فرمایا کہ آپ کی تشریف آوری پر باہر سے ایک دم شائقین کے ہجوم کا سیلاب عظیم آجانے سے ہلچل پیدا ہوگئی تھی۔۔۔

ایک پر ایک آدمی ریلا آنے سے گر رہا تھا۔۔۔

یہ کیفیت دیکھ کر حضور کے خواہر زادے (بھانجے) حاجی شاہد علی خاں صاحب نے با آوازِ بلند مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ درود شریف پڑھتے جایئے اور آگے بڑھتے جایئے۔اس طرح جگہ میں گنجائش ہوئی۔۔۔

انہوں نے چند بار یہی ہدایت دہرائی اور حاضرین کے لیے گنجائش نکالی۔۔۔

مگر پھر بھی دراوزے پر مجمع موجود تھا۔۔۔

آپ نے توجہ دلائی کہ ہر ایک صاحب اپنے دونوں زانو اٹھالیں اور آگے بڑھنے کی کوشش کریں۔۔۔

مختصر یہ کہ پھر بھی دروازے کے سامنے کا ہجوم نہ کم ہوتا تھا نہ کم ہوا۔۔۔

ہاں ابتداً جیسا شوروغل بڑھا وہ بالکل جاتا رہا۔۔۔

اس کے بعد حضور کے لیے اگالدان اور گلاس پانی کا آیا آپ نے غرارہ فرما کر وعظ مبارک شروع فرما دیا۔۔۔

(آپ کا یہ بیان لکھ لیا گیا جو کہ ''حیاتِ اعلیٰ'' میں صفحہ 179 تا 196 تحریر ہے اس بیان میں اعلیٰ حضرت نے ''بسم اللہ'' کی باسے حضور سیدِ عالم **صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم** کی عظمتیں بیان فرمائی ہیں۔ شائقین اصل کتاب کی طرف رجوع کریں۔)

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفرالدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص 177)

وعظ کے لیے ''صدر الشریعہ'' کی جانشینی :

صدرالشریعہ حضرت مولانا امجد علی اعظمی صاحب بھی ایسی ہی ایک تقریب کا احوال بیان فرماتے ہیں کہ:

ایک مرتبہ ربیع الاول کے جلسے میں اثنائے تقریر **اعلیٰ حضرت** کا مزاج کچھ ناساز ہو گیا۔ دردِ سر کی شدت اتنی ہوئی کہ تقریر جاری نہ رکھ سکے۔

تقریر روکنے کے بعد تخت پر مجھے بلایا اور ارشاد فرمایا کہ: آپ تقریر کریں۔ میں نے عرض کیا: کیا چیز بیان کروں؟ ارشاد فرمایا کہ: جو مضمون میں بیان کر رہا تھا اِس کی تکمیل کرو۔ بھلا کہاں **اعلیٰ حضرت** کا بیان اور کہاں مجھ بے بضاعت کا بیان، مگر ان کا حکم تھا تعمیل کرنی پڑی یہ تو میں نہیں کہہ سکتا کہ **اعلیٰ حضرت** کے بیان کی تکمیل تھی مگر جو کچھ ہو سکا اخیر وقت تک اس سلسلہ میں بیان کر کے مجلس کو ختم کیا۔۔۔

اس کے سوا ہے کون جو ہے وہی ہے:

اسی طرح ایک مرتبہ **اعلیٰ حضرت** کا مزاج ناساز تھا بہت کوشش فرمائی کہ مجلس میں چلیں، وقت ہو چکا تھا، مگر علالت نے مہلت نہ دی۔ مولانا محمد رضا خان صاحب عرف ننھے میاں حاضر ہوئے اور تشریف لے چلنے کے لئے عرض کی۔ ارشاد فرمایا کہ: ''اس وقت حرارت ہے، طبیعت ناساز ہے، ابھی جا نہیں جا سکتا، جاؤ امجد علی سے کہہ دو کہ وہ بیان کرے اور اس کے سوا ہے کون جو ہے وہی ہے''۔

اعلیٰ حضرت کے حکم کے مطابق بیان کرنا شروع کیا۔ کچھ دیر کے بعد جب مزاج میں سکون پیدا ہوا تو تشریف لائے اور حکم دیا کہ تقریر جاری رکھو۔ تقریر کو ایک حد تک پہنچایا۔ اس کے بعد میں نے عرض کیا ''سامعین و حاضرین چند الفاظ حضور کی زبان پاک سے بھی سننا چاہتے ہیں، ان کے دل جوشِ عقیدت سے لبریز ہیں''۔ چنانچہ آخر میں آپ نے مختصر سا کچھ مضمون، پھر بیانِ ولادت پر اس سلسلہ کو ختم فرمایا۔۔۔

ہر کسی کی تقریر نہیں سنتے تھے:

مولانا امجد علی اعظمی صاحب مزید ارشاد فرماتے ہیں:

اعلیٰ حضرت کی عادت تھی کہ دو تین آدمیوں کے علاوہ کسی کی تقریر نہیں سنتے تھے۔ ان دو تین آدمیوں میں ایک میں بھی تھا۔ **اعلیٰ حضرت** یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ ''عموماً مقررین اور واعظین میں افراط و تفریط ہوتی ہے۔ احادیث کے بیان کرنے میں بہت سی باتیں اپنی طرف سے ملا دیا کرتے ہیں اور ان کو حدیث قرار دے دیا کرتے ہیں جو یقیناً حدیث نہیں ہیں۔ الفاظِ حدیث کی تفسیر و تشریح اور اس میں

بیانِ نکات امرِ آخر ہے اور یہ جائز ہے مگر نفسِ حدیث میں اضافہ اور جس شے کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے نہ فرمایا ہو اس کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی طرف نسبت کرنا یقیناً وضع حدیث ہے جس پر سخت وعید وارد ہے، لہٰذا میں ایسی مجالس میں شرکت پسند نہیں کرتا جہاں اس قسم کی خلافِ شرع بات ہو''۔

(تذکرہ اعلیٰ حضرت بزبانِ صدرالشریعہ از حافظ محمد عطاالرحمٰن مکتبہ اعلیٰ حضرت ص 49)

آیئے! اب **اعلیٰ حضرت** رحمۃ اللہ علیہ کی مجالس وعظ میں پیش آنے والا ایک واقعہ بھی پڑھتے ہیں۔۔۔

محفل میں سرکار تشریف لے آئے:

آپ کے شاگرد وخلیفہ حضرت مولانا برہان الحق صاحب جبلپوری رحمۃ اللہ علیہ **اعلیٰ حضرت** کی مجلسِ وعظ میں ہونے والا ایک چشم دید واقعہ یوں بیان فرماتے ہیں:

''سینچر (ہفتہ) کو قصائی محلّہ (بمبئی) میں **اعلیٰ حضرت** کا وعظ ہوا، منبر کے قریب والد ماجد اور چچا کے پیچھے میں دیوار سے ٹک کر بیٹھا تھا، مسجد میں تل رکھنے کی جگہ نہ تھی۔ ایمان افروز نورانی تقریر سے مجمع پر محویت طاری تھی۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد مجھ پر غنودگی کا غلبہ ہوا۔

خواب میں دیکھا کہ ایک عجیب دلکش نور سے پوری فضاء منور ہے درود وسلام کی سرور افزا آواز سے بیدار ہوا، دیکھا کہ **اعلیٰ حضرت** منبر سے نیچے کھڑے دست بستہ

''اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ''

پڑھ رہے ہیں، چشمانِ مبارکہ سے قطرات ٹپک رہے ہیں۔ **اعلیٰ حضرت** کے آنسو جاری تھے اور جس والہانہ انداز سے محوِ صلوٰۃ وسلام تھے وہ عجیب کیف افزا منظر تھا جس کا اظہار الفاظ میں ممکن نہیں۔ صلوٰۃ وسلام سے فارغ ہو کر **اعلیٰ حضرت** منبر پر واپس تشریف لائے، تقریباً آدھ گھنٹے بعد دعا پر تقریر ختم ہوئی۔۔۔

ہم **اعلیٰ حضرت** سے اجازت لے کر قیام گاہ واپس ہوئے، راستہ میں والد اور چچا سے میں نے مسجد میں دورانِ وعظ خواب کا ذکر کیا۔ خواب کا واقعہ سن کر والد صاحب نے ارشاد فرمایا:

اعلیٰ حضرت مدینہ طیبہ اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی محبت وعظمت وتوقیر وتعظیم پر بیان فرمارہے تھے کہ یکا یک کافی بلند آواز سے

''اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ''

کہہ کر منبر سے اتر آئے اور ہاتھ باندھ کر عجیب رقت آمیز آواز میں صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہوئے قبلہ رُخ کھڑے ہوگئے۔ ولادتِ مبارکہ کا ذکر بھی نہ تھا اور وعظ ختم کرنے کا بھی کوئی انداز نہ تھا۔ دراصل **اعلیٰ حضرت** کی باطنی، روحانی نظر مبارک نے دیکھ لیا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم تشریف فرما ہیں اس لیے فوراً منبر سے اتر آئے اور ''صلوٰۃ وسلام'' عرض کرنے لگے۔

اگلے دن جب **اعلیٰ حضرت** کی بارگاہ میں دوبارہ حاضری ہوئی تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک صاحب سفید گھنی داڑھی، ترکی ٹوپی لگائے **اعلیٰ حضرت** کے قریب بیٹھے ہوئے ہیں، آنسو جاری ہیں، انہوں نے ذکر کیا کہ رات وعظ میں وہ مسجد کے درمیانی دروازے سے لگے ہوئے بیٹھے تھے اور آنکھیں بند تھیں، محویت کے عالم میں دیکھا کہ ایک نور سا محیط ہوگیا۔ اور

''اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُولَ اللّٰہ ''

کی آواز پر آنکھ کھلی تو سامنے سارا مجمع کھڑا صلوٰۃ وسلام پڑھ رہا تھا، یہ سن کر والدِ ماجد نے عرض کیا حضور! یہ منظر برہان نے بھی دیکھا ہے۔ **اعلیٰ حضرت** نے صرف یہ فرمایا:

''سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا یہ کرم تھا کہ تجلی فرمائی۔۔۔۔الحمدللہ

(حضرت رضا بریلوی کی شخصیت از علامہ ڈاکٹر غلام مصطفےٰ مکتبہ جمعیت اشاعتِ اہلسنت پاکستان ص16)

عربی منقبتِ اعلیٰ حضرت

اَیُّھَا الْبَحْرُا الْغَطَمْطَمْ اَیُّھَا الْحِبْرُا لُعَلَمَ

اَنْتَ شَیْخُ الْکُلِّ فِی الْکُلُ سَیِّدِیْ اَحْمَدْ رَضَا

اَنْتَ مِفْضَالُ کِرَام اَنْتَ مِقْدَامٌ ھُمَام   رُحْلَۃُ قَرْمٍ ھُمَا م سَیِّدِیْ اَحْمَدْ رَضَا

اِنْتِسَابِیْ مِنْكَ یَکفِیْنِیْ لِحُسْنِ الْخَاتِمَۃْ   اَنْتَ لِیْ نُوْرٌ لِّقَبْرِیْ سَیِّدِیْ اَحْمَدْ رَضَا

اَنْتَ مَأْ وٰینَا الْفَخِیْم اَنْتَ مَلجَاناَ الْعَظِیْم   اَنْتَ مَوْلَانَا الْکَرِیْم سَیِّدِی اَحْمَدْ رَضَا

اَنْتَ کَنْزٌ لِّیْ لِیَومِی اَنْتَ ذُخْرِیْ فِیِ غَدِیْ

اَنْتَ غَوْثِیْ اَنْتَ غَیْثِیْ سَیِّدِیْ اَحْمَدْ رَضَا

امیر اھلسنت کی اعلیٰ حضرت سے محبت

امیرِ اہلسنت حضرت مولانا محمد الیاس عطار قادری فرماتے ہیں۔۔۔

اس سے پہلے کہ میں **حضور سیدی اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مبارک مسلک سے بال برابر بھی بھکوں اللہ عزوجل مجھے مدینہ منورہ میں زیرِ گنبدِ خضراء **جلوہءمحبوب** صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم میں شہادت عطا فرمادے۔

تیسرا باب

ارکانِ اسلام کا حسنِ اہتمام

ایمانِ کامل۔۔۔نماز۔۔۔روزہ۔۔۔زکوٰۃ۔۔۔حج

ایمانِ کامل

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی پوری زندگی میں ایمانِ کامل کی صفت اعلیٰ درجہ پر نظر آتی ہے۔اُن کے عقائد وافکار یقین کی محکم بنیادوں پر قائم ہیں۔ یہ استحکام صرف علم سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ اس کے لیے عرفان ضروری ہے۔**اعلیٰ حضرت** کی تاریخ ولادت جوانہوں نے قرآن پاک سے خود استخراج فرمائی یہ ہے۔

اُو لٰئِكَ كَتَبَ فِىْ قُلُوْ بِهِمُ اْلاِ يمَانَ وَ اَيَّدَ هُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ

۱۲ ھ ۷۲

ترجمہ کنزالایمان:۔''یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا اوراپنی طرف کی روح سے اُن کی مدد کی''۔

یہ حقیقت ہے کہ آپ کے دل پر ایمان نقش کردیا گیا اور آپ یقینِ کامل کی اُس منزل پر فائز تھے جو صرف عارفانِ حق ہی کا خاصہ ہے۔

ایمان کیسا ہونا چاہیے ؟

''ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت''میں **اعلیٰ حضرت** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ منزلِ ایمان ویقین کی یوں نشاندہی فرماتے ہیں:

'اِلٰهِيّات،(ذاتِ الٰہی کے بارے میں)و**''نُبُوَّات''**(انبیائے کرام کے بارے میں)و''مَعاد'(یعنی آخرت کے حوالے سے عقائد)کو جو میزانِ عقل سے تولنا چاہے گا وہ لغزش(خطا)کرے گا۔**عقائدِ سَمْعِيَّہ**(وہ عقائد جن کا سمجھنا دلیل شرعی پر موقوف ہے۔فقط عقل سے نہیں جانے جاسکتے،جیسے نبوت،عذابِ قبر آخرت،ثواب وعقاب وغیرہ)کے بارے میں اِن نصوصِ شرعیہ کے ہاتھ میں ایسا ہوجائے جیسے غَسّال کے ہاتھ میں میت،بس!

اٰ مَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِرَبِّنَا

ہم اِس پر ایمان لائے،سب ہمارے رب کے پاس سے ہے۔(آلِ عمران :8)

یہ راستہ سیدھا ہے اور یہ عطا ہوتا ہے،سلیم الطبع صحیح العقیدہ عوام کو اور خاص کران کی عورتوں کو اور خاص کران کی بوڑھیوں کو۔اُن سے کتنا ہی کچھ کہو ہرگز نہ مانیں گی جو سن چکی ہیں اُسی پر عقیدہ رکھیں گی۔اس واسطے ارشاد ہوا۔

''عَلَيْكُمْ بِدِيْنِ الْعَجَائِزِ''

بوڑھیوں کا دین اختیار کرو۔

اَن پڑھ شخص کا اپنے مذہب پر یقین :

امام رازی کے یہاں ان کا ایک شاگرد آیا۔وہاں ایک جاہل اَن پڑھ بیٹھا تھا اس سے کہا:تمہارا کیا مذہب ہے؟ کہا:سُنی۔ پوچھا:اپنے دل میں اس مذہب کی طرف سے کچھ خدشہ پاتے ہو؟ کہا:''حَاشَا لِلّٰه !(اللہ کی قسم ہرگز نہیں)جیسا مجھے دوپہر کے آفتاب پر یقین ہے ایسا ہی مجھے اپنے مذہب پر یقین ہے۔''امام رازی علیہ الرحمہ کا شاگرد یہ سُن کر اتنا رویا کہ کپڑے بھیگ گئے اور کہا کہ میں اِس وقت تک نہیں

جانتا کہ کون سا مذہب حق ہے!۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبہ المدینہ حصہ چہارم ص432.33)

آیئے! **امامِ اہلسنت** کی مبارک زندگی سے چند واقعات ملاحظہ کرتے ہیں جن سے اُن کے یقین کامل، اللہ پر بھروسے اور ایمان کی مضبوطی کی جھلک نظر آتی ہے۔۔۔

میں ستارے بنانے والے کو بھی دیکھ رہا ہوں :

ایک دن مولانا محمد حسین میرٹھی کے والد صاحب تشریف لائے (جو علمِ نجوم میں بڑی مہارت رکھتے تھے) تو **اعلیٰ حضرت** نے اُن سے دریافت فرمایا: فرمایئے! بارش کا کیا اندازہ ہے کب تک ہوگی؟ انہوں نے ستاروں کی وضع سے زائچہ بنایا اور فرمایا: **اِس مہینہ میں پانی نہیں ہے آئندہ ماہ میں ہوگا۔** یہ کہکر وہ زائچہ **اعلیٰ حضرت** کی طرف بڑھا دیا۔ **اعلیٰ حضرت** نے دیکھکر فرمایا اللہ تعالیٰ کو سب قدرت ہے چاہے تو آج بارش ہو اُنہوں نے کہا یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ آپ ستاروں کی وضع کو نہیں دیکھتے۔ **اعلیٰ حضرت** نے فرمایا: میں سب دیکھ رہا ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ ستاروں کے واضع (بنانے والے) اور اُس کی **قدرت** کو بھی دیکھ رہا ہوں پھر اس **مشکل مسئلے** کو **اعلیٰ حضرت** نے کس قدر آسان طریقے پر سمجھا دیا۔

سامنے گھڑی لگی ہوئی تھی، **اعلیٰ حضرت** نے اُن سے پوچھا وقت کیا ہے؟ بولے سوا گیارہ بجے ہیں۔ **اعلیٰ حضرت** نے فرمایا بارہ بجنے میں کتنی دیر ہے شاہ صاحب بولے''ٹھیک پون گھنٹہ'' **اعلیٰ حضرت** اُٹھے اور بڑی سوئی کو گھما دیا فوراً ٹن ٹن بارہ بجنے لگے۔ اب **اعلیٰ حضرت** نے فرمایا آپ نے تو کہا تھا ٹھیک پون گھنٹہ ہے بارہ بجنے میں۔ شاہ صاحب بولے آپ نے اسکی سوئی کھسکا دی ورنہ اپنی رفتار سے پون گھنٹے ہی کے بعد بارہ بجتے۔ **اعلیٰ حضرت** نے فرمایا: اِسی طرح اللہ رب العزت قادرِ مطلق ہے کہ جس ستارے کو جس وقت جہاں چاہے پہنچا دے، وہ چاہے تو ایک مہینہ کیا، ایک ہفتہ کیا، ایک دن کیا، ابھی بارش ہونے لگے اتنا زبان مبارک سے نکلنا تھا کہ چاروں طرف سے گھنگھور گھٹا آگئی اور پانی برسنے لگا۔

(تجلیاتِ امام احمد رضا خان از مولانا امانت رسول قادری مکتبہ برکاتی پبلشرز ص116)

صَدِّقِ الحَبِیبَ وَکَذِّبِ الطَّبِیبَ

اسی یقینِ کامل کی ایک اور جھلک دیکھئے''**ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت**'' میں **اعلیٰ حضرت** ارشاد فرماتے ہیں کہ:

ایک شخص نے میری دعوت کی اور باصرار لے گئے۔ اُن دِنوں جناب سید حبیب اللہ صاحب دمشقی جیلانی یہاں مقیم تھے ان کی بھی دعوت تھی، میرے ساتھ تشریف لے گئے وہاں دعوت کا یہ سامان تھا کہ چند لوگ گائے کے کباب بنا رہے تھے اور حلوائی پوریاں (جبکہ **اعلیٰ حضرت** کی عام غذا چکی کے پسے ہوئے آٹے کی روٹی اور بکری کا قورمہ تھا، گائے کا گوشت تناول نہیں فرمایا کرتے تھے۔) اور وہاں یہی کھانا تھا۔ سید صاحب نے

مجھ سے فرمایا کہ: آپ گائے کے گوشت کے عادی نہیں ہیں اور یہاں اور کوئی چیز موجود نہیں، بہتر ہے کہ صاحبِ خانہ سے کہ دیا جائے، (کہ کچھ اور انتظام کریں) میں نے کہا یہ میری عادت نہیں۔

وہی پوریاں کباب کھائے، اُسی دن مسوڑھوں میں ورم ہوگیا اور اتنا بڑھا کہ حلق اور منہ بالکل بند ہوگیا۔ مشکل سے تھوڑا سا دودھ حلق سے اترتا تھا اور اسی پر اکتفا کرتا۔ بات بالکل نہ کرسکتا تھا، یہاں تک کہ قراءت بھی میسر نہ تھی۔ سنتوں میں بھی کسی کی اقتدا کرتا۔ اس وقت **مذہبِ حنفی میں عدمِ جوازِ" قراءتِ خلف الامام"** (یعنی امام کے پیچھے قراءت جائز نہ ہونے کا) یہ نفیس فائدہ مشاہد ہوا۔

جو کچھ کسی سے کہنا ہوتا لکھ دیتا۔ بخار بہت شدید اور کان کے پیچھے گلٹیاں۔ میرے منجھلے بھائی **حسن رضا** مرحوم ایک طبیب کو لائے، اُن دِنوں بریلی میں مرضِ طاعون تھا۔ (ایک ہلاکت خیز بیماری جس میں جسم پر گلٹیاں نکلتی ہیں اور تیز بخار ہوتا ہے) ان صاحب نے دیکھ کر سات آٹھ مرتبہ کہا **یہ وہی ہے! وہی ہے! وہی ہے!** یعنی طاعون۔ میں بالکل کلام نہ کرسکتا تھا اس لئے انہیں جواب نہ دے سکا حالانکہ میں خوب جانتا تھا کہ یہ غلط کہہ رہے ہیں نہ مجھے طاعون ہے اور نہ ان شاءاللہ العزیز کبھی ہوگا۔

اس لیے کہ میں نے طاعون زدہ کو دیکھ کر وہ دُعا پڑھ لی ہے جس کے بارے میں **حضور سیدِ دوعالم، نورِ مجسم شاہِ بنی آدم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: "جو شخص کسی بلا رسید کو دیکھ کر یہ دُعا پڑھ لے گا، اُس بلا سے **محفوظ** رہے گا"۔ وہ دُعا یہ ہے:

"اَلحَمدُلِلّٰہِ الَّذِی عَافَا نِی مِمَّابتَلَاکَ بِہٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلیٰ کَثِیرٍ مِمَّنْ خَلَقَ تَفضِیلاً"۔

جن جن امراض کے مریضوں، جن جن بلاؤں کے مبتلاؤں کو دیکھ کر میں نے اسے پڑھا **بحمدللّٰہ تعالیٰ آج تک ان سب سے محفوظ ہوں اور بعونہٖ تعالیٰ ہمیشہ محفوظ رہوں گا۔**

مجھے ارشادِ حدیث پر اطمینان تھا کہ مجھے طاعون کبھی نہ ہوگا۔ آخر شب میں کرب (درد) بڑھا میرے دل نے درگاہِ الٰہی میں عرض کی:

اَللّٰھُمَّ صَدِّ قِ الحَبِیبَ وَکَذِّبِ الطَّبِیبَ

(یعنی اے اللہ! اپنے حبیب کا سچا اور طبیب کا جھوٹا ہونا ظاہر فرمادے)

کسی نے میرے داہنے کان پر منہ رکھ کر کہا **"مسواک اور سیاہ مرچیں"** (استعمال کرو)۔ لوگ باری باری میرے لئے جاگتے تھے، اُس وقت جو شخص جاگ رہا تھا، میں نے اشارے سے اُسے بلایا اور اُسے مسواک اور سیاہ مرچ لانے کا اشارہ کیا۔ وہ مسواک تو سمجھ گئے، گول مرچ کس طرح سمجھیں، غرض بمشکل سمجھے۔

جب دونوں چیزیں آئیں، بدقتِ تمام میں نے مسواک کے سہارے پر تھوڑا سا منہ کھولا اور دانتوں میں مسواک رکھ کر سیاہ مرچ کا سفوف چھوڑ دیا کہ دانتوں نے بند ہوکر دبالیا۔ پسی ہوئی مرچیں اِسی راہ سے داڑھوں تک پہنچائیں۔ تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ ایک کلی خالص خون کی آئی مگر کوئی تکلیف واذیت محسوس نہ ہوئی۔ اس کے بعد ایک کلی خون کی اور آئی اور بحمدللہ تعالیٰ وہ گلٹیاں جاتی رہیں، منہ کھل

گیا، میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور طبیب صاحب سے کہلا بھیجا کہ **''آپ کا وہ طاعون بفضلہٖ تعالیٰ دفع ہوگیا ہے''**۔ دو تین روز میں بخار بھی جاتا رہا۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبہ المدینہ ص71)

آشوبِ چشم پھر کبھی نہ ہوا :

مزید **اعلیٰ حضرت** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اِس دُعا اور یقینِ کامل کی برکتیں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

البتہ ایک بار اس دُعا کو پڑھنے کا مجھے افسوس ہے، مجھے نوعمری میں اکثر آشوبِ چشم ہوجایا کرتا تھا اور بوجہِ حدتِ مزاج بہت تکلیف دیتا تھا۔ 19 سال کی عمر ہوگی کہ رام پور جاتے ہوئے ایک شخص کو **رَمَدِ چشم** (یعنی آنکھوں کی بیماری) میں مبتلا دیکھ کر یہ دُعا پڑھی، جب سے اب تک آشوبِ چشم پھر نہیں ہوا۔

اُسی زمانے میں صرف دو مرتبہ ایسا ہوا کہ ایک آنکھ کچھ دبتی معلوم ہوئی، دو چار دن بعد وہ صاف ہوگئی۔ دوسری دبی وہ بھی صاف ہوگئی، مگر درد، کھٹک، سرخی کوئی تکلیف اصلاً کسی قسم کی نہ رہی۔ افسوس اس لیے ہے کہ **حضور سرورِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم** سے حدیث ہے کہ:

''تین بیماریوں کو مکروہ نہ جانو''

زکام:۔ کہ اس کی وجہ سے بہت سی بیماریوں کی جڑ کٹ جاتی ہے

کھجلی:۔ کہ اس سے امراضِ جلدیہ جزام وغیرہ کا انسداد ہوجاتا ہے۔

آشوبِ چشم:۔ نابینائی کو دفع کرتا ہے۔

اس دُعا کی برکت سے یہ (آشوبِ چشم) تو جاتا رہا۔۔۔

محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے ارشاد پر اطمنان:

ایک اور مرض (موتیا) پیش آیا۔ جمادی الاولیٰ 1300ھ میں لگا تار تصانیف کے سبب ایک مہینہ باریک خط کی کئی کتابیں شبانہ روز علی الاتصال دیکھتا رہا۔

گرمی کا موسم تھا، دن کو اندر کے دالان میں کتاب دیکھتا اور لکھتا۔ (عمر کا) اٹھائیسواں سال تھا، آنکھوں نے اندھیرے کا خیال نہ کیا۔ ایک روز شدت گرمی کے باعث دوپہر کو لکھتے لکھتے نہایا، سر پر پانی پڑتے ہی معلوم ہوا کہ کوئی چیز سر سے داہنی آنکھ میں اتر آئی، بائیں آنکھ بند کر کے داہنی سے دیکھا تو وسطِ شَیِٔ مرئی (یعنی نظر آنے والی چیز کے درمیان) میں ایک سیاہ حلقہ نظر آیا، اس کے نیچے شے کا جتنا حصہ ہوا وہ ناصاف اور دبا ہوا معلوم ہوتا۔

یہاں ایک ڈاکٹر اس زمانہ میں علاجِ چشم میں بہت سر برآوردہ تھا۔ ''سنڈرسن یا انڈرسن'' کچھ ایسا ہی نام تھا۔ میرے استاد جناب مرزا

غلام قادر بیگ صاحب نے اصرار فرمایا کہ اُسے آنکھ دکھائی جائے، علاج کرانے نہ کرانے کا اختیار ہے۔

ڈاکٹر نے اندھیرے کمرے میں صرف آنکھ پر روشنی ڈال کر آلات سے بہت دیر تک بغور دیکھا اور کہا کہ کثرتِ کتاب بینی سے کچھ **یُبُوسَت** (یعنی خشکی) آ گئی ہے، پندرہ دن کتاب نہ دیکھئے۔ اور مجھ سے پندرہ گھڑی بھی کتاب نہ چھوٹ سکی۔

حکیم سید مولوی اشفاق حسین صاحب مرحوم سہسوانی ڈپٹی کلکٹر طبابت بھی کرتے تھے اور فقیر کے مہربان تھے فرمایا: مقدمہءِ نزولِ آب ہے (یعنی موتیا اترنے کے آثار ہیں) بیس برس بعد پانی اتر آئے گا (یعنی موتیا کے مرض کی وجہ سے بینائی جاتی رہے گی)۔ میں نے التفات نہ کیا اور نُزولِ آب (یعنی موتیے کی بیماری) والے کو دیکھ کر وہی دُعا پڑھ لی اور اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ارشادِ پاک پر مطمئن ہو گیا۔

1316ھ میں ایک اور حاذِق طبیب کے سامنے ذکر ہوا، اس نے کہا چار برس بعد (خدانخواستہ) پانی اتر آئے گا۔ ان کا حساب ڈپٹی صاحب کے حساب سے بالکل موافق آیا کہ اُنہوں نے بیس برس بعد کہے تھے اِنہوں نے سولہ برس بعد چار برس کہے۔

مجھے میرے محبوب آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ارشاد پر وہ **اعتماد نہ تھا کہ طبیبوں کے کہنے سے معاذ اللہ عزوجل متزلزل ہو جاتا۔ الحمد اللہ** بیس درکنار تیس برس سے زائد (اس بات کو) گذر چکے ہیں اور وہ حلقہ ذرہ بھر بھی نہ بڑھا، نہ بعونہٖ تعالیٰ بڑھے۔ نہ میں نے کتاب بینی میں کبھی کمی کی نہ کروں گا۔

یہ میں نے اس لئے بیان کیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے دائم و باقی معجزات ہیں جو آج تک آنکھوں دیکھے جا رہے ہیں۔ اور قیامت تک اہلِ ایمان مشاہدہ کریں گے۔ اگر انہیں واقعات کو بیان کروں جو ارشاداتِ (نبوی) کے منافع میں نے خود اپنی ذات میں مشاہدہ کئے ہیں تو ایک دفتر تیار ہو جائے۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبہ المدینہ ص71)

نمازِ باجماعت پر مداومت

مولانا حسنین رضا خان رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ **''سیرتِ اعلیٰ حضرت''** میں لکھتے ہیں کہ **اعلیٰ حضرت** کے ہم عمروں اور اُن کے بعض بڑوں کے بیان سے معلوم ہوا ہے کہ وہ بدوِ (ابتدائے) شعور ہی سے نمازِ باجماعت کے سخت پابند رہے، گویا قبلِ بلوغ ہی وہ اصحابِ ترتیب کے ذیل میں داخل ہو چکے تھے، اور وقتِ وفات تک وہ صاحبِ ترتیب ہی رہے۔ جمعتہُ الوفات ہی ایسا جمعہ ہوا جس کو وہ مسجد میں ادا نہ کر سکے، اور ابھی جمعہ کا وقت پورا گزرنے نہ پایا تھا کہ داعیءِ اجل کو لبیک کہا۔

(سیرتِ اعلیٰ حضرت از مولانا حسنین رضا خاں مطبوعہ کراچی ص48)

نمازِ باجماعت کی پابندی کے حوالے سے آپ کی زندگی میں بعض انوکھے واقعات بھی گزرے ہیں، چنانچہ مولانا حسنین رضا خان رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ مزید لکھتے ہیں۔۔۔

کرسی پر مسجد میں حاضری :

اعلیٰ حضرت قبلہ کا ایک سال پاؤں کا انگوٹھا پک گیا، اُن کے خاص جراح (جو شہر میں سب سے ہوشیار جراح تھے جن کو بعض سول سرجن بھی خطرناک آپریشن میں شریک کرتے تھے ان کا نام مولا بخش مرحوم تھا) نے اِس انگوٹھے کا آپریشن کیا، پٹی باندھنے کے بعد انھوں نے عرض کیا کہ ''حضور اگر حرکت نہ کریں گے تو یہ زخم دس بارہ روز میں ٹھیک ہو جائے گا ورنہ زیادہ وقت لگے گا'' وہ یہ کہہ کر چلے گئے، یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ مسجد کی حاضری اور جماعت کی پابندی ترک کر دی جائے۔ جب ظہر کا وقت آیا تو آپ نے وضو کیا کھڑے نہ ہو سکتے تھے تو بیٹھ کر باہر پھاٹک تک آ گئے لوگوں نے کُرسی پر بٹھا کر مسجد میں پہنچا دیا اور اسی وقت اہلِ محلّہ اور خاندان والوں نے یہ طے کیا کہ علاوہ مغرب کے ہر اذان کے بعد ہم سب میں سے چار مضبوط آدمی کرسی لے کر زنانہ میں حاضر ہو جایا کریں گے اور پلنگ ہی پر سے کرسی پر بٹھا کر مسجد کی محراب کے قریب بٹھا دیا کریں گے اور مغرب کی نماز کے وقت اندازے سے حاضر ہو جایا کریں گے، یہ سلسلہ تقریباً ایک ماہ تک بڑی پابندی سے چلتا رہا جب زخم اچھا ہو گیا اور آپ خود چلنے کے قابل ہو گئے تو یہ سلسلہ ختم ہوا۔ کرسی اُٹھانے والے چار آدمیوں میں سے التزام کے ساتھ اکثر میں بھی ہوتا تھا اس عمل کو میں اپنی بخشش کا بڑا ذریعہ سمجھتا ہوں۔ نماز تو نماز ہے ان کی جماعت کا ترک بھی بلا عذر شرعی شاید کسی صاحب کو یاد نہ ہوگا۔

سفر و حضر میں نمازِ باجماعت کا اہتمام :

اعلیٰ حضرت حضر و سفر، صحت و علالت ہر حال میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا ضروری خیال فرماتے تھے۔ اگر کسی گاڑی سے سفر کرنے میں وقتِ نماز اسٹیشن پر نہیں ملتا تو آپ اُس گاڑی سے سفر ہی نہیں فرماتے تھے اور دوسری گاڑی اختیار فرماتے یا نمازِ باجماعت کے لیے کسی اسٹیشن پر اُتر جاتے اور اُس گاڑی کو چھوڑ دیتے پھر نمازِ باجماعت ادا کرنے کے بعد جو گاڑی ملتی بقیہ سفر اُس سے پورا فرماتے۔

کثیر رقم صرف کر کے نمازِ باجماعت ادا کی :

آخری سفرِ حج و زیارت میں 1323ھ میں آگرہ اسٹیشن پر گاڑی بدلنے میں نماز کا وقت چلا جاتا اور نماز نہیں ملتی تھی۔ لیکن گاڑی ریزرو کرا لینے کی صورت میں بدلنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بلکہ سیکنڈ کلاس کا وہ ڈبہ ہی کاٹ کر بمبئی والی گاڑی میں جوڑ دیا جاتا اور نماز باجماعت مل جاتی۔ لہٰذا آپ نے دو سو پینتیس روپے تیرہ آنے میں سیکنڈ کلاس کا ڈبہ ریزرو کرا لیا۔ جب گاڑی آگرہ پہنچی اور آپ نے نمازِ باجماعت ادا فرمائی تو اسٹیشن ہی سے خط تحریر فرمایا کہ ''الحمد للہ نماز باجماعت ادا ہو گئی میرے روپے وصول ہو گئے آگے مفت میں جا رہا ہوں''۔

ٹرین رُک گئی:

ایک مرتبہ ٹرین پر سفر کرتے ہوئے اتفاق سے دورانِ سفر نمازِ مغرب کا وقت آ گیا جبکہ ٹرین چلنے کا وقت بھی ہو گیا تھا، لیکن آپ نے نماز کو باجماعت ادا فرمایا اور ٹرین چلنے کی قطعی پرواہ نہ فرمائی، مزے کی بات تو یہ ہے کہ ٹرین نے بھی چلنے سے انکار کر دیا اس دلچسپ واقعہ کا ذکر علامہ خلیل الرحمٰن چشتی صاحب اپنی کتاب ''امام احمد رضا عظیم محسن عظیم کردار'' میں کچھ یوں کرتے ہیں۔۔۔

اعلیٰ حضرت اکثر **سُلطان الہند خواجہ غریبِ نواز معین الدین چشتی اجمیری** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے **مزار شریف** پر حاضری کے لیے تشریف لے جایا کرتے ۔ایک مرتبہ اجمیر شریف جانے کے لیے ''بی بی اینڈ سی آئی آر'' ریل پر سوار ہوئے، دورانِ سفر جب یہ ریل گاڑی پھلیرہ جنکشن پر پہنچی تو قریب قریب مغرب کا وقت ہو چکا تھا۔ **اعلیٰ حضرت** نے اپنے مریدین سے فرمایا کہ نمازِ مغرب کے لیے جماعت پلیٹ فارم پر ہی ادا کر لی جائے ۔ چنانچہ چادریں بچھا دی گئیں سب نے وضو کیا اور **اعلیٰ حضرت** کی امامت میں نمازِ مغرب ادا کرنے لگے ۔ اتنے میں گاڑی نے چلنے کے لیے وِسل دی، لیکن آپ اُسی خشوع وخضوع کے ساتھ نماز ادا کرتے رہے۔

ڈرائیور نے گاڑی چلانا چاہی مگر گاڑی کا انجن آگے کو نہ سَرکتا تھا، ڈرائیور اور گارڈ سب پریشان ہو گئے کہ آخر گاڑی کیوں نہیں چل رہی انجن کو ٹیسٹ کرنے کے لیے ڈرائیور نے گاڑی کو پیچھے کی طرف دھکیلا تو گاڑی پیچھے کی سمت چلنے لگی، انجن بالکل ٹھیک تھا لیکن یہی انجن جب آگے کی طرف چلایا جاتا تو نہ چلتا۔

اِتنے میں اسٹیشن ماسٹر جو کہ انگریز تھا اور اُس کا نام ''رابرٹ'' تھا ساری صورتِ حال دیکھنے کے لیے آ گیا۔ اور آ کر گارڈ سے پوچھا کہ کیا بات ہے انجن کیوں نہیں چل رہا؟ گارڈ نے جواب دیا کہ سمجھ میں یہ آتا ہے کہ یہ بزرگ جو نماز پڑھا رہے ہیں کوئی بہت بڑے **وَلی اللہ** ہیں جب تک ان کی نماز نہیں ہو جائے گی گاڑی نہیں چلے گی ۔ اسٹیشن ماسٹر کی سمجھ میں یہ بات آ گئی اور وہ نمازیوں کی جماعت کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔ نماز میں **اعلیٰ حضرت** کا استغراق اور خشوع وخضوع دیکھ کر وہ بہت متاثر ہوا۔

اتنے میں **اعلیٰ حضرت** نے نماز مکمل فرمائی اور دُعا مانگنے لگے ۔ جب آپ دُعا سے فارغ ہوئے تو اسٹیشن ماسٹر نے عرض کی! حضرت ذرا جلدی فرمائیے یہ گاڑی آپ کی مصروفیتِ عبادت کے سبب چل نہیں رہی، **اعلیٰ حضرت** نے ارشاد فرمایا ''انشاء اللہ اب یہ گاڑی چلے گی'' ۔ یہ فرما کر آپ اپنے مریدین کے ہمراہ گاڑی میں بیٹھ گئے، گاڑی نے سیٹی بجائی اور چلنا شروع کر دیا۔

اعلیٰ حضرت تو اجمیر شریف روانہ ہو گئے مگر اُس اسٹیشن ماسٹر پر اس کرامت کا گہرا اثر ہوا اور وہ بمعہ اپنے افرادِ خانہ کے اجمیر شریف حاضر ہو کر **اعلیٰ حضرت** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دستِ اقدس پر ایمان لے آیا۔ آپ نے اُس کا نام عبدالقادر رکھا اور اُسے سلسلہءِ قادریہ میں اپنا مرید بھی بنالیا۔

(ملخصاً ''امام احمد رضا عظیم محسن عظیم کردار'' از علامہ خلیل الرحمٰن چشتی مطبوعہ کراچی ص 15,16)

نماز کے وقت میں وسعت (بعطائے الٰہی)

آپ کی زندگی مبارک میں ایک واقعہ تو اس بھی عجیب تر ہے کہ ایک مرتبہ فجر کی نماز کا وقت تنگ ہو گیا اور آپ کو غُسل کی حاجت تھی، اللہ عزوجل کی طرف سے آپ کی نماز کی حفاظت کی گئی اور وقت میں وسعت ہو گئی۔ چنانچہ **اعلیٰ حضرت** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب ''**اِنْبَاءُ الحَیّ اَنّ کَلَامَہُ المَصئُونَ تِبْیَا نَ لِّکُلِّ شَيٍ**'' میں تحریر فرماتے ہیں:

فقیر غفرلہ المولی القدیر کہتا ہے کہ یہاں پر بارگاہِ قادری کے **بعض فقیر** (بعض فقیر سے مُراد آپ کی اپنی ذاتِ گرامی ہے) کے لیے دو مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ وہ نمازِ فجر کے لیے آخر وقت میں بیدار ہوئے اُنہیں احتلام ہوا تھا، غسل کی حاجت تھی، انہوں نے نجاست کو پاک کیا، استنجاء کیا، دانتوں میں خلال کیا، غسل خانہ میں اُن کے لیے پانی رکھا گیا، غسل خانہ میں داخل ہوکر کپڑے اتارنا چاہا کہ جیب سے گھڑی نکال کر وقت دیکھا تو معلوم ہوا کہ طلوعِ آفتاب میں صرف دس منٹ باقی ہیں، اس لیے کہ اِس فقیر کو علمِ توقیت میں مکمل مہارت و معرفت حاصل ہے گھڑی زمین پر رکھ کر غسل خانہ میں چلے گئے اور سارے کپڑے اتارے کیوں کہ یہ سردی کا زمانہ تھا۔

اُس کے بعد فقیر کو خیال ہوا کہ وقت ابھی کافی ہے اطمینان سے تین مرتبہ پانی ڈال کر سنتوں کی ادائیگی کے ساتھ غسل کیا پھر سر کے بالوں کا پانی تولیہ سے خشک کرنے میں خوب مبالغہ کیا، کیونکہ پانی خشک نہ کرنے کی صورت میں ضعفِ دماغ کے سبب سے مرض پیدا ہونے کا خوف واندیشہ ہوتا ہے، پھر کپڑے باندھ کر غسل خانے سے باہر آئے تو زمین سے گھڑی اُٹھا کر دیکھا تو اس میں اُتنا ہی وقت تھا جتنا پہلے تھا، اس سے ایک سیکنڈ بھی زیادہ نہیں ہوا تھا۔

اِس سے یہ وہم ہوا کہ گھڑی رکھ دینے سے بند ہوگئی تھی اور اُٹھانے سے چلنے لگی، شاید وقت ختم ہو چکا ہے کیونکہ غسل وغیرہ میں دس منٹ سے زیادہ وقت لگا تھا پھر اُفق کی طرف نظر پڑی تو وہ زبانِ حال سے کہہ رہا تھا کہ ابھی وقت باقی ہے اس میں صرف فرض کی نہیں سنت کی بھی گنجائش ہے، پھر فقیر نے سنت پڑھ کر فرض با جماعت ادا کیا، گھر واپس آکر جیبی گھڑی کو گھر کی بڑی عمدہ ودرست گھڑی سے ملایا تو دونوں گھڑیاں برابر ومساوی تھیں، اگر یہ گھڑی بند ہو جاتی تو دونوں کے وقت میں ضرور اختلاف وفرق ہوتا، فقیر اس بات پر اللہ عزوجل کا شکر بجالایا اور اس سے یہ یقین ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے فقیرِ قادری کے لیے ایک سیکنڈ سے کم زمانہ کو پھیلا دیا یہاں تک کہ اس وقت میں اتنے کام ہو گئے جو دس منٹ سے زیادہ میں بھی نہیں ہو سکتے۔

ہو بہو ایسا ہی واقعہ فقیر سے دو مرتبہ واقع ہوا، اس قسم کے واقعات کو علماء کی اصطلاح میں معونت کہتے ہیں۔

والحمد لله رب العلمين وهو المعين فنعم المعين۔

یہ واقعہ **اعلیٰ حضرت** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زبردست کرامت ہے جس کو آپ عاجزی کرتے ہوئے **معونت** فرما رہے ہیں۔(معونت عام مومن سے ظاہر ہونے والے خرقِ عادت عمل کو کہتے ہیں جبکہ کرامت ولی سے ظاہر ہوتی ہے)۔

(قرآن ہر شے کا بیان از اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور ص144)

نماز میں احتیاط اور خشوع وخضوع:

آیئے! اب **اعلیٰ حضرت** کا نماز پڑھنے کا انداز بھی ملاحظہ کرتے ہیں، چنانچہ **مولوی محمد** حسین صاحب میرٹھی کا بیان ہے کہ:

اعلیٰ حضرت جس قدر اطمینان اور سکون اور مسائل کی رعایت سے نماز پڑھتے تھے، اس کی مثال ملنی مشکل ہے ہمیشہ میری دو رکعت ہوتی تو

اُن کی ایک، جب کہ میری چار رکعت دوسرے لوگوں کی چھ اور آٹھ کے برابر ہوتی اور نماز سے اس قدر شوق فرماتے اور جماعت کا اتنا خیال کرتے کہ بسا اوقات مرض کی وجہ سے اُٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، نہایت دشوار ہو جاتا مگر جب نماز کا وقت آتا تو بغیر کسی سہارے کے خود ہی مسجد تشریف لے جاتے اور معلوم ہوتا کہ پورے طور پر صحت یاب ہیں۔

(انوارِ رضا مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور ص258)

نماز دوبارہ پڑھی :

یہی مولوی محمد حسین صاحب میرٹھی **اعلیٰ حضرت** کی نماز میں احتیاط سے متعلق اپنا ایک دلچسپ واقعہ بیان کرتے ہیں:

ایک سال میں 20 رمضان شریف سے **اعلیٰ حضرت** کی مسجد میں معتکف ہوا۔ 26 رمضان شریف سے **اعلیٰ حضرت** نے بھی اعتکاف فرمایا۔ ایک دن قبلِ اعتکاف عصر کے وقت تشریف لائے اور نماز پڑھ کر تشریف لے گئے۔ میں مسجد کے اپنے کونے میں چلا گیا تھوڑی دیر میں مجھ سے ایک صاحب نے فرمایا آپ نے ابھی عصر کی نماز نہیں پڑھی۔ میں نے کہا کہ میں نے حضرت کے پیچھے نماز پڑھ لی۔

اُنہوں نے کہا کہ حضرت تو اب پڑھ رہے ہیں۔ مجھے اِس وجہ سے یقین نہیں آیا کہ بعدِ عصر نوافل نہیں اور اگر کسی وجہ سے نماز نہیں ہوئی تھی تو **حضرت** کا ایسا حافظہ نہیں کہ مجھے بھول جاتے اور مطلع نہ فرماتے۔ انہوں نے مجھ سے پھر کہا کہ دیکھ لیجئے وہ پڑھ رہے ہیں، میں نے بڑھ کر دیکھا تو واقعی پڑھ رہے تھے۔ مجھے بے حد حیرت ہوئی اور آگے بڑھ کر کھڑا رہا، سلام پھیرنے پر عرض کیا ''حضور! میری سمجھ میں نہیں آیا''۔ ارشاد فرمایا: ''قعدہ ءاخیرہ میں بعدِ تشہد سانس کی حرکت سے میرے انگرکھے کا بند ٹوٹ گیا تھا۔ چونکہ نماز تشہد پر ختم ہو جاتی ہے۔ اس وجہ سے میں نے آپ سے نہیں کہا اور گھر جا کر بند درست کرا کر اپنی نماز پھر پڑھ لی۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ لاہور ص266)

نماز کا اعادہ کر لوں :

سید ایوب علی صاحب بیان فرماتے ہیں کہ:

ایک مرتبہ **اعلیٰ حضرت** کی آنکھیں دُکھنے آگئیں تھیں، اُس زمانہ میں بوقتِ حاضری ءمسجد متعدد بار ایسا اتفاق ہوا کہ کبھی قبلِ نماز اور کبھی بعدِ نماز مجھے پاس بلا لیا اور فرمایا ''سید صاحب دیکھئے تو آنکھ کے حلقہ سے پانی باہر تو نہیں آیا، ورنہ وضو کر کے نماز کا اعادہ کر لوں''۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ لاہور ص265)

ماہِ رمضان کے روزوں پر مداومت

پہلا روزہ :

ابتدائی حالات میں ہم **اعلیٰ حضرت** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پہلے روزے کا تفصیل سے ذکر کر آئے ہیں جو آپ نے نابالغی کی حالت میں

رکھا اُس کے بعد آپ ہمیشہ روزہ رکھتے رہے۔ یہ روزہ بھی اس شان سے رکھا کہ سخت گرمیوں کے دن تھے، عین دوپہر کے وقت چہرے پر بھوک و پیاس کے آثار نمایاں تھے۔ والدِ گرامی نے روزہ افطار کرنے کی پیش کش کی اور ارشاد فرمایا: بچوں کا روزہ ایسا ہی ہوتا ہے لو کھالو، میں نے دروازہ بند کر دیا ہے کسی کو خبر نہ ہوگی اور نہ کوئی دیکھ رہا ہے۔ آپ نے جواب دیا ''جس کے حکم سے روزہ رکھا ہے وہ تو دیکھ رہا ہے'' یہ سن کر والدِ گرامی کی آنکھوں سے آنسوؤں کا تار بندھ گیا اور آپ کو کمرے سے باہر لے آئے۔ **سبحان اللہ عزوجل**

کبھی روزہ قضاء نہ کیا :

''سیرتِ اعلیٰ حضرت'' میں مولانا حسنین رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ:

روزے کی قضاء کے بارے میں نہ اُن کے کسی بڑے کی زبانی سنا نہ کسی برابر والے نے بتایا نہ ہم چھوٹوں نے کبھی ماہِ مبارک کا کوئی روزہ قضا کرتے دیکھا۔ بعض مرتبہ ماہ مبارک میں بھی علالت ہوئی مگر **اعلیٰ حضرت** نے روزہ نہ چھوڑا، اگر کسی نے باصرار عرض بھی کیا کہ ایسی حالت میں روزے سے کمزوری اور بڑھے گی تو ارشاد فرمایا: کہ مریض ہوں تو علاج نہ کروں؟ لوگ تعجب سے کہتے تھے کہ روزہ بھی کوئی علاج ہے۔ ارشاد فرمایا: کہ اکسیر علاج ہے، میرے آقا مدینے والے **مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم** کا بتایا ہوا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں

''روزہ رکھو تندرست ہو جاؤ گے''۔

(سیرتِ اعلیٰ حضرت از مولانا حسنین رضا خان مطبوعہ برکاتی پبلیشرز کراچی ص 87)

روزہ نہ چھوڑنا!

''ملفوظات اعلی حضرت'' میں ہے ابھی چند سال ہوئے ماہِ رجب میں حضرتِ والدِ ماجد خواب میں تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا ''اب کی رمضان میں مرض شدید ہوگا روزہ نہ چھوڑنا'' ویسا ہی ہوا، اور ہر چند طبیب وغیرہ نے کہا (مگر) میں نے بِحَمْدِ اللہ تعالیٰ روزہ نہ چھوڑا اور اِسی کی برکت نے بِفَضْلِہٖ تَعَالیٰ شفادی، کہ حدیث میں ارشاد ہوا ہے:

صُوْمُوْا تَصِحُّوْا

روزہ رکھو تندرست ہو جاؤ گے۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبہ المدینہ ص 206)

آخری روزے کس شان سے رکھے:

''تجلیاتِ امام احمد رضا'' میں مولانا محمد امانت رسول قادری رضوی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

اعلیٰ حضرت اُن اولیائے کاملین میں سے تھے جن کے قلوب پر فرائضِ الٰہیہ کی عظمت چھائی رہتی ہے، چنانچہ جب 1339 ہجری کا ماہِ رمضان مئی، جون 1921 میں پڑا اور مسلسل علالت وضعفِ فراواں کے باعث **اعلیٰ حضرت** نے اپنے اندر امسال کے موسم گرما میں روزہ

رکھنے کی طاقت نہ پائی تو اپنے حق میں یہ فتویٰ دیا کہ پہاڑ پر سردی ہوتی ہے وہاں روزہ رکھنا ممکن ہے لہٰذا روزہ رکھنے کے لیے وہاں جانا استطاعت کی وجہ سے فرض ہوگیا۔ پھر آپ روزہ رکھنے کے ارادے سے کوہِ بھوالی ضلع نینی تال تشریف لے گئے۔ **سبحان اللہ عزوجل**

(تجلیاتِ امام احمد رضا از مولانا امانت رسول قادری مطبوعہ لاہور ص133)

زکوٰۃ فرض ھی نہ ھوئی

''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' میں ہے ایک مرتبہ رقم تقسیم کرتے ہوئے **اعلیٰ حضرت** نے ارشاد فرمایا: **''کبھی میں نے ایک پیسہ زکوٰۃ کا نہیں دیا''**۔ اور یہ بالکل صحیح ارشاد فرمایا کیونکہ آپ پر زکوٰۃ فرض ہی نہیں ہوتی تھی۔ زکوٰۃ فرض تو جب ہو کہ مقدارِ نصاب اُن کے پاس سالِ تمام تک رہے اور یہاں تو یہ حال ہوتا کہ ایک طرف سے آیا تو دوسری طرف گیا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ لاہور ص122)

زیارتِ حرمینِ طیبین (حج)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دو مرتبہ حج ادا فرمایا، پہلی مرتبہ سن 1295ھ بمطابق 1878ء جبکہ آپ کی عمر شریف اُس وقت صرف 23 سال تھی، آیئے اس حج کے چند واقعات پڑھنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔۔۔

پھلا حجِ فرض:

آپ کے دل میں کعبۂ مطہرہ میں جبہ سائی کا شوق اور دیارِ رسول **علیہ الصلوٰۃ والسلام** کی حاضری کی تڑپ ایک مدت سے چٹکیاں لے رہی تھی۔ مشیتِ الٰہی کہ آپ کی یہ دلی تمنا سن 1295ھ میں پوری ہوئی اور آپ اپنے والدینِ کریمین کے ہمراہ حج کعبہ و زیارتِ روضۂ سرکارِ دو جہاں **صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم** کے لیے حاضر ہوئے۔

علمائے حرمین سے حصولِ فیض:

اس سفرِ مقدس میں حرمین شریفین کے اکابر علماء مثلاً۔

مفتی شافعیہ سید احمد زین دحلان مکی (م1304ھ)

مفتی حنفیہ شیخ عبدالرحمٰن سراج مکی (م1301ھ)

وغیرہم سے حدیث، تفسیر فقہ اور اصولِ فقہ کی سندیں حاصل کیں۔

پیشانی میں اللہ کا نور:

اِسی سفرِ مبارک میں حرم شریف میں نمازِ مغرب کے بعد ایک روز **امام شافعیہ شیخ حسین بن صالح** (م1302ھ) بغیر کسی سابقہ تعارف کے آگے بڑھ کر **اعلیٰ حضرت** کا ہاتھ پکڑ لیتے ہیں اور اپنے ساتھ گھر لے جاتے ہیں، فرطِ محبت سے دیر تک آپ کی نورانی پیشانی دیکھتے رہتے

ہیں اور جوشِ عقیدت میں فرماتے ہیں

اِنِّی لَاَجِدُ نُورَ اللّٰہِ مِن ھٰذَ ا الجَبِین

بیشک میں اس پیشانی میں اللہ کا نور محسوس کر رہا ہوں۔

پھر حضرت **شیخ حسین بن صالح** آپ کو صحاح ستہ کی سند اور سلسلہء قادریہ کی اجازت اپنے دستخطِ خاص سے عنایت فرماتے ہیں اور آپ کا نام "**ضیاءالدین احمد**" رکھتے ہیں۔

(فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں از ڈاکٹر محمد مسعود احمد مطبوعہ لاہور ص74)

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَ خِیْ ھٰذَا:

"ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت" میں **اعلیٰ حضرت** رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے پہلے حج کا ایک واقعہ یوں ارشاد فرماتے ہیں:۔

پہلی بار کی حاضری میں مِنٰی شریف کی مسجد میں میں مغرب کے وقت حاضر تھا۔ اُس وقت میں وظیفہ بہت پڑھا کرتا تھا۔۔۔ جب سب لوگ مسجد سے چلے گئے تو مسجد کے اندورنی حصہ میں ایک صاحب کو دیکھا کہ قبلہ رُ و وظیفہ میں مصروف ہیں۔ میں صحنِ مسجد میں دروازہ کے پاس تھا اور کوئی تیسرا مسجد میں نہ تھا۔ یکا یک ایک آواز گنگناہٹ کی سی اندر مسجد کے معلوم ہوئی، جیسے شہد کی مکھی بولتی ہے۔ فوراً میرے قلب میں یہ حدیث پاک آئی "**اہلِ اللہ کے قلب سے ایسی آواز نکلتی ہے جیسے شہد کی مکھی بولتی ہے**"۔

میں وظیفہ چھوڑ کر اُن کی طرف چلا کہ اُن سے دُعائے مغفرت کراؤں۔ کبھی میں کسی بزرگ کے پاس بحمداللہ تعالیٰ دنیاوی حاجت لے کر نہ گیا۔ جب گیا تو اسی خیال سے کہ دعائے مغفرت کراؤں گا۔ غرض دو ہی قدم اُن کی طرف چلا تھا کہ ان بزرگ نے میری طرف منہ کر کے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر تین مرتبہ فرمایا "**اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَ خِیْ ھٰذَا، اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَ خِیْ ھٰذَا، اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَ خِیْ ھٰذَا**" (الٰہی میرے اس بھائی کی مغفرت فرما) میں سمجھ گیا کہ فرماتے ہیں ہم نے تیرا کام کر دیا۔ اب تو ہمارے کام میں مُخِل نہ ہو۔ میں ویسے ہی لوٹ آیا۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت مکتبہ المدینہ ص490)

زم زم شریف کی برکت:

"ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت" میں مزید ہے کہ:

پہلی بار کی حاضری میں میری 22 برس کی عمر تھی۔ میں نے دونوں وقت کی روٹی چھوڑ دی تھی۔ صرف گوشت پر اکتفاء کرتا اور گوشت بھی دنبے کا جو سَنا (ایک پودا جس کی پتی دست آور ہوتی ہے) چرے ہوئے ہوتے ہیں۔ کچھ روز کے بعد پیٹ میں خَلِش (یعنی تکلیف) ہوئی۔ حرم شریف میں جا کر قدح (یعنی پیالہ) بھر کر زم زم شریف پیا۔ فوراً خَلِش جاتی رہی۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبہ المدینہ ص435)

حاجیو! آؤ شھنشاہ کا روضہ دیکھو:

مکہ شریف سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوتے ہوئے آپ نے صرف 23 سال کی عمر شریف میں درجہ ذیل کلام لکھا جس کے حرف حرف سے بوئے محبت پھوٹ رہی ہے اوراس سے آپ کے عشق اور علمی مرتبے کا اندازہ ہوتا ہے۔

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا رَوضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

زیرِ میزاب ملے خوب کرم کے چھینٹے
ابرِ رحمت کا یہاں زورِ برسنا دیکھو

خوب آنکھوں سے لگایا ہے غلافِ کعبہ
قصرِ محبوب کے پردے کا بھی جلوہ دیکھو

واں مطیعوں کا جگر خوف سے پانی پایا
یاں سِیہ کاروں کا دامن پہ مچلنا دیکھو

کر چکی رفعتِ کعبہ پہ نظر پرَوازیں
ٹوپی اب تھام کے خاکِ در والا دیکھو

دھو چکا ظلمتِ دل بوسۂ سنگِ اسود
خاک بوسیءِ مدینہ کا بھی رُتبہ دیکھو

بے نیازی سے وہاں کانپتی پائی طاعت
جوشِ رحمت پہ یہاں ناز گنہ کا دیکھو

ملتزم سے تو گلے لگ کے نکالے ارماں
ادب وشوق کا یاں باہم الجھنا دیکھو

غور سے سن تو رضؔا کعبہ سے آتی ہے صدا
میری آنکھوں سے مرے پیارے کا روضہ دیکھو

خدا کی قسم یہ جہاز نہیں ڈوبے گا!

پہلے حج سے واپسی پر جب کہ آپ والدین کے ہمراہ بحری جہاز سے تشریف لا رہے تھے راستے میں سَمندری طوفان آ گیا۔اس کی تفصیل ''ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت'' میں کچھ یوں ہے۔۔۔

پہلی بار کی حاضری حضراتِ والدینِ ماجدین کے ہمراہ رکاب تھی۔اُس وقت مجھے 23واں سال تھا۔واپسی میں تین دن طوفانِ شدید رہا،اِس کی تفصیل میں بہت طول ہے۔لوگوں نے کفن پہن لئے تھے۔حضرتِ والدہ ماجدہ کا اضطراب دیکھ کراُن کی تسکین کے لیے بے ساختہ میری زبان سے نکلا کہ آپ اطمینان رکھیں،خدا کی قسم! یہ جہاز نہ ڈوبے گا۔یہ قسم میں نے حدیث ہی کے اطمینان پر کھائی تھی جس میں کشتی پر سوار ہوتے وقت غرق سے حفاظت کی دُعا ارشاد ہوئی ہے۔میں نے وہ دُعا پڑھ لی تھی لہٰذا حدیث کے وعدہء صادقہ پر مطمئن تھا۔پھر بھی قَسَم کے نکل جانے سے خود مجھے اندیشہ ہوا اور معاً حدیث یاد آئی:

''مَنْ یَّتاءَ لَّ عَلَی اللّٰہِ یُکْذِبْہُ''

''جو اللہ پر قسم کھائے اللہ اُس کی قسم کو رد فرما دیتا ہے''

حضرتِ عزت (اللہ عزوجل) کی طرف رُجوع کیا اور سرکارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے مدد مانگی ،اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ! وہ مخالف ہوا کہ تین دن سے بشدت چل رہی تھی دو گھڑی میں بالکل موقوف ہوگئی اور جہاز نے نجات پائی۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبہ المدینہ ص181)

اعلٰی حضرت کا دُوسرا سفرِ حج

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دوسرا حج 1323ھ بمطابق 1905 میں ادا فرمایا جبکہ آپ کی عمر شریف اُس وقت تقریباً 51 سال تھی۔

''ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت'' حصہ دوم میں خود **اعلیٰ حضرت** نے اپنے اِس سفر کے حالات تفصیل سے بیان فرمائے ہیں۔آیئے اس کی تفصیلات خود امامِ اہلسنت کی زبانی سنتے ہیں۔

اچانک حاضری:

(فرماتے ہیں) دوسری بار جب کعبہء معظّمہ حاضر ہوا،یکا یک (یعنی اچانک) جانا ہو گیا،اپنا پہلے سے کوئی ارادہ نہ تھا۔۔۔واپسی میں تین

دن طوفانِ شدید رہا(جس کا ذکر ہم پچھلے صفحات میں پڑھ چکے ہیں) ماں کی محبت! وہ تین شَبانہ روز (یعنی دن رات) کی سخت تکلیف یاد تھی، مکان میں قدم رکھتے ہی پہلا لفظ مجھ سے یہ فرمایا کہ:

''حجِ فرض اللہ تعالیٰ نے ادا فرما دیا، اب میری زندگی بھر دوبارہ اِرادہ نہ کرنا''

اُن کا یہ فرمانا مجھے یاد تھا اور ماں باپ کی مُمانَعت کے ساتھ حجِ نَفل جائز نہیں۔ یوں خُود اَدا کرنے سے مجبور تھا۔ یہاں سے ننھے میاں (چھوٹے بھائی مولانا محمد رضا خان) اور حامد رضا خاں (اعلیٰ حضرت کے بڑے شہزادے) مع متعلقین باِرادہءِ حج روانہ ہوئے۔

لکھنؤ تک اِن لوگوں کو پہنچا کر مَیں واپس آ گیا، لیکن طبیعت میں ایک قسم کا اِنْتِشار (تڑپ) رہا۔ ایک ہفتہ یہاں رہا، طبیعت سخت پریشان رہی۔ ایک روز عصر کے وقت زیادہ اِضطِراب ہوا اور دل وہاں (یعنی حرمین طیبین) کی حاضری کے لیے زیادہ بے چین ہوا۔ بعدِ مغرب مولوی نذیر احمد صاحب کو اسٹیشن بھیجا کہ جا کر بمبئیٔ تک سیکنڈ کلاس رِزَرْو (Reserve) کروالیں کہ نمازوں کا آرام رہے۔ انہوں نے اسٹیشن ماسٹر سے گاڑی مانگی، اُس نے پوچھا: کس ٹرین سے ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا ''اِسی شب کے دس بجے والی گاڑی سے''۔ وہ بولا: یہ گاڑی نہیں مل سکتی، اگر آپ کو اِس سے جانا تھا تو چوبیس گھنٹے پیشتر (یعنی پہلے) اطلاع دیتے۔ بیچارے مایوس ہو کر لوٹنا چاہتے تھے کہ ایک ٹکٹ کلکٹر (TicketCollector) جو قریب رہتا تھا، مل گیا۔ اُس نے کہا: تم گھبراؤ مت! میں چلتا ہوں اور اسٹیشن ماسٹر سے جا کر کہتا ہوں۔ اسٹیشن ماسٹر نے اس کی بات سن کر ایک سو تریسٹھ روپے پانچ آنے لے کر سیکنڈ کلاس کا کمرہ (ڈبہ) رِزَرْو کر دیا۔

والدہ سے اجازت:

عشاء کی نماز سے اوّل وقت فارغ ہولیا۔ شِکْرَم (یعنی چار پہیوں والی مخصوص گاڑی) بھی آ گئی، صرف والدہ ماجدہ سے اِجازت لینا باقی رہ گیا جو نہایت اہم مَسْئَلہ تھا، اور گویا اس کا یقین تھا کہ وہ اِجازت نہ دیں گی۔ کس طرح عرض کروں اور بغیر اجازتِ والدہ حجِ نفل کو جانا حرام آخر کار اندر مکان میں گیا، دیکھا کہ حضرتِ والدہ ماجدہ چادر اوڑھے آرام فرماتی ہیں۔ میں نے آنکھیں بند کر کے قدموں پر سر رکھ دیا، وہ گھبرا کر اُٹھ بیٹھیں اور فرمایا: کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: حضور! مجھے حج کی اجازت دے دیجئے۔ پہلا لفظ جو فرمایا یہ تھا کہ ''خدا حافظ'' ۔۔۔ میں اُلٹے پیروں باہر آیا اور فوراً سوار ہو کر اسٹیشن پہنچا۔ چلتے وقت جس لگن (یعنی برتن) میں میں نے وُضُو کیا تھا، والدہ ماجدہ نے اس کا پانی میری واپسی تک نہ پھینکنے دیا کہ اُس کے وضو کا پانی ہے۔

بریلی شریف سے بمبئی تک کا سفر

بریلی کے اسٹیشن سے میں نے ایک تار اپنی روانگی کا بمبئیٔ روانہ کیا۔ وہاں سب نے یہ خیال کیا کہ شاید حسن میاں (یعنی اعلیٰ حضرت مدظلہ، کے منجھلے بھائی) تشریف لا رہے ہیں، اِس واسطے کہ ان کا سالِ آئندہ میں ارادہ تھا، میرا کسی کو گمان بھی نہ تھا، غرض دن کے دن تک سب کو تَذَبْذُب (یعنی اِضطِراب) رہا۔

اِدھر مجھے راستہ میں ایک دن کی دیر ہوگئی کہ آگرہ پر میل نکل گیا اور ہماری گاڑی نے پسنجر کا انتظار کیا۔مولوی نذیر احمد صاحب نے اسٹیشن ماسٹر سے پوچھا کہ ہماری گاڑی کاٹ کر کیوں جدا کرلی؟ کہا: میل رِزَرو نہ تھا آپ کو پسنجر میں جانا ہوگا۔ یہاں تک کہ وہ دن آ گیا جس روز حجاج بمبئ کے قَرَنْطِیْنَہ (وہ مقررہ مدت جس میں مسافروں کو جبراً سب سے علیحدہ رکھا جاتا ہے) میں داخل ہونے والے تھے اور میں اس وقت تک نہ پہنچ سکا۔اب سخت مشکل کا سامنا تھا کہ ہمارے لوگ قرنطینہ میں داخل ہوجائیں گے اور میں رہ گیا،اب جانا کیونکر ہوگا؟ یہ دن پنجشنبہ (یعنی جمعرات) کا ہے۔تار آ چکا تھا کہ پنجشنبہ کو بھپارا ہوکر (یعنی جوش دی ہوئی دوا لے کر) لوگ قرنطینہ میں داخل ہوجائیں گے۔گاڑی کٹ جانے نے یہ تاخیر کی کہ میں جمعہ کے دن صبح آٹھ بجے پہنچا۔اسٹیشن پر دیکھا،بمبئ کے اَحباب کا ہجوم ہے،حاجی قاسم وغیرہ گاڑیاں لئے موجود ہیں۔

سلام ومُصَافَحَہ کے بعد پہلا لفظ جواُنہوں نے کہا یہ تھا شہر کو نہ چلئے سیدھے قَرَنْطِیْنَہ چلئے،ابھی آپ کے لوگ داخل نہیں ہوئے ہیں۔ میں شکرِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ بجالایا اور اپنے لوگوں کے ساتھ داخلِ قَرَنْطِیْنَہ ہوا۔۔۔میں نے واقعہ پوچھا۔وہاں کے لوگوں نے کہا: عجب ہے اور سخت عجب! ایسا کبھی نہ ہوا تھا،پنجشنبہ کو روزِ موعود (یعنی مقرر دن) پر ڈاکٹر آیا اور آدھے لوگوں کو بھپارا دیا (یعنی جوش دی ہوئی دوا دی) کہ دفعتہً (یعنی اچانک) اسے سخت گھبراہٹ پیدا ہوئی اور کہا کہ باقی کا بھپارا کل ہوگا،یوں تمہارے لوگ باقی رہ گئے۔

بمبئی سے سوئے عرب روانگی:

اب ایک اور دِقّت پیش آئی کہ اُس جہاز کا ٹکٹ بالکل تقسیم ہوچکا تھا جس میں ہمارے لوگ جانے والے تھے۔بَجَبُوری دوسرے جہاز کا ٹکٹ خریدا اور وہ بھی تیسرے درجے کا،جس کی حِکمَت آگے ظاہر ہوگی اور حدیث کی دعائیں پڑھیں کہ سرکار! مجھے اپنوں کا ساتھ عطا فرمائیں،ان سے چھوٹ کر میں تنہا کیونکر حاضر ہوں گا۔صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم

تلاش کی گئی کہ اِس جہاز میں کوئی صاحب ایسے ہیں جو اکیلے جانے والے ہوں جنہیں یہ اور وہ دونوں جہاز برابر ہوں۔مولیٰ تعالیٰ کی رحمت کہ ایک بڑے میاں ہمارے ہی ضلع بریلی کے ساکن مل گئے،جنہوں نے بخوشی ٹکٹ بدل لیا وہ اُس جہاز میں گئے اور میں **بِفَضْلِهٖ تَعَالٰی** اپنے ساتھیوں کے ساتھ جہاز میں رہا۔

سرکار صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم نے پہلا ٹکٹ تیسرے دَرَجے کا اسی لئے دلوایا تھا کہ وہ بڑے میاں ملنے والے تھے جن کا ٹکٹ تیسرے ہی دَرَجے کا تھا کہ ان سے تبدیلی میں مالی نقصان نہ ہو۔بعدِ قرنطینہ اس جہاز پر سوار ہوکر سوا سو روپے داخل کرکے اوّل درجے کا ٹکٹ تبدیل کرالیا۔

سمتِ قبلہ نکالنے میں اعلیٰ حضرت کی مہارت

جب عَدَن کے قریب جہاز پہنچا میں نمازِ عصر پڑھا رہا تھا۔نماز میں ایک عَرَبی صاحب کی آواز میرے کان میں پہنچی کہ سمتِ قِبْلَہ یہ

نہیں ہے۔ میں نے کچھ خیال نہ کیا اِس لئے کہ میں مُوامَرَہ ہَنْدَسِیَّہ سے عَدَن وکامران (ایک علاقے کا نام) کی سمتِ قِبْلَہ نکال چکا تھا۔ وہ اتنی دیر کہ میں نے نماز پڑھی وظیفہ پڑھا، بیٹھے رہے۔ جب میں فارغ ہوا تو ان سے پوچھا:

اِس وقت بتایئے سمتِ قبلہ کس طرف ہے اور پانچ منٹ پہلے کس طرف تھی؟ اور حساب لگا کر سمجھایا کہ اس وقت سمتِ قبلہ ہی پر نماز ہوئی، جس کو اُنہوں نے بھی تسلیم کرلیا۔ جب کامران آیا تو قرنطینے میں داخل ہوئے، وہاں دس روز ٹھہرنا ہوا۔ اللہ تعالیٰ اُن تُرکی کارکنوں کو جزائے خیر دے! حجاج کو ایسا آرام دیا کہ لوگوں کو میں نے یہ کہتے سنا کہ حج کا وقت قریب ہے ورنہ کچھ دن بیمار رہتے اور یہاں کے آرام کا لُطف اٹھاتے۔۔۔

مزارشریف کی حاضری:

یہاں میں نے سنا کہ ''کامران'' (عرب شریف کے جنوب مغربی کونے میں ایک جزیرہ نما مقام) سے کوئی ایک میل فاصلہ پر کسی بزرگ کا مزار ہے۔ میں نے اور میرے ساتھیوں نے حاضری کا اِرادہ کیا، تُرکی ڈاکٹر سے پوچھا، بکشادہ پیشانی (خوش دلی سے) اجازت دی اور کہا، آپ کے ساتھ کے (یعنی کتنے) آدمی ہوں گے؟ میں نے کہا: دس بارہ۔ ان سب کو بھی اجازت دی اور ہم زِیارت سے فارغ ہوکر آئے۔

جہاز میں بیانات:

جہاز اور ''کامران'' میں تقریباً روزانہ میرے بیانات ہوتے جس میں اکثر مَناسِکِ حج کی تعلیم ہوتی اور وہ جو ہمیشہ میرے بیان کا مقصودِ اعظم رہتا ہے یعنی تعظیمِ شانِ حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

ایک بہت بڑا رئیس بھی جہاز میں تھا، شریکِ وَعظ ہوتا، مسائل سنا کرتا، مگر تعظیمِ شانِ اقدس کے ذکر کے وقت اس کے چہرہ پر بَشاشَت (یعنی خوشی) کی جگہ کُدُورَت (ناپسندیدگی) ہوتی، میں سمجھا وہابی ہے۔ دریافت کئے سے معلوم ہوا کہ گنگوہی کا مرید ہے۔ اس روز میں نے رُوئے سخن (یعنی بات کا رُخ) ردِّ وہابیہ وگنگوہی کی طرف پھیرا، جبراً وقہراً سنتا رہا مگر دوسرے دن سے بیان میں نہ آیا، میں نے حَمد کی کہ جلسہ پاک ہوا۔

حضورِغوثِ پاک سے فریاد کی بَرَکت:

اب یہاں کامران میں نو دن ہو چکے۔ کل جہاز پر جانا ہے۔ دفعۃً رات کو میرے سب ساتھیوں کو دردِ شِکَم (یعنی پیٹ کا درد) واِسہال (پیچش کا مرض) عارض (یعنی لاحق) ہوا، میرے درد تو نہ تھا مگر پانچ بار اِجابت (یعنی رفعِ حاجت) کو مجھے جانا ہوا، دن چڑھ گیا اور ڈاکٹر کے آنے کا وقت ہوا، باہر تُرکی مرد (ڈاکٹر) اور اندر عورتوں کو تُرکیہ عورت (لیڈی ڈاکٹر) روزانہ آکر دیکھا کرتے۔ میرے بھائی ننھے میاں سلمہٗ کو اندیشہ ہوا اور عَزْم کرلیا کہ اپنی حالتوں کو ڈاکٹر سے کہہ دو۔ مجھ سے دریافت کیا۔ میں نے کہا: اگر بیمار سمجھ کر روک لئے گئے اور حج کا وقت قریب ہے مَعَاذَ اللہ وقت پر نہ پہنچ سکے تو کیسا خسارہ (یعنی نقصان) ہوگا۔

کہا: اب ڈاکٹر اور ڈاکٹرنی آتے ہوں گے، اگر انہیں اطلاع ہوئی تو ہمارا نہ کہنا اِخفاء میں نہ ٹھہرے گا، میں نے کہا ذرا ٹھہرو! میں اپنے حکیم سے کہہ لوں۔ مکان سے باہر جنگل میں آیا اور حدیث کی دعائیں پڑھیں اور **سیدنا غوثِ اعظم** رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اِستِمداد (مدد طلب) کی کہ دفعۃً سامنے سے حضرت سید شاہ غلام جیلانی صاحب سجادہ نشین سرکارِ ''بانسہ شریف'' کہ اولادِ اَمجادِ حضور **سیدنا غوثِ اعظم** رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تھے اور بمبئی سے ہمارا ان کا ساتھ ہو گیا تھا، سامنے سے تشریف لائے۔ ان کی تشریف آوری فالِ حَسَن (یعنی نیک شگون) تھی میں نے ان سے بھی دُعا کو کہا، انہوں نے بھی دعا فرمائی۔ مجھے مکان سے باہر آئے شاید دس منٹ ہوئے ہوں گے، اب جو مکان میں جا کر دیکھا **بِحَمْدِ اللّٰه** سب کو ایسا تَندُرُست پایا کہ گویا مَرض ہی نہ تھا، درد وغیرہ کیسا اس کا ضُعف بھی نہ رہا۔ سب ڈھائی تین میل پیادہ (یعنی پیدل) چل کر سَمُندَر کے کنارے پہنچے۔۔۔

یَا شَیۡخُ مَا لِی اَرَاکَ حَزِیۡنًا:

جَدہ شریف میں جب جہاز پہنچا، حجاج کی بے حد کثرت، اور جانے کا صِرف ایک راستہ جو دوطرفہ ٹَٹّیوں (یعنی بانس یا سرکنڈوں وغیرہ سے بنائی گئی دیواروں) سے بہت دور تک مَحْدُود (یعنی گھرا ہوا)، بھلا ایسی حالت میں کس طرح گزر ہو! زَنانی سواریاں ساتھ، پانچ گھنٹے اسی اِنتظار میں گذر گئے کہ ذرا ہُجُوم کم ہو تو سواریوں کو لے چلیں لیکن اس وقت سلسلہ مُنقَطِع (یعنی ختم) نہ ہونا تھا نہ ہوا۔ یہاں تک کہ دوپہر قریب ہو گیا۔ دھوپ اور بھوک اور پیاس سب باتیں جمع تھیں کہ ننھے میاں اور سب لوگ نہایت پریشان۔

جب بہت دیر ہو گئی تو ننھے میاں اور حامد رضا خاں نے مجھ سے آ کر کہا: یہاں آخر کب تک بھوکے پیاسے دھوپ میں کھڑے رہیں گے؟ میں نے کہا: تمہیں جلدی ہے تو جاؤ، میں تاوقتیکہ بھیڑ کم نہ ہو، زنانی سواریوں کو نہیں لے جاؤں گا۔ اب کس کی مجال تھی جو کچھ کہتا، مجبوراً خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک عربی صاحب جن کو اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا، میرے پاس تشریف لائے اور بعد سلام علیک پہلا لفظ یہ فرمایا: **یَا شَیۡخُ مَا لِی اَرَاکَ حَزِیۡنًا** کیا سبب ہے کہ میں آپ کو پریشان دیکھ رہا ہوں؟ میں نے عرض کیا: پریشانی ظاہر ہے، ہمارے ساتھ میں مستورات ہیں اور مردوں کا یہ کثیر ہجوم، ہمیں پانچ گھنٹے یہیں کھڑے ہو گئے۔ فرمایا: اپنے مردوں کا حَلْقَہ بنا کر عورتوں کو درمیان میں لے لو اور میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ غرض حلقہ میں عورتوں کو لے کر ان عربی صاحب کے پیچھے ہو لئے۔ ہم نے دیکھا کہ راستہ بھر ہمارے شانے (یعنی کندھے) سے بھی کسی غیر شخص کا شانہ نہیں لگا۔ جب راستہ طے ہوا فوراً وہ عربی صاحب نظروں سے غائب ہو گئے۔

سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے استغاثہ کی برکت:

جَدَّہ پہنچتے ہی مجھے بخار آ گیا اور میری عادت ہے کہ بخار میں سردی بہت معلوم ہوتی ہے۔ محاذاتِ یَلَمْلَم سے (کہ پاک وہندوالوں کے لئے میقات ہے) **بِحَمْدِ اللّٰه تَعَالٰی** احرام بندھ چکا تھا۔ اس سردی میں رضائی گردن تک اوپر سے ڈال لیتا کہ احرام میں چہرہ چھپانا منع

ہے، سو جاتا، آنکھ کھلتی تو **بِحَمْدِ اللہ تَعَالٰی** رضائی گردن سے اصلاً (یعنی بالکل) نہ بڑھی ہوتی۔ تین روز جدَّہ میں رہنا ہوا اور بخار ترقی پر ہے، آج چل کر جدَّہ کے کھلے میدان میں رات بسر کرنی ہوگی۔ بخار میں کیا حالت ہوگی؟ سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی۔ **بِحَمْدِ اللہ تَعَالٰی** بخار معاً (یعنی فوراً) جاتا رہا اور تیرھویں (ذی الحجہ) تک عَود نہ کیا (یعنی دوبارہ نہ آیا)۔ جب **بِفَضْلِہٖ تَعَالٰی** تمام مناسکِ حج سے فارغ ہولئے، تیرہویں تاریخ بخار نے عَود کیا۔ میں نے کہا: اب آیا کیجئے، ہمارا کام ربُّ العزت نے پورا کر دیا۔

محافظِ کتبِ حرم کی عقیدت

بعد فراغِ مناسک، کتب خانۂ حرمِ محترم کی حاضری کا شُغل رہا۔ پہلے روز جو حاضر ہوا، حامد رضا خاں ساتھ تھے۔ محافظِ کتبِ حرم ایک وجیہ وجمیل عالمِ نبیل مولانا سید اسمٰعیل تھے۔ یہ پہلا دن اُن کی زِیارت کا تھا۔ یہ حضرت مثل دیگر اَکابِر مکہ مکرمہ اِس فقیر سے غائبانہ خلوصِ تام رکھتے تھے۔۔۔ حاضرین میں سے کسی نے اِس مسئلہ کا ذکر کیا کہ قبلِ زوال رَمی (یعنی زوال کے وقت سے پہلے جمرات یعنی شیطان کو کنکریاں مارنا) کیسی؟ مولانا نے فرمایا: یہاں کے علماء نے جواز پر فتویٰ دیا ہے۔

حامد رضا خاں سے اِس بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ مجھ سے اِستفسار (یعنی سوال) ہوا، میں نے کہا: خلافِ مذہب (یعنی اَحناف کے مؤقف کے خلاف) ہے۔ مولانا سید صاحب نے ایک مُتَدَاول (یعنی مُرَوَّج) کتاب کا نام لیا کہ اُس میں جواز کو "**عَلَیْہِ الْفَتْوٰی**" (یعنی اسی پر فتوی ہے) لکھا ہے۔ میں نے کہا: ممکن کہ روایتِ جواز ہو مگر "**عَلَیْہِ الْفَتْوٰی**" ہرگز نہ ہوگا۔ وہ کتاب لے آئے، مسئلہ نکلا اور اُسی صورت سے نکلا جو فقیر نے گزارش کی تھی یعنی اُس میں "**عَلَیْہِ الْفَتْوٰی**" کا لفظ نہ تھا۔

حضرت مولانا نے حامد رضا خان سے کان میں جھک کر مجھے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ اور حامد رضا خان کو بھی نہ جانتے تھے مگر اُس وقت گفتگو انہیں سے ہو رہی تھی لھٰذا اُن سے پوچھا انہوں نے میرا نام لیا۔ نام سنتے ہی حضرت مولانا وہاں سے اٹھ کر بیتابانہ دوڑتے ہوئے آکر فقیر سے لپٹ گئے۔ پھر تو **بِحَمْدِ اللہ تَعَالٰی** وِدَاد (یعنی الفت ودوستی) نے کامل ترقی کی۔

مسئلہ علمِ غیب پر دو گھنٹے تک دلائل دئیے:

اِس بار سرکارِ حرمِ محترم میں میری حاضری بے اپنے اِرادے کے جس غیر متوقع طور اور غیر معمولی طریقوں پر ہوئی اُس کا کچھ بیان اوپر ہو چکا ہے، وہ حکمتِ الٰہیہ یہاں آکر کُھلی۔ سننے میں آیا کہ وہابیہ پہلے سے آئے ہوئے ہیں جن میں خلیل احمد انبیٹھی، بعض وزرائے ریاست اور دیگر اہلِ ثروت (یعنی اُمرا) بھی ہیں۔ حضرت شریفِ مکہ (یعنی گورنر مکہ) تک رسائی پیدا کی ہے اور مسئلہ علمِ غیب چھیڑا ہے اور اس کے متعلق کچھ سوال اَعلم علمائے مکہ (یعنی مکے کے سب سے بڑے عالم) حضرت مولانا شیخ صالح کمال سابق قاضی مکہ ومفتیِ حنفیہ کی خدمت میں پیش ہوا ہے۔ میں حضرت موصوف کی خدمت میں گیا۔۔۔

میں نے بعدِ سلام ومصافحہ مسئلہ علمِ غیب کی تقریر شروع کی اور دو گھنٹے تک اسے آیات واحادیث واقوالِ ائمہ سے ثابت کیا اور مخالفین جو

شبہات کیا کرتے ہیں اُن کا ردّ کیا۔اس دو گھنٹے تک حضرت موصوف محض سکوت (یعنی خاموشی) کے ساتھ ہمہ تن گوش (مکمل متوجہ) ہوکر میرا منہ دیکھتے رہے۔جب میں نے تقریرختم کی ،چُپکے سے اٹھے،قریب الماری رکھی تھی، وہاں تشریف لے گئے اور ایک کاغذ نکال لائے جس پر مولوی سلامت اللہ صاحب رامپوری کے رسالہ ''اِعْلَامُ الْاَذْکِیَـــــاء'' کے اس قول کے متعلق کہ حضورِاقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو ''ھُـوَالْاَوَّلُ وَالْاٰخِـرُ وَالظَّاہِرُ وَالْبَاطِنُ وَھُوَ بِکُلِّ شَیءٍ عَلِیْم'' (یعنی وہی اوّل،وہی آخر،وہی ظاہر،وہی باطن،اوروہ سب کچھ جانتے ہیں)لکھا، چند سوال تھے اور جواب کی چار سطریں ناتمام اٹھالائے مجھے دکھایا اور فرمایا: تیرا آنا اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی رحمت تھا ورنہ مولوی سلامت اللہ کے کفر کا فتویٰ یہاں سے جا چکتا۔میں حمدِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ بجالایا اور فرُوْدگاہ (یعنی قیام گاہ) پر واپس آیا۔

صرف دو دن میں ''اَلدَّوْلَۃُ الْمَکِّیَّۃ'' تصنیف فرمائی:

مولانا سے مقامِ قیام کا کوئی تذکرہ نہ آیا تھا۔اب وہ فقیر کے پاس تشریف لانا چاہتے ہیں اور حج کا ہنگامہ اور جائے قیام نامعلوم،آخر خیال فرمایا کہ ضرور کتب خانہ میں آیا کرتا ہوگا۔25ذی الحجہ 1323ھ کی تاریخ ہے،بعد نمازِعصر میں کتب خانے کے زینے (یعنی سیڑھی) پر چڑھ رہا ہوں، پیچھے سے ایک آہٹ معلوم ہوئی، دیکھا تو حضرت مولانا شیخ صالح کمال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں، بعد سلام ومصافحہ دفترِ کتب خانہ میں جا کر بیٹھے۔

وہاں حضرت مولانا سید اسمٰعیل اوران کے نوجوان بھائی سید مصطفٰی اوران کے والد ماجد مولانا سید خلیل اور بعض حضرات بھی کہ اِس وقت یادنہیں،تشریف فرما ہیں۔

حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے جیب سے ایک پرچہ نکالا جس پر علمِ غیب کے متعلق پانچ سوال تھے (یہ وہی سوال ہیں جن کا جواب مولانا نے شروع کیا تھا اور تقریرِفقیر کے بعد چاک فرمادیا تھا) مجھ سے فرمایا: یہ سوال وہابیہ نے حضرت سیّدُنا کے ذریعہ سے پیش کئے ہیں اور آپ سے جواب مقصود ہے۔(سیدنا وہاں شریفِ مکہ کو کہتے ہیں کہ اس وقت شریف علی پاشا تھے) میں نے مولانا سید مصطفٰی سے گزارش کی کہ قلم دوات دیجئے۔

حضرت مولانا شیخ کمال ومولانا سید اسمٰعیل ومولانا سید خلیل سب اکابر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے کہ تشریف فرما تھے، ارشادفرمایا کہ ہم ایسا فوری جواب نہیں چاہتے بلکہ ایسا جواب ہو کہ خبیثوں کے دانت کھٹے ہوں۔ میں نے عرض کی کہ اس کے لئے قدرے مہلت چاہیے، دوگھڑی دن باقی ہے اس میں کیا ہوسکتا ہے؟ حضرت مولانا شیخ صالح کمال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: کل سہ شنبہ (یعنی منگل)، پرسوں چہار شنبہ (یعنی بدھ) ہے، اِن دوروز میں ہوکر پنجشنبہ (یعنی جمعرات) کو مجھے مل جائے کہ میں شریف کے سامنے پیش کردوں۔

میں نے اپنے ربّ عَزَّ وَجَلَّ کی عنایت اور اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی اِعانت (یعنی مدد) پر بھروسہ کرکے وعدہ کرلیا اور شانِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ کہ دوسرے ہی دن سے بخار نے پھر عود کیا،اسی حالتِ تپ (یعنی بخار) میں رسالہ تصنیف کرتا اور حامد رضا خاں تبییض کرتے (یعنی مُسَوَّدے کوصاف اورخوشخط کرکے لکھتے)،اس کا شُہرہ مکہ معظّمہ میں ہوا کہ وہابیہ نے فلاں کی طرف سوال متوجہ کیا ہے اور وہ جواب لکھ رہا ہے۔

مولانا شیخ "احمد ابو الخیر مرداد" کی اعلیٰ حضرت سے عقیدت:

میں نے اِس رسالہ میں "غیوبِ خمسہ" کی بحث نہ چھیڑی تھی کہ سائلوں کے سوال میں نہ تھی اور مجھے بخار کی حالت میں بکمال تعجیل و قصدِ تکمیل۔

آج ہی کہ میں لکھ رہا ہوں حضرت شیخ الخطباء، کبیر العلماء مولانا شیخ احمد ابوالخیر مرداد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا پیام آیا کہ میں پاؤں سے معذور ہوں اور تیرا رسالہ سُننا چاہتا ہوں، میں اسی حالت میں جتنے اَوراق لکھے گئے تھے لے کر حاضر ہوا۔ رسالہ کی قسمِ اوّل ختم ہو چکی تھی جس میں اپنے مسلک کا ثبوت ہے۔ قسمِ دوم لکھی جا رہی تھی جس میں وہابیہ کا رَدّ اور اُن کے سوالوں کا جواب ہے۔ حضرت شیخ الخطباء نے اوّل تا آخر سن کر فرمایا: اِس میں علمِ خمس کی بحث نہ آئی۔" میں نے عرض کی کہ سوال میں نہ تھی، فرمایا: میری خواہش ہے کہ ضرور زیادہ ہو میں نے قبول کیا۔۔۔

میں تمھارے قدموں کو بوسہ دوں:

رخصت ہوتے وقت اُن کے زانوئے مبارک کو ہاتھ لگایا۔ حضرت موصوف نے بآں فضل وکمال وبآں کبرِ سال کہ عمر شریف سَتّر برس سے متجاوز تھی، یہ لفظ فرمائے کہ:

"اَنَا اُقَبِّلُ اَرْجُلَکُمْ ، اَنَا اُقَبِّلُ نِعَالَکُمْ"

(میں تمہارے قدموں کو بوسہ دُوں، میں تمہارے جوتوں کو بوسہ دُوں)۔

یہ میرے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی رحمت کہ ایسے اَکابر کے قلوب میں اِس بے وقعت کی یہ وقعت! مَیں واپس آیا اور شب ہی میں بحثِ خمس کو بڑھایا۔

جَلِیْلُ الْقَدر مُحَدِّث کا اجازتِ حدیث لینا:

اب دوسرا دن چہار شنبہ (یعنی بدھ) کا ہے، صبح کی نماز پڑھ کر حرم شریف سے آتا ہوں کہ مولانا سید عبد الحیی ابن مولانا سید عبد الکبیر محدِّث ملکِ مغرب (کہ اُس وقت تک اُن کی چالیس کتابیں علومِ حدیثیہ ودینیہ میں مصر میں چھپ چکی تھیں) اُن کا خادِم پیام لایا کہ مولانا تجھ سے ملنا چاہتے ہیں۔ میں نے خیال کیا کہ وعدے میں آج ہی کا دن باقی ہے اور ابھی بہت کچھ لکھنا ہے، عذر کر بھیجا کہ آج کی معافی دیں کل میں خود حاضر ہو جاؤں گا۔ فوراً خادم واپس آیا کہ میں آج ہی مدینہ طیبہ جاتا ہوں، تَجْہِیْز ہو چکی ہے یعنی قافلے کے اونٹ بیرونِ شہر جمع ہو لئے ہیں، ظہر پڑھ کر سوار ہو جاؤں گا۔

اب میں مجبور ہوا اور مولانا کو تشریف آوری کی اجازت دی۔ وہ تشریف لائے اور علوم حدیث کی اِجازتیں فقیر سے طلب فرمائیں اور لکھوائیں اور علمی مذاکرات ہوتے رہے یہاں تک کہ ظہر کی اذان ہوئی، وہاں زوال ہوتے ہی معاً اذان ہو جاتی ہے، میں اور وہ نماز میں

حاضر ہوئے۔ بعدِ نماز وہ عازمِ مدینہ طیبہ ہوئے اور مَیں فرُوْدگاہ (یعنی قیام گاہ) پر آیا۔ آج کے دن کا بڑا حصہ یُوں بالکل خالی گیا اور بخار ساتھ ہے۔ بقیہ دن میں اور بعدِ عشاء فضلِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ اور عنایتِ رِسالت پناہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے کتاب کی تکمیل و تبییض سب پوری کرادی۔

''اَلدَّوْلَۃُ الْمَکِّیَّۃُ بِالْمَادَۃِ الْغَیْبِیَّۃ''

23 ھ 13

اس کا تاریخی نام ہوا اور پنجشنبہ (یعنی جمعرات) کی صبح ہی کو حضرت مولانا شیخ صالح کمال کی خدمت میں پہنچا دی گئی۔

شریفِ مکہ کی بارگاہ میں ''اَلدَّوْلَۃُ الْمَکِّیَّۃُ ''کی پذیرائی:

مولانا نے دن میں اسے کامل طور پر مطالعہ فرمایا اور شام کو شریف صاحب کے یہاں لے کر تشریف لے گئے۔ عشاء کی نماز وہاں شروع وقت پر ہوجاتی ہے۔ اس کے بعد سے نصف شب تک کہ عربی گھڑیوں میں چھ بجتے ہیں شریف علی پاشا کا دربار ہوتا تھا۔

حضرت مولانا نے دربار میں کتاب پیش کی اور علی الاعلان فرمایا:

''اِس شخص نے وہ علم ظاہر کیا جس کے اَنوار چمک اٹھے اور جو ہماری خواب میں بھی نہ تھا''

حضرت شریف نے کتاب پڑھنے کا حکم دیا۔ دربار میں دو وہابی بھی بیٹھے تھے؛ ایک احمد فلکیہ کہلاتا، دوسرا عبدالرحمٰن اسکوبی۔ انہوں نے مقدمہ کتاب کی آمد ہی سن کر سمجھ لیا کہ یہ کتاب رنگ بدل دے گی۔ شریف ذی علم ہیں، مسئلہ اُن پر منکشف ہوجائے گا لھٰذا چاہا کہ سننے نہ دیں، بحث میں اُلجھا کر وقت گزار دیں۔ کتاب پر کچھ اعتراض کیا، حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے جواب دیا۔ آگے بڑھے، انہوں نے پھر ایک مہمل اعتراض کیا، حضرت مولانا نے جواب دیا اور فرمایا:

کتاب سن لیجئے پوری کتاب سننے سے پہلے اِعتراض بے قاعدہ ہے، ممکن ہے کہ آپ کے شکوک کا جواب کتاب ہی میں آئے اور نہ ہو تو میں جواب کا ذمہ دار ہوں اور مجھ سے نہ ہوسکا تو مصنّف موجود ہے۔ یہ فرما کر آگے پڑھنا شروع کیا، کچھ دُور پہنچے تھے، اُنہیں اُلجھانا مقصود تھا پھر معترض ہوئے۔ اب حضرت مولانا نے حضرت شریف سے کہا کہ یَا سَیِّدَ نَا! حضرت کا حکم ہے کہ میں کتاب پڑھ کر سناؤں اور یہ جا بجا بے جا اُلجھتے ہیں، حکم ہو تو ان کے اعتراضوں کا جواب دُوں یا حکم ہو تو کتاب سناؤں؟

شریف نے فرمایا: اِقْرَاء آپ پڑھیئے! اب اُن کی ''ہاں'' کو کون ''نہ'' کرسکتا تھا، معترضوں (یعنی اعتراض کرنے والوں) کا مُنہ مارا گیا اور مولانا کتاب سناتے رہے۔

اس کے دلائلِ قاہرہ سن کر مولانا شریف نے بآوازِ بلند فرمایا:

اَللہُ یُعْطِی وَھٰؤُلآءِ یَمْنَعُوْنَ

''اللہ تعالیٰ تو اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو غیب کا علم عطا فرماتا ہے اور یہ وہابیہ منع کرتے ہیں۔''

یہاں تک کہ نصف شب تک نصف کتاب سنائی، اب دربار برخاست ہونے کا وقت آ گیا۔ شریف صاحب نے حضرت مولانا سے فرمایا: یہاں نشانی رکھ دو، کتاب بغل میں لے کر بالاخانے (یعنی چھت) پر آرام کے لئے تشریف لے گئے وہ کتاب آج تک اُنہیں کے پاس ہے۔

تمام مکہ معظمہ میں کتاب کا شہرہ ہوا:

اصل سے متعدد نقلیں مکہ معظّمہ کے علماءِ کرام علیہ رحمۃ اللہ السلام نے لیں اور تمام مکہ معظّمہ میں کتاب کا شہرہ ہوا، وہابیہ پر اَوس پڑ گئی۔ **بِفَضْلِہٖ تَعَالٰی** سب لوہے ٹھنڈے ہوگئے۔ گلی کوچہ میں مکہ معظّمہ کے لڑکے ان سے تَمَسْخُر کرتے (یعنی مذاق اُڑاتے) کہ اب کچھ نہیں کہتے، اب وہ جوش کیا ہوئے، اب وہ مصطفٰی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے لئے علومِ غیب ماننے والوں کو کافر کہنا کدھر گیا؟ تمہارا کفر و شرک تمہیں پر پلٹا۔ وہابیہ کہتے: اِس شخص نے کتاب میں منطقی تقریریں بھر کر شریف پر جادو کر دیا۔۔۔۔

علمائے حرم کی طرف سے اعلٰی حضرت کی دعوتیں

زمانۂ قیام میں علمائے عظمائے مکہ معظّمہ نے بکثرت فقیر کی دعوتیں بڑے اہتمام سے کیں۔ ہر دعوت میں علماء کا مجمع ہوتا، مذاکراتِ عِلْمِیَّہ رہتے۔ شیخ عبدالقادر کردی مولانا شیخ صالح کمال کے شاگرد تھے۔ مسجد الحرام شریف کے احاطے ہی میں اُن کا مکان تھا انہوں نے تَقَرُّرِ دعوت (یعنی دعوت رکھنے) سے پہلے باصرارِ تام (مکمل اصرار سے) پوچھا کہ تجھے کیا چیز مرغوب (یعنی پسند) ہے؟ ہر چند عذر کیا، نہ مانا، آخر گزارش کی کہ:

''**اَلْحُلُوُّ الْبَارِد**'' شیریں سرد (ٹھنڈی اور میٹھی چیز)

اُن کے یہاں دعوت میں اَنواعِ اَطْعِمَہ (یعنی طرح طرح کے کھانے) جیسے اور جگہ ہوتے تھے، ان کے علاوہ ایک عجیب نفیس چیز پائی کہ اِس ''**اَلْحُلُوُّ الْبَارِد**'' کی پوری مِصداق تھی، نہایت شیریں وسرد اور خوش ذائقہ! ان سے پوچھا کہ اس کا کیا نام ہے؟ کہا: ''رِضَیُ الْوَالِدَیْن'' اور وجہِ تسمیہ (یعنی نام کی وجہ) یہ بتائی کہ جس کے ماں باپ ناراض ہوں یہ پکا کر کھلائے راضی ہو جائیں۔۔۔

بیماری کا زم زم سے علاج:

یہ چہارم صفر 1324ھ تھی اس سے پہلے محرم شریف میں شدید ومَدِید (یعنی انتہائی سخت اور طویل) دورہ بخار کا رہ چکا تھا۔ دو بار مسہل ہوئے، ایک بار ایک ہندی کی رائے سے، اور نفع نہ ہوا، دوبارہ ایک ترکی ڈاکٹر رمضان آفندی نے بہت قلیل مقدار میں ایک نمک دیا کہ آبِ زمزم شریف میں ملا کر پی لو اور پیاس بے پیاس زمزم شریف کی کثرت کرو۔ اس سے بِحَمْدِ اللہ تعالیٰ بہت نفع ہوا اور انہوں نے دوا وہ بتائی جو مجھے بالطبع محبوب و مرغوب تھی یعنی ''زمزم شریف'' کہ مجھے ہر مشروب سے زیادہ عزیز ہے۔۔۔۔

زمزم شریف کی برکت کہ صحت میں، مرض میں، دن میں، رات میں، تازہ باسی بکثرت پیا اور نفع ہی کیا۔ زَورقیں (یعنی پانی بھرنے کے ڈنڈی دار برتن) ہر وقت بھری رکھی رہتی تھیں، بخار کی شدت میں رات کو جب آنکھ کھلی۔ کلی کر کے زمزم شریف پی لیا۔ وضو سے پہلے پیتا، وضو کے بعد پیتا، بارہ بارہ زورقیں ایک دن رات میں صِرف میرے صَرف (یعنی استعمال) میں آتیں، پونے تین مہینے کے قیامِ مکہ معظّمہ میں میں نے حساب کیا تو تقریباً چار مَن زمزم شریف میرے پینے میں آیا ہوگا۔

حضرت مولانا سید اسمٰعیل کو اللہ تعالیٰ جناتِ عالیہ نصیب فرمائے، میری واپسیِ حج کے چند سال بعد 1328ھ میں مجھ سے ملنے (بریلی) آئے، میرے شوقِ زمزم کا ذکر ہوا، فرمایا: کہ ہر مہینے اتنے طنک یعنی پیپے (زم زم کے) بھیج دیا کروں گا کہ تمہارے ایک مہینے کے صَرف کو کافی ہوں۔ مگر یہاں سے جاتے ہی انہیں سفرِ بابِ عالی کی ضرورت ہوئی اور مشیتِ الٰہی کہ وہیں انتقال فرمایا۔ **رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً**

عُلَمَاءِ حَرَم کا عِیَادت کے لئے آنا:

محرم شریف مجھے تقریباً بخار ہی میں گزرا، اُسی حالت میں علمائے کرام کو اجازات لکھی جاتیں اور اِسی حالت میں "**كِفْلُ الْفَقِيْه**" (کاغذ کے نوٹ کے جواز پر اعلیٰ حضرت کا تحقیقی رسالہ) تصنیف ہوا۔ وہاں پلنگ کا بھی رواج نہیں، بالاخانوں (یعنی گھر کی اُوپری منزلوں) میں زمین پر فرش ہیں اس پر سوتے ہیں مگر حضرت سید اسمٰعیل و حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے میرے لیے ایک عمدہ پلنگ منگوا دیا تھا۔ ایامِ مرض میں مَیں اسی پر ہوتا اور علماء عظماء عیادت کو آتے اور فرش پر تشریف رکھتے میں اس سے نادِم ہوتا، ہر چند چاہتا کہ نیچے اُتروں مگر قسموں سے مجبور فرماتے۔

بیماری میں سفرِ مدینہ کی تیاری:

اِمتِدادِ مرض (یعنی بیماری کے طویل ہوجانے) میں مجھے زیادہ فکر حاضری سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی تھی۔ جب بخار کو اِمتداد (طول پکڑتے) دیکھا، میں نے اُسی حالت میں قصدِ حاضری کِیا، یہ علما مانع ہوئے (یعنی روکنے لگے)۔ اوّل تو یہ فرمایا: کہ حالت تو تمہاری یہ ہے اور سفر طویل۔

اصلِ مراد حاضری اُس پاک در کی ھے:

میں نے عرض کی: اگر سچ پوچھیئے تو حاضری کا اصل مقصود زیارتِ طیبہ ہے، دونوں بار اسی نیت سے گھر سے چلا، مَعَاذَ اللہ اگر یہ نہ ہو تو حج کا کچھ لطف نہیں۔ انہوں نے پھر اِصرار اور میری حالت کا اِشعار کیا (یعنی میری حالت یاد دلائی)۔ میں نے حدیث پڑھی:

مَنْ حَجَّ وَلَمْ يَزُرْنِيْ فَقَدْ جَفَانِيْ

"جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر جفا کی"

فرمایا: تم ایک بار تو زیارت کر چکے ہو۔ میں نے کہا: میرے نزدیک حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ عمر میں کتنے ہی حج کرے زیارت ایک

بار کافی ہے بلکہ ہر حج کے ساتھ زیارت ضرور ہے، اب آپ دعا فرمائیے کہ میں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تک پہنچ لوں۔

''روضہء اقدس پر ایک نگاہ پڑ جائے اگر چہ اسی وقت دَم نکل جائے''

۔۔۔جب یہ جملہ میں نے کہا کہ روضہء اَنور پر ایک نگاہ پڑ جائے پھر دَم نکل جائے۔دونوں علمائے کرام کا غصے سے رنگ مُتَغَیَّر ہو گیا اور حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے فرمایا: ہر گز نہیں بلکہ

''تَعُوْدُ ثُمَّ تَعُوْدُ ثُمَّ تَعُوْدُ ثُمَّ یَکُوْنُ''

''تُو روضہء انور پر اب حاضر ہو، پھر حاضر ہو، پھر حاضر ہو، پھر مدینہ طیبہ میں وفات نصیب ہو''

مولیٰ تعالیٰ اُن کی دُعا قبول فرمائے۔۔۔۔

طائف نہیں بلکہ مدینہ منورہ ہی کا قصد ہے :

وہ حضرات علماء بہت اس کے مُتَمَنّی (یعنی خواہش مند) رہتے کہ کسی طرح میرا وہاں (یعنی مکہ میں) قیام زائد ہو۔حضرت مولانا سید اسمٰعیل نے فرمایا: یہاں کی شدتِ گرمی تمہارے لیے باعثِ تپ (یعنی بخار کا سبب) ہے۔طائف شریف میں موسم نہایت مُعْتَدِل اور وہاں میرا مکان بہت پُر فضا ہے، چلئے گرمی کا موسم وہاں گزاریں۔میں نے گذارش کی کہ: اِس حالتِ مرض میں قابلیتِ سفر ہو تو سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہی کی حاضری ہو۔

ہنس کر فرمایا کہ میرا مقصود یہ تھا کہ چند مہینے وہاں تنہائی میں رہ کر تم سے کچھ پڑھتے کہ یہاں تو آمد وشُد (یعنی آنے جانے والوں) کے ہجوم سے تمہیں فرصت نہیں۔

مکہ میں شادی کی پیشکش:

مولانا شیخ صالح کمال نے فرمایا: اِجازت ہو تو ہم یہاں تمہاری شادی کی تجویز کریں۔میں نے کہا: وہ کنیزِ بارگاہِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ جسے میں اُس کے دربار میں لایا اور اُس نے مناسکِ حج ادا کیے، کیا اس کا بدلہ یہی ہے کہ میں اسے یوں مَغْمُوم (یعنی غم زدہ) کروں؟ فرمایا: ہمارا خیال یہ تھا کہ یوں یہاں تمہارے قیام کا سامان ہو جاتا۔

ایک غیبی ہستی نے دم کر کے پانی دیا:

اس طُولِ مرض میں کئی ہفتے حاضریِ مسجدِ اقدس سے محروم رہا کہ میں جس بالا خانے (یعنی گھر کی اُوپری منزل) پر تھا، چالیس زینے (یعنی سیڑھیوں) کا تھا اور اس سے اترنا اور چڑھنا نامقدور (یعنی دشوار ترین) تھا۔

مسجد الحرام شریف میں کوئی ناآشنا بزرگ میرے بھائی مولوی محمد رضا خاں کو ملے تو فرمایا: کئی دن سے تمہارے بھائی کو نہ دیکھا۔انہوں نے عرض کیا: علیل ہیں۔پانی دَم فرما کر دیا کہ یہ پلاؤ اور اگر بخار باقی رہے تو میں دس بجے دن کے تم کو یہیں ملوں گا۔دس

بجے دن کے نہ بخار رہا، نہ وہ ملے اور اب میں مسجد شریف اور کتب خانہ حرم شریف میں حاضر ہونے لگا۔۔۔۔

بارش میں طوافِ کعبہ:

۔۔۔جب اَواخرِ محرم میں **بِفَضْلِهٖ تَعَالٰی** صحت ہوئی۔ وہاں ایک سلطانی حمام ہے میں اُس میں نہایا۔ باہر نکلا ہوں کہ ابر (یعنی بادل) دیکھا، حرم شریف پہنچتے پہنچتے برسنا شروع ہوا۔ مجھے حدیث یاد آئی کہ جو مینہ برستے میں طواف کرے وہ رحمتِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ میں تیرتا ہے۔ فوراً سنگِ اسود شریف کا بوسہ لے کر بارش ہی میں سات پھیرے طواف کیا۔۔۔۔

حدیث ضعیف ہے مگر امید قوی ہے :

بخار پھر عود کر (یعنی واپس) آیا۔ مولانا سید اسمٰعیل نے فرمایا: ایک ضعیف حدیث کے لئے تم نے اپنے بدن کی یہ بے احتیاطی کی! میں نے کہا: حدیث ضعیف ہے مگر امید **بِحَمْدِ الله تَعَالٰی** قوی ہے۔ یہ طواف **بِحَمْدِ الله تَعَالٰی** بہت مزے کا تھا۔ بارش کے سبب طائفین (یعنی طواف کرنے والوں) کی وہ کثرت نہ تھی۔۔۔۔

طوافِ زیارت میں حجر اسود کے بوسے:

اور اس سے بھی زیادہ لطف کا طواف **بِفَضْلِه تعالیٰ** گیارھویں ذی الحجہ کو نصیب ہوا تھا۔ طوافِ زیارت کے لیے، کہ بعد وقوفِ عرفہ فرض ہے، عام حجاج دسویں ہی کو منیٰ سے مکہ معظّمہ جاتے ہیں، میرے ساتھ مَستُورات (یعنی گھر کی خواتین) تھیں اور خود بھی بخار اٹھائے ہوئے تھا۔ گیارہویں کو بعدِ زوالِ رمیِ جمار یعنی شیطانوں کو کنکریاں مار کر، اونٹوں پر مع مستورات روانہ ہوا، حرم شریف میں نمازِ عصر ادا کی، آج تمام حجاج منیٰ میں تھے، حرم شریف میں صرف پچیس تیس آدمی۔ یہ طواف نہایت اطمینان سے ہوا۔ ہر بار جی بھر کر سنگِ اسود شریف پر منہ ملنا اور بوسہ لینا نصیب ہوتا۔ ایک عربی صاحب کو جنہیں پہچانتا نہیں مولیٰ تعالیٰ نے بے کہے مہربان فرمادیا کہ ہر پھیرے کے ختم پر چند آدمی جو طواف کر رہے تھے اُنہیں روک کر کھڑے ہوجاتے کہ بہنوں کو سنگِ اسود شریف کا بوسہ لینے دو، یوں ہر پھیرے پر میرے ساتھ کی مستورات بھی مُشَرَّف بہ بوسہ سنگِ اقدس ہوئیں۔ **وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَتَقَبَّلَ اللّٰهُ**۔

غلافِ کعبہ تھام کر دُعا مانگی :

بعد ختمِ طواف مَیں دیوارِ کعبہ معظّمہ سے لپٹا اور غلافِ مبارک ہاتھ میں لے کر یہ دعا عرض کرنی شروع کی:

''یَا وَاجِدُ یَا مَاجِدُ لَا تُزِلْ عَنِّیْ نِعْمَةً اَنْعَمْتَهَا عَلَیَّ''

یاواجد !یاماجد مجھ سے وہ نعمتیں زائل نہ کر جو تو نے مجھے عطا فرمائیں۔

اور بہت پُر کیف رِقّت طاری ہوئی کہ آزادی اور یکسوئی تھی مگر تھوڑی دیر کے بعد ایک عربی صاحب میرے برابر آ کر کھڑے ہوئے اور بآواز چلّا کر رونا شروع کیا ان کے چِلّانے سے کچھ طبیعت بٹی، پھر خیال آیا ممکن کہ یہ مقبولانِ بارگاہ سے ہوں اور ان کے قرب کا فیض

مجھ پر تجلی ڈالے، اِس تصور سے پھر اطمینان ہوگیا۔ مغرب پڑھ کر منیٰ کو واپس آئے

تمام علماء سے میری ہی سند عالی تھی :

اِس تقریباً تین مہینے کے قیام (مکہ) میں مَیں نے خیال کیا کہ حدیث میں کسی کی سند میری سند سے عالی ہوتو میں ان سے سند لے کر عُلُوّ حاصل کروں مگر بِفَضْلِہٖ تعالیٰ تمام علماء سے میری ہی سند عالی تھی۔۔۔

مدینہ منورہ کی تیاری اور گُردے کا درد:

صفر کے پہلے عشرہ میں عزمِ حاضریِ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم مُصَمَّم (یعنی پختہ) ہوگیا، اونٹ کرایہ کر لیے، سب اشرفیاں پیشگی دے دیں، آج سب اکابر علماء سے رخصت ہونے کو ملا۔ وہاں پان کی جگہ چائے کی تَوَاضُع (یعنی مہمان نوازی) ہے اور اِنکار سے برا مانتے ہیں۔ ہر جگہ چائے پینی ہوئی جس کا شمار نو فِنجان (یعنی نو پیالیوں) تک پہنچا، اور وہاں بے دودھ کی چائے پیتے ہیں جس کا میں عادی نہیں اور چائے گردے کو مُضِر (یعنی نقصان دینے والی) ہے اور میرے گردے ضعیف (یعنی کمزور)۔

رات کو مَعَاذَ اللّٰہ بشدت حَوَالیٔ گُردہ (یعنی گردے کے اردگرد) کا درد ہوا، ساری شب جاگتے کٹی۔ صبح ہی سفر کا قصد (یعنی ارادہ) تھا کہ مجبورانہ مُلتَوی رہا۔ جمَّالوں (یعنی اونٹ والوں) سے کہہ دیا گیا کہ تا (حصولِ) شِفا نہیں جاسکتے۔ وہ چلے گئے اور اشرفیاں بھی انہیں کے ساتھ گئیں۔

تُرکی ڈاکٹر رمضان آفندی نے پلاستر لگائے، دو ہفتے سے زائد تک مُعَالجے کئے۔

کعبہءِ تن سے کعبہ ءِ جاں کی طرف:

بِحَمْدِ اللّٰہ شفا ہوئی، مگر اب بھی دن میں پانچ چھ بار چمک ہوجاتی تھی (یعنی درد اٹھتا تھا) اِسی حالت میں دوبارہ اونٹ کرایہ کیے، سب نے کہا کہ اونٹ کی سواری میں ہال (یعنی جھٹکے اور حرکت) بہت ہوگی اور حال یہ ہے، مگر میں نے نہ مانا اور تَوَکُّلاً عَلَی اللّٰہِ تعالٰی 24 صفر 1324ھ کو کعبہءِ تن سے کعبہءِ جاں (یعنی مکۂ مکرّمہ سے مدینہ منوّرہ) کی طرف روانہ ہوا۔ براہِ بشریت مجھے بھی خیال آتا تھا کہ اُونٹ کی ہال (یعنی جھٹکوں) سے کیا حال ہوگا ! ولٰھذا اِس بار سلطانی راستہ اختیار نہ کیا کہ بارہ منزلیں اُونٹ پر ہوں گی بلکہ جدہ سے براہِ کشتی رابغ جانے کا قصد کیا مگر اُن کے کرم کے صدقے ! اُن سے استعانت عرض (یعنی مدد کی درخواست) کی اور اُن کا نامِ پاک لے کر اُونٹ پر سوار ہوا۔

ہال کا ضرر پہنچنا درکنار وہ چمک کہ روزانہ پانچ چھ بار ہوجاتی تھی، دفعۃً دفع (یعنی دُور) ہوگئی۔ وہ دن اور آج کا دن ایک قرن سے زیادہ گزرا کہ بِفَضْلِہٖ تَعَالٰی اب تک نہ ہوئی، یہ ہے ان کی رحمت، یہ ہے ان سے استعانت کی برکت ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم۔

جلیل القدر علماء نے رخصت کیا:

حضرت مولانا سید اسمٰعیل علیہ رحمۃ اللہ الجلیل اور بعض دیگر حضرات شہرِ مبارک سے باہر دور تک بَرَسمِ مُشَایَعَت (کسی کو رخصت کرنے کے لیے چند قدم ساتھ چلنا) تشریف لائے۔ مجھ میں بوجہ ضُعفِ مرض پیادہ (یعنی پیدل) چلنے کی طاقت نہ تھی پھر بھی اُن کی تعظیم کے لیے ہر چند اُترنا چاہا مگر اُن حضرات نے مجبور کیا۔

جگمگاتی شب:

پہلی رات کہ جنگل میں آئی صبح کے مثل روشن معلوم ہوتی تھی، جس کا اشارہ میں نے اپنے قصیدہ حضور جانِ نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم میں کیا جو حاضری دربارِ معلیٰ میں لکھا گیا تھا

وہ دیکھو جگمگاتی ہے شب اور قمر ابھی !

پہروں نہیں کہ بست و چہارم صفر کی ہے

مَلّاحوں کا اولیائے کرام کو نِداء کرنا:

جدّہ سے کشتی میں سوار ہوئے، کوئی تیس چالیس آدمی اور ہوں گے۔ کشتی بہت بڑی تھی جسے ساعیہ کہتے ہیں، اُس میں جہاز کا سا مَستُول (یعنی ستون) تھا، ہوا کے لیے پردے حسبِ حاجت مختلف جہات (یعنی سمتوں) پر بدلے جاتے۔ حبشی ملاح کہ اِس کام پر مقرّر رہتے اُن کے کھولنے باندھنے کے وقت اَکابر اولیاءِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو عجب اچھے لہجے سے ندا کرتے (یعنی پُکارتے) جاتے۔

ایک حضور سید نا **غوثِ اعظم** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تو دوسرا حضرت سیدی **''احمد کبیر''**، تیسرا سیدی **''احمد رِفاعی''** کو، چوتھا حضرت سیدی **''اھدل''** کو، ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ہر کشش پر اُن کی یہ آوازیں عجب دل کش لہجے سے ہوتیں اور بہت خوش آتیں۔

شیخ کون؟

ایک بصری صاحب نے اپنی حاجت سے بہت زیادہ جگہ پر قبضہ کر رکھا تھا۔ اُن سے کہا گیا نہ مانے، معلوم ہوا کہ اُن پر اثر اِن دوسرے بصری شیخ عثمان کا ہے۔ میں نے اُن سے کہا ''**یَا شَیْخ**'' انہوں نے کہا ''**اَلشَّیْخُ عَبْدُالْقَادِرْ جِیْلَانِی**'' شیخ تو حضرت عبدالقادر جیلانی ہیں۔ اُن کے اِس کہنے کی لذت آج تک میرے قلْب میں ہے، انہوں نے اُن پہلے بُزُرگ کو سمجھا دیا۔ اِس کے بعد جب اُن کو کچھ حالات معلوم ہوئے پھر تو وہ نہایت مُخْلِص بلکہ کمال مُطِیْع تھے۔

رابِغ میں ایک مُقَدَّمے کا فیصلہ:

تین روز میں کشتی رابغ پہنچی، یہاں کے سردار شیخ حسین تھے۔ ٹِیُّوں کے مکان قیام کے لیے تھے۔ جب ان میں اُترنا ہوا **اللّٰہ اَعْلَم**! لوگوں کو کس نے اطلاع دی ! اُن کے بھائی ابراہیم مع اپنے اَعِزَّا (یعنی عزیزوں) کی ایک جماعت کے تشریف لائے اور اپنے یہاں کا ایک نِزاعی مقدمہ کہ مدت سے نافیصل پڑا تھا (یعنی جس کا فیصلہ نہ ہوسکا تھا) پیش کیا، میں نے حکمِ شرعی عرض کیا، **بِحَمْدِ اللہ تَعَالٰی** باتوں ہی باتوں میں باہم فیصلہ ہوگیا۔

سامانِ سفر پیچھے رہ گیا:

ربیع الاول شریف کا ہلال (یعنی چاند) ہم کو یہیں ہوا۔ یہاں سے اُونٹ کرایہ کیے گئے۔ نمازِ عَصْر پڑھ کر سوار ہونا تھا، تمام اَسباب (یعنی

سامان) قَلْعَہ کے سامنے سڑک پرنکال کر رکھا تھا۔گنتی کے اونٹوں کا قافلہ تھا، ہم لوگ سوار ہوگئے اور یہ خیال کیا کہ حاجی صاحب (حاجی کفایت اللہ صاحب) اَسباب بارکرا(یعنی لَدْوَا) دیں گے، حاجی صاحب بھی سوار ہوگئے اوراسباب وہیں سڑک پر پڑا رہ گیا۔جب منزل پر پہنچے، اب نہ کپڑے ہیں نہ برتن نہ گھی ہے۔وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

یہ پانچ مَنْزِلیں ساتھیوں کے برتنوں اورمنازِل پر وقتاً فوقتاً خرید حوائج (یعنی ضرورت کی چیزیں خریدکرنے) سے گزریں، چھٹے دن بِحَمْدِ اللہِ تَعَالٰی خاک بوسِ آستانِ جنت نشان ہوئے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

نمازِ فَجر کی ادائیگی کے لیے قافلہ چھوڑ دیا:

راہ میں جب منزلِ ''بیرِ شیخ'' پر پہنچے ہیں منزل چندمیل باقی تھی اوروقتِ فجر تھوڑا۔ جمالوں (یعنی اونٹ والوں) نے منزل ہی پر رکنا چاہا اور جب تک وقتِ نماز نہ رہتا، میں اورمیرے رُفَقَا (یعنی ساتھی) اتر پڑے، قافلہ چلا گیا۔کرَ مِچ کا (یعنی مخصوص ٹاٹ کا بنا ہوا) ڈول پاس تھا۔رسی نہیں اور کنواں گہرا،عمامے باندھ کر پانی بھرا اوروضو کیا۔ بِحَمْدِ اللہِ تَعَالٰی نماز ہوگئی۔

اب یہ فکرلاحق ہوئی کہ طولِ مرض سے ضُعف شدید ہے، اتنے میل پیادہ (یعنی پیدل) کیونکر چلنا ہوگا؟ منہ پھیر کر دیکھا تو ایک جَمَّال محض اجنبی اپنا اونٹ لیے میرے انتظار میں کھڑا ہے، حمدِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ بجالایا اور اُس پر سوار ہوا۔اس سے لوگوں نے پوچھا کہ تم یہ اونٹ کیسا لائے؟ کہا: ہمیں شیخ حسین نے تاکید کردی تھی کہ شیخ کی خدمت میں کمی نہ کرنا، کچھ دور آگے چلے تھے کہ میرا اپنا جمال اُونٹ لیے کھڑا ہے اُس سے پوچھا، کہا: جب قافلے کے جمال نہ ٹھہرے، میں نے کہا شیخ کو تکلیف ہوگی، قافلہ میں سے اونٹ کھول کر واپس لایا۔یہ سب میری سرکارِکرم کی وصیتیں تھیں''صَلَّی اللہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیہِ وَعَلٰی عِتْرَتِہٖ قَدْرَ رَافَتِہٖ وَرَحْمَتِہٖ'' ورنہ کہاں یہ فقیر اور کہاں سردار رابغ شیخ حسین، جن سے جان نہ پہچان اور کہاں وحشی مزاج جمّال اوران کی یہ خَارِقُ الْعَادات رَوِشیں (یعنی خلافِ معمول طرزِعمل)۔۔۔

عَرَبی لباس میں روضہ اقدس پر حاضِری:

سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم میں حاضری کے دن، بدن کے کپڑے میلے ہوگئے تھے،اور کپڑے رابغ میں چھوٹ گئے تھےاور ایک یادو منزل پہلے شب کوایک جوتا کہیں راستہ میں نکل گیا۔یہاں عَرَبی وَضْع کا لباس اور جوتا خرید کر پہنا اور یوں مُواجَہہ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم کی حاضری نصیب ہوئی۔یہ بھی سرکار صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم ہی کی طرف سے تھا کہ اس لباس میں بلانا چاہا۔

سامانِ سفر بھی مِل گیا:

دوسرے دن رابغ سے ایک بَدوی پہنچا، اُونٹ پر سوار اور ہمارا تمام اسباب کہ چلتے وقت قلعہ کے سامنے چھوٹ گیا تھا، اس پر بار تھا۔(یعنی لدا ہواتھا)،اس نے شیخ حسین کا رُقْعَہ لاکر دیا کہ آپ کا یہ اسباب رہ گیا تھا روانہ کرتا ہوں۔ میں ہر چند اُن بدوی صاحب کو آتے جاتے دس منزلوں کی محنت کا نذرانہ دیتا رہا مگر اُنہوں نے نہ لیا اور کہا: ہمیں شیخ حسین نے تاکید فرمادی تھی کہ شیخ سے کچھ نہ لینا۔

اِکتیس دن مدینہ منورہ میں:

یہاں کے حضراتِ کرام کو حضراتِ مکہ معظّمہ سے زیادہ اپنے اُوپر مہربان پایا۔ بِحَمْدِہٖ تَعَالٰی اکتیس روز حاضری نصیب ہوئی۔ بارہویں شریف کی مجلس مبارک یہیں ہوئی۔صبح سے عشاء تک اسی طرح علماءِعظام کا ہجوم رہتا۔

ہندی عالِم کا خُلوص:

بیرونِ ''بابِ مجیدی'' مولانا کریم اللہ تلمیذ حضرت مولانا عبدالحق مہاجر اِلٰہ آبادی رہتے تھے،اُن کے خُلُوص کی تو کوئی حد ہی نہیں۔ ''حُسَامُ الْحَرَمَیْن'' و ''اَلدَّوْلَۃُ الْمَکِّیَّۃ'' پر تقریظات میں انہوں نے بڑی سعیِ جمیل فرمائی جَزَاہُ اللہُ خَیرًا کَثِیرًا ۔۔

مَدَنی عُلَمَاء کا اِجازات واَسناد لینا:

علمائے کرام نے یہاں بھی فقیر سے سندیں لیں اوراجازتیں لیں،خصوصاً شیخ الدلائل حضرت مولانا سید محمد سعید مغربی کے اَلطاف کی تو حد ہی نہ تھی۔اس فقیر سے خطاب میں یَا سَیِّدِیْ (یعنی اے میرے سردار) فرماتے۔میں شرمندہ ہوتا،ایک بار میں نے عرض کی حضرت سید تو آپ ہیں۔فرمایا: واللہ تم سید (یعنی سردار) ہو۔میں نے عرض کی: میں سیدوں کا غلام ہوں۔فرمایا: یوں بھی تو سیّد ہوئے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم فرماتے ہیں: مَوْلَی الْقَوْمِ مِنْہُمْ '''' قوم کا غلام آزاد شدہ انہیں میں سے ہے''۔اللہ تعالیٰ سادات کرام کی سچی غلامی اوراُن کے صدقے میں آفاتِ دنیا وعذابِ قبر وعذابِ حشر سے کامل آزادی عطا فرمائے آمین!۔۔۔

اہلِ مدینہ کااشتیاق:

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ وہ کیابات تھی جس نے حضراتِ کرام مدینہ طیبہ کواس ذرہ ءِ بے مقدار کا مشتاق کررکھا تھا، یہاں تک کہ مولانا کریم اللہ صاحب فرماتے تھے کہ ''علماء تو علماء اہلِ بازار تک کو تیرا اشتیاق تھا'' اور یہ جملہ فرمایا کہ: ہم سالہا سال سے سرکار میں مقیم ہیں، اَطراف واکناف سے علماء آتے ہیں واللہ! یہ لفظ تھا کہ جوتیاں چٹخاتے چلے جاتے ہیں کوئی بات نہیں پوچھتا اورتمہارے پاس علماء کا یہ ہجوم ہے! میں نے عرض کی: میرے سرکار کا کرم ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم۔

کریماں کے در فضلِ بالا ترند سگاں پرورندوچناں پرورند
اپنے کرم کا جب وہ صدقہ نکالتے ہیں ہم سوں کو پالتے ہیں اورایسا پالتے ہیں

صرف ایک بار مسجد قباء کو گئے:

ایامِ اِقامتِ سرکارِاعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم (یعنی مدینہ منورہ کی حاضری کے دنوں) میں صرف ایک بار مسجد قبا شریف کو گیا اورایک بار زیارتِ حضرت سید الشہداء حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاضر ہوا۔ باقی سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ہی کی حاضری رکھی۔سرکار کریم ہیں، اپنے کرم سے قبول فرمائیں اور خیریتِ ظاہر وباطن کے ساتھ پھر بلائیں۔ع

ہم کو مشکل ہے،اُنہیں آسان ہے

مدنی علماء نے رخصت کیا:

رخصت کے وقت قافلے کے اونٹ آ لئے ہیں، پابرِ کاب (یعنی سوار) ہوں۔اُس وقت تک علماء کو اجازت نامے لکھ کر دیئے۔۔۔چلتے وقت حضراتِ مدینہ کریمہ نے بیرونِ شہرِدُور تک مُشایَعت فرمائی (یعنی رخصت کرنے کے لئے میرے ساتھ پیدل آئے)، اب مجھ میں طاقت تھی، ان کی مُعاوَدَت (یعنی واپس لوٹنے) تک میں بھی پیادہ (یعنی پیدل) ہی رہا۔

جدہ کو واپسی:

اونٹ جدہ کے لیے کئے تھے، اب موسم سخت گرمی کا آ گیا تھا اور بارہ منزلیں، ہر منزل پر ظہر کی نماز کہ ٹھیک زوال ہوتے ہی پڑھتا تھا اور معاً قافلہ روانہ ہوتا تھا۔سر پر آفتاب اور پاؤں کے نیچے گرم ریت یا پتھر۔اللہ تعالیٰ مولوی نذیر احمد صاحب کا بھلا کرے! فرضوں میں تو مجبور تھے کہ خود بھی شریکِ جماعت ہوتے مگر جب میں سنّتوں کی نیت باندھتا چھتری لے کر سایہ کرتے، جب پہلی رکعت کے سجدے میں جاتا پاؤں کے نیچے اپنا عمامہ رکھ دیتے کہ باقی رکعتوں میں پاؤں نہ جلیں۔ابتدا میں یوں نہ کر سکتے تھے کہ میں عمامہ رکھنا درکنار نماز میں چھتری لگانے پر بھی ہرگز راضی نہ ہوتا۔

انہوں نے اور حاجی کفایت اللہ صاحب نے اس سفرِ مبارک میں بلا طمع بلا معاوضہ محض اللہ ورسول عَزَّ وَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے لیے جیسے آرام دیئے اللہ تعالیٰ ان کا اجرِ عظیم دنیا وآخرت میں ان صاحبوں کو عطا فرمائے آمین۔

بابُ المدینہ کراچی آمد:

جدہ پہنچ کر جہاز تیار ملا، بمبئی کے ٹکٹ بٹ رہے تھے، خریدے اور روانہ ہوئے۔جب عدن پہنچے معلوم ہوا کہ جہاز والے نے کہ رافضی تھا دھوکا دیا، عدن پہنچ کر اعلان کیا کہ جہاز کراچی جائے گا۔ہم لوگوں نے قصد کیا کہ اُتر لیں اور بمبئی جانے والے جہاز میں سوار ہوں اتنے میں انگریز ڈاکٹر آیا اور اس نے کہا: بمبئی جانے والوں کو قَرَنْطِینَہ میں رہنا ہوگا۔ہم نے کہا: اس مصیبت کو کون جھیلے! اس سے کراچی ہی بھلی۔

راستہ میں طوفان آیا اور ایسا سخت کہ جہاز کا لنگر ٹوٹ گیا، سخت ہولناک آواز پیدا ہوئی مگر دعاؤں کی برکت کہ مولیٰ تعالیٰ نے ہر طرح امان رکھی۔جب کراچی پہنچے ہیں ہمارے پاس صرف دو روپے باقی تھے اور اس زمانے تک وہاں کسی سے تعارف نہ تھا۔

بارہ آنے محصول:

جہاز کنارے کے قریب ہی لگا اور عین ساحل پر چونگی (یعنی محصول لینے) کی چوکی، جس پر انگریز یا کوئی گورا نوکر ''اسباب'' کثیر (اور) یہاں محصول تک دینے کو نہیں۔ہر چیز کی تعلیم وارشاد فرمانے والے پر بے شمار درود وسلام! اُن کی ارشاد فرمائی ہوئی دعا پڑھی، وہ گورا آیا اور اسباب دیکھ کر بارہ آنے محصول کہا۔ہم نے شکرِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ کیا اور بارہ آنے دے دیئے۔چند منٹ بعد وہ پھر

واپس آیا اور کہا،نہیں نہیں !اسباب دکھاؤ،سب صندوق وغیرہ دیکھے اور پھر بارہ آنے کہہ کر چلا گیا، پھر واپس آیا اور سب صندوق کھلوا کر اندر سے دیکھے اور پھر بارہ ہی آنے کہے اور رسید دے کر چلا گیا۔اب سَوا روپیہ باقی رہا،اس میں سے منجھلے(یعنی درمیانے) بھائی مرحوم مولوی حسن رضا خاں کو(بریلی) تار دیا کہ دوسو روپیہ بھیجو۔ یہاں وہ تار مُشتَبہ (یعنی مشکوک)ٹھہرا کہ بمبئی سے آتا،کراچی سے کیسا آیا؟ بارے(بہرحال)روپے پہنچ گئے۔

ایک مہینے بعد مکان پر پہنچے:

بمبئی کے احباب وہاں لے جانے پر مُصِر ہوئے ،وہاں جانا پڑا۔مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب وغیرہ احبابِ احمد آباد کواطلاع ہوئی۔آدمی بھیجے،باصرار احمد آباد لے گئے سواریوں کو بمبئی سے **محمد رضا خاں وحامد رضا خاں** کے ساتھ روانہ کر دیا تھا۔میں ہندوستان میں اترنے سے ایک مہینے بعد مکان پر پہنچا۔۔۔۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰه رَبِّ العَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلامُ عَلٰی حَبِیْبِهِ الْکَرِیْمِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْن۔

(ماخوذ از ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبہ المدینہ ص225-181)

چوتھا باب

اوصافِ حمیدہ

تقویٰ۔۔۔شانِ استغناء۔۔۔جودوسخاوت۔۔۔شفقت وخیرخواہی۔۔۔عاجزی وانکساری۔۔
سادگی۔۔۔خوش طبعی۔۔۔اطاعتِ والدین۔۔۔توکل۔۔۔حسد سے پاک۔۔۔ایثار۔۔۔
شجاعت۔۔۔قوتِ حافظہ۔۔۔صبرورضا۔۔۔حق گوئی۔۔۔اندازِ تفہیم۔۔۔الحبُّ للہ والبغض للہ

تقویٰ و پرہیز گاری

زہد وتقویٰ اور حزم واحتیاط کی شمع **اعلیٰ حضرت**، امام اہلسنت، مولانا الشاہ امام **احمد رضا خان** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بزمِ حیات میں اتنی فروزاں ہے کہ دیگر اوصاف سے قطعِ نظر کرلیا جائے، جب بھی آپ کی ولایت وعظمت میں کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی، پچھلے صفحات میں ہم **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تقویٰ و پرہیز گاری کی جھلکیاں ملاحظہ کر چکے ہیں۔ آیئے چند مزید واقعات وشہادات کی روشنی میں **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیاتِ طیبہ کا مطالعہ کریں تاکہ معلوم ہوجائے کہ یہ مردِ حق آگاہ زہد وورع، تقویٰ وطہارت اور حزم واحتیاط کے کس بلند مقام پر فائز ہے۔

فتویٰ اور تقویٰ:

(1) جس فقیہ کے پاس فتوے اتنی کثرت سے آتے ہوں کہ اُس کے اوقات جوابِ مسائل میں مصروف ہوں، اُس سے جماعت جو واجب ہے اور سنن موکدہ جو قریب بواجب ہیں معاف ہوجاتی ہیں، لیکن اس کثرتِ فتویٰ کے باوجود ہمیشہ آپ نے جماعت کی پابندی فرمائی اور کبھی بھی سنن موکدہ نہ چھوڑیں۔

(2) جو شخص بیماری میں اتنا لاغر ہو کہ مسجد نہیں پہنچ سکتا، یا جاسکتا ہے لیکن مرض بڑھ جائے گا، اُس کے لیے جماعت چھوڑنا جائز ہے مگر **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آخری بیماری جس میں وصال فرمایا، حال یہ تھا کہ مسجد تک از خود نہیں جاسکتے تھے پھر بھی فوتِ جماعت گوارا نہ فرمائی۔ اِن ہی دنوں میں **''فتاویٰ رضویہ شریف''** میں ایک سائل کو جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''آپ کی رجسٹری 15 ربیع الآخر شریف کو آئی۔ میں 12 ربیع الاول شریف کی مجلس پڑھ کر ایسا علیل ہوا کہ کبھی نہ ہوا تھا۔ میں نے وصیت نامہ بھی لکھوا دیا تھا۔ آج تک یہ حالت ہے کہ دروازہ سے متصل مسجد ہے، چار آدمی کرسی پر بٹھا کر مسجد لے جاتے اور لاتے ہیں۔''

(3) شیخِ فانی جو روزہ سے عاجز ہو اُس کے لیے جائز ہے کہ روزہ نہ رکھے اور فدیہ ادا کرے۔ یا جو سخت بیمار ہے کہ طاقتِ روزہ نہیں، اس کے لیے قضاء جائز ہے۔ زندگی کے آخری سالوں میں **اعلیٰ حضرت** کا یہی حال تھا کہ بریلی میں روزہ نہیں رکھ سکتے تھے۔ لیکن اُنہوں نے اپنے لیے یہ فتویٰ صادر فرمایا کہ مجھ پر روزہ فرض ہے کیونکہ نینی تال (ایک پہاڑی علاقہ) میں ٹھنڈک کے باعث روزہ رکھا جاسکتا ہے اور میں وہاں جاکر قیام کرنے پر قادر ہوں لہٰذا مجھ پر روزہ فرض ہے۔

(4) باقاعدہ ٹوپی کرتا، پاجامہ، یا تہبند پہن کر نماز بلاشبہ جائز ہے۔ تنزیہی کراہت بھی نہیں، ہاں عمامہ بھی ہو تو یقیناً مستحب ہے۔ **اعلیٰ حضرت** باوجودیکہ بہت حار (گرم) مزاج تھے۔ مگر کیسی ہی گرمی کیوں نہ ہو، ہمیشہ دستار اور انگرکھے کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے۔ خصوصاً فرض تو کبھی صرف ٹوپی اور کُرتے کے ساتھ ادا نہ کیے۔

(امام احمد رضا اور رد بدعات ومنکرات از علامہ یسین اختر مصباحی مطبوعہ لاہور ص 62)

یہ ھانڈی لیتے جائیے

ایک مرتبہ ایک صاحب خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور ایک کوری ہانڈی جس میں بدایونی پیڑے تھے پیش کی۔ **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیسے تکلف کیا؟

نو وارد: حضور سلام کے لیے حاضر ہوا ہوں۔

امام صاحب: (تھوڑی دیر خاموشی اختیار فرمائی اور پھر دریافت کیا) کہیے کوئی کام؟

نو وارد: کچھ نہیں یونہی مزاج پُرسی کے لیے حاضر ہو گیا ہوں

امام صاحب: عنایت ونوازش (قدرے سکوت کے بعد) کیا کچھ فرمائیے گا؟

نو وارد: کچھ نہیں۔

اس کے بعد **امام احمد رضا** رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ شیرینی کی ہانڈی مکان میں بھجوادی اور اپنے کام میں مشغول ہو گئے۔تھوڑی دیر توقف کے بعد اُن صاحب نے ایک تعویذ کی درخواست کی۔اس پر **امام احمد رضا** کا انداز بدل گیا اور فرمایا: میں نے تو پہلے ہی تین بار دریافت کیا مگر آپ نے کچھ نہ بتایا، اچھا تشریف رکھیے۔

اس کے بعد **امام احمد رضا** نے اپنے بھانجے علی احمد خان صاحب کے پاس سے جو کہ تعویذ بانٹتے تھے، ایک تعویذ منگا کر ان صاحب کو دیا اور ساتھ ہی مٹھائی کی وہ ہانڈی بھی گھر سے منگوا کر واپس عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اس کو بھی ساتھ لیتے جائیے۔انہوں نے بہت اصرار کیا کہ حضور اس کو قبول فرمالیں مگر **امام احمد رضا** نے قبول نہیں کیا اور فرمایا کہ **''ہمارے یہاں تعویذ بکتا نہیں ہے''**۔آخر کار وہ صاحب اپنی شیرینی واپس لیتے گئے۔

(انوارِ رضا مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور ص255)

میں علم نھیں بیچتا

ایک مرتبہ آپ کو مٹی کے تیل کی ضرورت درپیش ہوئی تو جہانگیر خاں رضوی ''تیل فروش'' سے فرمایا کہ مجھ کو ایک پیپا (کنستر) مٹی کے تیل کی حاجت ہے۔ چنانچہ حسبِ ارشاد جہانگیر صاحب نے ایک پیپا مٹی کا تیل لا کر حاضر کر دیا۔**اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت فرمایا کہ اس کی قیمت کیا ہے؟ تو عرض کیا حضور! ویسے تو اس کی قیمت اتنی ہے مگر آپ کم کر کے اتنی عنایت فرمادیں۔اس پر **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''نہیں جو قیمت عوام سے لیتے ہو وہ ہی مجھ سے بھی لو''۔اس پر انہوں نے عرض کی حضور! آپ میرے بزرگ ہیں، عالم ہیں، آپ سے بھلا عام بھاؤ کیسے لوں۔اس پر **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا **''میں علم نہیں بیچتا''** اور پھر وہی قیمت عنایت فرمائی

ہم فتویٰ نھیں بیچتے:

آپ کی بارگاہ میں سوالات بہت کثرت سے آتے تھے، ایک موقع پر کسی سائل نے کچھ اس طرح لکھ دیا کہ جواب کی جو کچھ فیس ہوگی

ادا کی جائے گی۔اصل مسئلہ کا جواب دینے کے بعد رقم طراز ہیں۔۔۔

''یہاں بحمد اللہ تعالیٰ فتویٰ پر کوئی فیس نہیں لی جاتی۔ بفضلہٖ تعالیٰ تمام ہندوستان و دیگر ممالک مثل چین وافریقہ وامریکہ وخود عرب شریف وعراق سے استفتاء آتے ہیں اور ایک وقت میں چار چار سو فتوے جمع ہو جاتے ہیں۔ بحمد للہ تعالیٰ حضرت جدِ امجد قدس سرہ العزیز کے وقت سے اس 1337ھ تک اس دروازے سے فتوے جاری ہوتے اکانوے برس۔۔اور خود اس فقیر غفرلہ کے قلم سے فتوے نکلتے ہوئے بعونہٖ تعالیٰ اکاون برس ہونے آئے۔۔۔یعنی اس صفر کی 14 تاریخ کو پچاس برس چھ مہینے گزرے۔۔۔اس نو کم سو برس میں کتنے ہزار فتوے لکھے گئے، بارہ مجلد تو صرف فقیر کے فتاویٰ کے ہیں بحمد اللہ تعالیٰ یہاں کبھی ایک پیسہ نہ لیا گیا، نہ لیا جائے گا۔۔۔

تمھیں معاف کرنے کا کیا حق ؟

ایک مرتبہ شام کے وقت حسبِ معمول پان لانے میں دیر ہوگئی۔کافی دیر میں ایک بچہ پان لے کر حاضر ہوا۔رمضان المبارک کا مہینہ تھا اور تقریباً مغرب کے بعد دو گھنٹے ہو چکے تھے اور **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ افطار کے بعد صرف پان ہی پر اکتفاء فرماتے تھے۔ لانے والے بچے سے فرمایا:''اتنی دیر میں کیوں لایا اور اس کو ایک چپت بھی رسید کر دی''۔

واقعہ تو گزر گیا مگر **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعد میں سوچا کہ میں نے غلطی کی کہ اس بچے کو ایک چپت رسید کر دی۔لہذا رہا نہ گیا اور سحری کے وقت بچہ کو بلایا اور فرمایا'' شام کو میں نے تمھیں چپت ماری تھی۔ حالانکہ قصور تمہارا نہیں بھیجنے والے کا تھا۔لہذا اب اس غلطی کا تدارک اس طرح ہوگا کہ تم بھی میرے سر پر چپت مارو اور سر سے ٹوپی اتار کر اصرار فرمایا۔حاضرین یہ تماشہ دیکھ کر حیران اور پریشان ہو گئے۔ بچہ بھی عالمِ حیرت میں مبتلا ہو گیا اور عرض کیا حضور! میں نے معاف کیا،اس پر **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا'' **تم نابالغ ہو تمہیں معاف کرنے کا کیا حق؟ تم چپت مارو**'' مگر وہ نہ مار سکا۔اس کے بعد اپنا (پیسوں والا) بکس نکال کر اس میں سے مٹھی بھر کر پیسے نکالے اور فرمایا میں تم کو یہ اتنے پیسے دوں گا تم چپت مارو، مگر وہ بچہ کہتا رہا حضور! میں نے معاف کیا۔

آخر کار جب **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دیکھا کہ یہ بدلہ نہیں لے رہا تو اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سر مبارک پر بہت سی چپتیں لگائیں اور پھر اس بچے کو پیسے دے کر رخصت کیا۔**اللہ اکبر! کیا ہی خوفِ آخرت ہے۔**

نگاہ نہ فرمائی :

ایک مرتبہ چند فوجی نیکر پہنے حاضر ہوئے۔**اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی طرف نگاہ نہ فرمائی اور فوراً ایک کپڑا ان کے زانو پر ڈالنے کے لئے دیا، پھر اُن کی طرف نگاہ کی اور صرف حسبِ ضرورت بات کی۔

پردے کے پیچھے بٹھاتے:

اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں جب کوئی عورت بیعت کے لیے آتی، پردے کے اس پار اُسے بٹھاتے اور بجائے ہاتھ میں ہاتھ لینے کے اپنا

رومال مبارک بڑھا دیتے ،اُس کا ایک سرا وہ عورت پکڑتی اور دوسرا **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دستِ مبارک میں ہوتا اور کلماتِ توبہ تلقین فرماتے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ لاہور ص708)

ملے بغیر واپس آگئے:

اس سلسلے میں آپ اس درجہ محتاط تھے کہ دوسروں کے لیے بھی اس بات کو روا نہ رکھتے کہ وہ بے حجابانہ عورتوں سے بیعت لیں چنانچہ:

ایک مرتبہ آپ پیلی بھیت کے مشہور بزرگ شاہ جی محمد شیر میاں سے ملنے محدث سورتی علیہ الرحمہ کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ شاہ صاحب بے حجابانہ عورتوں سے بیعت لے رہے ہیں۔ احکامِ شرع پر کمال غیرت کے باعث **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ بغیر ملے واپس آگئے ،کوئی دوسرا ہوتا تو بگڑ جاتا مگر شاہ صاحب کی بے نفسی وحق پسندی کا کمال اس طرح جلوہ گر ہوا کہ شام کو اسٹیشن تک چھوڑنے کے لیے خود تشریف لائے اور صبح کے واقعہ پر اظہارِ افسوس کے ساتھ کہا: مولانا! اب آئندہ میں عورتوں کو پسِ پردہ بٹھا کر بیعت لیا کروں گا۔ اس کے بعد **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے مصافحہ اور معانقہ فرمایا۔

(امام احمد رضا اور تصوف از مولانا محمد احمد مصباحی مطبوعہ لاہور ص71)

لوگوں کی بات کو سچا کر دیا:

کسی نے **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس خط لکھا تو اس میں دیگر القاب وآداب کے ساتھ ''حافظ'' بھی لکھ دیا۔ اس وقت آپ باضابطہ حافظِ قرآن نہ تھے۔ اگر چہ تمام ہی آیاتِ مبارکہ حضرت کے زبان وقلم پر رہا کرتیں اور حسبِ ضرورت ان سے استدلال و استنباط بھی کرتے۔ شیرِ بیشہء اہلسنت مولانا حشمت علی خان صاحب لکھنوی علیہ الرحمہ (تلمیذِ اعلیٰ حضرت) 29 شعبان 1337ھ کا اپنا عینی مشاہدہ بیان کرتے ہیں کہ:

ایک خط میں **اعلیٰ حضرت** اپنے القابات کے ساتھ ''حافظ'' ملاحظہ فرما کر آبدیدہ ہوگئے اور خوفِ خدا سے دل کانپ اُٹھا اور فرمایا میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ میرا حشر اُن لوگوں میں نہ ہو جن کے بارے میں اللہ عزوجل قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

''یُحِبُّوۡنَ اَنۡ یُّحۡمَدُوۡا بِمَالَمۡ یَفۡعَلُوۡا

ترجمہ: ''وہ اسے پسند کرتے ہیں کہ ان کی ایسی خوبیاں بیان کی جائیں جو ان میں نہیں''۔

اس واقعہ کے بعد آپ نے قرآن حفظ کرنے کا عزم مصمم کرلیا اور روزانہ عشاء کا وضو فرمانے کے بعد جماعت ہونے سے قبل بس اس طرح یاد کرتے کہ کوئی ایک پارہ یا زیادہ آپ کو سُنا دیتا، (آپ بغور سنتے اور) پھر آپ اُسے وہی پارہ سُنا دیتے۔ 20 شعبان کے بعد شروع کیا اور 27 رمضان تک پورا قرآن حفظ کرلیا اور تراویح میں سُنا بھی دیا۔

(امام احمد رضا اور تصوف از مولانا محمد احمد مصباحی مطبوعہ لاہور ص66)

''حیاتِ اعلیٰ حضرت''میں ہے کہ آپ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

میں نے کلامِ پاک بالترتیب بکوشش یاد کرلیا اور یہ اس لیے کہ ان بندگانِ خدا کا (جو میرے نام کے آگے حافظ لکھ دیا کرتے ہیں) کہنا غلط ثابت نہ ہو۔

(تذکرہ امام احمد رضا از امیر اہلسنت، حضرت علامہ مولانا ابوالبلال **محمد الیاس عطار قادری رضوی** ص8)

مفتی محمد برھانُ الحق جبلپوری کے مشاھدات :

مفتی **محمد** عبد السلام جبلپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور اُنکے صاحبزادے **مفتی محمد** برہان الحق جبلپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی فرمائش پر جب **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ جبل پور تشریف لے گئے تو آپ کے تقویٰ کے کچھ مناظر مفتی برہان الحق جبلپوری نے ملاحظہ کئے، آپ نے اُن کو اپنی کتاب ''اکرامِ امام احمد رضا''میں کچھ یوں تحریر فرمایا ہے۔۔۔

قیامِ جبل پور کے دوران **اعلیٰ حضرت** کی تقویٰ شعاری کے جو واقعات سامنے آئے وہ ہم سب کے لئے بہترین نمونہ ہیں۔ چند واقعات پیش کئے جاتے ہیں۔۔۔

سُریلی راگ کا سننا جائز نھیں !:

ایک دعوت میں دسترخوان چنا جارہا تھا کہ ٹائم پیس کا الارم نہایت سریلی پیانو کی آواز میں بجنے لگا، **اعلیٰ حضرت** نے فرمایا:

''اسے بند کرو کہ سریلی راگ کا سننا جائز نہیں!''

دستر خوان سے پونچھنا خلافِ سنت ھے :

ایک دعوت میں کھانے کے بعد ایک صاحب نے ہاتھ دھونے کے بعد دسترخوان سے ہاتھ پونچھا، اعلیٰ حضرت کی نظر مبارک پڑ گئی، فرمایا:

''دسترخوان صرف کھانے کے لیے ہے، اس سے پونچھنا خلافِ سنت ہے۔''

یہ امانت ھے صرف میں کھا سکتا ھوں:

سیٹھ دادا بھائی حاجی کریم نور محمد کے یہاں سب کے سامنے فیرنی طشتریوں میں تھی، **اعلیٰ حضرت** کے سامنے بڑی چینی کی رکابی میں تھی فیرنی خوش ذائقہ تھی، **اعلیٰ حضرت** نے بہت پسند فرمائی، چند چمچے نوش فرما کر، دادا بھائی سے فرمایا:۔

''دادا بھائی! میں اس رکابی سے فیرنی حضرتِ عیدُ الاسلام (مولانا عبد السلام) کو دے سکتا ہوں''؟

ہم سب حیرت سے حضرت کو دیکھنے لگے، دادا بھائی نے عرض کیا ''حضور کی مرضی جسے چاہیں عطا فرمائیں''میں نے عرض کیا اس کے لیے دادا بھائی کی اجازت کی کیا ضرورت تھی؟۔۔۔فرمایا:

میرے سامنے دسترخوان پر جو کچھ رکھا گیا ہے، وہ امانت ہے صرف میں کھا سکتا ہوں، جو باقی ہے وہ صاحبِ خانہ کا ہے، صاحبِ خانہ کی اجازت سے کسی کو دے سکتا ہوں، اس لیے میں نے دادا بھائی سے حضرتِ مولانا کو دینے کے لیے اجازت چاہی کہ خیانت کا شائبہ نہ رہے

اس لیے اجازت کی ضرورت ہے:

سوداگر حاجی اکبر خان کے یہاں دعوت میں قورمہ روٹی کے ساتھ اچھا معلوم ہوا، حضرت نے حاجی اکبر خان سے فرمایا:

''خان صاحب! یہ قورمہ میں پی سکتا ہوں؟''

اکبر خان نے ہاتھ جوڑ کر عرض کی، ''حضور اجازت کی کیا حاجت ہے اور حاضر کردونگا، فرمایا ''شوربہ ترکاری، روٹی چاول، کے ساتھ کھانے کے لیے دسترخوان پر رکھی جاتی ہے پینے کے لیے نہیں، پینا صاحبِ خانہ کا مقصد نہیں ہوتا اس لیے اجازت کی ضرورت ہے''۔

مسجد کا پانی نہ منگا یا جائے :

صدر بازار میں ٹیلر ماسٹر صاحب حاجی محمد حیدر کے ہاں دعوت میں ٹھنڈا پانی نہ تھا، حاجی صاحب نے اپنے فرزند سے کہا ''یٰسین! دیکھ مسجد کے گھڑے میں پانی ٹھنڈا ہوگا، جگ میں لے آؤ'' حضرت نے فرمایا:

''مسجد میں پانی صرف مصلیانِ مسجد کے لیے رکھا جاتا ہے غیر مصلی (غیر نمازی) کو اپنے یہاں منگا کر یا راستہ چلتے پینا جائز نہیں، مسجد کا پانی نہ منگا یا جائے۔

یہاں کا ہر ذرہ ہمارے لئے بھی شاہد ہو جائے:

''بندرکودنی'' کے خشک ریت کے میدان میں مصلیٰ اور رومال وغیرہ بچھا لئے گئے۔ میں (مولانا محمد برہان الحق جبلپوری) نے اذان دینے کے ارادے سے کان میں انگلیاں لگائیں کہ اذان کی آواز سنائی دی، دیکھا کہ **اعلیٰ حضرت** اذان دے رہے تھے، حضرت ہی نے اقامت فرمائی اور نمازِ مغرب پڑھائی، فارغ ہونے پر ہم سب قدم بوس ہوئے تو اپنے دستِ مبارک میں خادم کا ہاتھ لے کر فرمایا:

''حدیث شریف میں ہے اذان کی آواز جہاں تک پہنچتی ہے، وہاں کا ہر ذرہ شاہد اور گواہ ہو جاتا ہے اس لیے میں نے اذان دی کہ یہاں کا بہتا ہوا دریا، پہاڑ، درخت، سبزہ اور ریت سب مجھ فقیر کے لئے شاہد ہو جائیں''۔

میں نے عرض کیا ''حضور یہ ہماری اور یہاں کی ہر شے کی خوش نصیبی ہے کہ حضور کی زبان مبارک سے اذان مبارک کی سعادت افروز آواز سن کر شہادت کی برکت اور حضور کے ساتھ ثواب کے مستحق ہوئے، الحمدللہ! اور یہاں کا ہر ذرہ ہمارے لئے بھی شاہد ہو جائے''

حضرت نے فرمایا:

''ماشاء اللّٰہ ! بارك اللّٰہ !''

(اکرام امام احمد رضا از مفتی محمد برہان الحق جبلپوری مطبوعہ مکتبہ ادارہ مسعودیہ ناظم آباد کراچی ص95)

تصاویر ہٹا دو:

ساری زندگی تقویٰ و پرہیز گاری میں بسر کرنے والے کا بوقتِ وصال بھی تقویٰ و احتیاط قابلِ دیدنی ہے۔ سیرتِ اعلیٰ حضرت'' میں مولانا حسنین رضا خان علیہ الرحمہ آپ کے وصال کے حالات لکھتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: وقتِ وصال سے کچھ دیر پہلے ارشاد فرمایا: تصاویر ہٹا دو لوگوں نے سوچا یہاں تصاویر کا کیا کام لوگ سوچ ہی رہے تھے کہ خود ہی ارشاد فرمایا: یہی لفافے کارڈ اور روپے پیسے وغیرہ۔

اور یہ سب اس وجہ سے کہ حدیث پاک میں ہے کہ **''جس گھر میں تصویر اور کُتا ہوتا ہے اُس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے''**۔ اگر چہ علماء نے سِکّوں کو بدرجہءِ مجبوری اس حکم سے الگ رکھا ہے مگر **اعلیٰ حضرت** نے اس مبارک اور مسعود وقت میں اسے بھی گوارا نہ فرمایا اور احتیاط و تقویٰ کی روح پیش فرمادی۔ اور کلیتہً تصویر کے شایبے سے بھی اجتناب فرمایا۔

(انوارِ رضا مطبوعہ لاہور ص255)

شانِ استغناء ودُنیا سے بے نیازی

اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے جس ماحول میں زندگی بسر کی وہ دولت وثروت، جاہ وجلال کا نہیں بلکہ علم وعرفان کا ماحول تھا۔ جس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دولت وشہرت، دنیاوی عزت ووقار اور شان وشوکت کے دلدادہ نہیں تھے۔ آپ نے امورِ دُنیا سے کبھی تعلق ہی نہیں رکھا۔ آپ اپنے وقت کے بہت بڑے زمیندار تھے، لیکن ساری جائیداد کا انتظام دوسرے عزیزوں کے سُپرد تھا۔ انہیں کتابوں کی خریداری، سادات کی مہمان نوازی اور گھر کے اخراجات کے لیے ماہانہ ایک رقم مل جاتی تھی۔ لیکن انہوں نے کبھی نہیں پوچھا کہ گاؤں کی آمدنی کتنی ہوئی اور مجھے کتنی ملی۔

یہ اُلٹی نذر کیسی؟

حامد علی خان نواب آف رام پور سے حضرت شاہ مہدی حسن میاں (سجادہ نشین مارہرہ شریف) کے مراسم تھے۔ ایک بار انہوں نے چاہا کہ **اعلیٰ حضرت** سے نواب صاحب کی ملاقات کراؤں چنانچہ ایک مرتبہ نواب صاحب (شاہ مہدی حسن میاں کے ہمراہ) رام پور سے (براستہ بریلی) نینی تال جارہے تھے۔ اسپیشل (ٹرین کا ڈبہ) بریلی شریف پہنچا تو حضرت شاہ مہدی حسن میاں صاحب نے اپنے نام سے ڈیڑھ ہزار کے نوٹ ریاست کے مدارالمہام (وزیرِ ریاست) کی معرفت بطور نذرانہ اسٹیشن سے **اعلیٰ حضرت** کی خدمت میں بھیجے اور والیء ریاست (نواب حامد علی خان) کی جانب سے مستدعی ہوئے کہ ملاقات کا موقع دیا جائے۔ **اعلیٰ حضرت** کو مدارالمہام صاحب کے آنے کی خبر ہوئی تو اندر سے دروازہ کی چوکھٹ پر کھڑے کھڑے مدارالمہام صاحب سے فرمایا کہ ''میاں صاحب کو میرا سلام عرض کردیجئے گا اور یہ کہہ دیجئے گا یہ الٹی نذر کیسی، مجھے میاں کی خدمت میں نذر پیش کرنی چاہیے نہ کہ میاں مجھے نذر پیش کریں''۔ یہ ڈیڑھ ہزار ہوں یا جتنے ہوں لے جایئے۔ فقیر کا مکان نہ اس قابل کہ کسی والیء ریاست کو بلاسکوں، نہ میں والیانِ ریاست کے آداب سے واقف کہ خود جاسکوں۔

(فقیہہ اسلام از مولانا حسن رضا اعظمی مطبوعہ کراچی ص.149,150)

یہ واقعہ **اعلیٰ حضرت** کے استغناء، عالمانہ شان ووقار اور دین پروری کا بین ثبوت ہے، یہ شدت وغلظت نہیں بلکہ خالص اتباعِ شریعت ہے۔ اور ہمارے اسلافِ کرام کا یہی معمول رہا ہے کہ سلاطین، امراء، حکام، والیان ریاست اور ارباب دولت وثروت سے دور رہا کرتے تھے، تاریخ کے صفحات پر ایسی سینکڑوں مثالیں پائی جاتی ہیں۔

عرس میں شرکت نہ فرمائی :

ایک بار سید شاہ مہدی حسن میاں صاحب سجادہ نشین سرکار کلاں نے سرکارِ مارہرہ مطہرہ کے عرس کی دعوت دی۔آپ نے فرمایا میں خود ہی ارادہ کررہا تھا کہ بہت عرصہ سے حاضری بھی نہیں ہوئی ہے۔یہ خبر مشتہر ہوتے ہی مخلصین کا قافلہ تیار ہونے لگا۔حضرت سید شاہ مہدی حسن میاں نے اِدھر **اعلیٰ حضرت** کو دعوت دی اُدھر نواب حامد علی خان والیء ریاست رام پور (جو معتقدین میں سے تھے) کو بھی دعوت دے دی، چونکہ نواب صاحب برسوں سے **اعلیٰ حضرت** کی زیارت و ملاقات کے مشتاق تھے اس لیے یہ صورت نکالی گئی کہ عرس شریف کے موقعہ پر ملاقات ہوجائے گی۔نواب صاحب نے فوراً دعوت منظور کرلی اور اظہارِ نیازمندی وخوش اعتقادی کے لیے بہت کچھ ساز وسامان ریاست سے مارہرہ شریف پہونچا دیا۔ریلوے اسٹیشن سے آبادی تک دونوں جانب روشنی کے لیے قریب قریب گیس کے ہُنڈے لگا دیئے گئے۔ اور ہر ٹرین پر زائرین کو لینے کے لیے ریاست کی موٹر اور ہاتھی جن پر زری کی جھولیں پڑی تھیں گشت لگا رہے تھے۔

نواب صاحب کا پروگرام تھا کہ جس وقت **اعلیٰ حضرت** بریلی سے روانہ ہوں گے اسی وقت میں بھی خاص سواری سے روانہ ہوجاؤں گا۔سید مہدی حسن میاں نے مزید اطمینانِ خاطر کے لئے ایک عریضہ (اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں) لکھ کر رجسٹری کی اور اس میں (اعلیٰ حضرت کی) عرس میں عدمِ شرکت کی خبر کا ذکر کیا۔**اعلیٰ حضرت** کے پاس جس وقت یہ خط پہنچا تو چہرہ پر جلال کے آثار نمایاں ہوگئے۔اور فرمایا "میں جانتا ہوں! کہ میاں نے کس مقصد سے ایسا خط میرے پاس لکھا ہے۔صرف اس لئے کہ میں جوش میں آکر یہ لکھ دوں کہ یہ کسی نے غلط اڑایا ہے۔میں ضرور آؤں گا۔مجھ سے رجسٹری کرانی مقصود ہے تاکہ نواب صاحب کو دکھانے کے لیے (دلیل) ہوجائے۔میاں سمجھتے ہیں کہ میں اس چاردیواری کے اندر بیٹھا ہوں، اسے کیا خبر ہوگی۔حالانکہ میرے خبر دینے والوں نے زرہ زرہ کی خبر دی ہے، میں جانتا ہوں میری روانگی ہوتے ہی نواب کا اسپیشل بھی روانہ ہوجائے گا جو بالکل تیار کھڑا ہے"۔بالآخر **اعلیٰ حضرت** نے اس عرس میں شرکت نہ فرمائی۔

(فقیہ اسلام از مولانا حسن رضا اعظمی مطبوعہ کراچی ص.149,150)

اللہ! اللہ! یہ ہے امامِ اہلسنت کی شانِ استغناء کہ نوابوں کی بھی پرواہ نہ فرمائی۔یہ تو خیر نواب صاحب تھے **اعلیٰ حضرت** کی بارگاہ میں ایک مرتبہ ہندو لیڈر گاندھی نے حاضری کا اذن چاہا تو آپ نے اُس کو بھی پَر کاہ اہمیت نہ دی۔

مسٹر گاندھی سے ملاقات نہ فرمائی:

ایک مرتبہ مسٹر گاندھی بریلی شریف پہنچے اور **اعلیٰ حضرت** سے ملنے کے متمنی ہوئے، **اعلیٰ حضرت** نے قبول نہ فرمایا اور انکار فرمادیا۔یہاں تک کہ بعض حضراتِ اہلسنت، مخلصینِ **اعلیٰ حضرت** نے بھی سفارش کی اور اسی کو قرینِ مصلحت سمجھا کہ **اعلیٰ حضرت** اُس کی استدعا کو رد نہ فرمائیں اور تھوڑا سا وقت مسٹر گاندھی کو ملاقات کا دے دیں۔**اعلیٰ حضرت** نے فرمایا "کہ وہ مجھ سے دینی امور میں گفتگو کریں گے یا دُنیوی امور کی بہبود کے متعلق؟۔دِینی امور سے متعلق تو گفتگو کر نہیں سکتے کہ وہ ہمارے دین سے واقف نہیں ہے، رہا دُنیوی بہبود کے متعلق، تو جب میں نے اپنی دنیوی بہبود کی طرف توجہ نہ کی تو دوسروں کی دنیا سنوارنے کی فکر میں کس طرح اپنا وقت ضائع کرسکتا ہوں۔آپ

حضرات جانتے ہیں کہ خداوندِ عالم کی دی ہوئی نعمت ترکہء آبائی سے میری کافی معیشت (گزر بسر) ہے، مگر کبھی میں نے اس کی طرف توجہ نہ کی، حسن (رضا) میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ انتظام کرتے رہے ہیں۔ان کے انتقال کے بعد سے ننھے میاں سلمہ (مولانا محمد رضا خان) اس کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ یہ سن کر وہ لوگ خاموش ہو گئے۔

اُن کا منگتا پاؤں سے ٹھکرادے وہ دُنیا کا تاج

جس کی خاطر مر گئے مُنعَم رگڑ کر ایڑیاں

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ص 434)

آپ کی آؤبھگت کا وقت کہاں سے لاؤں

سیف الاسلام دہلوی اعلیٰ حضرت کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

میں نے سوداگری محلے کے کئی بزرگوں سے سنا کہ نظام حیدر آباد دکن نے کئی بار لکھا کہ حضور! کبھی میرے یہاں تشریف لا کر ممنون فرمائیں یا مجھے ہی نیاز کا موقع عنایت فرمائیں، تو آپ نے جواب دیا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کا عنایت فرمایا ہوا وقت صرف اُسی کی اطاعت کے لیے ہے میں آپ کی آؤ بھگت کا وقت کہاں سے لاؤں۔

(سیرتِ امام احمد رضا از مولانا عبدالحکیم شاہ جہان پوری مطبوعہ لاہور)

میرا دین پارہ ء ناں نہیں:

اعلیٰ حضرت کے دور میں نوابوں کی قصیدہ خوانی کا عام رواج تھا۔ بہت سے اہلِ علم اسی کو ذریعہء معاش بنائے ہوئے تھے۔لیکن اعلیٰ حضرت نے یہ ضمیر فروشی کبھی نہیں کی اور نہ ہی کسی دنیادار کی تعریف وتوصیف، مدح وستائش سے اپنی زبان کو آلودہ کیا۔ایک مرتبہ نواب آف ریاستِ ''نان پارہ'' نے خواہش بھی کی کہ مولانا میرے سلسلے میں کوئی منقبت اور قصیدہ کہیں، لیکن آپ نے سختی سے یہ عرضداشت ٹھکرادی اور اس کے جواب میں ایک نعت شریف لکھی جس کا مطلع یہ ہے ۔

وہ کمالِ حُسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں

یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دُھواں نہیں

اور مقطع میں ''نان پارہ'' کی بندش بڑے لطیف اشارے میں ادا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا؛

کروں مدحِ اہلِ دُول رضؔا پڑے اس بلا میں میری بلا

میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارہ ءناں نہیں

نان پارہ (ریاست کا نام) پارہ ءناں (روٹی کا ٹکڑا)۔

ذکرِ دُنیا بھی پسند نہ فرماتے :

دُنیاداروں کا ذکر تو بڑی بات ہے سیدی **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی مجالس میں دُنیا کا ذکر بھی پسند نہ فرماتے ، چنانچہ **صدر الشریعہ، بدرالطریقہ، مولانا محمد امجد علی اعظمی** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں ۔

جمعہ کے بعد حاضرین کی ایک بڑی جماعت موجود رہتی ،عموماً دینی بات لوگ دریافت کرتے اور حضور جواب دیتے یا کسی حدیث یا آیت کے متعلق بیان فرماتے ،کبھی اولیائے کرام کے واقعات بیان کرتے ۔ حاضرینِ آستانہ میں سے کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے **اعلیٰ حضرت** کو دُنیا کی باتوں میں گفتگو کرتے دیکھا، ہمیشہ کوئی نہ کوئی دینی تذکرہ ہی رہا کرتا ۔

(تذکرہ ءاعلیٰ حضرت بزبان صدرالشریعہ از مولانا حافظ محمد عطاالرحمٰن مکتبہ اعلیٰ حضرت ص31)

جائیداد کی تقسیم اور اعلیٰ حضرت کا استغناء:

اعلیٰ حضرت کے بھتیجے مولانا حسنین رضا خان علیہ الرحمہ "**سیرتِ اعلیٰ حضرت**" میں لکھتے ہیں ۔

ایک مرتبہ **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والدِ ماجد نے علاقے کی تقسیم کا دفعتہً ارادہ کرلیا۔اور دوموضعوں کی حقیت (یعنی ملکیت) اپنے دونوں (چھوٹے) بیٹیوں کو دے کر باقی مُسلَّم (سارے کے سارے) مواضعات **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبلہ کو لکھے اور پچاس پچاس روپے ماہوار اِن کے دونوں بھائیوں کو ان مواضعات کی آمدنی سے دینا لکھے ۔ وہ دونوں بھائی مولوی حسن رضا خان اور مولوی محمد رضا خان **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبلہ سے چھوٹے تھے ۔(خیال رہے مولانا شاہ نقی علی خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اس طرح جائیداد تقسیم کرنا بے معنی نہیں بلکہ آپ جید عالم تھے۔شرعی احکامات کو خوب جانتے تھے،اسی کے پیشِ نظر آپ نے ابتدأً یہ تقسیم فرمائی، چنانچہ، **اعلیٰ حضرت** امام اہلسنت اپنی کتاب "**مَشْعَلَۃُ الارْشَاد فِی حُقُوقِ الاَوْلَادِ**" میں اولاد کے حقوق بیان کرتے ہوئے ارشادفرماتے ہیں: اپنے چند بچے ہوں تو جو چیز دے سب کو برابر اور یکساں دے،ایک کو دوسرے پر بے فضیلتِ دینی (یعنی دینی فضیلت کے بغیر) ترجیح نہ دے، **فتاویٰ قاضی خان** میں ہے"اولاد میں سے کسی ایک کو زیادہ دینے میں کچھ حرج نہیں جبکہ اسے دوسری اولاد پر ترجیح وفضیلت دینی فضل وشرف کی وجہ سے ہو،لیکن اگر سب برابر ہوں تو پھر ترجیح دینا مکروہ ہے" ۔اور"**فتاویٰ عالمگیری**" میں ہے"اگر بیٹا حصولِ علم میں مشغول ہو نہ کہ دنیوی کمائی میں،تو ایسے بیٹے کو دوسری اولاد پر ترجیح دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ۔"(اولاد کے حقوق از امام اہلسنت مطبوعہ مکتبہ المدینہ ص20)) عم مکرم مولوی محمد رضا خان تو بہت کم عمر تھے، اِن دونوں (بھائیوں) میں اتنی بڑی جائیداد کی تقسیم کے معاملے کو سمجھنے کا شعور بھی نہ ہوا تھا ۔ **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس وقت دونوں کی وکالت فرمائی ، مذکورہ بالا مسوّدہ جب اُن کے والدِ ماجد نے اُن کی والدہ مرحومہ کو دیا کہ وہ امن میاں (اعلیٰ حضرت) کو دکھالیں تو میں اسے رجسٹری کرادوں ۔ والدہ ماجدہ نے وہ مسودہ **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیا ، آپ نے دیکھا اور دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے ، چہرہ تمتمانے لگا اور فرمایا اِس مسودہ کی دونوں باتیں مجھے نامنظور ہیں ۔ نہ مجھے اپنے بھائیوں کے حصوں کی کمی منظور ہے اور نہ میں اِن کو اپنا دستِ نگر بنانا پسند کرتا ہوں ۔ میری خوشی یہ ہے کہ برابر کے تین حصے کر دیے جائیں اور ہر ایک کا حصہ اس کے نام لکھ دیا جائے ۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ نے اُن کا یہ جواب اُن کے پدرِ بزرگوار کو پہنچا دیا۔ **اعلیٰ حضرت** کے والدِ گرامی نے ان کی والدہ ماجدہ سے فرمایا ''میں جانتا ہوں کہ اِس دُنیا میں امن میاں (احمد رضا) دین ہی کی خدمت کریں گے اور اِن کے یہ دونوں بھائی اور کچھ دُنیا کما کر ان پچاس، پچاس روپے میں اضافہ کرلیا کریں گے جو اُن کے گذارے کے لئے کافی ہوگا۔

جب **اعلیٰ حضرت** قبلہ کسی طرح راضی نہ ہوئے تو اُن کے والدِ ماجد نے دوسرا مسودہ لکھا۔ اس میں کُل کی آدھی جائیداد **اعلیٰ حضرت** کو لکھی اور بقیہ آدھی اُن دونوں (چھوٹے بھائیوں) میں برابر تقسیم کر دی، اور یہ مسودہ بھی **اعلیٰ حضرت** کی والدہ ماجد کو دیا کہ امن میاں (احمد رضا) کو دکھاؤ اور اِن سے کہدو کہ اب اس میں کوئی ترمیم نہیں ہوسکتی۔ میں تم کو بحق پدری حکم دیتا ہوں تم اسے مان لو تو جلد ہی رجسٹری ہو جائے۔ چنانچہ وہ مسودہ رجسٹری ہوگیا اور چند ہی روز بعد حضرت **مولانا نقی علی خان** نے وفات پائی۔

اُن کی وفات کے بعد **اعلیٰ حضرت** نے اپنی والدہ ماجدہ کو اس بات پر راضی کیا کہ آپ گھر کا نظم اس طرح کریں کہ زیادہ روپیہ پس انداز ہو اور بچت کے روپے سے دوسری جائیداد خرید کر میرے دونوں بھائیوں کی جائیداد میری جائیداد کے برابر کریں۔۔۔۔اس ترکیب سے کافی جائیداد خرید کر ان کے دونوں (چھوٹے) بھائیوں کے نام کی گئی، مگر پھر بھی ان دونوں بھائیوں کی آمدنی انفرادی طور پر **اعلیٰ حضرت** قبلہ سے کچھ کم ہی رہی۔

(مولانا حسنین رضا فرماتے ہیں) ہمیں تو **اعلیٰ حضرت** کی ذات پر بڑا فخر ہے کہ اُنھوں نے میرے باپ اور چچا کو زمیندار بنادیا ورنہ یہ دونوں پچاس، پچاس روپے ماہوار پاتے اور عمر بھر دُنیا کی کشمکش میں پڑے رہتے۔ مگر **اعلیٰ حضرت** کے اخراجات دیکھتے ہوئے میرے نزدیک علاقے کی پہلی ہی تقسیم زیادہ مناسب تھی۔ ایثار کی ایسی کوئی مثال اس دور میں میری نظر سے نہ گزری۔ **اعلیٰ حضرت** اگر تارک الدنیا ہوکر ساری جائداد بھائیوں کو دے دیتے تو کوئی کمال نہ تھا۔ مگر دُنیا میں رہ کر دُنیا کی اتنی زبردست ٹھوکر جمانا انھیں کا دل گردہ تھا۔

(سیرتِ اعلیٰ حضرت از مولانا حسنین رضا خان مطبوعہ برکاتی پبلیشر کراچی ص97.98)

جود و سخاوت

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کمال درجہ کے سخی تھے۔ آپ نے یتیموں، بیواؤں اور دیگر غرباء و مساکین کے ماہوار وظیفے مقرر کر رکھے تھے۔ سائلوں اور ناداروں کے لیے آپ کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا تھا۔ دُور دُور تک حاجت مندوں کی حاجت روائی فرمایا کرتے۔ موسمِ سرما کے شروع میں ہمیشہ ناداروں میں رضائیاں تقسیم کرنا آپ کا معمول تھا۔ اسی سلسلے میں ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیے:۔

اپنی چادر بھی دیے دی:

''موسمِ سرما میں ایک مرتبہ ننھے میاں صاحب (اعلیٰ حضرت کے برادر اصغر مولانا محمد رضا خان صاحب) نے **اعلیٰ حضرت** کی خدمت میں ایک فرد (چادر) پیش کی۔ **اعلیٰ حضرت** کا معمول تھا کہ سردیوں میں رضائیاں تیار کروا کر غرباء میں تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ اُس وقت تک سب

رضائیاں تقسیم ہوچکی تھیں کہ ایک صاحب نے **اعلیٰ حضرت** سے رضائی کی درخواست کی تو آپ نے ننھے میاں صاحب والی وہی فرد یعنی چادر اپنے اوپر سے اتار کر اُسے عنایت فرمادی۔

اِسے اوڑھ لیجئے :

''جناب ذکاءاللہ خان صاحب (خادم اعلیٰ حضرت) کا بیان ہے کہ سردی کا موسم تھا، بعدِ نمازِ مغرب **اعلیٰ حضرت** حسبِ معمول پھاٹک میں تشریف لاکر سب لوگوں کو رخصت کر رہے تھے، خادم کو دیکھ کر فرمایا: آپ کے پاس رضائی نہیں ہے؟ میں خاموش ہو رہا اُس وقت **اعلیٰ حضرت** جو رضائی اوڑھے ہوئے تھے، وہ اِس خادم کو دے کر فرمایا کہ اِسے اوڑھ لیجئے۔ خادم نے بصد ادب قدم بوسی کی سعادت حاصل کی اور فرمانِ مبارک کی تعمیل کرتے ہوئے وہ رضائی اوڑھ لی۔

اسی سلسلے میں مزید ایک اور واقعہ پیشِ خدمت ہے جو اِس واقعہ کے بعد پیش آیا۔۔۔

نئی رضائی بھی عطا فرما دی:

''اس واقعہ کے دو تین روز بعد **اعلیٰ حضرت** کے لیے نئی رضائی تیار ہوکر آئی۔ اُسے اوڑھتے ہوئے ابھی چند دن ہی گزرے تھے کہ ایک رات مسجد میں کوئی مسافر آیا جس نے حضور سے عرض کی کہ میرے پاس اوڑھنے کے لیے کچھ نہیں ہے، آپ نے وہ نئی رضائی اُس مسافر کو عطا فرمادی''۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت ازمولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ص129)

وہ ان کی نذر ہو گئی:

حضرت مولانا ظفر الدین بہاری صاحب علیہ الرحمہ نے ایک مرتبہ **اعلیٰ حضرت** کی خدمت میں ایک رضائی بھجوائی، اُن کو جوابی خط میں تحریر فرماتے ہیں:

آپ کی رضائی بہت محلّ رضا (اچھی جگہ) میں کام آئی۔ اس جاڑے میں جو رضائی یہاں بنی، بھاری اور بہت روئی کی تھی۔ ایک ولایتی (پردیسی مسافر) صابر وقانع کو سخت ضرورت تھی، وہ ان کی نذر ہوگئی اور آپ کی مرسلہ (بھیجی ہوئی) رضائی میں نے اوڑھی۔

جَزَا کُم خَیرًا جَزَا کُم کَثِیْراً۔۔والسلام۔

(مکتوباتِ امام احمد رضا خان ازمولانا محمود احمد قادری مکتبہ نبویہ لاہور ص59)

میری خوشی اسی میں ہے:

ایک صاحب نے بہت خوبصورت دولائی (سردیوں میں اوڑھے جانے والا دوہرا کپڑا) پارسل کے ذریعے آپ کی بارگاہ میں بھیجی، مولوی **امجد رضا** صاحب کا بیان ہے ''جس وقت وہ پارسل بریلی پہنچا اُس وقت میں بھی حاضرِ خدمت تھا، سیل ومہر جدا کرنے کے بعد پارسل کھولا گیا اور دولائی برآمد ہوئی، **اعلیٰ حضرت** اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور جتنے لوگ اس وقت کا شانۂ اقدس میں موجود تھے سب نے بہت پسند

کیا اور بہت تعریف کی ،اور واقعی وہ دولائی ہر حیثیت سے قابلِ تعریف تھی ، **اعلیٰ حضرت** نے سب کے اصرار پر اِسے اوڑھا اور مسہری پر تشریف فرما ہوئے کہ میری زبان سے بے اختیار یہ فقرہ نکلا ''واقعی بہت عمدہ دولائی ہے ، جوانوں کے لائق ہے'' یہ سنتے ہی **اعلیٰ حضرت** نے وہ دولائی مجھے عطا فرمادی کہ تم اِسے اوڑھو، حالانکہ میں نے اس غرض سے یہ جملہ نہیں کہا تھا ،لیکن **اعلیٰ حضرت** نے بااصرار مجھے عنایت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ ''میری خوشی اسی میں ہے''۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ص129)

چھتری حاجتمند کو عطا فرمادی:

موسمِ برسات میں بعض اوقات مسجد کی حاضری دورانِ بارش ہوا کرتی تھی ۔حاجی کفایت اللہ صاحب نے اس تکلیف کو محسوس کرتے ہوئے ایک چھتری خرید کر نذر کی ،اور اپنے ہی پاس رکھ لی کہ جب **اعلیٰ حضرت** کا شانہء اقدس سے تشریف لاتے حاجی صاحب چھتری لگا کر مسجد تک لے جاتے ،ابھی کچھ ہی دن گزرے تھے کہ ایک حاجت مند نے چھتری کا سوال کیا آپ نے فوراً وہ چھتری حاجی صاحب سے لے اُس حاجت مند کو عطا فرمادی۔

جو میں مانگوں عطا فرمادیں گے

جنابِ سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ موسمِ بارش میں رات کے وقت جناب سید محمود خان صاحب قادری برکاتی نوری علیہ الرحمہ ساکنِ محلّہ گڑھی حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں ''حضور! جو میں مانگوں عطا فرمادیں گے؟ ارشاد فرمایا : سید صاحب !اگر میرے امکان میں ہوا تو ضرور حاضر کردوں گا۔سید صاحب نے عرض کیا کہ حضور کے امکان میں ہے۔فرمایا: تو مجھے کوئی عذر نہیں ہے، کیا درکار ہے؟ سید صاحب نے عرض کیا صرف 22 گز کپڑا کفن کے لیے چاہتا ہوں، چنانچہ صبح بازار کھلتے ہی 22 گز کپڑا منگوا کر سید صاحب کی نذر کردیا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ص128)

وظیفے کی صندوقچی یا خزانہ ء غیبی

اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ایک مرتبہ اپنے خلیفہ حضرتِ مولانا عبدالسلام کی دعوت پر ''جبل پور'' تشریف لے گئے ۔حضرت مولانا عبدالسلام نے ایک سفید چینی کی بڑی رکابی میں ایک ہزار روپیہ رکھ کر بطورِ نذر آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ جسے آپ نے قبول فرمانے کے بعد اپنے خادم حاجی کفایت اللہ صاحب سے ارشاد فرمایا : اسے رکھ لو اور میرے وظیفے کی صندوقچی اُٹھا لاؤ، حاجی صاحب نے وہ صندوقچی پیش کی جو تقریباً ایک فٹ لمبی ہوگی ،(یہ وظیفے کی صندوقچی آپ کو اپنے شیخ سے ملی تھی ، جسے بعد نمازِ فجر پڑھا کرتے تھے اور یہ مقفل رہا کرتی جس کی چابی آپ اپنے پاس رکھتے تھے۔ اِس میں بجز وظیفہ کے اور کوئی چیز نہ رہتی تھی نہ ہی اس میں گنجائش تھی) اب آپ نے اس صندوقچی کو اپنے سامنے رکھ لیا اور اُس کا ڈھکن تھوڑا سا اُٹھا کر اپنا سیدھا ہاتھ اُس میں ڈالنا شروع کیا اور روپیہ نکالتے جاتے اور فرداً فرداً مولانا کے ملازمین ،خدام ،ورضا کاران

پر نہایت فراخ دلی سے تقسیم فرماتے رہے۔ اِسی پر بس نہیں بلکہ مولانا عبدالسلام کی بہو آپ کی اہلیہ اور آپ کی بچیوں کے لیے طلائی زیورات بلکہ سب سے چھوٹے بچے کے لیے سلا ہو کُرتہ اور ٹوپی اسی صندوقچی سے نکال کر عطا فرمایا۔ مولانا حسنین رضا خان صاحب علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ''کہ نہ صرف مولانا عبدالسلام ہی کے اعزّہ کے لیے بلکہ خاص خاص سیٹھ صاحبان کی بچیوں کے لیے بھی کافی طلائی زیورات آپ نے اِسی صندوقچی سے نکال کر عطا فرمائے، ہم سب حیران تھے کہ یہ زیورات کب **اعلیٰ حضرت** نے خریدے اور کب اس صندوقچی میں رکھے۔ یہ واقعہ جس طرح **اعلیٰ حضرت** کی سیر چشمی کی دلیل اور جود وسخا کا روشن برہان ہے اُسی طرح بین کرامت کا بھی ثبوت ہے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ ص 127)

اعلیٰ حضرت کی سخاوت وغرباء پروری گرد ونواح میں مشہور تھی، اس بارے میں آپ کے سوانح نگار مولانا بدرالدین احمد صاحب یوں رقمطراز ہیں:

''کاشانہء اقدس سے کوئی سائل خالی ہاتھ واپس نہ ہوتا۔ بیوگان کی امداد، اور ضرورتمندوں کی حاجت روائی کے لیے آپ کی جانب سے ماہوار رقمیں مقرر تھیں اور یہ امداد صرف مقامی لوگوں کے لیے ہی نہ تھی بلکہ بیرونجات میں بذریعہء منی آرڈر امدادی رقم روانہ فرماتے''

سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا عطیہ :

دور دراز کی امداد کے سلسلے کا ایک عجیب واقعہ پیشِ خدمت ہے:

''ایک دفعہ مدینہ طیبہ سے ایک شخص نے پچاس روپے طلب کیے، لیکن اتفاق ایسا ہوا کہ آپ کے پاس اُس وقت ایک روپیہ بھی نہ تھا۔ آپ نے بارگاہِ رسالت مآب **صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم** میں عرض کی حضور! میں نے کچھ بندگانِ خدا کے مہینے آپ کے بھروسے پر اپنے ذمے مقرر کر لیے ہیں، اگر کل پچاس روپے کا منی آرڈر کر دیا گیا تو بروقت ہوائی ڈاک سے پہنچ جائیگا (ورنہ کافی دنوں کے بعد پہنچے گا)۔

یہ رات آپ نے بڑی بے چینی سے گزاری، علی الصبح ایک سیٹھ صاحب حاضر ہوئے اور مولوی حسنین رضا صاحب کے ذریعے مبلغ اکاون روپے بطورِ نذرانہء عقیدت حاضرِ خدمت کئے، جب مولانا حسنین رضا نے اکاون روپے **اعلیٰ حضرت** کی خدمت میں پیش کئے تو آپ پر رقت طاری ہوگئی اور مذکورہ بالا ضرورت کا انکشاف فرمایا۔

ارشاد ہوا: یہ یقیناً سرکاری عطیہ ہے اس لیے کہ اکاون روپے کے کوئی معنیٰ نہیں سوائے اِس کے کہ پچاس بھیجنے کے لیے (اور ایک روپیہ) فیس منی آرڈر بھی تو چاہیئے چنانچہ اُسی وقت منی آرڈر کا فارم بھرا گیا اور ڈاکخانہ کھلتے ہی منی آرڈر روانہ کر دیا گیا۔''

اعلیٰ حضرت کی سخاوت کا یہ سلسلہ ہر وقت جاری رہتا تھا، اِدھر آیا اور اُدھر مصارفِ ضروریہ اور غرباء میں تقسیم ہو گیا۔ **بعض اوقات تو** حوائجِ ضروریہ کے لیے ایک پیسہ تک پلے نہیں رہتا تھا، حالانکہ آپ صاحبِ جائیداد اور خاندانی رئیس تھے۔ سخاوت کی انتہا معلوم کرنے کی غرض سے **اعلیٰ حضرت** قدس سرہ کے اولین سوانح نگار اور آپ کے خلیفہء ارشد **ملک العلماء** علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ کا حیرت انگیز

انکشاف ملاحظہ کیجئے، لکھتے ہیں:

''ایک مرتبہ ایسے ہی موقع پر (رقوم وغیرہ) تقسیم کرتے ہوئے فرمایا'' کہ میں نے کبھی ایک پیسہ زکوٰۃ کا نہیں دیا'' اور یہ بالکل صحیح ارشاد فرمایا کہ حضور پر زکوٰۃ فرض ہی نہیں ہوئی تھی۔ زکوٰۃ فرض تو جب ہو کہ مقدارِ نصاب اُن کے پاس سال تمام تک رہے اور یہاں تو یہ حال تھا کہ ایک طرف سے آیا اور دُوسری طرف گیا۔''

قرضِ حسنہ دیا کرتے:

اعلیٰ حضرت کے ایک خلیفہ حافظ یقین الدین صاحب فرماتے ہیں:

(جنابِ مولانا حضرت حافظ یقین الدین صاحب اُن خوش نصیبوں میں شمار کئے جاتے ہیں کہ جن کے پیچھے **اعلیٰ حضرت** نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ چنانچہ مولانا **امجد علی اعظمی** صاحب فرماتے ہیں:

اعلیٰ حضرت کی مسجد میں اُن کی موجودگی میں اُن کے حکم سے صرف چار اشخاص نمازیں پڑھایا کرتے تھے۔

(1) مولانا حامد رضا خان صاحب۔۔۔(2) مولانا محمد رضا خان صاحب۔۔۔(3) حافظ یقین الدین صاحب۔

یہ اعلیٰ حضرت کے خلیفہ بھی تھے اور قرآن پاک رمضان میں بھی سُنایا کرتے تھے۔ اور چوتھا (4) یہ فقیر (مولانا امجد علی اعظمی صاحب)۔۔۔نمازوں کی ادائیگی میں اتنی احتیاطیں کی جاتیں جن کو کہیں نہ دیکھا۔ (تذکرہ اعلیٰ حضرت بزبان صدر الشریعہ از مولانا عطاء الرحمٰن مکتبہ اعلیٰ حضرت ص 32)

شعبان کا مہینہ تھا اور مجھ (حافظ یقین الدین صاحب) پر ساڑھے چار سو روپے قرضہ تھا، میں نے **اعلیٰ حضرت** کی بارگاہ میں درخواست بھیجی کہ غلام قرضدار ہے، اگر حضور غلام کی رمضان مبارک میں غیر حاضری منظور فرمالیں تو غلام کے لیے بہتر ہو۔

اس کے جواب میں بذریعہ تار مجھے ارشاد فرمایا: قرضہ کو خدا کے سُپرد کرکے فوراً حاضر ہو۔ میں شعبان کی آخری تاریخ کو بریلی شریف پہنچا اور فضلِ الٰہی سے قرآنِ عظیم (تراویح میں پڑھانا) شروع کردیا۔ **اعلیٰ حضرت** نے ارشاد فرمایا: قرضہ ادا کردیا جائے؟ میں نے عرض کی حضور! ایک برس کا وعدہ ہے اور چھ مہینے گزر چکے ہیں، شوال میں مَیں واپس چلا گیا۔ **اعلیٰ حضرت** مجھے ماہانہ کچھ رقم بھیجتے رہے یہاں تک کہ وقتِ معینہ پر قرضہ ادا ہوگیا۔ بریلی شریف رہتے ہوئے بھی مجھ پر کچھ قرض ہوگیا تھا، وہ بھی **اعلیٰ حضرت** نے ادا فرمایا، یہ روپیہ میں کئی برس تک آپ کو واپس نہ دے سکا۔

کسی کے ذمہ میں آخرت پر نہیں رکھا:

درمیان میں آپ نے کئی مرتبہ ارشاد فرمایا: جو صاحب نہ دے سکے اُن کو معاف ہے، کسی کے ذمہ میں آخرت پر نہیں رکھا، قریب چودہ سو روپے کے لوگوں نے قرض لیا ہے، شاید اِسی کے مثل الفاظ فرمائے'' اگر کوئی شخص کسی سے قرض لے کر نہ دے سکے اور قرض دینے والا اس سے طلب نہ کرے تو اللہ تعالیٰ روزانہ اسی تعداد پر (صدقہ کرنے کا) ثواب عطا فرماتا ہے۔ ہم میں اس قدر تو طاقت نہیں کہ روزانہ چودہ سو روپیہ دیا کریں مگر مولیٰ تعالیٰ اس قدر ثواب عطا فرمارہا ہے''۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ ص969)

اعلیٰ حضرت کا دور یاد آتا ھے

یہی حافظ صاحب فرماتے ہیں: کہ غلام رمضان المبارک میں ہمیشہ حاضر ہوتا تھا، اور بفضلہٖ تعالیٰ کبھی (مالی) مجبوری نہ ہوئی۔ جب سے حضور کا وصال ہوا تب سے یہ حالت ہے کہ تین تین برس گزر جاتے ہیں، ماہانہ ستراسی روپے (گھر) بھیجے جاتے ہیں۔۔۔۔کبھی تو ماہوار ایک سو تیس روپے تک نوبت پہنچتی ہے، بہت دقت سے ماہوار بھیجتا ہوں۔ اکثر قرضہ بھی ہو جاتا ہے، حضور کا اس عالم سے تشریف لے جانا خادم کے لیے مصیبت کا سامنا ہو گیا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے صدقے سے جلد حضور کی خدمت میں پہنچائے۔

شفقت و خیر خواھی

اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر مسلمان کے لیے انتہائی شفیق تھے، خواہ اپنا ہو یا پرایا، امامِ اہلسنت سب کے لیے شفقت و خیر خواہی کا عظیم جذبہ رکھتے تھے۔

دُعا کے لیے فھرست بنائی:

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے غلاموں کا اس قدر خیال فرمایا کرتے تھے کہ آپ نے اپنے اعزّا، اَقرِبا، اصحاب و احباب اور خاص خاص مریدوں کے ناموں کی ایک طویل فہرست بنائی ہوئی تھی۔ بعد نمازِ فجر اپنے اوراد و وظائف کے آخر میں اُن سب کے لیے نام بنام دُعا فرمایا کرتے۔ لوگ اِس بات کے متمنی ہوتے کہ اُن کا نام بھی اِس فہرست میں شامل ہو جائے۔

سب کے لئے دُعا کرتا ھوں:

سید ایوب علی صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ: ایک دن میں بہت پریشان تھا، دُعا کا طالب ہوا، آپ نے دُعا فرمائی اور ساتھ ہی مجھے اور میرے بھائی سید قناعت علی سے ارشاد فرمایا: تم دونوں کا نام بھی میں نے دُعا کی فہرست میں شامل کر لیا ہے جو رفتہ رفتہ بہت طویل ہو گئی ہے یہ تمام نام مجھے حفظ ہیں، روزانہ نام بنام سب کے لیے دُعا کرتا ہوں۔

مرنے کے بعد کی تمناء

جنابِ سید ایوب علی صاحب مزید فرماتے ہیں کہ:

ایک شب ایک صاحب (جن کا نام مجھے یاد نہ رہا) **اعلیٰ حضرت** کے خواب میں حاضر ہوئے اور خواب ہی میں عرض کی حضور میرا نام بھی دُعا کی فہرست میں شامل کر لیجئے۔ آپ نے خواب ہی میں اُن کا نام اور مکان معلوم کر لیا، صبح کو حاجی کفایت اللہ صاحب کو ارشاد فرمایا: فلاں محلّہ میں جاؤ اور تحقیق کرو کہ اس نام کے کہ کوئی شخص وہاں رہتے ہیں یا نہیں۔ حاجی صاحب وہاں گئے تو کیا دیکھتے ہیں کفن تیار ہو رہا ہے۔ اُنہوں نے کسی سے پوچھا کہ اِس نام کے کوئی شخص یہاں رہتے ہیں؟ بتایا گیا کہ رات اُن کا انتقال ہو گیا اور یہ کفن اُنہی کا تیار ہو رہا ہے

حاجی صاحب وہاں سے واپس آئے اور سارا معاملہ **اعلیٰ حضرت** کی بارگاہ میں عرض کر دیا، چنانچہ اُس دن سے اُن مرحوم کا نام بھی فہرست میں شامل کرلیا گیا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت ازمولانا ظفرالدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہو 940, 939)

جنازہ میں کثرت سے دُعا مانگتے :

امامِ اہلسنت تمام عوامِ اہلِ سنت کے لیے دردمند دل رکھتے تھے، چنانچہ آپ اکثر و بیشتر جنازوں میں تشریف لے جاتے اور میت سے ہمدردی کا یوں اظہار فرماتے کہ دورانِ جنازہ اور جنازہ کے بعد میت کے لیے کثرت سے دُعا فرماتے۔''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' میں ہے کہ:

اعلیٰ حضرت جس خوش قسمت کی نمازِ جنازہ پڑھاتے تو حاضرین کو ایسا معلوم ہوتا کہ آپ اپنی پرزور شفاعت سے اُس کی مغفرت کرا رہے ہیں اور بہت دیر تک جنازہ کی نماز پڑھتے ظاہری سبب اس دیر کا یہ ہوتا کہ وہ سب دعائیں جو احادیث میں وارد ہوئیں ان کو پڑھا کرتے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت ازمولانا ظفرالدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہو 552)

کاش وہ میرا جنازہ پڑھائیں :

یہی وجہ تھی کہ لوگ تمنا کیا کرتے کہ **اعلیٰ حضرت** اُن کی نمازِ جنازہ پڑھائیں۔''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' میں ہے کہ:

ایک سید صاحب کو فرماتے سنا کہ ہر انسان کو اپنی زندگی بہت پیاری ہوتی ہے اور مجھے بھی اپنی زندگی بہت پیاری ہے مگر صرف اس وجہ سے کہ **اعلیٰ حضرت** میری نمازِ جنازہ پڑھا کر مجھے بخشوائیں گے، میں چاہتا ہوں کہ میرا انتقال **اعلیٰ حضرت** کی زندگی میں ہو اور آپ میرے جنازے کی نماز پڑھائیں، جو میری مغفرت اور بخشش کا سبب ہو۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت ازمولانا ظفرالدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہو 553)

بخشش کی وجہ :

بریلی شریف کے رہنے والے نواب عزیر احمد صاحب کا انتقال ہوا تو **اعلیٰ حضرت** نے اُن کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور ساتھ ہی حساب کر کے اُن کی نمازوں اور روزوں کا فدیہ اُنکے اہلِ خانہ کو بتایا۔ کچھ دنوں کے بعد اُن کی اہلیہ نے نواب صاحب کو خواب میں دیکھا کہ وہ بہت اچھی حالت میں ہیں جس کی توقع بظاہر اُن کے اعمال کے اعتبار سے نہ تھی۔ بی بی صاحبہ نے بخشش کا سبب دریافت کیا: تو فرمایا اعلیٰ حضرت نے میرے جنازے کی نماز پڑھائی اور اتنی دُعائیں کیں کہ میرے سب گناہ بخشوا دیئے، یہ اُن کی نماز پڑھانے کی برکت ہے۔

آج فقیر بھی غم سے آزاد ہوا:

آپ کی دُعائیں مرنے والوں کے لیے بخشش اور بیماروں کے لیے شفاء کا سبب بنتیں۔

مولانا عرفان علی صاحب بیسلپوری کا بیان ہے کہ:

ایک مرتبہ خاکسار نہایت شدید مرض میں مبتلا ہوا، **اعلیٰ حضرت** سے میرے احباب نے ذکر کیا، حضور نے دُعا فرمائی، جس وقت حضور نے دُعا فرمائی اُسی وقت مجھے شفاء ہوئی، مرض سے نجات ملی، گویا ہاتھ اُٹھنے کی دیر تھی۔ **اعلیٰ حضرت** کا یہ شعر بالکل حسبِ حال ثابت ہوا۔

منگتا کا ہاتھ اُٹھتے ہی داتا کی دَین تھی

دوری قبول وعرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے

میں نے عریضہ (خط) حاضر کیا، جواب میں گرامی نامہ صادر ہوا۔ جس میں ارشاد فرمایا: الحمدللہ، الحمدللہ، الحمدللہ! آج فقیر بھی غم سے آزاد ہوا۔

(سیرتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص908)

غریب سنیوں کی طرف سے قربانی کرتے :

''ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت'' میں ہے کہ ایک تذکرے میں جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا اپنی اُمت کی طرف سے قربانی کرنے کا ذکر تھا۔ **اعلیٰ حضرت** نے ارشاد فرمایا کہ:

''میں ہمیشہ سے روزِ عید ایک اعلیٰ درجے کا بیش قیمت (یعنی قیمتی) مینڈھا اپنے سرکارِ دوعالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی طرف سے کیا کرتا ہوں اور روزِ وصالِ حضرت والدِ ماجد قدس سرہٗ سے ایک مینڈھا ان کی طرف سے اور اب اس سُنّتِ کریمہ کے اتباع سے یہ نیت کر لی ہے کہ اِن شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی تابقائے زندگی اپنے اُن اہلسنّت بھائیوں کی طرف سے کیا کروں گا، جنھوں نے قربانی نہ کی خواہ گزر گئے ہوں یا موجود ہوں یا آئندہ آئیں''۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبہ المدینہ ص322)

خلافِ معمول تشریف لے آئے:

ایک صاحب جن کی بی بی صاحبہ کے ہاں ولادت ہونے والی تھی، عشاء کی اذان سے پہلے ہی **اعلیٰ حضرت** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کاشانہء اقدس کے دروازے پر حاضر ہوئے کہ جب آپ نماز کے لیے باہر تشریف لائیں گے تو دُعا کے لیے عرض کروں گا۔

اعلیٰ حضرت کی عادتِ کریمہ یہ تھی کہ اذان ہونے کے بعد جب ''صلوٰۃ'' کہی جاتی تب مسجد میں تشریف لایا کرتے، لیکن اُس شب خلافِ معمول قبلِ اذان ہی تشریف لائے اور اُن صاحب کو تعویذ عطا فرمایا، اِس کے بعد واپس زنان خانہ میں تشریف لے گئے اور بعدِ اذان حسبِ دستور نماز کے لیے تشریف لائے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ ص878)

مریضوں کی عیادت :

جنابِ ذکاءاللہ خان صاحب خادمِ **اعلیٰ حضرت** کا بیان ہے کہ:

ایک مرتبہ مولوی اصغرعلی خان صاحب وکیل کی لڑکی بہت سخت بیمار ہوئی، **اعلیٰ حضرت** کو لینے کے لیے وہاں سے لوگ آئے **اعلیٰ حضرت** وہاں تشریف لے گئے، میں اور ایک دوسرے خادم ہمرکاب تھے، جیسے ہی گاڑی وکیل صاحب کے مکان پر پہنچی وکیل صاحب فوراً حاضر خدمت ہوئے اور دست بوسی کر کے کہا کہ: حضرت نے جس وقت میرے مکان پر تشریف لانے کا قصد فرمایا بحمد للہ تعالی مریضہ کو اُسی وقت سے شفاءوصحت شروع ہوگئی۔ حضرت اندر مکان میں تشریف لے گئے اور مریضہ پر پڑھ کر دم کیا، اللہ تعالیٰ نے مریضہ کو صحت بخشی۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفرالدین بہاری مکتبہ نبویہ ص911)

عیادت کے لیے شہر سے باہر گئے :

یہی ذکاءاللہ خان صاحب بیان فرماتے ہیں کہ: **اعلیٰ حضرت** کی عادتِ کریمہ تھی کہ بہت کم شہر سے باہر تشریف لے جایا کرتے تھے برابر افتاء وتصنیف، ذکر وشغل، طاعت وعبادت میں مشغول رہتے، لیکن مخلصین کے اصرار اور دینی ضرورت دیکھ کر کبھی کبھی باہر بھی تشریف لے جاتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ شیر پور ضلع پیلی بھیت میں منگل خان اور بالا خان صاحبان جو وہاں کے بہت بڑے رئیس تھے اور **اعلیٰ حضرت** کے بڑے معتقد تھے، وہاں اُن کے رشتہ داروں میں کوئی عورت بیمار ہوئیں تو شیر پور سے کچھ لوگ **اعلیٰ حضرت** کو لینے کے لئے آئے اور بہت طرح سے ضرورت ظاہر کی۔ **اعلیٰ حضرت** نے تشریف لے جانے کا وعدہ فرمالیا۔

گرمی کا موسم تھا، یہ خادم اور **اعلیٰ حضرت** کے بھانجے جناب علی احمد صاحب مرحوم حضرت کے ہمراہ تھے۔ اسٹیشن پر بہت سے حضرات استقبال کے لیے موجود تھے، حضرت کو بڑے آرام و عافیت کے ساتھ لے گئے۔ جیسے ہی **اعلیٰ حضرت** وہاں پہنچے منگل خان یا بالا خان، خادم کو یاد نہیں کہ کون تھے غرض دونوں بھائیوں میں سے ایک صاحب تشریف لائے اور عرض کی کہ حضور! (آپ) شاید ریل پر سوار ہو رہے ہوں (گے) کہ مریضہ کو بعونہٖ تعالی شفاء ہونی شروع ہوگئی۔ اب حضور کے قدم مبارک آگئے ہیں تو بالکل صحت ہو جائے گی، ان شاء اللہ العزیز۔ **اعلیٰ حضرت** نے دو یوم قیام فرمایا، مریضہ بفضلہٖ تعالی اچھی ہوگئی، بڑی خاطر وادب وتعظیم کے ساتھ **اعلیٰ حضرت** کو رخصت کیا گیا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفرالدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص911)

ڈاکٹر کے لئے مسیحا:

سید ایوب علی صاحب بیان فرماتے ہیں کہ:

ایک مسلمان ڈاکٹر کی ضعیفہ والدہ صدر (کینٹ) سے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئیں اور رو رو کر عرض کی کہ حضور! میرا ایک بیٹا ہے، بخار کی شدت ہے اور دو روز سے بالکل غافل ہے، حضور اگر تکلیف فرمائیں تو بڑا کرم ہوگا۔ آپ نے اُس ضعیفہ کی درخواست کو منظور فرماتے

ہوئے بعدِ عصر کا وعدہ فرمالیا، چنانچہ وقتِ مقررہ پرڈاکٹر صاحب کا موٹر آگیا،حضور نے حاجی کفایت اللہ صاحب اور برادرم قناعت علی اور فقیر کو ہمراہ لیا اور حضرت مولانا حسنین رضا خان صاحب کی خواہش پر انہیں بھی ساتھ لے کر وہاں پہنچے، دیکھا کہ واقعی غفلت طاری ہے، آپ نے وہیں ایک تعویذ لکھ کر سیدھے بازو پر باندھ دیا اور گھڑی سامنے رکھ لی اور چارپائی کے قریب کُرسی پر بیٹھے رہے،تقریباً نصف گھنٹہ گزرا تھا کہ ڈاکٹر صاحب نے آنکھ کھولی اور بخار اتر گیا۔

حضور نے اُن ضعیفہ سے فرمایا: اگر پیاس معلوم ہوتو پودینہ اور (بڑی) الائچی سرخ، پانی میں ڈال کر جوش دے کر ٹھنڈا کرلیا جائے اور پلایا جائے، اِس کے بعد حضور بعدِ مغرب واپس تشریف لائے۔

صبح کو اطلاع ملی کہ بھوک کی شدت ہے،فرمایا مونگ کی دال کا پانی دیا جائے اور دن میں جو کچھ کیفیت ہو سہ پہر کو مجھ سے آ کر بیان کیجئے۔مگر عصر کے وقت بفضلہٖ تعالیٰ بجائے اطلاع کے خود ڈاکٹر صاحب موٹر (گاڑی) میں آگئے،ہم لوگوں کو بڑی حیرت ہوئی کہ کل شام کو ان کی یہ حالت تھی کہ کمزوری کی وجہ سے کروٹ لینے میں تکلیف تھی اور آج یہاں تک آگئے۔

حضور نے مزاج پُرسی فرمائی،ڈاکٹر صاحب نے دست بستہ عرض کیا کہ:حضور کی دُعا سے بالکل ٹھیک ہوں مگر بھوک بیتاب کئے رہتی ہے،مونگ کی دال کا پانی نامرغوب ہے،اگر فرمائیں تو شوربہ پی لوں،فرمایا اچھا! شوربہ تیار کرالیجئے اس کے بعد ڈاکٹر صاحب دست بوس ہوئے اور موٹر میں بیٹھ کر چلے گئے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص965)

ایک غریب ' یتیم بچے کی دلجوئی:

سید ایوب علی صاحب فرماتے ہیں کہ:

ایک کمسن صاحبزادے نہایت ہی بے تکلفانہ انداز میں سادگی کے ساتھ حاضرِ خدمت ہوئے اور عرض کی: میری بوا (یعنی والدہ) نے آپ کی دعوت کی ہے،کل صبح کو بلایا ہے۔**اعلیٰ حضرت** نے اُن سے دریافت فرمایا مجھے دعوت میں کیا کھلاؤ گے؟ اس پر اُن صاحبزادے نے اپنے کُرتے کا دامن جو دونوں ہاتھوں سے پکڑے ہوئے تھے پھیلا دیا،جس میں ماش کی دال اور دو چار مرچیں پڑی ہوئی تھیں، کہنے لگے دیکھئے ناں! یہ دال لایا ہوں۔حضور نے اُن کے سر پر دستِ شفقت پھیرتے ہوئے فرمایا: اچھا! میں اور یہ (حاجی کفایت اللہ صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کل دس بجے دن کے آئیں گے، پھر حاجی صاحب سے فرمایا مکان کا پتہ دریافت کر لیجئے۔غرض صاحبزادے مکان کا پتہ بتا کر خوش خوش چلے گئے۔ دوسرے دن وقتِ معین پر حضور عصائے مبارک ہاتھ میں لئے ہوئے باہر تشریف لائے اور حاجی صاحب سے فرمایا چلئے۔اُنہوں نے عرض کی کہاں؟ فرمایا اُن صاحبزادے کے ہاں دعوت کا وعدہ جو کیا تھا،آپ کو مکان کا پتا معلوم ہوگیا یا نہیں؟ عرض کیا: جی حضور ''محلّہ ملوکپور'' میں ہے اور ساتھ ہو لئے۔

جس وقت مکان پر پہنچے تو وہ صاحبزادے دروازہ پر کھڑے انتظار میں تھے، حضور کو دیکھتے ہی یہ کہتے ہوئے بھاگے ارے بوا! مولوی صاحب آ گئے، آپ مکان کے اندر تشریف لے گئے، اندر دروازہ کے قریب ہی ایک چھپر پڑا ہوا تھا، وہاں کھڑے ہو کر انتظار فرمانے لگے کچھ دیر کے بعد ایک بوسیدہ چٹائی (آپ کے تشریف فرما ہونے کے لیے) آئی اور ڈھلیا میں موٹی موٹی باجرہ کی روٹیاں اور مٹی کی رکابی میں وہی ماش کی دال جس میں مرچوں کے ٹکڑے پڑے ہوئے تھے (سامنے) لاکر رکھی دی اور کہنے لگے: کھایئے!

حضور نے فرمایا بہت اچھا کھاتا ہوں! ہاتھ دھونے کے لیے پانی لے آیئے۔ ادھر وہ صاحبزادے پانی لانے کو گئے اور اِدھر حاجی صاحب نے کہا کہ حضور یہ مکان نقارچی (نقارہ بجانے والا) کا ہے۔ حضور یہ سن کر (غایت تقویٰ کی وجہ سے) کبیدہ خاطر ہوئے اور فرمایا ''ابھی کیوں کہا، کھانے کے بعد کہا ہوتا''۔

اتنے میں وہ صاحبزادے پانی لے کر حاضر ہوئے، حضور نے دریافت فرمایا کہ: آپ کے والد کہاں ہیں اور کیا کرتے ہیں؟ دروازے کے پردے میں سے اُن صاحبزادے کی والدہ نے عرض کی: حضور! میرے شوہر کا انتقال ہو گیا ہے، وہ کسی زمانے میں نوبت بجاتے تھے اس کے بعد توبہ کر لی تھی، اب صرف یہ لڑکا ہے جو راج مزدوروں کے ساتھ مزدوری کرتا ہے۔ حضور نے (مسرت سے) الحمدللہ کہا اور دُعائے خیر و برکت فرمائی۔

حاجی صاحب نے حضور کے ہاتھ دھلوائے اور خود بھی ہاتھ دھو کر شریکِ طعام ہو گئے، مگر دل ہی دل میں حاجی صاحب کے یہ خیال گشت کر رہا تھا کہ حضور کو کھانے میں بہت احتیاط ہے۔ غذا میں سوجی کا بسکٹ استعمال ہوتا ہے۔ یہ روٹی اور وہ بھی باجرہ کی اور اس پر ماش کی دال کس طرح تناول فرمائیں گے۔ مگر قربان اِس اخلاق اور دلداری کے کہ میزبان کی خوشی کے لیے خوب سیر ہو کر کھایا۔

حاجی صاحب فرماتے تھے کہ میں جب تک کھاتا رہا حضور بھی برابر تناول فرماتے رہے، وہاں سے واپسی پر حاجی صاحب کے شبہ کو رفع فرمانے کے لیے ارشاد فرمایا: اگر ایسی خلوص کی دعوت روز ہو تو میں روز قبول کروں۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص 165)

دعوت کی ضرورت ھی کیا تھی؟:

مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

میرے قیامِ بریلی شریف کے زمانے میں بھی ایک واقعہ اِسی قسم کا پیش آیا کہ محلّہ بانس منڈی کے قریب ایک صاحب **اعلیٰ حضرت** کو دعوت دے کر چلے گئے۔

دوسرے دن گاڑی آئی، **اعلیٰ حضرت** نے مجھ سے فرمایا: مولانا! آپ بھی چلیں۔ گرمی کا زمانہ تھا اور بعدِ مغرب کا وقت، مکان پر گاڑی پہنچی تو میزبان صاحب منتظر تھے، باہر بیٹھنے کی کوئی جگہ نہ تھی اندر مکان کے تشریف لے گئے۔ آنگن میں ایک چارپائی بچھی ہوئی تھی اور اس پر دری تھی۔ چلتے وقت میں نے خیال کیا تھا کہ پلاؤ ضرور ہوگا۔ اب جو دیکھتا ہوں کہ ہاتھ دُھلانے کے بعد ایک ڈھلیا میں چند روٹیاں

رکھی ہوئی ہیں اور قیمہ غالبًا گائے کے گوشت کا تھا، یہ دیکھ کر مجھے اُلجھن ہوئی۔ نگاہ اُوپر اٹھائی تو سامنے خس پوش مکان نظر پڑا سمجھا کہ آدمی غریب ہے اس لئے اس سے جو ہوسکا حاضر کیا، لیکن ساتھ ساتھ یہ خیال بھی ہورہا تھا کہ **اعلیٰ حضرت** تو گائے کا گوشت تناول نہیں فرماتے اگر شوربے دار ہوتا تو شوربے پر ہی اکتفا فرماتے۔

اسی خیال میں تھا کہ **اعلیٰ حضرت** نے فرمایا: حدیث شریف میں ہے کہ

''**بِسمِ اللّٰہِ الَّذِی لَا یَضُرُّمَعَ اسمِہٖ شَیئٌ فِی الاَرضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَھُوَ السَّمِیعُ العَلِیم**''

پڑھ کر مسلمان جو کچھ کھائے ہرگز ضرر نہ دے گا۔ میں سمجھ گیا کہ میرے شبہ کا جواب ہے۔ میزبان صاحب میرے ملاقاتی تھے، جب کھانے کے بعد ہاتھ دھلوانے لگے تو میں نے اُن سے کہا، اس غربت کی حالت میں آپ کو **اعلیٰ حضرت** کی دعوت کی ضرورت ہی کیا تھی۔ بولے کہ غربت ہی کی وجہ سے تو **اعلیٰ حضرت** کی دعوت کی تاکہ **اعلیٰ حضرت** کا قدم مبارک میرے یہاں پہنچیں، نان نمک جو کچھ ہوسکے حاضرِ خدمت کروں، حضور کھانے کے بعد دُعا فرمائیں تو گھر میں خوشحالی آئے اور برکاتِ دین ودنیا حاصل ہوں۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ ص167)

غریب خاتون کے گھر محفلِ میلاد :

مولانا حسنین رضا خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''سیرتِ اعلیٰ حضرت'' میں نقل فرماتے ہیں کہ:

بریلی شریف کے محلّہ باز داراں میں ایک بیوہ خاتون عنایتی بیگم عرف ''اَنتا بوا'' رہتی تھیں۔ نہایت متین اور سنجیدہ تھیں ۔۔۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اور میلاد شریف سے بہت محبت کیا کرتی تھیں۔ چکی پیس کر گزارہ کرتیں اور اسی پیسائی سے جو کچھ پس انداز کرتیں اُس سے سالانہ میلاد شریف کیا کرتیں۔

پہلے سال وہ آئیں تو **اعلیٰ حضرت** سے انہوں نے میلاد شریف منعقد کرنے کا ارادہ ظاہر کیا اور یہ بھی عرض کیا کہ آپ کو شرکت کرنی ہو گی اور پڑھنے والے بھی آپ ہی تجویز فرمائیں گے۔

اعلیٰ حضرت نے بڑی خندہ پیشانی سے وعدہ فرمالیا اور مولانا جمیل الرحمٰن خان صاحب کو حکم دے دیا کہ عنایتی بیگم کے یہاں سالانہ میلاد شریف آپ پڑھا کریں گے۔

''انتا بوا'' نے اپنے یہاں پانی بھرنے والے سقّے سے کہا کہ میرے یہاں فلاں دن میلاد شریف ہے اس میں **اعلیٰ حضرت** بھی تشریف لائیں گے تم ذرا پانی کا خیال کرنا۔ سقہ نے اپنے لوگوں سے اس کا ذکر کیا کہ انتا بوا کے میلاد شریف ہے اور **اعلیٰ حضرت** تشریف لائیں گے انہوں نے چھڑکاؤ کی اسکیم بنالی۔

اعلیٰ حضرت باوجودیکہ مسجد تک عصا کے سہارے آتے تھے اور جہاں کہیں جاتے تھے سواری میں جاتے تھے، لیکن اُن کے ہاں میلاد

شریف میں پیدل ہی گئے اور کئی سال تک یہ سلسلہ جاری رہا کہ سقہ صاحبان چھڑکاؤ کرگئے اور **اعلیٰ حضرت** کے ساتھ میلادخوان اور دیگر حضرات پاپیادہ گئے اور پاپیادہ آئے ۔ اُنکی خالص اور نیک کمائی کا میلادشریف انکی حیات تک اسی طرح جاری رہا، دوتین دفعہ میں بھی اس تقریبِ سعید میں حاضر ہوا ہوں۔

اعلیٰ حضرت کی نظر ہمیشہ غریب مسلمانوں کے دل خوش کرنے پر مائل رہی، جس غریب کے عقائد صحیح ہوتے تھے وہ انکو دل سے عزیز ہوتا تھا۔ اِسوقت مجھے سعدی شیرازی کا حسب ذیل شعر بار بار یاد آرہا ہے۔

دل بدست آور کہ حجِ اکبراست

ازہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

(لوگوں کی دل جوئی کرو کہ یہی حج اکبر ہے کہ ہزار کعبہ سے ایک دل بہتر ہے)

(سیرتِ اعلیٰ حضرت ازمولاناحسنین رضاخان مطبوعہ برکاتی پبلیشرز کراچی ص95)

طلباء پر شفقت :

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نہ صرف عام لوگوں پر شفقت کرتے بلکہ آپ کے یہاں جو طلباء اور خدام حاضرِ خدمت رہا کرتے اُن کی دلجوئی بھی بڑے اہتمام سے فرماتے۔۔۔

چنانچہ پروفیسر مسعوداحمد صاحب اپنی کتاب **''غریبوں کے غمخوار''** میں لکھتے ہیں وہ (اعلیٰ حضرت) اپنے ''دارالعلوم منظرِ اسلام'' کے طلبہ پر بڑے شفیق و کریم تھے، خوشیوں کے موقعوں پر، عید کے دِنوں میں، اُن کے لیے نئے نئے کپڑے بنواتے اور قسم قسم کے کھانے پکوا کر کھلاتے تھے۔

عرب طلبہ کے لیے عربی کھانا، روسی طلبہ کے لیے روسی کھانا، بنگالی طلبہ کے لیے بنگالی کھانا، سندھی کے لیے سندھی کھانا، پنجابی طلبہ کے لیے پنجابی کھانا۔ الغرض جن طلبہ کو جو کھانا مرغوب ہوتا وہ پکوا کر اُس کو کھلاتے اور کھلا کھلا کر خوش ہوتے۔

(غریبوں کے غمخوار از ڈاکٹر مسعوداحمد صاحب مطبوعہ ادارہ مسعودیہ کراچی ص7)

پوتے کی ولادت پر دعوت:

''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' میں ہے:

شہزادہء اعلیٰ حضرت حضرت حجۃ الاسلام **مولانا شاہ محمد حامد رضا خان** صاحب کے ہاں (ابتداء) برابر بیٹیاں ہی پیدا ہوئیں، اس لئے سب لوگوں کی دلی تمنا تھی کہ کوئی بیٹا ہوتا کہ اس کے ذریعہ **اعلیٰ حضرت** کے نسب وحسب وفضل وکمالات کا سلسلہ جاری رہتا۔ خداوندِ عالم کی شان کہ 1335ھ میں (حجۃ الاسلام کے ہاں صاحبزادے) **محمد ابراہیم رضا خان** سلمہ کی ولادت ہوئی۔ نہ صرف والدین اور **اعلیٰ حضرت** بلکہ تمام

خاندان اور جملہ متوسلین کو از حد خوشی ہوئی، اس خوشی میں منجملہ اور باتوں کے **اعلیٰ حضرت** نے تمام طلبائے ''**منظر اسلام**'' کی اُن کی خواہش کے مطابق دعوت فرمائی۔

بنگالی طلبہ سے دریافت فرمایا: ''آپ لوگ کیا کھانا چاہتے ہیں؟'' اُنہوں نے کہا ''مچھلی بھات'' چنانچہ **رَہو مچھلی** بہت وافر مقدار میں منگوائی گئی اوران لوگوں کی حسبِ خواہش دعوت ہوئی۔

بہاری طلبہ سے دریافت فرمایا ''آپ لوگوں کی کیا خواہش ہے؟'' اُنہوں نے کہا ''بریانی، زردہ، کباب، فیرنی، میٹھا ٹکڑا وغیرہ'' ان کے لیے یہ پُر تکلف کھانا تیار کرایا گیا۔

پنجابی اور ولایتی طلبہ کی خواہش ہوئی کہ دُنبے کا خوب چربی دار گوشت اور تنور کی پکی گرم گرم روٹیاں۔ ان لوگوں کے لیے وافر طور پر اسی کا انتظام ہوا۔

اسی وقت خاص عزیزوں اور مریدوں کے لیے جوڑے بھی تیار کئے گئے۔ نہایت ہی مسرت سے لکھتا ہوں کہ میں (ظفر الدین بہاری) اِنہیں خاص لوگوں میں سے ہوں جن کے لیے جوڑا بھی تیار کرایا گیا تھا۔ کرتا، پاجامہ، جوتا اور ٹوپی تو اسی زمانے میں پہن لیے تھے، مگر انگرکھا بہت قیمتی کپڑے کا تھا گاہے گاہے (کبھی کبھی) اسکو پہنا کرتا تھا وہ بہت دنوں تک رہا یہاں تک کہ چھوٹا ہو گیا تو اس کو تبرکاً رکھا دیا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص 114)

ایک روپیہ انعام :

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے تلامذہ کی وقتاً فوقتاً یوں بھی حوصلہ افزائی فرماتے تھے، چنانچہ **اعلیٰ حضرت** کے تلمیذِ رشید حضرت مولانا محمد ظفر الدین بہاری صاحب فرماتے ہیں کہ:

میں نے سب سے پہلا فتویٰ 1322ھ میں لکھا اور **اعلیٰ حضرت** کی خدمت میں اصلاح کے لیے پیش کیا۔ حسنِ اتفاق سے بالکل صحیح نکلا۔ **اعلیٰ حضرت** اس فتویٰ کو لیے ہوئے میرے پاس خود تشریف لائے اور **ایک روپیہ** دستِ مبارک سے فقیر کو عنایت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: مولانا! سب سے پہلا فتویٰ جب میں نے لکھا تھا تو میرے والدِ ماجد نے مجھے شیرینی کھانے کے لیے **ایک روپیہ** عنایت فرمایا تھا۔ آج آپ نے جو فتویٰ لکھا یہ پہلا فتویٰ ہے اور ماشاءاللہ بالکل صحیح ہے۔ اِس لیے اِسی اتباع میں **ایک روپیہ** آپ کو شیرینی کھانے کے لیے دیتا ہوں۔

غایت مسرت کی وجہ سے میری زبان بند ہوگئی اور میں کچھ بول نہ سکا، اس لیے کہ فتویٰ پیش کرتے وقت میں خیال کر رہا تھا کہ خدا جانے کہ جواب صحیح لکھا ہے یا غلط، مگر خدا کے فضل سے وہ صحیح اور بالکل صحیح نکلا اور پھر اس پر انعام اور وہ بھی ان الفاظِ کریمہ کے ساتھ کہ ''میرے والد ماجد صاحب نے مجھے اول فتویٰ پر انعام دیا تھا اس لئے میں بھی اول فتویٰ صحیح پر انعام دیتا ہوں''۔ حق یہ ہے کہ ایک خادم کی

وہ عزت افزائی ہے جس کی حد نہیں اور پھر اس عزت افزائی کو ہمیشہ برقرار رکھا۔ میرے پاس **اعلیٰ حضرت** کے چالیس سے زیادہ مکاتیب ہیں جو وقتاً فوقتاً بریلی شریف سے آئے تھے اور اس میں برابر **ولدی الاعز، مولانا محمد ظفر الدین بہاری کاسمہٗ ظفر الدین** سے شروع فرماتے ''**فتاویٰ رضویہ شریف**'' جلد اول میں میرا نام انہی لفظوں سے تحریر فرمایا ہے۔ جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص113)

عیدی عطا فرماتے :

مولانا ظفر الدین بہاری صاحب مزید ارشاد فرماتے ہیں:

اِسی سلسلے میں یہ بات بھی مجھے ہمیشہ یاد رہتی ہے کہ طالبِ علمی کے زمانے میں جب کبھی ماہِ مبارک ''رمضان شریف'' بریلی شریف میں رہنا ہوا اور اس تعطیل (چھٹی کے دن) میں اپنے گھر نہ آیا تو عید الفطر کے دن جس طرح آپ تمام عزیزوں کو عیدی تقسیم فرماتے مجھے اور دوسرے خاص طلبہ مثلاً مولوی سید عبد الرشید صاحب عظیم آبادی، مولوی سید شاہ غلام محمد صاحب درگاہ کلاں بہار شریف، مولوی محمد ابراہیم صاحب اوگانونی، مولانا مولوی نذیر الحق صاحب رمضان پوری، مولوی اسمٰعیل صاحب بہاری سب کو **اعلیٰ حضرت** قدرِ مراتب عیدی عطا فرماتے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص113)

اپنی انھیں دوبچیوں کے لئے تو منگوائے تھے :

مولانا مفتی برہان الحق صاحب جبلپوری اپنی کتاب ''اکرام امام احمد رضا'' میں **اعلیٰ حضرت** کی شفقتوں کا تذکرہ کچھ یوں کرتے ہیں:

میری دو بچیاں تھیں ''زکیہ طلعت'' عمر پانچ سال اور ''صبیحہ نورانی'' عمر تین سال، (دورانِ قیام جبلپور) صبح ناشتہ کے بعد جب **اعلیٰ حضرت** کتاب مطالعہ فرماتے، یا فتویٰ لکھاتے ہوتے، تو دونوں بچیاں سامنے آکر بیٹھ جاتیں۔

ایک دن والدِ ماجد (مولانا شاہ عبدالسلام) آئے تو زکیہ نے نورانی سے حضرت کی طرف اشارہ کر کے کہا ''یہ بڑے دادا ہیں'' اور والد (مولانا شاہ عبدالسلام) کو کہا ''یہ چھوٹے دادا ہیں''۔ حضرت نے سن لیا اور بہت لطف اندوز ہوئے اور والدِ ماجد سے فرمایا یہ ایسا کہہ رہی ہیں، والد بھی مسکرا دیئے۔

ایک دن **اعلیٰ حضرت** نے مجھ سے فرمایا: میری دو بچیوں کے لیے کان کے سبزے (بندے) چاہئیں، میں نے صدر بازار میں ایڈل جی کے یہاں سے نہایت خوبصورت یاقوت اور نقلی ہیرے کے دو جوڑے ایرنگ (بندے) لاکر حضرت کو دکھائے، حضرت نے بہت پسند فرمایا اور کہا ''ذرا پہنا کر دیکھوں کیسے لگتے ہیں'' زکیہ، صبیحہ دونوں سامنے بیٹھی تھیں، پاس بلا کر دونوں کے کانوں میں دستِ مبارک سے پہنا کر دیکھا اور کچھ دعا فرمائی، حضرت نے مجھ سے قیمت دریافت کی، میں نے عرض کیا، ''حضور قیمت دے دی ہے''۔ پھر بچیوں کے کانوں سے بندے اتارنے لگا تو فرمایا رہنے دیجئے! اپنی انہیں دو بچیوں کے لئے تو منگائے تھے اور فوراً مجھے قیمت عطا فرمائی، افسوس دونوں بچیاں داغِ

مفارقت دے گئیں، بُندے یادگار محفوظ ہیں۔

(اکرام امام احمد رضا از مفتی محمد برہان الحق جبلپوری مطبوعہ مکتبہ ادارہ مسعودیہ ناظم آباد کراچی ص90)

اسٹیشن پر لینے گئے :

آپ یونہی اپنے تلامذہ، مریدین، اور متوسلین کی دلجوئی فرمایا کرتے، حضرت مولانا **امجد علی اعظمی** علیہ الرحمہ جب حج سے واپسی تشریف لائے تو آپ خود اُن کے استقبال کے لیے بریلی اسٹیشن پر تشریف لے گئے، اور والہانہ انداز میں اپنے اس غلام کا استقبال فرمایا۔ حضرت صدر الشریعہ ارشاد فرماتے ہیں: خود **اعلیٰ حضرت** جس انداز سے پیش آئے میں اُسے بیان نہیں کرسکتا، یہ وہ زمانہ تھا کہ **اعلیٰ حضرت** قبلہ کا مزاج ناساز تھا، کمزوری بہت بڑھ گئی تھی، باوجود اسکے اسٹیشن تشریف لے جانے کی زحمت گوارہ فرمائی۔

(تذکرہ اعلیٰ حضرت بزبان صدر الشریعہ از عطاء الرحمٰن مکتبہ اعلیٰ حضرت ص68)

بچوں پر شفقت :

جناب سید ایوب علی صاحب فرماتے ہیں کہ:

ایک صاحب ساکن محلّہ ''قرولان'' سوہن حلوہ فروخت کیا کرتے تھے۔ ان سے حضور نے کچھ سوہن حلوہ خرید فرمایا اور یہ واقعہ پیلی کوٹھی میں قیام کے زمانہ کا ہے (جبکہ اعلیٰ حضرت کی طبیعت ناساز تھی اور کچھ دنوں کے لیے وہاں تشریف لے گئے)۔ میں اور برادرم سید قناعت علی رات کے وقت کام کرکے واپس آنے لگے تو حضور نے قناعت علی سے ارشاد فرمایا: وہ سامنے تپائی پر کپڑے میں جو بندھا ہوا رکھا ہے اُسے اٹھا لایئے قناعت علی دونوں پوٹلیاں اٹھا لائے، حضور ان کو دونوں ہاتھوں میں لے کر میری (سید ایوب علی کی) طرف بڑھے۔ میں پیچھے ہٹا اور آپ آگے بڑھے یہاں تک کہ میں دالان کے ایک گوشہ میں پہنچ گیا۔

حضور نے ایک پوٹلی عطا فرمائی میں نے کہا حضور یہ کیا؟ ارشاد فرمایا ''سوہن حلوہ ہے'' میں نے دبی زبان سے نیچے نظر کئے ہوئے عرض کیا حضور بڑی شرم محسوس ہوتی ہے، فرمایا شرم کی کیا بات ہے میرے لیے جیسے **مصطفیٰ رضا** (شہزادہ اعلیٰ حضرت) ویسے تم۔ سب بچوں کو حصہ دیا گیا آپ دونوں کے لیے بھی میں نے دو حصے رکھ لئے۔ یہ سنتے ہی برادرم قناعت علی نے بڑھ کر حضور کے ہاتھ سے اپنا حصہ خود لے لیا اور دست بستہ عرض کیا: حضور! میں نے یہ جسارت اس لیے کی کہ اپنے بزرگوں (ماں باپ وغیرہ) کے ہاتھوں میں چیز دیکھ کر بچے اسی طرح لے لیا کرتے ہیں۔ حضور نے تبسم فرمایا بعدہٗ ہم لوگ دست بوسی کرکے گھر چلے آئے، حقیقت یہ ہے کہ حضور نے ہم لوگوں کو بہت نوازا اور ہم نابکار کچھ خدمت نہ کرسکے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص112)

کھانا خود کھلایا:

جنابِ ذکاءاللہ خان صاحب (خادمِ اعلیٰ حضرت) کا بیان ہے کہ:

اعلیٰ حضرت ایک زمانے میں حسن میاں (مولانا حسن رضا خان) والے مکان میں تشریف رکھتے تھے۔ایک روز شہر میں کسی جگہ حضرت کا تشریف لے جانا ہوا۔خادم ہمراہ گیا،واپسی پر دوپہر کے کھانے کا وقت آ گیا،فرمایا: ذرا ٹھہر یئے گا! یہ کہہ کر مکان کے اندر تشریف لے گئے چند منٹ کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت میرے لیے سینی (بڑی پلیٹ) میں کھانا لئے ہوئے تشریف لا رہے ہیں اور مجھ سے فرمایا کھایئے! میں شرم اور ندامت کے مارے ہمت نہیں کرتا تھا۔آخر حضرت کے اصرار کی وجہ سے کھانا دستِ مبارک سے لے لیا اور کھالیا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص 167)

گھریلو ملازمین پر شفقت :

مولانا حسنین رضا خان رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

اُن کے گھر کی ملازم عورتیں اور باہر کے ملازم مرد اگر کام کاج کے قابل نہ رہتے (تب بھی نکالے نہ جاتے بلکہ) خود گئے یا یہیں مرض الموت میں مبتلا ہوئے۔اگر گھر والے اُنہیں لے گئے تو ان کی وفات پر تنخواہ روزِ رحلت تک کی ادا کی گئی اور جو کچھ امداد ہوسکی وہ کی گئی۔میرے سامنے چند ایسے حادثے ہوئے ہیں،کسی (ملازم) کا نکالا جانا مجھے یاد نہیں۔

(سیرتِ اعلیٰ حضرت از مولانا حسنین رضا خان مکتبہ برکاتی پبلیشرز کراچی ص 89)

اسمِ اعظم عطا فرمادیا :

جنابِ سید ایوب علی صاحب بیان فرماتے ہیں کہ:

ایک مرتبہ بعد نمازِ جمعہ حضور پھاٹک میں تشریف فرما تھے،حاضرین کا چاروں طرف مجمع تھا۔ایک صاحب نے دریافت کیا کہ اسمِ اعظم کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: ہر شخص کے لیے اسمِ اعظم جُدا جُدا ہے،اس کے بعد ہی ایک جانب سے نظرِ مبارک نے حاضرین پر دورہ فرمایا اور حضور ہر ایک سے بلا تکلف فرماتے جاتے تھے،یہ تمہارے لئے اسمِ اعظم ہے،یہ تمہارے لئے اسمِ اعظم ہے۔چنانچہ فقیر سے فرمایا:

''**یالطیف یااللہُ** '' پڑھا کرو،پھر آخر میں فرمایا کہ: ہر ایک صاحب کے نام میں جو حروف ہیں ان کے بقاعدہءابجد جو عدد بنتے ہیں اس کے ہم عدد اسمائے الٰہیہ میں سے ایک اسم ورنہ دو اسم (یعنی جس طرح بھی عدد پورا ہو خواہ ایک نام سے خواہ دو نام سے) دُگنی مرتبہ ہر روز پڑھا کریں یہ اس کے لیے مفید ہے۔

مثلاً ایوب علی کے اعداد 129 ہیں اور ''لطیف'' کے بھی 129 (اسی لیے آپ کو یالطیف یااللہ پڑھنے کے لیے بتایا) اس کے بے شمار برکات بکرمہٖ تعالیٰ میں نے پائے،ہاں یہ عرض کرنے سے رہ گیا کہ **اعلیٰ حضرت** اس مجمع میں صرف برادرم قناعت علی کا اسم اعظم نہیں فرمانے پائے تھے کہ عصر کی اذان ہوگئی اور جلسہ برخاست ہوگیا۔برادرم مذکور اپنی محرومی پر دل ہی دل میں افسوس کررہے تھے اور بار بار یہ اُمید لگاتے تھے کہ شاید اب حضور فرمائیں۔یہاں تک کہ مغرب کی اذان ہوئی،اس وقت حضور شمالی فصیل مسجد پر تشریف فرما تھے غرض مکبر

نے تکبیر کہی حضور ُحی علی الفلاح' پر وہاں سے اُٹھے اور مصلے پر سیدھا قدم رکھا، اس وقت برادرم قناعت علی بالکل ہی مایوس ہو گئے اور دل میں وسوسہ آیا کہ آج یہ پہلی مثال نظر آ رہی ہے کہ میں محروم رہا جاتا ہوں۔

حضور فوراً اس وسوسہ کو معلوم فرماتے ہیں اور قبلِ تکبیرِ تحریمہ ان کی جانب رُخِ انور کر کے ارشاد فرماتے ہیں۔ سید صاحب! آپ کے لیے اسمِ اعظم ''**یا خالق یا اللہ**'' ہے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص 229)

اَجنبی پر شفقت :

جنابِ مولانا مولوی مقبول احمد خاں صاحب صدر مدرس و مہتم ''مدرسہ حمیدیہ'' دربھنگہ نے فرمایا کہ:

میرا طالب علمی کا زمانہ تھا، میں ٹونک میں پڑھتا تھا، وہاں ایک بزرگ تشریف لائے جن کی دُعا اور تعویزات کا بہت شہرہ اور حد سے زیادہ چرچا تھا۔ جس کو جس مقصد کے لیے تعویز دیا تیر بہدف ثابت ہوا۔ جو جس مقصد کے لیے تعویز مانگتا کامیابی اس کے قدم چومتی کامیاب ہونے کے بعد وہ نذر بھی کافی پیش کرتا۔

ایک دن خود مجھ سے فرمایا کہ تم کوئی تعویذ نہیں مانگتے۔ میں نے کہا میرے پاس نذر دینے کو روپے کہاں ہیں کہ اس کی ہمت کروں۔ فرمایا: تم سے کچھ نذر نہیں۔ اس کے بعد ایک نقش مجھے عطا فرمایا اور فرمایا کہ: سونے کے پتّر پر ''شرفِ آفتاب'' (کی ساعت) میں کندہ کرا کے انگوٹھی میں جڑوا کر پہننا تسخیر و اکسیر ہوگی۔ خدا کی شان کندہ کرانے والے بھی مل گئے اور اس قدر سونے کا بھی سامان ہو گیا، رہا شرفِ آفتاب معلوم کرنے کا مسئلہ، تو مجھے معلوم ہوا کہ **اعلیٰ حضرت** اس فن میں کامل ہیں چنانچہ ان کی قسمت میں عریضہ حاضر کیا اور دریافت کیا کہ اس سال شرف آفتاب کب ہے اور کس وقت سے کب تک رہے گا؟

خدا کی شان جس دن یہ عریضہ وہاں پہنچا اس کے دوسرے ہی دن شرفِ آفتاب تھا۔ اور ظاہر ہے کہ اگر بواپسی ڈاک بھی **اعلیٰ حضرت** جواب تحریر فرماتے تو بریلی سے ٹونک شرف آفتاب ختم ہو جانے کے بعد ہی خط پہنچتا۔ اس وقت مجھے جو صدمہ ہوتا ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ بیان سے باہر ہے ایک سال کامل پھر اس کا انتظار کرنا پڑتا۔

اعلیٰ حضرت نے ایک طالبِ علم کی اس تکلیف و صدمہ کا خیال فرماتے ہوئے اپنے پاس سے تار پر جواب دیا کہ کل نو بجے سے (شرفِ آفتاب) شروع ہوگا اور ایک رات دن رہے گا۔ ٹھیک وقت پر مجھے تار مل گیا اور میں وقتِ مقررہ پر تعویز کندا کرا سکا۔ اس تعویز کی انگوٹھی ہر وقت میرے ہاتھ میں رہتی ہے۔ جس وقت اس انگوٹھی کو دیکھتا ہوں **اعلیٰ حضرت** کی اس شفقت اور احسان کو یاد کرتا ہوں کہ ایک طالبِ علم کی ضرورت کا اُنہوں نے کس درجہ خیال رکھا ورنہ اکثر لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ معمولی غیر شناسا سا آدمی جوابی خط بھی بھیج دے تب بھی

اس کو جواب دینے کی زحمت برداشت نہیں کی جاتی نہ کہ اپنے پاس سے (خرچہ کرکے) تار دینا اور یہ خیال کرنا وقت گزر جانے کے بعد اگر جواب دیا گیا تو کس کام کا، واقعی یہ بڑوں کی بڑی بات ہے

(حیات اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص117)

دمِ واپسیں غرباء کی یاد:

امامِ اہلسنت نے اس عدیم المثال طریقے پر غرباء پروری کا کام جاری رکھا اور سب کی خیر خواہی فرماتے رہے جو کچھ حاصل ہوا عمر بھر یتیموں، بیواؤں، اپاہجوں، مسکینوں اور ناداروں پر لٹاتے رہے۔ حوائجِ ضروریہ، خدمت و اشاعتِ دین اور مہمان نوازی کے بعد جو کچھ تھا وہ سب غریبوں کے لیے تھا۔ دمِ واپسیں بھی آپ نے غریبوں کو فراموش نہیں کیا بلکہ فقراء کے بارے میں اپنے عزیز و اقارب کو یوں وصیت فرماتے ہیں:

''فاتحہ کے کھانے سے اغنیاء کو کچھ نہ دیا جائے، صرف فقراء کو دیں اور وہ بھی اعزاز اور خاطر داری کے ساتھ، نہ کہ جھڑک کر۔ غرض کوئی بات خلافِ سنت نہ ہو۔۔۔ اعزہ سے اگر بطیبِ خاطر (خوش دلی سے) ممکن ہو تو فاتحہ میں ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیا کریں۔ دودھ کا برف خانہ ساز اگرچہ بھینس کے دُودھ کا ہو، مُرغ کی بریانی، مُرغ پلاؤ، بکری کا شامی کباب، پراٹھے اور بالائی، فیرنی، سوڈے کی بوتل، دودھ کا برف، اگر روزانہ ایک چیز ہو سکے یوں کر دیا کرو یا جیسے مناسب جانو، مگر بطیبِ خاطر، میرے لکھنے پر مجبور نہ ہو''۔

(سیرتِ امام احمد رضا از مولانا عبدالحکیم اختر شاہ جہان پوری مطبوعہ مُسلم کتابوی لاہور ص36,35)

عاجزی و انکساری

سیدی اعلیٰ حضرت عَلَیہِ رَحمۃُ الرحمٰن کی پاکیزہ زندگی میں عاجزی و انکساری کا پاکیزہ جوہر بڑی آب و تاب سے نظر آتا ہے، جس کا اندازہ ''فتاوٰی رضویہ'' کی عبارات، آپ کی شاعری اور آپ کی زندگی کے عملی واقعات سے بخوبی ہوتا ہے۔

فقیر تو ایک ناقص، قاصر، ادنیٰ طالبِ علم ہے:

صدر الشریعہ حضرت مولانا محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے کہ:

اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے **''مجھے کبھی خواب میں بھی خیال نہیں آیا کہ میں عالم ہوں''**۔ اللہ اکبر! اللہ اکبر

(تذکرہ اعلیٰ حضرت بزبانِ صدر الشریعہ مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور ص33)

آپ کے اس قول کی تصدیق ''فتاویٰ رضویہ شریف'' کے درجہ ذیل اقتباس سے بھی ہوتی ہے، چنانچہ **اعلیٰ حضرت** تحریر فرماتے ہیں:

''فقیر تو ایک ناقص، قاصر، ادنیٰ طالبِ علم ہے، کبھی خواب میں بھی اپنے لیے کوئی مرتبہِ علم قائم نہ کیا، اور **بِحَمْدِہٖ تَعَالٰی** بظاہر اسباب یہی ایک وجہ ہے کہ رحمت الٰہی میری دستگیری فرماتی ہے، میں اپنی بے بضاعتی (یعنی بے سروسامانی) جانتا ہوں، اس لیے پھونک

پھونک کر قدم رکھتا ہوں، مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم اپنے کرم سے میری مدد فرماتے ہیں اور مجھ پر علمِ حق کا افاضہ فرماتے (یعنی فیض پہنچاتے) ہیں اور اُنہیں کے ربِّ کریم کے لیے حمد ہے، اور ان پر اَبدی صلوٰۃ وسلام۔''

(فتاویٰ رضویہ، ج29 ص594)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: ''کبھی میرے دل میں یہ خطرہ نہ گزرا کہ میں عالم ہوں۔''

(علم وحکمت کے 125 مدنی پھول بحوالہ: فتاویٰ رضویہ مخرجہ، ج1 ص93)

نفسِ ذلیلِ مہینِ رذیل :

امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں روس کی شکر (چینی) کا مسئلہ پیش کیا گیا جس کے جواب میں آپ بڑا ہی عالمانہ ومحققانہ جواب سُپردِ قلم فرمایا اور اس مسئلے پر ایک تحقیقی رسالہ بنام'' **الاحلیٰ من السُکر لطلبة سُکّر روسَر**'' تصنیف فرمایا جس سے اس شکر کی حلت (حلال ہونا) ثابت ہوتی ہے۔

کسی کو شبہ ہوسکتا تھا کہ شاید آپ خود استعمال فرماتے ہوں گے اس لیے اتنی کاوش فرمائی، رسالہ کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں:

''فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہٗ نے آج تک اس شکر کی صورت نہ دیکھی، نہ کبھی اپنے یہاں منگائی، نہ آگے منگائے جانے کا قصد، مگر بایں ہمہ ہرگز ممانعت نہیں مانتا، نہ جو مسلمان استعمال کریں، (انہیں) آثم (گناہ گار) خواہ بے باک جانتا ہے نہ (یہ فقیر) تورُّع واحتیاط (تقویٰ و پرہیز گاری) کا نام بدنام کر کے عوام مومنین پر طعن کرے، نہ اپنے **نفسِ ذلیل مہین رذیل** کے لیے ان پر ترفع وتعلّی (بلندی) روا رکھے''۔

(فتاویٰ رضویہ جدید جلد4 ص551)

خاص اس فقیر کا نام لکھ کر۔۔۔:

پرانے شہرِ بریلی کے ایک سائل نے دو مرتبہ استفتاء کے شروع میں لکھا: ''کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ شرعِ متین'' اور آخر میں یہ لکھا کہ ''جواب میں کسی کی رُورعایت (طرفداری) نہ کی جائے''۔

دوسری بار **اعلیٰ حضرت** نے جوابِ سوال کے بعد لکھا:

''اتنی بات اور گزارش ہے کہ بے ادب سائل ہونا نہ چاہیے۔ سوال کیا جائے علمائے کرام سے کہ ''کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین'' اور آخر میں ہدایت یہ کی جائے کہ ''رُورعایت کسی کی نہ پائی جائے''۔ یہ کھلی دریدہ ذہنی ہے۔ علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین کو کسی کی رُورعایت سے کیا تعلق؟ جو احکامِ الٰہی ہیں بتاتے ہیں۔ جو کسی کی رورعایت سے معاذ اللہ قصداً غلط حکم بتائیں، وہ علمائے دین کب ہوئے، نائبانِ شیاطین ہوئے۔

پہلے بھی ایک سوال میں یہ تنبیہ وتوبیخ کے کلمات اس سائل نے لکھے تھے، اس پر چشم پوشی کی گئی۔ اب دوسری بار ہے، لہٰذا اطلاع دی گئی سائل کو اگر ان الفاظ کے لکھنے کی ضرورت ہو تو شروع سوال میں ''علمائے دین'' مطلق نہ لکھا کرے جس سے توہینِ علماء پیدا ہو **بلکہ خاص اس فقیر کا نام لکھ کر اخیر میں جیسے الفاظ چاہے لکھے۔**

(امام احمد رضا اور تصوف از مولانا محمد احمد مصباحی مکتبہ کرماں والا بکس لاہور ص77)

مھنگے ھوں کوڑی کے تین:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے درجہ ذیل اشعار سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ آپ اپنے نفس کا کیسا سخت محاسبہ فرمایا کرتے تھے، اور بلاشُبہ اس میں تصنع اور بناوٹ کا کچھ دخل نہیں، کیونکہ جو خدا کا خوف رکھتا ہو وہ کبھی بھی جھوٹے انکسار اور تواضع کا مرتکب نہ ہوگا۔

دعویٰ ہے سب سے تیری شفاعت پہ پیشتر

دفتر میں عاصیوں کے شہا! انتخاب ہوں

(یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم! میں آپ کی شفاعت کا سب سے پہلا حقدار ہوں، کیونکہ گنہگاروں کی فہرست میں سب سے نمایاں میرا نام ہے)

رضا کسی سگِ طیبہ کے پاؤں بھی چومے

تم اور آہ! کہ اتنا دماغ لے کے چلے

(اے رضا! سگانِ مدینہ منورہ کے پاؤں چومنے کی تمنا نہ کرو کیونکہ تم اس قابل ہی نہیں ہو)

رضا جو دل کو بنانا تھا جلوہ گاہِ حبیب

تو پیارے! قیدِ خودی سے رہیدہ ہونا تھا

(اے رضا! اگر چاہتے ہو کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے جلوئے تمہارے دل میں جلوہ فگن ہوں تو پہلے اپنی ہستی کو مٹا دو (یعنی اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھو)

بے ہنر و بے تمیز، کس کو ہوئے ہیں عزیز

ایک تمہارے سواء، تم پہ کروڑوں دُرود

(یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم! مجھ جیسے بے کار و عصیاں شعار سے کون پیار کرسکتا ہے سوائے آپ کے، لہذا آپ ہی پر کروڑوں درود ہوں)

بے ادب و بدلحاظ، کر نہ سکا کچھ حفاظ

عَفو پہ بُھولا رہا تم پہ کروڑوں درود

(یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم! میں بے ادب، اور بدلحاظ آپ کی بخشش اور شفاعت کی اُمید پر گناہوں سے اپنی ذات کی حفاظت نہ کرسکا۔)

گندے نکمے کمین، مہنگے ہوں کوڑی کے تین

کون ہمیں پالتا، تم پہ کروڑوں درود

(یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم! مجھ نکمے کا تو یہ حال ہے کہ میری وقعت ایک کوڑی کے تیسرے حصے جتنی بھی نہیں، مجھ سے نکمے کو پالنا آپ ہی کا کام ہے)

ہم نے خطاء میں نہ کی، تم نے عطا میں نہ کی

کوئی کمی سرورا، تم پہ کروڑوں دَرود

(یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم! ہم خطاؤں میں کمی نہیں کرتے اور آپ عطاؤں میں کمی نہیں کرتے۔آپ پر کروڑوں درود ہوں)

نفس! یہ کیا ظلم ، ہے جب دیکھو تازہ جرم ہے
ناتواں کے سر پر اتنا بوجھ بھاری واہ واہ

(اے نفس! یہ کیا ظلم کرتا ہے کہ ہر لمحہ گناہوں میں مبتلا ہے۔مجھ ناتواں پر اتنا بوجھ نہ ڈال)

تجھ سا سیاہ کار کون اور اُن سا شفیع ہے کہاں
پھر وہ تجھی کو بھول جائیں دل یہ تیرا گمان ہے

(اے رضا! تجھ جیسا گنہگار کوئی نہیں اور اُن جیسا شفاعت کرنے والا کوئی نہیں۔اے دل! یہ وہم نہ کر کہ وہ تجھے روزِ قیامت بھول جائیں گے)

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضاؔ
تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

(یہ شعر اعلیٰ حضرت نے **سرکار** صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں عاجزی کرتے ہوئے پیش کیا ہے شعر کا مطلب واضح ہے)

دوسروں کو وعظ کے کیا لائق:

''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' میں مولانا ظفر الدین بہاری صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:

حضرت سید شاہ اسمٰعیل حسن میاں صاحب مارہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان ہے کہ۔۔۔

حضرتِ جدامجد سیدنا شاہ برکت اللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا عرس شریف ایک زمانے میں میرے والد صاحب (سجادہ نشین مارہرہ شریف) نہایت اہتمام وانتظام اور اعلیٰ پیمانہ پر کیا کرتے تھے۔اس میں بارہا حضرت مولانا (**امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ**) بھی تشریف لائے اور میرے اصرار سے بیان بھی فرمایا،مگر اس طرح کہ حاضرین مجلس سے فرماتے۔۔۔

''میں ابھی اپنے نفس کو وعظ نہیں کہہ پایا دوسروں کو وعظ کے کیا لائق ہوں''۔

آپ حضرات مجھ سے مسائلِ شرعیہ دریافت فرمائیں،ان کے بارے میں جو حکم شرعی میرے علم میں ہوگا،چونکہ بعدِ سوال اسے ظاہر کردینا حکم شریعت ہے،میں ظاہر کردوں گا۔اتنا سن کر حاضرین میں سے کوئی صاحب حسبِ حال سوال کردیتے اور حضور پُرنور **سیدی اعلیٰ حضرت** اپنی تقریرِ دل پزیر سے ایک مؤثر بیان اس مسئلہ پر فرمادیتے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص106)

دیکھ کر بیان فرمایا:

حضرت سید شاہ اسمٰعیل حسن میاں صاحب مارہروی قدس سرہ العزیز مزید فرماتے ہیں کہ:

ایک بار میرے اصرار سے مولانا (احمد رضا خان صاحب) نے مزارِ صاحبُ البرکات پر اپنے والدِ ماجد قبلہ (مولانا شاہ نقی علی خان رحمۃ اللہ تعالیٰ

علیہ) کا مؤلفہ (تالیف کردہ) مولود شریف بنام '' **سُرُوْرُ القُلُوب فِی ذِکرِ المَحبُوب** ''بھی پڑھا ہے۔

مولانا ظفرالدین بہاری صاحب اس واقعے پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:

''تواضع وانکساری کی یہ حد ہے، اس لئے کہ کتاب دیکھ کر مجلس میں ایک معمولی مولوی بھی پڑھنا پسند نہیں کرتا بلکہ اس کو لوگ شانِ علم کے خلاف سمجھتے ہیں۔ میں نے بہتیروں (بہت سوں) کو دیکھا ہے کہ مبلغ علم ان کا اُردو میں میلاد کی چند کتابیں ہے، مگر ان کو بھی دیکھ کر نہیں پڑھا کرتے بلکہ ایک مسلسل مضمون یاد کرلیا اور اسی کو زبانی جابجا پڑھا کرتے ہیں''۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفرالدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص106)

مخدوم کے مخدوم:

ایک صاحب نے **اعلیٰ حضرت** سے الحاج بھیا بشیرالدین (سیٹھ) صاحب میرٹھی کے نام بسلسلہء ملازمت ایک سفارشی خط لکھنے کی خواہش کی۔ آپ نے اُنھیں اس مضمون کا خط لکھ کر دے دیا کہ:

''میرے مخدوم آپ کے پاس بسلسلہء ملازمت آتے ہیں آپ اِنہیں جگہ دے کر مجھے ممنونِ کرم بنائیں''۔

وہ صاحب یہ خط لے کر میرٹھ پہنچے اور خط (سیٹھ صاحب کی خدمت میں) پیش کیا، وہ یہ خط دیکھ کر بڑی حیرت میں پڑ گئے کہ **اعلیٰ حضرت تو** میرے مخدوم ہیں اور یہ صاحب اُن کے مخدوم ہیں، اگر میں اِنھیں ملازم رکھ لوں تو اپنے مخدوم کے مخدوم سے کام کیسے لوں گا۔

اُس وقت مولانا عبدالسمیع صاحب وہاں موجود تھے، انہوں نے وہ خط اِن کو دکھایا کہ میں اس حکم کی تعمیل کیسے کروں؟ اگر رکھتا ہوں تو یہ صاحب میرے مخدوم کے مخدوم ہیں میں ان سے کیا کام لے سکوں گا۔ مولانا عبدالسمیع صاحب نے فرمایا'' کہ تم **مولانا احمد رضا خان** صاحب کی ان (عاجزی والی) باتوں پر نہ جاؤ، ہر سنی مسلمان جو ذرا متشرع (شریعت پر عمل کرنے والا) ہو وہ ان کا مخدوم ہے، اگر جگہ ہو تو جو صاحب آئے ہیں انھیں ضرور نوکر رکھو اور بے تکلف اپنا کام لو''۔

(مجدد اسلام مولانا نسیم بستوی مکتبہ رضا اکیڈمی ص103)

قدم بوسی نہ کرنے دیتے:

''ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت''، میں ہے کہ ایک مرتبہ **اعلیٰ حضرت** ایک صاحب کی طرف متوجہ ہو کر حکمِ مسئلہ ارشاد فرمارہے تھے، کہ ایک دوسرے صاحب نے یہ موقع قدم بوسی سے فیض یاب ہونے کا اچھا سمجھا، قدم بوس ہوئے، فوراً (اعلیٰ حضرت کے) چہرہء مبارک کا رنگ متغیر ہوگیا اور ارشاد فرمایا:

''اس طرح میرے قلب کو سخت اذیت (یعنی تکلیف) ہوتی ہے۔ یوں تو ہر وقت قدم بوسی ناگوار ہوتی ہے مگر دو صورتوں میں سخت تکلیف ہوتی ہے، ایک تو اُس وقت کہ میں وظیفہ میں ہوں، دوسرے جب میں مشغول ہوں اور غفلت میں کوئی قدم بوس ہو کہ اُس وقت میں بول

سکتا نہیں''۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت حصہ چہارم از محمد مصطفیٰ رضا خان مکتبہ المدینہ ص473)

ان قدموں میں کیا رکھا ہے ؟

اس ملفوظ کی تصدیق ''**حیاتِ اعلیٰ حضرت**'' میں درج اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے چنانچہ **سید ایوب علی** صاحب کا بیان ہے کہ:

ایک مرتبہ حضور سیدی **اعلیٰ حضرت** کسی دوسرے شخص کی طرف متوجہ تھے کہ پیچھے سے (آپ کے مرید) حاجی **نصرت یار خان** صاحب قادری رضوی نے آکر قدم چوم لیے۔**اعلیٰ حضرت** کو اس سے بہت رنج ہوا اور چہرہ ءمبارک سرخ ہوگیا اور فرمایا:

''نصرت یار خان! اس سے بہتر تھا کہ میرے سینے میں تلوار کی نوک پیوست کر کے پیٹھ کی طرف نکال لیتے ، مجھے سخت اذیت اس سے ہوئی،ان قدموں میں کیا رکھا ہے؟ خوب یاد رکھو! اب کبھی ایسا نہ کرنا **ورنہ نقصان اٹھاؤ گئے**''۔

جنابِ سید ایوب علی صاحب فرماتے ہیں کہ:

''جب بھی **مزارِ پُر انوار** (**سیدی اعلیٰ حضرت**) پر حاضری ہوتی ہے **فوراً** نصرت یار خان کا واقعہ یاد آجاتا ہے اور اسی وجہ سے پائنتی کی جانب قبر شریف کو کبھی ہاتھ نہیں لگاتا، کہ حضور کی روح پاک کو ایذا پہنچے گی۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص739)

متکبرانہ کُرسی :

ایک مرتبہ پہلی بھیت شریف حضرت مولانا مولوی **وصی احمد صاحب محدث سورتی** علیہ الرحمہ کے عرسِ سراپا قدس سے (اعلیٰ حضرت کی) واپسی صبح کی گاڑی سے ہوئی۔آپ نے اسٹیشن پر آکر وظیفہ کی صندوقچی حاجی کفایت اللہ صاحب سے طلب فرمائی۔کسی نے جلدی سے آرام دہ کرسی ویٹنگ روم سے لاکر بچھادی۔ارشاد فرمایا: یہ تو بڑی متکبرانہ کرسی ہے، پھر جتنی دیر تک وظیفہ پڑھا اُس کرسی کے تکیہ سے پشت مبارک نہ لگائی۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ ص106)

گردن نیچی کر لی:

ایک مرتبہ **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے عزیز خلیفہ جنابِ مولانا مولوی محمد عبد السلام صاحب کی دعوت پر اُن کے شہر ''جبل پور'' تشریف لے گئے تو اسٹیشن پہنچنے پر اہلِ جبل پور نے بڑے والہانہ انداز میں آپ کا استقبال کیا،لیکن یہاں بھی آپ ہمیں عاجزی کا پیکر نظر آتے ہیں۔اس کیفیت کی منظر کشی حضرت مولانا ظفر الدین بہاری صاحب نے''**حیاتِ اعلیٰ حضرت**'' میں یوں کی ہے۔۔۔

پھر کیا تھا،اب تو اسٹیشن جتنا قریب ہوتا گیا (لوگوں کا) جوش و مسرت بڑھتا گیا، جب گاڑی رُکی تو بلا تشبیہ اُس محبّ کی طرح (جس کے

انتظار کی گھڑیاں ختم ہوچکی ہوں اور محبوب کی دلکش صورت سامنے آگئی ہو) لوگ دیوانہ وار گاڑی پر جھک پڑے اور اس گلِ گلزارِ قادریت (سیدی اعلیٰ حضرت) پر دل کھول کر پھولوں کی پتیاں نچھاور کیں۔ جوش کا یہ عالم تھا کہ کان پڑی آواز نہ سنائی دیتی تھی، لوگ وفورِ جوش میں زبان سے

''السلام علیکم! یا امامِ اھلِ سُنّۃ، یا مجدد المائۃ الحاضرہ (اے اس صدی کے مجدد)''

کے نعرے مار رہے تھے، تمام مجمع اپنی اپنی ان مسرتوں میں سرشار تھا اور یہاں پر ایک اور منظر تھا، جس پر عام (لوگوں) کو تنبیہ (توجہ) نہ ہوئی، یہ وہ موقع تھا کہ کوئی شہرت پسند، جاہ دوست ہوتا تو پھولا نہ سماتا، باچھیں کھلی ہوئی ہوتیں، گردن بلند ہوتی اور آنکھیں اپنی تعظیم کے نظارہ سے مست ہوتیں۔

لیکن یہاں اِس کے برعکس اس منظرِ جلیل (لوگوں کے پُر جوش ہجوم) کو دیکھ کر (امامِ اہلسنت نے) نظر جھکالی اور گردن نیچی کرلی۔ آنکھوں میں آنسو ڈبڈبانے لگے۔ اس لطیف منظر پر حاجی عبدالرزاق صاحب کی نظریں اُٹھیں تو اُنہیں ادراک ہوا اور ان کا جی بھر آیا۔

یہ اس شان کا پرتو تھا کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے مکہ معظّمہ فتح فرمایا تو اس شان سے اس میں داخل ہوئے کہ سرِ اقدس اپنے رب کے لیے تواضع میں سواری ءانور پر قریب بسجود پہنچا ہوا تھا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص354)

میں بھی ایسے شخص سے ملنا نہیں چاہتا :

سیدی **اعلیٰ حضرت** نے تواضع کے ساتھ زندگی بسر کی اور باوجود کثرتِ علم وفضل کے کبر ونخوت (تکبر) کو کبھی پاس نہ آنے دیا بلکہ مغرور اور متکبر شخص سے بھی آپ نہایت درجہ نفرت فرماتے۔ چنانچہ جنابِ سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ:

ایک صاحب جن کا نام مجھے یاد نہیں، **اعلیٰ حضرت** کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ اور **اعلیٰ حضرت** بھی کبھی کبھی اُن کے یہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور ان کے یہاں تشریف فرما تھے کہ ان کے محلّہ کا ایک بیچارہ غریب مسلمان ٹوٹی ہوئی پرانی چار پائی پر جو صحن کے کنارے پڑی تھی، جھجھکتے ہوئے بیٹھا ہی تھا کہ صاحبِ خانہ نے نہایت کڑوے تیوروں سے اس کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ وہ ندامت سے سر جھکائے اُٹھ کر چلا گیا۔ حضورِ **اعلیٰ حضرت** کو صاحب خانہ کی اس مغرورانہ روش سے سخت تکلیف پہنچی مگر کچھ فرمایا نہیں۔

کچھ دنوں کے بعد وہ صاحب حضور کے یہاں آئے۔ آپ نے اپنی چار پائی پر جگہ دی، وہ بیٹھے ہی تھے کہ اتنے میں کریم بخش حجام حضور کا خط بنانے کے لیے آ گئے، وہ اس فکر میں تھے کہ کہاں بیٹھوں، **اعلیٰ حضرت** نے ارشاد فرمایا: بھائی کریم بخش کیوں کھڑے ہو؟ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور اُن صاحب کے برابر بیٹھنے کا اشارہ فرمایا۔

کریم بخش حجام یہ سن کر اُن صاحب کے پاس بیٹھ گئے پھر تو اُن صاحب کے غصے کی یہ کیفیت تھی کہ جیسے سانپ پھنکاریں مارتا ہے، فوراً

اُٹھ کر چلے گئے، پھر کبھی بھی نہیں آئے، خلافِ معمول جب عرصہ گزر گیا تو حضور نے فرمایا: اب فلاں صاحب تشریف نہیں لاتے، پھر خود ہی فرمایا: میں بھی ایسے متکبر اور مغرور شخص سے ملنا نہیں چاہتا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص106)

سادگی

حضور سیدی **اعلیٰ حضرت** علیہ الرحمہ نے بڑی سادگی سے زندگی بسر فرمائی۔ آپ نے ہر شعبہء زندگی میں سادگی کو اپنایا، خواہ لباس ہو، خوارک ہو، یا رہن سہن۔

''**حیاتِ اعلیٰ حضرت**'' میں ہے کہ آپ اس قدر سادہ وضع میں رہتے کہ کوئی (نووارد) شخص یہ بھی خیال نہیں کرسکتا تھا کہ حضرت **مولانا امام احمد رضا خان صاحب** علیہ الرحمہ جن کی شہرت شرق سے غرب اور شمال سے جنوب تک ہے، یہی ہیں۔۔۔

احمد رضا میں ہی ہوں:

ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک صاحب کاٹھیاواڑ سے حضور کی شہرت سن کر بریلی تشریف لائے۔ ظہر کا وقت تھا **اعلیٰ حضرت** مسجد میں وضو فرما رہے تھے۔ سادہ وضع تھی، چوڑی مہری کا پاجامہ، ململ کا چھوٹا کرتہ، معمولی ٹوپی، مسجد کی فصیل پر بیٹھے ہوئے مٹی کے لوٹوں سے وضو فرما رہے تھے کہ وہ صاحب مسجد میں تشریف لائے اور انہوں نے السلام علیکم کہا، **اعلیٰ حضرت** نے جوابِ سلام دیا۔ اِس کے بعد انہوں نے **اعلیٰ حضرت** ہی سے دریافت فرمایا:

''میں مولانا **احمد رضا خان** کی زیارت کو آیا ہوں''

اعلیٰ حضرت نے فرمایا:

''**احمد رضا** میں ہی ہوں، انہوں نے کہا کہ میں آپ کو نہیں میں **مولانا احمد رضا خان** کو ملنے آیا ہوں''۔۔۔

آپ کبھی شہرت کا لباس، قیمتی عبا، قیمتی عمامہ وغیرہ استعمال نہیں فرماتے تھے، نہ ہی خاص مشائخانہ انداز اختیار فرمایا مثلاً خانقاہ، چلہ، حلقہ وغیرہ، نہ ہی خدام کا مجمع۔

آگے، پیچھے، ہٹو، بڑھو کا انداز بھی نہ رکھا کہ اس کی وجہ سے لوگ خواہ مخواہ داخل سلسلہء عالیہ ہوتے، پھر بھی مریدوں کی تعداد ہزاروں سے تجاوز کر کے قریب ایک لاکھ کے پہنچ گئی تھی۔

دیگر مشائخِ عظام سے ہٹ کر:

مزید ''**حیاتِ اعلیٰ حضرت**'' میں ہے کہ:

باوجودیکہ تبرکاتِ شریفہ وآثارِ منیفہ میں بہت سی نایاب چیزیں آپ کو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے عطا فرمائیں مگر ہر مہینہ ان

کی زیارت کرانے کا بھی دستور نہ تھا کہ اس ذریعہ سے لوگ خواہ مخواہ رجوع (مائل) ہوتے۔ نہ اور پیروں کی طرح ''اللہ بھلا کرے بابا'' نہ آپ کا طریقہ یہ رہا جس میں ہر شخص خوش رہے، نہ مذہب سے بحث نہ ملت سے غرض۔ جو آیا سلام میاں کہا، فرمایا اللہ بھلا کرے۔

بلکہ آپ ہمیشہ مرابط (وابستہ) فی سبیل اللہ رہے۔ غازی جہادِ بالسیف والسِّنان (تیر وتلوار کے ساتھ) کرتا ہے جبکہ آپ ہمیشہ ترقیٔ اسلام و دین کے لیے جہاد بالقلم واللِّسان (قلم وزبان کے ذریعے) میں مشغول رہے اور دین کے خلاف جس نے کوئی آواز بلند کی یا تحریر لکھی فوراً اس کی سرکوبی کے لیے مستعد (تیار) ہو گئے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص696)

خوش طبعی

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سیرت کا مطالعہ کرنے سے آپ کی ایک اور خصوصیت ''**خوش طبعی وخوش مزاجی**'' کا بھی پتہ چلتا ہے، گاہے (کبھی کبھار) آپ سچا مزاح فرمایا کرتے۔

برگِ سبز ست تحفہء درویش

''**حیاتِ اعلیٰ حضرت**'' میں مولانا ظفر الدین بہاری صاحب تحریر فرماتے ہیں:

ایک مرتبہ ''الٰہ آباد'' کے ایک صاحب تشریف لائے، وہاں کے امرود مشہور ہیں۔ چند امرود جن پر پتے لگے ہوئے تھے ایک چھوٹے سے طشت میں رکھ کر حاضر کیے۔

اس وقت **اعلیٰ حضرت** ظہر کی نماز پڑھ کر زنانہ مکان میں تشریف لئے جا رہے تھے۔ جب **اعلیٰ حضرت** سیڑھی کے قریب پہنچے اور سیڑھی پر چڑھنے لگے تو یہ صاحب حاضر ہوئے اور وہ طشت پیش کرتے ہوئے عرض کیا۔

برگِ سبز ست تحفہء درویش

(اس فقیر کی طرف سے چند سبز پتوں کا تحفہ حاضر ہے)

اعلیٰ حضرت نے امرود میں سے پتا ذرا زور دے کر اٹھالیا اور فرمایا'' کچھ برگِ سبز میں نے قبول کر لیے'' اور مسکراتے ہوئے حویلی میں تشریف لے گئے۔

وہ صاحب بیچارے سخت پشیمان ہوئے اور خاموش وہاں سے واپس ہوئے اور بولے ''اب کیا کریں ہم **اعلیٰ حضرت** کے لیے یہ امرود الٰہ آباد سے لائے تھے اور میں نے یہ مصرع انکساراً پڑھا تھا لیکن **اعلیٰ حضرت** نے امرود کے پتے لے لئے اور امرود قبول نہیں فرمائے۔''

ہم (مولانا ظفر الدین بہاری صاحب) نے کہا: آپ پریشان نہ ہوں یہ **اعلیٰ حضرت** نے بطور طیبت (خوش طبعی) کیا، آپ کسی دائی (گھریلو ملازمہ) کے ہاتھ ان کو اندر بھجوا دیجئے قبول کر لیں گے، انہوں نے امرود اندر بھیج دیے، **اعلیٰ حضرت** نے قبول فرما لئے، یہ

بہت خوش ہوئے اور مجھے دعائے خیر دینے لگے۔جزاك الله تعالیٰ۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت ازمولانا ظفرالدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص697)

چمر پٹھان:

حضرتِ سید شاہ اسمٰعیل حسن میاں صاحب مارہروی بیان فرماتے ہیں کہ:

''ایک مرتبہ حضرت جدّی سیدنا سید شاہ برکت اللہ صاحب مارہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرسِ مبارک میں حضرت مولانا امام **احمد رضا خان** صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشریف لائے۔اس سفر میں اُن (اعلیٰ حضرت) کے بہنوئی بھی اُن کے ساتھ تھے۔انہوں (بہنوئی صاحب) نے میرے خادم غلام نبی سے اس کی ذات پوچھی،اس خادم نے جواب دیا ہم پٹھان ہیں۔

اس پر انہوں نے کہا تو تم ہمارے بھائی ہو،پھر انہوں نے غلام نبی سے دریافت کیا تم کون سے پٹھان ہو؟ چونکہ وہ بوجہ لڑکپن وناواقفی جواب نہ دے سکتا تھا،اور بار بار کے سوال سے چڑ گیا،اُس نے کہا: میں کون پٹھان ؟ چمر (چمار کا مخفف نیچ ذات) پٹھان ہیں''۔اس پر **اعلیٰ حضرت** نے ازراہِ مزاح اپنے بہنوئی سے فرمایا: کہ یہ آپ کے بھائی ہیں اور اپنے کو''چمر پٹھان'' بتاتے ہیں۔تو یہ آپ کی آل (ذات) آج معلوم ہوئی کہ آپ''چمر پٹھان''ہیں۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت ازمولانا ظفرالدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص105)

اعلیٰ حضرت اورایک غیر مسلم جادوگر:

جنابِ سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ سیدی **اعلیٰ حضرت** مسجد سے تشریف لارہے تھے،دیکھا کہ ایک بازی گر کے پاس لوگوں کا مجمع ہے،اور بازی گر پانی سے بھرا ہوا کٹورا ایک ڈورے کا سرا ڈال کر اُسے اٹھا رہا ہے۔

سیدی **اعلیٰ حضرت** نے اپنے پائے مبارک سے اپنا جوتا اُتار کر اُس کے سامنے ڈال دیا اور فرمایا''اس کو تو لوٹ (اُلٹا) دے''۔بھلا وہ کیا ٹس سے مس کرتا،آخر پہن کر کاشانہء اقدس میں تشریف لے آئے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت ازمولانا ظفرالدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص104)

یہی واقعہ قدرے تفصیل کے ساتھ''تجلیاتِ امام احمد رضا''میں کچھ یوں ہے۔

حضرت شاہ مانا میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میرے پیر ومرشد **اعلیٰ حضرت** اپنی مسجد سے نماز پڑھ کر تشریف لارہے تھے کہ محلّہ سوداگران کی گلی میں لوگوں کا ہجوم دیکھا **اعلیٰ حضرت** نے دریافت کیا یہ کیسا مجمع ہے؟ تو بتایا گیا کہ ایک غیر مسلم جادوگر اپنا جادو دکھا رہا ہے،تین چار کلو پانی سے بھرا ہوا برتن کچے تاگے (دھاگے) سے اُٹھا رہا ہے۔**اعلیٰ حضرت** بھی اس مجمع کی طرف بڑھے اور اس جادوگر سے فرمانے لگے: ہم نے سنا ہے تین چار کلو پانی سے بھرا ہوا برتن کچے تاگے سے اٹھا لیتے ہو؟اس نے کہا جی ہاں۔ارشاد فرمایا: کوئی

اور چیز بھی اُٹھا سکتے ہو؟ اُس نے کہالا یئے جو چیز آپ دیں اُٹھا سکتا ہوں۔

اعلیٰ حضرت نے اپنے جوتے کو اپنے پیر سے نکالتے ہوئے (آپ ناگرہ جوتا پہنتے تھے جومشکل سے پچاس گرام کا ہوتا تھا) فرمایا لو اس کو اُٹھانا تو دور رہا اپنی جگہ سے ہٹا دو تو بڑی بات ہے۔ جادوگر نے بہت کوشش کی لیکن وہ اس نعلِ مقدس کو اپنی جگہ سے ہلا نہیں سکا۔

اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا: اچھا برتن ہی کو اب اُٹھا کر دکھا دو۔ اب جو اس نے برتن کو اُٹھانا چاہا تو برتن بھی نہیں اٹھ سکا، وہ جادوگر اس کرامت کو دیکھ کر **اعلیٰ حضرت** کے قدموں پر گر پڑا اور کلمہ طیبہ پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہو گیا اور **اعلیٰ حضرت** کی بارگاہ سے روحانیت کی دولتِ عظمٰی لے کر واپس ہوا۔

(تجلیات امام احمد رضا از مولانا امانت رسول مکتبہ برکاتی پبلیشرز ص77)

اپنی دفعہ میں مجبوری تھی:

جیلانی میاں (اعلیٰ حضرت کے پوتے مولانا ابراہیم رضا خان صاحب) کی تقریبِ ختنہ بہت دھوم دھام سے منائی گئی تھی۔ اعزّہ واقربا اور شہر کے رؤساء وعام وخاص سب شریکِ تقریب تھے۔ جس مکان میں ختنہ ہونے والا تھا سب کو وہاں چلنے کے لیے عرض کیا گیا۔ **اعلیٰ حضرت** نے ارشاد فرمایا ''میں تو ایسے موقعے پر کبھی جاتا نہیں ہوں (البتہ) اپنی دفعہ میں مجبوری تھی''۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص104)

بہت بڑے جلّاد ہیں آپ:

سید قناعت علی صاحب (برادرِ سید ایوب علی صاحب) اپنا ایک واقعہ کچھ یوں ذکر کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور سیدی **اعلیٰ حضرت** علیہ الرحمہ نے مجھ کو ایک کتاب عنایت فرمائی اور کہا کہ ''اس کتاب کی کل جلد بندھوا کر لے آیئے'' میں نے بجائے جلد ساز کے پاس جانے کے بازار سے تین پیسے میں جلد باندھنے کا سامان خریدا اور خود اپنے ہاتھوں سے جلد باندھ کر حضور کی خدمت میں پیش کر دی۔

اعلیٰ حضرت نے استفسار فرمایا: کہ اس کی اجرت کتنی ہوئی؟ اس کے جواب میں مَیں نے عرض کیا ''تین پیسے'' اس پر **اعلیٰ حضرت** نے فرمایا کہ صرف تین پیسے میں جلد کیسے تیار ہو سکتی ہے، مَیں نے واقعہ بیان کرتے ہوئے عرض کیا کہ حضور سامان خرید کر میں نے ہی اپنے ہاتھوں سے باندھی ہے اس پر **اعلیٰ حضرت** نے مزاحاً ارشاد فرمایا: بہت بڑے جلاّد ہیں آپ۔

(مجدد اسلام از مولانا نسیم بستوی مکتبہ رضا اکیڈمی لاہور ص106)

محدث سورتی اور اعلیٰ حضرت کا مکالمہ:

پیلی بھیت میں ایک دعوت میں **اعلیٰ حضرت** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت مولانا شاہ وصی احمد صاحب محدث سورتی تشریف فرما تھے۔ دستر خوان بچھانے سے پیشتر میز بان نے آفتابہ وطشت لیا کہ ہاتھ دھلائے جائیں۔ حضرت محدث صاحب نے عرفی دستور کے مطابق

میز بان کو اشارہ کیا کہ **اعلیٰ حضرت** کے ہاتھ پہلے دھلائے جائیں۔

اعلیٰ حضرت نے برجستہ فرمایا کہ ''آپ محدث ہیں اور اَعلَم بالسُنَّۃ (سنت کے زیادہ جاننے والے) ہیں۔آپ کا فیصلہ بالکل حق ہے اور آپ کی شان کے لائق ہے، کیونکہ سنت یہ ہے کہ اگر ایک مجمع مہمانوں کا ہو تو سب سے پہلے چھوٹے کا ہاتھ دھلایا جائے اور آخر میں بڑے کا ہاتھ دھلایا جائے تا کہ بزرگ کو ہاتھ دھلانے کے بعد دوسرے لوگوں کے ہاتھ دھونے کا انتظار نہ کرنا پڑے۔اور کھانا ختم ہو جانے کے بعد سب سے پہلے بڑے کا ہاتھ دھلایا جائے، میں شروع میں ابتدا کرتا ہوں لیکن کھا چکنے کے بعد آپ کو ابتداء کرنا ہوگی''۔

اعلیٰ حضرت کے اس ارشاد پر حضرت محدث صاحب نے ہاتھ بڑھا کر طشت کو اپنی طرف کھینچا کہ سب سے پہلے میرے ہاتھ دھلائے جائیں، **اعلیٰ حضرت** مسکرا کر فرمانے لگے: اپنے فیصلہ کے خلاف عملدرامد آپ کی شان کے خلاف ہے۔الغرض یہ دلچسپ اور علمی گفتگو بڑی خوشگوار اور سامعین کے لیے مفید رہی۔

(اعلیٰ حضرت، اعلیٰ سیرت از مولانا محمد رضا الحسن قادری مکتبہ اکبر بک سیلرز لاہور ص 147)

ایسا جلدی کا کام لے ہی کیوں لیتا ہے!

جنابِ سید ایوب علی صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ:

ایک مرتبہ حاجی کفایت اللہ صاحب آستانہ ء عالیہ پر دیر سے رحیمن ملازمہ کو آوازیں دے رہے تھے مگر شنوائی نہیں ہوتی تھی۔**اعلیٰ حضرت** نے یہ فرماتے ہوئے کہ حاجی صاحب بہت دیر سے دروازے پر کھڑے ہیں، فرمایا حاجی صاحب چلے آیئے۔ پھر ہم لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''ایک دولتمند کا معمول تھا کہ جب صبح کی نماز پڑھ کر مسند پر آکر بیٹھتے تو خادم کو حکم فرماتے ''شمع لاؤ'' اس پر ایک صاحب نے ان سے کہا کہ ''حضرت! ابھی سے شمع منگا کر کیا کیجئے گا، ابھی تو شام بہت دور ہے''۔دولت مند صاحب نے فرمایا کہ ''اب سے طلب کروں گا تو وقت پر تو آجائے گی۔''

پھر فرمایا: ایک صاحب نے اپنی صاحبزادی کی شادی کے لیے بھرت (نقش ونگار کی بھرائی) کے پلنگ کے پائے کسی (نقاش) کو نقش کرنے کے لیے دیئے اور کہا کہ ابھی تو خیر (شادی میں) دن کافی ہیں، ذرا خوبصورت کر کے بنایئے اور وقت پر دے دیجئے کہ شادی کا معاملہ ہے۔ کاریگر صاحب نے اطمینان دلایا، وہ مطمئن ہو گئے اور دیگر سامان کی تیاری میں منہمک ہو گئے، تقاضا بھی نہیں کیا کہ معمولی کام ہے وقت پر مل جائے گا۔مگر جب شادی کی تاریخ قریب آگئی تو تقاضا کرنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ صرف ایک روز ہی باقی رہ گیا۔ بالآخر اس بے چارے نے دوسرے پائے خرید کر پلنگ تیار کر کے لڑکی کو جہیز میں دیا۔

اب چونکہ شادی ہو چکی تھی اور اس کی وعدہ خلافیوں پر غصہ بھی تھا، دل میں تہیہ کر لیا کہ اب تقاضا نہ کروں گا۔ دیکھوں کب تک نہیں

دے گا۔مختصر یہ کہ اس لڑکی کی لڑکی پیدا ہوئی، جوان ہوکر شادی کے قابل ہوگئی اور شادی کا وقت قریب آگیا تو ایک روز اس بے چارے نے جا کر کہا'' **بھائی اب تو وہ پائے دے دو کہ اس لڑکی کی لڑکی کو جہیز میں دے دوں**''۔اتفاق سے اس وقت اس کاریگر کا باپ بھی موجود تھا اس نے پوچھا کیا قصہ ہے۔

''انہوں نے سارا واقعہ بیان کیا،اس پر ان بابا جان نے بیٹے کو زور سے ایک تھپڑ رسید کیا اور کہا کہ'' میں نے تجھے بار ہا سمجھایا مگر تیری سمجھ میں آج تک نہ آیا اب! ایسا جلدی کا کام لے ہی کیوں لیتا ہے!''

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص740)

پہلوان عبد الکریم قادری کے کرتب :

اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جب جبل پور شریف تشریف لے گئے تو وہاں پر آپ کی ضیافتِ طبع کے لیے وہاں کے ایک پہلوان صاحب نے اپنے کچھ کمالات دکھانے کی اجازت چاہی،آپ نے انہیں اجازت عطا فرمائی،اس واقعہ میں اگر چہ مزاح کا پہلو شامل نہیں البتہ ایک گونہ فرحت کا احساس ہوتا ہے،لہٰذا تحریر کیا جاتا ہے۔

''**حیاتِ اعلیٰ حضرت**''میں مولانا ظفر الدین بہاری صاحب تحریر فرماتے ہیں۔۔۔

۔۔اُس کے بعد پہلوان عبدالکریم نے **اعلیٰ حضرت** سے عرض کی میں کچھ ورزش دکھانا چاہتا ہوں (آپ نے اجازت عطا فرمائی) چنانچہ باہر میدان میں سب حضرات جمع ہو گئے ،**اعلی حضرت** بھی ایک کرسی پر تشریف فرما ہوئے۔پہلوان صاحب موصوف نے وہیں پہاڑ کی گھاٹی سے ایک پتھر تقریباً ڈیڑھ فٹ لمبا اور تین چار انچ موٹا اُٹھا کر اپنے دائیں ہاتھ کی کلائی سے دوسری ضرب میں بال (یعنی پتھر میں باریک دراڑ) ڈال دیا اور تیسری ضرب میں دو ٹکڑے کر دیا۔

پھر ایک بہت بڑا پتھر جو سات من سے کم نہ ہوگا اشارہ کر کے (لوگوں سے) کہا کہ اس پتھر کو میرے پاس لے آؤ،لہٰذا کچھ مضبوط آدمی بڑی مشکل سے دھکیلتے ہوئے قریب لائے۔

پہلوان صاحب چت لیٹ گئے،لوگوں نے بکوشش کچھ پتھر اوپر پہنچایا اور کچھ پہلوان صاحب نے کوشش کر کے اپنے سینے پر لا دلیا اور حیرت کی بات یہ ہوئی کہ باوجودیکہ وزنی پتھر سینہ پر تھا مگر کلام کرتے جاتے تھے۔چنانچہ پتھر کو اوپر رکھ لیا تو کہنے لگے اب اس پتھر پر جو آدمی آسکے کھڑے ہوکر خوب کودے۔

اس پر **اعلیٰ حضرت** نے ارشاد فرمایا: بھائی عبدالکریم اس پتھر ہی کا وزن کیا کم ہے جو اور آدمی کو سوار کرنا چاہتے ہو انہوں نے عرض کیا حضور! ملاحظہ تو فرمائیں کوئی حرج نہیں ہے،لہٰذا ایک صاحب پتھر پر کھڑے ہوکر کودنے لگے،اس کے بعد پہلو کی طرف سے لوگوں کو ہٹا کر ایک اشارہ میں پتھر کو سینے سے جدا کر دیا۔

سامنے لمبی بیل گاڑی کھڑی تھی جس پر شہر سے سامان آیا تھا، بایمائے پہلوان صاحب لوگ اسے کھینچ لائے۔ پہلوان صاحب نے فرمایا: اس میں جتنے حضرات آسکیں بھر جائیں بقیہ لوگ کھینچیں اور میرے اوپر سے گذار دیں۔غرض آدمیوں کی بھری ہوئی گاڑی کا ایک پہیہ اپنی رانوں پر سے اور دوسرا شانوں پر سے چت لیٹ کر گذروالیا، بعدہٗ حضور نے بطورِ انعام انہیں کچھ رقم عطا فرمائی۔۔۔۔

اِن کی کون مرمت کر سکتاھے:

اُس کے بعد زمینِ قریب میں ایک پہاڑی پر جانے کا اتفاق ہوا، جس پر پہنچنے کے لیے پانچ سو سیڑھی پتھر کی تھی، اس مقام کا نام ''**چونسٹھ جگنی**'' تھا یعنی وہاں وہ بت محفوظ تھا جنہیں شاہِ دین پرور **حضرت اورنگزیب عالمگیر** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے توڑا تھا۔ پہلی سیڑھی کے پاس دوستون پھاٹک کے قائم تھے، ان میں سے ایک پر ایک سائن بورڈ گورنمنٹ کی جانب سے لگا ہوا تھا جس میں بخطِ اردو اور انگریزی یہ ہدایت لکھی ہوئی تھی ''کوئی ان بتوں کی مرمت نہ کرے''۔ **اعلیٰ حضرت** نے اس نوٹس کو پڑھا اور مسکرا کر فرمایا جن کی **حضرت عالمگیر** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مرمت کی ہو اُن کی کون مرمت کر سکتا ہے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص341)

چند ادبی لطیفے

''**حیاتِ اعلیٰ حضرت**'' میں مولانا ظفر الدین بہاری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کے ارشاد فرمودہ چند ادبی لطائف بھی ذکر کئے ہیں، تحریر فرماتے ہیں کہ: **اعلیٰ حضرت** کے جہاں دوسرے علمی کارنامے حدِّ اِحصا (شمار) سے فزوں (زیادہ) ہیں ''**ادبی لطیفے**'' بھی اپنی شان میں خاص جدت رکھتے ہیں اگر سب قلمبند ہو جاتے تو شائقینِ ادب کے لیے وہ مجموعہ ایک نایاب تحفہ ہوتا مگر جو کچھ یاد ہیں لکھے جاتے ہیں

آریہ دھرم پر چار حرف:

کسی آریہ (ہندو) نے اپنے مذہب کے متعلق کتاب لکھی اور اس کا نام ''آریہ دھرم پرچار'' رکھا جب وہ کتاب چھپی تو مصنف نے ایک نسخہ **اعلیٰ حضرت** کی خدمت میں بھی ارسال کیا۔ حضرت نے اس کتاب کو ملاحظہ فرما کر جگہ جگہ اس کا رد حاشیہ پر لکھا اور اُسی طرح جلی قلم سیاہ روشنائی سے پرچار کے بعد ''حرف'' بڑھا دیا۔ اب کتاب کا نام ''آریہ دھرم پرچار حرف'' ہو گیا (نوٹ:۔ پرچار کا معنیٰ تبلیغ ہے جبکہ چار حرف محاورہ ہے یعنی ''لعنت'' کہ لعنت میں چار حرف ہیں)

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص129)

اَنجاسُ الخنّاس :

ایک شیعہ عالم نے اپنے مذہب کی حمایت میں ایک کتاب لکھی اور عربی ادب کا اپنے جانتے اس میں بہت لحاظ کیا اور صنائع بدائع (وہ عجیب وغریب نکات اور باریکیاں جو نظم میں ظاہر کی جاتی ہیں) کو بھی ہاتھ سے جانے نہ دیا اور اسی وجہ سے اس کا نام ''جناس الاجناس'' رکھا اور ایک نسخہ

اعلیٰ حضرت کوبھی ارسال کیا۔

اعلیٰ حضرت نے ملاحظہ فرمانے کے بعد مجھے (مولانا ظفرالدین بہاری کو) دیا کہ آج کی ڈاک سے یہ کتاب آئی ہے اب جومیں اس کا نام پڑھتا ہوں تو ''اَنجاسُ الخناس'' (شیطان مردود کی نجاستیں) ہے حیرت میں پڑ گیا کہ مصنف نے یہ کیا نام رکھا۔ جب غور سے دیکھا تو جناس کے اول 'ان' بڑھا ہوا ہے اور ۔۔۔ (مزید نقطوں کی تبدیلی بھی کردی گئی ہے)۔۔۔ اس طرح کتاب کا نام 'انجاس الخناس' ہوگیا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفرالدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص130)

خَرِّ مُعلّٰی:

مولوی خرم علی بلہوری مشہور وہابی ہیں، ان کی مشہور مشرک گر کتاب ہے جس کا نام ''نصیحۃ المسلمین'' (مسلمانوں کے لیے نصیحت) ہے لیکن باتیں وہی ہیں جو ''تقویۃ الایمان'' (مولوی اسمٰعیل دہلوی کی مشہور گستاخانہ کتاب) میں ہیں۔ مطبع والے نے مصنف کا نام اس طرح لکھا ''خر معلی''۔

میں (مولانا ظفرالدین بہاری) نے جس زمانہ میں حضرت کا کتب خانہ درست کرنا شروع کیا ایک کتاب دیکھی جس کا نام ''فضیحۃ المسلمین'' (مسلمانوں کے لیے بدنامی) ہے اور مصنف کا ''نام خَرِّ مُعلّٰی'' (بہت بڑا گدھا) ہے، دیکھ کر سمجھا کہ کوئی کتاب مذاق کی ہے اس لئے نام بھی ایسا ہے اور مصنف کا نام بھی ویسا ہے۔ اب جو غور کرکے دیکھتا ہوں تو ''نصیحۃ'' کے ''نون'' کو سَر دے کر ''ف'' بنادیا گیا ہے اور ''صاد'' پر نقطہ بڑھا ہوا ہے، اور اس طرح اس کتاب کے نام کو مطابق مسمّٰی قرار دیا ہے اور مصنف کا نام کاتب نے بدِ املا (غلط طریقے سے) لکھا کہ ''خرم'' کی میم کو ''علی'' میں ملا کر ''خر معلی'' کی شکل کا لکھا، **اعلیٰ حضرت** نے اُس پر صرف اعراب لگادیا ہے۔ (جس سے وہ خَرِّ معلّٰی بن گیا)

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفرالدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص130)

تفوية الايمان:

''تقویۃ الایمان'' مولوی اسمٰعیل دہلوی کی معروف ومشہور کتاب ہے کہ شروع سے آخر تک شرک وبدعت سے بھری ہوئی ہے اسکے ''ق'' کے دو نقطوں کو اس طرح ملا دیا کہ ایک نقطہ معلوم ہونے لگا اور بجائے ''تقویۃ الایمان'' (ایمان کو تقویت دینے والی) کے ''تفویۃ الایمان'' (ایمان کو ضائع کرنے والی) اسمِ بامسمّٰی ہوگیا۔

خَبطُ الایمان:

مولوی اشرف علی تھانوی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی توہین آمیز کتاب کا نام ''حفظ الایمان'' (ایمان کی حفاظت) رکھا **اعلیٰ حضرت** نے ''ف'' کو اس طرح بنادیا کہ ''ب'' کا شوشہ معلوم ہو اور ''ح'' اور ''ب'' کا نقطہ دے کر اس کا صحیح نام ''خبط الایمان'' (ایمان کی بربادی) کردیا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفرالدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص130)

آثار المبتد عین:

جب مسئلہ ''اذانِ ثانی ءجمعہ'' میں **اعلیٰ حضرت** نے مردہ سنت کوزندہ کیا (کہ یہ اذان حضور علیہ الصلوٰۃ ولاسلام اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین بلکہ خلیفہ ہشام کے زمانہ تک بیرونِ مسجد ہوا کرتی تھی اور باوجود تصریحاتِ فقہائے کرام کہ اذان مسجد میں مکروہ ہے لوگ مسجد کے اندر خطیب کے سر پر دینے کے عادی ہوگئے ہیں)اور خلافِ شرع رسم ورواج کی اصلاح چاہی ،بعض علمائے اہلِ سنت نے بھی اس کا خلاف (اختلاف) کیا،اس میں پیش پیش جناب مولانا عبدالغفار خان صاحب رامپوری تھے کہ باوجود افہام وتفہیم اپنی ضد پر اڑے رہے،جس کا مفصل حال ان کے رسائل سے معلوم ہوگا، جو اس بحث میں تحریر ہوئے اور چھپ کر ملک میں بکثرت شائع ہوئے۔

آخر میں مولانا عبدالغفار خاں صاحب رامپوری نے انتہائی کدوکاوش (کوشش) سے ایک رسالہ لکھا اور سرورق پر کتاب کا نام ۔

''حبل الله المتين لهدم آثار المبتد عين''

(اللہ کی مضبوط رسی سے بدعتیوں کے آثار کا انہدام)

دائرے میں لکھوادیا۔

اعلیٰ حضرت کے پاس جب وہ رسالہ پہنچا، اولین نگاہ میں فرمایا ''مولانا عبدالغفار خاں نے اپنے رسالہ کا نام بہت عجیب رکھا ہے''، لوگ شوق سے متوجہ ہوئے کہ **اعلیٰ حضرت** اس کا نام کیا فرماتے ہیں اس لئے کہ رسالہ سب کے سامنے تھا۔ جب سب لوگوں کا اشتیاق ملاحظہ فرمایا تو ارشاد ہوا مولانا نے اس کا نام ۔

''آثار المبتدعين لهدم حبل الله المتين''

(بدعتیوں کے آثار سے اللہ کی مضبوط رسی کا انہدام)

رکھا ہے۔اس لیے کہ جو نام دائرہ میں لکھا جاتا ہے اس کے پڑھنے کا یہی قاعدہ ہے کہ نیچے سے اوپر کو پڑھا جاتا ہے اسی لیے اس کا نام ہے۔

''آثار المبتدعين لهدم حبل الله المتين''

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص131)

سَبِیلُ الرِّشاد :

مولوی رشید احمد گنگوہی نے اپنے خیالات کا آئینہ ایک رسالہ لکھا اور اُس کا نام رکھا '' **سَبِیلُ الرِّشاد** '' **اعلیٰ حضرت** کی خدمت میں جب وہ رسالہ آیا، اُس کو ملاحظہ فرما کر ٹائیٹل (Title) پر اُس کے نام کے اوپر بڑھا دیا:

''قَالَ فِرْعَونُ مَااُرِيكُمْ اِلَّا مَا اَرىٰ وَمَا اَهْدِيكُم اِلَّا''

تو سب مل کر فرعون کا مقولہ ہوگیا جو سورۃ مومن میں ہے۔

قَالَ فِرْعَونُ مَااُرِیکُمْ اِلّا مَا اَریٰ وَمَا اَھْدِیکُم اِلّا سَبِیلَ الرّشَاد

''فرعون بولا میں تو تمہیں وہی سوجھاتا ہوں جو میری سوجھ ہے، اور میں تمہیں وہی بتاتا ہوں جو بھلائی کی راہ ہے''۔(سورۃ مومن آیت نمبر ۲۹)

(حیاتِ اعلیٰ حضرت ازمولانا ظفرالدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہورص132)

اطاعتِ والدین

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذات میں جہاں اور بہت سی خصوصیات تھیں وہیں پر آپ میں اطاعتِ والدین کی خصوصیت بدرجہ اتم موجود تھی۔آپ نے ہمیشہ اُن کی اطاعت کی، یہاں تک کہ بعداز وصال اگر والدین نے خواب میں آکر کوئی حکم فرمایا تو آپ نے اُس کی بھی پیروی فرمائی۔

جائیداد کی تقسیم سے متعلق ہم پچھلے صفحات میں پڑھ چکے ہیں کہ کس طرح آپ کے والدِگرامی نے آپ کو بحقِ پدری حکم ارشاد فرمایا اور آپ نے نہ چاہتے ہوئے بھی اُس کی تعمیل فرمائی۔ والدِ گرامی کے وصال کے بعد **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی والدہ محترمہ کی کس طرح اطاعت ودلجوئی فرمائی ''**حیات اعلیٰ حضرت**'' کے درجہ ذیل اقتباس سے آپ اس کا اندازہ کرسکتے ہیں۔

سب اختیا روالدہ ماجدہ کے سپرد تھا:

چنانچہ مولانا ظفرالدین بہاری صاحب تحریرفرماتے ہیں:

جب **اعلیٰ حضرت** کے والد ماجد **مولانا شاہ نقی علی خان** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا انتقال ہوا تو آپ اپنے حصہ جائیداد کے خود مالک تھے، مگر سب اختیار والدہ ماجدہ کے سپرد تھا۔ وہ پوری مالکہ ومتصرفہ تھیں، جس طرح چاہتیں صرف کرتیں۔ جب آپ کو کتابوں کی خریداری کے لیے کسی غیر معمولی رقم کی ضرورت پڑتی تو والدہ ماجدہ کی خدمت میں درخواست کرتے، اور اپنی ضرورت ظاہر کرتے۔ جب وہ اجازت دیتیں اور درخواست منظور کرتیں تو کتابیں منگواتے تھے۔

اماں اور ماریئے:

اعلیٰ حضرت کی والدہ کی اطاعت کا ایک عجیب منظر ملاحظہ کیجیئے جس کا ذکر مولانا حسنین رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یوں کرتے ہیں:

ایک مرتبہ **اعلیٰ حضرت** قبلہ (اپنے صاحبزادے) حضرت **حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان** کو (جبکہ وہ چھوٹے بچے تھے) گھر کے ایک دالان میں پڑھانے بیٹھے، وہ پچھلا سبق سنکر آگے سبق دیتے تھے پچھلا سبق جو سنا تو وہ یاد نہ تھا اس پر ان کو سزا دی۔ **اعلیٰ حضرت** کی والدہ محترمہ جو دوسرے دالان کے کسی گوشے میں تشریف فرما تھیں انھیں کسی طرح اس کی خبر ہوگئی وہ (اپنے پوتے) حضرت **حجۃ الاسلام** کو بہت چاہتی تھیں، غصہ میں بھری ہوئی آئیں اور **اعلیٰ حضرت** قبلہ کی پشت پر ایک دوہتڑ (دونوں ہاتھوں سے مارنا) مارا اور فرمایا ''تم میرے حامد کو مارتے ہو'' **اعلیٰ حضرت** فوراً جھک کر کھڑے ہوگئے اور اپنی والدہ محترمہ سے عرض کیا کہ ''**اماں اور ماریئے جب تک کہ آپ کا غصہ فرو نہ ہو**''۔ یہ سننے کے

بعد انہوں نے ایک دو ہنٹر اور مارا، **اعلیٰ حضرت** سر جھکائے کھڑے رہے یہاں تک کہ وہ خود واپس تشریف لے گئیں۔اس وقت تو جو غصہ میں ہونا تھا ہو گیا مگر بعد میں اس واقعہ کا ذکر جب بھی کرتیں تو آبدیدہ ہو کر فرماتیں کہ دو ہنٹر مارنے سے پہلے میرے ہاتھ کیوں نہ ٹوٹ گئے کہ ایسے مطیع وفرماں بردار بیٹے کہ جس نے خود کو پٹنے کے لیے پیش کر دیا کیسے مارا۔افسوس۔۔۔

(سیرتِ اعلیٰ حضرت از مولانا حسنین رضا خان مکتبہ برکاتی پبلشرز ص 91)

دوسرے حج پر والدہ سے اجازت کیسے لی:

مولانا محمد ظفر الدین بہاری قادری صاحب نقل فرماتے ہیں:

یہ میرے سامنے کا واقعہ ہے کہ حضرت مولانا **محمد رضا خان** (**اعلیٰ حضرت** کے برادرِ اصغر) اور (شہزادہء **اعلیٰ حضرت**) حضرتِ **حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان** اور حضور (اعلیٰ حضرت) کی اہلیہ محترمہ 1323ھ بمطابق 1905ء میں حج وزیارت کے لیے روانہ ہوئیں، تو **اعلیٰ حضرت** خود جھانسی تک اُن کو پہنچانے تشریف لے گئے۔کہ وہاں سے بمبئی میل (ریل کا نام) پر وہ لوگ روانہ ہونے تھے۔جو سیدھی بمبئی جاتی اور کہیں بدلنا نہ پڑتی۔

اُس وقت تک **اعلیٰ حضرت** کا قصد حج وزیارت کے لیے سفر کا بالکل نہ تھا۔کیونکہ پہلے ہی حجِ فرض ادا ہو چکا تھا۔زیارت سے مشرف ہو چکے تھے، صرف ان کو مشایعت (رخصت کرنے کے لیے چند قدم ساتھ جانا) مقصود تھی۔اسی درمیان میں **اعلیٰ حضرت** کو اپنی نعتیہ غزل یاد آ گئی۔جس کا مطلع یہ ہے ؎

گزرے جس راہ سے وہ سیّدِ والا ہو کر
رہ گئی ساری زمیں عنبرِ سارا ہو کر

اس کا ایک شعر یہ بھی ہے ؎

وائے محرومیءِ قسمت کہ میں پھر اب کی برس
رہ گیا ہمرَہِ زُوّارِ مدینہ ہو کر

اس کا یاد آنا تھا کہ آپ کا دل بے چین ہو گیا اور وہی ہوا جس کو حضور نے دوسری غزل میں فرمایا ہے:

پھر اٹھا ولولہء یادِ مغیلانِ عرب
پھر کھنچا دامنِ دل سوئے بیابانِ عرب

اُسی وقت حج وزیارت بلکہ خاص زیارتِ سرورِ دو عالم **صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم** کا قصدِ مصمم فرمایا، لیکن والدہ ماجدہ کی اجازت کے بغیر سفر مناسب نہ جانا، (کیونکہ نفلی حج کے لیے والدین کی اجازت ضروری ہے) اس لیے ان کی گاڑی چھوٹنے کے بعد بریلی واپس تشریف لائے اور والدہ

ماجدہ سے اجازت کے لیے حاضر خدمت ہوئے۔۔۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت مکتبہ نبویہ لاہور ص108)

قدموں پر سر رکھ دیا :

اس سے آگے کا ذکر خود **اعلیٰ حضرت** ہی کی زبانی سنئے۔''**ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت**'' حصہ دوم میں ہے۔

(بریلی شریف واپس پہنچنے کے بعد میں) عشا کی نماز سے اول وقت ہی فارغ ہولیا۔ شِکْرَم (یعنی چار پہیوں والی مخصوص گاڑی) بھی آ گئی۔ صرف والدہ ماجدہ سے اِجازت لینا باقی رہ گئی جو نہایت اہم مَسْئَلَہ تھا اور گویا اس کا یقین تھا کہ وہ اِجازت نہ دیں گی، کس طرح عرض کروں، اور بغیر اجازتِ والدہ حج نفل کو جانا حرام۔ آخر کار اندر مکان میں گیا، دیکھا کہ حضرتِ والدہ ماجدہ چادر اوڑھے آرام فرماتی ہیں۔ میں نے آنکھیں بند کر کے قدموں پر سر رکھ دیا، وہ گھبرا کر اُٹھ بیٹھیں اور فرمایا: ''کیا ہے؟'' میں نے عرض کیا: ''حضور! مجھے حج کی اجازت دے دیجئے۔'' پہلا لفظ جو فرمایا یہ تھا کہ: ''خدا حافظ!''۔۔۔

وُضُو کا پانی سنبھال لیا :

میں اُلٹے پیروں باہر آیا اور فوراً سوار ہو کر اسٹیشن پہنچا۔ چلتے وقت جس لگن (یعنی برتن) **میں مَیں نے وُضو کیا تھا، والدہ ماجدہ نے اس کا پانی میری واپسی تک نہ پھینکنے دیا کہ اُس کے وضو کا پانی ہے۔**

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبہ المدینہ ص183)

بعد از وصال بھی اطاعت :

اعلیٰ حضرت نے والدین کے وصال کے بعد بھی اُن کی اطاعت کو نہ چھوڑا، چنانچہ ''**ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت**'' میں خود **سیدی اعلیٰ حضرت** کی زبانی چند واقعات نقل کئے گئے ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کس درجہ والدین کے مطیع و فرماں بردار تھے۔ مزید برآں ان واقعات سے عالمِ برزخ اور عالمِ دُنیا کے آپس میں تعلق کی بھی وضاحت ہوتی ہے۔ آیئے ''**ملفوظات اعلیٰ حضرت**'' سے یہ چند واقعات پڑھنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں:

کھانا شروع کر دیا

اعلیٰ حضرت ارشاد فرماتے ہیں۔۔۔

(بعد از وصالِ والدین) ایک مرتبہ کھانا نہ کھایا تھا کئی روز سے، والدین کریمین کو خواب میں دیکھا۔ والدہ ماجدہ نے تو کچھ نہ فرمایا، والد صاحب نے فرمایا ''تمہارے نہ کھانے سے ہم کو تکلیف ہوتی ہے'' مجبوراً پھر صبح سے کھانا شروع کر دیا۔۔۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبہ المدینہ ص414)

روزے نہ چھوڑے :

آٹھ دس برس ہوئے ،رجب کے مہینے میں حضرتِ والدِ ماجد (یعنی رئیس المتکلمین مولانا شاہ نقی علی خان) کوخواب میں دیکھا ،فرماتے ہیں ''**احمد رضا!** اب کی رمضان میں تمہیں بیماری ہوگی اور زیادہ ہوگی روزہ نہ چھوڑنا''۔

یہاں بحمداللہ تعالیٰ جب سے روزے فرض ہوئے کبھی نہ سفر، نہ مرض، کسی حالت میں روزہ نہیں چھوڑا۔ خیر رمضان شریف میں بیمار رہوا اور بہت بیمار اہوا مگر بحمداللہ تعالیٰ روزے نہ چھوڑے۔۔۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبہ المدینہ ص413)

ملے گی مجھی کو:

گاؤں میں ایک زمین میری زمین کے متصل ایک صاحب کی تھی۔ وہ ایک سودخوار کے ہاتھ بیچنا چاہتے تھے۔ اُن سے کہا گیا، مخالفت کی وجہ سے انہوں نے نہ مانا۔ والدِ ماجد خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: مجھے نہیں دیتے، سودخوار کو دیتے ہیں اور ملے گی مجھی کو، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبہ المدینہ ص413)

باون برس مدینہ طیبہ میں:

ایک بار بیمار ہوا اور شِدّت کا درد ہوا، آنکھ لگ گئی۔ خواب میں حضرتِ والد ماجد اور مولوی برکات احمد صاحب مرحوم جو والدِ ماجد سے پڑھا کرتے تھے تشریف لائے۔ مولوی برکات احمد صاحب نے پوچھا! ''مزاج کیسا ہے؟'' میں کہا: ''درد کی شدت ہے، دُعا کیجئے کہ ایمان پر خاتمہ ہوجائے''۔ یہ کہا ہی تھا کہ والدِ ماجد کا چہرہ سُرخ ہوگیا اور فرمایا:

''اَبھی تو باون برس مدینہ طیبہ میں'' اب اسکے دو معنیٰ ہوسکتے ہیں کہ ایک یہ کہ باون برس کی عمر میں مدینہ طیبہ کی حاضری ہوگی۔ چنانچہ دوسری حاضری میں میری عمر باون برس کی تھی یا یہ کہ اِس وقت سے باون برس کے بعد مدینہ طیبہ کی حاضری ہوگی اور خدا سے اُمید ہے کہ ایسا ہی کرے۔ آمین۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبہ المدینہ ص413)

گیارہ درجے تک پہنچا دیا :

ایک بار میں نے (خواب میں) دیکھا کہ حضرتِ والد ماجد کے ساتھ ایک سواری ہے، بہت نفیس اور اُونچی۔ والد ماجد نے کمر سے پکڑ کر سوار کیا اور فرمایا: ''گیارہ درجے تک تو ہم نے پہنچا دیا آگے اللہ مالک ہے''۔ میرے خیال میں اس سے مراد غلامی ہے **سرکارِ غوثیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ** کی۔۔۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبہ المدینہ ص414)

اِنھیں کو گاؤں کا کام دے دو:

ایک صاحب (دُور کے رشتے میں) میرے چچا ہوتے تھے۔ گاؤں کا کام وہی کرتے تھے۔ ایک بار حضرتِ والد ماجد اُن سے (زندگی میں) ناراض ہوگئے تھے، فرما دیا تھا کہ اب سے یہ گاؤں کا کام نہ کریں۔ بعد میں مجھے فرصت نہیں ہوئی اور گاؤں کے کام پر مُعْتَمَد آدمی درکار تھا اور ان سے بڑھ کر کون معتمد ہوسکتا تھا، مگر حضرت والد ماجد کی ممانعت تھی، سخت فکر ہوئی۔ ایک روز (بعدِ وصال) شب کو (خواب میں) تشریف لائے اور اُن (صاحب) کا ہاتھ لے کر میرے ہاتھ میں دے دیا۔ میں سمجھ گیا کہ حضرت کی اجازت ہے کہ انہیں کو گاؤں کا کام دے دو۔ چنانچہ صبح ہی کو میں نے انہیں گاؤں کو بھیج دیا۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبہ المدینہ ص414)

تَوَکُّل

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے تمام معاملاتِ دینی اور دُنیاوی میں اللہ عزوجل کی ذات پر مکمل بھروسہ اور توکل رکھا کرتے تھے۔ ''ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت'' میں خود ہی ارشاد فرماتے ہیں:

میرے پاس اِن عملیاتِ (تسخیر وغیرہ) کے ذخائر بھرے ہیں، لیکن بحمد للہ تعالیٰ آج تک کبھی اس طرف خیال بھی نہیں کیا (یعنی چاہوں تو ان عملیات کے ذریعے بہت کچھ حاصل کرسکتا ہوں لیکن میں نے) ہمیشہ اُن دُعاؤں پر جو احادیثِ مبارکہ میں ارشاد ہوئیں عمل کیا، میری تو تمام مشکلات اُنہی سے حل ہوتی رہتی ہیں۔

اعلیٰ حضرت کے ''ترکِ عملیات'' اور **''اللہ عزوجل پر توکل''** کی کیفیت پر روشنی اس واقعہ سے بھی پڑتی ہے۔

توکل میں فرق آتا ھے

''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' میں ہے کہ:

حضرت مہدی حسن میاں صاحب سجادہ نشین مارہرہ شریف نے فرمایا کہ: ایک مرتبہ میں نے **اعلیٰ حضرت** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس ایک خط بھیجا جس کا جواب بہت تاخیر سے آیا، والا نامہ (جوابی خط) میں مذکور (لکھا ہوا تھا) کہ حضرت شہزادہ صاحب! چونکہ میرے پاس (جوابی خط کے لیے) ٹکٹ کے دام نہیں تھے اس لیے غیر معمولی تاخیر ہوئی۔

میں (سید مہدی حسن میاں صاحب) نے خیال کیا کہ ان دِنوں مولانا (امام احمد رضا خان صاحب) کے پاس داموں (پیسوں) کی کمی ہے لہٰذا کچھ فتوحات (آئے ہوئے نذرانوں) سے بھیج دوں، چنانچہ میں نے سو یا دوسو (روپے صحیح مقدار یاد نہیں) کی رقم بذریعہ منی آرڈر بھیج دی جسے مولانا (امام احمد رضا خان صاحب) نے وصول کرلیا اور رسید بھی آ گئی۔

کچھ دنوں کے بعد **اعلیٰ حضرت** کا منی آرڈر (میرے پاس) آیا جس میں میری بھیجی ہوئی رقم بھی شامل تھی، والا نامہ میں مذکور تھا کہ فقیر کی

عادت ہے کہ اپنی ضروریات کے مطابق تھوڑے روپے رکھ لئے باقی زنان خانے (گھر) میں بھیج دیئے۔آپ کے گرامی نامہ کی وصولی سے پہلے وہ روپے خرچ ہو چکے تھے (جو میں اپنی ضروریات کے لیے رکھتا تھا) اور گاؤں سے رقم ابھی آئی نہیں تھی اور میں اپنی ضروریات کے لیے کسی سے (حتیٰ کہ گھر والوں سے بھی) طلب نہیں کرتا ہوں۔

حضرت شہزادہ صاحب! یہاں جو کچھ ہے وہ سب آپ ہی کے یہاں کا ہے، اگر آپ مجھے کچھ دینا ہی چاہتے ہیں تو حضرت میاں (شاہ ابوالحسین احمد نوری) صاحب کے بیاض سے **شجرہ ءزر کا عمل** (ایسا عمل کہ جسے کرنے سے کبھی بھی پیسوں کی کمی نہیں ہوتی اور یہ عمل ساری زندگی پر محیط ہے۔ چالیس دن مستقل جبکہ بعد میں ہر مہینے تین دن کیا جاتا ہے۔) نقل کر کے بھیج دیجئے۔

چنانچہ میں (سید مہدی حسن میاں) نے بیاض سے نقل کر کے بھیج دیا۔اس کے (کچھ عرصہ) بعد بریلی جانا ہوا، **اعلیٰ حضرت** سے ملاقات ہوئی، **اعلیٰ حضرت** نے ارشاد فرمایا:

''مکہ معظّمہ سے ایک صاحب کا والا نامہ آیا تھا کہ میری دو لڑکیوں کی شادی ہے اس کے لیے آپ مدد کیجئے۔ میں نے خیال کیا کہ دونوں لڑکیوں کے لیے ایک ہزار روپے کی رقم کافی ہوگی اس مقصد کے لیے شجرہ ءزر کا عمل شروع کیا۔عمل کا چالیسواں دن تھا اور میں معمول سے فارغ ہو کر بیٹھا تھا کہ **حامد رضا** (شہزادہ ءاعلیٰ حضرت) آئے اور ایک بندھا ہوا رومال دیا اور کہا: کہ ایک صاحب آپ کو ملنے کی خاطر آئے تھے، میں نے کہا اس وقت (اعلیٰ حضرت) بالا خانہ پر معمول میں مشغول ہیں دوسرے وقت تشریف لائیے گا، وہ صاحب یہ رومال دے کر چلے گئے۔

میں نے جب وہ رومال کھولا تو اُس میں ایک ہزار روپے سے زیادہ رقم تھی، خیال آیا کہ زیادہ کیوں ہے، معاً ذہن میں آیا کہ مکہ معظّمہ تک پہنچنے کے مصارف (بھی چاہیے) ہیں۔

میں نے فوراً اس عمل (شجرہ ءزر) کو ہٹا دیا کہ اس سے توکل میں فرق آتا ہے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص128)

حسد سے پاک

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا سینہ مبارک حسد و کینہ سے پاک تھا، اس بات کا اندازہ ''فتاویٰ رضویہ شریف'' کے اس اقتباس سے بخوبی کیا جاسکتا ہے، **اعلیٰ حضرت** تحریر فرماتے ہیں۔۔۔

''اتفاقِ علماء کا یہ حال کہ حسد کا بازار گرم، ایک کا نام جھوٹوں بھی مشہور ہوا تو بہتیرے (بہت سے) سچے اس کے مخالف ہو گئے، اس کی توہین و تشنیع میں گمراہوں کے ہم زبان بنے، کہ ہیں! لوگ اِسے پوچھتے ہیں اور ہمیں نہیں پوچھتے۔

اب فرمائیں! کہ وہ قوم کہ اپنے میں کسی ذی فضل کو نہ دیکھ سکے، اپنے ناقصوں کو کامل، قاصروں (علم سے خالی) کو ذی فضل بنانے کی کیا

کوشش کرے گی۔ حاشا! یہ کلیہ نہیں مگر ''**لِلاَکثَرِ حُکْمُ الکُلّ**'' (اکثر کا حکم وہی ہوتا ہے جو کل کا ہوتا ہے)۔

الحمدللہ! یہاں متکلم (یعنی اعلیٰ حضرت) عمومِ کلام سے ضرور خارج ہے۔ ''**وَلِوَجهِ رَبّی الْحَمد اَبَداً**'' (میرے پروردگار کی ذات کے لیے ہمیشہ حمد ہے) فقیر میں لاکھوں عیب ہیں **مگر میرے رب نے مجھے حسد سے بالکل پاک رکھا ہے**، اپنے سے جسے زیادہ پایا اگر دنیا کے مال و منال میں زیادہ ہے قلب نے اندر سے اُسے حقیر جانا، پھر حسد کیا حقارت پر؟

اور اگر دینی شرف و افضال میں زیادہ ہے اُس کی دست بوسی و قدم بوسی کو اپنا فخر جانا، پھر حسد کیا اپنے معظمِ بابرکت پر؟ اپنے میں جسے حمایتِ دین پر دیکھا اس کے نشرِ فضائل (فضائل بیان کرنے) اور خلق کو اس کی طرف مائل کرنے میں تحریراً و تقریراً ساعی رہا۔ اس کے لیے عمدہ القاب وضع کر کے شائع کیے جس پر میری کتاب ''**المعتمدالمستند**'' وغیرہ شاہد ہیں۔

حسد شہرت طلبی سے پیدا ہوتا ہے اور میرے ربِّ کریم کے وجہِ کریمہ کے لیے حمد ہے کہ میں نے کبھی اِس کے لیے خواہش نہ کی بلکہ ہمیشہ اس سے نفور (نفرت کرنے والا) اور گوشہ نشینی کا دلدادہ رہا۔۔۔

(میرا) جلسوں، انجمنوں کے دوروں سے دور رہنا انہیں دو وجہ پر تھا۔

اول: حُبِّ خمول (گمنامی پسندی، شہرت سے دُوری)

دوم: ؎

زمانہ می نخر و عیب و غیر از نیم نیست   کجا برم خرِ خود را باایں کسادِ متاع

(ترجمہ:۔ زمانہ عیب دار کو خریدتا نہیں اور میرے پاس اس کے علاوہ کچھ ہے نہیں، اس کھوٹے سامان کے ساتھ اپنے گدھے کو کہاں لے کر جاؤں)

اور اب تو سالہا سال سے شدتِ ہجومِ کار (کام کی کثرت) و انعدامِ کلی فرصت (اور فرصت کا نہ ہونا) و غلبہ ضعف و نقاہت (کمزوری اور بڑھاپے) نے بالکل ہی بٹھا دیا ہے، جسے میرے احباب نے نازک مزاجی بلکہ بعض حضرات نے غرور و تکبر پر حمل کیا۔ اور **اللہ** اپنے بندہ کی نیت جانتا ہے۔۔۔

(فتاویٰ رضویہ جلد 29 ص 598)

ایثار

''سیرتِ اعلیٰ حضرت'' میں مولانا حسنین رضا خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں

اعلیٰ حضرت قبلہ کی فطرت میں ایثار داخل تھا۔ اس (ایثار) کے لیے پہلے سے کسی تعارُف یا ادنیٰ واسطے اور تعلق کی بھی اصلاً حاجت نہ تھی بلکہ (اعلیٰ حضرت کے نزدیک) ایک شخص کا مسلمان ہونا ہی اُسے بڑی ہمدردی کا مستحق بنا دیتا تھا۔

اس کے بعد مولانا حسنین رضا خان **اعلیٰ حضرت** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایثار پر چند واقعات نقل کرتے ہیں جن میں سے ایک واقعہ یعنی ''اپنے بھائیوں کے لیے جائیداد کا ایثار'' ہم پچھلے صفحات میں پڑھ چکے ہیں، اس کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

ایسا ایثار میری نظر سے نہ گزرا:

ایثار کی ایسی کوئی مثال اس دور میں میری نظر سے نہ گذری۔ **اعلیٰ حضرت** اگر تارک الدنیا (اگرچہ وہ اسے پسند نہ فرماتے تھے) ہو کر ساری

جائیداد بھائیوں کو دے دیتے تو کوئی کمال نہ تھا۔ مگر دُنیا میں رہ کر دُنیا کے اتنی زبردست ٹھوکر جمانا انھیں کا دل گردہ تھا۔ یہ ایثار اُس عمر میں کیا جس عمر میں ہر آدمی امیدوں، آرزوؤں، ارمانوں، امنگوں کی رَو میں بہتا ہے، اس عمر میں اسے بڑا لالچ ہوتا ہے اور تحصیلِ زر کے سلسلے میں حلال وحرام کا امتیاز بھی نہیں کیا جاتا۔

(سیرتِ اعلیٰ حضرت از مولانا حسنین رضا خان مکتبہ برکاتی پبلیشرز ص98)

نفس پر ایثار کرتا ہوں:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے جذبہءِ ایثار کی شہادت اُس خط سے بھی ملتی ہے جو کہ آپ نے خلیفہ تاج الدین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صدر ''انجمنِ نعمانیہ'' لاہور کے نام (اُنکے ایک مُدَرّس عالم دین کے طلب کرنے پر جواب دیتے ہوئے) لکھا۔

اس خط میں جہاں ہم **اعلیٰ حضرت** کے جذبہءِ ایثار کو دیکھتے ہیں وہیں **اعلیٰ حضرت** کے عزیز ترین شاگرد اور خلیفہ مولانا ظفر الدین بہاری مصنف ''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' کی عظمت بھی اُجاگر ہوتی ہے۔

سیدی **اعلیٰ حضرت** تحریر فرماتے ہیں:

بملاحظہ مولانا المکرّم، ذی المجد والکرم، حامیٔ سنت، ماحیٔ بدعت

جناب خلیفہ تاج الدین احمد صاحب زیدہ کرمہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

مکرمی مولانا مولوی محمد ظفر الدین (بہاری) صاحب قادری سلمہٗ فقیر کے یہاں کے اعز (عزیز ترین) طلبہ سے ہیں اور میرے بجانِ عزیز، (جان کی طرح پیارے) ابتدائی کتب کے بعد یہیں تحصیلِ علوم کی، اور اب کئی سال سے میرے مدرسہ میں مدرس، اس کے علاوہ کارِ افتاء میں میرے معین (مددگار) ہیں۔

میں نہیں کہتا کہ جتنی درخواستیں آئی ہوں سب سے یہ زائد (رُتبے والے) ہیں، مگر اتنا ضرور کہوں گا۔۔۔

(1) سُنّی خالص مخلص، نہایت صحیح العقیدہ، ہادی (ہدایت دینے والے) مہدی (ہدایت یافتہ) ہیں

(2) عام درسیات میں بفضلہٖ تعالیٰ عاجز نہیں۔۔۔

(3) مفتی ہیں۔۔۔

(4) مصنف ہیں۔۔۔

(5) واعظ ہیں۔۔۔

(6) مناظرہ بعونہٖ تعالیٰ کر سکتے ہیں۔۔۔

(7) علمائے زمانہ میں علمِ توقیت سے تنہا آگاہ ہیں۔۔۔ (ہندوستان بھر کے نظام الاوقات بنام ''مؤذن الاوقات'' آپ ہی نے مرتب فرمائے)

فقیر آپ کے مدرسہ کو اپنے نفس پر ایثار کر کے اِنہیں آپ کے لئے پیش کرتا ہے، اگر منظور ہو تو فوراً اطلاع دیجئے کہ اپنے ایک اور دوست کو میں نے روک رکھا ہے کہ اِن کی جگہ پر مقرر کروں، اگرچہ دو عظیم کام یعنی ''اِفتاء'' و ''توقیت'' اور ان سے اہم ''تصنیف'' میں وہ (نئے صاحب) ابھی ہاتھ نہیں بٹا سکتے، اسی طرح وعظ و مناظرہ بھی نہیں کر سکتے مگر یہ (مولانا ظفر الدین بہاری صاحب) وہاں گئے تو جس نے اِنہیں اِن کاموں (کے کرنے) کا اپنے کرم سے بنا دیا ہے اُن کو بھی بنا سکتا ہے۔ والسلام

فقیر احمد رضا قادری بقلمِ خود

۵ شعبانُ المکرّم ۱۳۲۸ھ

(مکتوباتِ امام احمد رضا خان از مولانا پیر محمود احمد قادری مکتبہ نبویہ لاہور ص 104,105)

وہ چیز دی جو صرف اپنے لیے تیار کی تھی:

اعلیٰ حضرت کے جذبہء ایثار کی ایک جھلک اُس مکتوب میں بھی نظر آتی ہے جو آپ نے حضرت **مولانا محمود جان صاحب** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام 1339ھ میں لکھا۔

تحریر فرماتے ہیں:

''۔۔۔۔ بھائی سلیمان صاحب نے مجھ سے تعویز مانگا تھا، میں آجکل لکھ نہیں سکتا، لہٰذا سب سے بہتر ان کی خاطر یہی میرے سمجھ میں آئی کہ خاص اپنے لئے جو عظیم تعویز 784 خانے کا تیار کیا تھا، ان کی نذر کروں، زندگی اگر باقی ہے تو اپنے لئے اور تیار کر لیا جائے گا۔

اس تعویذ کے منافع وسعتِ رزق و بلندیٔ مرتبہ و استقامتِ دینِ حق و رحمتِ الٰہی ہیں۔ایک دن کامل کی محنت میں لکھا جاتا ہے۔ میں نے بھائی سلیمان صاحب کو وہ چیز دی جو عمر بھر میں صرف اپنے لیے تیار کی تھی اور کسی کو نہ دی تھی، آپ کے فرمانے کی اسی قدر تعمیل کر سکا۔''

(مکتوبات امام احمد رضا خان از مولانا محمود احمد قادری مکتبہ نبویہ لاہور ص 26)

بلا تکلف (تعویذ) پیش کر دیا:

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ صرف خود ایثار کا پیکر تھے بلکہ اپنے غلاموں کو بھی ایثار کی تلقین کیا کرتے تھے۔ چنانچہ جنابِ سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ:

ایک روز سیدی **اعلیٰ حضرت** نے برادرم قناعت علی سے ارشاد فرمایا کہ: مجھے چھ تعویذات باہر بھیجنا ہیں، سوا سال کے بعد ان کا تقاضا آیا

ہے، لہٰذا انہیں تیار کر دیا جائے اور بھرنے کا طریقہ تفہیم فرما دیا۔

اُس زمانے میں ایک حکیم صاحب مولوی عبدالسبحان نامی بمبئی سے باارادہ تحصیل علم جفر (علمِ نجوم) عرصے سے (**اعلیٰ حضرت** کے) آستانہ عالیہ پر مقیم تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضور اجازت ہو تو میں بھی تیار کروں۔ **اعلیٰ حضرت** نے ان کو بھی اجازت عطا فرمائی۔ غرض دونوں نے لکھنا شروع کیا، دن بھر میں قناعت علی نے تین تعویذ لکھے اور حکیم صاحب نے چار، مگر وہ (حکیم صاحب نے) غلط بھرے تھے اور قناعت علی نے صحیح، لہٰذا حکیم صاحب کو دوبارہ محنت کرنا پڑی۔

ہر تعویذ ایک گز طول (لمبائی) اور پون گز عرض (چوڑائی) میں تھا۔ بعدِ تکمیل چھ (تعویذات) **اعلیٰ حضرت** نے باہر روانہ فرما دیئے اور ایک تعویذ پر کچھ پڑھتے ہوئے اور لپیٹتے ہوئے تشریف لائے اور برادرم قناعت علی کو وہ تعویذ عطا فرمایا اور ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اسے موم جامہ کر کے گلے میں ڈال لیجئے مگر ڈورا اتنا رکھا جائے کہ تعویذ سینہ پر اُس جگہ رہے جہاں گڑھا ہوتا ہے (یعنی سینے کے درمیان میں) یہ تعویذ آپ کی ہر قسم کی تکالیف کو رفع فرمائے گا۔ انہوں نے حسبُ الارشاد تعمیل کی، اور تعویذ باقاعدہ سلوا کر گلے میں ڈال لیا۔

ابھی کچھ دن گذرے تھے کہ **اعلیٰ حضرت** نے قناعت علی سے فرمایا میں نے اس تعویذ کا جو آپ کے پاس ہے ایک صاحب سے وعدہ کر لیا ہے، اُنہوں (سید قناعت علی) نے بلا تاخیر گلے سے اتار کر پیش کر دیا۔ (مرید ہو تو ایسا) **اعلیٰ حضرت** نے ارشاد فرمایا یہ تعویذ آپ کے ہاتھ کا تھا اب میں اپنے ہاتھ سے تعویذ لکھ کر دوں گا مگر یاد دلاتے رہنا۔ پھر اُسی روز بعدِ عشاء برادرم قناعت علی سے فرمایا آپ کو تعویذ (دے دینے) کی تکلیف تو ہوئی ہوگی؟ انہوں نے دست بستہ عرض کیا:

''حضور مجھے مطلقاً تکلیف نہیں ہوئی، وہ یوں کہ اگر میں نہ دیتا تو آپ کو تکلیف ہوتی لہٰذا اس تعویذ سے مجھے کوئی فائدہ نہ ہوتا، بخلاف اس کے کہ دے دیا تو آپ خوش ہو جائیں گے، اس لیے اسی کو ترجیح دی اور بلا تکلف پیش کر دیا، اب میرے پاس ہو یا نہ ہو مجھے آپ کی دعا کی برکت سے وہی سب فائدے حاصل ہوں گے جو اس تعویذ کے ہیں''۔

یہ سن کر حضورِ **اعلیٰ حضرت** نے (وفورِ مسرت سے) کچھ پڑھا اور آسمان کی طرف دیکھا اور برادرم قناعت علی کو سینہ سے لگا لیا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص.742)

شجاعت

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے اوصاف میں ایک وصف آپ کی شجاعت بھی ہے۔ آپ کی شجاعت کی ایک جھلک اس واقعہ میں بھی ملتی ہے۔

ڈاکو قدموں پر:

1323ھ کا واقعہ ہے کہ مولانا شاہ وصی احمد صاحب محدثِ سورتی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحبزادے حضرت مولانا الحاج عبدالاَحد صاحب پیلی بھیتی کی شادی ''گنج مرادآباد شریف'' میں حضرت مولانا **شاہ فضل رحمٰن صاحب** گنج مرادآبادی علیہ الرحمہ کی نواسی یعنی مولوی عبدالکریم صاحب کی صاحبزادی حمیدہ خاتون سے ہوئی۔

اعلیٰ حضرت بھی اس بارات میں تشریف فرما تھے۔ واپسی پر آپ کی بارات رخصت ہوکر اُس زمانے کے ریلوے اسٹیشن ''مادھوگنج'' (جو کہ گنج مرادآباد سے کافی دور تھا) جانے کے لیے روانہ ہوئی۔

اسٹیشن سے تین میل پہلے ہی مغرب کا وقت ہوگیا، سب نے نماز مغرب **اعلیٰ حضرت** کی اقتدا میں جماعت کے ساتھ ادا کی، جنگل کا راستہ اور قریب کا گاؤں ڈاکوؤں کی بستی مشہور تھا۔ اُس گاؤں کے ایک شخص نے آکر یہ اطلاع دی کہ بارات واپس (گنج مرادآباد) لے جایئے کہ رات ہوچکی ہے، راستہ خطرناک ہے، اور یہ قریب کا گاؤں تو ڈاکوؤں کا گاؤں مشہور ہے۔ میں حضرت گنج مرادآبادی کا مرید ہوں اور یہ بارات چونکہ وہیں سے آرہی ہے، اس ناطے سے میں یہ مشورہ دے رہا ہوں۔

حضور محدثِ سورتی صاحب نے **اعلیٰ حضرت** سے عرض کی کہ اب آپ جو حکم فرمائیں وہ کیا جائے۔ **اعلیٰ حضرت** نے ارشاد فرمایا: **اللہ اور اس کا رسول ہماری مدد فرمائے گا جل مجدہٗ وتعالیٰ شانہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم۔**

اعلیٰ حضرت کے حکم سے بارات اسٹیشن کی طرف چلدی، کچھ ہی فاصلے کے بعد سامنے سے مسلّح ڈاکوؤں کا ایک گروہ آتا ہوا دکھائی دیا، **اعلیٰ حضرت** نے ارشاد فرمایا '' **حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْل** '' اور بارات کو وہیں روک کر بذاتِ خود ان ڈاکوؤں کی طرف چلدیئے۔ ڈاکوؤں نے جب آپ کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو وہ سب وہیں ٹھہر گئے۔

اعلیٰ حضرت نے ان کے قریب جاکر ان ڈاکوؤں کو مخاطب کرکے فرمایا:

اے رہزنو! ہم تمہارے علاقے کے ایک بزرگ کی نواسی کو بیاہ کرلئے جارہے ہیں، تمہارا تو یہ کام ہونا چاہیے تھا کہ اس بارات کو اسٹیشن تک پہنچانے میں رہبری کرتے نہ کہ رہزنی۔

کیا ایسی حالت میں تم بارات کو لوٹنا مناسب سمجھتے ہو۔ خدا تعالیٰ کے خوف سے ڈرو۔ اور اپنے رب کے حضور توبہ کرو اور اس وقت کو غنیمت جانو۔۔۔

''ھدا کُمُ اللہ تَعَالیٰ اِلَی الصِّر اطِ اَلْمُسْتَقِیْم

(اللہ تعالیٰ تمہیں سیدھے راستے کی ہدایت عطاء فرمائے)

اعلیٰ حضرت کے اس فرمان کا ڈاکوؤں پر خاص اثر ہوا اور سب ڈاکوؤں پر اس شیرِ حق کا رعب چھا گیا اور اُن کے ہر فرد پر **اعلیٰ حضرت**

کی کرامت سے لرزہ طاری ہوگیا اور سب کے سب اُسی وقت اپنے ناپاک خیال سے باز آئے اور معافی چاہی اور توفیقِ الٰہی سے کل افراد **اعلیٰ حضرت** کے ہاتھ پر تائب ہوئے جن کی تعداد چالیس تھی اور سب نے داخل **سلسلہء عالیہ رضویہ** ہونے کا شرف حاصل کیا۔

(یہ واقعہ سرکارِ غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اُس واقعہ کی یاد دلاتا ہے جس میں چالیس ڈاکو سرکارِ غوث پاک کے دستِ حق پرست پر تائب ہوئے۔)

(تجلیات امام احمد رضا از مولانا امانت رسول قادری مکتبہ برکاتی پبلیشرز ص 72)

قوتِ حافظہ

اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے بے مثال قوتِ حافظہ عطا فرمائی تھی۔ آپ کی بے مثال ذہانت، فطانت، اور قوتِ حافظہ کے کمالات ہم آپ کے ابتدائی حالات میں پڑھ چکے ہیں۔ مزید کچھ واقعات پیشِ خدمت ہیں جن سے اُن کی اس بے مثال قوتِ حافظہ کا اندازہ ہوتا ہے۔

ایک چوتھائی سے زیادہ کتاب نہ پڑھتے:

نواب وحید احمد خاں صاحب رضوی بریلوی تحریر فرماتے ہیں کہ: مولوی احسان حسین صاحب مرحوم (جو کہ بچپن میں اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہم سبق رہ چکے تھے) فرمایا کرتے تھے کہ:

میں **اعلیٰ حضرت** کا ابتدائی تعلیمِ عربی میں ہم سبق رہا ہوں۔ شروع ہی سے **اعلیٰ حضرت** کی ذہانت کا یہ حال تھا کہ استاد سے کبھی بھی رُبع (چوتھائی) کتاب سے زائد نہیں پڑھی۔ ایک رُبع کتاب استاد سے پڑھنے کے بعد بقیہ تمام کتاب از خود پڑھ کر اور یاد کر کے سنادیا کرتے تھے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص 100)

ایک ماہ میں قرآن حفظ:

تقویٰ کی فصل میں ہم پڑھ چکے ہیں کہ **اعلیٰ حضرت** نے کیسے قرآن پاک حفظ کیا، اب اس فصل کی مناسبت سے اسی واقعہ کو ایک دوسرے راوی جنابِ سید ایوب علی رضوی صاحب کی روایت سے بھی ملاحظہ کرتے ہیں۔۔۔

وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک روز **سیدی اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا:

بعض ناواقف حضرات میرے نام کے ساتھ حافظ لکھ دیا کرتے ہیں، جبکہ میں اس لقب کا اہل نہیں ہوں، یہ ضرور ہے کہ اگر کوئی حافظ صاحب کلامِ پاک کا کوئی رکوع ایک بار پڑھ کر مجھے سنادیں تو وہی رکوع دوبارہ مجھ سے سن لیں۔ (یعنی صرف سن لینے سے یاد ہوجائے) اور اسی دن سے آپ نے (قرآن پاک کا) دور شروع فرمادیا۔ جس کا وقت غالباً صرف عشاء کا وضو فرمانے کے بعد سے جماعت قائم ہونے تک مخصوص تھا۔ اس لئے کہ پہلے روز کا شانہء اقدس سے (مسجد کی طرف) آتے وقت ''سورۃ ءبقرہ'' شریف کی تلاوت (زبان پر) تھی اور تیسرے روز تیسرا پارہ قراءت میں تھا۔

جس سے پتا چلا کہ روزانہ ایک پارہ یاد فرمالیا کرتے تھے، یہاں تک کہ تیسویں روز تیسواں پارہ سننے میں آیا۔ چنانچہ آئندہ ایک موقع پر اس کی تصدیق بھی ہوگئی، الفاظ ارشاد عالی کے یاد نہیں ہیں مگر کچھ اسی طرح فرمایا کہ:

''بحمد اللہ میں نے کلام پاک بالترتیب بکوشش یاد کرلیا، اور یہ اس لئے کہ اُن بندگان خدا کا کہنا (جو مجھے حافظ کہتے ہیں) غلط ثابت نہ ہو''

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص 101)

اس واقعہ پر غور کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ **اعلیٰ حضرت** نے قرآن پاک غالبًا صرف تیس گھنٹوں میں حفظ کیا ہے۔

وھی رکوع پڑھ دیا :

مولانا محمد حسین صاحب میرٹھی کا مشاہدہ بھی اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ **اعلیٰ حضرت** صرف قرآنِ پاک سن کر ہی یاد کرلیا کرتے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ:

میں ایک مرتبہ ماہِ رمضان شریف میں **اعلیٰ حضرت** کی مسجد میں معتکف تھا۔ سحری کے وقت قرآنِ پاک کی تلاوت میں مشغول تھا کہ پڑھتے ہوئے میں نے غلطی کی، **اعلیٰ حضرت** قریب ہی آرام فرمارہے تھے مگر بیدار تھے۔ آپ نے مجھے وہ غلطی بتائی میں نے دوبارہ پڑھا فرمایا اب مجھ سے سنو اور وہی رکوع پڑھ دیا۔ بعدہٗ صبح کی نماز میں بھی آپ نے بلاتکلف وہ رکوع پڑھ دیا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص 101)

مضمون عمر بھر کے لیے محفوظ ھو گیا:

''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' میں مولانا ظفر الدین بہاری صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:

ایک مرتبہ **اعلیٰ حضرت** پیلی بھیت تشریف لے گئے اور حضرت **مولانا شاہ وصی احمد صاحب محدث سورتی** علیہ الرحمہ کے مہمان ہوئے، اثنائے گفتگو میں '' **عقودُ الدَرِیۃُ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ** '' کا ذکر نکلا، حضرت محدث سورتی صاحب نے فرمایا کہ: میرے کتب خانے میں موجود ہے۔ **اعلیٰ حضرت** کے کتب خانے میں اگرچہ کتابوں کا کافی ذخیرہ تھا اور ہر سال معقول رقم کی نئی نئی کتابیں بھی آیا کرتی تھیں، مگر اس وقت تک '' **عقود الدریہ** '' منگوانے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔

اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا: میں نے یہ کتاب نہیں دیکھی ہے، جاتے وقت میرے ساتھ کر دیجئے گا۔ حضرت محدثِ سورتی صاحب نے بخوشی قبول کیا اور کتاب لا کر حاضر کر دی، مگر ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ ''جب آپ ملاحظہ فرمالیں تو واپس بھیج دیجئے گا، اس لیے کہ آپ کے یہاں تو بہت کتابیں ہیں میرے پاس یہی گنتی کی چند کتابیں ہیں جن سے فتویٰ دیا کرتا ہوں۔''

اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا: اچھا!، آپ کا قصد اُسی دن واپسی بریلی شریف جانے کا تھا مگر **اعلیٰ حضرت** کے ایک جان نثار مرید نے آپ کی اگلے دن دعوت رکھ دی جس کی وجہ سے پیلی بھیت میں مزید ایک رات رکنا پڑا، رات کو **اعلیٰ حضرت** نے '' **عقود الدریہ** '' کو

(جو کہ ایک ضخیم کتاب دو جلدوں میں تھی) ملاحظہ فرمالیا۔

دوسرے دن دو پہر کے بعد ظہر کی نماز پڑھ کر گاڑی کا وقت تھا۔آپ نے بریلی شریف روانگی کا قصد فرمایا، جب اسباب درست کیا جانے لگا تو ''**عقود الدریہ**'' کو بجائے سامان میں رکھنے کے فرمایا کہ ''محدث صاحب کو واپس دے آؤ''۔ مجھے (مولانا ظفرالدین بہاری) تعجب ہوا کہ قصد تو لے جانے کا تھا واپس کیوں فرما رہے ہیں۔لیکن کچھ بولنے کی ہمت نہ ہوئی، میں حضرت محدث سورتی کی خدمت میں حاضر ہوا، وہ **اعلیٰ حضرت** سے ملنے اور اسٹیشن تک ساتھ جانے کے لیے زنانہ مکان سے تشریف لا ہی رہے تھے کہ میں نے **اعلیٰ حضرت** کا ارشاد فرمایا ہوا جملہ عرض کیا (کہ یہ کتاب محدث صاحب کو واپس دے آؤ)۔

حضرت مولانا شاہ وصی احمد صاحب محدثِ سورتی بڑے حیران ہوئے کہ یہ کتاب تو **اعلیٰ حضرت** نے بریلی شریف ساتھ لے کر جانا تھی واپس کیوں کردی؟ چنانچہ آپ میرے ساتھ ہی **اعلیٰ حضرت** کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میرے اس کہنے کا کہ ''جب ملاحظہ فرمالیں تو بھیج دیجئے گا'' کا شاید آپ کو ملال ہوا کہ اِس کتاب کو واپس کیا''۔

اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا: قصد بریلی ساتھ لے جانے کا ہی تھا، اور اگر کل جاتا تو ساتھ لے جاتا۔لیکن جب کل جانا نہ ہوا تو شب میں اور صبح کے وقت پوری کتاب دیکھ لی، اب لے جانے کی ضرورت نہ رہی۔حضرت محدث سورتی صاحب نے فرمایا: بس ایک مرتبہ دیکھ لینا کافی ہو گیا؟ **اعلیٰ حضرت** نے فرمایا:

اللہ عزوجل کے فضل و کرم سے امید ہے کہ دو تین مہینہ تک تو (اس کتاب میں سے) جہاں کی عبارت کی ضرورت ہو گی فتاویٰ میں لکھ دوں گا، اور مضمون تو ان شاءاللہ تعالیٰ عمر بھر کے لیے محفوظ ہو گیا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفرالدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص 103)

محدثِ اعظم ھند کا بیان :

خلیفہءِ **اعلیٰ حضرت** حضرتِ محدثِ اعظم ہند ابوالمحامد سید محمد محدثِ کچھوچھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو کہ کچھ عرصے کے لیے **اعلیٰ حضرت**، امامِ اہلسنت کی بارگاہ میں افتاء کی تربیت حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوئے تھے، اپنے اس یادگار دور کا تذکرہ اپنے خطبہءِ صدارت میں کرتے ہیں جو کہ آپ نے جشنِ یوم ولادتِ **اعلیٰ حضرت** منعقدہ ماہِ شوال سن 1379ھ ناگپور میں ارشاد فرمایا۔

اس خطبے میں **اعلیٰ حضرت** علیہ الرحمہ کی بہت سی خصوصیات کا تذکرہ آپ نے فرمایا جن میں سے ایک آپ کی قوتِ حافظہ بھی ہے۔آیئے ہم بھی محدثِ اعظم ہند ہی کی زبانی یہ تذکرہ سنتے ہیں۔۔۔

دریائے علم کے ساحل کو پالیا

آج میں آپکو جگ بیتی بلکہ آپ بیتی سنا رہا ہوں کہ:

جب تکمیل درسِ نظامی وتکمیلِ درسِ حدیث کے بعد میرے مُربّیوں (سرپرستوں) نے کارافتاء کے لیے **اعلیٰ حضرت** کے حوالے کیاتو زندگی کی یہی گھڑیاں میرے لئے سرمایہءحیات ہوگئیں اور میں محسوس کرنے لگا کہ آج تک جو کچھ پڑھا تھا وہ کچھ نہ تھا اور اب ایک **دریائے علم کے ساحل کو پالیا ہے۔** علم کوراسخ فرمانااورایمان کورگ وپے میں اتاردینااورصحیح علم دے کرنفس کاتزکیہ فرمادینا یہ وہ کرامت تھی جو ہر ہرمنٹ پرصادرہوتی رہتی تھی۔۔۔

ایک وقت میں کئی کام:

(اعلیٰ حضرت کی) عادتِ کریمہ یہ تھی کہ استفسار (سوالات) ایک ایک مفتی کوتقسیم فرمادیتے اور پھر ہم لوگ دن بھرمحنت کر کے جوابات مرتب کرتے، پھرعصر ومغرب کے درمیانی مختصر ساعت (وقت) میں ہرایک سے پہلے استفتا (یعنی سوال) پھر (جوابی) فتوے سماعت فرماتے، اور بیک وقت سب کی سنتے، اُسی مختصروقت میں مصنفین اپنی تصنیف دکھاتے، زبانی سوال کرنے والوں کوبھی اجازت تھی کہ جو کہنا ہوکہیں اور جوسنانا ہوسنائیں۔

اتنی آوازیں، اس قدر جداگانہ باتیں، اورصرف ایک ذات کوسب کی طرف توجہ فرمانا، جوابات کی تصحیح وتصدیق واصلاح۔۔۔ مصنفین کی تائیدوتصحیحِ اغلاط۔۔۔ زبانی سوالات کاتشفی بخش جواب عطاہورہاہےاورفلسفیوں کےاس خبط (غلط نظریے کی) کہ

لا یصدر عن الواحد الا الواحد

(کہ ایک شخص ایک وقت میں ایک ہی کام کرسکتا ہے)

کی دھجیاں اڑرہیں۔ جس ہنگامہءسوالات وجوابات میں بڑے بڑے اکابرِعلم وفن سرتھام کرچپ ہوجاتے ہیں کہ کس کی سنیں اورکس کی نہ سُنیں، وہاں سب کی شنوائی ہوتی تھی، اورسب کی اصلاح فرمادی جاتی تھی، یہاں تک کہ ادبی خطابھی نظرپڑجاتی تواسکوبھی دُرُست فرمادیاکرتے تھے۔۔۔

چودہ سو برس کی کتابیں حفظ تھیں:

یہ چیزروزپیش آتی تھی کہ تکمیلِ جواب کے لیے جُزئیاتِ فقہ کی تلاش میں جولوگ تھک جاتے تو (آپ کی بارگاہ میں) عرض کرتے، آپ اُسی وقت (ارشاد) فرمادیتے کہ ''**ردُّ المحتار**'' جلد فلاں کے صفحہ فلاں کی سطرفلاں میں ان لفظوں کیساتھ جزئیہ موجود ہے۔ ''**دُرِّمختار**'' کے فلاں صفحہ، سطر میں یہ عبارت ہے، ''**عالمگیری**'' میں بقیدِ جلد وصفحہ وسطر یہ الفاظ موجود ہیں، ''**ہندیہ**'' میں یہ ہیں، ''**مبسوط**'' میں یہ ہیں۔ ہر حوالہ اور کتاب کی اصل عبارت بقیدِصفحہ وسطر ارشادفرمادیتے۔ اب جوکتابوں میں جاکر دیکھتے توصفحہ وسطروعبارت وہیں پاتے جو**اعلیٰ حضرت** نے زبانی ارشادفرمایا تھا (سبحان اللہ) اِس کوآپ زیادہ سے زیادہ یہی کہہ سکتے ہیں کہ خدادادقوتِ حافظہ سے ساری چودہ سو برس کی کتابیں حفظ تھیں۔۔۔

ہر حوالہ صفحہ و سطر کے ساتھ یاد تھا:

یہ چیز بھی اپنی جگہ پر حیرت ناک ہے، مگر میں تو یہ کہہ سکتا ہوں کہ حافظِ قرآن نے سالہا سال قرآنِ عظیم کو پڑھ کر حفظ کیا، روزانہ دہرایا، ایک ایک دن میں سوسو بار دیکھا، حافظ ہوا، محراب سنانے کی تیاری میں سارا سارا دن کاٹ دیا اور صرف ایک کتاب سے واسطہ رکھا۔ حفظ کے بعد بھی سالہا سال یہی مشغلہ رہا، ہوسکتا ہے کہ کسی حافظ کو تراویح میں لقمے کی حاجت نہ پڑی ہو، اگرچہ کوئی ایسا دیکھا نہیں گیا، اور ہو سکتا ہے کہ حافظ صاحب کسی آیتِ کریمہ کو سن کر اتنا یاد رکھیں کہ اُن کے پاس جو قرآن کریم ہے اس میں سے یہ بتا سکیں کہ یہ آیتِ کریمہ داہنی جانب ہے یا بائیں جانب ہے، گو یہ بھی بہت نادر چیز ہے، مگر یہ تو عادتاً محال اور بالکل محال ہے کہ آیتِ قرآنیہ کے صفحہ وسطر کو بتایا جا سکے۔۔۔

تو کوئی بتائے کہ تمام کتبِ متداولہ وغیر متداولہ کے ہر ہر جملہ کو بقیدِ صفحہ وسطر بتانے والا کیسا ہوگا؟ پورے اسلامی کتب خانے کا حافظ صرف آپ ہی کی ذات تھی۔ بلکہ میں تو یوں کہوں گا کہ یہ **اعلیٰ حضرت** کی اعلیٰ کرامت کا نمونہ ہے کہ جس کے بلند مقام کو بیان کرنے کے لیے اب تک اربابِ لغت واصطلاح لفظ پانے سے عاجز رہے ہیں۔۔۔

یہ خواهش ہمیشہ نا کام رہی:

مجھے اپنی یہ شرارت یاد ہے کہ جان بوجھ کر اپنے جانے بوجھے جزئیاتِ فقہ کو دریافت کرتا تو **اعلیٰ حضرت** مسکرا کر بتادیتے اور مزید حوالے بھی عطا فرماتے۔ مع صفحہ وسطر وعبارت نوٹ کر لیتا کہ شائد کبھی صفحہ وسطر یا عبارت کسی لفظ ونقطہ کی بھول ہو جائے مگر آج میں بڑی مسرت کے ساتھ باقرارِ صالح اپنا بیان دیتا ہوں کہ میری یہ شریرانہ خواہش ہمیشہ ناکام رہی۔۔۔

ایک ایک نام یاد رہا :

چونکہ میں نے حساب کی تعلیم سکولی طور پر پائی تھی، لہٰذا فرائض (علمُ المیراث) کے حساب کی مشق بڑھی ہوئی تھی اور ایسے استفتاء (سوالات) میرے سپرد فرماتے تھے۔۔۔

ایک مرتبہ پندرہ بطن کا مُناسخہ (فقہِ اسلامی کا وہ قاعدہ جس کی رو سے وارثوں کے حصے ٹھہرائے جاتے ہیں) آیا۔ ظاہر ہے کہ مورثِ اعلیٰ کی پندرھویں پشت میں درجنوں ورثاء ہوں گے، مجھ کو اس کے جواب میں دورات اور ایک دن مسلسل سخت محنت کرنا پڑی، اور آنہ پائی (پیسے پیسے) سے درجنوں ورثاء کے حق کو قلمبند کر لیا۔۔۔

نمازِ عصر کے بعد بیٹھا کہ استفتاء سناؤں، وہ بہت طویل تھا، فلاں مرا اور فلاں کو وارث چھوڑا، پھر فلاں مرا اور اس نے اتنے وارث چھوڑے۔ اس میں صرف ناموں کی تعداد اتنی بڑی تھی کہ فل سکیپ سائز کے دو صفحے بھرے ہوئے تھے۔ اِدھر استفسار ختم ہوا اُدھر بلا کسی تاخیر کے ارشاد فرمایا:

آپ نے فلاں کو اتنا اور فلاں کو اتنا حصہ دیا اور درجنوں نام بنام لوگوں کا حصہ (اعلیٰ حضرت نے بغیر کسی تردد کے) بتا دیا۔

اب میں حیران و ششدر کہ استفتاء کو بیس مرتبہ تو میں نے پڑھا ہر ایک نام کو بار بار پڑھ کر ان کا حصہ قلمبند کیا لیکن مجھ سے صرف سب الاحیاء (زندوں) کا نام کوئی پوچھے تو بغیر استفتا اور جواب کو دیکھے نہیں بتا سکتا، یہ کیا تبحر، کیا وسعتِ ادراک ہے، توبہ! توبہ! یہ کتنی شاندار کرامت ہے، کہ ایک بار استفتاء سنا تو درجنوں ورثاء کا ایک ایک نام یاد رہا اور ہر ایک کا صحیح حصہ اس طرح بتا دیا کہ جیسے کئی مہینے تک کوشش کر کے حصہ و نام کو رَٹ لیا گیا ہو۔۔۔

کیا اس علم کا کوئی حصہ عطا ہو گا؟

میں اس سرکار (بارگاہِ اعلیٰ حضرت) میں (سیدزادہ ہونے کی وجہ سے) کسی قدر شوخ تھا یا شوخ بنا دیا گیا تھا۔ اپنا جواب اعلیٰ حضرت کی نشست کی چارپائی پر رکھ کر عرض کرنے لگا کہ:

''حضور! کیا اس علم کا کوئی حصہ عطا ہو گا جس کا علمائے کرام میں نشان بھی نہیں ملتا''

مسکرا کر فرمایا کہ ''میرے پاس علم کہاں جو کسی کو دوں یہ تو آپ کے جدامجد سرکارِ غوثیت کا فضل و کرم ہے اور کچھ نہیں''۔ یہ جواب مجھ ننگِ خاندان کے لئے تازیانہ ءعبرت بھی تھا کہ لوٹنے والے لوٹ کر خزانے والے ہو گئے اور میں ''پدرم سلطان بود'' کے نشہ میں پڑا رہا، اور یہ جواب اس کا بھی نشان دیتا تھا کہ علمِ راسخ والے مقامِ تواضع میں کیا ہو کر اپنے آپ کو کیا کہتے ہیں، یہ شوخی میں نے بار بار کی اور یہی جواب عطا ہوتا رہا اور ہر مرتبہ میں ایسا ہو گیا کہ میرے وجود کے سارے کل پرزے معطل ہو گئے۔

(انوارِ رضا مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور ص264-265)

بیک وقت چار افراد کو لکھواتے:

آیئے ایک اور شاہد کی زبانی بھی اعلیٰ حضرت کی قوتِ حافظہ کے کمالات سنتے ہیں۔۔۔

جناب مولانا محمد حسین صاحب میرٹھی فرماتے ہیں کہ:

میں ایک مرتبہ میرٹھ سے بریلی گیا، معلوم ہوا (اعلیٰ حضرت کی) طبیعت ناساز ہے، ڈاکٹروں نے ملنے اور باتیں کرنے کو منع کر دیا ہے، اس وجہ سے شہر سے باہر ایک کوٹھی (پیلی کوٹھی) میں مقیم ہیں۔ اور وہاں عام لوگوں کو جانے کی اجازت نہیں ہے مگر چونکہ مجھ سے لوگ واقف تھے مجھے پتا بتا دیا۔

جب میں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ کوٹھی کا دروازہ بند ہے، دستک دینے پر ایک صاحب آئے اور نام پوچھ کر اندر اطلاع کو گئے، جب وہاں سے اجازت ملی تب آ کر دروازہ کھولا (اندر گیا تو) دیکھا بڑا مکان ہے اور صرف دو ایک آدمی ہیں، نماز مغرب پڑھ کر اعلیٰ حضرت اپنے پلنگ پر رونق افروز ہوئے، ہم لوگ کرسیوں پر بیٹھے، کچھ دیر کے بعد چار اصحاب مزید تشریف لائے۔

مفتیٔ اعظم حضرت مولانا **محمد مصطفیٰ رضا خاں۔۔۔صدر الشریعہ جناب حضرت مولانا محمد امجد علی اعظمی صاحب۔۔۔حضرت مولانا حشمت علی لکھنوی صاحب۔۔۔**چوتھے ایک اور کوئی صاحب۔

یہ چاروں صاحبان **اعلیٰ حضرت** کے پلنگ کے پاس جو کرسیاں تھیں اُن پر بیٹھ گئے۔**اعلیٰ حضرت** نے ایک گڈی (بنڈل) خطوط کی مولانا **امجد علی اعظمی صاحب** کو دے کر فرمایا:''آج تیس خطوط آئے تھے ایک میں نے کھول لیا ہے یہ 29 گن لیجئے''۔

انہوں نے 29 گن کر (یہ خطوط چاروں صاحبان میں تقسیم کر دیئے تاکہ ہر ایک اپنا خط سنا کر اُس کا جواب لکھ سکے اور خود مولانا **امجد علی اعظمی صاحب** نے) ایک (خط کا) لفافہ کھولا جس میں کئی ورق پر چند سوالات تھے، وہ سب سوالات سنائے، **اعلیٰ حضرت** نے پہلے سوال کے جواب میں ایک فقرہ ارشاد فرمایا، مولانا **امجد علی اعظمی صاحب** لکھنے لگے اور لکھ کر عرض کی جی حضور! **اعلیٰ حضرت** نے اُس کے آگے ایک اور فقرہ ارشاد فرمایا، وہ لکھ کر پھر کہتے جی حضور! اور آپ سلسلہ وار اُس کے آگے کا فقرہ فرمایا دیا کرتے۔

اور دوسرے صاحب نے (حضرت مولانا **امجد علی اعظمی صاحب** کے وہ فقرہ لکھنے کے بعد) حضور کہنے کے درمیان میں اپنا خط سنانا شروع کر دیا، جب یہ (**مولانا امجد علی اعظمی صاحب**) حضور کہتے یہ (دوسرے صاحب) رک جاتے اور جب یہ (دوسرے صاحب) فقرہ سن کر لکھنے لگتے تو وہ (**مولانا امجد علی اعظمی صاحب**) اپنا خط سنانے لگتے۔

اب دونوں صاحب اپنا اپنا فقرہ ختم کرنے کے بعد حضور! کہتے، اور جواب ملنے پر لکھنا شروع کر دیتے۔اسی حالت میں ان دو حضور! حضور! سے جتنا وقت بچتا اس میں تیسرے صاحب نے اپنا خط سنانا شروع کر دیا۔اور اُن تیسرے صاحب نے بھی اِسی طرح ختم کر کے جواب لکھنا شروع کر دیا۔اب چوتھے صاحب نے ان تین حضور! حضور! حضور! کے کے درمیان جو وقت بچتا، اپنا خط سنانا شروع کر دیا۔یہ دیکھ کر مجھے حقیقتاً پسینہ آ گیا۔

اتنے میں ایک اور صاحب نے جو میرے قریب ہی بیٹھے تھے اِسی حالت میں کچھ مسئلے پوچھنے شروع کر دیئے، جنہیں سن کر مجھے بہت ملال اور غصہ آیا کہ اِس شخص کو ایسی مصروفیت کی حالت میں سوال کرنے کا کچھ خیال نہیں، مگر **اعلیٰ حضرت** نے ذرہ بھر بھی ملال نہ فرمایا اور بہت اطمینان سے اُن کو بھی برابر جوابات دیئے۔(میں مجسمہء حیرت بنے اس منظر کو دیکھ رہا تھا کیونکہ میں نے اپنی عمر میں ایسے بے مثال حافظے کا کوئی شخص نہیں دیکھا تھا) اسی طرح وہ 29 خطوط پورے کئے گئے اور معلوم ہوا کہ ڈاکٹروں کے کام اور بات کرنے کو منع کرنے کے جواب میں **اعلیٰ حضرت** نے صرف یہ مان لیا تھا کہ شب کو اپنے ہاتھ سے تحریر نہ فرمائیں گے، اِس کا یہ اہتمام تھا (یعنی رات میں دوسروں کو لکھوا دیا کرتے تھے) اور دن بھر خود تحریر فرمایا کرتے تھے اور اس قدر جلد تحریر فرماتے تھے کہ کئی کئی شخصوں کو **اعلیٰ حضرت** کے ایک دن کے لکھے کی نقل کرنا دشوار ہوتا اور شب کو اس طرح کام کیا جاتا تھا۔۔۔۔اللہ! اللہ!

کس وقت صفحہ و سطر گنے تھے:

میرے بریلی قیام کے زمانے میں حضرت کا ماءُالجُبُن (ایک علاج کا نام) ہوا جس میں 20 مُسہل ہوتے ہیں (یعنی بیس مرتبہ دست آور دوادی جاتی ہے)، مگر تحریری کام مسلسل جاری رہا۔ عزیزوں نے یہ دیکھ کر منع کیا مگر نہ مانے۔ انہوں نے طبیب صاحب سے کہا کہ مسہل کے دن بھی برابر لکھتے ہیں، آنکھوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ طبیب صاحب نے بہت سمجھایا تو یہ ارشاد فرمایا:

اچھا مسہل کے دن میں خود نہیں لکھوں گا، دوسروں سے لکھوا دیا کروں گا، پھر اس کا یہ انتظام کیا گیا کہ ایک مکان میں چند الماریاں لگا کر اس میں کتابیں رکھ دی گئیں، مسہل کے دن حضرت اس مکان میں تشریف لے گئے اور صرف میں ساتھ گیا، دروازہ بند کر دیا گیا۔

اب جو فتویٰ لکھنا ہوتا اس کا کچھ مضمون لکھوا کر مجھ سے فرماتے کہ: ''الماری میں سے فلاں جلد نکال کر لاؤ'' اکثر کتابیں مصری ٹائپ کی کئی کئی جلدوں میں تھیں، پھر مجھ سے فرماتے ''اتنے صفحے لوٹ لو اور فلاں صفحہ پر اتنی سطروں کے بعد یہ مضمون شروع ہوا ہے اسے یہاں نقل کر دو''۔

میں دیکھ کر پورا مضمون لکھتا اور سخت متحیر ہوتا کہ وہ کون سا وقت ملا تھا کہ جس میں صفحہ اور سطر گن گن کر رکھے گئے تھے غرضیکہ ان کا حافظہ اور دماغی باتیں ہم لوگوں کی سمجھ سے باہر تھیں۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص 101)

صبر و رضا

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حیاتِ طیبہ پر غور کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ اکثر و بیشتر مختلف قسم کی جسمانی بیماریوں میں مبتلا رہے، یاد رہے یہ تکالیف خاصانِ خدا کا خاصہ ہیں جن سے یقیناً اُن کے گناہوں کو معاف کیا جاتا ہے اور درجات کو بلند کیا جاتا ہے۔

حضرت **سعد** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت اس بات کو بخوبی بیان کر رہی ہے جو کہ ''ترمذی شریف'' میں موجود ہے۔

''عَنْ سَعْدٍ قَالَ سُئِلَ اَلنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ اَیُّ النَّا سِ اَشَدُّ بَلَاءً قَالَ اَلْاَنبِیَا ءُ ثُمَّ اَلا مْثَلُ فَا لاَمْثَلُ یُبْتَلَی اَلْعَبْدُ عَلٰی حَسَبِ دِینِهٖ فَاِنْ کَانَ فِی دِینِهٖ صُلْبًا اِشْتَدَّ بَلَاءُهٗ وَاِنْ کَانَ فِی دِینِهٖ رِقَّةً هُوِّنَ عَلَیهِ فَمَا زَالَ کَذٰلِكَ حَتّٰی یَمْشِی عَلَی اَلْاَ رضِ مَالَهٗ ذَنْبٌ

ترجمہ: حضرت **سعد** رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم **صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم** سے دریافت کیا گیا کہ کون لوگ سخت بلاؤں میں مبتلا ہوتے ہیں؟ حضور **صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم** نے فرمایا: سب سے پہلے انبیاء کرام، پھر ان کے بعد جو افضل ہیں، پھر ان کے بعد جو افضل ہیں، یعنی حسبِ مراتب۔ آدمی میں دین کے ساتھ جیسا تعلق ہوتا ہے اُسی اعتبار سے بلا میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ اگر دین میں سخت ہے تو بلا بھی اس پر سخت ہو گی اور اگر دین میں کمزور ہے تو اس پر آسانی کی جاتی ہے۔ یہی سلسلہ ہمیشہ رہتا ہے یہاں تک کہ وہ زمین پر یوں چلتا ہے کہ اُس پر کوئی گناہ نہیں رہتا۔

(انوارالحدیث بحوالہ سنن ترمذی ازمفتی جلال الدین امجدی مطبوعہ مکتبہ المدینہ ص197)

آ یئے دیکھتے ہیں کہ اس مقبولِ بارگاہ مردِ خدا نے کس طرح تکالیف ومصائب کا سامنا کیا، ان میں صبر ورضا کا دامن تھاما اور سخت سے سخت تکلیف میں بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور کبھی بھی حرفِ شکایت زبان پر نہ لائے۔

بندے کو خدا سے کیسی شکایت:

چنانچہ مولانا **محمد امجد علی اعظمی** صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ **اعلیٰ حضرت** علیل تھے، میں عیادت کو گیا، حسبِ محاورہ پوچھا حضور! اب شکایت کا کیا حال ہے؟ فرمایا ''شکایت کس سے ہو؟ اللہ سے نہ تو شکایت پہلے تھی نہ اب ہے، بندہ کو خدا سے کیسی شکایت'' میں نے زندگی بھر کے لیے اس محاورہ سے توبہ کر لی۔

(تذکرہ اعلیٰ حضرت بزبان صدرالشریعہ ص33)

''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' میں **اعلیٰ حضرت** کا یہ ارشاد نقل ہے کہ:

''عوام وخواص کو یہ بھی زبان زد (زبان پر رہتا) ہے کہ بخار کی شکایت ہے، درد ِسر کی شکایت ہے، زکام کی شکایت ہے، وغیرہ وغیرہ۔ یہ نہ (کہنا) چاہیے، اس لیے کہ جملہ امراض کا ظہور **منجانب اللہ** (اللہ عزوجل کی طرف سے) ہوتا ہے تو شکایت کیسی۔

نیز اگر مرض کا غلبہ ہے تو یوں اظہار کیا جاتا ہے، **بے حد بخار ہے، بے حد نقاہت ہے**، کیا معنیٰ؟ کہ بخار و نقاہت ایسی ہیں کہ ان کی حد نہیں یہ تو ایک قسم کا کوسنا (بُرا بھلا کہنا) ہوا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت ازمولانا ظفرالدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص868)

بیماری پر شکرانہ:

''ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت'' میں ہے۔

ایک دن **اعلیٰ حضرت** بعد نمازِ ظہر باہر تشریف فرما ہوئے، چوھردی عبدالحمید خان صاحب بھی حاضرِ بارگاہ تھے، اُن سے ارشاد فرمایا کہ ''اس بار مجھے 34 دن کامل بخار رہا کسی وقت کم نہ ہوا''۔

انہوں نے عرض کیا: جاڑا (یعنی سردی کا بخار) بھی (آپ کو) آتا ہے یا نہیں؟ اس پر ارشاد فرمایا ''جاڑا، طاعون، اور وبائی امراض جس قدر ہیں اور نابینائی و یک چشمی، برص، جزام وغیرہ کا مجھ سے نبی کریم **علیہ الصلوۃ والسلام** کا وعدہ ہے کہ یہ امراض تجھے نہ ہوں گے جس پر میرا ایمان ہے۔

(پھر فرمایا) اس میں خوف ہے (یعنی ڈر جانا چاہیے) کہ کوئی مرض ہی نہ ہو، بفضلہٖ تعالیٰ (اللہ عزوجل کے فضل سے مجھے) بخار، دردِ سر و دردِ کمر تو اکثر رہتا ہے۔ ایک مرتبہ کمر میں بہت شدت سے درد ہوا اور اُس کا اثر اعصاب پر بھی پڑا کہ ہاتھ سیدھا نہ ہوتا تھا۔

(پھر فرمایا): بخار اور دردِ سر تو مبارک اَمراض ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو ہوا کرتے''۔ایک صاحب حضراتِ اولیاء کرام میں سے تھے، اُن کو دردِ سر لاحق ہوا تو تمام رات نوافل میں گزار دی اس شکریہ میں کہ مجھے وہ مرض دیا جو حضراتِ انبیائے کرام علیہم السلام کا مرض ہے۔ اور یہاں (لوگوں کی) یہ حالت ہے کہ جب کبھی دردِ سر ہوا تو یہی کوشش کی جاتی ہے کہ اول وقت نمازِ عشاء سے فارغ ہو جائیں۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبہ المدینہ ص480)

یہ ہے اُن سے استعانت کی برکت:

اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جب دوسری مرتبہ حج پر تشریف لے گئے اور مکۃ المکرّمہ سے مدینۃ المنورہ تشریف لے جانے کے ایام آئے تو اُن دنوں بھی **اعلیٰ حضرت** کو ایک بیماری (دردِ گردہ) کا سامنا کرنا پڑا۔آیئے اس بیماری کی کیفیت اور اس سے نجات کیسے حاصل ہوئی **اعلیٰ حضرت** ہی کی زبان سے سنتے ہیں۔۔۔

''ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت''میں ہے۔۔۔''وہاں (مکۃ المکرّمہ میں) بے دودھ کی چائے پیتے ہیں جس کا میں عادی نہیں، اور چائے گردے کو مضر ہے، اور میرے گردے ضعیف، (مولانا حسنین رضا خان رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ **اعلیٰ حضرت** کو 14 برس کی عمر میں دردِ گردہ لاحق ہوا جو آخر عمر تک رہا، کبھی کبھی اس کے شدید دورے پڑ جاتے تھے،''مجددِ اسلام''ص33) رات کو معاذ اللہ بشدت حوالیءِ گردہ (یعنی گردے کے اردگرد) کا درد ہوا، ساری شب جاگتے کٹی۔صبح ہی سفر کا قصد تھا کہ مجبوراً ملتوی رہا۔

ترکی ڈاکٹر رمضان آفندی نے دو ہفتے سے زائد تک معالجے کئے، بحمد اللہ شفاء ہوئی مگر اب بھی دن میں پانچ چھ بار چمک ہو جاتی تھی (یعنی درد اُٹھتا تھا)۔۔۔اسی حالت میں دوبارہ اُونٹ کرایہ کئے، سب نے کہا کہ اُونٹ کی سواری میں ہال (یعنی جھٹکے اور حرکت) بہت ہوگی، اور (بیماری کا) حال یہ ہے مگر میں نہ مانا اور تَـوَکُّـلاً عَلَی اللّٰہِ تَعَالٰی چوبیس صفر 1324ھ کو کعبہءِ تن سے، کعبہ جاں کی طرف روانہ ہوا (یعنی مکۃ المکرّمہ سے مدینۃ المنورہ کی طرف)

براہِ بشریت مجھے بھی خیال آتا تھا کہ اونٹ کی ہال (یعنی جھٹکوں) سے کیا حال ہوگا۔۔۔مگر اُن (پیارے آقا و مولیٰ **صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم**) کے کرم کے صدقے، اُن سے استعانت عرض کی اور اُن کا نامِ پاک لے کر اونٹ پر سوار ہوا، ہال (یعنی جھٹکوں) کا ضرر پہنچنا تو درکنار وہ (درد کی) چمک کہ روزانہ پانچ چھ بار ہو جاتی تھی دفعتاً دفع ہوگئی۔وہ دن اور آج کا دن ایک قرن (زمانہ) سے زیادہ گزرا کہ بفضلہٖ تعالیٰ اب تک نہ ہوئی، **یہ ہے اُنکی رحمت، یہ ہے اُن سے استعانت کی برکت**۔صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبہ المدینہ ص215)

اللّٰہ ورسول صلّی اللہ تعالیٰ عَلَیہِ وَآلہٖ وسلّم کے سوا کسی کی حاجت نہیں:

اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو اپنی زندگی کے آخری سالوں میں جن بیماریوں اور تکالیف کا سامنا کرنا پڑا اس کا اندازہ آپ کے اُن مکتوبات سے ہوتا ہے جو کہ آپ نے اپنے مریدین، غلاموں، اور خلفاء کے نام لکھے۔۔۔

چنانچہ اپنے محبوب خلیفہ حضرت مولانا جناب **عبدالسلام قادری** جبلپوری صاحب کے نام اپنے مکتوب محررہ 1332ھ (اپنے وصال سے تقریباً آٹھ سال پہلے) میں تحریر فرماتے ہیں:

۔۔۔ڈھائی سال سے اگرچہ امراضِ دردِ کمر ومثانہ وسرو غیرہا کاالّازم (لازمی) ہوگئے ہیں، قیام ورکوع وسجدہ بذریعہ عصاء ہے، مگر الحمدللہ دینِ حق پر (اللہ عزوجل نے) استقامت عطا فرمائی ہے، کثرتِ اعداء روز افزوں ہے، (یعنی دشمنوں کی دُشمنی روز بروز بڑھتی جارہی ہے) اور حفظِ الٰہی، تفضیلِ الٰہی نامتناہی (اللہ عزوجل کی حفاظت اور لامحدود فضل) شامل حال۔

اَلحَمدُلِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِین بایں ضعفِ بدنی وقوت، (باوجود بدن اور قوت کی کمزوری) محن وکثرتِ فتن (یعنی تکالیف اور فتنوں کی کثرت کا سامنا)۔

اَلحَمدُ لِلّٰہِ اپنے کاموں سے تعطل نہیں، کھانے اور سونے کی فرصت نہیں ملتی۔

اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے سواء ظاہر میں معین ومددگار عنقا (نایاب، غائب) ہے اور ان کے سوا اور کسی کی حاجت بھی کیا ہے۔۔۔

(مکتوباتِ اعلیٰ حضرت از مولانا پیر محمود احمد صاحب مکتبہ نبویہ لاہور ص36)

اَلحَمدُ لِرَبِّی عَلٰی کُلِّ حَال:

حضرت مولانا **ظفرالدین بہاری** صاحب کے نام اپنے مکتوب محررہ 1334ھ (یعنی اپنے وصال سے تقریباً چھ سال پہلے) میں تحریر فرماتے ہیں۔۔۔

میں جن احوال میں ہوں۔۔۔

''اَلحَمدُ لِرَبِّی عَلٰی کُلِّ حَال وَاَعُوذُ بِہٖ مِنْ حَولِ اَھلِ النَّارِ''

دُشمن اگر قویست نگہباں قوی تراست

(دُشمن اگر طاقت ور ہے تو کیا ہوا نگہبان اُس سے زیادہ طاقت ور ہے)

وَحَسبُنَا اللّٰہُ وَنِعمَ الوَکِیل

آج دردو کرب وتپ (بخاروردِ جسم) کی زیادتِ شدت رہی اور حمد اُس کے وجہِ کریم کو کہ بے شمار عافیتیں ہیں۔۔۔

(مکتوباتِ اعلیٰ حضرت از مولانا پیر محمود احمد صاحب مکتبہ نبویہ لاہور ص60)

نواسوں کی بیماری پر صبر:

حضرت مولانا جناب **عبدالسلام قادری** جبلپوری صاحب کے نام اپنے مکتوب محررہ 1334ھ (اپنے وصال سے تقریباً چھ سال پہلے) میں تحریر فرماتے ہیں:

۔۔۔فقیر دُعا گو اِن دنوں مبتلائے افکار (فکروں میں مبتلا) تھا اور ہے،

" حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْل "

چیچک (ایک بیماری کا نام جس میں جسم پر دانے نکلتے ہیں) کی کثرت میں فقیر کا ایک نواسہ "قدسی" نام ڈھائی برس کا، اسی (یعنی چیچک کے مرض) میں جاں بحق تسلیم ہوا، اور دوسرے نواسہ کے بشدت (چیچک) نکلی، تیسرے (نواسے) پر اس کے (یعنی چیچک کے) پہلے سے بہت امراض کا زور تھا اور انہیں میں چیچک بھی نکلی اور بکثرت (دانے) نکل چکے تھے، کہ (جو نواسہ) سب میں بڑا ہے کم نکلی، چھوٹا نبیرہ (نواسہ) بشدت اس میں مبتلا ہوا۔ یہ سب **بِحَمدِ اللّٰهِ تعالیٰ** یکے بعد دیگرے شفایاب ہوئے **وَلِلّٰهِ الحَمد**۔

(مکتوبات اعلیٰ حضرت از مولانا پیر محمود احمد صاحب مکتبہ نبویہ لاہور ص42)

بخار کی حالت ہے:

حضرت مولانا شاہ **عبدالسلام قادری** جبلپوری صاحب ہی کے نام اپنے مکتوب محررہ 1335ھ (اپنے وصال سے تقریباً پانچ سال پہلے) میں تحریر فرماتے ہیں:

۔۔۔"فقیر کو بھی پانچ روز سے تپ (بخار) آئی ہے، تین روز (شدتِ بخار کی وجہ سے) غفلت رہی، کل مسہل تھا، آج ببرکت دُعاءِ شافی (شفاء دینے والی دُعا کی برکت سے) بحمد اللہ بہت تخفیف ہے البتہ دماغ وصدر (سینے اور دماغ) پر نوازل (رطوبت کا اُترنا) کی کثرت ہے، حرارت بھی مقیم ہے اور ضعف بھی زائد"۔۔۔

(مکتوبات اعلیٰ حضرت از مولانا پیر محمود احمد صاحب مکتبہ نبویہ لاہور ص42)

چار مہینے کی علالت:

حضرت مولانا **ظفر الدین بہاری** صاحب کے نام اپنے مکتوب محررہ 1336ھ (یعنی اپنے وصال سے تقریباً چار سال پہلے) میں تحریر فرماتے ہیں:

۔۔۔"۲۲ ذی قعدہ سے آج ۲۲ ربیع الاول شریف تک کامل چار مہینے ہوئے کہ سخت علالت اُٹھائی، مدتوں مسجد کی حاضری سے محروم رہا، جمعہ کے لئے لوگ کرسی پر بٹھا کر لے جاتے اور لے آتے، ۱۱محرم شریف سے بارے (بالآخر مسجد کی) حاضری کا شرف پاتا ہوں، لوگ بازو پکڑ کر لے جاتے ہیں، نقاہت وضعف اب بھی بشدت ہے، دُعا کا طالب ہوں"۔۔۔

(مکتوبات اعلیٰ حضرت از مولانا پیر محمود احمد صاحب مکتبہ نبویہ لاہور ص65)

مسجد کو چار آدمی کرسی پر بٹھا کر لے جاتے :

حضرت مولانا **ظفر الدین بہاری** صاحب ہی کے نام اپنے مکتوب محررہ 1338ھ (یعنی اپنے وصال سے تقریباً دوسال پہلے) میں تحریر فرماتے ہیں:

۔۔۔''۱۲ ربیع الاول شریف سے طبیعت ایسی علیل ہوئی کہ کبھی نہیں ہوئی تھی، چار چار پہر پیشاب بھی بند رہا، میں نے وصیت نامہ بھی لکھوادیا تھا، مولیٰ تعالیٰ نے فضل کیا مرض زائل ہوا، مگر آج دو مہینے کامل ہوئے، ضعف میں فرق نہیں، مسجد کو چار آدمی کرسی پر بٹھا کر لے جاتے اور کرسی پر لاتے ہیں''۔۔۔۔

(مکتوباتِ اعلیٰ حضرت از مولانا پیر محمود احمد صاحب مکتبہ نبویہ لاہور ص73)

بات بمشکل ہوتی ہے :

حضرت مولانا شاہ **عبدالسلام قادری** جبلپوری صاحب کے نام اپنے مکتوب محررہ 1338ھ (اپنے وصال سے تقریباً دوسال پہلے) میں تحریر فرماتے ہیں:

(**نوٹ:۔** یہ خط ۲۳ ربیع الاول شریف 1338ھ میں لکھا جبکہ پچھلا خط مولانا **ظفر الدین بہاری** صاحب کو ۲۴ ربیع الاول شریف 1338ھ میں لکھا یعنی ایک دن کے فرق سے۔)

۔۔۔''اس ماہِ مبارک میں بخار تو نہ آیا مگر 35 دن کے دورے اتنا نقیہ (کمزور) کر گئے کہ بات بمشکل ہوتی ہے، یہ ایک ورق کئی گھنٹوں میں بمشکل لکھا ہے''۔۔۔

(مکتوباتِ اعلیٰ حضرت از مولانا پیر محمود احمد صاحب مکتبہ نبویہ لاہور ص45)

تمام بدن میں درد ہونے لگتا ہے :

اُنہی ایام میں (یعنی 1339ھ اپنے وصال سے تقریباً ایک سال پہلے) آپ حضرت مولانا **محمود جان** صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام اپنے مکتوب میں کچھ یوں تحریر فرماتے ہیں:

''۔۔۔۔ساڑھے چار مہینے کے قریب ہوئے کہ آنکھ دکھنے آئی تھی، جب سے آج تک لکھنے پڑھنے کے قابل نہیں، مسائل سنتا جواب لکھوادیتا، بارہویں کی شام سے علالتِ شدیدہ لاحق ہوئی کہ ایسی کبھی نہ ہوئی، یہاں تک کہ میں نے وصیت نامہ لکھوادیا۔ اس کے بعد مولیٰ تعالیٰ نے اس بلائے شدید سے نجات بخشی۔

مگر بقیہ مرض اب تک ہے اور ضعف اس قدر شدید ہے کہ مسجد تک جانے میں تمام بدن میں درد ہونے لگتا ہے۔ دُعا کا حاجت مند ہوں اور آپ کے اور آپ کے گھر کے لئے دُعا کرتا ہوں''۔۔۔

(مکتوباتِ اعلیٰ حضرت از مولانا پیر محمود احمد صاحب مکتبہ نبویہ لاہور ص26)

اجل نزدیک اور عمل رکیک :

حضرت مولانا شاہ **عبدالسلام قادری** جبلپوری صاحب کے نام اپنے مکتوب محررہ ۲۵ ربیع الاول 1339ھ (اپنے وصال سے تقریباً ایک سال پہلے) میں تحریر فرماتے ہیں:

۔۔۔''دعائے جناب واحباب سے غافل نہیں، اگر چہ منہ دُعا کے قابل نہیں، اپنے عفو وعافیت کے لیے طالب دُعا ہوں کہ سخت محتاج دعائے صلحا ہوں، اجل نزدیک اور عمل رکیک، (ادنیٰ)۔

'' حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْل''

چار دن کم پانچ مہینے ہوئے آنکھ دُکھنے آئی، اور اس پر اطوارِ مختلفہ وارد ہوئے، ضعف قائم ہو گیا، سیاہ خیالات نظر آتے ہیں، آنکھیں ہر وقت نم رہتی ہیں، اول تو مہینوں لکھ پڑھ ہی نہ سکا، اب یہ ہے کہ چند منٹ نگاہ نیچی کئے سے آنکھ بھاری پڑ جاتی ہے، کمزوری بڑھ جاتی ہے، پانچ مہینے سے مسائل در مسائل سب زبانی بتا کر لکھے جاتے ہیں،۔

بارہویں ربیع الاول کی شام سے ایک ایسا مرض لاحق ہوا کہ عمر بھر نہ ہوا تھا،۔۔۔مولا تعالیٰ نے فضل فرمایا مگر ضعف بدرجہ غایت ہے، نو واں روز ہے، بخار کا دورہ ہوا۔ ضعف کو اور قوت پہنچی، کئی روز تجربہ کیا مسجد تک جانے آنے کی تعب (مشقت) سے فوراً بخار آجاتا ہے، مجبوراً کئی روز سے یہ ہے کہ کرسی پر بٹھا کر چار آدمی لے جاتے اور لاتے ہیں، ظہر پڑھ کر جاتا اور مغرب پڑھ کر آتا ہوں، طالبِ دُعا ہوں۔۔۔۔

(مکتوبات اعلیٰ حضرت از مولانا پیر محمود احمد صاحب مکتبہ نبویہ لاہور ص 47)

شکرِ نعمتِ الٰہیٰ و طلبِ دُعا کے لیے:

حضرت مولانا شاہ **عبدالسلام قادری** جبلپوری صاحب کے نام اپنے مکتوب محررہ ۹ صفر المظفر 1340ھ (اپنے وصال سے صرف سولہ دن پہلے) میں تحریر فرماتے ہیں:

بھوالی (تبدیلی آب و ہوا کے لیے آپ بھوالی (ایک پہاڑی علاقہ) تشریف لے گئے تھے) میں 19 ذی الحجہ سے چار روز مجھے شدید بخار آیا، پانچویں دن دردِ پہلو پیدا ہوا، پھر وہ درد جگر سے متبدل (تبدیل) ہوا 7 محرم کا دن تھا، اور آٹھویں شب جیسی گزری۔۔۔

''اَلْحَمْدُ لِرَبِّی عَلٰی کُلِّ حَال وَاَعُوْذُ بِهٖ مِنْ حَولِ اَهلِ النَّارِ''

وہاں نہ کوئی طبیب نہ کچھ دوسرا، اوپر کی سانس کے ساتھ (دردیں) کھنچے جاتی تھیں، یہ معلوم ہوتا تھا کہ جگر کی رگیں اوپر کھنچی چلی آئی ہیں اور نیچے کی سانس کے ساتھ نیچے جاتی تھیں،۔۔۔بائیس دن میں بازو کا گوشت صحیح پیمائش سے سوا انچ گھل گیا۔۔۔چودہ محرم کو پہاڑ سے واپس (بریلی) آیا۔۔۔لاری میں میرے لیے پلنگ بچھا کر لائے۔۔۔عشاء سے ظہر تک کی نمازوں کو چار آدمی کُرسی پر بٹھا کر مسجد میں لے

گئے ۔۔۔عصر بھی مسجد میں ادا کی ، پھر بخار اور اب تک مسجد جانے کی طاقت نہ رہی ۔۔۔ پندرہ روز سے اسہال شروع ہوئے اُس نے بالکل گرادیا، نماز کی چوکی پلنگ کے برابر لگی ہے اس پر بیٹھے بیٹھے جانا تین تین بار ہمت سے ہوتا ہے ۔الحمدللہ کہ اب تک فرض و وتر اور صبح کی سنتیں بذریعہ ءعصا کھڑے ہی ہوکر پڑھتا ہوں ،مگر جو دشواری ہوتی ہے دل جانتا ہے۔

آٹھویں دن جمعہ کی حاضری تو ضرور ہے، مکان سے مسجد تک کرُسی پر جانے میں وہ تعب ہوتا ہے کہ بیٹھ کر سنتیں بھی بدقتِ تمام پڑھی جاتی ہیں اور اس تھکان سے عشاء تک بدن چور رہتا ہے ۔نبض کی یہ حالت ہے کہ ایک ایک منٹ میں چار چار مرتبہ رُک جاتی ہے۔۔۔

یہ سب حالات میں نے شکرِ نعمتِ الٰہیٰ وطلبِ دُعا کے لیے لکھے ہیں ۔۔۔ یہ خط صبح سے رات کے گیارہ بجے تک متفرق اوقات میں لکھوا پایا۔

(مکتوباتِ اعلیٰ حضرت از مولانا پیرمحمود احمد صاحب مکتبہ نبویہ لاہور ص51)

تلقینِ صبرو رضا :

اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نہ صرف خود صبر ورضا کا پیکر تھے بلکہ دوسروں کو بھی صبر ورضا کی تلقین فرمایا کرتے ، چنانچہ حضرت مولانا **عرفان علی** صاحب بیسلپوری کے صاحبزادے کے وصال پر اُن سے تعزیت کرتے ہوئے اپنے مکتوب محررہ 1336ھ میں تحریر فرماتے ہیں۔۔۔

۔۔۔''انتقال برخوردار معلوم ہوا''**اِنَّـا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيهِ رَاجِعُون** ''اللہ کا ہے جو اس نے لیا اور اسی کا ہے جو اس نے دیا،اور ہر چیز کی اس کے یہاں عمر مقرر ہے،اس سے کمی بیشی نامتصور ہے، بےصبری سے گئی چیز واپس نہیں آسکتی ہاں! اللہ کا ثواب جاتا ہے جو ہر چیز سے اعزواعلیٰ ہے اور محروم تو وہی ہے جو ثواب سے محروم رہا۔

صحیح **حدیث** میں ہے۔۔۔

جب فرشتے مسلمان کے بچے کی روح قبض کر کے حاضرِ بارگاہ ہوتے ہیں تو مولیٰ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے (اور وہ خوب جانتا ہے) کیا تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کرلی ؟ ،عرض کرتے ہیں''ہاں! اے رب ہمارے'' فرماتا ہے'' کیا تم نے دل کا پھل توڑ لیا'' عرض کرتے ہیں''ہاں! اے رب ہمارے'' فرماتا ہے پھر اُس نے کیا کہا؟ عرض کرتے ہیں'' تیری حمد بجالایا اور الحمدللہ کہا'' فرماتا ہے'' گواہ رہو میں نے اُسے بخش دیا اور جنت میں اس کے لیے مکان تیار کرو اور اس کا نام بیت الحمد رکھو''۔۔۔

(مکتوبات اعلیٰ حضرت از مولانا پیرمحمود احمد صاحب مکتبہ نبویہ لاہور ص113)

صابروں کو بے حساب اجر دیا جائے گا:

اِنہی کے نام دوسرے خط میں تحریر فرماتے ہیں:

۔۔۔اُسی کا ہے جو اُس نے لیا اور اسی کا ہے جو اس نے دیا، اور ہر چیز کی اس کے یہاں ایک عمر مقرر ہے جس میں کمی بیشی نامتصور ہے اور محروم تو وہ ہے جو ثواب سے محروم رہا بے صبری سے جانے والی چیز واپس آئے گی؟ ہرگز نہیں، مگر مولیٰ تبارک وتعالےٰ کا ثواب جائے گا۔ وہ ثواب کہ لاکھوں جانوں کی قیمت سے اعلیٰ ہے۔تو کیا مقتضائے عقل (عقل کا تقاضا) ہے کہ کھوئی ہوئی چیز ملے بھی نہیں اور ایسی عظیم ملتی ہوئی دولت (یعنی ثواب) خود ہاتھ سے کھوئی جائے، صابروں کو اجر حساب سے نہ دیا جائے گا بلکہ بے حساب یہاں تک کہ جنھوں نے صبر نہ کیا تھا روزِ قیامت تمنا کریں گے کاش! اُن کے گوشت قینچیوں سے کترے جاتے اور یہ ثواب پاتے۔

دوسرے کے جانے کی فکر اس وقت چاہیے کہ خود جانا (مرنا) نہ ہو اور جب اپنے سر پر بھی جانا رکھا ہے تو فکر اس کی چاہیے کہ جانا اچھی طرح ہو، کہ وہاں مسلمان عزیزوں سے نعمت کے گھر میں ایسا ملنا ہو کہ پھر کبھی جدائی نہیں۔

''لاحول شریف'' کی کثرت کیجئے اور ساٹھ بار پڑھ کر پانی پر دم کر کے پی لیا کیجئے۔آپ بفضلہٖ تعالیٰ عاقل ہیں، اوروں کو ہدایتِ صبر کیجئے، سب کو دعا وسلام۔

(مکتوبات اعلیٰ حضرت از مولانا پیر محمود احمد صاحب مکتبہ نبویہ لاہور ص114)

حق گوئی

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبھی بھی حق بات کہنے میں نہ ہچکچائے، اپنا ہو، پرایا ہو، بڑا ہو، چھوٹا ہو، حاکم ہو، یا محکوم الغرض آپ نے ہمیشہ حق بات کہی، حق گوئی کی صفت بچپن ہی سے آپ میں نمایاں رہی چنانچہ۔۔۔

یہ تو جواب نہ ہوا:

۔۔۔ایک دن آپ کے استادِ گرامی بچوں کو تعلیم دے رہے تھے کہ ایک لڑکے نے سلام کیا استاد نے جواب میں فرمایا ''جیتے رہو'' اس پر حضورِ **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ تو جواب نہ ہوا ''وعلیکم السلام'' کہنا چاہیے تھا آپ کے اس جذبہء اظہار پر آپ کے استاد بے حد مسرور ہوئے اور آپ کو بڑی بڑی نیک دُعاؤں سے نوازا۔۔۔

قربان جائیے! آپ کو ابتدائے عمر ہی میں اِسلام کا کتنا بلند فکر وشعور عطا ہوا تھا۔

(مجدد اسلام از علامہ نسیم بستوی مطبوعہ لاہور ص37)

فتاویٰ لکھنے میں اظہارِ حق:

اعلیٰ حضرت کی عمر شریف ابھی صرف 20-19 سال تھی اور آپ کو فتاویٰ تحریر کرتے ہوئے تقریباً 6 سال ہو چکے تھے کہ آپ کے ساتھ یہ دلچسپ واقعہ پیش آیا جس سے آپ کی حق گوئی وحق پسندی کا اندازہ ہوتا ہے، چنانچہ:

ایک صاحب ''رام پور'' سے حضرتِ اقدس مولانا شاہ **نقی علی خان** صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسمِ گرامی سن کر بریلی آئے اور ایک فتویٰ

پیش کیا، جس میں جناب مولانا ارشاد حسین مجددی رامپوری (صاحبِ ارشادالصرف) کا فتویٰ تحریر تھا، جس پر اکثر علمائے کرام کی مہریں اور دستخط تھے۔ حضرت مولانا شاہ نقی علی خان صاحب نے فرمایا کہ کمرے میں مولوی صاحب ہیں اُن کو دیدیجئے جواب لکھ دیں گے، وہ کمرے میں گئے اور واپس آ کر عرض کیا کہ وہاں تو کوئی مولوی صاحب نہیں ہیں، فقط ایک صاحبزادے ہیں۔

حضرت نے فرمایا ''اُنہیں کو دے دیں وہ لکھ دیں گے''۔ انہوں نے عرض کی: حضور میں تو آپ کا شہرہ سن کر آیا ہوں، حضرت نے فرمایا ''آج کل وہی فتویٰ لکھا کرتے ہیں اُنہیں کو دے دیجئے'' غرض ان صاحب نے یہ فتویٰ **اعلیٰ حضرت** کی بارگاہ میں پیش کر دیا۔

اعلیٰ حضرت نے جو اس فتویٰ کو دیکھا تو ٹھیک نہ تھا۔ آپ نے اس جواب کے خلاف جواب تحریر فرما کر اپنے والدِ ماجد کی خدمت میں پیش کیا اور حضرت مولانا شاہ **نقی علی خان** صاحب نے اس جواب کی تصدیق فرمادی۔۔۔

حق وھی ھے جو اعلیٰ حضرت نے لکھا:

۔۔۔وہ صاحب اِس فتوے کو لے کر رامپور پہنچے، (یہ فتویٰ دراصل نواب آف رامپور ہی کی طرف سے تصدیق کے لیے بھیجا گیا تھا) جب نواب آف رامپور (نواب کلب علی خان) کی نظر سے یہ فتویٰ گزرا تو شروع سے آخر تک اس فتوے کو پڑھا۔ اور مولانا ارشاد حسین صاحب کو بلالیا، آپ تشریف لائے تو وہ فتویٰ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔

مولانا ارشاد حسین صاحب کی حق پسندی وحق گوئی ملاحظہ ہو، صاف فرمایا ''فی الحقیقت وہی حکم صحیح ہے جو بریلی شریف سے آیا ہے'' نواب صاحب نے پوچھا پھر اتنے علماء نے آپ کے جواب کی تصدیق کس طرح کر دی۔ فرمایا اُن حضرات نے مجھ پر میری شہرت کی وجہ سے اعتماد کیا اور میرے فتویٰ کی تصدیق کر دی ورنہ حق وہی ہے جو اِنہوں نے لکھا۔۔۔۔۔۔ یہ سن کر کہ **اعلیٰ حضرت** جنہوں نے یہ فتویٰ لکھا ہے کی عمر شریف صرف 20-19 سال ہے، نواب صاحب کو ملاقات کا شوق ہوا۔

(اعلیٰ حضرت کی شادی رامپور میں جنابِ شیخ فضل حسین صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، شیخ فضل حسین صاحب رامپور کے ڈاک خانے میں اعلیٰ افسر کی حیثیت سے تھے اور نواب صاحب کے مقربین میں سے تھے۔ اُن کے ذریعے نواب صاحب **اعلیٰ حضرت** سے ملاقات کے متمنی ہوئے۔)

چاندی کی کُرسی پر بیٹھنا جائز نھیں :

اعلیٰ حضرت جنابِ شیخ فضل حسین صاحب کے ہمراہ نواب صاحب کے ہاں ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ جس وقت آپ نواب صاحب کے یہاں پہنچے تو نواب صاحب نے دیکھ کر تعجب کیا (کیونکہ آپ کی عمر بھی چھوٹی تھی اور دُبلے پتلے بھی تھے) اور چاندی کی کُرسی بیٹھنے کے لیے پیش کی، **اعلیٰ حضرت** نے فرمایا کہ ''چاندی کا استعمال مرد کو حرام ہے'' یہ سن کر نواب صاحب کچھ خفیف ہو گئے اور اپنے پلنگ پر بٹھا لیا اور بہت لُطف ومحبت سے باتیں کرنے لگے۔۔۔

ہاں یہ بھی کچھ ہیں:

دورانِ گفتگو نواب صاحب نے مشورہ دیا کہ ماشآءاللہ آپ فقہ و دینیات میں بہت کمال رکھتے ہیں بہتر ہو کہ مولانا عبدالحق صاحب خیر آبادی (مولانا شاہ فضلِ حق صاحب خیر آبادی کے صاحبزادے) سے منطق کی اوپر کی کتابیں پڑھ لیں۔ آپ نے فرمایا والدِ ماجد صاحب نے اجازت دی تو تعمیلِ ارشاد کی جائیگی۔

اتفاقِ وقت اِسی درمیان میں جنابِ مولانا عبدالحق صاحب بھی تشریف لے آئے، نواب صاحب نے **اعلیٰ حضرت** کا اُن سے تعارف کرایا اور اپنی رائے کا اظہار کیا۔

اعلیٰ حضرت سے علامہ خیر آبادی نے دریافت فرمایا ''منطق کی کتابیں کہاں تک پڑھی ہیں؟'' **اعلیٰ حضرت** نے فرمایا: ''**قاضی مبارک** تک'' یہ سن کر علامہ صاحب نے شاید عمر کو دیکھ کر مذاق خیال کیا اور دریافت کیا کہ ''شرحِ تہذیب'' پڑھ چکے ہیں؟ جس طنز سے مولانا نے سوال کیا اسی انداز پر آپ نے جواب دیا۔ ''کیا آپ کے یہاں ''قاضی مبارک'' کے بعد ''شرح تہذیب'' پڑھائی جاتی ہے؟ یہ جواب سن کر مولانا نے خیال کیا ہاں یہ بھی کچھ ہیں۔۔۔

مولانا خیر آبادی کے سامنے کلمہءِ حق:

۔۔۔اس لئے اس گفتگو کو چھوڑ کر دوسرا سوال کیا کہ ''بریلی میں آپ کا کیا شغل ہے''؟ ارشاد فرمایا: تدریس، افتاء، تصنیف، کہا کس فن میں تصنیف کرتے ہیں؟ فرمایا: جس مسئلہءِ دینی میں ضرورت دیکھی اور ''ردِّ وہابیت'' میں۔

یہ سن کر علامہ خیر آبادی نے کہا آپ بھی ردّ وہابیت کرتے ہیں، ایک وہ ہمارا بدایونی خبطی ہے کہ ہر وقت اسی خبط میں مبتلا رہتا ہے۔ یہ مولانا شاہ عبدالقادر صاحب **بدایونی** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف اشارہ تھا۔ **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن کی حمایتِ دین کی وجہ سے بہت عزت کرتے تھے، اِس لفظ کو سُن کر کبیدہ خاطر ہوئے اور فرمایا: جناب والا! سب سے پہلے وہابیہ کا ردّ حضرت مولانا **فضل** حق صاحب خیر آبادی علیہ الرحمہ آپ کے والدِ ماجد نے کیا اور مولوی اسمٰعیل دہلوی کو بھرے مجمع میں مناظرہ کر کے ساکت کیا تھا، اور اُن کے رد میں ایک مستقل رسالہ بنام **''تَحقِیقُ الفَتویٰ فِی اِبطالِ الطَّغویٰ''** تصنیف فرمایا۔

یہ سُن کر مولانا عبدالحق صاحب نے فرمایا: اگر ایسی حاضر جوابی میرے مقابلہ میں رہی تو مجھ سے پڑھنا نہیں ہو سکتا۔ **اعلیٰ حضرت** نے فرمایا: آپ کی باتیں سُن کر میں نے پہلے ہی فیصلہ کر لیا تھا کہ ایسے شخص سے منطق پڑھنی اپنے علمائے اہلِ سنت کی توہین و تحقیر سنی ہوگی لہٰذا اُسی وقت آپ سے پڑھنے کا خیال دل سے دُور کر دیا تھا، تبھی آپ کی بات کا ایسا جواب دیا۔

(کراماتِ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی از اقبال احمد رضوی، انجمن مُحبانِ مصلح الدین کراچی ص 19 'حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص 98)

میں ان کو منبر سے اُتار دوں:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سیرتِ طیبہ میں سے چند مزید واقعات پیش کئے جاتے ہیں جن سے آپ کی حق گوئی کی جھلک نظر

آتی ہے۔۔۔

حضرت سید شاہ اسمٰعیل حسن میاں صاحب مارہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان ہے کہ:

ایک بار مولانا شاہ فضل رسول صاحب بدایونی کے عرس میں مولانا شاہ امام **احمد رضا خاں** صاحب تشریف لائے، کسی نے مولوی سراج الدین صاحب آنولوی کو میلا د شریف پڑھنے بٹھا دیا۔

اُنہوں نے اَثنائے تقریر میں یہ غلط جملہ کہا کہ (معاذ اللہ) ''سب سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے جسمِ مبارک میں قیامت کے دن فرشتے روح ڈالیں گے''۔ چونکہ اس جملے میں حیاتِ انبیاء کرام علیہم السلام کے مسلمہ اصول سے انکار نکلتا تھا، یہ سن کر **اعلیٰ حضرت** کا چہرہ متغیر ہو گیا اور جنابِ مولانا عبدالقادر صاحب بدایونی سے فرمایا ''آپ اجازت دیں تو میں ان کو منبر سے اُتار دوں۔''

مولانا عبدالقادر بدایونی صاحب نے آنولوی صاحب کو فوراً بیان سے روک دیا اور مولانا عبدالمقتدر صاحب (منتظم تقریبات عرس) سے فرمایا کہ: مولانا! ایسے بے علم لوگوں کو **اعلیٰ حضرت** امام **احمد رضا خان** صاحب کے سامنے میلا د پڑھنے نہ بٹھایا کریں، جن کے سامنے بیان کرنے والے کے لیے علم اور زبان کو بہت نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے۔

اِسی سلسلہ میں **اعلیٰ حضرت** نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ ''اِنہیں وجوہ سے میں نے آج کل کے واعظین اور میلا د خوانوں کے بیانوں اور وعظوں میں جانا چھوڑ دیا ہے'' اور حضرت شاہ علی حسین صاحب کچھوچھوی علیہ الرحمہ کے متعلق فرمایا کہ: ''حضرت اُن علماء میں سے ہیں جن کا بیان میں بخوشی سنتا ہوں۔''

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص 267)

تم یہاں کیسے آئے؟:

یہی حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل حسن میاں صاحب مزید بیان فرماتے ہیں کہ:

ایک بار میں نے حضرتِ ''**صاحبُ البرکات**'' شاہ برکت اللہ صاحب مارہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس سے قبل **اعلیٰ حضرت** کو (مارہرہ شریف) طلب کر لیا تھا۔ آپ درگاہ شریف کے ایک حجرے میں قیام فرما تھے۔

علی گڑھ کی ایک مشہور اور بڑی متموّل طوائف ''مبارک جان'' کسی کے یہاں ''مارہرہ'' آئی ہوئی تھی، درگاہِ معلیٰ میں حاضر ہوئی اور روضہ شریف کی سیڑھیوں پر بیٹھ کر گانے کا آغاز کرنا چاہتی تھی، ابھی سازندوں نے ساز لگائے تھے کہ **اعلیٰ حضرت** کی نظر پڑ گئی، اور بے اختیار ہو کر حجرے سے باہر تشریف لا کر اُن سے فرمایا کہ ''تم یہاں کیسے آئے؟ یہ درگاہِ معلیٰ ناچ گانے اور شیطانی کاموں کی جگہ نہیں، فوراً یہاں سے روانہ ہو جاؤ''۔ یہ فرمایا اور درگاہ سے اُن لوگوں کو باہر کر دیا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص 268)

مجذوب کے سامنے کلمہء حق:

بریلی شریف میں حضرتِ سائیں دھوکا شاہ صاحب نامی ایک مجذوب رہتے تھے، جن پر جذب کی کیفیت طاری رہتی تھی۔ 1316ھ کا واقعہ ہے کہ حضرت دھوکا شاہ صاحب **اعلیٰ حضرت** کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور **اعلیٰ حضرت** سے کہنے لگے: حضور سیدِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی حکومت زمین پر نظر آ رہی ہے اور آسمان پر نظر نہیں آتی۔

اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا:

''شہنشاہ کون ومکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی حکومت جس طرح زمین پر ہے اسی طرح آسمان پر بھی ہے''۔

اس کے بعد حضرت دھوکا شاہ صاحب نے پھر عرض کیا: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی حکومت زمین پر نظر آ رہی ہے آسمان پر نظر نہیں آ رہی ہے۔ **اعلیٰ حضرت** نے فرمایا:

کسی کو نظر آئے یا نہ آئے لیکن میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی حکومت بحر و بر، خشک وتر، برگ وثمر، شجر وحجر، شمس وقمر، زمین وآسمان ہر شے پر ہر جگہ جاری تھی، جاری ہے، اور جاری رہے گی۔

یہ جواب سنکر حضرت دھوکا شاہ صاحب چلے گئے۔ **اعلیٰ حضرت** کے صاحبزادے (حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خان صاحب) قبلہ کی عمر شریف اس وقت چھ سال تھی، آپ کوٹھے پر تشریف فرما تھے۔ کچھ دیر کے بعد کوٹھے پر سے گر پڑے، والدہ صاحبہ نے **اعلیٰ حضرت** کو آواز دی اور فرمایا: تم ابھی ایک مجذوب سے اُلجھے اور مجذوب شاید غصے میں چلے گئے، دیکھو جبھی تو یہ ''**مصطفیٰ رضا**'' کوٹھے پر سے گر پڑے، مجذوبوں سے اُلجھنا نہیں چاہیے۔۔۔

ایسے ہزار بیٹے بھی ہوں تو:

۔۔۔**اعلیٰ حضرت** نے فرمایا: ''**مصطفیٰ رضا**'' کوٹھے پر سے گرے تو ہیں لیکن چوٹ نہیں لگی ہوگی، چنانچہ دیکھا گیا تو شہزادے مُسکرا رہے تھے، پھر **اعلیٰ حضرت** نے ارشاد فرمایا:

''مولیٰ تعالیٰ اگر ایسے ایسے ''مصطفیٰ رضا'' ہزار عطا فرمائے تو خدا کی قسم اُن سب کو شریعتِ مطہرہ پر قربان کر سکتا ہوں، لیکن شریعتِ مطہرہ پر کوئی حرف نہ آنے دوں گا''۔

پھر فرمایا: یہ مجذوب تو فقیر کے پاس اپنی اصلاح کے لیے تشریف لاتے ہیں اور یہ کام فقیر کے سپرد ہے، حضرت دھوکا شاہ صاحب زمین کی سیر فرما چکے تھے اب آسمان کی سیر فرمانے جا رہے تھے، لہٰذا اُس نظر کی ضرورت تھی جس سے حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے اختیارات آسمان پر بھی ملاحظہ فرماتے، اس لیے فقیر کے پاس تشریف لائے۔۔۔

''وہ نظر اُن کو عطا کر دی گئی''

کچھ دیر بعد حضرت دھو کا شاہ صاحب دوبارہ پھر حاضر ہوئے اور لپکتے ہوئے **اعلیٰ حضرت** کی طرف بڑھ کر معانقہ کیا اور پیشانی چوم لی۔ پھر فرمایا خدا کی قسم! جس طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی حکومت زمین پر ہے، اُسی طرح آسمان پر بھی بلکہ ہر جگہ ہر شے پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی حکومت دیکھ رہا ہوں، آپ کے طفیل اب آسمان پر بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی حکومت نظر آ رہی ہے۔

جانتے تھے تجھے قطب وابدال سب، تیرا کرتے تھے مجذوب وسالک ادب

تیری چوکھٹ پہ خم اہلِ دل کی جبیں، سیدی مرشدی شاہ **احمد رضا**

(تجلیاتِ امام احمد رضا از مولانا امانت رسول صاحب مکتبہ برکاتیہ کراچی ص 49)

اپنے بھتیجے کے خلاف فیصلہ :

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حق بات کہنے میں اپنے پرائے کا لحاظ نہ فرمایا کرتے، بلکہ ہمیشہ حق بات کہتے اور حق کا ساتھ دیتے، اس کا اندازہ ہم درجہ ذیل واقعہ سے بھی کر سکتے ہیں۔ چنانچہ ''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' میں ہے کہ:

ایک مرتبہ سیدی **اعلیٰ حضرت** کے برادرِ اوسط (جناب مولانا حسن رضا خان صاحب) کے صاحبزادے (اور آپ کے بھتیجے) مولانا مولوی حسنین رضا خان صاحب اور ''**مدّاح الحبیب**'' مولانا مولوی جمیل الرحمٰن خان صاحب نے اپنے کسی معاملہ میں **اعلیٰ حضرت** سے تصفیہ چاہا آپ نے ارشاد فرمایا: ''کیا تم دونوں اس پر راضی ہو کہ میں جو فیصلہ کر دوں گا اِسے بخوشی مان لوگے کسی قسم کی ناگواری تو نہ ہوگی''۔

فریقین نے متفق اللفظ (یک زبان) ہو کر عرض کیا کہ ''ہمیں آپ کا فیصلہ بسر وچشم منظور ہوگا'' اس کے بعد آپ نے ہر فریق کے بیانات کی سماعت فرمائی اور اپنے برادر زادہ (بھتیجے) کے خلاف فیصلہ کیا، اور فرمایا ''تم جمیل الرحمٰن صاحب سے معافی مانگو''۔ چنانچہ مولانا حسنین رضا خان صاحب نے بلا تاخیر وتساہل (بغیر کسی پس وپیش کے) تعمیل ارشاد کیا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص 741)

ایک عالمِ دین کے وضوکی اصلاح :

حق بات کہنے کے حوالے سے ایک واقعہ خود **اعلیٰ حضرت** بیان فرماتے ہیں کہ:

ایک مرتبہ گاؤں جانے کا اتفاق ہوا، ایک عالم میرے ساتھ تھے، فجر کی نماز کے لیے انہوں نے وضو کیا، بھوؤں سے چہرہ پر پانی ڈالا (یعنی ماتھا خشک رہا)، جب اُن سے کہا تو فرمایا جلدی کی وجہ سے کہ وقت نہ چلا جائے، میں نے کہا تو بلا وضو ہی پڑھئے گا۔

مجھے خیال رہا، ظہر کے وقت دوبارہ دیکھا، اُس وقت بھی انہوں نے ایسا ہی کیا۔ ''میں نے کہا اب تو وقت نہ جاتا تھا''۔ آج کل لوگوں کی عام طور سے یہی عادت ہے۔۔۔۔ اللہ معاف فرمائے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص 764)

حق گوئی اور اُس کا انجام :

''**ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت**'' میں ہے کہ:

ایک مرتبہ **اعلیٰ حضرت** سے گوشہ نشینی کے بارے میں سُوال کیا گیا تو آپ نے گوشہ نشینی کے جواز کی صورتیں ارشاد فرمائیں، ساتھ ہی عوام میں رہ کر حق گوئی کی عظمت اور اس کے انجام پر روشنی ڈالی، چنانچہ فرماتے ہیں۔۔۔۔

جنت کیوں عطا کی گئی؟:

۔۔۔۔امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے کہ:

ایک عالم صاحب کی وفات ہوئی، اُن کو کسی نے خواب میں دیکھا، پوچھا: آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ فرمایا ''جنت عطا کی گئی، نہ علم کے سبب بلکہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے ساتھ اُس نسبت کے سبب جو کتّے کو راعی (یعنی نگہبان) کے ساتھ ہوتی ہے کہ ہر وقت بھونک بھونک کر بھیڑوں کو بھیڑیئے سے ہوشیار کرتا رہتا ہے''۔۔۔

لاکھ مُجاھدے اس نِسبت پر قربان:

۔۔۔مانیں نہ مانیں! یہ اُن کا کام۔سرکار نے فرمایا کہ بھونکے جاؤ بس اس قدر نسبت کافی ہے۔**لاکھ ریاضتیں ،لاکھ مُجاہدے** اس نِسبت پر قربان جس کو یہ نِسبت حاصل ہے اس کو کسی مجاہدے، کسی ریاضت کی ضرورت نہیں۔

(پھر فرمایا) اور اسی میں ریاضت کیا تھوڑی ہے، جو شخص عُزلت نشین ہو گیا! نہ اس کے قلب کو کوئی تکلیف پہنچ سکتی ہے، نہ اس کی آنکھوں کو ، نہ اسکے کانوں کو! اس سے کہیے جس نے اوکھلی (لکڑی کا ایک برتن جس میں دھان وغیرہ کوٹتے ہیں) میں سر دیا ہے اور چاروں طرف سے مُوسَل (کوٹنے کا آلہ) کی مار پڑ رہی ہے۔۔۔

روزانہ اٹھ کر میرے لیے دُعا کرتے ھیں :

۔۔۔کئی ہزار کی تعداد میں وہ لوگ ہوں گے جنھوں نے نہ مجھ کو کبھی دیکھا نہ میں نے کبھی اُن کو دیکھا اور روزانہ صبح کو اُٹھ کر پہلے مجھے کوستے ہوں گے، اور پھر اور کام کرتے ہوں گے اور **بِحَمْدِ اللّٰہِ تَعَالٰی** لاکھوں کی تعداد میں وہ لوگ بھی نکلیں گے جنھوں نے نہ مجھ کو دیکھا اور نہ میں نے اُن کو دیکھا اور روزانہ صبح اُٹھ کر نماز کے بعد میرے لیے دعا کرتے ہوں گے۔

(پھر فرمایا) گالیاں جو چھاپتے ہیں اخباروں میں اور اشتہاروں میں، وہ اخبار و اِشتہار تو ردی میں جل کر خاکستر ہو جاتے ہیں لیکن وہ چٹکیاں جو ان کے دلوں میں لی گئی ہیں وہ قبروں میں ساتھ جائیں گی اور ان شاءاللہ تعالیٰ حشر میں رسوا کریں گی۔

رَحِمَ اللّٰہُ عُمَرَ:

(پھر فرمایا) صِدّیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے وصال کو تیرہ سو برس سے زائد ہوئے، اِس وقت تک تبرے (یعنی بُرا بھلا کہے جانے) سے

انہیں نجات نہیں، یہ کیوں! اس لیے کہ غاشِیَہ اٹھایا حق کا اپنے کندھوں پر، اور دور مٹایا اہلِ باطل کا'' **رَحِمَ اللّٰہُ عُمَرَ تَرَکَهُ الْحَقُّ لَیْسَ لَهُ مِنْ صَدِیْقٍ** ''اللہ رحمت کرے **حضرتِ عمر** پر کہ حق گوئی نے اُنہیں ایسا کر دیا کہ ان کا کوئی دوست نہ رہا۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبہ المدینہ ص374)

استقامت

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہمیشہ حق بات کہتے اور پھر اس پر استقامت کے ساتھ قائم رہتے، حالات خواہ کیسے ہی مخالفانہ ہوئے مگر آپ کے پائے استقلال میں کبھی لغزش نہ آئی۔ اس بات کی گواہی جناب سید الطاف علی صاحب بریلوی کے اس بیان سے بدرجہء اتم ہوتی ہے، وہ تحریر فرماتے ہیں کہ۔۔۔

سب سے زیادہ مشہور واقعہ جو میرے مشاہدہ میں آیا علمائے بدایون سے''نماز جمعہ کی اذانِ ثانی منبر کے پاس ہونی چاہیے یا دروازہ مسجد پر'' (**اعلیٰ حضرت** کا تحقیقی موقف اس حوالے سے یہ تھا کہ یہ اذان بھی مسجد کے باہر دروازہِ مسجد پر ہونی چاہیے) کے مسئلہ پر اختلاف تھا۔ جس کی بناء پر مقدمہ بازی تک نوبت پہنچی۔

اہلِ بدایون مدعی تھے اور انہوں نے اپنے ہی شہر کی عدالت میں استغاثہ دائر کیا تھا۔ مولانا صاحب (اعلیٰ حضرت) کے نام عدالت سے سمن آیا (اور آپ انگریز کی عدالت کو عدالت ہی نہ مانتے تھے لہٰذا وہاں حاضری کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا، آپ نے جانے سے صاف انکار کر دیا)۔ عدالت میں حاضر نہ ہونے کی وجہ سے احتمالِ گرفتاری ہوا۔

ہزاروں عقیدت مند مولانا صاحب کے دولت خانہ میں جمع ہو گئے۔ نہ صرف جمع ہوئے بلکہ آس پاس کی سڑکوں اور گلیوں میں باقاعدہ ڈیرے ڈال دیئے۔ دن رات اس عزم کے ساتھ چوکسی ہونے لگی کہ جب وہ سب اپنی جانیں قربان کر دیں گے تو قانون کے کارندے مولانا کو ہاتھ لگا سکیں گے۔

فداکاروں اور جانثاروں کا ہجوم جب بہت بڑھ گیا اور محلّہ سوداگراں میں تل دھرنے کو جگہ نہ رہی تو گھنی آبادی سے دور مسجد''نومحلّہ'' کے قریب ایک کوٹھی میں حضرت کو منتقل کر دیا گیا۔ اس کوٹھی کے سامنے گورنمنٹ ہائی سکول کا نہایت وسیع کمپاؤنڈ تھا، جس میں کئی لاکھ آدمی سما سکتے تھے۔

اِسی کشاکش کے دوران بدایون کی کچہری میں مقدمہ کی پیشیاں ہوتی رہیں، جن میں بکثرت لوگ بریلی سے بھی جاتے تھے۔ اہلِ بدایون کا بھی خاصا اجتماع ہوتا، ایک دوسرے کے بالمقابل کیمپ لگتے اور ہر لمحہ باہمی تصادم کا خوف رہتا۔

ایک پیشی کے موقع پر میں بھی اپنے چچا صاحب کے ہمراہ گیا تھا اور وہاں پہلی اور آخری بار میں نے اس دور کے مشہور ماہرِ قانون جناب مولوی حشمت اللہ''بارایٹ لاء''کو دیکھا۔ یہ سرسید کے دوست تھے۔ 1892 میں''آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرس'' کے اجلاس

ہفتم دہلی کے صدر ہوئے ، فی الوقت میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا لیکن میرا خیال ہے کہ مولوی حشمت اللہ صاحب ہی کی کوشش سے مقدمہ مذکور اس طرح خارج ہوگیا کہ **حضرت مولانا احمد رضا خان** صاحب کی آن قائم رہی یعنی وہ ایک مرتبہ بھی حاضر عدالت نہ ہوئے۔ اور نہ انہوں نے زبانی یا تحریری کسی قسم کی معذرت خواہی کی کیونکہ بعدازاں انتہائی پیمانہ پر مبارک بادیوں کا سلسلہ کئی ہفتے جاری رہا۔

محلّہ محلّہ اور کوچہ کوچہ سے جلوس نکل کر سڑکوں پر اس طرح گشت کر کے مولانا صاحب کے دولت کدہ پر پہنچتے کہ چھڑکاؤ ہوتا جاتا۔ گلاب پاشی ہوتی اور میلاد خوانوں کی ٹولیاں گلوں میں ہار ڈالے جھوم جھوم کر جوش و خروش کے ساتھ خود مولانا کا نعتیہ کلامِ بلاغت نظام پڑھتے جاتے ، مٹھائی اور ہار پھولوں کی خوان پوش سینیاں بھی ساتھ جاتیں جو منزلِ مقصود پر حضرت کی خدمتِ اقدس میں پیش کر دی جاتیں، حضرت ان سب چیزوں کو مجمع میں تقسیم کروا دیتے۔

(سیدنا اعلیٰ حضرت از مولانا محمد فیض احمد اویسی مطبوعہ مکتبہ اہل سنت فیصل آباد ص 24-22)

اندازِ تفہیم و تبلیغ

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قرآنِ پاک کی اِس آیت۔۔۔

''اُدعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالمَوعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ''

ترجمہ: کنزالایمان: اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے۔ (سورۃ النحل 125)

کے خصوصی فیض سے فیض یافتہ تھے۔

مولانا حسنین رضا خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''سیرتِ اعلیٰ حضرت'' میں تحریر فرماتے ہیں۔۔۔

اعلیٰ حضرت قبلہ ہر شخص سے اُس کی سمجھ کے موافق بات چیت کرنے کی مہارت رکھتے تھے، وہ ہر شخص سے اُس کی سمجھ کے موافق بات چیت کرتے تھے۔ ایسے موقع پر اُن کی زبانِ مبارک سے جو الفاظ نکلے وہ ان کے ہر مخاطب کے دل میں اتر گئے ، اس واسطے کہ انھیں اپنی بلند سطح سے ہر شخص کی سطح پر اتر کر بات چیت کرنے کا پورا ملکہ تھا، اور ارشادِ سرکارِ دو عالم **صَلَّی اللہُ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم** پر پورے عامل تھے سرکار **صَلَّی اللہُ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم** فرماتے ہیں:

''کَلِّمُوالنَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُولِھِمْ''

''لوگوں سے ان کی سمجھ کے موافق بات چیت کرو''۔

سجدہ کیا آپ ٹھوڑی پر کرتے ہیں ؟:

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ **محبّ اللہ خان** صاحب مرحوم جو بڑے پکے نمازی تھے، (وہ بہت غریب اور بڑے اکھڑ پٹھان تھے اور سوداگری محلّہ میں رہتے تھے۔) وہ کبھی **اعلیٰ حضرت** کی ملازمت کرتے تھے، اور کبھی وہاں سے ناراض ہو کر حلوائی کا خوانچہ لگا لیتے تھے، یوں اُن کی گزراوقات تھی۔

ایک مرتبہ ظہر کی نماز پڑھنے مسجد میں داخل ہوئے اور انھوں نے سنتوں کی نیت کی، **اعلیٰ حضرت** اس وقت وظیفہ پڑھ رہے تھے، وہ اپنے وظیفے میں دوسرے نمازیوں کی نگرانی فرماتے تھے کہ وہ کس طرح نماز ادا کرر ہے ہیں۔

محبّ اللہ خان صاحب کو **اعلیٰ حضرت** نے دیکھا کہ وہ رکوع میں اوپر کو سر اٹھائے ہوئے جانبِ قبلہ دیکھتے رہتے ہیں۔ جب انھوں نے سلام پھیرا تو **اعلیٰ حضرت** نے اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ رکوع میں آپ سر اُٹھائے آگے کو کیوں دیکھتے ہیں؟ وہ بولے ''تو کیا میں رکوع میں کعبہ سے منہ پھیرلوں'' **اعلیٰ حضرت** نے فرمایا: کہ سجدہ آپ کیا ٹھوڑی پر کرتے ہیں؟ اِس واسطے کہ پیشانی زمین پر رکھنے سے کعبہ سے منہ پھر جاتا ہے، اس پر وہ سناٹے میں رہ گئے۔

مگر اِس نماز کے بعد اُنہوں نے رکوع میں حسبِ ہدایت پاؤں کی انگلیوں پر ہی نظر رکھی، منہ اٹھا کر سامنے کی طرف نہ دیکھا۔ یہ مسئلہ اگر انھیں مسئلہ کے طور پر سمجھایا جاتا تو وہ نہ سمجھ سکتے تھے اور اپنے بنائے ہوئے اصول ہرگز نہ چھوڑتے مگر **اعلیٰ حضرت** کے اس معارضہ نے ان کے خود ساختہ اصول کو درہم برہم کر دیا اور اس معاملے میں ان کے دماغ کی کایا پلٹ دی۔

(سیرتِ اعلیٰ حضرت از مولانا حسنین رضا خان مکتبہ برکاتی پبلشرز ص100)

نماز پڑھتے نظریں کہاں رکھے:

اسی سے ملتا جلتا واقعہ ''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' میں بھی ہے، جنابِ سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ:

ایک مرتبہ بعد نماز ظہر **اعلیٰ حضرت** مسجد میں وظیفہ پڑھ رہے تھے کہ ایک اجنبی صاحب نے سامنے آ کر نماز کی نیت باندھ لی، جب رکوع کیا تو گردن اٹھائے ہوئے سجدہ گاہ (جہاں سجدے میں سر رکھا جاتا ہے) کو دیکھتے رہے۔

فارغ ہونے پر **اعلیٰ حضرت** نے پاس بلا کر دریافت فرمایا کہ ''رکوع کی حالت میں گردن اس قدر کیوں اٹھائی ہوئی تھی؟ انہوں نے عرض کیا ''حضور سجدے کی جگہ کو دیکھ رہا تھا'' فرمایا ''سجدہ میں کیا کیجئے گا'' پھر فرمایا: بحالتِ قیام نظر سجدہ گاہ پر، اور بحالتِ رکوع پاؤں کی انگلیوں پر، اور بحالتِ تسمیع سینہ پر، اور بحالتِ سجود ناک پر، اور بحالتِ قعود اپنی گود پر نظر رکھنا چاہیے، نیز سلام پھیرتے وقت کاتبین کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے شانوں پر نظر ہونا چاہیے۔

(حیاتِ اعلی حضرت از مولانا ظفرالدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص304)

واللہ! میری تسکین ہوگئی:

''ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت'' میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے **اعلیٰ حضرت** ارشاد فرماتے ہیں:

کہ ایک صاحب ساداتِ کرام سے اکثر میرے پاس تشریف لاتے اور غربت و افلاس کے شاکی رہتے (یعنی شکایت کرتے)۔ ایک مرتبہ بہت پریشان آئے، میں نے اُن سے دریافت کیا کہ جس عورت کو باپ نے طلاق دے دی ہو کیا وہ بیٹے کو حلال ہوسکتی ہے؟ فرمایا: نہیں

میں نے کہا: حضرتِ امیرالمؤمنین مولا علی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے جن کی آپ اولاد میں سے ہیں تنہائی میں اپنے چہرہ ءمبارک پر ہاتھ پھیر کر اِرشاد فرمایا:

اے دنیا! کسی اور کو دھوکا دے میں نے تجھے وہ طلاق دی جس میں کبھی رجعت (یعنی واپسی) نہیں، پھر ساداتِ کرام کا اَفلاس (یعنی غربت) کیا تعجب کی بات ہے۔

سید صاحب نے فرمایا واللہ! میری تسکین ہوگئی۔ وہ اب زندہ موجود ہیں اس روز سے کبھی شاکی نہ ہوئے۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبہ المدینہ ص127-128)

ایک آریہ کے سوالا ت اور اُن کے جوابات:

جنابِ سیِّد ایوب علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان ہے کہ:

ایک مرتبہ نمازِ ظہر سے پہلے، حضرتِ علامہ مولانا **محمد نعیم الدین مرادآبادی** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت مولانا رحم الٰہی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (مدرس، مدرسہ منظرِ اسلام بریلی شریف)، سرکارِ **اعلیٰ حضرت**، مجدِ دِ دین وملت اِمام **احمد رضا خان** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمتِ بابرکت میں حاضر تھے۔ اتنے میں ایک آریہ (یعنی غیر مسلم) آیا اور کہنے لگا ''اگر میرے چند سوالات کے جوابات دے دیئے جائیں تو میں اور میری بیوی بچے سب مسلمان ہوجائیں گے''۔ نامعلوم اُس کے جوابات میں کتنا وقت لگتا؟ چنانچہ **اعلیٰ حضرت** نے ارشاد فرمایا: کچھ دیر ٹھہر جاؤ! ابھی نماز کا وقت ہوگیا ہے، نماز کے بعد اِنْ شَآءَاللہ عَزَّ وَجَلَّ تمہارے ہر سوال کا جواب دیا جائے گا۔''

وہ کہنے لگا: ایک سوال تو یہی ہے کہ آپ کے دین میں عِبادت کے پانچ وقت کیوں مقرر ہیں؟ **پَرْمیشَر** (خدا تعالیٰ) کی عبادت جتنی بھی کی جائے اچھی ہی ہے۔ حضرت علامہ مولانا **محمد نعیم الدین مرادآبادی** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: یہ اعتراض تو خود تمہارے اُوپر بھی وارِد ہوتا ہے۔ (کیونکہ تم بھی وقت مقرر کر کے پوجا کرتے ہو)'' پھر مولانا رحم الٰہی نے فرمایا: تمہارے مذہب کی کتاب ''ستیارتھ پرکاش'' میرے مکان پر موجود ہے ابھی منگوا کر دکھا سکتا ہوں۔ الغرض طے پایا کہ پہلے نماز پڑھ لی جائے، اتنی دیر میں کتاب بھی آجائے گی پھر اِنْ شَآءَاللہ عَزَّ وَجَلَّ اس غیر مسلم کے دل سے کُفر وضَلَالَت کی گندگی دور کی جائے گی۔ چنانچہ یہ تینوں بُزُرگ حکمِ خداوندی بَجالانے کے لئے مسجد تشریف لے گئے اور وہ غیر مسلم باہر گیٹ کے قریب بیٹھ گیا۔ نماز کے بعد اس نے یہ سوالات کئے:

(1) اگر قرآن، اللہ کا کلام ہے تو تھوڑا تھوڑا کیوں نازل ہوا؟ ایک دم کیوں نہ آیا جبکہ خدا تو اسے یکبارگی اتارنے پر قادِر تھا۔

(2) آپ کے نبی کو معراج کی رات خدا نے بلایا تھا، اگر وہ واقعی خدا کے محبوب تھے تو پھر دنیا میں واپس کیوں بھیج دیئے گئے؟

(3) عبادت پانچ وقت کے متعلق ستیارتھ پرکاش کی عبارت دیکھنا مشروط ہوئی۔

اس کے یہ سوال سن کر **اعلیٰ حضرت** نے ارشاد فرمایا:

میں تمہارے سوالوں کے جواب ابھی دیتا ہوں، مگر تم نے جو وعدہ کیا ہے اس پر قائم رہنا کہا ''ہاں! میں پھر کہتا ہوں کہ اگر آپ نے میرے سوالات کے جواب معقول انداز میں دے دیئے تو میں اپنے بیوی بچوں سمیت مسلمان ہو جاؤں گا''۔

یہ سن کر **اعلیٰ حضرت** نے ارشاد فرمایا:

تمہارے پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ جو شے عین ضرورت کے وقت دستیاب ہوتی ہے دل میں اسکی وقعت زیادہ ہوتی ہے اسی لئے کلامِ پاک کو بتدریج (یعنی درجہ بدرجہ) نازِل کیا گیا۔ انسان بچے کی صورت میں آتا ہے پھر جوان ہوتا ہے پھر بوڑھا، اللہ تعالیٰ اسے بوڑھا پیدا کرنے پر بھی قادِر ہے پھر بوڑھا پیدا کیوں نہ کیا؟، انسان کھیتی کرتا ہے، پہلے پودا نکلتا ہے پھر کچھ عرصہ بعد اس میں بالی آتی ہے اس کے بعد دانہ برآمد ہوتا ہے، وہ خدائے بزرگ و برتر تو قادر ہے ایکدم غلہ پیدا کر دے پھر ایسا کیوں نہ کیا؟

اپنے پہلے سوال کا مطمئن کُن جواب سن کر وہ غیر مسلم خاموش ہو گیا۔ مبلغ اسلام کا اندازِ تبلیغ اس کے دل میں گھر کر چکا تھا، اسکی دلی کیفیت چہرے سے عیاں تھی۔ پھر کتاب ''ستیارتھ پرکاش'' آ گئی جس کے تیسرے باب (تعلیم) پندرہویں ہیڈنگ میں یہ عبارت موجود تھی ''اگنی ہوتر (یعنی پوجا) صبح شام دو ہی وقت کرے''۔ اِسی طرح چوتھے باب (خانہ داری) ہیڈنگ نمبر 63 میں یہ عبارت موجود تھی ''سندھیا (ہندوؤں کی صبح و شام کی عبادت) دو ہی وقت کرنا چاہے''۔ یہ عبارت سن اور دیکھ کر اسے دوسرے سوال کا جواب بھی مل چکا تھا۔ اب وہ اسلام سے مزید قریب ہو رہا تھا لہٰذا اس نے معراج والے سوال کا جواب چاہا تو مبلغِ اسلام، عاشقِ خیر الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم **اعلیٰ حضرت** کی زبانِ مبارک سے علم و حکمت کے پھول جھڑنے لگے اور الفاظ کچھ یوں ترتیب پائے:

''معراج والے سوال کے جواب کو یوں سمجھنا چاہیے کہ ایک بادشاہ اپنے ملک کے انتظام کے لئے ایک نائب مُقَرَّر کرتا ہے، وہ صوبہ دار یا نائب بادشاہ کے حسبِ منشاء خدمات انجام دیتا ہے، بادشاہ اس کی کارگزاریوں سے خوش ہو کر اپنے پاس بلاتا ہے اور اِنعام و خِلعَتِ فاخرہ عطا فرماتا ہے نہ یہ کہ اسے بُلا کر مُعَطَّل کر دیتا ہے اور اپنے پاس روک لیتا ہے۔''

یہ دلنشین کلام سن کر وہ غیر مسلم بے ساختہ پکار اٹھا آپ نے مجھے خوب مُطمَئِن کر دیا، مجھے میرے سب سوالوں کا جواب مل گیا، میں ابھی اپنے بیوی، بچوں کو لاتا ہوں اور ہم سب اپنے باطل مذہب کو چھوڑ کر دینِ اسلام میں داخل ہوتے ہیں۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت ص 306، اعلیٰ حضرت کی انفرادی کوششیں مکتبہ المدینہ ص 13)

داڑھی حدِ شرع تک ہو جائے:

جناب حاجی خدابخش صاحب (خادم **اعلیٰ حضرت**) روایت کرتے ہیں کہ:

ایک دن میں نے صبح کی نماز **اعلیٰ حضرت** کے پیچھے پڑھی۔ جب آپ نماز پڑھا چکے تو دیکھا کہ ایک مسافر صاحب آئے ہوئے ہیں، انہوں نے **اعلیٰ حضرت** کو ایک خط دیا، وہ صاحب **اعلیٰ حضرت** کے مرید بھی تھے، اور اُن کی داڑھی حدِ شرع سے کم تھی۔

انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ کوئی وظیفہ حضور مجھ کوتعلیم فرمائیں۔ **اعلیٰ حضرت** نے فرمایا کہ''**جس وقت تمہاری داڑھی حدشرع کے مطابق ہو جائے گی اس وقت میں وظیفہ وغیرہ بتادوں گا**''۔ وہ صاحب اس کے متعلق (یعنی وظیفہ حاصل کرنے کیلئے) ایک بزرگ کا سفارشی خط بھی لائے تھے کہ ان کو کچھ بتادیا جائے۔

اعلیٰ حضرت نے (سفارشی رقعہ دیکھنے کے بعد) فرمایا''جب تک تم داڑھی حدِ شرع تک بڑھا کر نہ آؤ گے اس وقت تک تم چاہے کسی کی بھی سفارش لاؤ تم کو کچھ نہیں بتاؤں گا، جب داڑھی حد شرع کے مطابق ہوجائے گی تو میں خود ہی بتادوں گا، اس میں کسی کی سفارش کی ضرورت نہیں''۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفرالدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص268)

نگاھوں سے تبلیغ:

ایک مرتبہ سیدی **اعلیٰ حضرت** ''مدرسۃ الحدیث''، پیلی بھیت شریف میں حضرت علامہ مولانا **شاہ محمد وَصی احمد محدثِ سُورتی** کے ہاں مُقیم تھے۔ سیّد فرزند علی صاحب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملنے آئے اور دست بوس ہوئے۔ سیّد صاحب کی داڑھی کٹی ہوئی تھی۔ **اعلیٰ حضرت** بہت دیر تک گہری نظروں سے سیّد صاحب کے چہرے کو دیکھتے رہے۔ سیّد صاحب فرماتے ہیں کہ''آپ کی نگاہوں نے مجھے پسینہ پسینہ کر دیا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک سچے عاشقِ رسول **صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم** مجھے داڑھی رکھنے کی خاموش ہدایت فرمارہے ہیں۔ میں نے صبح کو حاضرِ خدمت ہوکر اپنے اس فعلِ شَنِیعہ (برے فعل) سے توبہ کی۔ اس حکایت کے راوی کہتے ہیں کہ''آج میں اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہوں کہ سید صاحب کے چہرہ پر نہایت خوش نما داڑھی موجود ہے۔''

(اعلیٰ حضرت کی انفرادی کوششیں ص41)

صلح میں سبقت اور جنت کی طرف سبقت:

دورانِ قیامِ جبلپور بھی **اعلیٰ حضرت** ہمیں تبلیغ کرتے نظر آتے ہیں، کبھی کسی کی صُلح کروا رہے ہیں، کبھی گناہوں سے توبہ کروا رہے ہیں، کبھی تلقینِ حسنات کررہے ہیں۔''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' سے ایک دو واقعات قیام جبل پور کے بھی نقل کئے جاتے ہیں۔

ایک روز صبح کے جلسہ میں بمعروض منشی عبدالغفار صاحب (منشی صاحب کے عرض کرنے پر)''ماسٹر محمد حیدر'' اور''محمد ادریس'' صاحبان (جن کا عرصہ سے نزاع (جھگڑا) تھا اور دونوں حلقہ بگوشان **اعلیٰ حضرت** تھے) پیش ہوئے۔

اوّلاً (پہلے) ماسٹر محمد حیدر صاحب کا بیان ہوا، پھر محمد ادریس صاحب کا۔ بیانات سماعت فرما کر ارشادِ عالی ہوا''آپ صاحبوں کا کچھ مذہبی تخالف ہے؟ کچھ نہیں! آپ دونوں آپس میں پیر بھائی ہیں، نسلی رشتہ چھوٹ سکتا ہے، لیکن اسلام وسنیت اور اکابر کے سلسلہ سے عقیدت باقی رہتی ہے تو یہ رشتہ ٹوٹ نہیں سکتا، دونوں حقیقی بھائی اور ایک گھر کے ہو۔۔۔

تمہارا دین ایک، مذہب ایک، رشتہ ایک، آپ دونوں صاحب ایک ہوکر کام کیجئے کہ مخالفین کو دست اندازی کا موقع نہ ملے، خوب سمجھ لیجئے

! **آپ دونوں صاحبوں میں جو سبقت ملنے میں کرے گا جنت کی طرف سبقت کرے گا**، یہ فرمانا تھا کہ دونوں کے قلوب پر ایک برقی اثر ہوا اور بے تابانہ ایک دوسرے کے قدموں پر گر پڑے اور آپس میں نہایت صاف دلی کے ساتھ لپٹ گئے۔

جوشِ محبت کی یہ حالت ہوئی کہ اگر حاضرین میں سے انہیں سنبھال نہ لیتے تو دونوں حضرات اس معانقہء قلبی میں گر پڑتے، واقعی مقدس حضرات کی مُٹھی میں لوگوں کے قلوب ہوتے ہیں جس طرف چاہیں رجوع کردیں۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفرالدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص 357)

لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے:

جبلپور رہی میں **اعلیٰ حضرت** نے ایک مرتبہ لوگوں کو بد مذہبوں کی صحبت اور اُن سے موانست سے اجتناب کی تلقین فرمائی۔ اس مجلس کا رنگ اور اُس کا اثر مولانا ظفرالدین بہاری کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے۔

یہ واقعہ بروزِ جمعہ (اٹھائیس رجب 1337ھ) قریبِ عصر کا ہے، اس جلسہ میں بعض وہ لوگ بھی تھے جو بد مذہبوں کے پاس بیٹھا کرتے تھے **اعلیٰ حضرت** کی یہ گراں بہا نصائح (بہت قیمتی نصیحتیں) سن کر دل ہی دل میں وہ لوگ اپنے اوپر نفرین (لعنت) اور ملامت کر رہے تھے، اور کبھی کبھی کسی گوشہ سے توبہ واستغفار کی آواز بھی آجاتی تھی۔

اُسی وقت ایک صاحب نے کھڑے ہوکر دوسرے صاحب سے کہا ''آپ کو اکثر اوقات بد مذہبوں کی صحبت میں دیکھا گیا ہے مناسب ہے کہ **اعلیٰ حضرت** آج خوش قسمتی سے تشریف فرما ہیں، توبہ کرلیجئے۔'' یہ سنتے ہی وہ **اعلیٰ حضرت** کے قدموں پر آکر گرے اور صدقِ دل سے تائب ہوئے۔ اس پر ارشاد فرمایا بھائیو! یہ وقت نزولِ رحمتِ الٰہی کا ہے سب حضرات اپنے اپنے گناہوں سے توبہ کریں! جن کے خفیہ گناہ ہوں وہ خفیہ اور جن کے اعلانیہ ہوں وہ اعلانیہ توبہ کریں کہ: حدیث پاک میں ہے

''اِذَاعملت سَیِّئَۃً فَاحدث عِنْدَھَا تَوْ بَۃً اَلسِّرُّ بِالسِّرِّ وَالعَلَانِیَۃُ بِالعَلَانِیَۃِ''

''جب تو کوئی گناہ کرے تو فوراً توبہ کر مخفی (گناہ) کی مخفی اور آشکار (اعلانیہ گناہ) کی آشکار''

سچے دل سے توبہ کریں کہ رَبّ عزوجل ایسی ہی توبہ قبول فرماتا ہے۔ فقیر دُعا کرتا ہے مولیٰ تعالیٰ آپ حضرات کو استقامت عطا فرمائے۔ جو داڑھی منڈواتے یا کترواتے ہوں، چڑھاتے یا سیاہ خضاب لگاتے ہوں، وہ اور ایسے جو اعلانیہ گناہ کرتے ہوں انہیں اعلانیہ توبہ کرنا چاہیے اور جو گناہ پوشیدہ طور پر کئے اُن سے پوشیدہ، کہ گناہ کا اعلان بھی گناہ ہے۔

اعلیٰ حضرت کے ان چند فقرات میں اللہ ہی جانے کیا اثر تھا کہ لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے گویا وہ اپنے گناہوں کے دفتر آنسوؤں سے دھو رہے تھے اور بیتابانہ پروانہ وار اس **''شمعِ انجمنِ محمدی''** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی علیہ والہٖ وسلم پر نثار ہونے دوڑے اور قدموں پر گر کر اپنے خفیہ واعلانیہ اعمال سے توبہ کر رہے تھے، عجب سماں تھا، **اعلیٰ حضرت** خود بھی نہایت گریہ وزاری کے ساتھ ان کے لیے دُعائے مغفرت میں

مصروف تھے، جب سب لوگ تائب ہو چکے تو اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا: آج مجھے فائدہ معلوم ہوا کہ میرا جبلپور آنا اور اتنے دنوں قیام کرنا یوں ہوا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص359)

سونے کی انگوٹھی پہننے والے کی اصلاح:

سَجّادہ نشین مارہرہ شریف حضرت سید مہدی حَسَن میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

میں جب بریلی شریف آتا تو اعلیٰ حضرت خود کھانا لاتے اور ہاتھ دُھلاتے۔ایک مرتبہ میں نے سونے کی انگوٹھی اور چھلے پہنے ہوئے تھے، حسبِ دَستور جب ہاتھ دُھلوانے لگے تو فرمایا''شہزادہ حضور! یہ انگوٹھی اور چھلّے مجھے دے دیجئے! میں نے اُتار کر دے دیئے اور بمبئی چلا گیا۔ بمبئی سے مارہرہ شریف واپس آیا تو میری لڑکی فاطمہ نے کہا''ابا حضور! بریلی شریف کے مولانا صاحب (یعنی اعلیٰ حضرت قدس سرہ) کے یہاں سے پارسل آیا تھا، جس میں چھلے انگوٹھی اور ایک خط تھا جس میں یہ لکھا تھا''شہزادی صاحبہ یہ دونوں طلائی اشیاء آپ کی ہیں (کیونکہ مَردوں کو ان کا پہننا جائز نہیں)''۔

(اعلیٰ حضرت کی انفرادی کوشش ص11)

آپ کوچاھیے تھا کہ اُسے فوراً کلمہ پڑھا دیتے:

جنابِ سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے:

ایک روز ایک صاحب کسی غیر مسلم کو اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں لے کر آئے اور عرض کی''یہ مسلمان ہونا چاہتا ہے۔''فرمایا: کلمہ پڑھوا دیا ہے؟ عرض کیا''ابھی نہیں پڑھوایا۔'' یہ سن کر اعلیٰ حضرت نے بلا تاخیر وتساہل فوراً اس غیر مسلم کو کہا''پڑھو!''**لَا اِلٰــــهَ اِلَّا اللّٰهُ مُـحَـمَّـدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه**''اب کہو میں اس پر ایمان لایا، میرا دین مسلمانوں کا دین ہے۔ایک خدا کے سوا سب معبود جھوٹے ہیں۔اللہ کے سوا کسی کی پوجا نہیں ہے، زندہ کرنے والا ایک اللہ ہے، مارنے والا ایک اللہ ہے، پانی برسانے والا ایک اللہ ہے، روزی دینے والا ایک اللہ ہے، سچا دین''اسلام''ہے، باقی سب دین جھوٹے ہیں''۔

اس کے بعد قینچی منگوا کر اُسکے بالوں کی چوٹی کاٹی اور کٹورے میں پانی منگوا کر تھوڑا سا خود پیا باقی اُسے دیا اور اس سے جو بچا، وہ حاضرین مسلمانوں نے تھوڑا تھوڑا پیا۔اس خوش قسمت نومسلم کا اسلامی نام''عبداللہ''رکھا گیا۔پھر جو صاحب اسے لے کر آئے تھے ان سے فرمایا:

جس وقت کوئی اسلام میں آنے کو کہے، فوراً کلمہ پڑھا دینا چاہیے کہ اگر کچھ بھی دیر کی تو گویا اتنی دیر اس کے کفر پر رہنے کی معاذ اللہ رضا مندی ہے۔آپ کو چاہیے تھا کہ اسے فوراً کلمہ پڑھا دیتے پھر یہاں لاتے یا اور کہیں لے جاتے۔یہ سن کر اس نے دست بستہ عرض کی

حضور ! مجھے یہ بات معلوم نہ تھی میں اپنی اس غلطی پر نادم ہوکر سچے دل سے توبہ کرتا ہوں ۔فرمایا: اللہ کریم معاف فرمانے والا ہے، آپ بھی کلمہ پڑھ لیجئے ۔اس نے فوراً کلمہ پڑھا اور سلام و دست بوسی کے بعد واپس چلا گیا۔

(اعلیٰ حضرت کی انفرادی کوشش ص31)

صفِ اول کی ترغیب دلائی:

ایک مرتبہ جب نمازِ مغرب کی جماعت قائم ہوئی تو حاجی محمد شاہ خان صاحب قادری رضوی نے صفِ اوّل میں شامل ہونے کی غرض سے شمالی فصیل پر کھڑے ہوکر نماز ادا کی ۔اعلیٰ حضرت نے اُن کو دیکھ لیا تھا نماز کے بعد اپنے پاس بلا کر ارشاد فرمایا:

''خان صاحب !اس طرح صفِ اول کا ثواب نہیں ملتا کیونکہ یہ جگہ مسجد سے خارِج ہے، آئندہ خیال کیجئے گا۔اگر لوگوں کو صف اوّل کے ثواب کا علم ہو جائے تو قُرعہ اَندازی کرنا پڑے۔''

(اعلیٰ حضرت کی انفرادی کوشش ص33)

ایک آیت تلاوت فرما کر اصلاح کر دی :

جنابِ مولانا شاہ عارفُ اللہ صاحب خطیبِ ''خیر المساجد'' خیر نگر میرٹھ اپنے والدِ ماجد مولانا حبیب اللہ صاحب قادِری رضوی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ایک دن بدمذہبوں کے عقائد پر گفتگو ہو رہی تھی والد صاحب نے کہا'' کم ازکم اس قدر بات تو ضرور ہے کہ یہ بدمذہب ہمارے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز تو ضرور پڑھتے ہیں اور اہلِ قبلہ کو برا کہنے کی ممانعت آئی ہے۔''

ابھی یہ مجلس ختم بھی نہ ہونے پائی تھی کہ فوراً ہی بریلی شریف سے تار پہنچا کہ ''فوراً بریلی آؤ'' وہ گھبرا گئے ۔مولوی محمد حسین صاحب میرٹھی سے مشورہ کیا، انہوں نے کہا ''فوراً جائیے۔'' چنانچہ بریلی شریف پہنچے، آستانہ ءعالیہ پر حاضر ہوکر سب سے دریافت کیا، کسی نے بھی تار بھیجنا بیان نہ کیا، سخت تشویش ہوئی۔۔۔

آخرِ کار تار آفس میں گئے، معلوم ہوا کہ یہاں سے تار تو گیا ہے، لیکن دینے کون آیا تھا یہ یاد نہیں۔ بہت متفکر ہوئے کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ سیدی اعلیٰ حضرت نے بھی خود کچھ نہ فرمایا نہ ہی اِنہیں جرأت ہوئی کہ کچھ دریافت کرتے ۔تیسرے دن میرٹھ واپسی کا قصد کیا، اعلیٰ حضرت مسجد میں تشریف فرما تھے۔جب اجازت چاہی تو فرمایا:

مولانا !اس آیتِ کریمہ کو تو پڑھئے:

''لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ''

ترجمہ کنزالایمان: کچھ اصل نیکی یہ نہیں کہ منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرو۔ (سورۃ بقرہ آیت177)

مولانا فرماتے ہیں کہ ''رُعب کی وجہ سے مجھ سے آیت نہ پڑھی گئی، میرے ساتھ مولوی محمد حسین صاحب میرٹھی بھی تھے، انہوں نے آیتِ کریمہ پوری کی۔ میرے دل میں معاً خیال گزرا کہ **اعلیٰ حضرت** نے اِصلاح کی غرض سے مجھے یہاں بلوایا تھا اور صرف ایک آیت تلاوت کر کے میری اِصلاح فرما دی۔

(اعلیٰ حضرت کی انفرادی کوششیں ص 37-36)

اَلْحُبُّ لِلّٰہ وَالْبُغْضُ لِلّٰہ

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زندگی مبارک ''**اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَالْبُغْضُ لِلّٰہِ**'' کی عملی تفسیر تھی یہ جو ہر آپ کی ذاتِ پاک میں بلندی کی انتہائی حدّ وں کو چھو رہا ہے۔ اللہ و رسول عَزَّ وَجَلَّ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم سے محبت کرنے والوں کو اپنا عزیز سمجھتے اور اللہ و رسول عَزَّ وَجَلَّ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کے دشمنوں کو اپنا دشمن سمجھتے تھے، آپ اپنے مخالف سے بھی کج خلقی سے پیش نہیں آئے، کبھی دشمن سے بھی سخت کلامی نہیں کی بلکہ حلم سے کام لیا، لیکن دین کے دشمنوں سے کبھی نرمی نہیں برتی۔

اعلیٰ حضرت کی حیات کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اس حدیثِ پاک

مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَاَبغَضَ لِلّٰہِ وَاَعْطٰی لِلّٰہِ وَ مَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِاسْتَکْمَلَ الاِیْمَان

(ترجمہ:۔ جس نے اللہ کے لیے محبت کی، اللہ کے لیے دُشمنی کی، اور اللہ ہی کے لیے عطا کیا، اور اللہ کے لیے رُوکا، اُس نے اپنا ایمان کامل کر لیا۔

(مرآۃ المناجیح جلد اص 53 مکتبہ ضیاء القرآن))

کے مظہر تھے۔ **اعلیٰ حضرت** نے اپنا سنِ پیدائش جس آیتِ مبارکہ سے استخراج فرمایا ہے اُس سے بھی آپ کی اس صفت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ''ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت'' سے ایک اقتباس پیشِ خدمت ہے۔

بچپن سے مجھے نفرت ہے اللہ کے دُشمنوں سے:

وِلادت کی تاریخوں کا ذکر تھا اور اس پر ارشاد فرمایا: **بِحَمْدِ اللّٰہ تعالیٰ** میری وِلادت کی تاریخ اس آیۃ کریمہ میں ہے:

''**اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیۡ قُلُوۡبِھِمُ الۡاِیۡمَانَ وَ اَیَّدَھُمۡ بِرُوۡحٍ مِّنۡہُ**''

ترجمہ کنزالایمان: یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ایمان نقش فرما دیا ہے اور اپنی طرف سے روحُ القدس کے ذریعہ سے ان کی مدد فرمائی ہے (المجادلۃ آیت 22)

اور اس کا صدر (یعنی آیت کا ابتدائی حصہ) ہے۔

''**لَا تَجِدُ قَوۡمًا یُّؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ یُوَآدُّوۡنَ مَنۡ حَآدَّ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ وَ لَوۡ کَانُوۡۤا اٰبَآءَھُمۡ اَوۡ اَبۡنَآءَھُمۡ اَوۡ اِخۡوَانَھُمۡ اَوۡ عَشِیۡرَتَھُمۡ**''

ترجمہ کنزالایمان: نہ پائیں گے۔ آپ ان لوگوں کو جو اللہ و رسول اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ اللہ و رسول کے مخالفوں سے

دوستی رکھیں اگرچہ وہ ان کے باپ یا ان کی اولاد یا ان کے بھائی یا ان کے کنبے قبیلے ہی کے کیوں نہ ہوں (المجادلۃ 22)

اِسی کے مُتَّصِل فرمایا ''**اُولٰٓـئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ**'' (کا نتیجہ یہ ہے کہ) **بِحَمْدِ اللّٰهِ تعالٰی** بچپن سے مجھے نفرت ہے **اَعْداءُ اللّٰه** (اللہ کے دُشمنوں) سے، اور میرے بچوں کے بچوں کو بھی **بفضلِ اللّٰهِ تعالٰی** عداوتِ **اَعْداءِ اللّٰه** (یعنی اللہ کے دشمنوں سے دشمنی) گھٹی میں پلا دی گئی ہے اور **بفضلِہٖ تعالٰی** یہ وعدہ بھی پورا ہوگا (یعنی ایمان نقش ہونے کا)

''**اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ**''

ترجمہ کنزالایمان: ''یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا''

بِحَمْدِ اللّٰه اگر قلب کے دو ٹکڑے کیے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لکھا ہوگا **لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه** دوسرے پر لکھا ہوگا **مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه** صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اور **بِحَمْدِ اللّٰهِ تَعَالٰی** ہر بَد مذہب پر ہمیشہ فَتح وَظَفَر (یعنی کامیابی ومدد) حاصل ہوئی ربُّ العزّۃ جل جلالہ نے رُوحُ القُدُس سے تائید (یعنی مدد) فرمائی اللہ عَزَّ وَجَلَّ (اب یہ وعدہ بھی) پورا فرمائے۔

''**وَ یُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ**''

ترجمہ کنزالایمان: اور انھیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں ان میں ہمیشہ رہیں اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی یہ اللہ کی جماعت ہے سنتا ہے اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔ (المجادلہ آیت 22)

کبھی میرے لیے محبت اور دُشمنی کی ؟

''**ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت**''، میں ایک دوسرے مقام پر **اعلیٰ حضرت** ارشاد فرماتے ہیں:

''حدیث شریف میں ہے: ''قیامت کے دن ایک شخص حساب کے لیے بارگاہِ رب العزت میں لایا جائے گا۔ اُس سے سُوال ہوگا ''تو کیا لایا؟'' وہ کہے گا: ''میں نے اتنی نمازیں پڑھیں علاوہ فرض کے، اتنے روزے رکھے علاوہ ماہِ رمضان کے، اس قدر خیرات کی علاوہ زکوٰۃ کے، اِس قدر حج کئے علاوہ حج فرض کے وغیر ذلك۔'' ارشادِ باری ہوگا:

''**هَلْ وَالَیْتَ لِی وَلِیًّا وَعَادَیْتَ لِی عَدُوًّا**''

ترجمہ:۔ کبھی میرے مُحِبُّوں سے محبت اور میرے دُشمنوں سے عداوت بھی رکھی؟

تو عمر بھی کی عبادت ایک طرف اور خدا اور رسول کی محبت ایک طرف، اگر محبت نہیں سب عبادات وریاضات بے کار۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبہ المدینہ ص 165)

مال اور اولاد سے بھی اللہ کے لیے محبت :

اعلیٰ حضرت مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ:

الحمدللہ کہ میں نے **مال'' مِنْ حَیْثُ ھُوَ مَال ''** (یعنی اس طور پر کہ وہ مال ہے) سے کبھی محبت نہ رکھی صرف **اِنْفَاقٍ فِی سَبِیْلِ اللّٰہ** (یعنی راہِ خداعزوجل میں خرچ کرنے) کے لیے اس سے محبت ہے۔ اِسی طرح اوالاد '' **مِنْ حَیْثُ ھُوَ اَوْ لَا د** '' (یعنی اس طور پر کہ وہ اولاد ہے) سے محبت نہیں، صرف اس سبب سے کہ صلہءرحم عملِ نیک ہے اس کا سبب اولاد ہے اور یہ میری اختیاری بات نہیں، میری طبیعت کا تقاضا ہے۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبہ المدینہ ص 497)

کسی کی مدح وذمّ کی پرواہ نہیں:

مولانا ظفرالدین بہاری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''**حیاتِ اعلیٰ حضرت**'' میں تحریر فرماتے ہیں:

بعض غیر مہذب حضرات (ردِ بدمذہبیت کی وجہ سے) گالی نامہ بھی بھیجا کرتے۔ اسی قسم کا ایک خط گالیوں سے بھرا ہوا کسی صاحب کا آیا۔ میں نے چند سطریں پڑھ کر اِس کو علیحدہ رکھ دیا اور عرض کیا کہ کسی نے اپنی شرارت کا ثبوت دیا ہے۔ ایک مرید صاحب نے جو نئے نئے حلقہءارادت میں آئے تھے، اس خط کو اُٹھالیا اور پڑھنے لگے۔ اتفاقِ وقت کہ بھیجنے والے کا جونام اور پتہ لکھا تھا (واقعی یا فرضی) وہ ان صاحب کے اطراف کے تھے، اِس لیے ان کو اور بھی بہت زیادہ رنج ہوا۔ اس وقت تو خاموش رہے لیکن جب **اعلیٰ حضرت** مغرب کی نماز کے بعد مکان پر تشریف لے جانے لگے، تو حضرت کو روک کر کہا اس وقت جو خط میں نے پڑھا جسے مولانا ظفرالدین بہاری صاحب نے ذراسا پڑھ کر چھوڑ دیا تھا، کسی بدتمیز نے نہایت ہی کمینہ پن کو راہ دی ہے، اس میں گالیاں لکھ کر بھیجی ہیں۔

میری رائے ہے کہ اُن پر مقدمہ کیا جائے ایسے لوگوں کو قرار واقعی سزا دلوائی جائے تاکہ دوسروں کے لیے ذریعہءعبرت ونصیحت ہو، ورنہ دوسرے لوگوں کو بھی ایسی جرأت ہوگی۔

اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ: تشریف رکھئے۔ پھر آپ اندر تشریف لے گئے اور دس پندرہ خطوط دستِ مبارک میں لئے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا کہ: اِن کو پڑھئے۔ ہم لوگ متحیر تھے کہ کس قسم کے خطوط ہیں۔ خیال ہوا کہ شاید اِسی قسم کے '' گالی نامے'' ہوں گے جن کے پڑھوانے سے یہ مقصود ہوگا کہ اس قسم کے خط آج کوئی نئی بات نہیں بلکہ ایک زمانے سے آرہے ہیں، میں اس کا عادی ہوں، لیکن جیسے جیسے وہ صاحب خط پڑھتے جاتے، ویسے ویسے اُن کا چہرہ خوشی سے دمکتا جاتا تھا۔۔۔۔

پهلے تعریف کرنے والوں کو جاگیریں دیجئے :

آخر جب سب خط پڑھ چکے تو **اعلیٰ حضرت** نے فرمایا:

''پہلے ان تعریف کرنے والوں بلکہ تعریف کا پل باندھنے والوں کو انعام واکرام، جاگیر اور عطیات سے مالا مال کر دیجئے پھر گالی دینے والوں کو سزا دلوانے کی فکر کیجئے گا''۔

انہوں نے اپنی مجبوری ومعذوری ظاہر کی اور کہا کہ جی تو یہی چاہتا ہے کہ ان سب کو اتنا انعام واکرام دیا جائے کہ نہ صرف ان کو بلکہ ان

کی پشتہا پشت کو کافی ہو مگر میری وسعت سے باہر ہے۔فرمایا:"**جب آپ مخلص کو نفع نہیں پہنچا سکتے تو مخالف کو نقصان بھی نہ پہنچائیے**"۔

"**کُلُّ امْرِیءٍ بِمَاکَسَبَ رَهِیْن**"

ترجمہ کنزالایمان:"سب آدمی اپنے کئے میں گرفتار ہیں"۔ (سورۃ الطّور آیت 21)

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفرالدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص143)

کافر کا ہاتھ لگنے کی تکلیف:

"ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت" میں **اعلیٰ حضرت** اس بات پر روشنی ڈالتے ہیں کہ اللہ عزوجل ورسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے دُشمنوں سے کیسی دُشمنی ہونی چاہیے،فرماتے ہیں۔۔۔:

ہر مسلمان پر فرضِ اَعظم ہے کہ اللہ کے سب دوستوں سے محبت رکھے اوراس کے سب دُشمنوں سے عداوت رکھے۔یہ ہمارا عینِ ایمان ہے۔اسی تذکرہ میں فرمایا **بِحَمْدِ اللّٰہِ تَعَالٰی** میں نے جب سے ہوش سنبھالا اللہ کے سب دُشمنوں سے دل میں سخت نفرت ہی پائی۔ایک بار اپنے دیہات کو گیا تھا،کوئی دیہی مقدمہ پیش آیا،جس میں چوپال کے تمام ملازموں کو بدایون جانا پڑا، میں تنہا رہا۔اُس زمانے میں **مَعَاذَ اللّٰہ** درد قُولَنج (یعنی بڑی آنت کا درد) کے دورے ہوا کرتے تھے۔

اُس دن ظہر کے وقت سے درد شروع ہوا،اِسی حالت میں جس طرح بَنا،وضو کیا۔اب نماز کو نہیں کھڑا ہوا جاتا۔رب سے دُعا کی اور حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے مدد مانگی مولیٰ مُضطَر (یعنی پریشان) کی پکار سنتا ہے۔میں نے سُنّتوں کی نیت باندھی،درد بالکل نہ تھا۔جب سلام پھیرا،اُسی شدت سے تھا۔فوراً اُٹھ کر فرضوں کی نیت باندھی،درد جاتا رہا،جب سلام پھرا وہی حالت تھی۔بعد کی سنّتیں پڑھیں، درد موقوف (یعنی ختم) اور سلام کے بعد پھر بدستور، میں نے کہا اب عصر تک ہوتا رہ۔پلنگ پر لیٹا کروٹیں لے رہا تھا کہ درد سے کسی پہلو قرار نہ تھا۔

اتنے میں سامنے سے اُسی گاؤں کا ایک برہمن کہ (خبیث بزعمِ خود قریب،قریب توحید کا قائل اور براہِ مکروفریب میرے خوش کرنے کے لیے مسلمانوں کی طرف مائل بنتا تھا) گزرا،پھاٹک کھلا ہوا تھا،مجھے دیکھ کر اندر آیا اور میرے پیٹ پر ہاتھ رکھ کر پوچھا کیا یہاں درد ہے؟ مجھے اس کا نجس ہاتھ بدن کو لگنے سے اتنی کراہت ونفرت پیدا ہوئی کہ درد کو بھول گیا اور یہ تکلیف اس سے بڑھ کر معلوم ہوئی کہ ایک کافر کا ہاتھ میرے پیٹ پر ہے۔ایسی عداوت رکھنا چاہیے ۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبہ المدینہ ص276)

میرا قلب گواھی دیتا ھے که یه جھوٹا ھے:

مزید"ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت" میں ہے:

ربُّ العزت عَزَّ وَجَلَّ کی شان ہے کہ بد مذہب کیسا ہی جامہء عیاری پہن (یعنی بھیس بدل) کرمیرے سامنے آئے ، خود بخود دل نفرت کرنے لگتا ہے۔حضرت والدِ ماجد قدس سرہٗ کے زمانہء حیات میں دہلی کا ایک واعظ حاضر ہوااور اس وقت مولانا عبدالقادر صاحب بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی تشریف رکھتے تھے۔۔۔۔اُس نے اپنے سُنّی ہونے کا پورا پورا ثبوت دیا۔میرے بچپن کا زمانہ تھا۔جب وہ چلا گیا تو میں نے اپنا خیال حضرت (والد ماجد) کی خدمت میں ظاہر کیا کہ مجھے تو یہ پکا وہابی معلوم ہوتا ہے۔مولانا بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:''ابھی تو وہ تمہارے سامنے وہابیوں اور اسمٰعیل پر تبرا (یعنی برا بھلا) کہہ گیا ہے''۔

مَیں نے عرض کی کہ میرا قلب گواہی دیتا ہے کہ یہ سب تَقِیَّہ (یعنی اپنے مذہب کو چُھپاتے ہوئے جھوٹ بولنا) تھا،اسے جامع مسجد میں وعظ کہنے کی اجازت ہمارے حضرت سے لینی ہے کہ بے حضرت کی اجازت کے یہاں وعظ نہیں کہہ سکتا،اس لئے اس نے تمہید ڈالی۔دوسرے دن شام کو پھر حاضر ہوا۔میں نے اُسے مسائلِ وہابیت میں چھیڑا،ثابت ہوا کہ پکا وہابی ہے،(لھٰذا) دفع کر دیا گیا،اپنا سا منہ لے کر چلا گیا۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبۃ المدینہ ص169)

میں نے اپنے دل کو شاباش دی:

حضرت والد ماجد قدس سرہٗ العزیز کے وصال شریف کے کچھ دنوں بعد جب کہ مَیں اپنے منجھلے (یعنی درمیانے) بھائی مرحوم (مولانا حسن رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے مکان میں رہتا تھا۔باہر تنہا تھا،گلی میں سے ایک عربی صاحب نظر آئے۔جب قریب آئے میں نے چاہا اُن کے لئے قیام کرتا کہ اہلِ عرب کے لئے قیام میری عادت تھی،مگر اِس بار دل کراہت کرتا ہے۔میں اٹھنا چاہتا ہوں اور دل اندر سے دامن کھینچتا ہے۔آخر میں نے (اپنے نفس سے) کہا کہ یہ تیرا تکبُّر ہے،جبراً وقہراً قیام کیا،وہ آکر بیٹھے،میں نے نام پوچھا کہا:عبدالوھاب۔مقام پوچھا کہا:نجد،اب تو میں کھٹکا اور میں نے اُس سے مسائل متعلقہ وہابیت پوچھے۔اتنا اَشدّ وہابی نکلا کہ یہاں کے وہابیہ اُس کی شاگردی کریں۔

بار بار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک لیتا،نہ اوّل میں کلمہء تعظیم نہ آخر میں دُرُود،میں اُسے ہر بار روکتا اور کلماتِ تعظیم اور دُرُود شریف کی ہدایت کرتا اور وہ نہ مانتا۔

آخر مَیں نے سختی کے ساتھ اُس سے کہا تو مجبور ہو کر بولا''اَقُوْلُ لِقَوْلِكَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ''میں تمہارے کہنے سے کہتا ہوں صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم۔(اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن) میں نے اُسے دفع کیا،میں نے اپنے دل کو شاباش دی کہ تُو نے ہی ٹھیک کہا تھا۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبۃ المدینہ ص169)

میں دوسری طرف منہ پھیر لیتا تھا :

ایک دفعہ علی گڑھ سے ایک شخص اپنا بیگ وغیرہ لئے آیا۔اُس کی صورت دیکھ کر میرے قلب نے کہا''یہ رافضی ہے''دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ واقعی رافضی ہے۔کہا:مَیں اپنے مکان کو لکھنؤ جاتا تھا،راستے میں صرف آپ کی زیارت کے لئے اُتر پڑا ہوں،کیا

آپ اہلِ سُنّت میں اَیسے ہی ہیں جیسے ہمارے یہاں مجتہدین؟ میں نے اِلتفات نہ کیا (یعنی اُس پر توجہ نہ دی)۔غرض وہ رافضی اپنی طرف مجھے مخاطب کرتا تھا اور میں دوسری طرف منہ پھیر لیتا تھا، آخراُٹھ کر چلا گیا۔

اُس کے جانے کے بعد ایک صاحب شاکی (یعنی شکایت گزار) بھی ہوئے کہ وہ اتنی مسافت طے کرکے آیا اور آپ نے قطعی اِلتفات نہ فرمایا۔ میں نے یہ روایت (امیرالمؤمنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی کہ جس وقت آپ کو معلوم ہوا کہ یہ مہمان بدمذہب ہے،فوراً کھانا سامنے سے اُٹھوالیا اور اسے نِکلوادیا) بیان کی کہ ہمارے ائمہ نے ان لوگوں کے ساتھ ہمیں یہ تہذیب بتائی ہے۔اب بھلا وہ کیا کہہ سکتے تھے؟ خاموش ہوگئے۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبہ المدینہ ص170)

نواب صاحب سے نہ ملے :

یہ تو خیر مسافر تھے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے تو کسی نواب کی بھی پرواہ نہ فرمائی ''سیرتِ امام احمد رضا'' میں ہے کہ:

نواب حامد علی خان (نواب آف ریاستِ رامپور) کے متعلق معلوم ہوا کہ اُنھوں نے اعلیٰ حضرت کو لکھا کہ حضور رامپور تشریف لائیں تو میں بہت ہی خوش ہوں گا، اگر یہ ممکن نہ ہو تو مجھ ہی کو زیارت کا موقع دیجئے۔آپ نے جواب میں فرمایا:

''چونکہ آپ صحابہ کبار کے مخالف شیعوں کے طرفدار اور اُن کی تعزیہ داری اور ماتم وغیرہ کی بدعات میں معاون ہیں، لہٰذا میں نہ آپ کو دیکھنا جائز سمجھتا ہوں اور نہ ہی اپنی صورت دکھانا پسند کرتا ہوں''۔

(سیرتِ امام احمد رضا از عبدالحکیم اختر شاہ جہان پوری مطبوعہ لاہور ص54)

محدثِ اعظم پاکستان کا ذکرِ خیر :

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ضمناً کچھ ذکرِ خیر خلیفہ ٔشہزادہ ٔاعلیٰ حضرت (حضور حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) محدثِ اعظم پاکستان، حضرتِ شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا کیا جائے کہ انہوں نے بھی یہی عزیمت کا راستہ اختیار فرمایا اور یہ سب اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنت ہی کا فیضان ہے۔اِن واقعات کو ذکر کرنے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ ہم اندازہ کرسکیں کہ ہمارے اسلاف کا طرزِ عمل اس معاملے میں کیسا تھا۔

مرزائی سے مصافحہ نہ کیا :

ایک مرتبہ ''سالا روالا''، ضلع فیصل آباد کے قریب ایک گاؤں میں آپ ایک غریب آدمی کی دعوت پر تقریر کے لیے تشریف لے گئے۔ گاؤں میں پہنچے تو دیہاتی ماحول کے مطابق لوگوں نے آپ کا پُرجوش استقبال کیا۔ ملنے والوں میں وہاں کا نمبردار بھی شامل ہوا۔اس نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا تو آپ نے ہاتھ کھینچ لیا اور اس سے پوچھا کہ تیرا عقیدہ کیا ہے؟ اس نے برملا کہا کہ وہ مرزائی ہے۔

(اللہ! اللہ! حضور محدثِ اعظم کی نظر کا کمال ہے کہ بغیر کسی تعارف کے بدمذہبوں کو پہچان لیا کرتے تھے۔اور ایسے واقعات آپ کی حیاتِ مبارکہ میں بکثرت پیش آئے۔)

آپ نے فرمایا کہ ''میں کسی مرزائی یا بدمذہب، بے دین سے مصافحہ نہیں کرسکتا۔ سب سے پہلے اپنی بدعقیدگی دور کرو پھر تم سے مصافحہ کروں گا۔''

(حیاتِ محدث اعظم از مولانا حافظ عطاالرحمٰن قادری مکتبہ رضا فاونڈیشن ص169)

میں خلفائے راشدین کو کیا منہ دکھاؤں گا:

یونہی فیصل آباد کا ایک سیاسی لیڈر راجہ نادر خان الیکشن کے موقع پر آپ کی حمایت حاصل کرنے کے لیے خدمتِ اقدس میں آیا اور مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہنے لگا کہ وہ اس علاقہ میں شیعوں کا صدر ہے اس پر حضرت **شیخ الحدیث** نے اپنا ہاتھ مبارک کھینچ کر فرمایا: ''تم سے ہاتھ ملا کر میں خلفائے راشدین کو کیا منہ دکھاؤں گا۔''

(حیاتِ محدث اعظم از مولانا حافظ عطاالرحمٰن قادری مکتبہ رضا فاونڈیشن ص170)

تم سے مصافحہ نہیں کروں گا:

دوسری مرتبہ ''حرمینِ طیبین'' کی حاضری کے لیے (فیصل آباد سے کراچی بذریعہ ٹرین) روانہ ہوئے تو راستہ میں ہر جگہ آپ کا استقبال ہوا۔ جہاں گاڑی رُکتی عقیدت مند زیارت کے لیے پروانوں کی طرح ٹوٹ پڑتے۔

ملتان اسٹیشن پر گاڑی رکی تو وہاں بھی یہی کیفیت تھی۔ بیشمار احبابِ اہلِ سنت استقبال اور زیارت کے لیے اسٹیشن پر موجود تھے۔ ہر کوئی مصافحہ اور دست بوسی کر رہا تھا۔ بعض خوش نصیب تو قدم بوسی کی سعادت سے بہرہ ور ہو رہے تھے۔ آپ کی کیفیت یہ تھی کہ نگاہیں جھکائے ہر ایک سے ملاقات فرما رہے تھے اور دعاؤں کے تحفے عطا فرما رہے تھے۔

مشہور دیوبندی خطیب اور احراری راہنما قاضی احسان احمد شجاع آبادی بھی کسی کام کی غرض سے اسٹیشن پر موجود تھا۔ آپ کا نورانی چہرہ اور حاضرین کی وارفتگی دیکھ کر لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ بتایا گیا کہ یہ حضرت **مولانا محمد سردار احمد صاحب** ہیں۔ بس پھر کیا تھا فوراً مصافحہ کرنے کے لیے اہلِ سنت کے مجمع میں شامل ہو گیا، جب حضرتِ **شیخ الحدیث** کے سامنے آ کر مصافحہ کے لیے اس نے ہاتھ بڑھائے تو اچانک آپ نے ہاتھ روک لیا اور پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ اس نے کہا کہ مجھے احسان احمد شجاع آبادی کہتے ہیں۔ آپ نے دوسرا سوال کیا کہ علمائے دیوبند نے جو کفریہ عبارات لکھیں ہیں اس کے بارے میں آپ کا عقیدہ کیا ہے؟ قاضی احسان احمد اِس سوال سے جھنجھلا کر کہنے لگا: میں یہاں مناظرہ کے لیے نہیں آیا صرف آپ سے مصافحہ کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر آپ نے فرمایا:

''اس فقیر نے کبھی کسی بے دین اور بدمذہب سے مصافحہ نہیں کیا، تم سے مصافحہ نہیں کروں گا''۔

(حیاتِ محدث اعظم از مولانا حافظ عطاالرحمٰن قادری مکتبہ رضا فاونڈیشن ص171)

دُشمن احمد پہ شدت کیجئے :

قارئین شاید مندرجہ بالا عمل کو اَخلاق سے بالاتصور کریں، آیئے! اس کی توجیہ بھی زبانِ **اعلیٰ حضرت** ہی سے سنتے ہیں۔ ''**ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت**'' کا یہ اقتباس دل کے دریچے وا کر کے پڑھئے۔

شاید کہ اُتر جائے تیرے دل میں کوئی بات

(فرماتے ہیں) **مسلمانو!** ذرا اِدھر خدا اور رسول عَزَّ وَجَلَّ و **صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم** کی طرف متوجہ ہو کر ایمان کے دِل پر ہاتھ رکھ کر دیکھو، اگر کچھ لوگ تمہارے ماں باپ کو رات دن بلا وجہ **محض فحش مُغلَّظہ** (یعنی گندی گندی) گالیاں دینا اپنا شیوہ کرلیں، بلکہ اپنا دین ٹھہرالیں، کیا تم ان سے بکشادہ پیشانی ملوگے؟ حاشا! ہرگز نہیں۔

اگر تم میں نام کو غیرت باقی ہے، اگر تم میں اِنسانیت باقی ہے، اگر تم ماں کو ماں سمجھتے ہو، اگر تم اپنے باپ سے پیدا ہو، تو اُنہیں (یعنی ماں باپ کے دُشمنوں کو) دیکھ کر تمہارے دل بھر جائیں گے، تمہاری آنکھوں میں خُون اُترے گا، تم ان کی طرف نگاہ اٹھانا بھی گوارانہ کروگے۔۔۔۔

صدیقِ اکبر وفاروقِ اعظم زائد یا تمہارے باپ:

لِلّٰہ انصاف! صدیقِ اکبر و فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما زائد یا تمہارے باپ؟ اُمُّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زائد یا تمہاری ماں؟ ہم صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ادنیٰ غلام ہیں اور **اَلْحَمْدُ لِلّٰہ** کہ اُمُّ المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیٹے کہلاتے ہیں، اُن کو گالیاں دینے والوں سے اگر یہ برتاؤ نہ برتیں جو تم اپنی ماں بلکہ اپنے آپ کو گالیاں دینے والوں سے برتتے ہو، تو ہم نہایت نمک حرام غلام اور حد بھر کے بُرے ناخلف (یعنی نااہل) بیٹے ہیں، ایمان کا تقاضا یہ ہے، آگے تم جانو اور تمہارا کام۔۔۔۔

ایسی ناپاک تهذیب اُنهیں کو مبارک:

(مزید سمجھاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں) **نیچری تہذیب** کے مدعیوں کو ہم نے دیکھا ہے کہ ذرا کوئی کلمہ اُن کی شان کے خلاف کہا اُن کا (غصے سے) تھوک اُڑنے لگتا ہے، آنکھیں لال ہو جاتی ہیں، گردن کی رگیں پھول جاتی ہیں، اس وقت وہ **مجنون تہذیب** (خودساختہ اخلاقیات والی تہذیب) بکھری پھرتی ہے۔ وجہ کیا ہے! کہ اللہ و رسول عَزَّ وَجَلَّ و **صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم** و **معظمانِ دین** رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اپنی وُقعت دل میں زیادہ ہے (وائے افسوس)۔ ایسی ناپاک تہذیب اُنہیں کو مبارک، فرزندانِ اسلام اِس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ خود حضورِ اقدس **صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم** نے **مسجدِ نبوی** سے بدمذہبوں کو نام لے لے کر اُٹھا دیا۔

ایک مرتبہ **فاروقِ اعظم** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نمازِ جمعہ میں دیر ہو گئی، راستے میں دیکھا کہ چند لوگ مسجد سے لَوٹے ہوئے آرہے تھے۔ آپ اس ندامت کی وجہ سے کہ ابھی میں نے نماز نہیں پڑھی ہے، چھپ گئے اور وہ اس ذلت کی وجہ سے جو مسجد شریف سے نکال دینے میں ہوئی

تھی، الگ چُھپ کر نکل گئے۔۔۔

قرآن کیا فرماتا ھے :

ربُّ العزت تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ اغْلُظْ عَلَیْهِمْ ؕ

ترجمہ کنزالایمان: اے غیب کی خبریں دینے والے (نبی) جہاد فرماؤ کافروں اور منافقوں پر اور ان پر سختی کرو۔ (سورۃ توبہ آیت:73)

اور فرماتا ہے:

وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ

ترجمہ کنزالایمان: اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔ (سورۃ فتح آیت 29)

اور فرماتا ہے:

وَ لْیَجِدُوْا فِیْكُمْ غِلْظَةً

ترجمہ کنزالایمان: اور چاہیئے کہ وہ تم میں سختی پائیں۔ (سورۃ توبہ آیت 123)

تو ثابت ہوا کہ کافروں پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سختی فرماتے تھے۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبہ المدینہ ص 171)

بدمذھبوں کے پاس بیٹھنا کیسا ؟:

اعلیٰ حضرت سے جب یہ سوال کیا گیا کہ:

اکثر لوگ بدمذہبوں کے پاس جان بوجھ کر بیٹھتے ہیں ان کے لئے کیا حکم ہے؟ تو ارشاد فرمایا:

حرام ہے اور بدمذہب ہوجانے کا اندیشہ کامل، اور دوستانہ ہو تو دین کے لیے زہرِ قاتل۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''اِیَّاکُمْ وَاِیَّاھُمْ لَا یُضِلُّوْنَکُمْ وَلَا یَفْتِنُوْنَکُمْ''

''انھیں اپنے سے دور کرو اور ان سے دور بھاگو وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈالیں''۔

اور اپنے نفس پر اعتماد کرنے والا (یعنی یہ سمجھنے والا کہ مجھے اُن کی صحبت سے کچھ اثر نہ ہوگا) بڑے کذّاب پر اعتماد کرتا ہے

اِنَّهَا اَکْذَبُ شَیْءٍ اِذَا حَلَفَتْ فَکَیْفَ اِذَا وَعَدَت

''نفس اگر کوئی بات قسم کھا کر کہے تو سب سے بڑھ کر جھوٹا ہے نہ کہ جب خالی وعدہ کرے''

صحیح حدیث میں فرمایا: ''جب دجال نکلے گا، کچھ لوگ اسے تماشے کے طور پر دیکھنے جائیں گے کہ ہم تو اپنے دین پر مُستقیم (یعنی قائم)

ہیں،ہمیں اس سے کیا نقصان ہوگا؟ وہاں جا کر ویسے ہی ہو جائیں گے‘‘۔

حدیث شریف میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’میں حلف سے کہتا ہوں جو جس قوم سے دوستی رکھتا ہے اس کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا‘‘

سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہمارا ایمان ،اور پھر حضور کا حلف (یعنی قسم) سے فرمانا۔ دوسری حدیث ہے’’جو کافروں سے محبت رکھے گا وہ انہیں میں سے ہے‘‘۔۔۔

مرتے وقت کلمہ نصیب نہ ہوا:

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ’’**شرح الصدور**‘‘ میں نقل فرماتے ہیں :ایک شخص روافض کے پاس بیٹھا کرتا تھا۔ جب اس کی نزع کا وقت آیا،لوگوں نے حسبِ معمول اُسے کلمہء طیبہ کی تلقین کی ۔کہا:نہیں کہا جاتا۔ پوچھا کیوں؟ کہا: یہ دو شخص کھڑے کہہ رہے ہیں تُو ان کے پاس بیٹھا کرتا تھا جو ابوبکر وعمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو برا کہتے تھے،اب تو چاہتا ہے کہ کلمہ پڑھ کر اُٹھے،ہرگز نہ پڑھنے دیں گے۔

(شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور، باب مایقول الانسان)

یہ نتیجہ ہے بد مذہبوں کے پاس بیٹھنے کا۔ جب صدیق وفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بدگویوں (یعنی بُرا کہنے والوں) سے میل جول کی یہ شامت ہے تو قادیانیوں اور وہابیوں اور دیوبندیوں کے پاس نشست وبرخاست (یعنی اُٹھنے بیٹھنے) کی آفت کس قدر شدید ہوگی؟ ان (شیعوں) کی بدگوئی صحابہ تک ہے اور اُن (وہابیوں دیوبندیوں) کی انبیاء اور سَیِّدُ الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ تک۔

بدمذہبوں سے شادی کا حکم:

کسی نے بارگاہِ **اعلیٰ حضرت** میں یہ عرض کی کہ:

حضور! رَوافض میں شادی کرنا کیسا ہے؟ آج کل عجب قصّہ ہے کوئی رافضی کسی کا ماموں ہے اور کسی کا سالا،کوئی کچھ کوئی کچھ!

ارشاد فرمایا: ناجائز ہے۔ایمان دلوں سے ہٹ گیا ہے اور اللہ ورسول عَزَّ وَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی محبت جاتی رہی ہے۔

ربُّ العزۃ عَزَّ وَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

’’وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ‘‘

تجھے اگر شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔(الانعام آیت۔68)

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِيَّاكُمْ وَاِيَّاهُمْ لَا يُضِلُّوْنَكُمْ وَلَا يَفْتِنُوْنَكُمْ

ان سے دور بھاگو اور انہیں اپنے سے دور کرو، کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں، کہیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈالیں۔(مسلم شریف حدیث 7)

خاص رافضیوں کے بارے میں ایک حدیث ہے

یَاتِیْ قَوْمٌ لَّھُمْ نَبْزٌ یُقَالُ لَھُمُ الرَّافِضَۃُ لَایَشْھَدُوْنَ جُمُعَۃً وَلَا جَمَاعَۃً وَیَطْعَنُوْنَ عَلَی السَّلَفِ فَلَاتُجَالِسُوْھُمْ وَلَاتُؤَاکِلُوھُمْ وَلَا تُشَارِبُوْھُمْ وَلَاتُنَاکِحُوْھُمْ وَاِذَا مَرِضُوْا فَلَاتَعُوْدُوْھُمْ وَاِذَا مَاتُوْا فَلَا تَشْھَدُوْھُمْ

ایک قوم آنے والی ہے، ان کا ایک بدلقب ہوگا، انہیں رافضی کہا جائے گا۔ نہ جمعہ میں آئیں گے نہ جماعت میں اور سَلَف صالح کو بُرا کہیں گے۔ تم ان کے پاس نہ بیٹھنا نہ ان کے ساتھ کھانا پینا، نہ شادی بیاہ کرنا، بیمار پڑیں تو پوچھنے نہ جانا، مرجائیں تو جنازے پر نہ جانا۔

شکار کرنے چلے تھے شکار ہو بیٹھے:

''عمران بن حِطّان رَقاشی'' اَکابِر علمائے مُحَدِّثین سے تھا، اس کی ایک چچازاد بہن خارجیہ تھی، اس سے نکاح کرلیا۔ علمائے کرام نے سُن کر طعنہ زنی کی۔ کہا ''میں نے تو اس لئے نکاح کرلیا ہے کہ اس کو اپنے مذہب پر لے آؤں گا''۔ ایک سال نہ گزرا تھا کہ خود خارجی ہوگیا۔

شد غلام کہ آبِ جو آرد آبِ جو آمد و غلام ببرد

(ایک غلام نہر کا پانی لانے کو گیا، نہر کا پانی تو کیا لاتا پانی اسی غلام کو بہالے گیا)

ع شکار کرنے چلے تھے شکار ہو بیٹھے

یہ سب اِس صورت میں ہے کہ وہ رافضی یا رافضیہ جس سے شادی کی جائے بعض اگلے رَوافِض کی طرح صرف بد مذہب ہو، دائرہء اسلام سے خارج نہ ہو، آجکل کے روافض تو عموماً ضروریاتِ دین کے منکر اور قطعاًمُرتَدّ ہیں، ان کے مرد یا عورت کا کسی سے نکاح ہوسکتا ہی نہیں، ایسے ہی وہابی، قادیانی، دیوبندی، نیچری، چکڑالوی جُملہ (یعنی سب) مرتدین ہیں کہ اُن کے مرد یا عورت کا تمام جہان میں جس سے نکاح ہوگا، مسلم ہو یا کافرِ اَصلی یا مرتد محض باطل، اور زِنائے خالص ہوگا اور اولاد وَلَدُ الزِّنا۔ ''عالمگیریہ'' میں ''ظہیریہ'' سے ہے

''اَحْکَامُھُمْ اَحْکَامُ الْمُرْتَدِّیْن''

(یعنی ان کے احکام مرتدین کی مثل ہیں)

اسی میں ہے:

''لَایَجُوْزُ لِلْمُرْتَدِّ اَنْ یَتَزَوَّجَ مُرْتَدَّۃً وَلَا مُسْلِمَۃً وَلَاکَافِرَۃً اَصْلِیَّۃً وَکَذٰلِکَ لَایَجُوْزُ نِکَاحُ الْمُرْتَدَّۃِ مَعَ اَحَدٍ''

(یعنی مرتد مرد کا نکاح مرتدہ عورت سے جائز ہے نہ مسلمان عورت سے اور نہ ہی کافرہ اصلیہ سے، اسی طرح مرتدہ عورت کا نکاح بھی کسی سے جائز نہیں)

(ملفوظات اعلیٰ حضرت مکتبہ المدینہ ص301)

یہ تہذیب نہیں تخریب ہے:

کسی نے آپ کی بارگاہ میں عرض کی کہ:

حضور! صلح کُل والے یہ اِعتراض کرتے ہیں کہ تہذیب کے خلاف ہے کہ اگر کوئی اپنے پاس ملنے آئے اور اس سے نہ ملا جائے؟

ارشادفرمایا:

تہذیب سے اگر تہذیبِ نیچری مراد ہے کہ وہ تہذیب نہیں تخریب ہے اور اگر تہذیبِ اسلامی مقصود تو جن سے ہم نے تہذیب سیکھی وہی منع فرماتے ہیں۔

اِیَّاکُمْ وَاِیَّاھُمْ لَا یُضِلُّوْنَکُمْ وَلَا یُفْتِنُوْنَکُمْ

ان سے دور بھاگو اور ان کو اپنے سے دُور کرو کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تم کو فتنے میں نہ ڈال دیں۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبہ المدینہ ص302)

وعظ کی آخری مجلس:

اعلیٰ حضرت ساری زندگی اسی طرح نصیحتیں فرماتے رہے یہاں تک کہ جب آپ کے وصال کی گھڑیاں قریب آگئیں اور آپ نے اپنی زندگی کی آخری مجلسِ وعظ قائم فرمائی تب بھی اِسی طرح وصیتیں ارشادفرمائیں۔ چنانچہ ''سوانح امام احمد رضا ''میں آپ کی اس آخری مجلس کے حالات کچھ یوں قلمبند ہیں:

(وصال سے چند دن پہلے) ایک دن لوگوں کو کاشانہء اقدس پر طلب فرمایا اور دین وایمان کو بچانے کے سلسلے میں اُن کو سخت تاکید اور نصیحت فرمائی، وعظ کی اس آخری مجلس میں آپ نے جو ایمان افروز تقریر فرمائی اس کا اقتباس ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

''پیارے بھائیو! **لَا اَدرِی مَا بَقَائِی فِیکُم** مجھے معلوم نہیں کہ میں کتنے دن تمہارے اندر ٹھہرونگا، تین ہی وقت ہوتے ہیں بچپن، جوانی، بڑھاپا۔ بچپن گیا جوانی آئی،

جوانی گئی، بڑھاپا آیا۔ اب کون سا چوتھا وقت آنے والا ہے جس کا انتظار کیا جائے، ایک موت ہی باقی ہے۔ اللہ عزوجل قادر ہے کہ ایسی ہزار مجلسیں عطا فرمائے اور آپ سب لوگ ہوں اور میں آپ لوگوں کو سناتا رہوں مگر بظاہر اب اس کی اُمید نہیں۔۔۔

تم بھولی بھیڑیں ہو:

اے لوگو! تم پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی بھولی بھیڑیں ہو اور بھیڑیئے تمہارے چاروں طرف ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ تمہیں بہکائیں، تمہیں فتنہ میں ڈال دیں، تمہیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں، ان سب سے بچو اور دور بھاگو۔ دیوبندی، رافضی، نیچری، قادیانی، چکڑالوی یہ سب فرقے بھیڑیئے ہیں۔ تمہارے ایمان کی تاک میں ہیں، ان کے حملوں سے ایمان کو بچاؤ۔

حضورِ اقدس سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم اللہ عزوجل کے نور ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے صحابہ ءکرام روشن ہوئے۔ صحابہ ءکرام سے تابعین روشن ہوئے، تابعین سے تبع تابعین روشن ہوئے۔ اُن سے ائمہ ءمجتہدین روشن ہوئے اُن سے ہم روشن ہوئے۔ اب ہم تم سے کہتے ہیں یہ نور ہم سے لے لو ہمیں اِس کی ضرورت ہے کہ تم ہم سے روشن ہو۔۔۔

دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو:

وہ نور یہ ہے کہ **''اللہ ورسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی سچی محبت ان کی تعظیم اوران کے دوستوں کی خدمت اوران کی تکریم اوران کے دُشمنوں سے سچی عداوت''** جس سے اللہ ورسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو فوراً اس سے جدُا ہو جاؤ۔ جس کو بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ذرا بھی گستاخ دیکھو پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو اپنے اندر سے اُسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔

میں پونے چودہ برس کی عمر سے یہی بتا تا رہا اور اس وقت پھر یہی عرض کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ضرور اپنے دین کی حمایت کے لئے کسی بندے کو کھڑا کر دے گا مگر نہیں معلوم میرے بعد جو آئے کیسا ہو اور تمہیں کیا بتائے اس لئے ان باتوں کو خوب سن لو، **حجۃ اللہ** قائم ہو چکی۔ اب میں قبر سے اٹھ کر تمہارے پاس بتانے نہ آؤں گا، جس نے اِسے سُنا اور مانا قیامت کے دن اس کے لئے نور و نجات ہے اور جس نے نہ مانا اس کے لئے ظلمت و ہلاکت ہے۔

(سوانح امام احمد رضا از علامہ بدرالدین احمد صاحب مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص386)

آبروئے مومناں احمد رضا خاں قادری

از:مدّاحُ الحبیب حضرت مولانا محمد جمیل الرحمٰن صاحب قادری رضوی (خلیفہء اعلیٰ حضرت)

آبروئے مومناں احمد رضا خاں قادری
رہنمائے گمرہاں احمد رضا خاں قادری

علم کے ہیں گلستاں احمد رضا خاں قادری
باغ دیں کے گلستاں احمد رضا خاں قادری

ہے عرب کے عالموں کا مدح خواں سارا جہاں
اور وہ تیرے مدح خواں احمد رضا خاں قادری

صدقہء شاہِ عرب یوماً فیوماً ہو بلند
تیری عزت کا نشاں احمد رضا خاں قادری

فتح دی حق نے تجھے اعدائے دیں پر دائما
تجھ پہ ہے حق مہرباں احمد رضا خاں قادری

حق اسے کہتے ہیں دیکھو رد نہ کوئی کر سکا
تیرا فتوائے اذاں احمد رضا خاں قادری

تھے وصی احمد محدث رحمۃ اللہ علیہ
آپ کے اک رتبہ داں احمد رضا خاں قادری

شاہ پیلی بھیت کے حضرت محمد شیر خان
تھے تمہارے مدح خواں احمد رضا خاں قادری

خاندانِ پاکِ برکاتیہ کا چشم و چراغ
کہتے تھے نوری میاں احمد رضا خاں قادری

رامپوری صابری چشتی میاں ناصر ولی
جانتے تھے تیری شاں احمد رضا خاں قادری

حاضر و غائب ترے حق میں دعاؤں کیلئے
عمر بھر کھولیں زباں احمد رضا خاں قادری

محی سنت اور مجدد اس صدی کے آپ ہیں
اے امام مفتیاں احمد رضا خاں قادری

یاد رکھیں گے قیامت تک غلامانِ رسول
صدقہء اچھے میاں احمد رضا خاں قادری

اے مرے اچھے کے اچھے مجھ کو بھی اچھا بنا
صدقہء اچھے میاں احمد رضا خاں قادری

صدقہء سرکارِ جیلانی پھلیں پھولیں مدام
مصطفیٰ، حامد میاں احمد رضا خاں قادری

دے مبارک باد ان کو قادری رضوی جمیل
جن کے مرشد ہیں میاں احمد رضا خاں قادری

پانچواں باب

عشقِ رسول
صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

عاشق رسول۔۔۔فنافی الرسول۔۔۔تعظیم رسول۔۔۔واصف سراپائے رسول۔۔۔سائل رسول۔۔۔۔۔
متوجہ الی الرسول۔۔۔محولقائے رسول۔۔۔محبّ محبان رسول۔۔۔فدائے آل رسول۔۔۔انعام عشق رسول

عاشقِ رسول

صلَّی اللّٰہ تَعَالیٰ عَلَیہِ وَآلِہ وَسَلَّم

جان ہے عشقِ مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا

جس کو ہو درد کا مزہ نازِ دوا اٹھائے کیوں

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ عشقِ رسول صلَّی اللّٰہ تَعَالیٰ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے حوالے سے ایک مثال کی حیثیت رکھتے تھے، آپکی کیفیاتِ عشق کا کچھ اظہار آپکے کلام سے بھی ہوتا ہے، مولانا عبدالستار ہمدانی صاحب اپنی کتاب ''امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر'' میں اُنکی کیفیاتِ عشق کا نقشہ کچھ یوں کھینچتے ہیں۔۔۔

عشقِ رسول جس کے دل کی دھڑکن :

عشقِ رسول صلَّی اللّٰہ تَعَالیٰ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم جس کے دل کی دھڑکن۔۔۔اُسکی حیات کا واحد سبب ومقصد تھا۔۔۔اُس کے جسم کا ہر ہر رونگٹا محوِ عشقِ رسول وثنائے رسول صلَّی اللّٰہ تَعَالیٰ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم تھا۔۔۔اُس کی آنکھوں میں صرف عشقِ رسول صلَّی اللّٰہ تَعَالیٰ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے جلوے سمائے ہوئے تھے۔۔۔وہ زندہ تھا صرف روحِ عشقِ رسول صلَّی اللّٰہ تَعَالیٰ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے سبب۔۔۔اُس کی زندگی کا مقصد پرچمِ عظمتِ رسالت کولہرانا۔۔۔اور موت کی خواہش بھی دیدارِ رُخِ انور صلَّی اللّٰہ تَعَالیٰ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کا شرف حاصل کرنے کے لیے۔۔۔

جان دے دو وعدہء دیدار پر

نقد اپنا دام ہو ہی جائے گا

اور۔۔۔

قبر میں لہرائیں گے تاحشر چشمے نور کے

جلوہ فرما ہوگی جب طلعت رسول اللہ کی

دیارِ نبی کے مقابل جنت کی فضا بھی جس کا دل خوش نہ کر سکے:

یہ صدائے دل اُس کی آرزو اور تمنا کی نشاندہی کر رہی ہے۔۔۔دیارِ نبی صلَّی اللّٰہ تَعَالیٰ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے مقابل جنت کی فضا بھی جس کا دل بہلا نہ سکے اور وہ مضطرب ہو کر یوں پکار اُٹھے کہ۔۔۔

جنت کو حرم سمجھا، آتے تو یہاں آیا

اب تک کے ہر اِک کا منہ کہتا ہوں کہاں آیا

بلکہ مدینہ سے بچھڑ کر جینا اور جی لینے کا تصوّر ہی اُس کے لیے جان لیوا تھا کیونکہ۔۔۔

طیبہ سے ہم آتے ہیں کہئے تو جناں والو

کیا دیکھ کے جیتا ہے جو واں سے یہاں آیا

اپنے آقا صلَّی اللہ تعالیٰ علَیہٖ وَآلِہٖ وَسَلَّم کا مقدس آستانہ جس کیلئے جائے قرار، جائے پناہ، جائے سکون، جائے امن وامان تھا۔۔۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا

اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں (سورۃ النساء 64)

ہی سے اُس نے بہا نگِ دہل یہ کہا۔۔۔

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا

ہمیں بھیک مانگنے کو تیرا آستاں بتایا

اُسی در سے اُس نے سب کچھ پایا:

اُسی در سے اُس نے سب کچھ پایا۔۔۔ پوری کائنات اُسی در سے تو پل رہی ہے اُسی درِ مقدس کی یاد نے اُسے ہر لمحہ بے چین و بے قرار بنا رکھا تھا۔۔۔

جان ودل، ہوش وخرد سب تو مدینے پہنچے

تم نہیں چلتے رضؔا سارا تو سامان گیا

یہاں اُس کیلئے سب کچھ تھا۔۔۔ کائنات کی سب سے محبوب ترین سب سے بلند درجہ زمین کا وہ حصہ جہاں پر آقا ومولیٰ صلَّی اللہ تعالیٰ علَیہٖ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی تقدس مآب آرام گاہ ہے۔۔۔ اُس مقدس حصے نے پوری زمین کو شرف بخشا۔۔۔

خم ہوگئی پشتِ فلک اس طعنِ زمیں سے

سن! ہم پہ مدینہ ہے وہ رتبہ ہے ہمارا

یہاں پر وہ مچل مچل کر رو یا۔۔۔ یہاں سے وطن واپس جانے کا خیال تک اُس کے لیے ناقابل برداشت تھا۔۔۔

یہ رائے کیا تھی وہاں سے پلٹنے کی اے نفس!

ستم گر! اُلٹی چھری سے ہمیں حلال کیا

اور یہ کہ۔۔۔

ہو گیا دھک سے کلیجا میرا

ہائے رخصت کی سنانے والے

یہیں پر اُسے پڑا رہنا تھا۔۔۔ چاہے اپاہجبن کر یہاں پر پڑا رہنا پڑے۔۔۔یہ ناتوانی بھی محبوب ومقبول ہے۔۔۔ ناتوانی کاش سبب بن جائے دائمی طور پر یہاں ٹھہر جانے کا۔۔۔اسی لیےتو کہا تھا کہ۔۔۔

اِسی در پر تڑپتے ہیں، مچلتے ہیں، بلکتے ہیں

اٹھاجاتا نہیں، کیاخوب اپنی ناتوانی ہے

اپنے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کا دیدار اُسے اتنا محبوب تھا کہ اُس مقدس سرزمین کی عظمت ورفعت کوملحوظ رکھتے ہوئے وہ پکار اٹھا کہ

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا

ارے! سر کا موقعہ ہے او جانے والے

أس گلی کا گدا ھوں میں جس میں:

اپنے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے مقدس شہر کی گلیوں کا اپنے آپ کوگدا کہنے کے ساتھ ساتھ شاہانِ دنیا کوبھی اُس درِمقدس کا منگتا قرار دیتے ہوئے وہ گنگنا اٹھا کہ۔۔۔

اُس گلی کا گدا ہوں میں جس میں

مانگتے تاجدار پھرتے ہیں

مدینہءمنورہ کا ذرہ ذرہ اُس کے لیے جاں افزا اورروح پرور تھا۔۔۔ یہاں کی ہر شے اُس کیلئے محبوب، محترم ومعظم، مخدوم اورقربان ہونے کے لائق تھی۔۔۔ارے! وہ تو اپنے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے مقدس شہر کے سگانِ در کی خدمت میں اَپنے دل کا ٹکڑا بطورِ تحفہ پیش کرنے کے لیے ہمیشہ آرزومند رہااور یہاں تک کہا۔۔۔

پارہءدل بھی نہ نکلا تم سے تحفے میں رضا!

اُن سگانِ کوسے اِتنی جان پیاری واہ واہ

بلکہ وہ ٹکڑے سگانِ درِمحبوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی نذر لاتے ہوئے یہاں تک کہتا کہ۔۔۔

رضاؔ کسی سگِ طیبہ کے پاؤں بھی چومے

تم اور آہ کہ اِتنا دماغ لے کے چلے

نصیبِ دوستاں گر اُن کے در پر موت آنی ھے:

وہ عشق کی اَعلیٰ واَرفع منزل پر پہنچ چکا تھا۔۔۔اِس منزل پر پہنچنے کے بعد ہر عاشق کی یہی تمنا ہوتی ہے کہ۔۔۔

نصیبِ دوستاں گر اُن کے در پر موت آنی ہے

خدا یوں ہی کرے، پھر تو ہمیشہ زندگانی ہے

یقیناً یہاں پر مرنے والے کے لیے حیاتِ جاودانی اور دخولِ جنت دائمی ہے اور یہ سعادت حاصل کرنے کے لئے طیبہ میں مر جانے کا جذبہ اور ولولہ اِس انداز سے بیان کیا کہ۔۔۔

طیبہ میں مر کے ٹھنڈے چلے جاؤ آنکھیں بند
سیدھی سڑک یہ شہرِ شفاعت نگر کی ہے

اپنے آقا و مولیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی شانِ اقدس میں عشق کے مہکتے پھول کھلاتے رہنا ہی اُس کے قلب کا سکون تھا۔۔۔یادِ محبوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم میں وہ اتنا بے چین و بے قرار تھا کہ اُس کی حیات اِسی پر منحصر تھی۔۔۔

جان ہے عشقِ مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزا نازِ دوا اُٹھائے کیوں

ہجر کی آگ میں اُسکا دل جل کر کباب ہو چکا تھا۔۔۔اِسی لیے تو کہا تھا کہ۔۔۔

جلی جلی بو سے اِس کی پیدا، ہے سوزشِ عشقِ چشم والا
کبابِ آہو میں بھی نہ پایا، مزہ جو دِل کے کباب میں ہے

قرآن سے اس نے نعت گوئی کا مزاج پایا:

نعت گوئی کی راہ میں اس نے مدّاحِ رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم حضرتِ حسان بن ثابت کے نقشِ قدم پر چلنا اِختیار کیا۔۔۔اُسی نقشِ قدم پر چلتے چلتے اس نے **''حسَّانُ الھند''** کا لقب پایا۔۔۔قرآن سے اس نے نعت گوئی کا مزاج پایا اور یہ کہا کہ

اے رضا! خود صاحبِ قرآں ہے مدّاحِ حضور
تجھ سے کب ممکن ہے پھر مدحت رسولُ اللہ کی

آیاتِ قرآنی سے عظمتِ رسالت کا بیان:

اَسرار و رموزِ ''حروفِ مقطعات'' کی عقدہ کشائی کرتے ہوئے عشقِ رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے جام چھلکاتے ہوئے کہا۔۔۔

ک گیسو، ہ دہن، ی اَبرو، آنکھیں ع، ص
کٓھٰیٰعٓصٓ ، اُن کا ہے چہرہ نور کا

آیاتِ قرآنی میں بیان شدہ وہ مثالیں کہ جو ظاہر سمجھ میں نہیں آتی تھیں اُس کی تفہیمِ صحیح دیتے ہوئے کہا۔۔۔

ہے کلامِ الٰہی میں شمس وضحیٰ تیرے چہرہ ءِ نور فزا کی قسم
قسمِ شبِ تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلفِ دوتا کی قسم

اور ایک جگہ تو بہترین تشریح فرمائی کہ۔۔۔

شمع دل، مشکوٰۃ تن، سینہ زُجاجہ نور کا

تیری صورت کیلئے آیا ہے سورہ نور کا

حدیثِ قدسی "**لَولَا کَ لَمَا خَلَقتُ الافلَاکَ** "کی ترجمانی میں اُس کا نفیس انداز تو دیکھو کہ۔۔۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے

جیسے ایمان افروز الفاظ اُسکے قلم کی نوک سے نکل کر زمین قرطاس پر ریحان بہشت کا سماں باندھ رہے ہیں۔۔۔

"**اَنَا مِن نُّورِ اللّٰہِ وَکُلٌّ مِن نُّورِی**" کا مفہوم صحیح بیان کرتے ہوئے وہ چہچہا اُٹھا کہ۔۔۔

وہی نورِ حق، وہی ظلِ رب

ہے اُنہی سے سب، ہے اُنہی کا سب

"**قَد جَاءَکُم مِّنَ اللّٰہِ نُورٌ**" میں اُسے اپنے آقا صلّی اللہ تعالیٰ علَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی عظمت کا نورِ مبین ہی نظر آیا اور "تو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانہ نور کا" جیسا نورانی قصیدہ رقم فرما کر نورِ ایمان کو ضیاء بخشی۔۔۔نورِ نبی صلّی اللہ تعالیٰ علَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے جلوؤں سے وہ چمک اُٹھا، نورِ مصطفیٰ صلّی اللہ تعالیٰ علَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے جلوؤں میں وہ ایسا گم ہوگیا کہ۔۔۔

جس کو اُن کے مکاں کا پتہ مل گیا

بے نشاں، بے نشاں، بے نشاں ہوگیا

کیونکہ وہ یہی چاہتا تھا، اپنے رب سے یہی مانگتا تھا کہ۔۔۔

ایسا گمادے اُن کی ولا میں خدا ہمیں

ڈھونڈا کریں پر اپنی خبر کو خبر نہ ہو

لیکن بے نشاں ہونے کے باوجود اس کا نشان مٹا نہیں کیونکہ کہ۔۔۔

بے نشانوں کا نشاں مٹتا نہیں

مٹتے مٹتے نام ہو ہی جائے گا

اور اُس کا نام ایسا بلند ہوا کہ اس کا نام معیارِ عشق بن گیا۔۔۔

(امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر از عبدالستار ہمدانی مطبوعہ فرید بک سٹال ص 38.43)

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عشق صرف کلامی نہیں بلکہ عملی ہے، آیئے اس عشق کی کچھ عملی جھلکیاں بھی دیکھ لیتے ہیں۔۔۔

آپ نے خود اپنا نام" عبد المصطفیٰ" رکھا:

آپ کا پیدائشی نام **"محمد"** ہے، آپ کی والدہ ماجدہ محبت میں **"امَّن میاں"** فرمایا کرتی تھیں، والدِ ماجد و دیگر اعزہ **"احمد میاں"** کے نام سے یاد فرمایا کرتے تھے۔ آپ کے جدِّ امجد نے آپ کا اسم شریف **"احمد رضا"** رکھا۔ اور آپ کا تاریخی نام **"المختار"** ہے اور **اعلیٰ حضرت** خود اپنے نام سے پہلے **"عبدالمصطفیٰ"** لکھا کرتے تھے

(تجلیاتِ امام احمد رضا محمد امانت رسول قادری مطبوعہ کراچی ص21)

پروفیسر مسعود احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں:

"اس سے سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم سے نسبتِ قوِیَّہ کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے چنانچہ اپنے نعتیہ دیوان میں ایک جگہ فرماتے ہیں۔۔۔

خوف نہ رکھ رضاؔ ذرا، تُو تو ہے **"عبدِ مصطفیٰ"**

تیرے لیے امان ہے، تیرے لیے امان ہے

(فاضل بریلوی اور ترکِ موالات از ڈاکٹر محمد مسعود احمد مطبوعہ لاہور ص12)

اگر میرے قَلب کے دو ٹکڑے کیے جائیں تو۔۔۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود فرماتے ہیں:

بِحَمْدِ اللّٰہ اگر میرے قَلب کے دو ٹکڑے کیے جائیں تو خدا کی قَسم ایک پر لکھا ہوگا۔۔۔

لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

دوسرے پر لکھا ہوگا۔۔۔

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبہ المدینہ ص411)

میں نے سب بچوں کا نام "محمد" رکھا:

اعلیٰ حضرت کے عشقِ رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کا اندازہ اس بات سے کیجئے کہ آپ نے نہ صرف اپنے دونوں بیٹوں کا نام بلکہ اپنے بھتیجوں تک کا نام نامِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم پر رکھا۔

ایک بار **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تاریخی ناموں کے حوالے سے گفتگو کے دوران ارشاد فرمایا:

میرے اور میرے بھائیوں کے جتنے لڑکے پیدا ہوئے میں نے سب کا نام ''**محمد**'' رکھا، یہ اور بات ہے کہ یہی نام تاریخی بھی ہو جائے۔ حامد رضا خاں کا نام ''**محمد**'' ہے اور ان کی ولادت 1292ھ میں ہوئی اور اس نامِ مبارک کے عدد بھی بانوے ہیں۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبہ المدینہ ص73)

بیش قیمت مینڈھا قربان کرتا ہوں:

ایک تذکرے میں **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا:

میں ہمیشہ سے روزِ عید ایک اعلیٰ درجے کا بیش قیمت (یعنی قیمتی) مینڈھا اپنے سرکارِ عالَم مدار **صلَّی اللہُ تعَالٰی علَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم** کی طرف سے کیا کرتا ہوں اور روزِ وصالِ حضرتِ والدِ ماجد قدس سرہ، سے ایک مینڈھا اُن کی طرف سے اور اب اِس سُنّتِ کریمہ کے اتباع سے یہ نیت کرلی ہے کہ **اِن شآءَاللہُ تعَالٰی** تابقائے زندگی اپنے اُن اہلسنّت بھائیوں کی طرف سے کیا کروں گا، جنہوں نے قربانی نہ کی خواہ گزر گئے ہوں یا موجود ہوں یا آئندہ آئیں۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبہ المدینہ ص321)

فَنافِی الرَّسول

صلَّی اللّٰہ تَعَالیٰ عَلَیہِ وَآلِہ وَسَلَّم

مَشائخِ زمانہ کی نظروں میں آپ واقعی فَنافِی الرَّسول **صلَّی اللہُ تعَالٰی علَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم** کے درجہ پر فائز تھے۔ اکثر فراقِ مصطفٰے **صلَّی اللہُ تعَالٰی علَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم** میں غمگین رہتے اور سرد آہیں بھرتے رہتے۔ جب پیشہ ور گستاخوں کی گُستاخانہ عبارات کو دیکھتے تو آنکھوں سے آنسوؤں کی جَھڑی لگ جاتی اور پیارے مصطفٰے **صلَّی اللہُ تعَالٰی علَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم** کی حمایت میں گستاخوں کا سختی سے رَدّ کرتے تاکہ وہ جھنجھلا کر خود **اعلیٰ حضرت** کو بُرا کہنا اور لکھنا شروع کر دیں۔

ناموسِ رسالت مآب کے لیے ڈھال:

آپ اکثر اس پر فخر کیا کرتے کہ باری تعالیٰ نے اس دور میں مجھے ناموسِ رسالت مآب **صلَّی اللہُ تعَالٰی علَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم** کے لیے ڈھال بنایا ہے۔ طریقِ استعمال یہ ہے کہ بدگویوں کا سختی اور تیز کلامی سے ردّ کرتا ہوں۔ کہ اس طرح وہ مجھے برا بھلا کہنے میں مصروف ہو جائیں۔ اس وقت تک کے لیے آقائے دو جہاں **صلَّی اللہُ تعَالٰی علَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم** کی شان میں گستاخی کرنے سے بچے رہیں گے۔ حدائقِ بخشش شریف میں فرماتے ہیں۔ ؎

کروں تیرے نام پہ جاں فِدا، نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا

دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا، کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

کاش سرکار کے پہرہ دینے والے کتوں میں نام لکھا جائے!:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب مستطاب ''**حُسام الحرمین**'' میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

حمد اُس کے وجہِ کریم کو، جس نے اپنے اِس بندے کو یہ ہدایت دی، یہ استقامت دی کہ وہ نہ اِن اعاظمِ اکابر (علمائے حرمین شریفین) کی ان عظیم مدحوں (تعریفوں) پر اتراتا ہے بلکہ اپنے رب کے حسنِ نعمت کو دیکھتا ہے کہ پاکی ہے تیرے لیے، کیسا تو نے اِس ناچیز کو اُن عظمائے عزیر (علمائے حرمین شریفین) کی آنکھوں میں معزز فرمایا۔۔۔ نہ ان دشنامیوں (برا کہنے والوں) اور ان کے حامیوں کی گالیوں سے جو وہ زبانی دیتے اور اخباروں میں چھاپتے ہیں پریشان ہوتا، بلکہ شکر بجالاتا کہ تو نے محض اپنے کرم سے اس ناقابل کو اس قابل کیا کہ یہ تیری عظمت اور تیرے حبیب صلَّی اللہ تعَالیٰ علَیہ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی عزت کی حمایت کر کے گالیاں کھائے اور **مُحَمَّدَ رَّسُولُ اللّٰہ** صلَّی اللہ تعَالیٰ علَیہ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی سرکار کے پہرہ دینے والے کتوں میں اس کا چہرہ لکھا جائے''۔۔۔۔

میری آبرو حضور کی آبرو کے لیے سِپَر ہو جائے:

وَاللّٰہِ العَظِیم (خدا کی قسم) وہ بندہ ءخدا بخوشی راضی ہے اگر یہ دشنامی حضرات بھی اس بدلے پر راضی ہوں بلکہ وہ اللہ ورسول جل جلالہٗ وصلَّی اللہ تعَالیٰ علَیہ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی جناب میں گستاخی سے باز آئیں، اور یہ شرط لگائیں کہ روزانہ اس بندہ ءخدا کو پچاس ہزار مغلظہ گالیاں سنائیں اور لکھ لکھ کر شائع فرمائیں اور اگر اسقدر پر پیٹ نہ بھرے اور **مُحَمَّدَ رَّسُولُ اللّٰہ** صلَّی اللہ تعَالیٰ علَیہ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی گستاخی سے باز رہنا اس شرط پر مشروط رہے کہ اس بندہ ءخدا کے ساتھ اسکے باپ دادا، اکابر علما قدست اسرار ھم کو بھی گالیاں دیں تو **اینھم بر علم** ۔

اے خوشا نصیب اِس کا! کہ اِسکی آبرو اِسکے آباؤ اجداد کی آبرو، بدگویوں کی بدزبانی سے **مُحَمَّدَ رَّسُولُ اللّٰہ** صلَّی اللہ تعَالیٰ علَیہ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی آبرو کے لیے سِپَر (ڈھال) ہو جائے۔

سیدنا حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بدگویانِ مصطفیٰ صلَّی اللہ تعَالیٰ علَیہ وَآلِہٖ وَسَلَّم سے فرماتے ہیں ؎

فَاِنَّ أَبِی وَوَالِدَہٗ وَعِرْضِی

لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْکُمْ وَقَاءٗ

یعنی اے بدزبانو! میں اس لئے تمہارے مقابل کھڑا ہوا ہوں کہ تم مصطفیٰ صلَّی اللہ تعَالیٰ علَیہ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی بدگوئی سے غافل ہو کر مجھے اور میرے باپ دادا کو گالیاں دینے میں مشغول ہو جاؤ۔ میری اور میرے باپ دادا کی آبرو محمد مصطفیٰ صلَّی اللہ تعَالیٰ علَیہ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی عزت کو سِپَر ہو جائے الٰہی ایسا ہی کر آمین۔

یہی وجہ ہے کہ بدگو حضرات اِس بندہ ءخدا پر کیا کیا طوفان بہتان اُسکے ذاتی معاملات میں اُٹھاتے ہیں۔ اخباروں اشتہاروں میں طرح طرح کی گڑھتوں سے (اپنی طرف سے گھڑ کر) کیا کیا خاکے اُڑاتے ہیں۔ مگر وہ اصلاً قطعاً نہ اس طرف التفات کرتا نہ جواب دیتا ہے۔

وہ سمجھتا ہے کہ جو وقت مجھے اس لئے عطا فرمایا کہ بعونہٖ تعالیٰ عزتِ **مُحَمَّدٌ رَّسُولُ الله** صلَّی اللہ تعَالیٰ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی حمایت کروں حاشا! (ہرگز نہیں) کہ اُسے اپنی ذاتی حمایت میں ضائع ہونے دوں، اچھا ہے کہ جتنی دیر مجھے بُرا کہتے ہیں **مُحَمَّدٌ رَّسُولُ الله** صلَّی اللہ تعَالیٰ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی بدگوئی سے غافل رہتے ہیں۔

(حسام الحرمین از امام احمد رضا خان مکتبہ اشرفی کتب خانہ لاہور ص50)

کاش احمد رضا کے ہاتھ میں تلوار ہوتی:

ایک بار حضرت صدرالا فاضل مولانا **سید نعیم الدین مراد آبادی** نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ حضور! آپ کی کتابوں میں وہابیوں دیوبندیوں اور غیر مقلدوں کے عقائد باطلہ کا رد ایسے سخت الفاظ میں ہوا کرتا ہے کہ آج کل جو تہذیب کے مدعی ہیں وہ چند سطریں دیکھتے ہی حضور کی کتابوں کو پھینک دیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ان کتابوں میں تو گالیاں بھری ہیں اور اس طرح وہ آپ کے دلائل و براہین کو بھی نہیں دیکھتے اور ہدایت سے محروم رہ جاتے ہیں، لہٰذا اگر حضور نرمی اور خوش بیانی کے ساتھ وہابیوں دیوبندیوں کا رد فرمائیں تو نئی روشنی کے دلدادہ جو اخلاق وتہذیب والے کہلاتے ہیں وہ بھی آپ کی کتابوں کے مطالعہ سے مشرف ہوں اور آپ کے لاجواب دلائل دیکھ کر ہدایت پائیں۔

حضرت صدرالافاضل علیہ الرحمہ کی یہ گفتگو سن کر **اعلیٰ حضرت** آبدیدہ ہوگئے، اور فرمایا:

مولانا! تمنا تو یہ تھی کہ **احمد رضا** کے ہاتھ میں تلوار ہوتی اور **احمد رضا** کے آقا و مولیٰ صلَّی اللہ تعَالیٰ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی شان میں گستاخی کرنے والوں کی گردنیں ہوتیں اور اپنے ہاتھ سے ان گستاخوں کا سر قلم کرتا اور اس طرح گستاخی اور توہین کا سدِّ باب کرتا۔ لیکن تلوار سے کام لینا تو اپنے اختیار میں نہیں ہاں! **اللہ** عزوجل نے قلم عطا فرمایا ہے، تو میں قلم سے سختی اور شدت کے ساتھ ان بے دینوں کا رد اس لئے کرتا ہوں تاکہ حضور اقدس صلَّی اللہ تعَالیٰ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی شان میں بدزبانی کرنے والوں کو اپنے خلاف شدید ردّ دیکھ کر مجھ پر غصہ آئے پھر جل بھن کر مجھے گالیاں دینے لگیں اور میرے آقا و مولیٰ صلَّی اللہ تعَالیٰ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی شان میں گالیاں بکنا بھول جائیں اس طرح میری اور میرے آباؤ اجداد کی عزت وآبرو حضور صلَّی اللہ تعَالیٰ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی عظمت جلیل کے لئے سِپَر ہو جائے۔

کِلکِ (قلم) **رضؔا ہے خنجرِ خونخوار برق بار**
اعداء سے کہہ دو خیر منائیں نہ شرّ کریں

(سوانح امام احمد رضا از علامہ بدرالدین احمد قادری مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص131)

تعظیمِ رسول

صلَّی اللّٰہ تَعَالیٰ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم

سرکار دو عالم صلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی ذاتِ اقدس کی تعظیم عینِ ایمان ہے، **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ ایمانِ کامل کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے، لہٰذا سرکار دو عالم صلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم بلکہ ان کی ہر نسبت کی بھی تعظیم بجالاتے۔۔۔

آدابِ حدیث پاک :

ہم جس طرح اسلافِ صالحین سے آدابِ حدیث شریف کے متعلق پڑھتے سنتے آرہے ہیں **اعلیٰ حضرت** اس کی عملی تفسیر تھے، حدیثِ پاک کے ادب کے حوالے سے چند نمونے ملاحظہ ہوں:

(1) آپ درسِ حدیث بحالت **قعود** (دوزانوں بیٹھ کر) دیا کرتے۔۔۔

(2) احادیث کریمہ بغیر وضو نہ چھوتے اور نہ پڑھایا کرتے۔۔۔

(3) کتبِ احادیث پر کوئی دوسری کتاب نہ رکھتے۔۔۔

(4) حدیث کی ترجمانی فرماتے ہوئے کوئی شخص درمیانِ حدیث اگر بات کاٹنے کی کوشش کرتا تو آپ سخت ناراض ہو جاتے، یہاں تک کہ جوش سے چہرہ مبارک سرخ ہو جاتا۔۔۔

(5) حدیث پڑھاتے وقت دوسرے پاؤں کو زانو پر رکھ کر بیٹھنے کو ناپسند فرماتے ۔۔۔

(امام احمد رضا اور درسِ ادب از مفتی فیض احمد اُویسی مطبوعہ مکتبہ اہلِ سنت فیصل آباد ص16)

نعتِ پاک کا ادب :

مولانا شاہ عبدالسلام جبلپوری خلیفہ **اعلیٰ حضرت** اور آپ کے صاحبزادے مفتی برہان الحق جبلپوری ایک مرتبہ بارگاہِ **اعلیٰ حضرت** میں حاضر ہوئے۔۔۔ آگے کا واقعہ مفتی برہان الحق جبلپوری کی زبانی سنئے۔۔۔

بریلی میں پہنچے۔۔۔ جمعہ کو نمازِ جمعہ کے بعد **اعلیٰ حضرت** مسجد سے آکر پھاٹک کے اندر پلنگ پر رونق افروز ہوئے۔۔۔ والدِ ماجد قریب ہی کرسی میں اور تقریباً چالیس عقیدت مند کرسیوں بنچ، چارپائی، اور تخت پر بیٹھے۔۔۔ خادم برہان حضرت کے پیر دبانے لگا۔۔۔ پلنگ کے بائیں جانب تخت پر منشی عبدالغفار اور کچھ لوگ بیٹھے تھے۔۔۔ **اعلیٰ حضرت** کسی سوال کے جواب میں کچھ فرما رہے تھے۔۔۔ میں نے جو سلام دورانِ سفر لکھا تھا منشی عبدالغفار کو دے دیا تھا کہ اچھی طرح دیکھ لیں کسی وقت **اعلیٰ حضرت** کو سنانا ہوگا۔۔۔ یہ بہترین موقع تھا میں نے منشی جی کو اشارہ کیا۔۔۔ منشی جی نے عرض کی حضور! کچھ نعت شریف پیش کرنا چاہتا ہوں۔۔۔ بسم اللہ فرما کر حضرت پیر کھینچ کر باادب بیٹھ گئے۔۔۔ میں دارالافتاء کے کمرے میں چلا گیا۔۔۔ سب لوگ درود شریف پڑھنے لگے۔۔۔ منشی جی نے بسم اللہ اور درود

شریف پڑھ کر سلام شروع کیا۔

حضور سیدِ خیر الوریٰ سلام علیک
بہ بارگاہ شفیع الوریٰ سلام علیک

روم بسوئے تو، بر ہر قدم کنم سجدہ
نوائے قلب شود سیدا! سلام علیک

بجز درت نہ کشایم بہ ہیچ در دستم
توئی ست قبلہء حاجا! سلام علیک

عطاءک عم علیٰ کل ذرۃ فامطر
علی غیث عطا من عطا سلام علیک

اعلیٰ حضرت کے پلک مبارک پر کچھ قطرے جھلک رہے تھے، جب منشی جی نے یہ شعر پڑھا۔۔۔

بہ احمدے کہ رضایش بمہ رضائے خداست
بگو زمن بصلوٰۃ اے صبا سلام علیک

سامعین اور **اعلیٰ حضرت** نے والدِ ماجد کی طرف دیکھا اِس شعر کو بار بار پڑھا گیا جب مقطع پڑھا گیا تو وہ بھی کئی بار پڑھا گیا۔۔۔

رسی چو بر درِ احمد رضا بگو بر ہاں
بصد ادب بہ شما سیدا سلام علیک

اعلیٰ حضرت نے والدِ ماجد سے فرمایا برہان میاں نے لکھا ہے؟ ماشآء اللہ! بارک اللہ!

پھر فرمایا میں غور کر رہا تھا کہ جامی کے طرز پر کس نے طبع آزمائی کی ہے؟ کہاں ہیں برہان میاں؟ میں ادب کے ساتھ سامنے حاضر ہوا **اعلیٰ حضرت** نے ارشاد فرمایا:

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم **صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم** سے نعت شریف پیش کرنے کی اجازت چاہی، حضور **صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم** نے منبر پر کھڑے ہو کر سنانے کی اجازت دی، نعت شریف کو بہت پسند فرمایا، جسم اقدس پر بردِ شامی تھی اتار کر حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم پر اوڑھا دی فقیر کیا حاضر کرے؟۔۔۔

اتنا فرما کر سرِ اقدس سے عمامہ اتار کر خادم کے جھکے سر کو سرفراز فرمایا اور دعائے درازیء عمر و ترقیء علم وثبات و استقامت فرمائی

۔۔۔نمازِ جمعہ حضرت نے اُسی عمامے سے پڑھائی تھی۔۔۔ یہ **اعلیٰ حضرت** کے دستِ کرم سے خادم کی پہلی سرفرازی تھی، **الحمد للہ! عمامہ** مقدس **تبرکات** میں **محفوظ** ہے اور عیدِ میلادِ مبارک اور عیدِ غوثیہ قادریہ میں تقریر کے دوران اسے زیب سر کرتا ہوں۔

(اکرام امام احمد رضا از مفتی برہان الحق جبلپوری مطبوعہ مکتبہ ادارہ مسعودیہ کراچی ص 57-55)

مدینہء پاک کی چڑیوں کا ادب:

مولانا فیض احمد اویسی صاحب **اعلیٰ حضرت** کے عشق وادب پر کچھ یوں تبصرہ کرتے ہیں۔۔۔

پارہءدل بھی نہ نکلا تم سے تحفے میں رضاؔ!

اُن سگانِ کو سے اِتنی جان پیاری واہ واہ

دیارِ حبیب **صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم** کے کتوں کو دل کا نذرانہ پیش کرنے کے علاوہ **امام احمد رضا** شہرِ حبیب **صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم** کی چڑیوں کو دعوتِ شوق پیش کرتے ہیں کہ:

صحرائے مدینہ کی چڑیو! آ ؤ میں تمہاری بلائیں لوں۔۔۔تمہارے لئے اپنے جسم کا پنجرہ بناؤں۔۔۔اس میں تمہارے بیٹھنے کے لئے اپنے دونینوں کی جگہ بناؤں۔۔۔تمہارے کھانے کے لیے اپنے کلیجے کا چوگا بنا کر حاضر کروں۔۔۔اگر پانی مانگو تو آنسوؤں سے اپنی ہتھیلیاں بھر کر پیش کروں۔۔۔اور اگر تمہیں دھوپ کی شدت سے اذیت ہو تو تم پر اپنے بالوں کا سایہ کردوں۔۔۔سبحان اللہ بزبان ہندی شہرِ حبیب **صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم** کی چڑیوں کی دعوت کا منظر ملاحظہ ہو۔۔۔

میں بھاروچھنے من کا پنجرا بناؤں

نینن کی رکھ دیوں دور کریّاں

میں اپنے کر کر جوا کا چوگا بناؤں

جو جل مانگو ور وبھر دیوں تلیّاں

واہو ماں تم کا جو گھامے ستاوے

کیسن کی کر دیوں تم پر چھیّاں

عاشق اور پھر عشق حبیب خدا **صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم** کی شان کیا ہے۔**امام احمد رضا** کو قدرت نے کتنی فیاضی کے ساتھ یہ دولتِ عشق عطا فرمائی ہے۔

(امام احمد رضا اور درسِ ادب از مفتی فیض احمد اُویسی مطبوعہ مکتبہ اہلِ سنت فیصل آباد ص 24)

زائرِ مدینہ کے قدموں کو اپنے رومال سے صاف کرتے تھے :

جب کوئی شخص حج کر کے **اعلیٰ حضرت** کی خدمت میں آتا تو آپ اس سے سب سے پہلا سوال یہ کرتے کہ آیا حضور **صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم** کے روضہء اطہر پر بھی حاضری دی تھی۔ اگر وہ کہتا کہ ہاں تو آپ فوراً اُس کے قدم چوم لیتے اور اگر کہتا کہ نہیں تو پھر اس کی طرف مطلق توجہ ہی نہ فرماتے۔

پروفیسر ڈاکٹر ابوالخیر کشفی فرماتے ہیں کہ **امام احمد رضا** کے بارے میں ایک اور واقعہ جس نے میرے قلب میں بہت گہرا اثر ڈالا ہے وہ یہ ہے کہ جو شخص بریلی میں حج ادا کر کے اور نبی کریم **صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم** کے دیار کی زیارت کے بعد واپس لوٹتا تو **اعلیٰ حضرت** اپنی عظمت، اور اعلیٰ منصبی کے باوجود اسکے پاس جاتے تھے اور اس کے قدموں کو اپنے رومال سے صاف کرتے تھے اس لئے کہ اُس کے قدموں نے اس دیارِ پاک کے ذروں کو بوسہ دیا تھا۔

(امام احمد رضا اور درسِ ادب از مفتی فیض احمد اُویسی مطبوعہ مکتبہ اہلِ سنت فیصل آباد ص32)

زائرِ مدینہ کے پاؤں چوم لیے:

''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' میں ہے کہ۔۔۔

جب اُن حضرات کی سفرِ حرمین طیبین سے واپسی ہوئی، اس وقت **اعلیٰ حضرت** نے نمازِ فجر کے بعد مسجد میں منتظر تھے۔ اتنے میں حاجیوں کا جلوس آ گیا۔ پہلے حاجی سید محمود علی صاحب بارادہء ست بوسی حضور کی طرف بڑھے، **اعلیٰ حضرت** نے حسبِ عادتِ کریمہ دریافت فرمایا: سرکار میں حاضری ہوئی، سید صاحب نے اثبات میں جواب دیا اس پر **اعلیٰ حضرت** قدم بوس ہوئے۔۔۔ یہ جلوس تھوڑی دیر قیام کے بعد حاجیوں کو لے کر رخصت ہوا اور **اعلیٰ حضرت** کاشانہء اقدس میں تشریف لے گئے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص942)

سید عالم کے اسم گرامی کا احترام کیجئے:

اعلیٰ حضرت کا مسلک یہ ہے کہ سید عالم **صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم** کے اسمِ گرامی کی کتابت میں درود وسلام کا وہی اہتمام ہونا چاہیے جو زبان سے ادائیگی میں ہوتا ہے چنانچہ آپ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

(سوال میں) **صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم** کی جگہ ''صلعم'' لکھا ہوا ہے اور یہ سخت ناجائز ہے، یہ بلا عوام تو عوام چودھویں صدی کے بڑے بڑے اکابر وفحول کہلانے والوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ کوئی ''صلعم'' لکھتا ہے تو کوئی ''صللم'' کوئی فقط ''ص'' کوئی فقط **علیہ الصلوٰۃ وسلام** کے بدلے ''عم'' یا ''ع''۔ ایک ذرہ سیاہی یا انگلی بھر کاغذ یا ایک سیکنڈ وقت بچانے کے لیے کیسی کیسی عظیم برکات سے دور پڑتے اور محرومی و بے نصیبی کا ڈانڈا پکڑتے ہیں، امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''پہلا وہ شخص جس نے درود شریف میں ایسا اختصار کیا اس کا ہاتھ کاٹا گیا''

اُن کا تو نامِ پاک لینے سے دل کا وضو ہو جاتا ہے :

وضو کی ابحاث میں **اعلیٰ حضرت** یہ مسئلہ ارشاد فرماتے ہیں:

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا موئے مبارک یا جبہ مقدسہ یا نعل شریف یا آپ کا عصا مطہر تبرک کے لیے جس پانی میں دھویا، قابل وضو ہے، ہاں پانی پاؤں پر نہ ڈالا جائے کہ خلافِ ادب ہے۔ اگر منہ پر جاری کیا، منہ کا وضو ہو گیا، ان کا تو نام پاک لینے سے دل کا وضو ہو جاتا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جلد اول مکتبہ رضا فاونڈیشن لاہور، ص494)

واصفِ سراپائے رسول

صلَّی اللّٰہ تَعَالیٰ عَلَیہِ وَآلِہ وَسَلَّم

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بے مثال عشق کا اظہار آپ کے اُس منظوم سلام سے بھی ہوتا ہے جس کے بارے میں علماء نے ارشاد فرمایا ہے کہ **اعلیٰ حضرت** اگر اور کوئی کام نہ بھی کرتے تو یہ سلام ہی آپ کی عظمت کے لیے کافی تھا۔۔۔

جی ہاں! یہ وہ سلام ہے جس کی گونج پاک و ہند کے گوشے گوشے میں سنائی دیتی ہے بلکہ یہاں سے نکل کر پوری دنیا میں یہ سلام پڑھا جا رہا ہے۔ مساجد میں نمازِ جمعہ کے بعد اور محافلِ میلاد کے اختتام پر اس کو بطورِ خاص پڑھا جاتا ہے، اردو جاننے والوں میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جسے اس سلام کا کوئی شعر یاد نہ ہو۔

علمائے کرام ارشاد فرماتے ہیں ''دو کلام'' سرکارِ دو عالم صلَّی اللّٰہ تَعَالیٰ عَلَیہِ وَآلِہ وَسَلَّم کی بارگاہ میں بہت مقبول ہیں، ایک اردو کا اور ایک عربی کا، عربی کا تو ''قصیدہ بردہ شریف'' ہے اور اُردو کا یہی **اعلیٰ حضرت** کا لکھا ہوا سلام ''مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام'' ہے۔

اس کی قبولیت میں کیسے شک ہو سکتا ہے جبکہ سنہری جالیوں کے روبرو زائرین جب سلام پیش کرتے ہیں تو اس مبارک سلام کے چند اشعار بھی سرکار صلَّی اللّٰہ تَعَالیٰ عَلَیہِ وَآلِہ وَسَلَّم کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں۔

اس سلام کے والہانہ پن کی خصوصیت یہ ہے کہ **اعلیٰ حضرت** نے اپنے پیارے آقا و مولیٰ صلَّی اللّٰہ تَعَالیٰ عَلَیہِ وَآلِہ وَسَلَّم کے ہر ہر عضوِ پاک پر الگ الگ سلام پیش کیا ہے جس سے آپ کے عشقِ رسول صلَّی اللّٰہ تَعَالیٰ عَلَیہِ وَآلِہ وَسَلَّم کا اور فناء فی الرسول صلَّی اللّٰہ تَعَالیٰ عَلَیہِ وَآلِہ وَسَلَّم ہونے کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔۔۔

یہ سلام جہاں عشقِ رسول صلَّی اللّٰہ تَعَالیٰ عَلَیہِ وَآلِہ وَسَلَّم کا شاہکار ہے، وہیں **اعلیٰ حضرت** کے فنی تبحر کی گواہی بھی دے رہا ہے۔ آپ کا یہ سلام ایک سو بہتر اشعار پر مشتمل ہے اس میں سے ہم صرف وہی اشعار پیش کرتے ہیں جن میں حضور صلَّی اللّٰہ تَعَالیٰ عَلَیہِ وَآلِہ وَسَلَّم کے اعضائے

مبارکہ پر سلام پیش کیا گیا ہے، گویا چشمِ تصور سے حضور اقدس صلَّی اللہ تعَالیٰ علَیہِ وَآلِہٖ وَسلَّم کے سراپائے اقدس کی زیارت کرتے جاتے ہیں اور سلام پیش کرتے جاتے ہیں، لیجئے ملاحظہ کیجئے اور اپنے قلوب کو بھی عشقِ رسول صلَّی اللہ تعَالیٰ علَیہِ وَآلِہٖ وَسلَّم کے **نور** سے منور کیجئے۔

مصطفی جان رحمت پہ لاکھوں سلام

ذاتِ پاک۔۔۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

سرِ مبارک۔۔۔

جس کے آگے سرِ سروراں خم رہیں
اس سرِ تاجِ رفعت پہ لاکھوں سلام

گیسو مبارک۔۔۔

وہ کرم کی گھٹا گیسوئے مشک سا
لکہءابرِ راءفت پہ لاکھوں سلام

سر کے بالوں کی مانگ۔۔۔

''لیلۃ القدر'' میں ''مطلع الفجر'' حق
مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام

جبینِ مبارک۔۔۔

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام

جبینِ مبارک میں پیدا ہونے والے رگِ ہاشمیت۔۔۔

چشمہءمہر میں موجِ نورِ جلال
اس رگِ ہاشمیت پہ لاکھوں سلام

کان مبارک۔۔۔

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان
کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام

مبارک آنکھیں اور ناک مبارک۔۔۔

نیچی آنکھوں کی شرم وحیا پر درود
اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام

بھوئیں مبارکہ۔۔۔

جن کے سجدے کو محرابِ کعبہ جھکی
ان بھوؤں کی لطافت پہ لاکھوں سلام

منہ مبارک۔۔۔

چاند سے منہ پہ تاباں درخشاں درود
نمک آگیں صباحت پہ لاکھوں سلام

چہرہ ءانور کا پسینہ ءمبارکہ۔۔۔

شبنمِ باغِ حق یعنی رخ کا عرق
اسکی سچی براقت پہ لاکھوں سلام

لبہائے مبارکہ۔۔۔

پتلی پتلی گلِ قدس کی پتیاں
ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام

دہنِ مبارکہ۔۔۔

وہ دہن جس کی ہر بات وحیِ خدا
چشمہ ءعلم وحکمت پہ لاکھوں سلام

زبانِ مبارکہ۔۔۔

وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

داندانِ مبارکہ۔۔۔

جن کے گچھے سے لچھے جھڑیں نور کے
ان ستاروں کی نزہت پہ لاکھوں سلام

داڑھی شریف کا خطِ مبارکہ۔۔۔

خط کی گردِ دہن وہ دل آرا پھبن
سبزہ ءنہرِ رحمت پہ لاکھوں سلام

داڑھی شریف۔۔۔

ریشِ خوش معتدل مرہمِ ریش دل
ہالہ ءماہِ ندرت پہ لاکھوں سلام

گلا مبارکہ۔۔۔

جس میں نہریں ہیں شیر وشکر کی رواں
اس گلے کی نضارت پہ لاکھوں سلام

مبارک کندھے۔۔۔

دوش بر دوش ہے جن سے شانِ شرف
ایسے شانوں کی شوکت پہ لاکھوں سلام

پشت پر موجود مہر نبوت۔۔۔

حجر اسود کعبہ جان و دل
یعنی مہر نبوت پہ لاکھوں سلام

قلبِ پاک۔۔۔

دل سمجھ سے ورا ہے مگر یوں کہوں
غنچہ ءراز وحدت پہ لاکھوں سلام

پشتِ مبارکہ۔۔۔

روئے آئینہ ءعلم پشتِ حضور
پشتی ءقصرِ ملت پہ لاکھوں سلام

کمرِ مبارکہ۔۔۔

جو کہ عزمِ شفاعت پہ کھنچ کر بندھی
اس کمر کی حمایت پہ لاکھوں سلام

بازو مبارک۔۔۔

جس کو بارِ دو عالم کی پروا نہیں
ایسے بازو کی قوت پہ لاکھوں سلام

دونوں بازوئے مبارکہ۔۔۔

کعبہ ءدین وایماں کے دونوں ستوں
ساعدینِ رسالت پہ لاکھوں سلام

شکمِ پاک۔۔۔

کل جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا
اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

ہاتھ مبارک۔۔۔

ہاتھ جس سمت اٹھا غنی کر دیا
موج بحر سماحت پہ لاکھوں سلام

ہتھیلی مبارکہ۔۔۔

جس کے ہر خط میں ہے موجِ نورِ کرم
اس کفِ بحر ہمت پہ لاکھوں سلام

مبارک انگلیاں۔۔۔

نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں
انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام

مبارک ناخن۔۔۔

عیدِ مشکل کشائی کے چمکے ہلال
ناخنوں کی بشارت پہ لاکھوں سلام

زانوئے مبارکہ۔۔۔

انبیاء تہ کریں زانو جن کے حضور
زانوؤں کی وجاہت پہ لاکھوں سلام

مبارک پنڈلیاں۔۔۔

ساقِ اصلِ قدم شاخِ نخلِ کرم
شمعِ راہِ اصابت پہ لاکھوں سلام

مبارک پاؤں۔۔۔

کھائی قرآن نے خاکِ گزر کی قسم
اس کفِ پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

بال مبارکہ۔۔۔

الغرض ان کے ہر ''مو'' پہ لاکھوں درود
ان کی ہر خو وخصلت پہ لاکھوں سلام

آرزو۔۔۔

کاش محشر میں جب ان کی آمد ہو اور
بھیجیں سب ان کی شوکت پہ لاکھوں سلام

تکمیلِ آرزو۔۔۔

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضؔا
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

سائلِ رسول

صلَّی اللّٰہ تَعَالیٰ عَلَیہِ وَآلِہ وَسَلَّم

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ہر معاملہ میں سرکارِ دو عالم صلَّی اللّٰہ تعَالی علَیہِ وَآلِہ وَسَلَّم کی بارگاہ میں دستِ سوال دراز کیا کرتے، اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ آپ خود فرماتے ہیں۔۔

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

اس کیفیت کا اندازہ اِن واقعات سے بھی ہوتا ہے۔۔۔

سرکار صَلَّی اللہ تَعَالیٰ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں مقدمہ :

جنابِ سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ:

آپ (اعلیٰ حضرت) عالمِ شباب میں ایک مرتبہ دہلی تشریف لے گئے وہاں وہابیہ سے مناظرہ چھڑ گیا۔ آپ تنہا اور اُس طرف پوری جماعت، جب علمی دلائل سے وہ مقہور و مغلوب ہوئے اور کچھ بن نہ پڑا تو ایک جھوٹا مقدمہ فوجداری دائر کر دیا، اُس وقت سیدی **اعلیٰ حضرت** کے قلبِ اطہر پر اِس قسم کا خیال آیا کہ میں تنہا ہوں اور اِن کی ساری جماعت ہے، اپنا وطن ہوتا تو مقدمہ کی پیروی میں سہولتیں ہوتیں، اِسی فکر و تردد میں وہ شب آ گئی جس کی صبح کو مقدمہ کی پیشی تھی، آپ نے سرکارِ ابد قرار صَلَّی اللہ تَعَالیٰ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی طرف رجوع کیا اور دل ہی دل میں عرض کیا کہ:

''سرکار! میری لاج رکھ لیجئے۔۔۔ میں نے تو حضور صَلَّی اللہ تَعَالیٰ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی عزت و وقعت کی خاطر دخل دیا تھا۔۔۔ حضور پر سب کچھ روشن ہے، میں یہاں وطن سے دور تنہا پڑا ہوں۔۔۔ سوائے حضور صَلَّی اللہ تَعَالیٰ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے کوئی میرا معین و مددگار نہیں ہے۔ حضور! کرم فرمائیں اور دشمنوں کو نیچا دکھائیں''

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں میں دل سے یہ کہہ رہا تھا اور میری آنکھوں سے اشک جاری تھے کہ دفعتًہ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ کسی نے میرے رخسار پر اپنا رخسار رکھا جس کی ٹھنڈک مجھے محسوس ہوئی اور یہ غیبی آواز میں نے سنی۔

''تیرے اعداء میں رضا کوئی بھی منصور نہیں''

اس وقت میرا قلب بعونہٖ تعالیٰ مطمئن ہو گیا، چنانچہ صبح کچہری کھلتے ہی مقدمہ خارج ہو گیا وہابیہ وہاں سے بھی خائب و خاسر ہوئے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ص920)

بخار جاتا رہا:

یہ تو خیر بڑا معاملہ تھا **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اپنے چھوٹے چھوٹے معاملات میں بھی سرکار صَلَّی اللہ تَعَالیٰ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں استغاثہ پیش کیا کرتے۔ دوسرے حج کے موقع پر جب آپ جدہ پہنچے تو آپ کو بخار ہو گیا، آیئے آگے کا واقعہ خود **اعلیٰ حضرت** سے سنتے ہیں۔۔۔

''تین روز جدّہ میں رہنا ہوا اور بخار ترقی پر ہے، آج چل کر جدّہ کے کھلے میدان میں رات بسر کرنی ہوگی۔ بخار میں کیا حالت ہوگی؟ سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی۔ **بِحَمْدِ اللہِ تَعَالٰی** بخار معاً (یعنی فوراً) جاتا رہا اور تیرھویں (ذی الحجہ) تک عَود نہ کیا (یعنی دوبارہ نہ آیا)۔ جب **بِفَضْلِہٖ تَعَالٰی** تمام مناسکِ حج سے فارغ ہو لئے، تیرہویں تاریخ بخار نے عَود کیا۔ میں نے کہا: اب آیا کیجئے، ہمارا کام ربُّ العزت نے پورا کر دیا۔''

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبہ المدینہ ص188)

متوجہ اِلی الرَّسول

صلَّی اللّٰہ تَعَالیٰ عَلَیہِ وَآلِہ وَسَلَّم

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر لمحہ حضور اقدس صلَّی اللّٰہ تَعَالیٰ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی طرف متوجہ رہا کرتے، درجہ ذیل واقعات سے اندازہ کیجئے کہ ان کی توجہات کا مرکز صرف اور صرف ذاتِ مصطفیٰ صلَّی اللّٰہ تَعَالیٰ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم تھی۔

پھاٹک پر نامِ محمد کی زیارت اور تعظیم :

جنابِ سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ:

موسم گرما کا زمانہ تھا، **اعلیٰ حضرت** نمازِ ظہر کے لیے باہر تشریف لائے، چند خدام ساتھ ساتھ مسجد میں پہنچے، بعدِ نماز حسبِ معمول پھاٹک میں آکر بایں خیال دست بوس ہوئے کہ اب حضرت کاشانہء اقدس میں تشریف لے جائیں گے۔۔۔مگر خلافِ معمول آپ سہ دری میں مسہری پر جلوہ افروز ہوئے۔

میں اور برادرم قناعت علی مسہری کے برابر تخت پر بیٹھ کر اپنا کام کرنے لگے مگر گوش بر آواز تھے کہ چند منٹ کے بعد حضور نے فقیر سے ارشاد فرمایا: ''سید صاحب! دیکھئے کہ کواڑ پر سایہ کیسا پڑ رہا ہے'' اُس وقت حاضرین میں مولوی نور محمد صاحب مسہری کے سرہانے کی طرف اندرونی دالان کے درمیانی دروازے پر اور ہم دونوں تخت پر بیٹھے تھے، **اعلیٰ حضرت** کے فرماتے ہی ہم تینوں کی نظریں کاشانہء اقدس کے بیرونی کواڑ پر پڑیں، جو آپ نے بروقتِ تشریف آوری کھولا نہ تھا اور جس پر اس پھولدار بیل کے پتوں کا سایہ پڑ رہا تھا جو پھاٹک پر پھیلی ہوئی تھی۔

ہم لوگوں نے نگاہ جو اٹھائی تو دیکھا کہ کواڑ پر صاف طور پر نامِ اقدس ''**مُحَمَّد**'' صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم دھوپ سے تحریر تھا ہم تینوں خدام کی زبان سے بےساختہ ''سبحان اللہ'' نکل گیا اور درود شریف پڑھنے لگے، تقریباً دو ڈھائی منٹ تک ہم نے زیارت کی۔ بعدہٗ حرفِ ''دال'' پر سایہ آیا پھر ''میم'' پر پھر ''ح'' پھر ''میم'' اول پر۔

ہماری آنکھوں سے آنسو رواں تھے ادھر حضور کو بھی دیکھا کہ مسہری پر دوزانو خمیدہ اور لب ہائے مبارک جنبش میں اور چشمانِ مبارک سے سیلابِ اشک رواں تھا۔ میرے قلب پر اس منظر کو دیکھ کر اُسی وقت القا ہوا کہ اس آستانہ عالیہ پر سرکار ابد قرار صلَّی اللّٰہ تَعَالیٰ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی مہر ثبت فرما کر جتایا کہ اے میرے پھولو! اگر تمہیں آج میرے سچے نائب کی جستجو و تلاش ہے تو اس چوکھٹ پر حاضر ہو کر ناصیہ فرسائی کرو۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص936)

گھڑی پر نامِ اقدس کی زیارت :

جنابِ سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ:

(ایک مرتبہ) بعدِ عصر حسبِ معمول پھاٹک میں تشریف فرما ہیں۔ چاروں طرف مریدین ومعتقدین حاضر ہیں۔ آپ کی جیبی گھڑی ایک وصلی کے کیس میں پاس رکھی ہوئی ہے۔ اس کیس پر ایک تصویر ریل کے ڈبوں کی مع انجن کے بنی ہوئی تھی، حضور نے اسے اُٹھا کر مولوی امجد علی اعظمی صاحب کو دیا اور فرمایا مولانا! اس انجن کے اگلے حصہ پر تین کیلیں پیتل کی ظاہر کی گئی ہیں جس سے نامِ اقدس **''محمد''** صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم صاف معلوم ہوتا ہے۔

جس کی تائید نہ صرف مولانا ممدوح نے کی بلکہ تمام حاضرین نے زیارت کی۔ حقیقی بات یہ ہے کہ سیدی **اعلیٰ حضرت** فنا فی الرسول صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم تھے، ان کے پیش نظر ہر شے میں وہی جلوہ افروز تھے اور ان کا کرم تھا کہ اپنا نام لیواؤں کو بھی اس سے مستفید فرما دیا کرتے تھے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص 937)

مندر سے نامِ اقدس کی آواز سنائی دی :

جنابِ سید ایوب علی صاحب ایک اور واقعہ اسی حوالے سے مزید بیان کرتے ہیں کہ:

ہنود کا کوئی تہوار تھا، سیدی **اعلیٰ حضرت** قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد کی جنوبی فصیل پر عشاء کے لیے وضو فرما رہے تھے کہ قریب ہی کے ایک مندر سے (بھجن) گانے کی آواز آئی اور اُدھر (حیرت انگیز طور پر) حضور کی زبانِ فیض ترجمان سے بار بار درود شریف صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم اس طرح جاری ہوا جیسے کسی کی زبان سے نامِ اقدس بار بار سن رہے ہوں۔

فقیر اس وقت پیچھے کھڑا ہوا پنکھا جھل رہا تھا۔ حضور نے میری نظر کو متجسسانہ دیکھ کر ارشاد فرمایا: سید صاحب! کچھ سن رہے ہو کہ یہ گانے والا بار بار نامِ اقدس لے رہا ہے، اب جو میں نے اس طرف غور کیا تو گانے میں صاف طور پر نامِ اقدس آ رہا تھا۔ چنانچہ میں اور برادر قناعت علی بھی درود شریف پڑھنے لگے۔ یہاں پر یہ بھی ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ یہ گانے والا ہندو تھا اور آواز مندر ہی سے آ رہی تھی۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص 937)

محوِ لقائے رسول

صَلَّی اللّٰه تَعَالٰی عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم

خدا اُن کو کس پیار سے دیکھتا ہے
جو آنکھیں ہیں محوِ لقائے محمد

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ امامِ عاشقاں تھے یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ اُنہیں دُنیا ہی میں اپنے محبوب صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی زیارت کا شرف حاصل نہ ہوتا، آپ بار ہا اس شرف سے مشرف ہوئے اس حوالے سے کچھ واقعات پیشِ خدمت ہیں۔

مولائے دل وجان اپنے اس سگِ بارگاہ کے پاس تشریف لائے:

جب **اعلیٰ حضرت** نے حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی عظمتوں کے علم لہراتا ہوا ایک رسالہ بنام **"تَجَلِّیُ الیَقِین بِاَنَّ نَبِیِّنَا سَیِّدَ الْمُرْسَلِین"** تحریر فرمایا تو اس کے انعام میں **سرکار** صلَّی اللہ تعالیٰ علَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی زیارت سے مشرف ہوئے اور آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے کمال شفقت سے آپکو اتنا قرب عطا فرمایا کہ ایک بالشت سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ اِسی رسالے کے آخر میں آپ نے اپنا یہ خواب ان لفظوں میں بیان فرمایا ہے۔۔۔

اس سے کچھ پہلے مصنف نے خواب دیکھا کہ اپنے مکان کے پھاٹک کے آگے شارعِ عام پر کھڑا ہوں، اور بہت دبیز بلور (چمکدار شیشہ) کا ایک فانوس ہاتھ میں ہے۔ میں اسے روشن کرنا چاہتا ہوں۔ دو شخص داہنے بائیں کھڑے ہیں۔۔۔ وہ پھونک مار کر بجھا دیتے ہیں۔۔۔ اتنے میں مسجد کی طرف سے **حضور پرنور حضور سید المرسلین** صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تشریف فرما ہوئے۔۔۔ واللہ العظیم! **حضورِ اقدس** صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو دیکھتے ہی وہ دونوں مخالف ایسے غائب ہوگئے کہ معلوم نہیں آسمان کھا گیا یا زمین میں سما گئے۔۔۔

حضور پرُنور، ملجائے بیکساں، مولائے دل وجان صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اپنے اس سگِ بارگاہ کے پاس تشریف لائے اور اتنے قریب رونق افروز ہوئے کہ شاید ایک بالشت یا کم کا فاصلہ ہوا اور بکمالِ رحمت ارشاد فرمایا۔۔۔

''پھونک مارو اللہ روشن کردے گا''۔

مصنف نے پھونکا، وہ عظیم نور پیدا ہوا کہ سارا فانوس اس سے بھر گیا۔ والحمد للہ رب العالمین

(فتاوی رضویہ جلد 30،ص266 مطبوعہ رضا فاونڈیشن لاہور)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تشریف فرماھیں:

''ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت''، میں **اعلیٰ حضرت** اپنا ایک خواب یوں ارشاد فرماتے ہیں۔۔۔

تیسرے روز خواب میں دیکھا کہ ایک وسیع میدان ہے اور اس میں ایک بڑا پختہ کنواں ہے۔ حضور اقدس صلَّی اللہ تعالیٰ علَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم تشریف فرما ہیں اور چند صحابہء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی حاضر ہیں جن میں سے میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہچانا۔ اس کنوئیں میں سے خود حضور اقدس صلَّی اللہ تعالیٰ علَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان پانی بھر رہے ہیں۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبہ المدینہ ص153)

بیداری میں دیدارِ مصطفٰی صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم:

امیر اہلسنت، حضرت علامہ مولانا ابو بلال **محمد الیاس عطار** قادری رضوی ضیائی اپنے رسالے ''تذکرہ امام احمد رضا'' میں ''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' کے حوالے سے یہ واقعہ نقل فرماتے ہیں:

جب **اعلیٰ حضرت** دوسری بار حج کے لیے تشریف لے گئے تو زیارتِ نبی رحمت **صلَّی اللہ تعَالیٰ علَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم** کی آرزو لئے روضہءاَطہر کے سامنے دیر تک صلوٰۃ وسلام پڑھتے رہے، مگر پہلی رات قسمت میں یہ سعادت نہ تھی۔ اس موقع پر وہ معروف نعتیہ غزل لکھی جس کے مَطلَع میں دامنِ رحمت سے وابستگی کی اُمّید دکھائی ہے۔

وہ سُوئے لالہ زار پھرتے ہیں

تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

لیکن مَقطَع میں مذکورہ واقِعہ کی یاس انگیز کیفیت کے پیشِ نظر اپنی بے مائیگی کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضاؔ

تجھ سے شَیدا ہزار پھرتے ہیں

اعلیٰ حضرت نے مِصرعِ ثانی میں بطورِ عاجزی اپنے لیے ''کُتّے'' کا لفظ اِستعمال فرمایا ہے مگر میں نے اَدَباً یہاں ''شیدا'' لکھ دیا ہے۔

یہ غَزَل عرض کرکے دیدار کے اِنتظار میں مُؤَدَّب بیٹھے ہوئے تھے کہ قسمت جاگ اٹھی اور چشمانِ سر سے بیداری میں زیارتِ حُضُورِ اَقدس **صلَّی اللہ تعَالیٰ علَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم** سے مشرَّف ہوئے۔

سبحٰنَ اللہ عزوجل! قربان جایئے ان آنکھوں پر کہ جنہوں نے عالمِ بیداری میں محبوبِ خدا **صلَّی اللہ تعَالیٰ علَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم** کا دیدار کیا۔ کیوں نہ ہو آپ کے اندر عشقِ رسول **صلَّی اللہ تعَالیٰ علَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم** کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اور آپ ''فَنا فی الرَّسول'' **صلَّی اللہ تعَالیٰ علَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم** کے اعلیٰ منصب پر فائز تھے۔ آپ کا نعتیہ کلام اِس اَمر کا شاہد ہے۔

(تذکرہ امام احمد رضا خان از امیر اہلسنت مولانا محمد الیاس عطار قادری مکتبۃ المدینہ ص11)

محبِ محبانِ رسول

صلَّی اللّٰہ تَعَالیٰ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم

عشق کا تقاضا یہ ہے کہ جس سے محبت کی جائے اُس سے نسبت رکھنے والوں سے بھی محبت کی جائے **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عشق مثالی عشق تھا۔ آپ حضورِ اقدس **صلَّی اللہ تعَالیٰ علَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم** کے ایسے عاشق تھے کہ جو ان کا محبّ ہوتا وہ ان کا محبوب بن جاتا۔ اس بات کو ثابت کرنے کے لیے ہم ''ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت'' کا درجہ ذیل اقتباس یہاں پیش کرتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت کی امام عینی سے محبت کی وجہ :

ارشاد فرماتے ہیں: میری نظر میں امام ابنِ حجر عسقلانی (شارحِ صحیح بخاری) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وُقعت (یعنی عظمت) اِبتداءً امام بدرالدین محمود عینی (شارحِ صحیح بخاری) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے زیادہ تھی۔ ''فُضلاتِ شریفہ'' کی طہارت کی بحث ان دونوں صاحبوں نے کی ہے۔

امام ابنِ حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اَبحَاث مُحَدّ ثانہ لکھی ہیں، امام عینی نے بھی شرحِ بخاری میں اس بحث کو بہت بسط (یعنی تفصیل) سے لکھا ہے۔آ خر میں لکھتے ہیں کہ

''یہ سب کچھ اَبحاث ہیں جو شخص طہارت کا قائل ہو اُس کو میں مانتا ہوں اور جو اس کے خلاف کہے اس کے لئے میرے کان بہرے ہیں، میں سنتا نہیں''۔

یہ لفظ ان کی کمالِ محبت کو ثابت کرتا ہے اور میرے دل میں ایسا اثر کر گیا کہ ان کی وُقعت بہت ہوگئی۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبۃ المدینہ ص58-457)

اسی طرح امام قسطلانی کی بھی ایک بار تحسین فرمائی، وجہ ملاحظہ کیجئے۔۔۔

شارحِ بخاری امام قسطلانی کی تحسین فرمائی:

شارحِ بخاری **امام قسطلانی** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ابنِ عربی کا ایک قول نقل کرتے وقت اپنی طرف سے **صَلَّی اللّٰہ تعَالٰی عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم** کا اضافہ کر دیا، جس پر **امام احمد رضا خان** نے بے ساختہ شارح بخاری علیہ الرحمہ کو دُعا دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت کرے اور آپ کی حفاظت فرمائے اور آپ کے صدقہ میں ہماری بھی حفاظت فرمائے کیونکہ آپ نے بارگاہِ **مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہ تعَالٰی عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم** کا ادب ملحوظ رکھا ہے''۔

(تعلیقاتِ رضا از مولانا سید غلام مصطفیٰ شاہ عقیل بخاری مطبوعہ لاہور مکتبہ بہارِ شریعت ص18)

فدائے آل رسول

صَلَّی اللّٰہ تعَالٰی عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم

حضور **صَلَّی اللّٰہ تعَالٰی عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم** کی محبت و تعظیم سے ہے کہ آپ کی اولا دِ امجاد سے بھی محبت کی جائے۔ **اعلیٰ حضرت** چونکہ سرخیلِ عشاق تھے، اس لیے وہ کسی سید صاحب کو اس کی ذاتی حیثیت ولیاقت سے نہیں دیکھتے تھے بلکہ اس حیثیت سے ملاحظہ فرماتے تھے کہ سرکارِ دوعالم **صَلَّی اللّٰہ تعَالٰی عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم** کا جز ہیں۔

محبِّ سادات **اعلیٰ حضرت** ایک استفتاء کے جواب میں ساداتِ کرام سے اپنی غلامی اور نیاز مندی کا اظہار ان الفاظ میں فرماتے ہیں

''فقیر ذلیل بحمدہ تعالیٰ حضراتِ ساداتِ کرام کا ادنی غلام وخاکپا ہے، ان کی محبت وعظمت ذریعۂ نجات وشفاعت جانتا ہے اپنی کتابوں میں چھاپ چکا ہے کہ سید اگر بد مذہب بھی ہو جائے اس کی تعظیم نہیں جاتی جب تک بد مذہبی کفر تک نہ پہنچے''

1335ھ میں حکیم عبد الجبار خان نے سوال پوچھا کہ:

کیا سید پر دوزخ کی آنچ قطعاً حرام ہے اور وہ کسی بداعمال کی پاداش میں دوزخ میں جا ہی نہ سکے گا؟

اس سوال کے جواب میں **اعلیٰ حضرت** فرماتے ہیں:

''ساداتِ کرام جو واقعی علمِ الٰہی میں سادات ہوں، اُن کے بارے میں رب عزوجل سے امیدِ واثق یہی ہے کہ آخرت میں اُن کو کسی گناہ کا عذاب نہ دیا جائے گا''

حدیث میں ہے اِن کا **فاطمہ** اس لئے نام ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اِن کو اور اِن کی تمام ذریت (اولاد) کو نار پر حرام فرمادیا، دوسری حدیث میں ہے کہ **حضور** علیہ الصلوٰۃ وسلام نے **حضرت بتولِ زہرا** رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا ''اے **فاطمہ!** رب تعالیٰ نہ تجھے عذاب کرے گا نہ تیری اولاد میں کسی کو۔

(امام احمد رضا اور احترام سادات از سید صابر حسین شاہ بخاری ص 19-33)

تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانہ نور کا

آیئے **اعلیٰ حضرت** کی اولادِ رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی محبت کے حوالے سے چند واقعات پڑھنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں

خاندان رضا اور احترام سادات :

صرف **اعلیٰ حضرت** ہی نہیں آپ کا پورا خاندان سادات کی عزت وعظمت کے لئے مدت سے مشہور تھا۔ **اعلیٰ حضرت** کے دادا **مولانا رضا علی خان** روزانہ نمازِ فجر پڑھ کر ''نومحلّہ'' کے ساداتِ کرام کی خیریت معلوم کرنے اور سلام عرض کرنے جایا کرتے تھے۔ اُن کے اس معمول میں کسی مجبوری ہی سے فرق پڑتا تھا۔ مولانا رضا علی خان کے بعد مولانا **شاہ نقی علی خان** (والدِ ماجد اعلیٰ حضرت) بھی اِسی خاندان سے وابستہ رہے ہر تقریب میں، ہر دعوت میں وہ اپنے یہاں ساداتِ کرام کو ضرور شریک کرتے تھے اور ان کا اعزازی حصہ سب سے دوگناہ ہوتا تھا۔

یہ خادم نہیں مخدوم ہیں :

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ:

ایک کم عمر صاحبزادے خانہ داری کے کاموں میں امداد کے لیے کاشانہءاقدس میں ملازم ہوئے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ سید زادے ہیں۔ لہٰذا گھر والوں کو تاکید فرمادی کہ صاحبزادے سے خبردار کوئی کام نہ لیا جائے کہ مخدوم زادہ ہیں۔ کھانا وغیرہ اور جس شے کی ضرورت ہو حاضر کر دی جائے، جس تنخواہ کا وعدہ ہے وہ بطور نذرانہ پیش ہوتا رہے۔ چنانچہ حسب الارشاد تعمیل ہوتی رہی۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ صاحبزادے خود ہی تشریف لے گئے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ص 286)

ان سے کوئی خدمت نہ لی جائے بلکہ یہ ہماری مخدومہ ہیں :

سید وجاہت رسول قادری صاحب تحریر فرماتے ہیں:

عمۂ محترمہ (میری پھوپھی جان) سیدہ حسنہ بیگم روایت کرتی ہیں کہ جب احقر کی جدہ ٔمحترمہ (دادی جان) سیدہ نذیر بیگم بریلی شریف **اعلیٰ حضرت** کے دولت کدہ پر حاضر ہوتی تھیں تو اُن کی آرزو ہوتی کہ پیر کے گھرانے کی خواتین کی خدمت کی جائے، پیر کے گھر میں جاروب کشی کی سعادت حاصل کی جائے، لیکن اُن کی یہ آرزو کبھی پوری نہ ہوسکی کیونکہ **اعلیٰ حضرت** عظیم البرکت اور آپ کے بعد حضرت حجۃ الاسلام مولانا **حامد رضا خان** کا اپنے گھر والوں کو یہ حکم تھا کہ یہ سیدزادی ہیں، خبرداران سے کوئی خدمت نہ لی جائے بلکہ یہ ہماری مخدومہ ہیں اِن کی خدمت کی جائے اور اِن کے آرام وآسائش کا پورا پورا خیال رکھا جائے، چنانچہ جدہ ٔمحترمہ کے بقول جتنے آرام وآسائش سے وہ اپنے پیرو ومرشد کے گھر میں رہتیں اتنے آرام سے کبھی اپنے گھر میں بھی نہ رہیں۔

(امام احمد رضا اور احترام سادات از سید صابر حسین شاہ بخاری ص43)

اعلیٰ حضرت نے اُن کے ہاتھ چوم لئے:

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ :

فقیر اور برادرم سید قناعت علی کے بیعت ہونے پر بموقعِ عید الفطر بعد نماز دست بوسی کے لیے عوام نے ہجوم کیا، مگر جس وقت سید قناعت علی دست بوس ہوئے سیدی **اعلیٰ حضرت** نے اُن کے ہاتھ چوم لئے، یہ خائف ہوئے اور دیگر مقربانِ خاص سے تذکرہ کیا تو معلوم ہوا کہ آپ کا یہی معمول ہے کہ بموقع عیدین دورانِ مصافحہ سب سے پہلے جو سید صاحب مصافحہ کرتے ہیں۔ آپ اس کی دست بوسی فرمایا کرتے ہیں۔ غالباً آپ موجود سادات کرام میں سب سے پہلے دست بوس ہوئے ہوں گے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ص286)

سادات کو دوگنا حصّہ عطا فرماتے:

جناب سید ایوب علی صاحب **اعلیٰ حضرت** کی محبتِ سادات کا ایک اور واقعہ یوں بیان کرتے ہیں:

اعلیٰ حضرت کے یہاں مجلس میلاد مبارک میں سادات کرام کو بہ نسبت اور لوگوں کے دوگنا حصہ بروقت تقسیم شیرینی ملا کرتا تھا اور اسی کا اتباع اہلِ خاندان بھی کرتے ہیں۔

ایک سال بموقع بارہویں شریف ماہ ربیع الاول ہجوم میں سید محمود جان صاحب کو خلافِ معمول اکہرا (ایک) حصہ یعنی دو تشتریاں شیرینی کی بلاقصد پہنچ گئیں۔ موصوف خاموشی کے ساتھ حصہ لے کر سیدھے حضورِ **اعلیٰ حضرت** کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور کے یہاں سے آج مجھے عام حصہ ملا۔ فرمایا: سید صاحب تشریف رکھئے! اور تقسیم کرنے والے کی فوراً طلبی ہوئی اور سخت اظہار ناراضی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ابھی ایک سینی (بڑی پلیٹ) میں جس قدر حصے آسکیں بھر کر لاؤ چنانچہ فوراً تعمیل ہوئی۔ سید صاحب نے عرض بھی کیا کہ حضور میرا یہ مقصد نہ تھا، ہاں دل کو ضرور تکلیف ہوئی جسے برداشت نہ کرسکا۔

فرمایا سید صاحب! یہ شیرینی تو آپ کو قبول کرنا ہوگی ورنہ مجھے سخت تکلیف رہے گی۔اور شیرینی تقسیم کرنے والے سے کہا کہ ایک آدمی کو سید صاحب کے ساتھ کردو جو اس خوان کو ان کے مکان پر پہنچا آئے انہوں نے فوراً تعمیل کی۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت ازمولانا ظفرالدین بہاری مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ص288)

سیدزادوں کو اس طرح پکارتے ہیں:

جناب سید ایوب علی صاحب ہی نے یہ واقعہ بھی بیان فرمایا ہے کہ:

بعدِ نمازِ جمعہ **اعلیٰ حضرت** پھاٹک میں تشریف فرما ہیں، اور حاضرین کا مجمع ہے، مولوی نور محمد صاحب کی آواز باہر سے قناعت علی! قناعت علی! پکارنے کی گوش گزار ہوئی۔

انہیں فوراً طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا: سید صاحب کو اس طرح پکارتے ہیں، کبھی آپ نے مجھے بھی نام لیتے ہوئے سنا۔مولوی نور محمد صاحب نے ندامت سے نظر نیچی کرلی۔فرمایا تشریف لے جایئے اور آئندہ سے اس کا لحاظ رکھیئے۔

اسی تذکرے میں فرمایا کہ: شریف مکہ کے زمانے میں حاجیوں سے ٹیکس بڑی سختی سے وصول کیا جاتا تھا یہاں تک کہ اس کے کارکن مستورات کی بھی جامہ تلاشی لیتے تھے۔ایک عالم دین مع مستورات وہاں پہنچتے ہیں، ان کی مستورات کے ساتھ بھی وہی برتاؤ کیا گیا۔ عالم صاحب کو یہ بات بہت شاق گزری اور انہوں نے رات بھر شریف صاحب کو برا بھلا کہا اور بددعائیں دیں۔

صبح ہوتے آنکھ لگ گئی، خواب میں حضور صلَّی اللہُ تعالٰی علَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ارشاد فرماتے ہیں ''مولوی صاحب! کیا میری اولاد ہی آپ کے بددعا کرنے کو رہ گئی تھی''۔

پھر **اعلیٰ حضرت** نے ارشاد فرمایا سید کو اگر قاضی حد لگائے تو یہ خیال نہ کرے کہ میں سزا دے رہا ہوں بلکہ تصور کرے کہ شاہزادے کے پیروں میں کیچڑ بھر گئی ہے اسے دھو رہا ہوں۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت ازمولانا ظفرالدین بہاری مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ص288)

حضرت !یہ سب تو آپ کی باندیاں ہیں:

''حیاتِ اعلیٰ حضرت''میں مولانا ظفرالدین بہاری صاحب تحریر فرماتے ہیں:

یہ اُس زمانے کی بات ہے کہ جب کہ **اعلیٰ حضرت** کے دولت کدے کی مغربی سمت میں کتب خانہ نیا تعمیر ہورہا تھا۔گھر کی خواتین **اعلیٰ حضرت** کے قدیمی آبائی مکان میں قیام فرماتھیں اور **اعلیٰ حضرت** کا مکان مردانہ کردیا گیا تھا کہ ہر وقت راج مزدوروں کا اجتماع رہتا، اس طرح کئی مہینہ تک وہ مکان مردانہ رہا، جن صاحب کو **اعلیٰ حضرت** کی خدمت میں باریابی کی ضرورت پڑتی بے کھٹکے پہنچ جایا کرتے۔

جب وہ کتب خانہ مکمل ہوگیا تو گھر کی خواتین حسبِ دستورِ سابق اس مکان میں چلی آئیں، اتفاق وقت کہ ایک سید صاحب جو کچھ دن

پہلے تشریف لائے تھے اور جنہوں نے اس مکان کو مردانہ پایا تھا، دوبارہ تشریف لائے اور اس خیال سے کہ مکان مردانہ ہے، بے تکلف اندر چلے گئے۔ جب نصف آنگن میں پہنچے تو مستورات کی نظر پڑی جو زنانہ مکان میں خانہ داری کے کاموں میں مشغول تھیں۔

انہوں نے جب سید صاحب کو دیکھا تو گھبرا کر اِدھر اُدھر پردے میں ہو گئیں، اُن کے جانے کی آہٹ سے جناب سید صاحب کو علم ہوا کہ یہ مکان زنانہ ہو گیا ہے، مجھ سے سخت غلطی ہوئی ہے جو میں چلا آیا اور ندامت کے مارے سر جھکائے واپس ہونے لگے کہ **اعلیٰ حضرت** جنوب کی طرف کے سائبان سے فوراً تشریف لائے اور جنابِ سید صاحب کو لیکر اس جگہ پہنچے جہاں آپ تشریف رکھا کرتے اور تصنیف وتالیف میں مشغول رہتے تھے۔

اور سید صاحب کو بٹھا کر بہت دیر تک باتیں کرتے رہے، جس میں سید صاحب کی پریشانی اور ندامت دور ہوئی۔ پہلے تو سید صاحب خفت کے مارے خاموش رہے پھر معذرت کی اور اپنی لاعلمی ظاہر کی کہ مجھے زنانہ مکان ہو جانے کا کوئی علم نہ تھا۔

اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ: حضرت! یہ سب تو آپ کی باندیاں ہیں آپ آقا اور آقا زادے ہیں، معذرت کی کیا حاجت ہے۔ میں خوب سمجھتا ہوں حضرت اطمینان سے تشریف رکھیں۔

غرض بہت دیر تک سید صاحب کو وہیں بٹھا کر ان سے بات چیت کی، پان منگوایا، ان کو کھلایا جب دیکھا کہ سید صاحب کے چہرے پر آثارِ ندامت نہیں ہیں اور سید صاحب نے اجازت چاہی تو ساتھ ساتھ تشریف لائے اور باہر کے پھاٹک تک پہنچا کر ان کو رخصت فرمایا۔ وہ دست بوس ہو کر رخصت ہوئے۔ عجب اتفاق کہ وہ وقت مدرسہ کا تھا اور رحیم اللہ خان خادم بھی بازار گئے ہوئے تھے۔ کوئی شخص باہر کمرے پر نہ تھا جو سید صاحب کو مکان کے زنانہ ہو جانے کی خبر دیتا۔

جنابِ سید صاحب نے اس واقعہ کو خود مجھ سے بیان فرمایا اور مذاق سے کہا کہ ہم نے تو سمجھا کہ آج خوب پٹے، مگر ''ہمارے پٹھان'' نے وہ عزت وقدر کی کہ دل خوش ہو گیا واقعی محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہو تو ایسی ہو۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ص291)

ایک جوڑا کپڑوں کا اور اس کے ساتھ دس روپے عطا فرمائے:

جنابِ سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ:

عید الفطر کے چار پانچ روز باقی تھے، برادرم قناعت علی کو خیال آیا کہ اس مرتبہ میرے پاس نئے کپڑے نہیں، اسی روز ظہر کے بعد **اعلیٰ حضرت** جب مسجد سے واپس مکان تشریف لے جانے لگے تو قناعت علی سے فرمایا کہ یہیں ٹھہرے رہیے، تھوڑی دیر کے بعد حضور نے اندرونی چوکھٹ پر کھڑے ہو کر اشارے سے انہیں قریب بلایا، یہ جھجکے اس لیے کہ وہ جگہ زنانخانہ سے قریب تھی، آپ نے فرمایا تشریف لے آیئے اور کواڑ بند کرتے آیئے، انہوں نے دونوں کواڑ بند کر دیئے، فرمایا: زنجیر ڈال دیجئے، انہوں نے تعمیل حکم کی اور ڈرتے ڈرتے

قدم آگے بڑھایا، آپ نے ایک جوڑا کپڑوں کا بے سلا، اِس کے ساتھ دس روپے کا نوٹ عطا فرمایا اور فرمایا کہ اس جوڑے کو ابھی سے مکان لے جایئے یہاں اپنے پاس نہ رکھئے، یہ اہتمام و تاکید محض اس لیے تھی کہ کوئی دوسرا خبردار نہ ہو۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ص924)

شہزادہ حضور! یہ چھلے مجھے دے دیجئے:

حضرتِ سید مہدی حسن میاں صاحب سجادہ نشینِ مارہرہ شریف فرماتے ہیں کہ:

''میں جب بریلی آتا تو **اعلیٰ حضرت** علیہ الرحمۃ خود کھانا لاتے اور ہاتھ دھلاتے، حسبِ دستور ایک بار ہاتھ دھلاتے وقت فرمایا، حضرت شہزادہ صاحب! انگوٹھی اور چھلے مجھے دے دیجئے۔'' میں نے اتار کر دے دیئے اور وہاں سے بمبئی چلا گیا۔ بمبئی سے مارہرہ واپس آیا تو میری لڑکی فاطمہ نے کہا ابا بریلی کے مولانا صاحب (یعنی **اعلیٰ حضرت** قدس سرہ) کے یہاں سے پارسل آیا تھا، جس میں چھلے اور انگوٹھی تھے اور والا نامہ (تحریری پیغام) میں مذکور تھا ''شہزادی صاحبہ! یہ دونوں طلائی اشیاء آپ کی ہیں'' (کیونکہ مردوں کو ان کا پہننا جائز نہیں)۔

(اعلیٰ حضرت کی انفرادی کوششیں از مکتبۃ المدینہ ص55)

سید صاحب کے گھر جا کر بچے کو دم کیا:

قاری احمد صاحب پیلی بھیتی بیان کرتے ہیں کہ:

اعلیٰ حضرت ''مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت'' میں قیام فرما ہیں، سید شوکت علی صاحب خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں کہ حضرت! میرا لڑکا سخت بیمار ہے، تمام حکیموں نے جواب دے دیا ہے، یہی ایک بچہ ہے صبح سے نزع کی حالت طاری ہے، سخت تکلیف ہے، میں بڑی اُمید کے ساتھ آپ کی خدمت میں آیا ہوں۔

اعلیٰ حضرت سید صاحب کی پریشانی سے بہت متاثر ہوئے اور خود اُن کے ہمراہ مریض کو دیکھنے کے لیے گئے، مریض کو ملاحظہ فرمایا پھر سر سے پیر تک ہاتھ پھیر پھیر کر کچھ دُعائیں پڑھتے رہے، سید صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت کے ہاتھ رکھتے ہی مریض کو صحت ہونا شروع ہو گئی اور صبح تک وہ مرتا ہوا بچہ **اعلیٰ حضرت** کی دعا کی برکت سے بالکل تندرست ہو گیا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص978)

سید صاحب نے داڑھی رکھ لی:

قاری احمد صاحب پیلی بھیتی مزید بیان کرتے ہیں کہ:

ایک مرتبہ **اعلیٰ حضرت** ''مدرسۃ الحدیث'' پیلی بھیت میں حضرت مولانا شاہ محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی کے پاس مقیم تھے کہ سید فرزند علی صاحب **اعلیٰ حضرت** سے ملنے آتے ہیں اور دست بوس ہوتے ہیں، سید صاحب کی داڑھی منڈی ہوئی تھی۔

اعلیٰ حضرت بہت دیر تک گہری نظروں سے سید صاحب کے چہرے کو دیکھتے رہے، سید صاحب فرماتے ہیں کہ **اعلیٰ حضرت** کی نگاہوں نے مجھے عرق عرق کر دیا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ **حضور** مجھ کو داڑھی رکھنے کی خاموش ہدایت فرمارہے ہیں میں نے صبح کو حاضر خدمت ہوکر اپنے اس فعلِ شنیعہ سے توبہ کی۔ آج میں اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہوں کہ سید صاحب کا چہرہ نہایت خوشنما داڑھی سے سجا ہوا ہے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص980)

سید صاحب کو آئندہ سے صدا لگانے کی ضرورت نہ پڑے:

''حیاتِ اعلیٰ حضرت''میں ہے کہ:

ایک سید صاحب بہت غریب، مفلوک الحال تھے، عسرت سے بسر ہوتی تھی اس لئے سوال کیا کرتے تھے، مگر سوال کی شان عجیب تھی جہاں پہنچتے، فرماتے ''دلواؤ سید کو''

ایک دن اتفاقِ وقت کہ پھاٹک میں کوئی نہ تھا، سید صاحب تشریف لائے اور سیدھے زنانہ دروازہ پر پہنچ کر صدا لگائی ''دلواؤ سید کو'' **اعلی حضرت** کے پاس اُسی دن اخراجاتِ علمی یعنی کتاب، کاغذ وغیرہ کے لیے دوسو روپے آئے تھے، جس میں نوٹ بھی تھے، اٹھنی، چونی، پیسے بھی تھے کہ جس کی ضرورت ہو صرف فرمائیں، **اعلیٰ حضرت** نے اس بکس کے اُس حصہ کو جس میں یہ سب روپے تھے سید صاحب کی آواز سنتے ہی اُن کے سامنے لاکر حاضر کر دیا اور اُن کے روبرو لئے ہوئے کھڑے رہے، جنابِ سید صاحب دیر تک اِن سب کو دیکھتے رہے اس کے بعد ایک چونی لے لی۔

اعلیٰ حضرت نے فرمایا: حضور یہ سب حاضر ہیں۔ سید صاحب نے فرمایا: مجھے اتنا ہی کافی ہے، الغرض جنابِ سید صاحب ایک چونی لے کر سیڑھی پر سے اتر آئے، **اعلیٰ حضرت** بھی ساتھ ساتھ تشریف لائے، پھاٹک پر اُن کو رخصت کر کے خادم سے فرمایا دیکھو! سید صاحب کو آئندہ سے آواز دینے یا صدا لگانے کی ضرورت نہ پڑے، جس وقت سید صاحب پر نظر پڑے فوراً ایک چونی حاضر کر کے سید صاحب کو رخصت کر دیا کرو۔

(امام احمد رضا اور احترام سادات از سید صابر حسین شاہ بخاری ص38)

قیامت والے دن بھی اِسی طرح میرے سرپر سایہ کردیجئے گا:

مولانا شاہ سید خالد میاں فاخری صاحب تحریر فرماتے ہیں:

یہ واقعہ خود میں نے اپنے والدِ ماجد مولانا سید شاہد فاخری صاحب سے سنا کہ جب حضرت فخرُ العلماء شاہ محمد فاخر صاحب کا وصال ہوا تو وہ شدید گرمی کا زمانہ تھا۔ ایک دن میں خانقاہ کے اُس حصہ میں جو خلوت کہا جاتا ہے سورہا تھا کہ کسی نے آکر جگایا کہ کوئی بزرگ جن کے ساتھ چند آدمی ہیں حضرت ''فخر العلماء'' کے مزار پر فاتحہ پڑھ رہے ہیں۔

دوپہر کا وقت تھا، میں بنیان اور لنگی پہنے ہوئے لیٹا پڑا تھا، ابھی میں اٹھ ہی رہا تھا کہ دوسرے آدمی نے آ کر بتایا کہ بریلی سے مولانا **احمد رضا خان** صاحب تشریف لائے ہیں۔ میں گھبرا کر ایک چھاتہ لئے ہوئے اِسی حالت میں باہر نکل پڑا چونکہ (وفات کے) حادثہ کو چند ہی ایام گزرے تھے اور مزار پر سایہ کے لیے ابھی کوئی انتظام نہیں ہوا تھا، میں نے دیکھا کہ **اعلیٰ حضرت** سخت دھوپ میں عالمِ استغراق میں کھڑے فاتحہ پڑھ رہے ہیں۔

میں نے چھاتہ کھول کر سایہ کر دیا، جب **اعلیٰ حضرت** فاتحہ پڑھ کر فارغ ہوئے مجھے دیکھ کر رونے لگے اور سنو! کہ انہوں نے کیا ارشاد فرمایا، فرمایا: ''شاہد میاں! قیامت میں اگر مجھ سے پوچھا گیا کہ ایک سید زادہ تیرے سر پر چھاتہ لگا کر کھڑا تھا اور تجھے خبر نہ تھی تو میں کیا جواب دوں گا؟'' پھر فرمایا اچھا شاہد میاں! یہ وعدہ کرو کہ جب (قیامت والے دن) آفتاب کی تمازت بھیجے پگھلا رہی ہوگی، اُس وقت بھی اِسی طرح میرے سر پر سایہ کرو گے۔۔۔ پھر خانقاہ شریف میں تشریف لائے اور چائے نوش فرمائی، میرے والدِ ماجد نے ارشاد فرمایا کہ **اعلیٰ حضرت** کا یہ ارشاد احترامِ سادات کے اُسی جذبہ کا اظہار ہے جو سادات کے لیے ان کے قلب میں موجود تھا۔

(امام احمد رضا اور احترام سادات از سید صابر حسین شاہ بخاری ص 44)

پالکی روک دو:

رئیس التحریر علامہ ارشد القادری صاحب اپنے ادیبانہ رنگ میں **اعلیٰ حضرت** کی محبتِ سادات کی ایک داستان کچھ یوں لکھتے ہیں:

امامِ اہل سنت کی سواری کیلئے پالکی دروازے پر لگا دی گئی تھی، سینکڑوں مشتاقانِ دید انتظار میں کھڑے تھے۔۔۔ وضو سے فارغ ہو کر کپڑے زیبِ تن فرمائے، عمامہ باندھا اور عالمانہ وقار کے ساتھ باہر تشریف لائے۔۔۔ چہرہ ءانور سے فضل وتقویٰ کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔۔۔ شب بیدار آنکھوں سے فرشتوں کا تقدس برس رہا تھا۔۔۔ طلعتِ جمال کی دل کشی سے مجمع پر ایک رقت انگیز بےخودی کا عالم طاری تھا، گویا پروانوں کے ہجوم میں ایک شمع فروزاں مسکرا رہی تھی اور عندلیبانِ شوق کی انجمن میں ایک گلِ رعنا کھلا ہوا تھا۔۔۔ بڑی مشکل سے سواری تک پہنچنے کا موقع ملا۔۔۔

پابوسی کا سلسلہ ختم ہونے کے بعد کہاروں نے پالکی اٹھائی۔۔۔ آگے، پیچھے، داہنے، بائیں نیازمندوں کی بھیڑ ہمراہ چل رہی تھی۔۔۔

پالکی لے کر تھوڑی دور ہی چلے تھے کہ **امامِ اہل سنت** نے آواز دی۔۔۔

''پالکی روک دو''

حکم کے مطابق پالکی رکھ دی گئی۔۔۔ ہمراہ چلنے والا مجمع بھی وہیں رک گیا۔۔۔ اضطراب کی حالت میں باہر تشریف لائے۔۔۔ کہاروں کو اپنے قریب بلایا اور بھرائی ہوئی آواز میں دریافت کیا۔۔۔ آپ لوگوں میں کوئی آلِ رسول **صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم** تو نہیں ہے؟ اپنے جدِّ اعلیٰ کا واسطہ سچ بتایئے ''میرے ایمان کا ذوقِ لطیف تنِ جاناں کی خوشبو محسوس کر رہا ہے''۔ **صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم**۔۔۔

اس سوال پر اچانک اُن میں سے ایک شخص کے چہرے کا رنگ فق ہوگیا۔ پیشانی پر غیرت وپشیمانی کی لکیریں ابھر آئیں۔۔۔بے نوائی' آشفتہ حالی اور گردشِ ایام کے ہاتھوں ایک پامال زندگی کے آثار اس کے انگ انگ سے آشکار تھے۔۔۔

کافی دیر تک خاموش رہنے کے بعد نظر جھکائے ہوئے دبی زبان سے کہا: مزدور سے کام لیا جاتا ہے، ذات پات نہیں پوچھی جاتی۔آہ! آپ نے میرے جدِ اعلیٰ کا واسطہ دے کر میری زندگی کا ایک سربستہ راز فاش کردیا۔۔۔سمجھ لیجئے کہ میں اُسی چمن کا ایک مرجھایا ہوا پھول ہوں،جس کی خوشبو سے آپ کی مشامِ جاں معطر ہے۔رگوں کا خون نہیں بدل سکتا اس لئے آلِ رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم ہونے سے انکار نہیں ہے لیکن اپنی خانماں برباد زندگی کو دیکھ کر یہ کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔۔۔

چند مہینے سے آپ کے اِس شہر میں آیا ہوا ہوں،کوئی ہنر نہیں جانتا کہ اُسے اپنا ذریعہء معاش بناؤں، پالکی اٹھانے والوں سے رابطہ قائم کرلیا ہے ،روز سویرے ان کے جھنڈ میں آکر بیٹھ جاتا ہوں اور شام کو اپنے حصے کی مزدوری لے کر اپنے بال بچوں میں لوٹ جاتا ہوں۔۔۔ابھی اُس کی بات تمام نہ ہو پائی تھی کہ لوگوں نے پہلی بار تاریخ کا یہ حیرت انگیز واقعہ دیکھا کہ عالمِ اسلام کے ایک مقتدر امام کی دستار اُس کے قدموں پر رکھی ہوئی تھی اور وہ برستے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ پھوٹ پھوٹ کر التجا کررہا تھا۔

معزز شہزادے! میری گستاخی معاف کردو۔۔۔لاعلمی میں یہ خطا سرزد ہوگئی ہے۔۔۔ہائے غضب ہوگیا جن کے کفشِ پا کا تاج میرے سر کا سب سے بڑا اعزاز ہے اُن کے کاندھے پر میں نے سواری کی۔۔۔قیامت کے دن اگر کہیں سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے پوچھ لیا کہ **احمد رضا**! کیا میرے فرزندوں کا دوشِ نازنین اس لئے تھا کہ وہ تیری سواری کا بوجھ اٹھائے تو میں کیا جواب دوں گا۔۔۔ اُس وقت بھرے میدانِ حشر میں میرے ناموسِ عشق کی کتنی بڑی رسوائی ہوگی؟

آہ!اس ہولناک تصور سے کلیجہ شق ہوا جارہا ہے۔دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ جس طرح ایک عاشقِ دل گیر روٹھے ہوئے محبوب کو مناتا ہے۔۔۔بالکل اُسی انداز میں وقت کا عظیم المرتبت امام اس کی منت وسماجت کررہا تھا۔۔۔اور لوگ پھٹی آنکھوں سے عشق کی ناز برداریوں کا یہ رقت انگیز تماشہ دیکھ رہے تھے۔۔۔یہاں تک کہ کئی بار زبان سے معاف کردینے کا اقرار کرالینے کے بعد **امام اہل سنت** نے پھر اپنی ایک آخری التجائے شوق پیش کی۔

چونکہ راہِ عشق میں خونِ جگر سے زیادہ وجاہت وناموس کی قربانی عزیز ہے اس لئے لاشعوری کی اس تقصیر کا کفارہ جب ہی ادا ہوگا کہ

''اب تم پالکی میں بیٹھو اور میں اسے اپنے کاندھے پر اٹھاؤں گا''۔

اس التجا پر جذبات کے تلاطم سے لوگوں کے دل دہل گئے۔۔۔وفورِ اثر سے فضا میں چیخیں بلند ہوگئیں۔۔۔ہزار انکار کے باوجود آخر سیدزادہ کو عشقِ جنون خیز کی ضد پوری کرنی پڑی۔

آہ! وہ منظر کتنا رقت انگیز اور دل گداز تھا۔۔۔جب اہلِ سنت کا جلیل القدر امام کہاروں کی قطار سے لگ کر اپنے علم وفضل، جبہ ودستار

اور اپنی عالمگیر شہرت کا سارا اعزاز خوشنودئ حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کیلئے ایک گمنام مزدور کے قدموں پر نثار کر رہا تھا۔

شوکتِ عشق کا یہ ایمان افروز نظارہ دیکھ کر پتھروں کے دل پگھل گئے۔۔۔کدورتوں کا غبار چھٹ گیا۔۔۔غفلتوں کی آنکھ کھل گئی اور دشمنوں کو پھر مان لینا پڑا کہ آلِ رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ جس کے دل کی عقیدت واخلاص کا یہ عالم ہے، رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ اس کی وارفتگی کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔۔۔اہلِ انصاف کو اس حقیقت کے اعتراف میں کوئی تامل نہیں ہوا کہ نجد سے لے کر سہارنپور تک رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے گستاخوں کے خلاف **احمد رضا** کی برہمی قطعاً حق بجانب ہے۔

صحرائے عشق کے اس روٹھے ہوئے دیوانے کو اب کوئی نہیں منا سکتا۔۔۔وفا پیشہ دل کا یہ غیظ، ایمان کا بخشا ہوا ہے۔۔۔نفسانی ہیجان کی پیداوار نہیں۔۔۔

ہے اُن کے عطرِ بوئے گریباں سے مستِ گل
گل سے چمن، چمن سے صبا اور صبا سے ہم

(امام احمد رضا اور احترام سادات از سید صابر حسین شاہ بخاری ص 47)

اِنھیں بلاؤ! شھزادی کھیں ناراض نہ ھو جائیں:

آپ کی یہ محبتِ سادات آپکی اولاد میں بھی سرائیت کئے ہوئی تھی، چنانچہ مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

ایک مرتبہ گرمی کی دوپہر میں ایک خاتون ایک بچہ کے ساتھ تعویذ لینے کے لیے خانقاہِ رضویہ میں آئیں، لوگوں نے بتایا کہ حضور مفتیء اعظمِ ہند آرام فرما رہے ہیں، مگر انہیں تعویذ کی سخت ضرورت تھی۔ انہوں نے پھر کہلوایا کہ ایک بار دیکھ لیا جائے کہ شاید حضرت جاگے ہوں اور مجھے تعویذ مل جائے مگر حضرت کے پاس کسی کو جانے کی ہمت نہ ہوئی۔

بالآخر وہ خاتون اپنے بچہ سے بولیں: ''چلو بیٹے یہ کیا معلوم تھا کہ اب یہاں سیدوں کی باتیں نہیں سنی جاتیں'' نہ معلوم حضرت نے کیسے سن لیا اور خادمہ کو آواز دے کر کہا: جلدی جا کر انہیں بلاؤ! شہزادی کہیں ناراض نہ ہو جائیں۔ انہیں روک لیا گیا بچہ حضرت کے پاس گیا حضرت نے نام پوچھا، اس نے بتایا، حضرت نے اس بچہ کو بڑی عزت محبت ساتھ بٹھایا، پیار سے سر پر ہاتھ پھیرا، سیب منگا کر دیا اور پھر پردے کی آڑ سے محترم خاتون سے حال معلوم کر کے انہیں اِسی وقت تعویذ لکھ کر دیا اور گھر میں یہ کہہ کر رکوا لیا کہ دھوپ ختم ہو جائے تب جانے دینا اور ان کی خاطر مدارت میں کمی نہ کرنا۔

(امام احمد رضا اور احترام سادات از سید صابر حسین شاہ بخاری ص 55)

دیکھا مجھے پھچاننے والے پھچانتے ھیں:

ایک دفعہ کا واقعہ کا ہے کہ عرسِ رضوی کے موقع پر ایک غریب سید صاحب جو ابھی جوان تھے اور دیوانوں جیسی باتیں کرتے تھے

تشریف لے آئے ور کہا مجھے کھانا دو، منتظمین نے کہا کہ ابھی نہیں، اتنی دیر میں سید صاحب عالمِ دیوانگی میں حضرت مفتیٔ اعظم ہند کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور کہا: دیکھئے حضرت! یہ لوگ مجھے کھانا نہیں دے رہے، میں بھوکا بھی ہوں اور سید بھی۔

آپ نے اُن سید صاحب کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس تخت پر بٹھالیا، ڈبڈباتی آنکھوں سے فرمایا کہ حضور سید صاحب! پہلے آپ ہی کو کھانا ملے گا، یہ سب آپ ہی کا ہے، وہ سید صاحب بہت خوش ہوئے اور حضرت مفتیٔ اعظم نے جنابِ ساجد علی خان صاحب کو بلا کر فوراً ہدایت فرمائی کہ:

سید صاحب کو لے جایئے اور اِن کی موجودگی میں فاتحہ دلوایئے اور سب سے پہلے کھانا اِن کو دیجئے یہ تبرک فرمالیں تو سب کو کھلایئے۔
اب کیا تھا سید صاحب اکڑے ہوئے نکلے اور کہنے لگے دیکھا مجھے پہچاننے والے پہچانتے ہیں۔

(امام احمد رضا اور احترام سادات از سید صابر حسین شاہ بخاری ص56)

آپ خود سید کیوں نہ تھے:

''سیدُ العلماء'' حضرت مولانا **سید آلِ مصطفیٰ میاں** صاحب سجادہ نشین آستانہ ٔ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ فرماتے ہیں:

میں نے اِس بات پر بہت ہی غور کیا کہ **اعلیٰ حضرت** ہر فضیلت و کرامت کے حامل تھے اور اُن کی ذاتِ بابرکات مظہرِ ذات وصفاتِ سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم تھی لیکن اللہ عزوجل نے آپ کو پٹھان قوم میں کیوں پیدا فرمایا، سادات میں کیوں نہیں پیدا فرمایا؟

غور کیا تو سمجھ میں آیا کہ اگر وہ سید ہوتے اور سید ہو کر سیدوں کا ادب واحترام اِس شان سے فرماتے، اُنکی تعظیم وتوقیر کا خطبہ اس طرح پڑھتے، تو لوگ یہ کہہ سکتے تھے کہ میاں اپنے منہ ہی اپنی تعریف کر رہے ہیں، اور اپنی تعظیم وتوقیر کروانے کی غرض سے یہ طریقے اپنا رہے ہیں، لہٰذا رب تعالیٰ کی یہ حکمت ظاہر ہوئی کہ سادات میں اُن کو پیدا نہ فرما کر اعدائے دین کا روزِ قیامت تک کے لیے منہ بند فرما دیا۔

اعلیٰ حضرت نے جس شان سے سیدوں کا ادب واحترام فرمایا اور سادات کی تعظیم وتوقیر کر کے امت کو دکھایا، تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

(تجلیاتِ امام احمد رضا از مولانا امانت رسول قادری مطبوعہ برکاتیہ پبلیشرز ص81)

انعامِ عشقِ رسول
صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم

اعلیٰ حضرت کے عشق کی سرمستیاں کچھ یوں رنگ لائیں کہ آپ کو دربارِ رسالت صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے حاضر باشوں میں جگہ عطا فرمائی گئی، یہاں تک کہ جب آپ کی روحِ پاک عالمِ بالا کی طرف روانہ ہوئی تو سب سے پہلے اپنے محبوب صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی، جس کا مشاہدہ بھی بعض عشاق کو کروایا گیا چنانچہ۔۔۔

ہمیں احمد رضا کا اِنتظار ہے:

25 صفر المُظَفّر 1340ھ کو بیت المقدّس میں ایک شامی بُزُرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خواب میں اپنے آپ کو دربارِ رسالت **صلَّی اللہ تعالٰی علَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم** میں پایا۔

تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان اور اولیائے عِظام دربار میں حاضِر تھے، لیکن مجلس میں سُکوت طاری تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی آنے والے کا اِنتظار ہے۔ شامی بُزُرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بارگاہِ رسالت **صلَّی اللہ تعالٰی علَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم** میں عرض کی، حُضور! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کس کا انتظار ہے؟

سیّدِ عالم **صلَّی اللہ تعالٰی علَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم** نے ارشاد فرمایا:

''ہمیں **احمد رضا** کا اِنتظار ہے''

شامی بزرگ نے عرض کی، حضور! **احمد رضا** کون ہیں؟ ارشاد ہوا، ہندوستان میں بریلی کے باشِندے ہیں۔

بیداری کے بعد وہ شامی بُزُرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ **مولانا احمد رضا خان** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تلاش میں ہندوستان کی طرف چل پڑے اور جب وہ بریلی شریف آئے تو اُنہیں معلوم ہوا کہ اس عاشقِ رسول **صلَّی اللہ تعالٰی علَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم** کا اسی روز یعنی 25 صفر المُظفّر 1340ھ کو وصال ہو چکا ہے جس روز انہوں نے خواب میں سرورِ کائنات **صلَّی اللہ تعالٰی علَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم** کو یہ کہتے سنا تھا کہ ''ہمیں **احمد رضا** کا انتظار ہے۔''

(سوانح امام احمد رضا مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

یاالٰہی جب **رضؔا** خوابِ گراں سے سر اٹھائے
دولتِ بیدارِ عشقِ مصطفٰے کا ساتھ ہو
صلَّی اللہ تعالٰی علَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم

چھٹا باب

ولایتِ کاملہ

ولایت کیا ہے۔۔۔شجرہ۔۔۔مُرشدِ گرامی۔۔۔بیعت وخلافت۔۔۔ارادتِ شیخ۔۔۔ارادت و نیابتِ غوثِ اعظم
اولیاء ومجاذیب کی قدر افزائی۔۔۔مسندِ ارشاد۔۔۔مریدین کی تربیت۔۔۔خصوصی ارشادات۔۔۔عملیات ووظائف

ولایت کیا ہے؟

اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنت مولانا شاہ امام **احمد رضا خان** قادری فاضلِ بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمتِ ولایت کے بیان سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ درجاتِ ولایت کے حوالے سے کچھ کلمات ''بہارِشریعت'' سے نقل کر دیئے جائیں تا کہ قارئین کو **اولیاء اللہ** کی عظمت وشان کا اندازہ ہوسکے۔

ولایت ایک قربِ خاص ہے :

''خلیفہ **اعلیٰ حضرت**''، **صدرالشریعہ** حضرت مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ اپنی مایہ ناز تصنیف **''بہارِشریعت''** حصّہ اوّل ''عقائد کا بیان'' میں تحریر فرماتے ہیں:

ولایت ایک قربِ خاص ہے کہ مولیٰ عزوجل اپنے برگزیدہ بندوں کو محض اپنے فضل وکرم سے عطا فرماتا ہے۔۔۔ولایت وَہبی شے ہے، نہ یہ کہ اَعمالِ شاقّہ سے آدمی خود حاصل کرلے، البتہ غالبًا اعمالِ حسنہ اِس عطیہء الٰہی کے لیے ذریعہ ہوتے ہیں اور بعضوں کو ابتداءً مل جاتی ہے۔۔۔ولایت بے علم کو نہیں ملتی، خواہ علم بطورِ ظاہر حاصل کیا ہو، یا اس مرتبہ پر پہنچنے سے پیشتر اللہ عزوجل نے اس پر علوم منکشف کر دیئے ہوں۔

اِس اُمّت کے اولیاء سب سے افضل ہیں:

حضرت ''صدرالشریعہ'' مولانا محمد امجد علی اعظمی ارشادفرماتے ہیں:

تمام اولیائے اوّلین وآخرین سے اولیائے محمدیّین یعنی اِس اُمّت کے اولیاء افضل ہیں اور تمام ''اولیائے محمدیّین'' میں سب سے زیادہ معرفت وقربِ الٰہی میں خلفائے اَربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم ہیں اور اُن میں ترتیبِ (خلافت) ہی ترتیبِ افضلیت ہے۔

سب سے زیادہ معرفت وقرب **صدیقِ اکبر** کو ہے، پھر **فاروقِ اعظم**، پھر **ذوالنورَین**، پھر **مولیٰ مرتضیٰ** کو رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین۔ ہاں مرتبہء تکمیل پر **حضورِ اقدس** صلَّی اللہُ تعَالٰی علَیہِ وَآلِہٖ وَسلَّم نے ''جانبِ کمالاتِ نبوت'' حضراتِ شیخین کو قائم فرمایا اور ''جانبِ کمالاتِ ولایت'' حضرت **مولیٰ مشکل کشاء** کو، تو جملہ اولیائے مابعد نے **مولیٰ علی** ہی کے گھر سے نعمت پائی اور انھیں کے دست نگر تھے، اور ہیں، اور رہیں گے۔

طریقت منافیء شریعت نہیں:

طریقت منافیء شریعت نہیں۔ وہ شریعت ہی کا باطنی حصہ ہے، بعض جاہل مُتصوِّف جو یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ طریقت اور ہے شریعت اور (یہ کہنا) محض گمراہی ہے اور اس زُعمِ باطل کے باعث اپنے آپ کو شریعت سے آزاد سمجھنا صریح کفر والحاد۔۔۔اَحکامِ شرعیّہ کی پابندی سے کوئی ولی کیسا ہی عظیم ہو، سُبکدوش نہیں ہوسکتا۔ بعض جہال جو یہ بک دیتے ہیں کہ شریعت راستہ ہے، راستہ کی حاجت اُن کو ہے جو مقصود تک نہ پہنچے ہوں، ہم تو پہنچ گئے۔ سیّدالطائفہ حضرت **جُنید بغدادی** رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں فرمایا:

صَدَقُوا لَقَدْ وَصَلُوا وَلٰكِنْ إِلٰى أَيْنَ إِلَى النَّارِ

وہ سچ کہتے ہیں، بیشک پہنچے، مگر کہاں جہنم کو

البتہ !اگر مجذوبیت سے عقلِ تکلیفی زائل ہوگئی ہو، جیسے غشی والا تو اس سے قلمِ شریعت اُٹھ جائے گا۔ مگر یہ بھی سمجھ لو! جو اس قسم کا ہوگا، اُس کی ایسی باتیں کبھی نہ ہوں گی، شریعت کا مقابلہ کبھی نہ کریگا۔

پیرِ کامل کیلئے شرائط اربعہ:

پیری کے لیے چار شرطیں ہیں، قبل از بیعت اُن کا لحاظ فرض ہے:

اول: سنّی صحیح العقیدہ ہو۔

دوم: اتنا علم رکھتا ہو کہ اپنی ضروریات کے مسائل کتابوں سے نکال سکے۔

سوم: فاسق مُعلِن نہ ہو۔ (اعلانیہ گناہ کرنے والا نہ ہو)

چہارم: اُس کا سلسلہ **نبی صلَّی اللہ تعَالٰی علَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم** تک **متصل** ہو۔

(ماخوذ از بہارِ شریعت جلد اول از صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی مطبوعہ مکتبۃ المدینہ ص 278-264)

شجرہء مبارکہ

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرائطِ اربعہ کے جامع پیرِ کامل وولیِّ کامل تھے آپ کا سلسلہ حضور **صلَّی اللہ تعَالٰی علَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم** تک **متصل** تھا اعلیٰ **حضرت** کے کمالاتِ ولایت کے بیانات سے پہلے مناسب یہ ہے کہ ہم ان کی اتصالِ سند کو جان لیں۔

آپ کو اگرچہ کئی (تیرہ) سلاسل بلخصوص ''سلاسل اربعہ'' (قادریہ۔ چشتیہ۔ نقشبندیہ۔ سہروردیہ) میں خلافت واجازت حاصل تھی لیکن اختصار کے پیشِ نظر یہاں صرف سلسلہء عالیہ قادریہ کے مشائخ کرام کے اسمائے گرامی پیش کئے جاتے ہیں۔

سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کے مشائخ عظام:

(1) حضرت سید المرسلین جنابِ **احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلَّی اللہ تعَالٰی علَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم**

(2) حضرت امیر المؤمنین **علی مرتضیٰ** کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم

(3) حضرت **امام حسین** رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(4) حضرت **امام زین العابدین** رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(5) حضرت **امام محمد الباقر** رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(6) حضرت **امام جعفر صادق** رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(7) حضرت **امام موسیٰ کاظم** رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(8) حضرت **امام علی رضا** رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(9) حضرت شیخ **معروف کرخی** رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(10) حضرت شیخ **سری سقطی** رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(11) حضرت شیخ **جنید بغدادی** رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(12) حضرت شیخ **ابوبکر شبلی** رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(13) حضرت شیخ **عبدالواحد تمیمی** رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(14) حضرت شیخ **ابوالفرج طرطوسی** رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(15) حضرت شیخ **ابوالحسن علی** ہنکاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(16) حضرت شیخ **ابوسعید مخزومی** رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(17) **حضور سیدنا غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر حسنی حسینی جیلانی** رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(18) حضرت سید **عبدالرزاق** رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(19) حضرت سید **ابوصالح** رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(20) حضرت سید **محی الدین ابونصر** رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(21) حضرت **سید علی** رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(22) حضرت **سید موسیٰ** رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(23) حضرت **سید حسن** رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(24) حضرت **سید احمد الجیلانی** رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(25) حضرت شیخ **بہاء الدین** رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(26) حضرت سید **ابراہیم ایرجی** رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(27) حضرت سید محمد **نظام الدین** بھکاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(28) حضرت شیخ محمد **ضیاء الدین** رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(29) حضرت سید شاہ **جمال اولیاء** رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(30) حضرت سید شاہ **محمد کالپوی** رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(31) حضرت سید شاہ **احمد کالپوی** رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(32) حضرت سید شاہ **فضل اللہ کالپوی** رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(33) حضرت **سید شاہ برکت اللہ** مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(34) حضرت **سید شاہ آلِ محمد** مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(35) حضرت **سید شاہ حمزہ** مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(36) حضرت سیدنا **شاہ آلِ احمد** اچھے میاں مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(37) حضرت سیدنا **شاہ آلِ رسول** مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(38) **اعلیٰ حضرت مولانا شاہ امام احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ**

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ص728)

منظوم شجرہء مبارکہ :

اعلیٰ حضرت نے شجرہ ء مبارکہ کو فارسی کے علاوہ اُردو میں بھی منظوم فرمایا ہے ۔ جس میں شجرہ ء مبارکہ کے ناموں کی مناسبت سے ایسے ایسے پُر مغز الفاظ لائے ہیں جس کی وجہ سے شجرہ منظوم ہونے کے علاوہ شانِ شاعری اور فنِ بدیع کا عمدہ نمونہ ہے ۔

یا الٰہی رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے
یارسول اللہ کرم کیجئے خدا کے واسطے

مشکلیں حل کر شہِ مشکل کشا کے واسطے
کر بلائیں رد شہیدِ کربلا کے واسطے

سیدِ سجاد کے صدقے میں ساجد رکھ مجھے
علمِ حق دے باقرِ علمِ ہدیٰ کے واسطے

صدقِ صادق کا تصدق صادق الاسلام کر
بے غضب راضی ہو کاظم اور رضا کے واسطے

بہرِ معروف و سری معروف دے بے خود سری
جندِ حق میں گن جُنیدِ با صفا کے واسطے

بہرِ شبلی شیرِ حق دُنیا کے کُتوں سے بچا
ایک کا رکھ عبدِ واحد بے ریا کے واسطے

بوالفرح کا صدقہ کر غم کو فرح دے حُسن و سعد
بوالحسن اور بوسعیدِ سعد زا کے واسطے

قادری کر قادری رکھ قادریوں میں اُٹھا
قدرِ عبدالقادرِ قدرت نما کے واسطے

اَحْسَنَ اللهُ لَہُمْ رِزْقًا سے دے رزقِ حسن
بندہء رزاق تاج الاصفیا کے واسطے

نصر ابی صالح کا صدقہ صالح و منصور رکھ
دے حیاتِ دین محیِ جاں فزا کے واسطے

طورِ عرفان و علو و حمد و حسنیٰ و بہا
دے علی موسیٰ حسن احمد بہا کے واسطے

بہرِ ابراہیم مجھ پر نارِ غم گلزار کر
بھیک دے داتا بھکاری بادشاہ کے واسطے

خانہء دل کو ضیا دے روئے ایماں کو جمال
شہ ضیاء مولیٰ جمال الاولیا کے واسطے

دے محمد کے لیے روزی کر احمد کے لیے
خوانِ فضل اللہ سے حصّہ گدا کے واسطے

دین و دُنیا کے مجھے برکات دے برکات سے
عشقِ حق دے عشقی عشقِ انتما کے واسطے

حبِ اہل بیت دے آلِ محمد کے لیے
کر شہید عشقِ حمزہ پیشوا کے واسطے

دل کو اچھا تن کر ستھرا جان کو پُر نور کر
اچھے پیارے شمس دیں بدر العلیٰ کے واسطے

دو جہاں میں خادمِ آلِ رسول اللہ کر
حضرتِ آلِ رسول مقتدا کے واسطے

صدقہ اِن اَعیاں کا دے چھ عین عز، علم و عمل
عفو و عرفاں، عافیت احمد رضا کے واسطے

جب **اعلیٰ حضرت** کا وصال ہوا اور حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب کی جانشینی ہوئی تو اُنہوں نے ایک شعر لکھ کر **اعلیٰ حضرت** کے نامِ نامی کا اضافہ فرمایا۔

کر عطا احمد رضائے احمدِ مُرسَل مجھے

میرے مولا حضرتِ **احمد رضا** کے واسطے

اور مقطع میں بجائے **''احمد رضا''** کے ''اس بےنوا'' بنادیا اور اس کو اس طرح پڑھنے لگے۔

صدقہ اِن اَعیاں کا دے چھ عین عز،علم وعمل

عفو وعرفاں عافیت اس بےنوا کے واسطے

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفرالدین بہاری مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ص721)

مرشدِ گرامی

اعلیٰ حضرت مادرزاد ولی تھے۔آپ نہ صرف بہت بڑے عالم، فاضل،فقیہہ اور محدث، بلکہ اپنے وقت کے کامل صوفی بزرگ بھی تھے آپ کی شانِ ولایت کے بیان سے پہلے اُس سرچشمہءفیض کا ذِکرِ خیر کیا جاتا ہے جسکی تابانیوں سے فیض لے کر یہ ماہِ کامل پوری آب و تاب کے ساتھ طلوع ہوا۔جی ہاں! یہ ذِکرِ خیر ہے سیدی **اعلیٰ حضرت** امامِ اہلسنت کے پیرومرشد وشیخ طریقت،حضرتِ سیدنا مخدوم سید شاہ **آلِ رسول** مارِہروی قادری برکاتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا۔

اسمِ گرامی :

''خاتم الاکابر'' حضرتِ سیدنا مخدوم سید شاہ آلِ رسول مارِہروی قادری برکاتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ولادت ِ باسعادت:

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادتِ باسعادت ماہِ رجب المرجب 1209ھ ''مارہرہ شریف''،ضلع ''**ایٹہ**''یوپی ہندوستان میں ہوئی۔

مارھرہ مطھرہ :

ضمناً مارہرہ شریف کا ذکرِ خیر کیا جاتا ہے:

مارہرہ مطہرہ کے ساداتِ کرام حضرت **سیدنا زید شہید** رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رشتہءنسب رکھتے ہیں۔حضرتِ زید شہید **حضرت امام زین العابدین** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بڑے چہیتے فقیہ،شجاع اور صاحبِ تدبیر وبصیرت شہزادے ہیں۔آپ کی اولاد میں سے حضرت سید حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے افغانستان سے ہجرت کرکے ہندوستان کا رُخ کیا،اور قصبہ'' بلگرام'' کو قدومِ میمنت لزوم سے سرفراز فرمایا۔

آپ کی اولاد میں سے حضرت سیدنا میر عبدالواحد بلگرامی صاحبِ ''سبع سنابل شریف'' بڑے مشہور ومعروف بزرگ گزرے ہیں۔

بلگرامی بزرگوں میں سے سب سے پہلے آپ ہی کا مارہرہ مطہرہ سے گزر ہوا جبکہ آپ اپنے پیرومُرشِد کی زیارت کے لیے سکندر آباد تشریف لے جارہے تھے۔ یہاں پر چند دن آپ کا قیام رہا، چند افراد داخلِ سلسلہ بھی ہوئے لیکن مستقل طور سے مارہرہ کے افق پر بلگرامی ابرِ کرم آپ کے شہزادے حضرت میر عبدالجلیل بلگرامی کی صورت میں سایہ فگن ہوا۔ اور آپ نے یہاں پر مستقل قیام فرمایا۔

مارہرہ مطہرہ کی خاک، رہروانِ عشق کے لیے ہمیشہ پرکشش رہی۔ اس کا محلِ وقوع ہی ایسا ہے کہ دلکشی آپ ہی اس پر فدا ہوا چاہتی ہے۔ گنگا اور جمنا کے درمیان اس دوآبہ میں قدرت نے ایسی زرخیزی رکھی ہے کہ ہر سمت ہریالی نظر آتی ہے۔ خوبصورت پھولوں کی کیاریاں، پھلوں سے لدے پھندے درختوں کی قطاریں، باغات کا ہجوم، ذرا سے فاصلے سے ندی اور نہر کے دو متوازی سلسلے بڑے فرحت بخش اور سرور افزا ہیں۔ یہاں کے پھل خصوصاً آم اور بیر دور دور تک شہرت رکھتے ہیں۔

مارہرہ مطہرہ کے مضافات میں بڑا پرسکون علاقہ ہے اور یہ علاقہ یادِ الٰہی کے واسطے بہت موزوں ہے، وہاں کا قلعہ جسے شہاب الدین غوری نے بارودی سرنگ سے زیروزبر کرڈالا تھا اب بھی ویرانوں کی ساری دلچسپیاں رکھتا ہے۔

مارہرہ کی بستی ''سروپ گنج'' کی تشکیلِ نو ہے جو پہلے ذرا سے فاصلے پر آباد تھی، علاء الدین خلجی نے یہاں کے رہزنوں کی شرارتوں سے غضب ناک ہوکر اِسے بالکل تہس نہس کرڈالا۔ اب اِس خطہ کے دامن میں چند ویرانوں اور بنجر زمینوں کے سواء کچھ نہ بچا تھا۔ 699ھ میں خلجی کے ضلع دار ''راجہ منی رام'' نے سروپ گنج سے ذرا ہٹ کر ایک ویرانے میں نئی آبادی کی بنیاد ڈالی۔ چونکہ اس سرزمین کو تباہی کے بعد نئی زندگی ملی تھی اس لیے مَارْ۔ ہَرَ ہ کہنے لگے۔

(صاحبِ عرس قاسمی از علامہ ساحل شہسرامی علیگ مکتبہ دارالاشاعت برکاتی مارہرہ ص 7-6)

تعلیم و تربیت :

سید شاہ آلِ رسول مارِہروی کی تعلیم وتربیت اپنے والدِ ماجد حضرت سیدنا شاہ آلِ برکات ''ستھرے میاں'' کی آغوش شفقت میں ہوئی اور انہیں کی نگرانی میں آپ کی نشو ونما ہوئی آپ نے ابتدائی تعلیم حضرت عین الحق شاہ عبدالمجید بدایونی صاحب اور حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ کشفی بدایونی سے خانقاہِ برکاتیہ میں حاصل کی بعد از اں ''فرنگی محل'' کے علماء مولانا انوار احمد صاحب، مولانا عبدالواسع صاحب اور مولانا شاہ نورالحق رزاقی صاحب سے کتبِ معقولات، علمِ کلام، فقہ واصولِ فقہ کی تحصیل وتکمیل فرمائی۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے درسِ حدیث میں بھی شریک ہوئے۔ صحاح کا دورہ کرنے کے بعد سلاسلِ حدیث و طریقت کی سندیں مرحمت ہوئیں۔

بیعت و خلافت :

حضرت کو خلافت واجازت حضور سید آلِ احمد ''اچھے میاں'' (اپنے تایاجان) سے تھی، والدِ ماجد نے بھی اجازت مرحمت فرمائی تھی مگر مرید

حضرت اچھے میاں کے سلسلے ہی میں فرماتے تھے۔

فضائل :

حضرت شاہ آلِ رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تیرھویں صدی ہجری کے اکابر اولیاء اللہ میں سے تھے۔آپ کی وہ عظیم شخصیت تھی جس کی مساعی وکوشش سے اسلام ومذہبِ اہلسنت و جماعت کو استحکام حاصل ہوا۔ بڑے نڈر، بے باک، شفیق اور مہربان تھے۔آپ کی شان بڑی ارفع و اعلیٰ ہے، **اعلیٰ حضرت** نے آپ کے فضائل فارسی اشعار میں قلمبند فرمائے ہیں جس کا مطلع اِس طرح ہے۔

خوشا! دلے کہ دہندش ولائے آلِ رسول

خوشا! سرے کہ کنندش فدائے آلِ رسول

عادات وصفات :

آپ کے عادات وصفات میں بھی شریعت کی پوری جلوہ گری تھی اور شریعتِ مطہرہ کی غایت درجہ پابندی فرماتے ،نماز باجماعت مسجد میں ادا فرماتے اور تہجد کی نماز کبھی قضاء نہ ہونے دیتے۔نہایت کریم النفس ،عیب پوش اور حاجت براری میں یگانۂ عصر تھے۔

محافلِ سماع قطعاً مسدود بلکہ صرف مجالسِ وعظ ونعت ومنقبت وختم قرآن ودلائل الخیرات شریف ،حُضّارِ عرس (حاضرینِ عرس) کی مہمانداری باقی رکھی تھی ،فضولیات کی حضور کے دربار میں جگہ نہ تھی ،ظاہر شریعت سے ایک ذرہ تجاوز بھی گوارہ نہ فرماتے۔

جودو سخا:

آپ کے جودوسخا کا عالم یہ تھا کہ لوگ مصنوعی ضروریات بتا کر جب چاہتے روپیہ مانگ کر آپ سے لے جاتے اور چور بھی بعض اوقات مسافروں کی صورت میں آتے اور آپ کی بارگاہ سے بامراد لوٹتے ،آپ کی اہلیہ محترمہ عرض کرتیں کہ: آپ خود ولی ہیں تو سب کو ولی ہی سمجھتے ہیں کچھ احتیاط فرمائیں'' مگر آپ خود گھر میں جا کر سائل کے لیے ضروری اشیاء لاتے اور دیدیتے جو حاجت مند آتا اس کی حاجت براری کرتے اور اکثر اپنے کپڑے تک اتار کر دیدیتے۔

عاجزی کی انتہا یہ تھی کہ آپ خود کبھی امام نہ بنتے بلکہ کسی اور سے ہی نماز پڑھواتے۔

کشف و کرامات:

(1) بدایون کے ایک صاحب جو آپ کے مریدِ خاص تھے۔وہ ایک مرتبہ سوچنے لگے کہ معراج شریف چند لمحوں میں کس طرح ہو گئی؟ آپ اُس وقت وضو فرما رہے تھے۔فوراً اس سے کہا: میاں اندر سے ذرا تولیہ تو لاؤ! موصوف جب اندر گئے تو ایک کھڑکی نظر آئی۔ اس جانب نگاہ دوڑائی تو کیا دیکھتے ہیں کہ پُر فضا باغ ہے۔ یہاں تک کہ اس میں سیر کرتے ہوئے ایک عظیم الشان شہر میں پہنچ گئے۔وہاں انہوں نے کاروبار شروع کر دیا،شادی بھی کی اولاد بھی ہوئی، یہاں تک کہ 20 سال کا عرصہ گزر گیا۔جب اچانک حضرت نے آواز دی

تو وہ گھبرا کر کھڑکی میں آئے اور تولیہ لئے ہوئے دوڑے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ابھی وضو کے قطرات حضرت کے چہرہء مبارک پر موجود ہیں اور دست مبارک بھی تر ہیں۔ وہ انتہائی حیران وششدر ہوئے، تو آپ نے تبسم آمیز لہجے میں فرمایا:

میاں! وہاں بیس برس رہے اور شادی بھی کی اور یہاں ابھی تک وضو خشک نہیں ہوا، اب تو معراج کی حقیقت کو سمجھ گئے ہو گے؟

(2) ایک مرتبہ حاجی رضا خان صاحب مارہروی نے حج سے فارغ ہو کر مکہء مکرمہ میں مولانا محمد اسمٰعیل صاحب مہاجرِ مکی عرض کی کہ: مجھے بیعت کر لیجئے انہوں نے ارشاد فرمایا: تم حضرت شاہ آلِ رسول صاحب مارہروی سے بیعت کیوں نہیں کر لیتے وہ آجکل یہیں آئے ہوئے ہیں اور اب تک ہمارے ساتھ تھے۔

حاجی صاحب حیران رہ گئے کہ وہ یہاں کب تشریف لائے، واپس مارہرہ شریف پہنچ کر حضرت کی بارگاہ میں سارا واقعہ عرض کیا، آپ نے ارشاد فرمایا: میاں! اُنہیں شبہ ہوا ہوگا میں تو خانقاہ شریف کو چھوڑ کر کہیں گیا ہی نہیں۔

اولادِ کرام:

آپ کا عقد شریف نثار فاطمہ بنت سید منتخب حسین صاحب بلگرامی سے ہوا۔ جن سے دو صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں ہوئیں۔

صاحبزادے یہ ہیں۔۔۔

(1) سید شاہ ظہور حسن صاحب (بڑے میاں)

(2) سید شاہ ظہور حسین صاحب (چھوٹے میاں)

صاحبزادیاں یہ ہیں۔۔۔

(1) انصار فاطمہ

(2) ظہور فاطمہ

(3) رحمت فاطمہ

خلفائے کرام:

حضرت کے خلفائے کرام اپنے وقت کی نابغہء روزگار ہستیاں ہیں، جنکی ایک مختصر فہرست پیش کی جاتی ہے۔

(1) حضرت سید شاہ ظہور حسن صاحب

(2) حضرت شاہ مہدی حسن صاحب مارہروی

(3) حضرت سید شاہ ظہور حسین صاحب مارہروی

(4) حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں مارہروی

(5) حضرت سید شاہ ابوالحسن خرقانیصاحب

(6) حضرت سید شاہ محمد صادق صاحب

(7) حضرت سید شاہ امیر حیدر صاحب

(8) حضرت سید شاہ حسین حیدر صاحب

(9) حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی

(10) سیدنا امام اہلسنت **اعلیٰ حضرت مولانا شاہ امام احمد رضا خان قادری برکاتی** بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا و دیگر اور کئی خلفائے کرام

اقوال وملفوظات:

راہِ سلوک میں ادب ومحبت اور ترکِ رعونت ایک لازمی امر ہے۔۔۔علماء فقراء ومساکین کی تعظیم پوری سعی سے کرتے رہو اور جو کچھ بھی میسر ہو پوری تواضع کے ساتھ سامنے رکھ دو، قبول کر لیں تو بہتر نہ کریں تو تم پر کوئی مواخذہ نہیں۔۔۔نیاز وفاتحہ میں ہرگز تکلف نہ برتیں کہ شرع میں تکلف روا نہیں ہے اور (اگر زیادہ نہ کر سکیں تو) صرف سوا پاؤ بتاشوں پر فاتحہ دلانے پر اکتفاء کریں۔

آخری وصیت:

وقتِ رحلت لوگوں نے استدعا کی کہ حضور! کچھ وصیت فرما دیجئے۔بہت اصرار پر فرمایا، مجبور کرتے ہو تو لکھ لو یہ ہمارا وصیت نامہ ہے۔

" اَطِیْعُو االلّٰہَ وَ اَطِیْعُواالرَّسُوْلَ "

(یعنی اللہ اور اس کے رسول عَزَّ وَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی اطاعت کرو)

بس یہی کافی ہے اور اسی میں دین ودنیا کی فلاح ہے۔

تاریخ وصال:

18 ذوالحجۃ الحرام 1296ھ بروز بدھ کو مارہرہ شریف میں وصال ہوا۔آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا **مزار شریف مارہرہ شریف میں مرجع** خلائق ہے۔

(ماخوذ از تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ از مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی مطبوعہ کشمیر پبلیشرز لاہور ص369-376)

اعلیٰ حضرت کی بیعت و خلافت

1294ھ جمادی الاخریٰ کا واقعہ ہے کہ ایک روز **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کسی خیال سے) روتے روتے سو گئے، خواب میں دیکھا کہ آپ کے جد امجد حضرت **مولانا شاہ رضا علی خان صاحب** تشریف لائے، ایک صندوقچی عطا فرمائی اور فرمایا عنقریب وہ شخص آنے والا ہے جو تمہارے دردِ دل کی دوا کرے گا۔

دوسرے ہی روز تاج الفحول محبِّ رسول حضرت **مولانا شاہ عبدالقادر صاحب عثمانی بدایونی** علیہ الرحمہ تشریف لائے اور اپنے ساتھ (بغرضِ بیعت) مارہرہ مقدسہ لے گئے، مارہرہ مقدسہ کے اسٹیشن ہی پر **اعلیٰ حضرت** نے فرمایا! شیخ کامل کی خوشبو آ رہی ہے۔ (بعدازاں ایک سرائے میں ٹھہرے اور نہا دھوکر نئے کپڑے پہننے کے بعد خانقاہِ برکاتیہ میں بیعت کے لئے حاضر ہوئے)۔

ہم تو کئی روز سے انتظار کر رہے ہیں:

جب امامُ الاولیاء، سلطان العارفین، تاجدارِ مارہرہ حضرت مولانا سید **شاہ آلِ رسول** صاحب حسینی علیہ الرحمہ کی خدمتِ بابرکت میں پہنچے حضرت نے دیکھتے ہی فرمایا: آیئے! ہم تو کئی روز سے انتظار کر رہے ہیں۔ پھر بیعت فرمایا اور اُسی وقت تمام سلاسل کی اجازت بھی عطا فرمادی اور خلافت بھی بخش دی نیز جو عطیات سلف سے چلے آ رہے تھے وہ بھی سب عطا فرما دیئے اور ایک صندوقچی جو وظیفہ کی صندوقچی کے نام سے منسوب تھی عطا فرمائی۔۔۔ آپ کو جن سلاسل طریقت کی اجازت وخلافت حاصل ہوئی ان کی تفصیل درجہ ذیل ہے:

(1) قادریہ برکاتیہ جدیدہ ۔۔۔ (2) قادریہ آبائیہ قدیمہ ۔۔۔ (3) قادریہ ہدایہ ۔۔۔ (4) قادریہ رزاقیہ ۔۔۔ (5) قادریہ منصوریہ ۔۔۔ (6) چشتیہ نظامیہ قدیمہ ۔۔۔ (7) چشتیہ محبوبیہ جدیدہ ۔۔۔ (8) سہروردیہ واحدیہ ۔۔۔ (9) سہروردیہ فضیلیہ ۔۔۔ (10) نقشبندیہ علائیہ صدیقیہ ۔۔۔ (11) نقشبندیہ علائیہ علویہ ۔۔۔ (12) بدیعہ ۔۔۔ (13) علویہ منامیہ ۔۔۔

مصافحاتِ اربعہ:

مندرجہ بالا سلاسل کے علاوہ آپ کو "مصافحاتِ اربعہ" کی سندات بھی ملیں، جن کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔۔۔

(1) مصافحۃ الجنّیہ ۔۔۔ (صرف چھ واسطوں سے یہ مصافحہ ایک صحابی جن کے ذریعے جن کی عمر سات سو برس تھی **حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم** تک پہنچتا ہے)

(2) مصافحۃ الخضریہ ۔۔۔ (صرف اٹھارہ واسطوں سے یہ مصافحہ حضرت خضر علیہ السلام کے ذریعے **حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم** تک پہنچتا ہے)

(3) مصافحۃ المعمریہ ۔۔۔ (صرف دس واسطوں سے یہ مصافحہ ایک معمر صحابی حضرت ابوسعید الحبشی کے ذریعے **حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم** تک پہنچتا ہے)

(4) مصافحۃ المنامیہ ۔۔۔ (صرف اکیس واسطوں سے یہ مصافحہ حضرت ابوالحسن علی کے ذریعے **حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم** تک پہنچتا ہے، کہ ان کو خواب میں **حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم** کی زیارت ہوئی آپ نے اپنی مبارک انگلیاں اُن کی انگلیوں میں ڈالیں اور سات مرتبہ فرمایا: اے ابوالحسن علی جو میرے ہاتھ کی انگلیوں میں انگلیاں ڈالے گا وہ جنت میں داخل ہوگا)

ان مصافحات و اجازات کے علاوہ مختلف اذکار، اشغال و اعمال وغیرہ کی بھی آپ کو اجازت حاصل ہوئی مثلاً۔ خواص القرآن ۔۔۔ اسمائے الٰہیہ ۔۔۔ دلائل الخیرات ۔۔۔ حصن حصین ۔۔۔ حزب الجر ۔۔۔ حزب البر ۔۔۔ حزب النصر ۔۔۔ حرز الامیرین ۔۔۔ حرز الیمانی ۔۔۔ دعائے مغنی ۔۔۔ دعائے حیدری ۔۔۔ دعائے عزرائیلی ۔۔۔ دعائے سریانی ۔۔۔ قصیدہ غوثیہ ۔۔۔ صلوٰۃ الاسرار ۔۔۔ وقصیدہ بردہ شریف وغیرہ وغیرہ۔

(تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ از مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی صاحب مطبوعہ لاہور ص 399)

حضور بائیس سال کے اس بچہ پر یہ کرم کیوں ہوا؟:

اتنی عطائیں دیکھ کر تمام مریدین کو جو حاضر تھے تعجب ہوا، جن میں قطبِ دوراں تاج الاولیاء حضرت مولانا شاہ سید ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب علیہ الرحمہ نے (جو حضرت کے پوتے اور جانشین تھے) اپنے جدِ امجد سے عرض کیا حضور! بائیس سال کے اس بچہ پر یہ کرم کیوں ہوا؟ جبکہ حضور کے یہاں کی خلافت واجازت اتنی عام نہیں، برسوں، مہینوں آپ چلّے ریاضتیں کراتے ہیں ''جو'' کی روٹی کھلوا کر منزلیں طے کراتے ہیں، پھر اگر اس قابل پاتے ہیں تب بھی ایک یا دو سلسلہ کی اجازت وخلافت عطا فرماتے ہیں (نہ کہ تمام سلاسل کی)۔

میں'' احمد رضا '' کو پیش کر دوں گا:

حضرت نوری میاں علیہ الرحمۃ بھی بہت بڑے روشن ضمیر وعارف باللہ تھے، اِسی لئے یہ سب کچھ دریافت کیا تاکہ زمانے کو اس بچے کا مقام ولایت و شانِ مجددیت کا پتہ چل جائے۔ سیدنا شاہ آلِ رسول نے ارشاد فرمایا اے لوگو! **احمد رضا کو کیا جانو** یہ فرما کر رونے لگے اور ارشاد فرمایا۔''میاں صاحب! میں متفکر تھا کہ اگر قیامت کے دن رب العزت جل مجدہٗ نے ارشاد فرمایا کہ آلِ رسول! تو دُنیا سے میرے لیے کیا لایا تو میں کیا جواب دوں گا۔ الحمد للہ آج وہ فکر دور ہوگئی، مجھ سے رب تعالیٰ جب یہ پوچھے گا کہ آلِ رسول! تو دُنیا سے میرے لیے کیا لایا تو میں مولانا **احمد رضا** کو پیش کردوں گا، اور حضرات اپنے قلب زنگ آلود لیکر آتے ہیں، اُن کو تیار ہونا پڑتا ہے، یہ اپنے قلب کو مجلّٰی ومصفّٰی لے کر بالکل تیار آئے، ان کو تو صرف نسبت کی ضرورت تھی۔

واللّٰہ! یہ چشم وچراغِ خاندانِ برکات ھیں:

نیز فرمایا میاں صاحب! میری اور میرے مشائخ کی تمام تصانیف مطبوعہ یا غیر مطبوعہ جب تک مولانا **احمد رضا** کو نہ دکھالی جائیں، شائع نہ کی جائیں، جس کو یہ بتائیں کہ چھپے، وہی چھاپی جائے جس کو منع کریں وہ ہرگز نہ چھاپی جائے، جو عبارت یہ بڑھادیں وہ میری اور میرے مشائخ کی جانب سے بڑھی ہوئی سمجھی جائے اور جس عبارت کو کاٹ دیں وہ کٹی ہوئی سمجھی جائے، بارگاہِ نبوی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم سے یہ اختیارات ان کو عطا ہوئے ہیں، حضرت نوری میاں صاحب نے پھر **اعلیٰ حضرت** کے چہرہءِ مبارک پر نظر ڈالی تو برجستہ فرمانے لگے'' **واللہ یہ چشم وچراغ خاندانِ برکات ہیں''۔**

(تجلیاتِ امام احمد رضا از قاری محمد امانت رسول مطبوعہ کراچی ص38)

1294ھ میں **اعلیٰ حضرت** کی عمر صرف بائیس (22) سال تھی، لیکن اُن کا قلبِ مبارک ایسا روشن ہو چکا تھا کہ اُس بارگاہِ عالی میں ایسی قدر دانی وعزت افزائی ہوئی، ایک تو فوراً خلافت عطا کی گئی، دوسرا عظیم امتیاز یہ ملا کہ روزِ قیامت'' **احکم الحاکمین** '' کی بارگاہ میں اپنی کمائی پیش کرنے کا موقع آیا تو فرمایا: **احمد رضا** کو پیش کروں گا۔ تیسرا یہ کہ توجہ تشبیہی (اپنے مشابہ کرنے کے لیے روحانی نظر) سے نوازے گئے۔

(امام احمد رضا اور تصوف از مولانا محمد احمد مصباحی اعظمی مکتبہ کرمانوالہ لاہور ص19)

توجہِ تشبیھی :

جب مرُشدِ گرامی سے توجہ تشبیہی پا کر **اعلیٰ حضرت** اپنے مرشدِ گرامی کے ساتھ خانقاہ کے دروازہءِ سنگینی سے برآمد ہوئے تو ایسا معلوم

ہوتا تھا کہ حضرت سیدنا شاہ آلِ رسول مارہروی عنفوانِ شباب میں رونق افروز ہیں، فقط داڑھی کی سفیدی اور سیاہی سے سیدنا شاہ آلِ رسول اور مولانا شاہ امام **احمد رضا خان** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں امتیاز کیا جاسکا۔

جب ابتداء کا یہ حال ہے ---:

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا محمد احمد مصباحی صاحب اپنی کتاب ''امام احمد رضا اور تصوف'' میں تحریر فرماتے ہیں:

جب ابتداء کا یہ حال وکمال ہے تو انتہا کا عروج وارتقاء کیا ہوگا؟ اصل تو مرشد کی عنایت ہے جس کے بغیرہ راہِ سلوک طے نہیں ہوتی اور مرشد نے اُسی دن بلکہ اُسی وقت توجہِ تشبیہی اور دوسری عنایات سے یہ عیاں کردیا کہ ہم نے **احمد رضا** کو سب معارف وحقائق سپرد کردیئے، اُسے اپنا نائب وخلیفہ ہی نہیں بلکہ اپنا مظہرِ اتم اور پرتوِ کامل بنادیا۔

اب وہ اِس کا اہل ہے کہ میرے بیان کردہ اور تحریر فرمودہ حقائق ومعارف پر نظرِ ثانی کرسکے اور اسکی نظر کے بغیر کوئی کتاب شائع نہ کی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ شریعت یا اہلِ طریقت، اصحابِ مدارس ہوں یا اربابِ خانقاہ، سبھی امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں استفادہ واستصواب کرتے ہوئے نظر آتے ہیں---

مرجعِ علماء و صوفیاء:

اگر ایک طرف وہ صدرالشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور محدث اعظم ہند مولانا سید محمد کچھوچھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے استاذِ جلیل حافظِ صحیح بخاری مولانا وصی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بلند پایہ درس گاہی سوالات کا حل لکھ رہے ہیں تو دوسری طرف مولانا سید شاہ احمد اشرف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اہم خانقاہی سوالات کے جوابات بھی دے رہے ہیں---

عظیم مفتی ومحقق مولانا ارشاد حسین رامپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فتوے کی تنقید وتصحیح کرتے ہوئے دیکھے جارہے ہیں تو سید نورالدین حسین رئیس اعظم ''بڑودہ'' کے دقیق سوالاتِ تصوف کی برجستہ شرح فرماتے ہوئے بھی نظر آرہے ہیں۔ حتیٰ کہ **اعلیٰ حضرت** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مربیءِ طریقت حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اہم علمی وخانقاہی سوالات کے جوابات بھی لکھ رہے ہیں۔

''**فتاویٰ رضویہ**'' کی جلدوں اور مختلف رسائل کے صفحات پر اس سے زیادہ مثالیں دیکھی جاسکتی ہیں جو یہ ثبوت فراہم کرنے کے لیے کافی سے زائد ہیں کہ یہ عبقریءِ زمانہ ''شریعت وطریقت'' دونوں کا عالم اور ''علماء وصوفیاء'' دونوں کا امام ہے۔

(امام احمد رضا اور تصوف از مولانا محمد احمد مصباحی اعظمی مکتبہ کرمانوالہ لاہور ص19)

ارادتِ شیخ

سلوک وتصوف اور ارادت وطریقت میں ضروری ہے کہ اپنے آقائے نعمت سے بھرپور تعلقِ خاطر ہو، جبھی فیضانِ قلب ونظر سے بہرور ہوا جاسکتا ہے۔ **اعلیٰ حضرت** اپنے مرشدِ گرامی سے سچی عقیدت رکھتے تھے، اور کیوں نہ ہو کہ خود ہی فرماتے ہیں:

''ارادت شرطِ اہم ہے بیعت میں، بس مرشد کی ذرہ سی توجہ درکار ہے اور دوسری طرف اگر ارادت نہیں تو کچھ نہیں ہوسکتا''۔۔۔

جب تک مرید یہ اِعتِقَاد (یعنی یقین) نہ رکھے کہ میرا شیخ تمام اَولیائے زمانہ سے میرے لیے بہتر ہے، نَفع نہ پائے گا۔۔۔

اپنے تمام حَوَائج (یعنی حاجتوں) میں اپنے شیخ ہی کی طرف رجوع کرے۔۔۔

اَصلِ کار حُسنِ عقیدت ہے یہ نہیں تو کچھ نفع نہیں، اور صرف حُسنِ عقیدت ہے تو خیر اِتّصال (یعنی قُرب) تو ہے۔۔۔

پَرنالہ کی مثل تم کو فیض پہنچے گا۔ حُسنِ عقیدت ہونا چاہیے۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبہ المدینہ ص403-402-401)

یہ دو کتے حاضر ہیں:

آیئے! اب اس حسنِ عقیدت کی عملی جھلک بھی دیکھ لیتے ہیں:

چنانچہ ایک مرتبہ سجادہ نشین مارہرہ شریف نے **اعلیٰ حضرت** سے رکھوالی کے لیے دو کتوں کی فرمائش کی **اعلیٰ حضرت** اعلیٰ نسل کے دو کتے خانقاہِ عالیہ کی دیکھ بھال کے لیے بذاتِ خود دے آئے اور عرض کی حضور! ان کتوں کو آپ کی خدمت میں پیش کر دیا ہے یہ سارا کام کاج بھی کریں گے اور رات کو رکھوالی بھی کریں گے۔ جانتے ہیں یہ دو کتے کون تھے؟ آپ کے دونوں صاحبزادگان حضور مفتیٔ اعظمِ ہند **مولانا مصطفیٰ رضا خان** اور حجۃ الاسلام **مولانا شاہ حامد رضا خان** صاحب۔ **اللہ! اللہ!**

(انوارِ رضا مکتبہ ضیاء القرآن ص238)

ننگے پاؤں خانقاہِ برکاتیہ تک جاتے:

صاحبزادہ سید محمد امین میاں برکاتی نبیرہ ءخاتم الاکابر حضرت سید شاہ آلِ رسول برکاتی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

''**اعلیٰ حضرت** اپنے مرشدانِ عظام کا اِس درجہ ادب ملحوظ رکھتے تھے کہ مارہرہ کے اسٹیشن سے خانقاہِ برکاتیہ تک برہنہ پا (ننگے پاؤں) پیدل تشریف لاتے تھے اور مارہرہ سے جب کبھی حجام خط یا پیالہ لے کر بریلی جاتا تو ''حجام شریف'' فرماتے اور اس کے لئے کھانے کا خوان اپنے سرِ اقدس پر رکھ کر لایا کرتے تھے۔

(احترامِ ساداتِ اور امام احمد رضا صاحب بریلوی از سید صابر حسین بخاری قادری مطبوعہ لاہور ص35)

صاحبِ سجادہ کو لینے اسٹیشن پر گئے:

اعلیٰ حضرت اپنے پیر و مُرشِد کے گھرانے کے دیگر افراد کا بھی بہت ادب کیا کرتے، جب کبھی سجادہ نشینِ مارہرہ شریف ''بریلی'' تشریف لاتے یا اُن کی گاڑی اسٹیشن سے گزرتی تو آپ خود چل کر اسٹیشن پر اُنہیں ملنے کے لئے جاتے۔

سید ایوب علی صاحب بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اور میرے بھائی سید قناعت علی صاحب بعدِ مغرب اس خیال سے کہ

اعلیٰ حضرت کی زیارت ہوجائے آپ کے کاشانہءاقدس کے باہر کھڑے تھے کہ اچانک آپ تشریف لے آئے اور پا پیادہ اسٹیشن کی طرف روانہ ہوگئے ،مولانا **امجد علی اعظمی** صاحب بھی لالٹین لئے ہوئے آئے اور آپ کے ساتھ روانہ ہوگئے۔

ہم دونوں بھی آپ کے پیچھے پیچھے ہولئے ،دل میں یہ سوچتے جاتے تھے کہ حضور اس نقاہت اور کمزوری کی حالت میں اتنی دور پیادہ پا بغیر سواری کے کیسے تشریف لئے جاتے ہیں،لیکن پوچھنے کی جرأت نہ ہوئی، یونہیں خاموشی کے ساتھ چلتے ہوئے اسٹیشن کے قریب پہنچ گئے اتنے میں دیکھا کہ وہ گاڑی جو ریاستِ رام پور کو اُسوقت جاتی تھی وہ جارہی ہے اور سواریاں یکا ،تانگا وغیرہ میں شہر کی طرف آرہی ہیں۔ مولانا **امجد علی** صاحب نے عرض کی حضور! معلوم ہوتا ہے میاں صاحب (حضرت مہدی حسن میاں صاحب) تشریف نہیں لائے ،گاڑی تو رامپور والی چھوٹ گئی ،جو سواریاں آنے والی تھیں وہ بھی آچکیں ،اگر تشریف لاتے تو اب تک ملاقات ہو جاتی ۔غرض وہاں سے واپس تشریف لائے۔

اُس وقت ہمیں مولانا **امجد علی** صاحب سے پتا چلا کہ حضرت مہدی میاں صاحب نے **اعلیٰ حضرت** کو اطلاع دی تھی کہ میں مارہرہ شریف سے آرہا ہوں اور رامپور جارہا ہوں،کسی کو بریلی اسٹیشن پر بھیج دیا جائے ،چنانچہ آپ نے صاحبزادگان میں سے کسی سے فرمادیا تھا کہ اسٹیشن چلے جانا، اُنہیں خیال نہ رہا ،یہاں تک کہ مغرب کی نماز کے بعد حضور اندر تشریف لے گئے اور ویسے ہی پھاٹک میں آکر دریافت فرمایا: کوئی اسٹیشن گیا یانہیں؟ معلوم ہوا کہ نہیں اسی لیے تنہا اندھیرے میں پیادہ پا چل دئے ۔میں یہ کیفیت دیکھ کر پھاٹک سے لالٹین لے کر دوڑا اور کچھ دور چل کر آپ کے ساتھ ہولیا،ہم نے عرض کی حضرت! یہ تو ایک بہانہ تھا اصل میں ہمیں دیدار کروانا تھا۔

(ملخصاً حیاتِ اعلیٰ حضرت ازمولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص971)

مُرشِد کے نام پر پیسے تقسیم کرتے :

اعلیٰ حضرت کے حُسنِ عقیدت کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ آپ ہر سال اپنے پیر و مرشد سیدنا شاہ آلِ رسول مارہروی کا عرس پاک 16-17-18 ذی الحجہ کو بریلی شریف میں منعقد کیا کرتے اور ختم شریف کے بعد نذر کی رقوم خدام وغیرہ پر تقسیم فرمایا کرتے ،اگر یہ رقم ختم ہوجاتی تو آپ اپنی طرف سے بھی رقوم تقسیم فرمایا کرتے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت ازمولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص122)

ارادت و نیابتِ غوثِ اعظم

سیدی **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے پیر و مُرشِد سیدنا **شاہ آلِ رسول** مارہروی کے ذریعے محبوبِ سبحانی ،قطبِ ربانی ،حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غلامی و نسبت کا شرف حاصل ہوا۔

آپ کو سرکارِ بغدادِ **حضورِ غوث پاک** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذاتِ بابرکات سے بے پناہ عشق اور والہانہ لگاؤ تھا آپ کی مجلس میں بڑی

عقیدت واحترام کے ساتھ حضورِ غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لیا جاتا اور اس غلامی کا اظہار **اعلیٰ حضرت** اپنے اشعار میں کس والہانہ انداز سے کرتے ہیں۔

تجھ سے در، در سے سگ اور سگ سے ہے مجھ کو نسبت
میری گردن میں بھی ہے دُور کا ڈورا تیرا
اس نشانی کے جو سگ ہیں نہیں مارے جاتے
حشر تک میرے گلے میں رہے پٹہ تیرا

میں نے جب بھی پکارا ''غوث پاک ''کو پکارا :

اسی نسبتِ غلامی کا یہ نتیجہ تھا کہ آپ اپنی ہر مشکل میں غوثِ پاک ہی کو پکارا کرتے اور اُن سے مدد طلب کیا کرتے۔

''ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت'' میں ہے کہ ایک مرتبہ کسی نے عرض کی حضور! ہم نے حضرت سیدی اَحمد زَرُّوق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان سنا ہے کہ: جب کسی کو کوئی تکلیف پہنچے ''**یَا زَرُّوق** '' کہہ کر نِدا کرے میں فوراً اس کی مدد کروں گا۔

اس پر **اعلیٰ حضرت** نے ارشاد فرمایا:

مگر میں نے کبھی اس قسم کی مدد نہ طلب کی جب کبھی میں نے اِسْتِعَانَت کی ''**یا غوث**'' ہی کہا ع

یک در گیر محکم گیر

(ایک دروازہ پکڑیئے اور مضبوطی سے پکڑیئے۔)

''یاغَوْثَاہ'' زبان سے نکلا:

(پھر فرمایا) میری عمر کا تیسواں سال تھا کہ حضرت محبوب الٰہی کی درگاہ میں حاضِر ہوا۔ اِحَاطَہ میں مَزَامِیْر (یعنی ساز، ڈھول) وغیرہ کا شور مَچا تھا۔ طبیعت مُنتشِر (یعنی پریشان) ہوتی تھی۔ میں نے عرض کیا: حضور! میں آپ کے دربار میں حاضر ہوا ہوں، اس شور وشَغَب سے مجھے نجات ملے۔ جیسے ہی پہلا قدَم روضہ مبارک میں رکھا کہ معلوم ہوا سب ایک دم چپ ہوگئے، میں سمجھا کہ واقعی سب لوگ خاموش ہوگئے، قدم درگاہ شریف (یعنی مزار شریف) سے باہر نکالا پھر وہی شور وغُل تھا۔ پھر اندر قدم رکھا پھر وہی خاموشی۔ معلوم ہوا کہ یہ سب حضرت کا تَصَرُّف (یعنی کرامت) ہے۔

یہ بَیِّن (یعنی کھلی) کرامت دیکھ کر مدد مانگنی چاہی، بجائے حضرت محبوب الٰہی کے نامِ مُبَارَک کے ''**یَاغَوْثَاہ**'' زبان سے نکلا۔ وہیں میں نے ''**اِکْسِیْرِ اَعْظَمُ قَصِیْدَہ**''بھی تَصْنِیف کیا۔

(یاد رکھیے!) اِرادت شرطِ اَہم ہے بَیعت میں، بس مُرْشِد کی ذراسی توجہ درکار ہے اور دوسری طرف (یعنی مرید کی طرف سے) اگر اِرادت

(یعنی اعتقاد) نہیں تو کچھ نہیں ہوسکتا۔

چوں قلم دردستِ کاتب:

اعلیٰ حضرت کے کمالِ ادبِ غوثِ اعظم کی ایک جھلک آپ کے چہیتے خلیفہ وشاگرد حضرت محدث اعظم ہند سید **محمد محدث کچھوچھوی** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (جو کہ غوثِ پاک کی اولاد میں سے تھے اور آپ سے کارِ افتاء کی تربیت حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوئے تھے) یوں دکھاتے ہیں۔

دوسرے دن کارِ افتاء پر لگانے سے پہلے خود **گیارہ روپے** کی شیرینی منگائی، اپنے پلنگ پر مجھ کو بٹھا کر اور شیرینی رکھ کر فاتحۂ غوثیہ پڑھ کر دستِ کرم سے شیرینی مجھ کو بھی عطا فرمائی اور حاضرین میں تقسیم کا حکم دیا۔ (کیا دیکھتا ہوں) کہ اچانک **اعلیٰ حضرت** پلنگ سے اُٹھ پڑے۔ سب حاضرین بھی ان کے ساتھ کھڑے ہوگئے کہ شاید کسی حاجت سے اندر تشریف لے جائیں گے۔لیکن حیرت بالائے حیرت یہ ہوئی کہ **اعلیٰ حضرت** زمین پر اکڑوں بیٹھ گئے۔

سمجھ میں نہ آیا کہ کیا ہو رہا ہے۔ دیکھا تو یہ دیکھا کہ تقسیم کرنے والے کی غفلت سے شیرینی کا ایک ذرہ زمین پر گر گیا تھا اور **اعلیٰ حضرت** اس ذرہ کو زبان کی نوک سے اُٹھا رہے ہیں، اور پھر اپنی نشت گاہ پر بدستور تشریف فرما ہوئے۔

اس واقعہ کو دیکھ کر سارے حاضرین سرکارِ غوثیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت و محبت میں ڈوب گئے اور فاتحۂ غوثیہ کی شیرینی کے ایک ایک ذرے کے تبرک ہو جانے میں کسی دوسری دلیل کی حاجت نہ رہ گئی۔

اور اب میں نے سمجھا کہ بار بار مجھ سے جو فرمایا جاتا کہ میں کچھ نہیں یہ آپ کے جدامجد (حضور غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا صدقہ ہے وہ مجھے خاموش کر دینے کے لیے ہی نہ تھا، اور نہ صرف مجھ کو شرم دلانا ہی تھا بلکہ درحقیقت **اعلیٰ حضرت** حضور **غوثِ پاک** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں ''**چوں قلم دردستِ کاتب**'' (جیسے لکھنے والے کے ہاتھ میں قلم) تھے، جس طرح کہ غوثِ پاک سرکارِ دوعالم **صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم** کے ہاتھ میں ''**چوں قلم دردستِ کاتب**'' تھے۔

نائبِ غوث الاعظم فی الھند :

قلبی وابستگی اور ربط و تعلقِ خاطر ہی کا فیض تھا کہ بارگاہِ غوثِ اعظم کی روحانی برکتیں آپ کے سر پر ہمیشہ سایہ فگن رہیں، اور دل کی آنکھوں سے اُن کے انوار و تجلیات کا مشاہدہ کرتے رہتے اور انعام و اکرامِ قادریت کا سلسلہ اتنا دراز ہوا کہ آپ کو بارگاہِ غوث الوریٰ سے ''**نائبِ غوث الاعظم فی الھند**'' کا عظیم اعزاز بخش دیا گیا۔

گیارہ درجے تک تو ہم نے پہنچا دیا :

چنانچہ خود فرماتے ہیں: ایک بار میں نے (خواب میں) دیکھا کہ حضرتِ والدِ ماجد کے ساتھ ایک بہت نفیس اور اونچی سواری ہے، حضرتِ والدِ ماجد نے کمر پکڑ کر سوار کیا اور فرمایا گیارہ درجے تک تو ہم نے پہنچا دیا آگے اللہ مالک ہے۔ میرے خیال میں اس سے **سرکارِ غوثیت**

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غلامی مراد ہے۔

میرے نائب مولانا احمد رضا خان ہیں:

''علی پور سیداں''، ضلع سیالکوٹ کے مشہور و معروف بزرگ امیرِ ملت حضرت مولانا الحاج پیر سید **جماعت علی شاہ** صاحب نقشبندی مجددی محدث علی پوری علیہ الرحمہ کی ذاتِ گرامی محتاج تعارف نہیں۔۔

انہیں کا واقعہ ہے کہ اپنے نانا جان ''قطبِ اقطابِ جہاں''''شہنشاہِ بغداد'' **سرکارِغوثِ اعظم** رضی للہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تو آپ سے **سرکارِغوثِ اعظم** رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''ہندوستان میں میرے نائب مولانا احمد رضا خان ہیں''

چنانچہ امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب **اعلیٰ حضرت** کی زیارت کے لیے بریلی تشریف لائے اور **اعلیٰ حضرت** سے یہ خواب بھی بیان کیا۔

(تجلیاتِ امام احمد رضا از مولانا امانت رسول قادری مطبوعہ برکاتی پبلیشر ز ص89)

بریلی میں مولانا احمد رضا خان:

شیر ربانی، حضرت پیر روشن ضمیر، میاں شیر محمد صاحب شرقپوری نقشبندی کو ایک مرتبہ شہنشاہِ بغداد، **سرکارِغوثِ اعظم** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خواب میں زیارت ہوئی، میاں صاحب نے دریافت کیا حضور! اس وقت دُنیا میں آپ کا نائب کون ہے؟ سرکارِ غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا:

''بریلی میں مولانا **احمد رضا خان**''

بیداری کے بعد صبح ہی کو سفر کی تیاری شروع کر دی، مریدوں نے پوچھا حضور کہاں کا ارادہ ہے؟ فرمایا: بریلی شریف کا قصد ہے، رات فقیر نے خواب میں **سرکارِغوثِ اعظم** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کی اور پوچھا حضور اس وقت دُنیا میں آپ کا نائب کون ہے تو فرمایا کہ ''**احمد رضا**'' لہٰذا ان کی زیارت کرنے جا رہا ہوں۔

مریدوں نے عرض کیا حضور! ہم کو بھی اجازت ہو تو ہم بھی چلیں اور ان کی زیارت کریں آپ نے اجازت عطا فرمائی۔شیر ربانی میاں شیر محمد صاحب اپنے مریدین کے ہمراہ شرقپور شریف سے بریلی شریف چل دیئے۔

یہاں بریلی شریف میں **اعلیٰ حضرت** نے فرمایا کہ آج شیخ پنجاب تشریف لا رہے ہیں، اوپر والے کمرے میں ان کے قیام کا انتظام کیا جائے اس کمرے کو صاف کر کے فرش لگایا جائے۔

جس وقت شیر پنجاب **اعلیٰ حضرت** کے کاشانہء اقدس پر پہنچے تو **اعلیٰ حضرت** پھاٹک پر تشریف فرما تھے اور فرما رہے تھے کہ فقیر استقبال

کے لیے حاضر ہے۔ مصافحہ ومعانقہ کے بعد پھاٹک والے مکان کے اوپر حضرت کا قیام ہوا، تین روز تک یہیں قیام فرمایا، پھر اجازت چاہی۔

(تجلیات امام احمد رضا از مولانا محمد امانت رسول قادری مطبوعہ برکاتی پبلیشر زص97)

احمد رضا سے ملاقات کیجئے :

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ خواجہ احمد حسین صاحب نقشبندی مجددی امروہوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو **سرکارِ غوثیت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اشارہ ہوا کہ **مولانا شاہ احمد رضا خاں** سے ملاقات کیجئے ،لہٰذا حضرت خواجہ احمد حسین صاحب 24 رمضان المبارک 1331ھ میں **اعلیٰ حضرت** کی ملاقات کے لیے بریلی شریف پہنچے۔

مغرب کا وقت تھا جماعت قائم ہوچکی تھی مغرب کی پہلی رکعت تھی **اعلیٰ حضرت** امامت فرمارہے تھے۔ شاہ صاحب بھی جماعت میں شامل ہوگئے ،نمازِ مغرب کے قعدہء اخیرہ میں **اعلیٰ حضرت** کو حضور پرنور **سرکارِ غوثِ اعظم** رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے القا فرمایا کہ خواجہ احمد حسین حاضر ہیں ان کو اجازتِ تامہ عطا کردیجئے۔۔۔

اپنا عمامہ شریف عطا فرمایا :

اعلیٰ حضرت نے سلام پھیرتے ہی اپنے سر کا عمامہ شریف اتار کر خواجہ احمد حسین شاہ صاحب کے سر پر رکھ دیا اور احادیث واعمال و اشغال اور سلاسل کی اجازت تامہ عطا فرمائی نیز فی البدیہہ ''**تاج الفیوض**'' تاریخی لقب بھی عطا فرمایا جس سے سن 1331ھ نکلتا ہے۔

خواجہ احمد حسین صاحب نے عرض کیا کہ حضور! ابھی تو آپ سے گفتگو کا شرف بھی حاصل نہیں ہوا اور اس فقیر پر آپ کی یہ عنایتیں؟۔

اعلیٰ حضرت نے فرمایا: ابھی ابھی **سرکارِ غوث اعظم** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے میرے قلب پر القاء ہوا کہ خواجہ احمد حسین حاضر ہیں ان کو اجازتِ تامہ دیجئے۔

(تجلیات امام احمد رضا از علامہ امانت رسول قادری صاحب مطبوعہ برکاتی پبلیشر زص123)

قطبُ الارشاد :

خواص ہی نہیں عوام کو بھی بارہا **اعلیٰ حضرت** کے مقام کے بارے میں سرکارِ غوث پاک کی طرف سے اشارے ملتے رہے، چنانچہ نامور صاحبِ قلم علامہ ارشد القادری صاحب ایک واقعہ کی منظر نگاری یوں کرتے ہیں:

''بریلی کے اسٹیشن پر ایک سرحدی پٹھان کہیں سے اترا، متصل ہی نوری مسجد میں اس نے صبح کی نماز ادا کی ،نماز سے فراغت کے بعد جاتے ہوئے نمازیوں کو روک کر اس نے پوچھا ''یہاں مولانا احمد رضا خان نامی کوئی بزرگ رہتے ہیں؟'' ان کا پتہ ہو تو بتا دیجئے۔

ایک شخص نے جواب دیا۔۔۔ یہاں سے دو تین میل کے فاصلے پر ''سوداگران'' نام کا ایک محلّہ ہے وہیں اس کے علم وفضل کی راجدھانی ہے۔ سرحدی پٹھان اٹھنا ہی چاہتا تھا کہ اس (نمازی) نے سوال کیا۔ کیا میں یہ معلوم کرسکتا ہوں کہ آپ کہاں سے تشریف لا رہے

ہیں؟ جواب دیا سرحد کے قبائلی علاقے سے میرا تعلق ہے۔ وہیں پہاڑ کے دامن میں ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جہاں میرا آبائی مکان ہے۔

آپ مولانا **احمد رضا خان** کی تلاش میں کیوں آئے ہیں؟ اس سوال پر اس کے جذبات کے ہیجان کا عالم قابلِ دید تھا، فوراً ہی آبدیدہ ہو گیا۔ ''یہ سوال نہ چھیڑیئے تو بہتر ہے'' کہہ کر خاموش ہو گیا۔۔۔ اس پراسرار جواب سے پوچھنے والوں کا اشتیاق اور بڑھ گیا۔ جب لوگ زیادہ مصر ہو گئے تو اس نے بتایا۔۔۔ ''میں نے گزشتہ شبِ جمعہ کو نیم بیداری کی حالت میں ایک خواب دیکھا ہے جس کی لذت میں کبھی نہیں بھولوں گا۔۔۔

اے خوشا نصیب! اولیائے مقربین اور ائمہء سادات کی نورانی محفل ہے جہاں بریلی کے ''**احمد رضا**'' نامی ایک بزرگ کے سر پر امامت کی دستار لپیٹی گئی ہے۔ اور انہیں ''**قطب الارشاد**'' کے منصب پر سرفراز کیا گیا ہے۔ میری نگاہوں میں اب تک وہ منظر محفوظ ہے۔ اس دن سے میں اس مردِ مومن کی زیارت کے لئے بے تاب ہو گیا ہوں۔

سرحدی پٹھان نے اپنی بات ختم کرتے ہوئے کہا۔۔۔ ''آپ حضرات قابلِ رشک ہیں کہ اپنے وقت کے ''**قطب لارشاد**'' کے چشمہء فیضان کے کنارے شب و روز کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اتنا کہہ کر وہ بے تابیء شوق میں اٹھا اور تیز تیز قدم بڑھاتے ہوئے محلّہ سوداگران کی طرف چل پڑا۔

اس ایک واقعہ میں دوسرے بہت سے غیر معمولی پہلوؤں کے سوا ایک تابناک پہلو یہ بھی ہے کہ عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی برکتوں نے آپ کو منازلِ ولایت میں ایک اہم منزل، عظیم منصب ''**قطب الارشاد**'' پر فائز کر دیا تھا۔ اس شانِ ولایت کی توثیق متعدد واقعات سے ہوتی ہے۔۔۔

فرشتوں کے کاندھوں پر'' قطب الارشاد ''کا جنازہ :

مخدوم الملت، محدث اعظم ہند حضرت سید محمد کچھوچھوی علیہ الرحمہ اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں۔۔۔

''میں اپنے مکان پر (کچھوچھہ شریف میں) تھا، اور بریلی کے حالات سے بے خبر تھا۔ میرے حضور شیخ المشائخ **سید علی حسین اشرفی میاں** وضو فرما رہے تھے کہ یکبارگی رونے لگے۔ یہ بات کسی کی سمجھ میں نہ آئی کہ آپ کیوں رو رہے ہیں۔ میں آگے بڑھا تو فرمایا کہ: بیٹا میں فرشتوں کے کاندھوں پر ''**قطب الارشاد**'' کا جنازہ دیکھ کر رو پڑا ہوں، چند گھنٹے کے بعد بریلی کا تار ملا (کہ **اعلیٰ حضرت** کا وصال ہو گیا ہے) تو ہمارے گھر میں کہرام پڑ گیا۔''

(حضرت بریلوی کی شخصیت از مولانا ڈاکٹر غلام مصطفیٰ مطبوعہ جمعیت اشاعت اہلسنت کراچی ص 19-17)

میں نے اپنا ہاتھ غوثِ پاک کے ہاتھ میں دیا:

''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' کا درجہ ذیل واقعہ بھی اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ آپ کو ''نیابتِ غوثِ اعظم'' حاصل تھی۔

جنابِ سید ایوب علی صاحب فرماتے ہیں کہ:

ایک مرتبہ ایک صاحب مرید ہونے کے لیے حاضر ہوئے، **اعلیٰ حضرت** نے بطریقہء بیعت اپنے روبرو دوزانو بٹھایا اوران کے دونوں ہاتھ اپنے دستِ حق پرست میں لے کر کلماتِ بیعت تلقین فرمانا شروع کیئے، جس وقت یہ الفاظ کہلوانا چاہے کہ ''میں نے اپنا ہاتھ حضورِ پرنور **سیدنا غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی** کے دستِ حق پرست میں دیا'' تو انہوں نے کہا ''میں نے اپنا ہاتھ اپنے پیرومرشد حضرت مولانا **احمد رضا خان** کے دستِ حق پرست میں دیا''، **اعلیٰ حضرت** نے پھر حضرت بڑے پیر صاحب حضور پرنور **سیدنا غوثِ اعظم** کا اسم گرامی لیا، لیکن انہوں نے پھر **اعلیٰ حضرت** کا نامِ نامی لیا، آپ نے تیسری بار سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ ''ہمارے اکابر کا یہی طریقہ چلا آرہا ہے، یونہیں کہئے''۔

انہوں نے کہا یہ تو خلافِ واقعہ ہوگا اور پھر **اعلیٰ حضرت** ہی کا نام لیا۔ اس وقت **اعلیٰ حضرت** کے چہرہ پر جلال نمایاں ہوا آپ نے آنکھیں بند کر کے کچھ لبوں کو جنبش دی اور دستِ راست (سیدھا ہاتھ) اپنی ران پر مارا اور اسی ہاتھ کی پشت اُن صاحب کے سینے پر ماری سینے پرضرب پڑتے ہی وہ چت گر پڑے اور بے ہوش ہوگئے اور حضورِ **اعلیٰ حضرت** کھڑے ہو کر ٹہلنے لگے اور آہستہ آہستہ کچھ پڑھتے رہے، بہت دیر تک یہی منظر رہا۔

اس کے بعد آپ نے مسجد کی فصیل سے لوٹا اٹھا کر پانی کا چھینٹا دیا۔ اب جو انہیں ہوش آتا ہے تو یہ کہتے ہوئے **اعلیٰ حضرت** کی طرف بے تابانہ آتے ہیں کہ: میں نے اپنا ہاتھ حضورِ پرنور غوثِ پاک **شیخ عبدالقادر جیلانی** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست حق پرست میں دیا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ لاہور ص966)

اولیاء و مجاذیب کی قدر افزائی

آپ کی اسی شانِ ولایت کا اثر تھا کہ ہندوستان بھر کے جیّد بزرگانِ دین، صوفیا، علماء، ومجاذیب آپ کی قدر و منزلت کا اظہار برملا کیا کرتے تھے۔ آیئے! ان میں سے چند ایک کی جھلکیاں مُلاحظہ کرتے ہیں۔

مولانا شاہ فضل رحمن گنجِ مراد آبادی:

حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مراد آبادی علیہ الرحمہ 1208ھ میں پیدا ہوئے'' تذکرہ علمائے ہند'' میں ہے۔

مولانا مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب کے اوصافِ حمیدہ ایسے نہیں کہ زبان بریدہ، قلم بے بُنیاد، کاغذ پر اِن میں سے تھوڑے بھی لکھ سکے اور انسان ضعیف البیان کی کیا مجال ہے کہ ان کا عشرِ عشیر بھی بیان کرسکے۔

آپ مرید وخلیفہ حضرتِ شاہ محمد آفاق دہلوی اور شاہ غلام علی دہلوی علیہما الرحمہ کے ہیں۔۔۔ مخلوق اُن کی طرف رجوع کرتی ہے، چھوٹے بڑے، مالدار و مفلس، مشہور و غیر مشہور، دور و نزدیک سے آتے ہیں اور بیعت سے سرفراز ہوتے ہیں۔

(تذکرہ علمائے ہند از مولوی رحمٰن علی مطبوعہ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی ص328)

1292ھ کا واقعہ ہے 27 رمضان المبارک کو **اعلیٰ حضرت** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ گنج مرادآباد تشریف لے گئے۔ اس سفر میں آپ کے ہمراہ حضرت مولانا شاہ وصی احمد صاحب محدثِ سورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی تھے۔ (جو کہ حضرت مولانا فضلِ رحمٰن کے خلیفہء مجاز تھے)

حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب علیہ الرحمہ نے آپ کی آمد سے مطلع ہو کر اپنے مریدوں سے فرمایا کہ "**آج ایک شیرحق آرہا ہے**" پھر قصبہ سے باہر نکل کر آپ کا استقبال کیا۔ خانقاہِ رحمانیہ میں شاہ صاحب کے مخصوص حجرہ میں **اعلیٰ حضرت** قیام پذیر ہوئے۔ عصر کے بعد کی مجلس میں شاہ صاحب نے حاضرین سے یہ فرمایا کہ:

"مجھے آپ میں نور ہی نور نظر آتا ہے"

نیز فرمایا:

"میرا جی چاہتا کہ میں اپنی ٹوپی آپ کو اوڑھادوں اور آپ کی ٹوپی خود اوڑھ لوں"۔ یہ فرما کر اپنی ٹوپی **اعلیٰ حضرت** کو اوڑھائی اور حضرت کی ٹوپی خود اوڑھ لی۔

اعلیٰ حضرت نے واپسی کی اجازت چاہی اور فرمایا کہ والدِ ماجد سے اتنی ہی اجازت لے کر آیا تھا۔ شاہ صاحب نے فرمایا اُن سے میرا سلام کہنا اور کہنا کہ دو روز فضلِ رحمٰن نے روک لیا تھا اور یوں 29 رمضان کو رخصت فرمایا۔ یہاں پر قابلِ ذکر یہ بات ہے کہ اُس وقت **اعلیٰ حضرت** کی عمر صرف 20 سال تھی، حضرت شاہ صاحب کی عمر تقریباً 84 سال تھی، لیکن ایک اللہ کے ولی نے اپنی نگاہِ ولایت سے پہچان لیا کہ اِس نوجوان کا آفتابِ ولایت ایک وقت میں طلوع ہو کر چمکے گا اور اپنی نورانیت سے عالم کو منور فرمائے گا۔

(تجلیاتِ امام احمد رضا از مولانا امانت رسول صاحب مطبوعہ کراچی پبلیشرز ص 32)

"حیاتِ اعلیٰ حضرت" میں اتنا زائد ہے: بعدِ ملاقات **اعلیٰ حضرت** نے مجلسِ میلاد شریف کے (جواز کے) متعلق شاہ صاحب سے سُوال کیا فرمایا: تم عالم ہو پہلے تم بتاؤ۔

اعلیٰ حضرت نے فرمایا: میں تو مستحب جانتا ہوں۔ شاہ صاحب نے فرمایا: لوگ اسے بدعتِ حسنہ کہتے ہیں اور میں سنت جانتا ہوں، صحابہء کرام جو جہاد کو جاتے تھے تو کیا کہتے تھے یہی نہ کہ مکے میں ایک نبی پیدا ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اُن پر قرآن اُتارا، اُنہوں نے یہ، یہ معجزے دکھائے، اللہ تعالیٰ نے اُن کو یہ، یہ فضائل عطا فرمائے، بتایئے اور مجلسِ میلاد میں کیا ہوتا ہے؟ یہی تو بیان ہوتا ہے جو صحابہء کرام اُس مجمع میں بیان کیا کرتے تھے۔

فرق اتنا ہے کہ تم اپنی مجلس میں لڑوا (لڈو) بانٹتے ہو اور صحابہء کرام اپنا موڑ (سر) بانٹتے تھے

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ لاہور ص 1005)

حاجی وارث علی شاہ (دیوا شریف):

حاجی سید وارث علی شاہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے پائے کے بزرگ گزرے ہیں، بڑی سادہ زندگی گزاری۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے

شہر مدینے شریف پہنچے تو جوتی اُتار دی پھر ساری زندگی جوتی کے بغیر ہی گزار دی۔

ایک مرتبہ **اعلیٰ حضرت** نے سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ فرمایا، آپ کی عمر 25 سال تھی، آپ سید صاحب کی زیارت کے لیے ''دیوا شریف'' پہنچے۔ **اعلیٰ حضرت** اور سید وارث علی شاہ کا اس وقت تک آپس میں کوئی تعارف نہیں تھا، ملاقات کا یہ پہلا موقعہ تھا، پیر صاحب رونق افروز تھے، مریدین آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ جب **اعلیٰ حضرت** پہنچے تو سید صاحب فوراً سنبھل کر بیٹھ گئے اور فرمایا: ''مولانا **اعلیٰ حضرت** آ گئے''

حضرت سید وارث علی شاہ صاحب کے پاس بڑے بڑے علماء آتے تھے آپ کسی کو مولانا نہیں کہتے تھے اور نہ ہی **اعلیٰ حضرت** کہتے تھے۔ پہلی مرتبہ آپ نے جس کو مولانا اور **اعلیٰ حضرت** کہا تو وہ سیدی **امام احمد رضا خان** ہی ہیں

(چہرہ والضحیٰ از مولانا الٰہی بخش قادری مطبوعہ انجمن غلامانِ قطبِ مدینہ لاہور ص105)

حضرتِ سیدنا پیر مہر علی شاہ (گولڑہ شریف):

ماہِ شریعت، مہرِ طریقت، حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپ یکم رمضان المبارک 1275ھ بروز سوموار گولڑہ شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ نے عمر بھر شریعت وطریقت کی بے مثال خدمات انجام دیں۔ سلسلہ عالیہ چشتیہ میں حضرتِ خواجہ شمس الدین سیالوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دستِ اقدس پر بیعت ہوئے اور خلافت و اجازت سے مشرف ہوئے۔ فتنہء قادیانیت کے خلاف آپ کی خدمات مثالی ہیں۔ 29 صفر 1356ھ بروز منگل آپ کا وصال ہوا۔ گولڑہ شریف میں ہی تدفین ہوئی۔

(تذکرہ اکابرِ اہلسنت از مولانا عبدالحکیم شرف قادری مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور ص536)

آپ **اعلیٰ حضرت** کے ہمعصر تھے، آپ نے **اعلیٰ حضرت** سے جس طرح محبت کا اظہار کیا مفتی محمد غلام سرور قادری صاحب اپنی کتاب ''الشاہ احمد رضا'' میں اُس کا بیان یوں کرتے ہیں:

''جامع مسجد ہارون آباد کے امام اور غلہ منڈی ہارون آباد کی مسجد کے خطیب مولانا مولوی احمد الدین صاحب فاضل'' مدرسہ انوار العلوم'' نے راقم الحروف کو بتایا کہ میں حضرت مولانا مولوی نور احمد صاحب فریدی کو بارہا یہ فرماتے سُنا کہ: عارفِ باللہ امام اہلسنت حضرت مولانا سید پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

آپ **اعلیٰ حضرت** کی زیارت کے لیے بریلی شریف حاضر ہوئے تو **اعلیٰ حضرت** حدیث پڑھا رہے تھے فرماتے ہیں مجھے یوں محسوس ہوتا کہ **اعلیٰ حضرت** بریلوی **حضور پُر نور حضرتِ محمد مصطفیٰ** صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو دیکھ دیکھ کر آپ کی زیارت شریفہ کے انوار کی روشنی میں حدیث پڑھا رہے ہیں''۔

(الشاہ احمد رضا از غلام سرور قادری مطبوعہ مکتبہ فریدیہ ساہیوال ص103)

مولانا نواب الدین گولڑوی روایت فرماتے ہیں کہ:

استاذُ العلماء حضرت مولانا **فیض احمد** صاحب مؤلف ''مہرِ منیر'' 1963 میں قبلہ غلام محی الدین عرف ''بابو جی'' رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حرمین شریفین حاضر ہوئے تو مدینہ منورہ میں **قطبِ مدینہ** حضرت **مولانا شیخ ضیاءالدین احمد مدنی** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں بھی حاضر ہوئے اور آپ سے پوچھا کہ کیا **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور **پیر مہر علی شاہ صاحب** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات ثابت ہے۔ تو سیدی **قطبِ مدینہ** نے ارشاد فرمایا کہ:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور **پیر مہر علی** شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی **ملاقات کا ثبوت تو نہیں ملتا** (یعنی مجھ تک یہ بات نہیں پہنچی) **البتہ حضرتِ اعلیٰ** گولڑوی کا ذکرِ خیر اور مرزا قادیانی کے جھوٹے دعویٰ کے خلاف آپ کے مجاہدانہ کارناموں کا **تذکرہ اعلیٰ حضرت** کی مجالس میں بارہا سنا جاتا رہا۔

(ملخصاً ''لمعات قطب مدینہ'' از خلیل احمد رانا مطبوعہ دار الفیض گنج بخش لاہور ص27)

مولانا شاہ ابو الحسین احمدِ نوری :

حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین **احمد نوری** علیہ الرحمہ **اعلیٰ حضرت** کے پیر و مُرشد حضرتِ شاہ **آلِ رسول مارہروی** علیہ الرحمہ کے پوتے اور سجادہ نشین تھے، **اعلیٰ حضرت** سے خصوصیت کے ساتھ محبت فرمایا کرتے تھے، اکثر دُعا فرمایا کرتے تھے۔۔۔

''الٰہی میری عمر میں سے **اعلیٰ حضرت** کو عمر عطا فرما''

ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

''چشم و چراغِ خاندان برکاتیہ''

مولانا **احمد رضا خان** صاحب **دام عمرھم وعلمھم**

از ابوالحسین:۔

بعدِ دُعا واضح ہو یہ خطاب (چشم و چراغِ خاندان برکاتیہ) حضرت صاحب نے مجھ کو دیا تھا، باوجود یہ کہ میں لائق اس کے نہ تھا، تحریر فرمایا کرتے تھے۔۔۔۔ اب سوائے آپ کے حامی ءکار اس خاندانِ عالی شان کا خلفاء میں کوئی نہ رہا، لہٰذا میں نے یہ خطاب آپ کو بایمائے غیبی پہنچادیا۔ بطوع ورغبت آپ کو قبول کرنا ہوگا اور میں نے بطیّب خاطر بلا جبر وا کراہ ورغبتِ قلب یہ خطاب آپ کو ہبہ کیا اور بخش دیا، یہ ہی خط اس کی سند میں باضابطہ ہے۔

فقیر ابوالحسین از مارہرہ

22 محرم 1320ھ

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ص1006)

اعلیٰ حضرت خود بھی حضرت شاہ ابوالحسین احمد نوری کا بہت ادب کیا کرتے اور اُن کی شان میں آپ نے ایک قصیدہ بھی لکھا جو کہ

''حدائقِ بخشش'' میں موجود ہے جسکا پہلا مصرع یہ ہے ۔

برتر قیاس سے ہے مقامِ ابوالحسین
سدرہ سے پوچھو رفعتِ بامِ ابوالحسین

''قصیدۂ نور'' کے آخری شعر میں بھی **اعلیٰ حضرت** نے حضرتِ ابوالحسین احمدِ نوری کی عظمت بیان فرمائی ہے، فرماتے ہیں۔

اے رضا یہ ''**احمدِ نوری**'' کا فیضِ نور ہے
ہوگئی تیری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

شاہ جی محمد شیر میاں پیلی بھیتی:

شاہ جی محمد شیر میاں صاحب علیہ الرحمہ پیلی بھیت شریف کے مشہور و معروف بزرگ ہیں، اپنے وقت کے مشہور ولی اللہ اور پیرِ طریقت تھے۔آپ بھی **اعلیٰ حضرت** سے بہت محبت فرمایا کرتے تھے۔

مولانا محمد حشمت علی خان صاحب رضوی لکھنوی فرماتے ہیں'' پیلی بھیت'' کے مشہور و معروف بزرگ حضرت شاہجی محمد شیر میاں صاحب جب بریلی شریف آتے تو اکثر قیام ''نواب ضمیر احمد صاحب'' کے یہاں ہوتا تھا اور آپ **اعلیٰ حضرت** کی خدمت میں ضرور تشریف لے جاتے تھے اور **حضورِ اعلیٰ حضرت** جب کبھی پیلی بھیت تشریف لاتے تھے تو شاہجی محمد شیر میاں صاحب سے ملاقات فرماتے تھے۔آپس میں ایک دوسرے کے بہت گہرے تعلقات تھے

(تجلیاتِ امام احمد رضا از مولانا قاری امانت رسول مطبوعہ برکاتی کراچی ص55)

جناب محترم حافظ محمد عمران صاحب رضوی نوری خطیب مسجد حضور محدث سورتی کا بیان ہے کہ:

حضرت شاہ میر خان صاحب پیلی بھیتی نے مجھ سے یہ واقعہ بیان کیا کہ'' میں شاہجی محمد شیر میاں صاحب علیہ الرحمہ سے مرید ہونے کے لئے ان کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ'' حضرت! مجھ کو مرید فرمالیں''، تو شاہجی میاں نے چند منٹ اپنی آنکھوں کو بند کیا پھر فرمایا: تمہارا حصّہ میرے یہاں نہیں بریلی جاؤ، بڑے مولوی صاحب **اعلیٰ حضرت** کے یہاں تمہارا حصّہ ہے، ان سے مرید ہو جاؤ، جو اُن کا مرید وہ میرا مرید، جو میرا مرید وہ اُن کا مرید، جو اُن کا نہیں وہ میرا نہیں۔

پھر میں بریلی شریف حاضر ہو کر **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوا۔

(تجلیاتِ امام احمد رضا از مولانا قاری امانت رسول مطبوعہ برکاتی کراچی ص68)

حضرتِ سید شاہ علی حسین اشرفی :

کچھوچھہ شریف کے مسند نشین حضرتِ سید شاہ علی حسین اشرفی صاحب علیہ الرحمہ بھی **اعلیٰ حضرت** سے بہت محبت فرمایا کرتے تھے۔مفتی تقدس علی خان صاحب راوی ہیں کہ:

حضرت مولانا شاہ سید علی حسین صاحب اشرفی میاں کچھوچھوی قدس سرہ (اولادِ امجادِ **سرکارِ غوث اعظم** رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اکثر و بیشتر بریلی شریف **اعلیٰ حضرت** سے ملاقات کے لیے تشریف لاتے۔ **اعلیٰ حضرت** اُن کا اور وہ **اعلیٰ حضرت** کا بہت ہی ادب و احترام فرماتے، دونوں ایک دوسرے کی دست بوسی فرماتے۔

اعلیٰ حضرت جس مسند پر تشریف فرما ہوتے تھے اس پر کسی کو نہیں بٹھاتے تھے لیکن ایک بار میری موجودگی میں ''حضور اشرفی میاں'' **اعلیٰ حضرت** سے ملنے تشریف لائے تو **اعلیٰ حضرت** نے اِن کو اپنی مسند پر بٹھایا۔

حضور اشرفی میاں کچھوچھوی کا واقعہ ہے کہ جب کبھی ٹرین سے سفر فرماتے اور ٹرین اگر بریلی شریف سے گزرتی ہوئی جاتی تو حضرت اشرفی میاں **ٹرین میں کھڑے ہو جاتے**۔ رفقاء پوچھتے حضور کیوں کھڑے ہوئے؟ تو فرماتے ''قطب الارشاد'' مولانا **شاہ احمد رضا خان** صاحب اپنی مسند پر اِس آلِ رسول کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے ہیں اور میں اُس ''**نائب رسول**'' کی تعظیم کے لیے کھڑا ہو گیا ہوں۔

اشرفی میاں ایک رشتہ سے **اعلیٰ حضرت** کے پیر بھائی بھی تھے کہ **اعلیٰ حضرت** کے پیر و مرشد امام الاولیاء مولانا **سید شاہ آلِ رسول مارہروی** کے بھی اشرفی میاں خلیفہ تھے اور ایسے خلیفہ تھے کہ ان کے بعد کوئی خلیفہ نہیں ہوا یہ ''خاتم الخلفاء'' ہوئے۔

(تجلیاتِ امام احمد رضا از مولانا امانت رسول مطبوعہ کراچی مکتبہ برکاتی پبلیشرز ص 131)

ایک مرتبہ حضرت شاہ سید **محمد** علی حسین شاہ اشرفی کچھوچھوی جب بریلی تشریف لے گئے تو **اعلیٰ حضرت** نے آپ کی صورتِ دلبرانہ دیکھتے ہی فرمایا:

اشرفی! اے رخت آئینہ ءِ حسن خوباں
اے نظر کردہ پروردہ سہ محبوباں

ساتھ ہی یہ اعلان بھی فرمایا:

''جس نے ''**غوثِ پاک**'' کو نہ دیکھا ہو وہ ہم شکلِ **غوثُ الاعظم** کو دیکھ لے''

اِسی طرح بارہا حضرت مولانا سید احمد اشرف اشرفی جیلانی کو بھی خاص طور پر بریلی شریف بلوا کر **اعلیٰ حضرت** اپنی روحانی نورانی محافل کی رونق میں اضافہ فرماتے اور جب مولانا موصوف تقریر فرماتے اور جتنی دیر تقریر فرماتے تو **اعلیٰ حضرت** اتنی دیر ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو کر تقریر سماعت فرماتے۔

اعلیٰ حضرت فرماتے کہ ان کی تقریر کے دوران مجھے **سرکارِ مدینہ** صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے دربار میں کھل کر حاضری نصیب ہوتی ہے، مزید فرماتے کہ حضرت مولانا سید احمد اشرف اشرفی صحیح النسب آلِ رسول اور فنا فی الرسول ہیں۔ لہٰذا اپنے نانا کی تعریف جس قدر ان کے منہ سے اچھی لگتی ہے اور صحیح تعریف ہوتی ہے وہ کسی اور سے نہیں ہو سکتی۔

(احترام ساداتِ اور امام احمد رضا صاحب بریلوی از سید صابر حسین بخاری قادری مطبوعہ لاہور ص 41-40)

حضرت مولانا شاہ وصی احمد محدثِ سورتی :

حضرت مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی **اعلیٰ حضرت** کے ہمعصر تھے۔ زبردست محدث، فقیہہ اور عالمِ دین تھے آپ بھی **اعلیٰ حضرت** کی بے انتہا قدر دانی فرمایا کرتے۔

حضرت محدث اعظم ہند (مولانا سید محمد محدثِ کچھوچھوی علیہ الرحمہ) فرماتے ہیں:

''میرے استاد، فنِ حدیث کے امام مولانا شاہ وصی احمد صاحب محدثِ سورتی سے ایک بار میں نے پوچھا کہ آپ تو حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی سے مرید ہیں لیکن میں دیکھتا ہوں کہ آپکو جتنی عقیدت و محبت **اعلیٰ حضرت** سے ہے وہ کسی سے نہیں، **اعلیٰ حضرت** کی یاد، ان کا تذکرہ، ان کے علم و فضل کا خطبہ، آپ کی زندگی کے لیے روح کا مقام رکھتا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟۔

حضرت محدثِ سورتی صاحب نے فرمایا کہ ''سب سے بڑی دولت وہ علم نہیں ہے جو میں نے مولوی اسحٰق ''محشیٰ بخاری'' سے پایا اور سب سے بڑی نعمت وہ بیعت نہیں ہے جو مجھے مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی سے حاصل ہوئی، بلکہ سب سے بڑی دولت اور سب سے بڑی نعمت وہ ایمان ہے جو مدارِ نجات ہے وہ میں نے صرف **اعلیٰ حضرت** سے پایا اور میرے سینے میں پوری عظمت کے ساتھ مدینے کے بسانے والے **اعلیٰ حضرت** ہی ہیں، اسی لئے اُن کے تذکرے سے میری روح میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے اور ان کے ایک ایک کلمے کو اپنے لئے مشعلِ ہدایت جانتا ہوں۔

میں نے عرض کیا علم الحدیث میں کیا وہ آپ کے برابر ہیں؟ فرمایا ''ہرگز نہیں'' پھر فرمایا کہ شہزادے صاحب! آپ کچھ سمجھے کہ ''ہرگز نہیں'' کا کیا مطلب ہے، سُنئے! **اعلیٰ حضرت** اس فن میں ''**امیر المومنین فی الحدیث**'' ہیں کہ میں سالہا سال صرف اس فن میں **تلمذ** (شاگردی) کروں تو بھی اُن کا پاسنگ نہ ٹھہروں۔

(تجلیاتِ امام احمد رضا از مولانا قاری امانت رسول مطبوعہ برکاتی کراچی ص 60)

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ:

ایک مرتبہ **اعلیٰ حضرت** پیلی بھیت میں حضرت مولانا وصی احمد صاحب محدثِ سورتی کے یہاں تشریف لے گئے۔ دورانِ قیام میں ایک روز کسی صاحب کے یہاں دعوت تھی اور بوجہِ نقاہت **اعلیٰ حضرت** پالکی میں تشریف لے گئے۔

منجملہ اور مُتوَسلین و معتقدمین کے خود حضرت محدث صاحب پیادہ (پیدل) پالکی کے پیچھے پیچھے ہولئے۔ چونکہ کہاروں کی رفتار تیز تھی، آپ نے سعی فرمائی۔ یہاں تک کہ دوڑنا شروع کردیا اور اِسی پر بس نہ کیا بلکہ نعلین شریفین در بغلین کرلیں۔ (یعنی جوتیاں بغل میں دبالیں)

شارعِ عام پر عام بلکہ تمام حضرات حیرت و استعجاب سے پالکی اور مولانا ممدوح کو دیکھ رہے تھے۔ یکا یک کہاروں نے کاندھا بدلنے کے لیے پالکی روکی، چونکہ حضرت محدثِ سورتی صاحب تیز روی سے ہمراہ تھے لہٰذا پالکی کی کھڑکی کا سامنا ہوگیا۔

جس وقت **اعلیٰ حضرت** کی نظر حضرت محدث صاحب پر پڑی کہ ''برہنہ پا'' (ننگے پاؤں) پالکی کے ہمراہ ہیں۔ کہاروں کو حکم فرمایا: پالکی یہیں رکھ دو اور فرمایا مولانا! یہ کیا غضب کر رہے ہیں۔ انہوں نے فرمایا حضور! آپ تشریف رکھیں۔ **اعلیٰ حضرت** نے فرمایا ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ محدث صاحب نے فرمایا آپ بہت کمزور ہیں اور مکان ابھی دور ہے۔ **اعلیٰ حضرت** نے فرمایا اچھا تو آپ یہیں سے واپس تشریف لے جائیے، تب میں پالکی میں بیٹھوں گا، ورنہ میں بھی پیدل چلوں گا۔

بالآخر محدث صاحب کو واپس ہونا پڑا۔ تب پالکی آگے بڑھی۔ چونکہ حضرت محدث صاحب بھی وہاں مدعو تھے **اعلیٰ حضرت** کے پہنچ جانے کے بعد اُن رئیس صاحب نے دوبارہ پالکی حضرت محدث صاحب کے لیے بھیجی۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ لاہور مکتبہ نبویہ ص283)

خلیفہء **اعلیٰ حضرت** مولانا شاہ **ضیاء الدین احمد مدنی** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:

میں جب امام المحدثین مولانا شاہ وصی احمد صاحب محدث سورتی کے پاس ''مدرسۃ الحدیث'' پیلی بھیت میں پڑھتا تھا تو اُن کا یہ معمول تھا کہ ہر جمعرات کو بریلی شریف حضور پرنور مرُشدِی **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں تشریف لے جاتے تھے۔ اور جمعہ کو پیلی بھیت واپس آجاتے، میں اور سید خادم حسین صاحب علی پوری ابنِ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب اس سفر میں آپ کے ہمراہ ہوتے تھے۔

فقیر تقریباً ڈھائی سال پیلی بھیت رہا اور ڈھائی سال تک حضرت محدث صاحب کے ہمراہ ہر جمعرات بریلی شریف حاضر ہوتا رہا

(تجلیاتِ امام احمد رضا از مولانا امانت رسول رضوی مطبوعہ برکاتی پبلیشرز کراچی ص65)

حضرت پیر سید غلام عباس شاہ صاحب (مکھڈ شریف):

''مکھڈ شریف پنجاب'' خاندانِ قادریہ کے مشہور سجادہ نشین حضرت سید غلام عباس شاہ صاحب حسنی جیلانی بھی **اعلیٰ حضرت** کے مدح خوانوں میں تھے۔

سید ایوب علی صاحب بیان فرماتے ہیں کہ:

ایک مرتبہ ایک بزرگ ''مکھڈ شریف'' پنجاب کے رہنے والے، (دہلی سے اپنے ایک آدمی کے ذریعہ سے جن کا اسمِ گرامی صوفی احمد دین صاحب تھا اور لاہور کے باشندے تھے) اپنی آمد کی اطلاع دیتے ہیں، (صوفی صاحب سے یہ بھی معلوم ہوا کہ **حضور غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ** کی اولاد امجاد میں سے ہیں۔ اور بہت بڑے مشہور و معروف آدمی ہیں۔ نام نامی، اسم گرامی حضرت پیر غلام عباس ہے، ہم لوگ ان کے آستانہ ءعالیہ پر صفائی وغیرہ کرتے ہیں۔)

اعلیٰ حضرت نے اپنے ایک خادم کو صوفی صاحب کی معیت میں اسٹیشن روانہ فرمایا مگر پیر صاحب تشریف نہیں لائے تھے، دوسری بار پھر آدمی اسٹیشن پر بھیجا اور وہ بھی بے نیل و مرام واپس آیا، **اعلیٰ حضرت** نے فرمایا ایک مرتبہ اور ہو آنا چاہیے، پھر ضرورت نہیں۔

چنانچہ تیسری بار میں پیر صاحب تشریف لائے، جن کی اعزاز و احترام کے ساتھ میزبانی کی گئی، اب شدہ شدہ پیر صاحب کے آنے کی

خبر (فوجیوں کے) کیمپ میں پہنچی اور وہاں سے پنجاب کے بکثرت مسلمان فوجی آدمیوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا اور جب تک قیام رہا، یہی کیفیت رہی۔ دورانِ قیام **اعلیٰ حضرت** نے ایک روز پیر صاحب کی دعوت بھی کی۔

صوفی احمد دین صاحب کے ذریعے پیر صاحب کی تشریف آوری کا سبب **معلوم** ہوا اور وہ یہ تھا کہ اگرچہ پیر صاحب کے ہزاروں مرید ہیں، مگر حضورِ **اعلیٰ حضرت** سے خلافت واجازت اور تکمیل کی تمنا لے کر تشریف لائے ہیں۔

چنانچہ پیر صاحب نے ایک دن تخلیہ چاہا، ہم سب لوگ ہٹ گئے غالبًا یہی مرحلہ **اعلیٰ حضرت** سے طے کیا گیا تھا، پیر صاحب تقریباً دو ڈھائی ہفتے مقیم رہے۔ آخری جمعہ کی صبح کو **اعلیٰ حضرت** ایک بادامی پرچہ پر کچھ لکھ کر لائے اور پیر صاحب کو وہ پرچہ عطا فرمایا۔

وہ اس تحریرِ منیر کو لے کر دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضور! میری سمجھ میں ایک حرف بھی نہیں آیا، **اعلیٰ حضرت** نے فرمایا ''یہاں اندر کمرہ میں آیئے تو سمجھ میں آجائے گا'' پیر صاحب کمرہ میں جس وقت پہنچے تو حضور نے فوراً کمرہ بند کر لیا۔ میں اور برادرم قناعت علی، سہ دری میں کام کرتے رہے، یہ تخلیہ کئی گھنٹے جاری رہا، کمرہ کی سب جوڑیاں کواڑوں کی بند ہو جانے سے بالکل اندھیرا ہو گیا ہوگا۔

پھر یہ کہ اتنی دیر یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ کوئی اس کمرہ کے اندر ہے یا نہیں، سکوتِ محض پایا گیا، غرض بڑی دیر میں حضور نے کواڑ کھولے اور پیر صاحب سے یہ فرماتے ہوئے کہ اب اجازت دیجئے جمعہ کا دن ہے، اندر تشریف لے گئے۔

بعدہٗ پیر صاحب اپنے پلنگ پر کھڑے ہو گئے اور جھوم جھوم کر ہم لوگوں سے فرمانے لگے کہ آپ حضرات بڑے خوش قسمت ہیں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ ایسے بزرگ کے آپ مرید ہیں اور میں آپ لوگوں کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں کوئی معمولی آدمی نہیں ہوں، اور دُنیاوی وجاہت یہ رکھتا ہوں کہ پنجاب کا گورنر میرے سامنے ہیٹ اتار کر آتا ہے، لہٰذا میرے ان الفاظ کو ہلکا نہ جانئے، واقعی آپ بڑے خوش نصیب ہیں، اُن کا اندازِ کلام اس وقت یہ بتاتا تھا کہ کہ جو کچھ انہوں نے دیکھا اس کو ظاہر نہیں کر سکتے تھے، اس لیے اجمالی الفاظ پر اکتفا فرما رہے تھے، اس کے بعد پیر صاحب تشریف لے گئے اور کچھ عرصے بعد دو بڑے پنجروں میں کئی سو بٹیر تحفتاً کھانے کے لیے **اعلیٰ حضرت** کی خدمت میں بھیجے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص1010)

پیر سید جماعت علی شاہ صاحب (علی پوری):

حضرت سید **پیر جماعت علی شاہ صاحب** 1297ھ میں ''علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ'' میں پیدا ہوئے۔ آپ نجیب الطرفین سید تھے، سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرتِ خواجہ فقیر محمد المعروف ''**باباجی چوراشریف**'' کے مرید ہوئے اور قلیل مدت کے بعد خلافت واجازت سے مشرف ہوئے۔ 118 سال کی عمر شریف پائی، 27 اکتوبر 1904ءمیں دجال کذاب مرتد مرزا غلام احمد قادیانی سیالکوٹ میں آپ کے مقابلے میں آیا تو سخت ذلیل ورسوا ہو کر بھاگا۔

آپ نے بے شمار حج کیئے، کم وبیش 50 مرتبہ دربارِ رسالت میں حاضری دی، سینکڑوں مسجدیں تعمیر کروائیں اور متعدد مدرسے جاری کئے۔ آپ نے ''تحریکِ پاکستان'' میں بھرپور حصّہ لیا جس کے نتیجے میں پاکستان معرضِ وجود میں آیا۔ آپ کے لاکھوں مریدین پاک وہند ودیگر ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں۔

(تذکرہ اکابرِ اہلِ سنت از عبدالحکیم شرف قادری مکتبہ قادریہ لاہور ص113)

ان کا کچھ تذکرہ ہم پچھلے صفحات میں پڑھ چکے ہیں کہ کیسے اِن کو خواب میں **سرکارِ غوثِ پاک** رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے **اعلیٰ حضرت** کی بارگاہ میں حاضر ہونے کا حکم ارشاد فرمایا۔ پیر جماعت علی شاہ صاحب فرمایا کرتے تھے ''اگر مولانا **احمد رضا خان** صاحب نہ ہوتے تو دیوبندی سارے ہندوستان کو وہابی بنا دیتے۔

حضرت امیرِ ملت پیر جماعت علی شاہ صاحب ہی کا واقعہ ہے کہ:

جب **اعلیٰ حضرت** دوسرے حج پر تشریف لے گئے تو آپ بھی وہیں تھے۔ ایک مرتبہ کعبہ شریف کی حاضری کے موقع پر مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کو جب آپ کے متعلق معلوم ہوا کہ آپ یہاں موجود ہیں تو ازخود آکر آپ سے مصافحہ کیا، بعد میں آپ کو بتایا گیا کہ یہ مولوی خلیل احمد تھا، اُس کے کچھ ہی دیر بعد وہیں پر امیر ملت اور **اعلیٰ حضرت** کے درمیان ملاقات ومصافحہ ومعانقہ کا اتفاق بھی ہوگیا۔ امیرِ ملت نے فرمایا: ''شکر ہے ایک عاشقِ رسول کی ملاقات سے ایک بدعقیدہ کی ملاقات کا کفارہ ہوگیا''

(ماہنامہ معارفِ رضا کراچی ستمبر 2010 ص45 مطبوعہ کراچی)

میاں شیر محمد صاحب شرقپوری :

شیرِ ربانی حضرت **میاں شیر محمد صاحب** 1282ھ میں شرقپور شریف میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی میں آپ پر محبتِ الٰہی کا غلبہ تھا۔ حیاء کا یہ عالم تھا کہ گلی کوچے میں چادر اوڑھ کر گزرتے۔ آپ صاحبِ کرامت بزرگ تھے آپ کی بہت بڑی کرامت یہ تھی کہ بیشمار افراد آپ کی ہدایت پر صورت اور سیرت میں متبعِ شریعت بن گئے۔ 1347ھ شرقپور شریف میں وصال ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔

(تذکرہ اکابرِ اہلِ سنت از عبدالحکیم شرف قادری مکتبہ قادریہ لاہور ص180)

اِن کے بارے میں بھی ہم پچھلے صفحات میں پڑھ چکے ہیں کہ اِن کو بھی سرکارِ **غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ** نے **اعلیٰ حضرت** سے ملنے کا اشارہ فرمایا۔

اعلیٰ حضرت سے ملاقات کے بعد (جس کا احوال پیچھے بیان کر دیا گیا) جب آپ شرقپور واپس پہنچے تو مریدین نے پوچھا کہ حضور! آپ نے وہاں کیا دیکھا؟ تو حضرت میاں شیر محمد صاحب کے آنسو جاری ہوگئے اور فرمانے لگے میں کیا بتاؤں کہ کیا دیکھا؟ ارے! یہ دیکھا کہ ایک پردہ ہے اس کے پیچھے سے **تاجدارِ مدینہ، شہنشاہِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم** بتاتے ہیں اور مولانا **احمد رضا** بولتے ہیں۔ سبحان اللہ!

(تجلیاتِ امام احمد رضا از مولانا محمد امانت رسول قادری مطبوعہ برکاتی پبلیشرز ص97)

پیر حافظ عبداللہ شاہ صاحب (**بھرچونڈی شریف**):

خانقاہِ قادریہ ''بھرچونڈی شریف'' کا قیام حافظ **محمد صدیق** رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعے 1258ھ میں عمل میں آیا۔ آپ کے بعد آپ کے بھتیجے حافظ **محمد** عبداللہ کی پیدائش 1383ھ میں بھرچونڈی شریف میں ہوئی جو کہ آپ کے جانشین قرار پائے۔ حافظ عبداللہ قادری علیہ الرحمہ نے تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ رُشد و ہدایت کا سلسلہ نصف صدی سے بھی زیادہ جاری رکھا، اس دوران طریقت کی منازل طے کرنے والوں میں باکمال مجاذیب و عارف درویش پیدا کئے۔ آپ کا وصال 25 رجب المرجب 1346ھ بھرچونڈی شریف میں ہوا اور اسی خانقاہ میں تدفین ہوئی۔

ہندوستان دارالحرب ہے یا دارالاسلام؟ اس مسئلے کے حل کے لیے آپ نے **اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنت** سے رجوع کیا۔ سوال میں **اعلیٰ حضرت** کے لیے بڑے محبت بھرے القابات استعمال فرمائے جن سے ان کی **اعلیٰ حضرت** سے محبت کا اندازہ ہوتا ہے، تحریر فرماتے ہیں:

''بخدمت تاجِ الفقہا۔۔۔ سراجُ العلماء المدققین ۔۔۔ حامی السنۃِ والدّین۔۔۔ غیاث الاسلام والمسلمین ۔۔۔ **مجدد مائۃ حاضرہ۔۔۔ جناب شاہ احمد رضا خان صاحب قادری**۔۔۔ حدِ الوف الوف (ہزاروں ہزار) تسلیمات، مع التکریمات، بصد آداب۔۔۔۔۔

(سالنامہ معارفِ رضا کراچی 2008 ص194)

خواجہ محمد یار فریدی (**گڑھی اختیار خان**)

خواجہ **محمد** یار فریدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ 1300ھ ''گڑھی اختیار خان'' ضلع رحیم یار خان میں پیدا ہوئے۔ حضرت خواجہ غلام فرید علیہ الرحمہ ''کوٹ مٹھن شریف'' کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے اور اُن کے پوتے سے اجازت و خلافت حاصل ہوئی۔
آپ کی تقریر حد درجہ پُرسوز ہوا کرتی تھی۔ مسائلِ تصوف کو بخوبی بیان کرنا آپ پر ختم تھا، 14 رجب 1367ھ میں وصال ہوا، گڑھی اختیار خان میں آپ کا مزار مرجعِ خلائق ہے۔

(تذکرہ اکابرِ اہلسنت از مولانا عبدالحکیم شرف قادری مکتبہ قادریہ لاہور ص512)

آپ **اعلیٰ حضرت** سے غایت درجہ اُلفت و محبت رکھتے تھے۔ سید **محمد** فاروق القادری صاحب تحریر فرماتے ہیں:

ایک محفل میں آپ کو فاضلِ بریلوی مولانا **احمد رضا خان** کی موجودگی میں منبر شریف پر بٹھایا گیا، ایک عاشقِ رسول کی اس سے بڑی خواہش اور کیا ہوسکتی ہے کہ سامنے بھی اپنے وقت کا نامور عالم، شیخِ طریقت اور بلند مرتبہ عاشقِ رسول **صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم** ہو، جو علم و معرفت کی تمام لطافتوں اور باریکیوں کو نہ صرف سمجھتا ہو بلکہ خود بھی اس راہ کا راہی ہو۔ خواجہ **محمد** یار صاحب نے اپنا مخصوص خطبہ شروع کیا تو **اعلیٰ حضرت** نے اُٹھ کر آپ کے گلے میں پھولوں کا ہار ڈالا اور فرمایا:

''سرآمدِ واعظینِ پنجاب''

سوءِ اتفاق مسلسل سفر اور وعظ و تقریر کی وجہ سے آپ کا گلا جواب دے گیا، اور خطبے سے آگے آپ ایک لفظ بھی نہ کہہ سکے مگر آپ کو ساری

عمر اس کا افسوس رہا۔

(دیوانِ محمدی از خواجہ محمد یار فریدی مطبوعہ مکتبہ آستانہ عالیہ گڑھی شریف ص10)

ایک مرتبہ آپ نے **اعلیٰ حضرت** سے ایک استفتاء بھی کیا اس میں **اعلیٰ حضرت** سے یوں محبت کا اظہار کرتے ہیں:

''قبلہ معتقدین دام ظلھم''

از خاکسار محمد یار:۔

مشتاق دیدار، بعدِ نیاز، شبِ معراج آپ کا قصیدہ معراجیہ پڑھا گیا۔ جس پر وہابیوں نے ''دولہا'' ''دلہن'' کے (الفاظوں کے) **متعلق** شور اٹھایا کہ اللہ عزوجل و **حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم** کے حق میں ان کے الفاظ کا استعمال کرنا موجب کفر ہے۔ شبِ براءت کو یہاں ''گڑھی اختیار خان'' میں ان الفاظ کے بارے میں وہابیوں کی طرف سے میرے ساتھ ایک طویل بحث ہونے والی ہے۔

اے مجدد بمنِ بے سروساماں مددے

قبلہ ء دیں مددے کعبہ ء ایمان مددے

اس کے جواب میں **اعلیٰ حضرت** نے ایک پورا رسالہ تحریر فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس قصیدہ میں کسی جگہ بھی اللہ عزوجل کو معاذ اللہ دُولہا وغیرہ نہیں کہا گیا البتہ **حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم** کو دُولہا کہا گیا ہے کہ وہ بے شک سلطنتِ الٰہی کے دُولہا ہیں۔

(الشاہ احمد رضا از غلام سرور قادری مطبوعہ مکتبہ فریدیہ ساہیوال ص124)

خواجہ اللّٰہ بخش تونسوی :

تونسہ شریف کے سجادہ نشین خواجہ اللہ بخش تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی **اعلیٰ حضرت** کی تعریف فرمایا کرتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں:

''مولانا بریلوی نے وہابیہ کا خوب رد کیا ہے''

خواجہ غلام معین الدین تونسوی فرماتے ہیں: میں روزانہ بعد از مغرب ایک دوگانہ کا ثواب **اعلیٰ حضرت** کی نذر کرتا ہوں کیونکہ وہ ہمارے محسن اور وہابیت کے کینسر سے بچانے والے طبیب ہیں۔

(معارفِ رضا کراچی ستمبر 2010 ص46)

حضرتِ شاہ نعمت علی خاکی بابا :

حضرت الحاج شاہ نعمت علی خاکی بابا علیہ الرحمہ 1287ھ ''صوبہ بہار'' میں پیدا ہوئے، اکثر جذب وکیف کے عالم میں رہتے، مگر سیرت وکردار کا کوئی گوشہ شریعت سے متصادم نہ ہونے دیا۔ جذب وکیف کے عالم میں بھی نمازوں کو اپنے وقت پر ادا کرنا آپ کا طرہ ء امتیاز تھا۔ سفر وحضر ہر جگہ نہایت پابندی سے نماز ادا فرماتے تھے۔

مجد دِاسلام امام **احمد رضا محدث بریلوی** سے آپ کے روابط کے آثار ملتے ہیں۔ جہاں کہیں آپ شک تر دد کا شکار ہوئے فوراً فقیہ ِ اسلام **امام احمد رضا محدث بریلوی** کی بارگاہ میں استفتاء ارسال کرتے اوران کے فتاویٰ کی روشنی میں قدم اٹھاتے۔

(امام احمد رضا اور مجاز یب از صابر حسین شاہ بخاری مطبوعہ لاہور رضا اکیڈمی ص35)

مجذوب الاولیاء چپ شاہ میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ :

مجذوب الاولیاء چپ شاہ میاں علیہ الرحمہ پیلی بھیت کے مشہور ومعروف بزرگ تھے، آپ کا مزار بھی پیلی بھیت ہی میں ہے۔ آپ کا اصل نام شاہ عبدالوحید خان تھا۔ آپ پر ہروقت جذب طاری رہتا تھا۔

کسی سے بات چیت نہیں کرتے تھے اسی لیے ''**چپ شاہ میاں**'' کے نام سے معروف ہوئے۔ حضرت ''چپ شاہ'' محلّہ ڈوری لال میں جامن کے درخت کے نیچے برہنہ جذب کی حالت میں پڑے رہتے تھے۔ قریب میں آگ سلگتی رہتی تھی۔

ہروقت ''چپ'' رہتے تھے۔ ایک روز چپ شاہ میاں علیہ الرحمہ کھڑے ہوکر بلند آواز سے فرمانے لگے ''کوئی ہے! کوئی ہے! کوئی ہے! اتنے میں ایک شخص اُن کے پاس آپہنچا۔ اس نے کہا، میاں صاحب! کیا ہے؟ فرمایا، میں برہنہ ہوں، ستر کھلا ہوا ہے، ایک مردِحق آرہا ہے، جلدی سے کوئی کپڑا لاؤ کہ میں اپنے ستر کو چھپاؤں۔ اس شخص نے کمبل لاکر دے دیا، آپ نے اس کمبل کواوڑھ لیا اوراپنا ستر چھپالیا اور کھڑے ہوگئے کسی کے انتظار میں کہ اتنی دیر میں ایک پالکی آئی جس میں **اعلیٰ حضرت** علیہ الرحمہ تشریف لا رہے تھے۔

پالکی جب قریب پہنچی تو **اعلیٰ حضرت** نے فرمایا پالکی روک دی جائے۔ ولی اللہ کی خوشبو آرہی ہے، پالکی رکی، **اعلیٰ حضرت** پالکی میں سے اتر کر چپ شاہ میاں کی طرف چلے اور چپ شاہ میاں **اعلیٰ حضرت** کی طرف دوڑے اور چپٹ گئے۔ معانقہ کے بعد بیس منٹ تک پشتو زبان میں گفتگو فرمائی۔ دونوں شخصیات کے درمیان جو گفتگو ہوئی وہ کسی کی سمجھ میں نہ آئی۔ پھر **اعلیٰ حضرت** پالکی میں سوار ہوئے۔ جب پالکی چل دی تو چپ شاہ میاں علیہ الرحمہ اپنی قیام گاہ پر آئے۔

(تجلیاتِ امام احمد رضا از مولانا قاری امانت رسول مطبوعہ برکاتی کراچی ص47)

مجذوب حضرت دھوکا شاہ صاحب :

بریلی شریف میں مشہور ومعروف مجذوب حضرت دھوکا شاہ صاحب علیہ الرحمہ رہتے تھے جن پر جذب کی کیفیت طاری رہتی تھی۔ حاجی حمایت اللہ صاحب کے مکان پر رہتے تھے۔

(اُن کا ایک واقعہ ہم ''حق گوئی'' کی فصل میں پڑھ چکے ہیں) یہ بھی **اعلیٰ حضرت** کا بہت ادب کیا کرتے اور **اعلیٰ حضرت** بھی ان کا احترام فرمایا کرتے تھے۔

جب اُن کے وصال کا وقت آیا تو حاجی حمایت اللہ صاحب کے مکان ہی میں رات کوتقریباً دو بجے وصال فرمایا، گھر والوں کو بھی خبر

نہیں، صبح کو فجر سے پہلے محلّہ سوداگران سے پیدل چل کر محلّہ ذخیرہ **اعلیٰ حضرت** تشریف لے گئے۔ حاجی حمایت اللہ صاحب کے مکان کی کنڈی کھٹکھٹائی۔ حاجی صاحب باہر آئے، دیکھا کہ **اعلیٰ حضرت** تشریف لائے ہیں تو قدم بوس ہوئے اور عرض کیا کہ حضور! اس وقت کیسے تکلیف فرمائی، **اعلیٰ حضرت** نے فرمایا: تم کو کچھ خبر بھی ہے حضرت دھوکا شاہ صاحب نے پردہ فرمالیا۔

حاجی صاحب نے گھر جا کر دیکھا تو دھوکا شاہ صاحب وصال فرما چکے تھے۔ **اللہ اکبر!** گھر والوں کو بھی خبر نہیں اور **اعلیٰ حضرت** سوداگری محلے میں رہ کر باخبر ہیں، سبحان اللہ! یہ ہیں اللہ والے رہتے ہیں کہیں دیکھتے ہیں کہیں۔

(تجلیاتِ امام احمد رضا از مولانا قاری امانت رسول مطبوعہ برکاتی کراچی ص51)

مجذوب دینامیاں پیلی بھیتی :

مجذوب دوراں **"دینامیاں"** پیلی بھیتی علیہ الرحمہ کا شمار بھی نامور مجاذیب میں ہے۔ آپ حضرت شاہ جی محمد شیر میاں صاحب کے بہت زیادہ عقیدت مند تھے۔ ایک ایسا وقت آیا کہ حضرت شاہ جی میاں نے آپ کو وفورِ محبت سے گلے لگالیا۔ اُسی وقت آپ ازخودرفتہ ہوگئے، تارک الدینا اور صاحب خدمت ہوکر گھر بار چھوٹ گیا۔ شاہ جی میاں علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد صاحب خدمت ہوکر بریلی چلے گئے۔

انہوں نے ایک مرتبہ ٹرین کو اپنی کرامت سے روک دیا تھا۔ بریلی کا ہر ہندو مسلم بچہ بچہ اُن کے نام سے واقف تھا اور بریلی کے لوگ آپ کے بڑے معتقد تھے اور آپ کی بڑی خدمت کرتے تھے، مگر آپ شہر میں کہیں مستقل نہ ٹھہرتے تھے۔ مجذوب دوراں دینامیاں پیلی بھیتی جب سوداگری محلّہ کی گلیوں سے گزرتے تو ہر طرف دیکھتے، بھانپتے، گھبراتے ہوئے نکل جاتے کہ **اعلیٰ حضرت** کا سامنا نہ ہوجائے ان کی اس قدر احتیاط سے انداز ہوتا ہے کہ وہ **اعلیٰ حضرت** کے سامنے آنا نہیں چاہتے تھے۔

ایک روز مولانا حسنین رضا خان صاحب نے دینامیاں علیہ الرحمہ سے عرض کیا کہ **اعلیٰ حضرت** علیہ الرحمہ اس وقت باہر پھاٹک میں تشریف فرما ہیں۔ چلئے آپ کو اُن سے ملوالائیں، آپ اپنی کچی زبان سے انکار کرتے رہے کہ "میں نائے جاؤنگو" جب ان سے زیادہ اصرار کیا تو بولے "مولوی رجا احمد کھان شرے کے بلی ہیں میں واکے اگیلا ہر گز نائے جاؤنگو، میری پھرج کھلے بھئے ہیں" (مولانا احمد رضا خان شریعت کے ولی ہیں میں وہاں ہرگز نہیں جاؤں گا میرا ستر کھلا ہوا ہے۔ آپ جذب کی حالت میں صرف لنگوٹی باندھا کرتے تھے)

ایک دن یہی دینامیاں محلّہ سوداگران سے گزرے تو سامنے سے **اعلیٰ حضرت** تشریف لا رہے تھے دینامیاں **اعلیٰ حضرت** کو دیکھ کر بھاگے اور گلی میں چھپ گئے لوگوں نے پوچھا کہ کیوں بھاگتے ہیں؟ فرمایا "با مولوو آروہے" لوگوں نے کہا مولوی صاحب آرہے ہیں تو کیا ہوا، گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا "پھرج کھلے بھئے ہیں" (ستر کھلا ہوا ہے میں **اعلیٰ حضرت** کے سامنے نہیں جاسکتا)

(تجلیاتِ امام احمد رضا از مولانا قاری امانت رسول مطبوعہ برکاتی کراچی ص49-48)

مھائم شریف کے ایک مجذوب :

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک مرتبہ بمبئی تشریف لے گئے۔ وہاں "مہائم شریف" کے ایک مجذوب کی

شہرت سنی تو ان سے ملاقات کا اشتیاق ہوا۔

چنانچہ **اعلیٰ حضرت**، حضرت مولانا محمد عبدالسلام جبلپوری اور ان کے صاحبزادے **مفتی محمد برہان الحق** صاحب اُن مجذوب کی خدمت میں پہنچ گئے۔ اِس ایمان افروز ملاقات کی رُوداد خلیفہء **اعلیٰ حضرت** مفتی محمد برہان الحق جبل پوری کچھ یوں ارشاد فرماتے ہیں:

''ایک روز **اعلیٰ حضرت** نے والدِ ماجد سے ارشاد فرمایا'' آج عصر کے بعد ایک مجذوب بزرگ کی زیارت کے لیے ''باندرہ'' چلنا ہے۔ واپسی میں مغرب ''مہائم شریف'' میں ادا کر کے ایک دعوت میں جانا ہے آپ عصر سے پہلے آجائیں''

ہم لوگ حسب ارشاد عصر کے وقت حاضر ہوگئے اور **اعلیٰ حضرت** کے ساتھ ''باندرہ'' پہنچے مسجد کے مشرق کی جانب ایک ٹین کے ہال (چھپڑ) کے باہر بڑا مجمع تھا۔ **اعلیٰ حضرت** کو دیکھ کر مجمع نے راستہ دیا۔ آپ کے پیچھے ہم لوگ بھی ہال میں داخل ہوئے۔

تخت پر ایک بزرگ عمامہ باندھے، پیر تخت سے لٹکائے بیٹھے ہیں، **''دلائل الخیرات شریف''** دونوں ہاتھ سے آنکھوں کے بالکل متصل پڑھنے میں مصروف ہیں۔ **اعلیٰ حضرت** کے سلام کا جواب دیتے ہوئے کتاب بند کردی۔

اعلیٰ حضرت سے مصافحہ کرتے ہوئے کچھ فرمایا جو میں سمجھ نہ سکا، ہم سب قدم بوسی کر چکے تھے تو ہم سب کو ایک بڑے ہال میں بٹھایا گیا پورا ہال بھرا ہوا تھا۔ چند منٹ بعد وہاں کے منتظمِ خاص حاجی قاسم آئے۔ **اعلیٰ حضرت** سے عرض کیا ''جو لوگ مجذوب صاحب کی زیارت کو آتے ہیں ان کے لیے چائے، کافی، قہوہ تیار رہتا ہے۔ حضرت مجذوب صاحب جو فرماتے ہیں پلایا جاتا ہے۔ آپ حضرات کیلئے جب میں نے اُن سے دریافت کیا تو فرمایا: چائے، کافی، قہوہ میں سے جو حضور فرمائیں وہی اس وقت پلایا جائے''۔

اعلیٰ حضرت نے فرمایا:

''حضرت نے چائے، کافی، قہوہ تینوں کا نام لیا ہے اس لیے تینوں کو ملا کر پلایا جائے'' چنانچہ ایک بڑے سماوار میں تینوں کو ملا کر پلایا گیا، ان دنوں بڑے پیالے چلتے تھے، بھر بھر دیئے گئے۔ رنگ دیکھا تو کراہت ہوئی مگر لب سے لگایا تو اتنا لذیذ پایا کہ پورا پیالہ ختم کر دیا۔

والدِ ماجد (مولانا محمد عبدالسلام جبل پوری) نے مجھے آہستہ سے ہدایت فرمائی کہ واپسی کے وقت **اعلیٰ حضرت** کے پیچھے رہنا اور بزرگ کی قدم بوسی کر کے اپنے لیے دعا کی درخواست کرنا۔ واپسی کے وقت میں **اعلیٰ حضرت** کے پیچھے رہا، جب آپ مصافحہ کر کے آگے بڑھے، میں نے اُن مجذوب صاحب کے قدم پکڑ کر عرض کیا ''میرے لیے دعائے خیر فرمائیے'' بزرگ نے میری پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا سندھی الفاظ تھے اور **اعلیٰ حضرت** کی طرف اشارہ کیا

''اس کے پیچھے چلتا جا، تیرے پیچھے سب چلیں گے''

ہم جب واپسی کے لیے گاڑی پر سوار ہوئے میں **اعلیٰ حضرت** اور والدِ ماجد کے درمیان بیٹھا تھا، **اعلیٰ حضرت** نے مجھ سے فرمایا: برہان میاں! آپ نے مجذوب سے کیا کہا تھا؟ میں نے جواب میں جو کہا تھا وہ اور اس کا جواب بتایا، **اعلیٰ حضرت** نے میری پیٹھ پر دست مبارک

پھیرتے ہوئے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تمہیں برہان الحق، برھان الدین، برہان السنہ بنائے آمین!''۔ والد اور چچا نے آمین کہا۔

(امام احمد رضا اور مجاذیب از صابر حسین شاہ بخاری مطبوعہ لاہور رضا اکیڈمی ص 32-31)

ایک گمنام اللہ والے :

ایک واقعہ بنارس میں پیش آیا جس کے راوی **اعلیٰ حضرت** کے خادمِ خاص حاجی کفایت اللہ صاحب ہیں بیان فرماتے ہیں کہ:

ایک مرتبہ **اعلیٰ حضرت** بنارس تشریف لے گئے، ایک دن دو پہر کو ایک جگہ دعوت تھی۔ میں بھی ہمراہ تھا، واپسی میں تانگے والے سے فرمایا: اس طرف فلاں مندر کے سامنے سے ہوتے ہوئے چل! مجھے حیرت ہوئی کہ **اعلیٰ حضرت** بنارس کب تشریف لائے اور کیسے یہاں کی گلیوں سے واقف ہوئے اور اس مندر کا نام کب سنا؟ اسی حیرت میں تھا کہ تانگہ مندر کے سامنے پہنچا۔ دیکھا کہ ایک ''سادھو'' مندر سے نکلا اور تانگہ کی طرف دوڑا آپ نے تانگہ رکوادیا۔ اُس نے **اعلیٰ حضرت** کو ادب سے سلام کیا اور کان میں کچھ باتیں ہوئیں جو میری سمجھ سے باہر تھیں۔ پھر وہ ''سادھو'' مندر میں واپس چلا گیا اور پھر تانگہ بھی چل پڑا، تب میں نے عرض کی حضور! یہ کون تھا؟ فرمایا ''ابدالِ وقت'' عرض کی۔ مندر میں، فرمایا: ''آم کھائیے پیڑ نہ گنئے''۔

''حیاتِ اعلیٰ حضرت''میں اتنا زائد ہے فرمایا: اُن سے وعدہ تھا وبس۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت ص 963 شیخ کامل از محمد اجمل رضا قادری مطبوعہ ادارہ القرآن گوجرانوالہ ص 249)

جنگل میں رہنے والے ایک بزرگ :

عبدالرحیم خان صاحب بیان کرتے ہیں کہ نواب ضمیر احمد صاحب کے یہاں ایک پیر مرد میرے ساتھ ملازم تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ:

بریلی کے ایک رَمّال (علمِ رمل جاننے والے) تھے۔ وہ پیلی بھیت اکثر جایا کرتے تھے، وہاں کے جنگل میں ایک فقیر رہتے تھے۔ (وہ رَمّال کہتے ہیں کہ) میں اُن کی تلاش میں رہا کرتا تھا۔ اتفاقاً ایک دن اُن سے ملاقات ہوگئی، بہت بوڑھے آدمی، پپوٹیں (بھنویں) آنکھوں پر لگی ہوئی ہیں۔ میں نے سلام کیا، جواب دیا، اور کہا بچہ یہاں کہاں آیا؟ بھاگ! بھاگ! یہ شیروں کا جنگل ہے۔

میں بیٹھ گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ پیچھے سے ایک شیر آرہا ہے۔ میں نے کہا حضرت! بچایئے شیر آرہا ہے، اُن بزرگ نے شیر کی طرف دیکھا تو شیر وہیں کھڑا رہ گیا اور مجھ سے فرمایا ''کہ تو یہاں سے چلا جا تیرا حصہ یہاں نہیں ہے'' میں نے پوچھا میرا حصّہ کہاں ہے؟ میری تو دلی تمنا یہی ہے کہ آپ ہی سے بیعت ہوں۔

اس پر فرمایا کہ بریلی محلّہ سوداگران میں ایک **''قطب مولوی''** ہے تیرا حصّہ وہاں ہے، میں نے نام پوچھا تو **اعلیٰ حضرت امام اہل سنت** کا نامِ نامی لیا اور مجھے اپنے ساتھ جنگل کے باہر لا کر واپس چلے گئے۔ اس کے بعد میں بریلی آیا اور **اعلیٰ حضرت** قدس سرہ کا مرید ہوا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص 880)

پہاڑ پہ رہنے والے ایک بزرگ :

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ:

فقیر کے ایک پیر بھائی ساکن محلّہ گڑھی جن کو لوگ ''انجینئر صاحب'' کہا کرتے تھے اور اسی نام سے معروف و مشہور تھے، ان کا کسی دور دراز مقام پر گزر ہوا، دوران قیام وہاں کے لوگوں سے معلوم ہوا یہاں ایک پہاڑ کی چوٹی پر کوئی درویش رہتے ہیں مگر وہ کسی کو اپنے پاس آنے نہیں دیتے۔ اور اگر کوئی پہاڑ پر چڑھنے کی جرأت کرتا ہے تو اوپر سے پتھر آنے لگتے ہیں۔

انجینئر صاحب نے یہ سن کر تہیہ کر لیا کہ میں جاؤں گا ضرور خواہ کچھ بھی ہو۔ الحاصل جب انہوں نے پہاڑ پر چڑھنا شروع کیا تو واقعی پتھر لڑھکتے ہوئے آنے لگے، مگر انہوں نے مطلقاً پرواہ نہ کی اور نظر جھکائے ہوئے چڑھتے ہی چلے گئے، اُن کا بیان ہے کہ جُوں جُوں قدم بڑھتا جاتا تھا پتھروں کی کھڑ کھڑاہٹ بڑھ رہی تھی۔ ایسا بھی ہوا کہ ان کے برابر سے پتھر نکل گیا مگر لگا کوئی نہیں۔

بالآخر یہ اوپر پہنچ ہی گئے، دیکھا کہ ایک فقیر صاحب گردن جھکائے بیٹھے ہیں، یہ سامنے دیر تک خاموش کھڑے رہے۔ بہت دیر کے بعد فقیر صاحب نے نظر اُٹھا کر ان کی طرف دیکھا انہوں نے سلام کیا، جس کے جواب میں وعلیکم السلام فرمایا اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا:

''بابا! میرے پاس کیوں آیا ہے؟ تیرا حصہ تو **مولانا احمد رضا خان** صاحب کے یہاں بریلی شریف میں ہے وہیں جا''۔

یہ فوراً سلام کر کے واپس چلے آئے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص1009)

مسندِ ارشاد

آیئے! اب اِس شہنشاہِ ولایت، نائبِ غوثِ اعظم وقطب الارشاد کی مسندِ ارشاد پر فائز ہونے کی روداد بھی پڑھتے ہیں۔۔۔

بیعت کرنا کیسے شروع فرمایا :

جنابِ سید ایوب علی صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''پہلے جو بھی مرید ہونے کے لیے بارگاہِ **اعلیٰ حضرت** میں عرض کرتا، تو آپ اُسے سید شاہ **ابوالحسین احمد نوری** میاں صاحب مارہروی یا حضرتِ مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بدایونی علیہ الرحمہ کی خدمت میں بھیج دیا کرتے تھے۔

کچھ دنوں کے بعد عالمِ رؤیا (خواب) میں اپنے شیخِ کامل خاتم الاکابر حضرتِ سیدنا **شاہ آلِ رسول مارہروی** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ ارشاد فرمایا:

''آپ سلسلے کا دائرہ کیوں تنگ کرتے ہیں مرید کیوں نہیں کرتے؟''

اس حکم کے بعد آپ نے سلسلہء بیعت شروع فرما دیا۔۔۔

بیعت لینے کا طریقہ :

طریقہ بیعت میں نے یہ دیکھا کہ جو شخص مرید ہونا چاہتا کچھ مٹھائی اگرچہ ایک بتاشہ ہی سہی لاتا، اگر باوضو نہ ہوتا اسے وضو کرایا جاتا، پھر وہ دوزانوں ہوکر آپ کے سامنے بیٹھ جاتا آپ اُسے اپنے اتنا قریب فرما لیتے کہ آپ کے زانوئے مبارک اس کے زانو سے مل جاتے۔ اس کے بعد چشمانِ مبارک بند کرکے کچھ پڑھتے۔ پھر بصورتِ مصافحہ اس کے ہاتھ اپنے دستِ مبارک میں لے کر یہ الفاظ تلقین فرماتے:

''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰه ''

''يَا اَللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ يَارَحِيمُ''

مجھے توبہ دے پچھلے گناہوں سے اور شریعت مطہرہ پر آئندہ قائم رکھ۔ میں شریعت کے حلال کو حلال جانوں گا اور شریعت کے حرام کو حرام جانوں گا اور سنّیوں کے مذہب پر ہمیشہ قائم رہوں گا۔

میں نے اپنا ہاتھ سیدنا **غوث اعظم** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دستِ حق پرست میں دیا۔ الٰہی! تو مجھے ان کے غلاموں میں قبول فرما اور قیامت کے دن مجھے ان کے گروہ میں اٹھا۔ آمین

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ لاہور ص702)

دوسرے راوی کا بیان :

مولانا ظفر الدین بہاری صاحب بھی آپ کا اندازِ بیعت ان الفاظ میں نقل فرماتے ہیں:

''بیعت کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ اکثر بعدِ نماز مرید ہونے والے مسجد ہی میں اور کبھی کبھی دولت کدے پر بھی حاضر ہوجاتے تھے۔ غیرِ وقتِ نماز میں بیعت ہونے والے کو فرماتے کہ وضو کرلیجئے، اور اگر وقتِ مکروہ نہ ہوتا تو دو رکعت نمازِ توبہ پڑھنے کو فرماتے، اس کے بعد اس کا داہنا ہاتھ اپنے دائیں دستِ مبارک اور بایاں ہاتھ بائیں دستِ مبارک میں لے کر دوزانو خود بھی بیٹھتے اور مرید ہونے والے کو بھی اسی طرح بیٹھنے کے لیے ارشاد فرماتے پھر یہ آیتِ کریمہ تلاوت فرماتے:

''لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًاۙ وَّ مَغَانِمَ كَثِیْرَةً یَّاْخُذُوْنَهَا وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا ''

ترجمہ کنزالایمان: بیشک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے تو اللہ نے جانا جو ان کے دلوں میں ہے تو ان پر اطمینان اتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا اور بہت سی غنیمتیں جن کو لیں اور اللہ عزّت وحکمت والا ہے ۔(سورۃ فتح آیت۔19-18)

اُس کے بعد مرید ہونے والے کو کلمہ طیبہ پڑھا کر کلماتِ توبہ یوں تلقین فرماتے،

''کہو یا اللہ مجھے توبہ دے پچھلے گناہوں سے، اور شریعت مطہرہ پر آئندہ قائم رکھ۔ میں شریعت کے حلال کو حلال جانوں گا اور شریعت

کے حرام کوحرام جانوں گا،اور تیری توفیق سے مذہبِ اہلسنت والجماعت پرقائم رہوں گا۔

میں نے اپنا ہاتھ سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دستِ حق پرست میں دیا۔الٰہی ! تو مجھے ان کے غلاموں میں قبول فرما اور قیامت کے دن مجھے ان کے غلاموں میں اٹھا آمین !۔''

اِس کے بعد دعا کے لیے دستِ مبارک اٹھاتے اور مشائخِ کرام کی فاتحہ پڑھ کر پہلے دستِ مبارک سے تھوڑی مٹھائی اُس کو دیتے اور فرماتے ، کہ تم خود ہی کھانا، اس میں سے کسی اور کو نہ دینا۔ بقیہ شیرینی کی طرف اشارہ کرکے فرماتے یہ حاضرین کوتقسیم کردیجئے۔

اور اگر کوئی شخص غربت و ناداری یا کم وقت ہونے کی وجہ سے مٹھائی نہیں لاتا تھا تو اس کوضروری بھی نہیں جانتے تھے۔ مرید کرنے کے بعد صرف فاتحہ پڑھ کر بزرگانِ سلسلہ کو ایصالِ ثواب فرمادیتے۔

شجرہ پڑھنے کی تلقین:

پھر ارشادفرماتے یہ شجرہ (جوکہ اس باب کے شروع میں نقل کردیا گیا ہے) ہر روز بعدِ نمازِ صبح ایک بار پڑھ لیا کریں، بعدہٗ درودِ غوثیہ سات بار، سورۃ فاتحہ شریف ایک بار، آیت الکرسی ایک بار، قل ھواللہ شریف سات بار، پھر تین بار درودِ غوثیہ پڑھ کر ان کا ثواب تمام مشائخ کی ارواحِ طیبہ کی نذر کریں۔

جن کے ہاتھ پر بیعت کی اگر وہ زندہ ہیں تو اُن کے لیے دُعائے عافیت وسلامتی کریں ورنہ اُن کا نام بھی شاملِ فاتحہ کرلیا کریں۔

عورتوں سے بیعت لینے کا انداز:

اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں جب کوئی عورت بیعت کے لیے آتی ، پردے کے اس پار اُسے بٹھاتے اور بجائے ہاتھ میں ہاتھ لینے کے اپنا رومال مبارک بڑھادیتے، اُس کا ایک سرا وہ عورت پکڑتی اور دوسرا **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دستِ مبارک میں ہوتا اور کلماتِ توبہ تلقین فرماتے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ لاہور ص708)

عام روش سے ہٹ کر:

مولانا ظفرالدین بہاری صاحب تحریر فرماتے ہیں:

اعلیٰ حضرت نے پیری مریدی کے اُن ذرائع کی طرف جو اس زمانہ میں مروج ہیں کبھی اصلاً توجہ نہ فرمائی، نہ کبھی اُن طریقوں سے کام لیا، نہ کبھی اس کا پروپیگنڈا کیا، نہ ہر شہر میں بھاری ایجنٹ ہی مقرر کئے، مگر پھر بھی جن کی قسمت میں قسامِ ازل نے داخل سلسلہء عالیہ قادریہ رضویہ ہونا تحریر فرمادیا تھا، اطراف واکنافِ عالم سے آ آ کر داخل سلسلہء عالیہ ہوتے رہے۔

دُنیا بھرمیں سلسلہ کی وسعت:

یہ سلسلہ صرف اپنے صوبہ (U.P) ،مغربی وشمالی ''آگرہ'' اور ''اودھ'' ہی تک محدود نہ رہا بلکہ ہندوستان کے اکیس صوبوں ، اسلامی

ریاستوں اور ریاست ہائے راجگانِ راجپوتانہ وغیرہ سے تجاوز کر کے بیرونِ ہند، **کابل، ایران، ترکی** سے بھی بڑھ کر **عرب** اور **شام** حتیٰ کہ حرمین شریفین تک وسیع ہوگیا تھا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ص708)

ایک لاکھ مریدین :

''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' ہی میں ہے کہ:

آپ کے مریدوں کی تعداد ہزاروں سے تجاوز کر کے قریب ایک لاکھ کے پہنچ گئی تھی۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ص696)

(اور اب موجودہ دور میں یہی سلسلہ قادریہ رضویہ شیخ طریقت **بانیء دعوتِ اسلامی امیرِ اہلسنت ابو بلال حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی** کے ذریعے دُنیا بھر کے بیشتر ممالک میں پھیل چکا ہے اور آپ کے مریدین کی تعداد لاکھوں سے تجاوز کر چکی ہے۔ سبحان اللہ)

مریدین سے تعلقِ خاطر

چند واقعات پیش کئے جاتے ہیں جن سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ سیدی **اعلیٰ حضرت** اپنے مریدین ومتوسلین پر کیسے شفیق تھے اور اُن کی تربیت کیسے فرماتے تھے اور اُن سے کیسا تعلق رکھا کرتے تھے۔

ابتداءً نذر قبول نہ کرتے :

اعلیٰ حضرت اپنے مریدین سے قیمتی نذرانے قبول نہ فرمایا کرتے ہاں! البتہ اگر کوئی معمولی چیز نذر کرتا تو قبول فرما لیتے۔ ''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' میں ہے کہ:

اعلیٰ حضرت کے یہاں پہلے نذرانے کا بالکل دستور نہ تھا۔ کبھی کسی شخص کی نذر قبول نہ فرماتے تھے، کوئی شخص کتنا ہی اصرار کرتا مگر حضور برابر انکار فرماتے اور فرماتے کہ:

''اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اپنے فضل وکرم سے بہت کچھ دیا ہے''۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ص703)

اگر ساٹھ ہزار بھی ہوں تو:

ایک رئیس کی اہلیہ محترمہ **اعلیٰ حضرت** سے مرید ہوئیں تو اُن کے والد صاحب نے ساٹھ روپے نذر کے حاضر کئے، آپ نے حسبِ دستور ہاتھ رکھ کر فرمایا: ''اللہ برکت دے'' اور واپس فرما دیا۔ انہوں نے خیال کیا کہ شاید آپ کو معلوم نہیں کہ کتنے روپے ہیں، تھوڑی رقم سمجھ کر واپس فرما رہے ہیں، عرض کی حضور! ساٹھ روپے ہیں۔ **اعلیٰ حضرت** نے ارشاد فرمایا ''یہ ساٹھ روپے ہیں اگر ساٹھ ہزار بھی ہوں تو مجھے خدا کے فضل سے

ان کی کوئی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے بہت کچھ دیا ہے۔اور احباب ومخلصین کی نذر قبول کرنے سے غنی ومستغنی کر دیا ہے''۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفرالدین بہاری مطبوعہ لاہور ص703)

سیّد ایوب علی صاحب کی نذر قبول فرمائی :

جنابِ سید ایوب علی صاحب ارشاد فرماتے ہیں:

میں نے بارہ محرم الحرام 1334ھ بوقتِ عصر مسجد میں شرفِ بیعت حاصل کیا اور نذر پیش کی، آپ نے فرمایا:''اس کی کیوں تکلیف فرمائی''،میں نے عرض کیا:حضور!میری خوشی اِسی میں ہے کہ آپ اِسے قبول فرمالیں۔

اَلحَمْدُ لِلّٰہ کہ حضور نے میرا ہدیہءِ محقر قبول فرمالیا اور ارشاد فرمایا کہ:

''میں پہلے نذر نہیں لیا کرتا تھا مگر جب سے یہ حدیث شریف میری نظر سے گذری کہ کوئی شخص دے تو لے لے ورنہ ایک روز ایسا آئے گا کہ تو مانگے گا تو کچھ نہ ملے گا نذر قبول کر لیتا ہوں''۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفرالدین بہاری مطبوعہ لاہور ص701)

شاہ عبد العلیم صدیقی کو جبہ عطا فرمایا:

جنابِ سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ:

علامہ شیریں زباں، واعظِ خوش بیاں، مولانا مولوی حاجی قاری شاہ عبدالعلیم صاحب صدیقی قادری رضوی میرٹھی (خلیفہء اعلیٰ حضرت و والدِ گرامی مولانا شاہ احمد نورانی صاحب) حرمین شریفین سے واپسی پر **اعلیٰ حضرت** کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مندرجہ ذیل منقبت نہایت ہی خوش آوازی سے پڑھ کر سنائی:

تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اُس سے سوا تم ہو
قسیمِ جامِ عرفان اے شہِ احمد رضا تم ہو

غریقِ بحرِ الفت مستِ جامِ بادہءِ وحدت
محبِّ خاص منظورِ حبیبِ کبریا تم ہو

جو مرکز ہے شریعت کا مدار اہلِ طریقت کا
جو محور ہے حقیقت کا وہ ''قطب الاولیاء'' تم ہو

یہاں آ کر ملیں نہریں شریعت اور طریقت کی
ہے سینہ ''مجمع البحرین'' ایسے رہنما تم ہو

حرم والوں نے مانا تم کو اپنا قبلہ وکعبہ
جو قبلہ اہلِ قبلہ کا ہے وہ قبلہ نما تم ہو

مُزین جس سے ہے تاجِ فضیلت تاج والوں کی
وہ لعلِ پرضیا تم ہو وہ دُرِّ بے بہا تم ہو

ابھی آپ نے یہاں تک ہی اشعار پڑھے تھے کہ مجمع میں ایک جوش وجذبہ پیدا ہوا، بعض وجد میں آ گئے، **اعلیٰ حضرت** خود بھی ان اشعار پر محظوظ ہور ہے تھے، لیکن شاہ عبد العلیم میرٹھی نے منقبت کو بڑھاتے ہوئے یوں کہا۔

عرب میں جا کے ان آنکھوں نے دیکھا جسکی صورت کو
عجم کے واسطے لا ریب وہ قبلہ نما تم ہو

ہیں سیارہ صفت گردش کناں اہلِ طریقت یاں
وہ قطب وقت اے سرخیلِ جمع اولیاء تم ہو

عیاں ہے شانِ صدیقی تمہاری شانِ تقویٰ سے
کہوں اتقی نہ کیونکر جبکہ خیرُ الاتقیاء تم ہو

جلال وہیبتِ فاروقِ اعظم آپ سے ظاہر
عدوُّ اللہ پر اک حربہء تیغِ خدا تم ہو

''اَشِدَّاءُعلی الکفار'' کے ہو سر بسر مظہر
مخالف جس سے تھرائیں وہی شیرِ وغا تم ہو

تمہیں نے جمع فرمائے نکاتِ رمزِ قرآنی
یہ ورثہ پانے والے حضرتِ عثمان کا تم ہو

خلوصِ مرتضٰی خلقِ حسن عزمِ حسینی میں
عدیم المثل یکتائے زمن اے باخدا تم ہو

تمہیں پھیلا رہے ہو علمِ حق اکنافِ عالم میں
امامِ اہلِ سنت، نائبِ غوث الورٰی تم ہو

بھکاری تیرے در کا بھیک کی جھولی ہے پھیلائے
بھکاری کی بھرو جھولی گدا کا آسرا تم ہو

''علیمِ'' خستہ اک ادنیٰ گدا ہے آستانے کا
کرم فرمانے والے حال پر اس کے شہا تم ہو

جب مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی اشعار پڑھ چکے تو **اعلیٰ حضرت** نے ارشاد فرمایا:

مولانا! میں آپ کی خدمت میں کیا پیش کروں (اپنے عمامہ شریف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا) اگر اس عمامہ کو پیش کر دوں تو آپ اُس دیارِ پاک سے تشریف لا رہے ہیں، یہ عمامہ آپ کے قدموں کے لائق بھی نہیں، البتہ میرے کپڑوں میں سب سے بیش قیمت ایک جبہ ہے وہ حاضر کئے دیتا ہوں۔

چنانچہ آپ نے کاشانہء اقدس سے سرخ کاشانی مخمل کا ''جبہ مبارکہ'' لاکر عطا فرما دیا جو ڈیڑھ سو روپے سے کسی طرح کم قیمت کا نہ ہو گا۔

مولانا ممدوح نے سروِقد کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ پھیلا کر لے لیا، آنکھوں سے لگایا، لبوں سے چوما، سر پر رکھا، پھر سینے سے دیر تک لگائے رہے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ مطبوعہ لاہور ص119)

لاؤ ہمارا شجرہ واپس کرو:

جنابِ سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ:

ایک مرتبہ صبح 9 یا 10 بجے کا وقت ہوگا، میں اور برادرم قنَاعت علی پھاٹک میں کام کر رہے تھے کہ ایک نوجوان صاحبزادے بحیثیت مسافر تشریف لائے اور سلام کر کے ایک طرف خاموش بیٹھ گئے۔ ہم لوگوں نے دولت خانہ دریافت کیا، فرمایا: میرٹھ کا رہنے والا ہوں۔ پوچھا کیسے آنا ہوا؟ اس پر وہ بے اختیار رونے لگے، بار بار دریافت کیا جاتا مگر انکشاف نہ ہوتا تھا۔ بالآخر بہت اِصرار کے بعد فرمایا میں **اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان** علیہ رحمۃ الرحمٰن کا مرید ہوں۔ اس سال جب میں سلسلہ عالیہ چشتیہ کے عظیم پیشوا حضرت سیدنا خواجہ غریب نواز حسن سنجری اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرسِ مبارک میں حاضر ہوا تو وہاں ایک بُزُرگ سے ملاقات ہوئی۔

بعض لوگوں نے مجھ سے کہا: تم اِن بزرگ کے مرید ہو جاؤ! میں نے کہا: میں تو **اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان** سے بیعت ہوں، انہوں نے کہا: وہاں تم شریعت میں بیعت ہوئے ہو، یہاں طریقت میں بیعت ہو جاؤ۔ چنانچہ میں ان لوگوں کی باتوں میں آ کر ان بزرگ کا مرید ہو گیا۔ جب سویا تو خواب میں دیکھا کہ **اعلیٰ حضرت** تشریف لائے، چہرہ اَنور پر جلال نمایاں تھا مجھ سے فرمایا: لا ہمارا شجرہ واپس کر دے۔

اتنے میں آنکھ کھل گئی بس اُسی روز سے میرا کسی کام میں دل نہیں لگتا۔ پڑھائی بھی چھوڑ دی۔ ہر وقت دل یہی چاہتا ہے کہ دھاڑیں مار مار کر خوب رووں۔

ہم لوگوں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا: آپ گھبرائیں نہیں ظہر کے وقت **اعلیٰ حضرت** تشریف لائیں گے، بعدِ نماز عرض کر دیجئے گا کہ تجدیدِ بیعت کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ یہ سن کر اُن کو کچھ سکون ہوا، اتنے میں دیکھا کہ اسی وقت خلافِ معمول **اعلیٰ حضرت** باہر تشریف لائے اور صاحبزادے سے فرمایا: آپ کیسے آئے؟ یہ سن کر ہمیں بہت تعجب ہوا، اس لئے کہ عادتِ کریمہ یہ تھی کہ ہر نو وَارِد سے دریافت فرماتے: آپ نے کیسے تکلیف فرمائی؟ بہر حال صاحبزادے نے حضرت کے دریافت کرنے پر بجز رونے کے کچھ جواب نہ دیا۔

تھوڑی دیر کے بعد حضور نے پھر فرمایا: رونے سے کوئی نتیجہ نہیں، مطلب کہئے! اس پر انہوں نے سارا واقعہ بیان کیا۔ یہ سن کر ارشاد فرمایا: میرے پاس کس لیے آئے ہیں؟ یہ سن کر وہ صاحبزادے پھر رونے لگے اور جو ترکیب ہم لوگوں نے بتائی تھی اس کے کہنے کی انہیں جرأت نہ ہوئی۔ اس کے بعد حضور یہ فرماتے ہوئے تشریف لے گئے کہ آپ قیام کریں مجھے کام کرنا ہے۔

ہم نے نوجوان کو تسلی دیتے ہوئے کہا: آپ ڈریں نہیں اور نمازِ ظہر کے وقت تجدیدِ بیعت کے لئے عرض کر دیں۔ بعد نمازِ ظہر **اعلیٰ حضرت** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب اپنی نشست گاہ پر جلوہ گر ہوئے تو اس نوجوان نے تجدیدِ بیعت کے لئے عرض کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا: جب آپ وہاں بیعت ہو چکے ہیں پھر مجھ سے کیوں کہا جاتا ہے؟

عرض کی: حضور! مجھ سے قصور ہوا ہے اپنے قصور کی معافی چاہتا ہوں، لوگوں کے بہکانے میں آ گیا تھا۔ فرمایا: خوب غور کر لو سوچ

لوسمجھ لو مجھے مرید کرنے کا شوق نہیں ہے مگر یہ کہ لوگ صراطِ مستقیم پر قائم رہیں، یہ ٹھیک نہیں کہ آج اِس دروازہ پر کھڑے ہیں، کل اُس دروازہ پر۔

یک دَر گِیر مُحکَم گِیر

انہوں نے ہاتھ جوڑ کر عرض کی: حضور! اب ایسا ہی ہوگا خدا کے لئے میری خطا معاف فرمادیجئے۔ یہ سن کر آپ نے انہیں داخلِ سلسلہ فرمالیا اور وہ صاحبزادے خوشی خوشی واپس تشریف لے گئے۔

(اعلیٰ حضرت کی انفرادی کوششیں مطبوعہ مکتبۃ المدینہ ص 37)

کسی نے زور سے پیٹھ میں مُکّہ مارا:

جنابِ سید ایوب علی صاحب بیان فرماتے ہیں کہ:

''مدرسہ منظر اسلام'' کا سالانہ جلسہ مسجد بی بی جی بہاری پور میں منعقد ہوا۔ جس میں منجملہ دیگر مشاہیر کے مولوی محمد شفیع صاحب وارثی ساکن ''اٹاوہ'' نے بھی شرکت کی۔ اُن دونوں اہالیانِ بریلی ان کی تقریر کے بہت شائق تھے، جب ان کی تقریر ختم ہوگئی تو وہ مسجد کے اندرونی درجے میں آرام کرنے کے لیے آ کر لیٹ گئے، کچھ لوگ آ کر پاس بیٹھ گئے، ان میں برادرم قناعت علی بھی تھے۔

موصوف اپنے واقعات بیان کرنے لگے کہ فلاں جگہ مسلمانوں نے میرا یوں استقبال کیا، فلاں جگہ یوں احترام کیا، فلاں جگہ ایسی خاطر مدارات کی، اُس وقت قناعت علی کے دل میں خیال آیا کہ اِن ہی سے بیعت ہو جاؤں کہ معاً ایسا معلوم ہوا کہ کسی نے زور سے پیٹھ میں گھونسا مارا، انہوں نے فوراً منہ پھیر کر دیکھا تو کوئی نہ تھا، اب جو وارثی صاحب کی طرف متوجہ ہوئے تو وہ یہ کہہ رہے تھے کہ ایک ریاست میں راجہ کے یہاں جانے کا اتفاق ہوا وہاں رات بھر راجہ کی رانیاں اور جوان لڑکیاں میرا جسم، ہاتھ، پیر دابتی رہیں (معاذ اللہ)۔

یہ الفاظ سنتے ہی قناعت علی کو تنفر (نفرت) پیدا ہوا (کہ ایسا شخص کب پیر بنانے کے قابل ہے) اور وہ مرید ہونے سے باز رہے، سید صاحب کو یقین ہے کہ یہ **اعلیٰ حضرت** کی ہدایت تھی۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ لاہور مکتبہ نبویہ ص 945)

ایک مُعانقے نے بے خود کر دیا:

سید ایوب علی صاحب ہی بیان فرماتے ہیں کہ:

اعلیٰ حضرت کے ایک مرید نصرت یار خان صاحب ساکن ''محلّہ بانس منڈی'' خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور! دُعا فرمائیں، میرا ارادہ حرمینِ طیبین کی حاضری کا ہے۔ **اعلیٰ حضرت** نے دعا فرمائی اور ایک تعویذ عطا فرمایا اور فرطِ شوق سے **سینہء مبارکہ** سے لگالیا۔

یہ دن جمعہ کا تھا چنانچہ اُسی شب میں کہ نمازِ عشاء ہو چکی تھی، **اعلیٰ حضرت** مسجد میں وظیفہ پڑھ رہے تھے کہ برادرم نصرت یار خان صاحب سفری لباس زیبِ تن کئے ہوئے، گلے میں حمائل شریف ڈالے ہوئے آئے، **اعلیٰ حضرت** اُس وقت روبقبلہ تشریف رکھتے تھے، انہوں نے بڑھ کر کان میں چپکے سے کچھ کہا آپ نے اُس کی طرف کچھ التفات نہ فرمایا، تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے پھر کچھ عرض کیا آپ نے فرمایا **بسم اللہ** کیجئے۔

یہ خاموش بیٹھ گئے اور پھر کچھ کہا، **اعلیٰ حضرت** نے کسی قدر کبیدہ خاطر ہو کر فرمایا یہ وساوس ہیں، کیوں دیر کر رہے ہو، پھر اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ وہ پھر کچھ کہنا چاہتے تھے کہ آپ نے فرمایا نصرت یار خان! تم جانتے ہو میں کون ہوں؟ میں تمہیں حکم دیتا ہوں۔

انہوں نے عرض کیا میں خوب جانتا ہوں آپ میرے شیخ ہیں مگر میں تو نہیں جاؤں گا، میرے لیے تو یہی **مکہ** ہے! یہی **مدینہ** ہے۔

یہ سن کر **اعلیٰ حضرت** کھڑے ہو گئے اور فرمایا: گیارہ بجا چاہتے ہیں۔ گاڑی کا وقت قریب آ گیا، جلدی اسٹیشن جاؤ، گاڑی اب بھی مل جائے گی۔ مگر وہ تو یہی کہتے رہ گئے میں تو نہیں جاؤں گا، میرے لیے آپ ہی مکہ ہیں آپ ہی مدینہ ہیں۔

ہم سب لوگ یہی سمجھا رہے تھے مگر وہ کسی کی کب سنتے تھے، **اعلیٰ حضرت** نے فرمایا: اس کے سر پر پانی ڈالو اور تشریف لے جانے لگے، انہوں نے بڑھ کر دونوں ہاتھوں سے پائے مبارک کی کھمبی بھر لی اور کہنے لگے آپ جاتے کہاں ہیں میں نہیں جانے دوں گا۔ ایک بار سینہ سے لگا کر وہی جلوہ دکھا دو (جو صبح کو دکھایا تھا) میں پاگل نہیں ہوں، حاضرین نے بدشواری اُنہیں جدا کیا۔

حاجی کفایت اللہ صاحب نے **اعلیٰ حضرت** کی نعلینِ مبارک دروازہ ءِ مسجد میں رکھیں، نصرت یار خان نے ہم لوگوں سے اپنے کو الگ کر کے حضور کا جوتا اپنے قبضے میں کر لیا۔ آپ نے فرمایا دوسرا جوڑا گھر میں سے لے آؤ۔

مختصر یہ کہ حضور تو کاشانہ ءِ اقدس میں تشریف لے گئے اور خدام نے پھاٹک بند کر لیا، اب مسجد میں **اعلیٰ حضرت** کے خلفِ اکبر (مولانا حامد رضا خان) اور دیگر خاندانی حضرات اور خدام پکڑ رہے ہیں اور ان پر پانی ڈالا جا رہا ہے، مگر وہ کسی طرح قابو نہیں آ رہے۔ اسی کشمکش میں خدام تو خدام، حضرت شاہزادہ ءِ اکبر کا کرتہ بھی سلامت نہ رہا۔ چونکہ پھاٹک بند ہو گیا تھا لہٰذا سڑک پر پھاٹک کے سامنے دیر تک پڑے رہے۔

شب کے ایک بجے وہ مستورات جو ہمراہ جانے والی تھیں مع چند رفقا اسٹیشن سے بعدِ انتظار مع سامان حاضرِ آستانہ ہوئیں۔ سب کے ٹکٹ خرید لیے گئے تھے وہ واپس کرائے گئے اور نصرت یار خان کو بدشواری مکان لے گئے اور دست و پا میں ہتھکڑی اور بیڑی ڈال کر کے انہیں قابو کیا گیا۔

اب کیفیت یہ تھی کہ نہ کھاتے تھے، نہ پیتے تھے، دن رات **اعلیٰ حضرت** کے نام کا وظیفہ تھا، ادھر جس شب کا یہ واقعہ ہے اس کی صبح کو **اعلیٰ حضرت** کا چہرہ بہت اداس پایا گیا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ رات بھر الحاح و زاری میں گزاری ہے۔

نصرت یار خان ایک عرصہ تک پابہ زنجیر رہے اور یہ معمول ہوگیا کہ ہر جمعہ کو اُن کے عزیز ہتھکڑی ڈالے ہوئے انہیں لایا کرتے تھے اور تھوڑی دیر **اعلیٰ حضرت** کی زیارت کرا کر واپس لے جاتے۔ میں نے دیکھا کہ وقتِ حاضری خان صاحب موصوف ملتجیانہ نگاہوں سے **اعلیٰ حضرت** کی طرف دیکھتے اور پھر خاموش ہوجاتے اور نیچی نظر کیے بیٹھے رہتے تھے۔ بعض اعزہ کے مشورہ سے ''بدایون'' کے مزارات پر حاضری ہوئی، وہاں دورانِ قیام میں ایک شب موقع پا کر شہر کا رخ کیا اور ایک لوہار سے خوشامد کی کہ میری ہتھکڑی اور بیڑی کاٹ دے، میں پاگل نہیں ہوں نہ مجھ پر کوئی آسیب ہے یہ میرے گھر والوں کی غلط فہمی ہے، اُس نے کچھ تامل کیا تو اُسے کچھ رقم بھی دی بالآخر اس نے انہیں آزاد کردیا۔ یہ سیدھے اپنے مکان آ گئے لوگوں کو اطمینان ہوگیا (کہ شاید اب یہ ٹھیک ہوگئے ہیں) اب صرف یہ صورت تھی کہ یہ خاموش رہتے تھے۔

غرض دو تین سال یونہی گزر گئے، اس کے بعد ایک روز سید محمود علی صاحب قادری حاضر خدمت ہوئے اور اپنا ارادہ حاضری حرمین طیبین کا ظاہر کیا، نصرت یار خان بھی نیچی نظر کئے ہوئے سامنے آئے، دست بوسی کے لیے ہاتھ بڑھائے، **اعلیٰ حضرت** نے ان سے بھی مصافحہ کیا اور دعائے صحت وسلامتی فرمائی۔

اس کے بعد یہ دونوں حضرات رخصت ہوئے اس وقت ہم خدام آستانہ نے مولانا امجد علی اعظمی صاحب مصنفِ ''بہار شریعت'' سے دریافت کیا کہ حاجی نصرت یار کی حالت پہلے کیوں خراب ہوگئی تھی؟ اس میں کوئی راز ضرور ہوگا۔ مولانا نے ارشاد فرمایا:

''اس وقت حضور نے ایک خاص جذبے کی حالت میں ان سے معانقہ فرمایا تھا جس کے باعث ان کا ظرف چھلک گیا اور وہ برداشت نہ کرسکے''۔

اُس وقت فقیر کو حضور کی غزل کا مطلع یاد آ گیا۔

گلے سے باہر آ سکتا نہیں شور وفغاں دل کا
الٰہی چاک ہوجائے گریباں اُن کے بسمل کا

قارئین کرام! آپ خود فرمائیں کہ جو قلب ایسی سمائی رکھتا ہو اس میں جذبہ پیدا ہو تو بیچارے نصرت یار خان پر کیا منحصر؟ کون ہے جو برداشت کرسکے۔۔۔

زائرِ مدینہ کے قدم چوم لیے:

بہر کیف جب اُن حضرات کی سفر حرمین طیبین سے واپسی ہوئی اس وقت **اعلیٰ حضرت** نمازِ فجر کے بعد مسجد میں منتظر تھے۔ اتنے میں حاجیوں کا جلوس آ گیا۔ پہلے حاجی سید محمود علی صاحب باارادہ دست بوسی آپ کی طرف بڑھے تو آپ نے حسبِ عادتِ کریمہ دریافت فرمایا: سرکار میں حاضری ہوئی؟ سید صاحب نے اثبات میں جواب دیا **اعلیٰ حضرت** نے اُن کے قدم چوم لیے۔

اُس کے بعد آپ نے حاجی نصرت یار خان کی طرف (جن پر نظر پہلے سے بار بار پڑ رہی تھی) خود سبقت فرمائی، حاجی نصرت یار خان قدموں

پرآنکھیں ملنے لگے **اعلیٰ حضرت** نے دونوں بازو پکڑ کر اٹھالیا اور سینہ مبارکہ سے دیر تک لگائے رہے۔

اس وقت ہم خدام نے دیکھا کہ حضور کا چہرہ فرطِ مسرت سے دمک رہا تھا اور چشمانِ مبارک پُر آب تھیں، اور یہ احساس یوں ہوا کہ جب سے حاجی نصرت یار خان صاحب کی حالت خراب ہوئی تھی اس دن سے ہم خدام نے برابر **اعلیٰ حضرت** کو اداس وملول پایا۔ الغرض یہ جلوس تھوڑی دیر قیام کے بعد حاجیوں کو لے کر رخصت ہوا اور **اعلیٰ حضرت** اپنے کاشانہء اقدس میں تشریف لے گئے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ لاہور مکتبہ نبویہ ص 942)

مریدین سے تعلقِ خاطر، شفقت، محبت، وغیرہ کے حوالے سے مزید واقعات ہم کرامات کے باب میں پڑھیں گے ان شاء اللہ عزوجل

مریدین کے لیے خصوصی ارشادات

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اپنے مریدین کی ظاہری و باطنی اصلاح کے لیے بھر پور سعی فرماتے ''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' سے آپ کے وہ ارشادات نقل کئے جاتے ہیں جو کہ آپ وقتاً فوقتاً مریدین کی اصلاح کے لیے ارشاد فرماتے تھے۔۔۔

مذہبِ اہلِسنت پر قائم رہیں :

مذہبِ اہلسنت والجماعت پر قائم رہیں، سنّیوں کے جتنے مخالف مثلاً وہابی، رافضی، ندوی، نیچری، غیر مقلد، قادیانی وغیرہم ہیں، سب سے جدا رہیں اور سب کو اپنا دشمن ومخالف جانیں، ان کی بات نہ سنیں، ان کے پاس نہ بیٹھیں، اِن کی کوئی تحریر نہ دیکھیں کہ شیطان کو معاذ اللہ دل میں وسوسہ ڈالتے کچھ دیر نہیں لگتی۔

آدمی کو جہاں مال یا آبرو کا اندیشہ ہو، ہرگز نہ جائے گا۔ دین وایمان سب سے زیادہ عزیز ہیں، ان کی محافظت میں حد سے زیادہ کوشش فرض ہے۔ مال اور دُنیا کی عزت، دُنیا کی زندگی دنیا ہی تک ہے۔ دین وایمان سے ہمیشگی کے گھر میں کام پڑتا ہے ان کی فکر سب سے زیادہ لازم ہے۔۔۔

نماز پنجگانہ کی پابندی :

نمازِ پنجگانہ کی پابندی نہایت ضروری ہے، مردوں کو مسجد و جماعت کا التزام بھی واجب ہے۔ **بے نمازی مسلمان گویا تصویر کا آدمی ہے کہ ظاہر صورت انسان کی مگر انسان کا کام کچھ نہیں۔** بے نمازی وہی نہیں جو کبھی نہ پڑھے بلکہ جو ایک وقت کی بھی قصداً چھوڑ دے وہ بھی بے نمازی ہے۔

قضاء نمازیں ادا کیجئے :

جتنی نمازیں قضاء ہوگئی ہوں سب کا ایسا حساب لگائیں کہ تخمینے میں باقی نہ رہ جائیں زیادہ ہو جائیں تو حرج نہیں۔ اور وہ سب بقدرِ طاقت رفتہ رفتہ نہایت جلد ادا کریں، کاہلی سستی نہ کریں کہ موت کا وقت معلوم نہیں۔

جب تک فرض ذمہ باقی ہوتا ہے کوئی نفل قبول نہیں کیا جاتا۔۔۔

قضاء نماز کی نیت یوں کریں :

قضا نمازیں جب متعدد ہوں مثلاً سو بار کی فجر قضاء ہے تو ہر بار یوں نیت کریں کہ:

''سب میں پہلی وہ فجر جو مجھ سے قضا ہوئی'' ہر دفعہ یوں ہی کہیں۔یعنی جب ایک ادا ہوتی ہے تو باقیوں میں جو سب سے پہلی ہے (وہی پہلی ہو جاتی ہے)۔

اسی طرح ظہر، عصر، مغرب، عشاء کی نماز میں نیت کریں۔قضا میں فقط فرض اور وتر یعنی ہر رات دن کی بیس رکعت ادا کی جاتی ہے۔

رمضان کے روزے رکھئے :

(ماہِ رمضان کے روزے رکھئے اور اگر کبھی قضاء ہو جائیں تو) جتنے روزے کبھی قضاء ہوئے ہوں دوسرا رمضان آنے سے پہلے پورے کر لئے جائیں، کہ حدیث شریف میں ہے''جب تک پچھلے رمضان کے روزوں کی قضا نہ کر لی جائے اگلے قبول نہیں ہوتے۔

زکوٰۃ ادا کیجئے :

جو صاحبِ مال ہیں، زکوٰۃ بھی دیں، جتنے برسوں کی نہ دی ہو فوراً حساب کر کے ادا کریں۔ہر سال کی زکوٰۃ سال تمام ہونے سے پہلے دے دیا کریں۔سال تمام ہونے کے بعد دیر لگانا گناہ ہے۔لہٰذا شروع سال سے رفتہ رفتہ دیتے رہیں سال تمام پر حساب کریں۔اگر پوری ادا ہو گئی بہتر ورنہ جتنی باقی ہو فوراً دے دیں اور اگر کچھ زیادہ نکل گیا ہے وہ آئندہ سال میں منہا کر لیں اللہ عزوجل کسی کا نیک کام ضائع نہیں کرتا۔

حج فرض ادا کیجئے :

صاحبِ استطاعت پر حج فرض ہے۔اللہ عزوجل نے اس کی فرضیت بیان کر کے فرمایا

وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ

''اور جو منکر ہو تو اللہ سارے جہان سے بے پرواہ ہے'' (سورۃ آل عمران آیت 97)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے تارکِ حج کو فرمایا کہ:

''چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر'' والعیاذُ باللہ

قرنطینہ (وہ مدت جس میں مسافروں (حاجیوں کو) جبراً سب سے علیحدہ رکھا جاتا تھا تا کہ کوئی مرض پھیلنے نہ پائے) وغیرہ کے مہمل اندیشوں کے باعث باز نہ رہے کہ دس بارہ دن کا روکا جانا، عذابِ عظیم جہنم کے برابر نہیں ہو سکتا جو حج نہ کرنے والے کے لیے ہے۔۔۔

باطنی امراض سے بچئے:

کِذب (جھوٹ)، فحش (بے حیائی)، چغلی، غیبت، زنا، لواطت، ظلم، خیانت، ریا، تکبر، داڑھی کتروانا، فاسقوں کی وضع اپنانا اور ہر بری

خصلت سے بچیں۔ جو ان (مندرجہ بالا) باتوں کا عامل رہے گا اللہ و رسول کے وعدے سے اس کے لیے جنت ہے۔ **جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم۔**

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ص711)

اللہ" میاں" نہیں کہنا چاہیے :

اسمِ جلالت **اللہ** کے ساتھ عوام لفظ "میاں" لگاتے ہیں، اس سے اجتناب کرنا چاہیے کہ میاں کے دو معنی خراب اور ایک معنی اچھے ہیں۔ (لہٰذا جس کے دو معنی صحیح نہ ہوں وہ لفظ کب "**اللہ**" کے اسمِ ذاتی کیساتھ استعمال ہوسکتا ہے)۔

آدابِ رسالت کا خیال رکھیے :

وہ الفاظ جو معشوقِ مجازی کے لیے استعمال ہوتے ہیں جیسے رعنا، گلبدن، دلبر، وغیرہ حضورِ اقدس **صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم** کے لیے ان کا استعمال ممنوع ہے۔ نہ تشبیہاتِ تانیثی (مونث) جیسے لیلیٰ وغیرہ کا استعمال ہو۔ نیز بجائے نامِ اقدس (**محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم**) اسمائے صفاتی سے یاد کرے تو بہتر ہے خصوصاً ندا کے وقت "**یارسول اللہ**" "**یاحبیب اللہ**" کہنا ضروری ہے۔ نام اقدس (**یامحمد**) لے کر ندا بھی حرام ہے۔

ساقیٔ کوثر، آفتابِ رسالت، شفیع المذنبین **صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم** وغیرہ کہنا اور لکھنا چاہیے۔ اسی طرح یثرب، کالی کملیا، رشک قمر وغیرہ بھی نہیں کہنا چاہیے۔

حفظِ مراتب کا خیال رکھیے:

صرف انبیاء و مرسلین اور فرشتوں کے اسمائے طیبہ کے ساتھ "علیہ السلام" خاص ہے اور یہی معصوم کہے جاسکتے ہیں۔ خلفائے اربعہ، امامینِ کریمین یا دیگر صحابہ کرام و بزرگانِ دین کے ناموں کے ساتھ "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" لکھنا چاہیے۔

خاموش رہنے کی تلقین :

"بے کار باتوں سے تو ہر وقت پرہیز چاہیے اور شیخ کے حضور خاموش رہنا افضل ہے، ضروری مسائل پوچھنے میں حرج نہیں۔ اَولیائے کِرام فرماتے ہیں: شیخ کے حضور بیٹھ کر ذکر بھی نہ کرے کہ ذکر میں دوسری طرف مشغول ہوگا اور یہ حقیقۃً مُمانعتِ ذکر نہیں بلکہ تکمیلِ ذکر (یعنی کمال ذکر) ہے کہ وہ جو کریگا بلا توسل (یعنی بغیر وسیلہ کے) ہوگا اور شیخ کی تَوَجُّہ سے جو ذکر ہوگا وہ بِتَوَسُّط (یعنی وسیلہ کیساتھ) ہوگا یہ اس سے بدَرَجہا اَفضل ہے۔"

مسجد کے سائل کو مت دیجئے :

مسجد میں اکثر سائل بعدِ نماز سوال کیا کرتے ہیں، اگر اُسے ایک پیسہ دیا تو ستر پیسہ کا کفارہ لازم آتا ہے۔

عاشورہ کا روزہ رکھیے :

محرم کی پہلی تاریخ سے عشرہ محرم (دس محرم) تک صائم (روزہ دار) رہنا اولیٰ ہے، ورنہ عاشورہ ہی کا روزہ رکھیں۔ حضور **صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ**

وسلم کا معمول تھا کہ یومُ الحج یعنی نویں ذوالحجہ اور عشرہ محرم میں صائم رہا کرتے، اور ارشاد فرماتے کہ:

''اگر کم نصیبی سے حج نہ کر سکے تو روزہ تو رکھ لے کہ عرفہ کا روزہ رکھنے سے ایک سال اگلے اور ایک سال پچھلے کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔''

جانوروں کو مت جلایئے :

جانور موذی ہو یا غیر موذی اسے جلانا نہ چاہیے۔ عام طور سے لوگ چار پائیوں سے کھٹمل دور کرنے کے لیے تیز گرم پانی ڈالا کرتے ہیں یا بھڑوں کے چھتے میں آگ لگاتے ہیں، یہ نہ چاہیے۔

''عبد'' کی اضافت کا خیال رکھیئے:

یہ ایک عام وبا ہے کہ عبدالکریم، عبدالرحیم، عبدالرشید، عبدالجلیل، عبدالقدیر نام ہیں مگر زبان زد ہیں (زبان سے یوں کہا جاتا ہے) کریم، رحیم، رشید، جلیل، قدیر وغیرہ۔

یوں ہی سمیع، بصیر، حلیم، باسط، قادر، رحمٰن، قیوم، منان، حنان، متین (بولا جاتا ہے) اور اس مرض میں جاہل کم فہم طبقہ ہی نہیں بلکہ نئی روشنی کے تعلیم یافتہ بھی مبتلا ہیں کہ عبدالرشید، عبدالشکور، عبدالمجید کو رشید صاحب شکور صاحب، مجید صاحب کہتے ہیں۔ یہ کیسے تعلیم یافتہ ہیں جنہیں ''عبد و معبود'' میں امتیاز نہیں۔

عبدالباسط کے معنی تو ہیں باسط کا بندہ مگر بولا جاتا ہے۔ ''باسط صاحب'' تو کیا عبدالباسط اور باسط کے ایک معنی ہیں؟ پھر تو اس ترکیب کی رو سے عبداللہ، عبدالرحمٰن جس کے نام ہیں انہیں نعوذ باللہ، اللہ صاحب رحمٰن صاحب یا عبدالسبحان کو سبحان صاحب کہنا چاہیے جبکہ یہ کہتے ہوئے کیوں زبان لکنت کرتی ہے

''وَلَا حَولَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ العَلِیِّ العَظِیم''۔

سمتِ قبلہ کا ادب کیجئے :

بوقتِ بول و براز (پیشاب وغیرہ کرتے ہوئے) جانبِ قبلہ رُخ نہ ہو، نہ پشت۔ بوقتِ تعمیر بیت الادب (بیت الخلاء) مالک مکان اور معماران (مستریوں) کو اس کا لحاظ رکھنا چاہیے۔

نہ قبلہ کی جانب منہ کر کے کلی کرے، نہ تھوکے، نہ پاؤں پھیلائے۔ عوام میں مشہور ہے کہ قطب کی طرف (پاؤں نہیں کرنے چاہییں کیونکہ اس طرف قطب) تارا ہے تو کسی طرف پیر ہی نہ کرے کہ ہر طرف تارے ہیں۔

آخری چہار شنبہ کی حقیقت :

یہ جو مشہور ہے آخری چہار شنبہ میں **حضورِ اقدس** صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو صحت ہوئی یہ بے اصل ہے۔

مسجد میں آتے ہی نماز پڑھئیے:

اکثر لوگوں کو دیکھا ہے کہ مسجد میں اکثر سنتوں کی نیت اس وقت کرتے ہیں جب تھوڑی دیر بیٹھ لیتے ہیں اگر چہ وقت کی قلت ایک منٹ بھی موقع نہ دیتی ہو حالانکہ بلا تاخیر آتے ہی نیت باندھنا سنت ہے۔

اقامت بیٹھ کر سنئیے :

بوقتِ تکبیر ''حی الفلاح'' پر کھڑا ہونا چاہیے، اگر اسی وقت مسجد میں داخل ہو تو فرش پر قدم رکھتے ہی بیٹھ جائے۔

مسجد کا ادب کیجئیے :

فرشِ مسجد پر کھڑے کھڑے اچکن یا ٹوپی یا رومال یا عمامہ یا کوئی شے پھینکنا منع ہے آہستہ سے رکھنا چاہیے۔

سر کے نیچے عمامہ نہ رکھئیے :

سر کے نیچے عمامہ یا مصلیٰ (جائے نماز) یا پائجامہ رکھنا ممنوع ہے کہ عمامہ یا مصلیٰ رکھنے سے عمامہ اور مصلے کی اور پائجامہ رکھنے سے سر کی بے حرمتی ہے۔ نیز عمامہ کے شملہ سے ناک یا منھ پونچھنا نہ چاہیے۔ نہ دیوار مسجد سے ناک صاف کر کے ہاتھ پونچھئے۔

مرد سونے کا استعمال نہ کریں :

مرد کو ایک انگوٹھی ایک نگ کی نقرئی (چاندی کی) ساڑھے چار ماشے سے کم وزن کی پہننا چاہیے۔ سونے کی انگوٹھی مرد کو منع ہے، ہاں سونے کے بٹن بغیر زنجیر کے پہن سکتا ہے۔

جوتے کا رنگ:

''سیاہ'' جوتا رنج اور ''زرد'' خوشی لاتا ہے

منگل کو کپڑے نہ کاٹئیے :

یوم سہ شنبہ (منگل کو) کپڑا نہ ترشواؤ ورنہ چوری جائے گا یا ڈوبے گا یا جلے گا۔

نماز میں چادر سر سے اوڑھئیے :

نماز پڑھنے کے وقت اگر دولائی یا چادر جسم پر ہے تو سر سے اوڑھئے شانوں سے نہیں۔

مسلمان میت کا ادب کیجئیے :

اسلامی میت کو آتا ہوا دیکھ کر بعض مسلمان چالیس قدم جنازہ کے ساتھ چل کر واپس ہو جاتے ہیں یہ نہ چاہیے، بلکہ اگر نماز جنازہ نہیں ہوئی ہے تو کم از کم نمازِ جنازہ میں شرکت کرے اور بعدِ نماز ولیِّ میت کے اعلان پر واپس ہو تو حرج نہیں۔

اور اگر بعدِ نماز ایک قدم بھی جنازہ کی معیت اختیار کی تو حکم ہے کہ دفن کے بعد واپس ہونا چاہیے اور اقل (کم از کم) درجہ اخوت اسلامی

اوراحترام میت کا مقتضی (تقاضا) یہ ہے کہ جنازہ کو دیکھ کر اگر بیٹھا ہوا ہے تو کھڑا ہو جائے۔

سفر کا آغاز ہفتے کو کیجئے :

شنبہ (ہفتہ)، دوشنبہ (پیر)، پنج شنبہ (جمعرات) کو سفر کرنا چاہیے شنبہ (ہفتہ) کے متعلق **حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم** ارشاد فرماتے ہیں:

''اگر قبلِ طلوعِ آفتاب سفر اختیار کرے تو اُس کا ضامن میں ہوں''

کھانے کے آداب :

کھانا کھانے کا وضو ہاتھ دھونا ہے بروقتِ خورد و نوش (کھانے اور پینے سے) پہلے **''بسم اللہ شریف''** پڑھ لی جائے، ورنہ اس شے کے کھانے پینے میں شیطان شریک ہو جاتا ہے۔ اگر سہواً (بھول کر) **''بسم اللہ شریف''** نہ پڑھی ہو تو یاد آنے پر فوراً پڑھ لے کہ اس کے پڑھتے ہی شیطان شے اگل دے گا۔ پانی بیٹھ کر تین سانس میں چوس کر پینا چاہیے مگر زمزم شریف اور وضو کے بچے ہوئے پانی کا احترام یہ ہے کہ کھڑے ہو کر پئیں۔

صبح اُٹھتے ہی پہلا کام یہ کیجئے:

جس وقت سوتے سے اٹھے خیال کہ مجتمع تھا بجلی کی چال (بڑی تیزی) سے منتشر ہو جانا چاہتا ہے، دیکھ لیجئے اگر پھیل گیا تو سمٹنا مشکل ہوگا معاً آنکھ کھلتے ہی پہلا کام یہ کرے کہ خیال کو روک کر تصور میں تین مرتبہ کلمہء طیبہ پڑھے۔ یہ اِبتدا اِس کے خیال کی ہوگی تو دن بھر اس کی برکت سے اس کے خیالات پر حاوی رہے گی۔

نماز کے آداب :

(1) نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ خوب کس کر باندھے جائیں، نفس کا معدن زیرِ ناف ہے اور یہیں سے وسوسے اٹھتے ہیں اور قلب کو جاتے ہیں، اس لیے ائمہء شافعیہ قلب کے نیچے پیٹ پر ہاتھ باندھتے ہیں کہ دشمن کا راستہ روک دیں اور ہمارے ائمہء حنفیہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے ہیں کہ ابتدائے سرچشمہ کی بندش کریں، ہاتھ وقتاً فوقتاً ڈھیلے ہو جائیں گے انہیں کس لیا کریں۔

(2) نگاہ کے جو مواقع شریعت نے بتائے ہیں اُن سے یہی مقصود ہے کہ خیال پریشان نہ ہونے پائے، اس کی پابندی ضرور ہے۔

قیام میں نگاہ جائے سجدہ پر رہے، رکوع میں پاؤں پر، سجود میں بینی (ناک) پر، قعود (تشہد) میں گودی پر، سلام میں شانوں پر۔

(3) کان اپنی آواز سے بھرے رہیں۔

(4) پڑھنے میں جلدی چاہیے، آہستہ ڈھیل کے ساتھ جو پڑھا جائے خیال کو انتشار کا میدان وسیع ملتا ہے۔ اور جب جلد جلد الفاظ ادا کئے جائیں گے اور صحت کا بھی لحاظ رہے گا تو خیال کو اس طرف سے فرصت نہ ملے گی۔

(5) ایک بڑی اصل یہ ہے کہ سر سے پاؤں تک ہر جوڑ، ہر رگ نرم اور ڈھیلا اور تصدیق میں زمین کی طرف متوجہ رہے۔

ہاتھ کھنچے ہوئے نہ ہوں۔۔۔

مونڈھے اوپر کو نہ چڑھے ہوں۔۔۔

اور پسلیاں سخت نہ ہوں۔۔۔

بدن کی یہ وضع بھی بدل جائے گی لحاظ رکھیں۔۔۔

تبدیلی پاتے ہی فوراً ٹھیک کرلیں۔۔۔

اس کے معنی یہ نہیں کہ قیام میں جھکا ہوا کھڑا ہو یا رکوع میں سر نیچا ہو یا سجود میں کلائی یا بازو خلافِ وضعِ مسنون ہوں کہ یہ ممنوع ہے۔۔۔

بلکہ توجہ میں ہر عضو زمین کی طرف جھکا ہوا ہو۔۔۔

پٹھے کھنچے ہوئے نہ ہوں نرم ہوں۔۔۔

اور یہ تجربے سے ظاہر ہو جائیں گے جس طرح بتایا گیا سیدھا کھڑا ہو تھوڑی دیر میں دیکھے گا کہ پٹھے سخت ہو گئے، شانے اور پسلیاں اوپر کو چڑھتے ہوئے معلوم ہوں گے اور تصور ٹھیک کرتے ہی بغیر اس کے کہ بدن کو جنبش دے، محسوس ہوگا کہ سب اعضا اتر آئے اور زمین کی طرف متوجہ ہو گئے۔

(6) اگر اذکارِ نماز کے معنیٰ معلوم ہوں فبھا (بہت اچھا) ورنہ اتنا تصور جما رہے کہ میں اپنے رب کے روبرو کھڑا ہوں اور عاجزی سے اپنی حاجات عرض کر رہا ہوں، اور اس پر معین (مددگار) ہوگا گڑگڑانے کی صورت بنانا، جب یہ وضع بدلے فوراً متوجہ ہو کر پھر بنائے، معاً خیال صحیح ہو جائے گا۔

(7) وسوسے جو آئیں ان کی دفع کی کوشش نہ کرے، اس سے لڑائی باندھنے میں بھی اس (شیطان) کا مطلب حاصل ہے کہ بہر حال نماز سے غافل ہو کر دوسرے کام میں مشغول ہوا، بلکہ معاً ادھر سے خیال اپنے رب کے حضور عاجزی کی طرف متوجہ کر دے اور وسوسہ کو یہ سمجھ لے کہ کوئی دوسرا بک رہا ہے مجھ سے کچھ تعلق نہیں۔ اگر زیادہ ستائے تو اسی عاجزی میں اپنے رب سے فریاد کرے، اس (شیطان) کا قاعدہ ہے کہ یادِ الٰہی کرتے ہی بھاگ جاتا ہے

(8) (عبادت میں دل لگنے کا) بڑا گُر یہ ہے کہ پیٹ نہ خالی ہو نہ بھرا، اتنا خالی ہو کہ بھوک پریشان کرے یہ بھی مضر ہوگا اور بھرے کے ضرر (نقصان) کا تو ٹھکانا ہی نہیں، افضل و اولیٰ تہائی پیٹ ہے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ص 874-858)

نفلی عبادات:

نفلی عبادات اور اذکار و اشغال میں مشغولی سے پہلے اگر قضا نمازیں یا روزے ہوں اُن کا ادا کر لینا جس قدر ممکن ہو نہایت ضروری

ہے جس پر فرض باقی ہو اُس کے نفل و اعمال مستحبہ کام نہیں دیتے بلکہ قبول نہیں ہوتے جب تک فرض ادا نہ کرلے۔

اذکار و اشغال کے لیے تین باتوں کی ضرورت ہے

(1) تقلیلِ طعام (کم کھانا)

(2) تقلیلِ کلام (کم بولنا)

(3) تقلیلِ منام (کم سونا)

تھجد :

فرضِ عشاء پڑھنے کے بعد کچھ دیر سو رہے پھر شب میں طلوعِ صبح سے پہلے جس وقت آنکھ کھلے اگرچہ رات کے 9 بجے یا جاڑوں (سردیوں) میں جب پونے سات بجے عشاء پڑھ کر سو رہے اور سات سوا سات بجے آنکھ کھلے وہی وقت تہجد کا ہے۔

وضو کر کے کم از کم دو رکعت پڑھ لے تہجد ہو گئی اور سنت آٹھ رکعت ہیں اور معمولِ مشائخ بارہ رکعت (تک) کا اختیار ہے جو چاہے پڑھے اور بہتر یہ ہے کہ جتنا قرآن مجید یاد ہو اس کی تلاوت اِن رکعتوں میں کرے۔ نہ یاد ہو تو ہر رکعت میں تین تین بار سورۃ اخلاص پڑھ لے کہ جتنی رکعتیں پڑھے گا اتنے ختمِ قرآن کا ثواب ملے گا۔

اشراق:

بعد نمازِ صبح بغیر پاؤں بدلے بیٹھا ہوا ذکرِ الٰہی میں مشغول رہے یہاں تک کہ آفتاب بلند ہو یعنی طلوعِ کنارہ شمس کو بیس پچیس منٹ گزر جائیں اُس وقت دو رکعت نماز نفل پڑھے پورے حج و عمرہ کا ثواب لے کر پلٹے۔

اوّابین:

مغرب کے فرض پڑھ کر چھ رکعتیں ایک ہی نیت سے پڑھے، ہر دو رکعت پر ''التحیات'' و ''درود'' و ''دُعا'' پڑھے اور پہلی، تیسری، پانچویں رکعت ''**سُبحَانَكَ اللّٰهُم**'' سے شروع ہو۔ ان میں پہلی دو سنتِ مؤکدہ ہوں گی باقی چار نفل، یہ صلوٰۃ الاوّابین ہے اور اللہ اوّابین کے لیے غفور ہے

(الوظیفۃ الکریمہ از اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبہ المدینہ کراچی ص 26)

ذکرِ جھر کا طریقه :

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

چار زانو بیٹھے۔۔۔

بائیں زانو کی رگِ کیماس داہنے پاؤں کے انگوٹھے اور اس کے برابر کی انگلی میں دبا لے پھر سر جھکا کر (سر کو) بائیں گھٹنے کے محاذی

(برابر) لاکر ''**لا**'' کا ''لام'' یہاں سے شروع کر کے داہنے گھٹنے کے محاذات (برابر) تک کھینچتا ہوا لے جائے۔۔۔

اب یہاں سے ''**اِلٰـہَ**'' کا ہمزہ شروع کر کے لام کے بعد کا الف داہنے شانے تک کھینچتا ہوا لے جائے اور ''ہَ'' داہنی طرف خوب منہ پھیر کر کہے۔۔۔

پھر وہاں سے ''**اِلَّا اللّٰہ**'' بقوّت دل پر ضرب کرے۔۔۔

سو بار (یہ ذکر کرے) یا حسبِ قوت کم سے شروع کرے پھر حسبِ طاقت وفرصت بڑھاتا جائے، بہتر یہ ہے کہ پانچ ہزار ضرب روزانہ تک پہنچائے، جب حرارت بڑھنے لگے ہر سو بار کے بعد ایک یا تین بار **مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ** صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ واصحبہٖ وسلم کہہ لے تسکین پائے گا۔

ایسے وقت اور ایسی جگہ ہو کر کہ ریا نہ آئے، کسی نمازی، ذاکر، یا مریض، یا سوئے ہوئے کو تشویش نہ ہو۔ اگر دیکھے کہ ریا آتا ہے تو بھی ذکر نہ چھوڑے بلکہ خیالِ ریا کو دفع کرے۔ اللہ عزوجل کی طرف اس کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے توسل (وسیلے) سے رجوع لائے، تائب ہو، ان شاء اللہ ''ریا'' دفع ہوگا۔

ذکرِ خفی کا طریقہ:

دوزانو آنکھیں بند کئے۔۔۔

زبان کو تالو سے جمائے کہ متحرک نہ ہو۔۔۔

محض تصور سے کہ سانس کی آواز بھی نہ سنائی دے۔۔۔

ان پانچ (مندرجہ ذیل) طریقوں سے جو طریقہ چاہے اختیار کرے، خواہ وقتاً فوقتاً پانچوں برتے۔

(1) لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه

سر جھکا کر ناف سے ''**لا**'' کا ''لام'' نکال کر سر بتدریج اوپر اٹھاتا ہوا ''**اله**'' کی ''ہ'' دماغ تک لے جائے۔ اور معاً ''**اِلَّا للّٰه**'' کا پہلا ہمزہ وہاں سے شروع کر کے اس کی ضرب ناف خواہ دل پر کرے۔

(2) لَا اِلٰهَ اِلَّا هُو

اس طور پر ''**لَا اِلٰهَ اِلَّا هُو**'' اس میں دوسرا جز ''**اِلَّا هُو**'' ہوگا۔

(3) اِلَّا اللّٰهُ

صرف ''**اِلَّا اللّٰـهُ**'' کا پہلا ہمزہ ناف سے اٹھا کر ''**اِلَّا الُ**'' دماغ تک لے جائے اور معاً ''**لَاہُ**'' وہاں سے اتار کر ناف یا دل پر ضرب کرے۔

(4) اَللّٰہْ

فقط ''**اَللّٰہْ**'' پہلا ہمزہ ناف سے شروع کرکے ''**لاَ**'' کو دماغ تک پہنچائے اور بدستور ''**ہْ**'' کی ضرب کرے

(5) اَللّٰہ

محض ''**اَللّٰہ**''،بسکونِ ہا ، پہلا ہمزہ ناف سے اٹھا کر''لام'' دماغ تک اور''لاہ'' کی ضرب کرے۔

اسے سو بار شروع کرے حسبِ وسعت ہزاروں تک پہنچائے،ان پانچوں میں افضل پہلا طریقہ ہے۔یہ طریقے اس درجہ مفید ہیں کہ انہیں اخفا کرتے ہیں،رموز میں لکھتے ہیں،فقیر نے خاص اپنے برادرانِ طریقت کے لیے اسے عام کیا۔

پاسِ انفاس (سانس کا ذکر):

انہیں پانچوں طریقوں سے جسے چاہے ہر سانس کی آمدورفت میں کھڑے، بیٹھے، چلتے پھرتے ، وضو، بے وضو۔۔۔ملحوظ رکھے یہاں تک کہ اس کی عادت پڑ جائے اور تکلف کی حاجت نہ رہے اب سوتے میں بھی ہر سانس کے ساتھ ذکر جاری رہے گا۔

(الوظیفۃ الکریمہ از اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبہ المدینہ کراچی ص 37-35)

تصورِ شیخ

خلوت میں آوازوں سے دور، روبمکانِ شیخ (اپنے پیر کے مکان کی طرف) اور وصال ہوگیا تو جس طرف مزارِ شیخ ہو اُدھر متوجہ بیٹھے۔

محض خاموش بادب۔۔۔

بکمال خشوع۔۔۔

صورتِ شیخ کا تصور کرے۔۔۔

اور اپنے آپ کو اس کے حضور حاضر جانے۔۔۔

اور یہ خیال جمائے کہ **سرکارِ رسالت** صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے''انوار و فیوض'' شیخ کے قلب پر فائض ہو رہے ہیں۔۔۔

میرا قلب شیخ کے قلب کے نیچے بحالتِ دریوزہ گری (کاسہ پھیلائے) لگا ہوا ہے۔۔۔

اس میں سے انوار و فیوض اُبل اُبل کر میرے دل میں آرہے ہیں۔۔۔

اس تصور کو بڑھائے یہاں تک کہ جم جائے اور تکلف کی حاجت نہ رہے۔۔۔

اس (تصور) کی انتہا پر صورتِ شیخ خود متمثل ہو کر مرید کے ساتھ رہے گی اور ہر کام میں مدد کرے گی اور اس راہ میں جو مشکل اُسے آئے گی اس کا حل بتائے گی۔

(الوظیفۃ الکریمہ از اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبہ المدینہ کراچی ص 37)

مریدین کے لیے اوراد و وظائف

پانچوں نمازوں کے بعد :

(1)''**آیۃُ الکُرسی**''ایک بار مرتے ہی داخلِ جنت ہو

(2)''**اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِی لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّومُ وَ اَتُوبُ اِلَیْہِ**''

(**تین بار**) گناہ معاف ہوں، اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔

(3) تسبیح حضرتِ **سیدتنا فاطمہ زہرا** رضی اللہ تعالٰی عنہا:

''**سُبحٰنَ اللّٰہِ**'' تینتیس(33)بار

''**اَلْحَمْدُ لِلّٰہ**'' تینتیس(33)بار

''**اَللّٰہُ اَکْبَرُ**'' چونتیس(34)بار

آخر میں'' **لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیءٍ قَدِیرٌ**''

(**ایک بار**)اس دن تمام جہان میں کسی کا عمل اس کے برابر بلند نہ کیا جائے گا۔مگر جو اس کے مثل پڑھے۔

(4)ماتھے پر داہنا ہاتھ رکھ کر:

''**بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِی لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیمِ اَللّٰھُمَّ اَذْھِب عَنِّی الھَمَّ وَالحُزْنَ**''

ہرغم وپریشانی سے بچے فقیر اس کے بعد اتنا زائد کرتا ہے **وَعَنْ اَھْلِ السُّنَّۃِ**۔

(5)پنج گنج قادریہ:

☆بعد نماز صبح ''**یَا عَزِیزُ یَااَللّٰہُ**'' (**100مرتبہ**)

☆بعد نماز ظہر ''**یَا کَرِیمُ یَااَللّٰہُ**'' (**100مرتبہ**)

☆بعد نماز عصر ''**یَا جَبَّارُ یَااَللّٰہُ**'' (**100مرتبہ**)

☆بعد نماز مغرب ''**یَاسَتَّارُ یَااَللّٰہُ**'' (**100مرتبہ**)

☆بعد نماز عشاء ''**یَا غَفَّارُ یَااَللّٰہُ**'' (**100مرتبہ**)

(الوظیفۃ الکریمہ از اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبۃ المدینہ ص22-24)

صبح و شام کے وظائف:

نوٹ:۔آدھی رات سے طلوع آفتاب تک صبح ہے اور دوپہر ڈھلے سے غروب آفتاب تک شام اس بیچ میں پڑھ لینا صبح وشام کا پڑھ لینا ہوگا۔

(1) ہر مسلمان روزانہ صبح وشام اور سوتے وقت ایک بار ''**آیة الکرسی**'' اور تین تین بار تینوں ''**قل**'' پڑھ لیا کرے۔
عورتوں کو جن ایام میں نماز کا حکم نہیں ان میں '' **قُل** '' نہ پڑھیں، مگر آٹھوں وقت یا کم از کم صبح وعشا سوتے وقت آیۃ الکرسی ایک ایک بار ضرور پڑھیں۔ اس نیت سے کہ اللہ عزوجل کی تعریف ہے، نہ بہ نیت قرآن مجید کہ ان دنوں میں انہیں قرآن مجید پڑھنا منع ہے

(2) سوتے وقت تینوں '' **قُل** '' اس ترکیب سے پڑھے جائیں کہ لیٹ کر دونوں ہتھیلیاں دعا کی طرح پھیلا کر ایک ایک بار تینوں قل پڑھ کر ہر دو کف دست پر دم کر کے سر منھ سینہ آگے پیچھے جہاں تک ہاتھ پہنچے پھیر لیں پھر دوبارہ یونہی پھر سہ بارہ اسی طرح۔
جو بچے خود پڑھنے کے قابل نہ ہوں ان کے والدین اس طرح تین بار پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر دم کر کے ان کے تمام بدن پر ہر بار ہاتھ پھیر دیں۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص869)

یہ بھی پڑھ لیجئے :

(1) صبح وشام ایک ایک بار یہ دعا پڑھے۔

'' سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ لَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ مَاشَاءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَالَمْ يَشَاء لَمْ يَكُنْ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیءٍ قَدِيرٍ وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیءٍ عِلمًا۔

(2) صبح وشام تین تین بار:

''اَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّمَا خَلَقَ''

(3) صبح وشام تین تین بار:

''بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِی لَا يَضُرُّمَعَ اسْمِهٖ شَیءٌ فِی الاَرْضِ وَلَافِی السَّمَاءِ وَهُوَالسَّمِيعُ الْعَلِيمُ''

یہ تینوں دعائیں عورتیں ایام ناپاکی میں بھی پڑھ سکتی ہیں۔ یہ سب باتیں صحیح حدیثوں سے ثابت ہیں۔ نہایت آسان ومختصر وبے مشقت ہیں اور طاعون ووبا اور ہر بلا سے محافظت کے لیے باذنہٖ تعالیٰ مضبوط ومستحکم قلعے یہ دعائیں ہمیشہ پڑھی جائیں تو بعونہٖ تعالیٰ ہر بلا سے امان ہو۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص870)

مزید صبح وشام کے اعمال :

(1)**''بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰی دِيْنِی بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰی نَفْسِی وَوُلْدِی وَ اَهْلِی وَ مَالِیْ''**

تین تین بار، دین، ایمان، جان، مال، بچے سب محفوظ رہیں

(2)حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ

(دس دس بار) ہر بلا و مکر سے محفوظی ہے۔ حدیث میں سات بار فرمایا۔ **حضور سید غوث اعظم** رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دس بار آیا فقیر کا اسی پر عمل ہے اسے **بحمدہٖ تعالیٰ** تمام مقاصد کے لیے کافی پایا

(3)فَسُبْحٰنَ اللّٰہِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَ حِیْنَ تُصْبِحُوْنَ o وَلَہُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِیًّا وَّ حِیْنَ تُظْھِرُوْنَ o یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ یُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا وَکَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ

ایک ایک بار، جس کسی دن سب وظائف رہ جائیں تو یہ تنہا ان سب کی جگہ کافی ہے نیز رات دن کے ہر نقصان کی تلافی ہے

(4)اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ o فَتَعٰلَی اللّٰہُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ o وَمَنْ یَّدْعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـھًا اٰخَرَ لَا بُرْھَانَ لَہ بِہٖ فَاِنَّمَا حِسَابُہٗ عِنْدَ رَبِّہٖ اِنَّہ لَا یُفْلِحُ الْکٰفِرُوْنَ o وَ قُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَ اَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ

ایک بار، شیطان و جن و آفات سے محفوظی

(5)اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

تین بار، پھر یہ تین آیتیں ایک بار پڑھے

ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّھَادَۃِ ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ o ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُھَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّرُ سُبْحٰنَ اللّٰہِ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ o ھُوَ اللّٰہُ الْخَالِقُ الْبَارِیُٔ الْمُصَوِّرُ لَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی یُسَبِّحُ لَہ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ o

صبح پڑھے تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے استغفار کریں اور اس دن مرے تو شہید ہو اور شام کو پڑھے تو صبح تک یہی حکم ہے۔

(الوظیفۃ الکریمہ از اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبہ المدینہ ص متفرقات)

حصولِ مراد کے لیے :

(1) ''اَللّٰہُ رَبِّی لَاشَرِیكَ لَہٗ''

آٹھ سو چوہتر (874) بار اول آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف، اس قدر عدد معیّن باوضو قبلہ رُخ، دوزانو بیٹھ کر، روزانہ تا حصول مراد پڑھیں اور اسی کلمہ کو اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے وضو بے وضو ہر حال میں بے گنتی بے شمار زبان سے جاری رکھیں۔

(2) ''حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ''

ساڑھے چار سو بار (450) روزانہ تا حصول مراد، اول و آخر درود شریف گیارہ بار۔ جس وقت گھبراہٹ ہو اسی کلمے کی بیشمار

تکثیر (کثرت) کریں۔

(3)　"طفیل حضرت دستگیر، دشمن ہوئے زیر"

بعد نمازِ عشاء ایک سو گیارہ (111) بار، اول وآخر گیارہ گیارہ بار درود شریف تا حصولِ مراد

یہ تینوں عمل نہایت مجرب وسہل الحصول ہیں، ان سے غفلت نہ کی جائے۔ جب کوئی حاجت پیش آئے ہر ایک اتنی اتنی تعداد پر پڑھا جائے، پہلے اور دوسرے عمل کے لیے کوئی وقت معین نہیں، جس وقت چاہیں پڑھیں اور تیسرے کا وقت بعد نماز عشاء ہے۔ جب تک حصول مراد نہ ہو تینوں اسی ترکیب سے پڑھے جائیں، اور جس زمانے میں کوئی حاجت درپیش نہ ہو تو پہلے اور دوسرے کو سو سو بار روز پڑھ لیا کریں اور آخر میں درود شریف تین تین بار۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص870)

مختلف عملیات:

"ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت" سے مخصوص حاجات کے لیے کچھ مخصوص وظائف وعملیات بھی پیشِ خدمت ہیں۔

سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی زیارت کے لیے:

دُرُود شریف کی کثرت شب میں اور سوتے وقت کے علاوہ ہر وقت تکثیر (یعنی کثرت) رکھے بالخصوص اِس دُرُود شریف کو بعدِ عشاء سو بار یا جتنی بار پڑھ سکے پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا اَمَرْتَنَا اَنْ نُصَلِّیَ عَلَیْہِ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا ھُوَ اَھْلُہٗ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَما تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَہٗ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی رُوْحِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِی الْاَرْوَاحِ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی جَسَدِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِی الْاَجْسَادِ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی قَبْرِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِی الْقُبُوْرِ
صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ ط

حصولِ زیارتِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے لئے اس سے بہتر صیغہ نہیں۔ مگر خالص تعظیمِ شانِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے لئے پڑھے، اس نیت کو بھی جگہ نہ دے کہ مجھے زیارت عطا ہو، آگے اُن کا کرم بے حد و بے انتہا ہے۔

فراق ووصل چہ خواہی رضائے دوست طلب
کہ حیف باشد از و غیر او تمنائی

(قربت و دُوری سے کیا مطلب! دوست کی رضا و خوشنودی طلب کر کہ اِس کے علاوہ اُس سے دوسرے کی آرزو کرنا افسوس ناک بات ہے۔)

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبہ المدینہ ص115)

ایمان کے ساتھ خاتمہ بِالْخَیر:

اکتالیس بار صبح کو،

"یَاحَیُّ یَا قَیُّوْمُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ"

اول وآخر درود شریف، نیز سوتے وقت اپنے سب اوراد کے بعد "سورۃ کافرون" روزانہ پڑھ لیا کیجئے اس کے بعد کلام وغیرہ نہ کیجئے ہاں اگر ضرورت ہو تو کلام کرنے کے بعد پھر "سورۃ کافرون" تلاوت کر لیں کہ خاتمہ اسی پر ہو،اِن شَاءَ الله تَعَالٰی خاتمہ ایمان پر ہوگا۔

اور تین بار صبح اور تین بار شام اِس دعا کا وِرد رکھیں:

"اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِكَ مِنْ اَنْ نُشْرِكَ بِكَ شَيْئاً نَعْلَمُه، وَنَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا نَعْلَمُ"

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبہ المدینہ ص311)

پریشانی دُور کرنے کا وظیفہ:

"لاحول شریف" کی کثرت کریں یہ بلاؤں کو دفع (یعنی دُور) کرتی ہے۔اُن (بلاؤں) میں سب سے آسان تر پریشانی ہے اور 10 بار پڑھ کر پانی پر دم کر کے روز پی لیا کریں۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبہ المدینہ ص128)

رِزْق میں بَرَکت کا وظیفہ:

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ **خدمتِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم** میں حاضر ہوئے اور عرض کی دنیا نے مجھ سے پیٹھ پھیر لی۔فرمایا کیا وہ تسبیح تمہیں یاد نہیں جو تسبیح ہے ملائکہ کی اور جس کی برکت سے روزی دی جاتی ہے۔خلقِ دنیا آئے گی تیرے پاس ذلیل وخوار ہو کر،طلوعِ فجر کے ساتھ سو بار کہا کر:

"سُبْحٰنَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحٰنَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰه"

اُن صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سات دن گزرے تھے کہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی حضور! دنیا میرے پاس اس کثرت سے آئی، میں حیران ہوں کہاں اٹھاؤں کہاں رکھوں۔

اس تسبیح کا وِرد رکھیں،حتّی الامکان طلوع صبح صادق کے ساتھ ہو ورنہ صبح سے پہلے جماعت قائم ہو جائے تو اس میں شریک ہو کر بعد کو عدد پورا کیجئے اور جس دن قبلِ نماز بھی نہ ہو سکے تو خیر طلوعِ شمس سے پہلے۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبہ المدینہ ص128)

کان،دانت اور پیٹ کے درد سے حفاظت:

حدیث میں ہے:

"مَنْ سَبَقَ الْعَاطِسَ بِالْحَمْدِ اَمِنَ الشَّوْصِ وَاللَّوْصِ وَالْعِلَّوْصِ"

جو چھینکنے والے سے پہلے حمدِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ بجالائے وہ کان اور دانت اور پیٹ کے درد سے محفوظ رہے گا۔ (المقاصد الحسنۃ)

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبہ المدینہ ص322)

بخار کا رُوحانی علاج:

"سُوْرَۃ مُجَادَلَۃ" جو اَٹھائیسویں پارہ کی پہلی سورت ہے بعدِ عَصر تین مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کر کے پلایئے۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبہ المدینہ ص325)

دماغی علاج کا وظیفہ:

" لَاحَوْل شریف " 60بار " اَلْحَمْدشریف " اور "آیۃُ الْکُرْسِی شریف" ایک ایک بار، تینوں "قُل"، تین، تین بار پانی پر دَم کر کے پلایئے۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبہ المدینہ ص341)

بینائی تیز کرنے کا نُسخہ:

(1) "آیۃُ الْکُرْسِی شریف" یاد کر لیجئے ہر نماز کے بعد ایک بار پڑھیے، نماز پنجگانہ کی پابندی رکھئے اور عورتیں کہ جن دنوں میں انہیں نماز کا حکم نہیں وہ بھی پانچوں وقت "آیۃُ الْکُرْسِی" اس نیّت سے کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی تعریف ہے نہ اس نیّت سے کہ کلامُ اللہ ہے پڑھ لیا کریں اور جب اس کلمہ پر پہنچیں "وَلَا یَـــئُوْدُہ حِفْظُھُمَا" دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آنکھوں پر رکھ کر اس کلمہ کو گیارہ بار کہیں پھر دونوں ہاتھوں کی انگلیوں پر دم کر کے آنکھوں پر پھیر لیں۔

(2) بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نور نور نور نور نور

سفید چینی کی تشتری (یعنی پلیٹ) پر اسے اسی طرح لکھیں کہ واؤ اور میم کے سر کھلے رہیں آبِ زمزم شریف اور نہ ملے تو آبِ باراں (یعنی بارش کا پانی) اور نہ ملے تو آبِ جاری اور نہ ملے تو آبِ تازہ سے دھو کر دو سو چھپن بار اس پر "یَـا نُوْر" پڑھ کر دم کریں اَوّل وآخر تین تین بار یہ درود شریف:

اَللّٰھُمَّ یَا نُوْرُ یَا نُوْرَ النُّوْرِ صَلِّ عَلٰی نُوْرِکَ الْمُنِیْرِ وَاٰلِہٖ وَبَارِك وَسَلِّم

یہ پانی آنکھوں پر لگائیں اور باقی پی لیں۔

یہ عمل ایسے قَوِیُّ التّاثیر (یعنی زبردست اثر والے) ہیں کہ اگر صِدقِ اعتِقاد (یعنی سچا یقین) ہوتو **اِنْ شَاءَ اللہُ تَعَالٰی** گئی ہوئی آنکھیں واپس آ جائیں۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبہ المدینہ ص375)

مصیبت زدہ کو دیکھ کر پڑھی جانے والی دُعا:

جس بیمار یا مصیبت زدہ کو دیکھ کر اِس دُعا کر پڑھے وہ بیماری و مُصیبت ان شاءاللہ تعالیٰ عمر بھر پاس نہ آئے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّاابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلاً

اللہ کا شکر ہے اس نے مجھے اس سے عافیت بخشی جس میں تجھے مبتلا کیا اور بہت ساری مخلوق پر مجھے اس نے فضیلت عطا فرمائی۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبہ المدینہ ص406)

قرض کی ادائیگی کا وظیفہ:

اَللّٰھُمَّ اكْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ

اے اللہ مجھے حلال چیزوں میں کفایت کر حرام چیزوں سے دور رکھ اور تیرے ماسوا سے مجھے اپنے فضل سے غنی کر دے

ہر نماز کے بعد، 11 بار اور صبح و شام سو، سو بار روزانہ اول و آخر درود شریف۔ اِسی دعا کی نسبت مولیٰ علی کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ ''اگر تجھ پر مثل پہاڑ کے بھی قرض ہوگا تو اسے ادا کر دے گا۔'' (جامع ترمذی، کتاب الدعوات)

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبہ المدینہ ص439)

لَقْوَہ اور فالج کا رُوحانی علاج:

لوہے کے پتّر پر ''سورۃ زِلْزال شریف'' کندہ کرالیجئے اور اسے دیکھتے رہا کیجئے۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبہ المدینہ ص481)

زھریلے جانوروں سے بچنے کی دعا:

حدیث میں ہے:

''اَعُوْذُ بِكَلِمٰتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ''

ترجمہ: پناہ لیتا ہوں میں اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کی ہر مخلوق کے شر سے

(سنن ابی داؤد، کتاب الطب، باب کیف الرقی)

جو صبح کو پڑھ لے گا تمام دن زہریلے جانوروں سے محفوظ رہے گا۔ اور جو شام کو پڑھ لے تو صبح تک۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبہ المدینہ ص473)

گلا پھولنے کا روحانی علاج:

''اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ''

لکھ کر گلے میں ڈال لیا جائے۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبہ المدینہ ص499)

تنگ دستی دُور کرنے کا وظیفہ:

''یَا مُسَبِّبَ الْاَسْبَاب''

500 بار، اول و آخر گیارہ، گیارہ بار دُرود شریف، بعد نمازِ عشا، قبلہ رُو، باوُضو، ننگے سر ایسی جگہ کہ جہاں سر اور آسمان کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو، یہاں تک کہ سر پر ٹوپی بھی نہ ہو، پڑھا کریں۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبہ المدینہ ص256)

ساتواں باب

کرامات

کرامت کسے کہتے ہیں۔۔۔اقسام کرامت۔۔۔ہرنوع کی کرامات

کرامت کسے کہتے ہیں

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کرامات کے ذکر سے پہلے کرامت کی تعریف اور اسکی اقسام بیان کی جاتی ہیں۔ بعدازاں ہم دیکھیں گے کہ ہر قِسم کی کرامتوں کا ظہور **اعلیٰ حضرت** کی ذاتِ مبارکہ سے ہوا۔

کرامت کی تعریف:

مومن متقی سے اگر کوئی ایسی نادرالوجود و تعجب خیز چیز صادر و ظاہر ہو جائے جو عام طور پر عادتاً نہیں ہوا کرتی اُس کو ''کرامت'' کہتے ہیں

اعلیٰ حضرت ارشاد فرماتے ہیں:

کرامت سب کی ''وَہبی'' (یعنی محض اللہ کی طرف سے عطائی ہوتی ہے) اور وہ جو کَسب سے حاصل ہو بھان متی یعنی مَداری کا تماشا ہے، لوگوں کو دھوکا دینا ہے۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبۃ المدینہ ص444)

نوٹ:۔ نبی سے جو بات خلافِ عادت قبلِ نبوّت ظاہر ہو، اُس کو ''**اِرہاص**'' کہتے ہیں اور ولی سے جو ایسی بات صادر ہو اس کو ''**کرامت**'' کہتے ہیں اور عام مومنین سے جو صادر ہو اُسے ''**معونت**'' کہتے ہیں اور بیباک فجّار یا کفّار سے جو اُن کے موافق ظاہر ہو، اُس کو ''**اِستِدراج**'' کہتے ہیں اور اُن کے خلاف ظاہر ہو تو ''**اِہانت**'' کہتے ہیں۔

(بہارِشریعت جلد اول از صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی مطبوعہ مکتبۃ المدینہ ص58)

کرامتِ اولیاء حق ہے:

''بہارِ شریعت'' میں ہے:

کرامتِ اولیاء حق ہے، اِس کا منکر گمراہ ہے۔ اولیائے کرام کو اللہ عزوجل نے بہت بڑی طاقت دی ہے، ان میں جو اصحابِ خدمت ہیں، اُن کو تصرّف کا اختیار دیا جاتا ہے، سیاہ، سفید کے مختار بنا دیے جاتے ہیں یہ حضرات نبی **صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم** کے سچے نائب ہیں، ان کو اختیارات و تصرفات **حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم** کی نیابت میں ملتے ہیں۔

عُلومِ غیبیہ ان پر منکشف ہوتے ہیں، ان میں بہت کو ''**مَا کَانَ وَمَا یَکُوْن**'' (روزِ اوّل سے لے کر روزِ قیامت تک جو کچھ ہوا یا ہونے والا ہے سب کا علم) اور تمام لوحِ محفوظ پر اطلاع دیتے ہیں، مگر یہ سب **حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم** کے واسطہ و عطا سے، بے وِساطتِ رسول کوئی غیرِ نبی کسی غیب پر مُطّلع نہیں ہوسکتا۔۔۔

مُردہ زندہ کرنا، مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو شِفا دینا، مشرق سے مغرب تک ساری زمین ایک قدم میں طے کر جانا، غرض تمام خَوارقِ عادات اولیاء سے ممکن ہیں، سوا اس معجزہ کے جس کی بابت دوسروں کے لیے ممانعت ثابت ہو چکی ہے۔ جیسے قرآنِ مجید کے مثل کوئی

سورت لے آنا، یا دنیا میں بیداری میں **اللہ عزوجل** کے دیدار یا کلامِ حقیقی سے مشرف ہونا، اِس کا جو اپنے یا کسی ولی کے لیے دعویٰ کرے، کافر ہے۔

اِن سے اِستمداد و اِستعانت محبوب ہے، یہ مدد مانگنے والے کی مدد فرماتے ہیں۔ چاہے وہ کسی (بھی) جائز لفظ کے ساتھ ہو۔ رہا ان کو فاعلِ مستقل جاننا، یہ وہابیہ کا فریب ہے، مسلمان کبھی ایسا خیال نہیں کرتا، مسلمان کے فعل کو خواہ مخواہ قبیح صورت پر ڈھالنا وہابیت کا خاصہ ہے۔

(بہارِ شریعت جلد اول از صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی مطبوعہ مکتبہ المدینہ ص 267)

بنیادی طور پر کرامات کی دو قسمیں ہیں:

بنیادی طور پر کرامات کی دو قسمیں ہیں:

(1) کراماتِ محسوسہ۔

(2) کراماتِ معنویہ۔

چنانچہ ''فتاویٰ رضویہ شریف''، میں **اعلیٰ حضرت** امام عین المکاشفہ کا درجہ ذیل قول نقل کرتے ہیں جس سے کرامات کی ان دونوں قسموں سے بخوبی آگاہی حاصل ہوتی ہے، آپ تحریر فرماتے ہیں۔۔۔

حضرت عین المکاشفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

یقین جان! اللہ تیری مدد کرے کہ کرامت حق سبحانہٗ کے نام ''بَـــرّ'' (احسان کرنے والا) کی بارگاہ سے آتی ہے تو اسے صرف ابرار (یعنی نیکوکار) ہی پاتے ہیں اور وہ (کرامات) دو قسم ہے، ''محسوس ظاہری'' و ''معقول معنوی''۔

کرامتِ محسوسہ:

عوام صرف کرامتِ محسوسہ کو جانتے ہیں جیسے کسی کو دل کی بات بتا دینا، گزشتہ و موجودہ و آئندہ غیبوں کی خبر دینا، پانی پر چلنا، ہوا پر اڑنا، صدہا منزلِ زمین ایک قدم میں طے کرنا، آنکھوں سے چھپ جانا کہ سامنے موجود ہو اور کسی کو نظر نہ آئیں وغیرہ، اور کراماتِ معنویہ کہ صرف خواص پہچانتے ہیں، وہ یہ ہیں کہ اپنے نفس پر آدابِ شرعیہ کی حفاظت رکھے۔ عمدہ خصلتیں حاصل کرنے اور بری عادتوں سے بچنے کی توفیق دیا جائے، تمام واجبات ٹھیک ادا کرنے پر التزام رکھے وغیرہ۔ ان کرامتوں (کراماتِ معنویہ) میں مکر واستدراج کو دخل نہیں اور وہ کرامتیں (کراماتِ حسیہ) جنھیں عوام پہچانتے ہیں ان سب میں مکرِ نہاں (چھپے ہوئے مکر) کی مداخلت ہوسکتی ہے پھر یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ظاہری کرامتیں استقامت کا نتیجہ ہوں یا خود استقامت پیدا کریں ورنہ کرامت نہ ہوگی۔

کرامتِ معنویہ:

اور کرامتِ معنویہ میں مکر واستدراج کی مداخلت نہیں اس لئے کہ علم ان کے ساتھ ہے علم کا شرف خود ہی تجھے بتائے گا کہ ان میں مکر کا

دخل نہیں، اس لئے کہ شریعت کی حدیں کسی کے لئے مکر کا پھندا قائم نہیں کرتیں، اس وجہ سے کہ شریعت سعادت پانے کا عین صاف وروشن راستہ ہے علم ہی مقصود ہے اوراسی نے نفع پہنچانا ہے اگر چہ اس پر عمل نہ ہو کہ مطلقاً اشادہوا ہے کہ عالم و بےعلم برابر نہیں تو علماء ہی مکر واشتباہ سے امان میں ہیں وبس۔

(فتاویٰ رضویہ شریف جلد21 مطبوعہ رضا فاونڈیشن لاہور ص550-549)

جب ہم **اعلیٰ حضرت** کی حیاتِ طیبہ پر نگاہ ڈالتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ آپ کرامت کی ان دونوں قسموں کے عامل تھے۔ ''کرامتِ معنویہ''، یعنی شریعت پرعمل واستقامت تو **اعلیٰ حضرت** کی حیاتِ طیبہ کا **جزو لا ینفك** تھا، جس کی کچھ جھلکیاں ہم پچھلے صفحات میں پڑھ چکے ہیں۔ لیکن اس فصل میں ہمارا موضوع ''کراماتِ حسیہ'' ہیں۔۔۔

کرامت کی پچیس اقسام کا ذکر:

''کراماتِ حسیہ'' کی پھر بہت ساری اقسام ہیں چنانچہ:

امام المحقق حضرتِ علامہ شیخ محمد یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب ''جامعِ کراماتِ اولیا'' میں حضرت علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب ''الطبقات'' کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ کرامات کی بہت سی قسمیں ہیں، ان کی تعداد سو سے بھی زائد ہے، پھر امام سبکی نے کرامت کی درجہ ذیل پچیس اقسام بیان کی ہیں۔۔۔

(1) مردوں کو زندہ کرنا۔۔۔

(2) مردوں سے کلام کرنا۔۔۔

(3) دریاؤں پر تصرف۔۔۔

(4) انقلابِ ماہیت (جنس کو تبدیل کر دینا)۔۔۔

(5) زمین کا سمٹ جانا۔۔۔

(6) جمادات اور حیوانات سے ہمکلام ہونا۔۔۔

(7) شفائے امراض۔۔۔

(8) حیوانات کا تابع فرمان ہونا۔۔۔

(9) زمانے کا مختصر ہو جانا۔۔۔

(10) زمانے کا طویل ہو جانا۔۔۔

(11) مقبولیتِ دُعا۔۔۔

(12) خاموشی وکلام پر قدرت۔۔۔

(13) دلوں کو اپنی طرف مائل کر لینا۔۔۔

(14) غیب کی خبریں دینا اور کشف ہونا۔۔۔

(15) کھائے پئے بغیر عرصہء دراز گزارنا۔۔۔

(16) مقامِ تصرف پر فائز ہو کر تصرف کرنا۔۔۔

(17) زیادہ کھانا کھانے پر قدرت ہونا۔۔۔

(18) حرام کھانے سے محفوظ رہنا۔۔۔

(19) پردوں کے پیچھے دور دراز جگہ کا مشاہدہ کرنا۔۔۔

(20) ہیبت ودبدبہ۔۔۔

(21) دُشمنوں کے شر سے بچنا۔۔۔

(22) مختلف صورتوں میں ظاہر ہونا۔۔۔

(23) زمین کے ذخیروں کو جان لینا۔۔۔

(24) مشکلات کا آسان ہو جانا۔۔۔

(25) ہلاکت خیز اشیاء کا اثر نہ ہونا۔۔۔

(ماخوذ از جامع کراماتِ اولیا از علامہ نبہانی مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور ص 186-177)

اعلیٰ حضرت اور اقسامِ کرامات:

اعلیٰ حضرت کی حیاتِ طیبہ میں حیران کن طور پر مندرجہ بالا اقسامِ کرامات میں سے تقریباً سبھی اقسام کی کرامات ملتی ہیں، ان پچیس اقسام کے علاوہ ہم نے مزید چار اقسام۔۔۔

(26) جو فرمایا سو ہوا۔۔۔

(27) جنات کا تابع ہونا۔۔۔

(28) خواب میں دستگیری۔۔۔

(29) بعد از وصال کرامات۔۔۔

کا اضافہ کر کے کل انتیس اقسام اور ان کے تحت 123 کرامات بیان کی ہیں، اس باب میں ہم آپ کی کرامات کو انہی اقسام کے تحت بیان کرتے ہیں۔۔۔

پہلی قسم:

مردے زندہ کرنا

یہ وہ صنفِ کرامت ہے جس کا صدور بہت سے اولیائے کرام سے ہوا کہ انہوں نے مردے تک زندہ کر دئے ، یہ کرامت کی قسم حضرت **عیسیٰ** علیہ السلام کے **معجزہ** کا پرتو ہیں (کہ آپ بھی مردے زندہ فرمایا کرتے تھے)، **اعلیٰ حضرت** سے بھی اس طرح کی کرامات کا ظہور ہوا ۔۔۔

میں دوبارہ زندہ ہو چکا تھا:

مفتی غلام سرور قادری رضوی صاحب اپنی کتاب ''الشاہ احمد رضا'' میں ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان کی ایک زندہ کرامت ''شیخ حبیب الرحمٰن'' کے نام سے آج بھی لاہور میں موجود ہے۔ شیخ حبیب الرحمٰن صاحب ''پراسیکیوٹنگ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس'' (حال متعین محکمہ انٹی کرپشن لاہور 1971ء) نے 11 اپریل 1971 کو **اعلیٰ حضرت** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے 51 ویں عُرسِ مبارک کے موقع پر لاہور میں **اعلیٰ حضرت** کی یہ کرامت تقریر میں سُنائی جو اُن کی اپنی آپ بیتی ہے۔

محترم شیخ صاحب نے فرمایا کہ یہ 1920 کا واقعہ ہے، میرے دانت نکلنے کا زمانہ تھا، اُس وقت عمر تقریباً ایک سال کی ہوگی ، میرے والدین کے بیان کے مطابق میں اُس وقت بہت کمزور تھا ، بخار کی زیادتی تھی ، رفتہ رفتہ بیماری شدت پکڑ گئی اور نمونیہ ہو گیا ، اور سانس بند ہو گیا ، حتیٰ کہ میرے والدین نے مجھے مُردہ قرار دے دیا اور رضائی میں لپیٹ کر علیحدہ رکھ دیا۔ سب گھر والے میری موت کے صدمہ سے رو رو کر نڈھال ہو گئے ، میں اُن کا اکلوتا بچہ تھا۔ میرے ماں باپ **اعلیٰ حضرت** کے زیرِ سایہ ایک قریبی مکان میں رہائش پذیر تھے۔

اعلیٰ حضرت کو بھی اس اَلم ناک واقعہ کا علم ہوا تو آپ غمگین ہوئے ، علالت کی تفصیل دریافت فرمائی ، چند تعویذ عطا فرمائے اور ہدایت فرمائی کہ ان کی دھونی بچہ کے ناک میں دی جائے۔

میرے ماں باپ کو چونکہ بے حد عقیدت تھی اس لیے اُنہوں نے حسبِ ارشاد تعمیل کی اور ساتھ ساتھ کفن دفن کی تیاریاں بھی ہو رہی تھیں کہ اچانک رضائی کے اندر سے میرے رونے کی آواز سنائی دی۔ والدہ صاحبہ نے دوڑ کر منہ سے رضائی ہٹائی تو حیران رہ گئیں

''میں دوبارہ زندہ ہو چکا تھا''

ہر طرف خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ یہ **اعلیٰ حضرت** کی دُعا کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ اور رحمت سے مجھ کو ایک مرتبہ پھر زندگی عطا فرمائی میری عمر اب پچاس سال سے کچھ زائد ہے مگر میں اب تک **اعلیٰ حضرت** کی برکتوں کا اثر اپنے اندر محسوس کرتا ہوں۔

(الشاہ احمد رضا از مفتی غلام سرور قادری مطبوعہ مکتبہ فریدیہ ساہیوال ص 180)

بھیا ! بڑے مولانا کنے جا:

حاجی کفایت اللہ صاحب کا بیان ہے کہ:

حاجی خدا بخش صاحب فرماتے ہیں کہ ''میرا ایک لڑکا تھا جس کا نام مقبول احمد تھا، 19 سال اس کی عمر تھی، (**اعلیٰ حضرت** کا بڑا معتقد تھا) اُس کو بخار آیا، تیسرے روز اس کی حالت بہت غیر ہوئی، یہاں تک کہ انتقال ہو گیا۔ گھر کی عورتیں رونے لگیں، پھر اُن عورتوں کو خیال آیا کہ ایک کپڑا اپھاڑ کر اس کے پاؤں کے دونوں انگوٹھے باندھ دیں، جب وہ باندھنے لگیں تو اس نے اپنا پاؤں کھینچ لیا اور اس میں جان آ گئی اور باتیں کرنے لگا اور اپنے بڑے بھائی سے کہا ''بھائی! مولانا کے پاس جا''۔

ہم لوگوں نے اِس بات کا کچھ خیال نہ کیا، پھر اس کی وہی حالت ہوگئی اور اس کا دم نکل گیا۔ عورتیں رونے لگیں، اس کے بعد ان کو پھر خیال آیا تب انگوٹھے باندھنے لگیں اس نے پھر پاؤں کھینچ لیا اور آنکھیں کھول دیں اور کہا ''بھیا! بڑے مولانا کنے جا''۔ ہم نے پھر نہیں خیال کیا تیسری مرتبہ پھر وہی واقعہ ہوا۔

غرض صبح سے تیسری پہر تک یہی حالت رہی جب تین مرتبہ یہ حالت گزری تو میں نے اپنے بڑے لڑکے سے کہا تو جا اور حاجی طالب صاحب سے پرچہ لکھوا کر **اعلیٰ حضرت** کے پاس جا، وہ گیا اور حاجی صاحب موصوف سے پرچہ کیفیت کا لکھوا کر لے گیا۔

اعلیٰ حضرت پھاٹک ہی میں تشریف رکھتے تھے اس نے وہ پرچہ دے دیا، **اعلیٰ حضرت** نے وہ پرچہ پڑھا اور فرمایا میں ابھی چلتا ہوں کوئی سواری ہے؟ میں نے کہا حضور ''یکہ'' ہے، فرمایا خیر میں ''یکہ'' ہی پر چلا چلوں گا۔

بالآخر **اعلیٰ حضرت** ہمارے ہاں تشریف لائے، لڑکے کو بٹھایا اور دم کر کے اسے اپنے ہاتھ سے پانی پلایا، پھر آپ نے اسے لٹا دیا، مغرب کا وقت قریب تھا، **اعلیٰ حضرت** مسجد میں تشریف لے گئے، وہیں میں نے بھی نماز پڑھی، نماز کے بعد آپ واپس مکان پر تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا اب میں تعویذ لکھ کر دوں گا آپ محلّہ سوداگران تشریف لا کر لے جائیے گا۔

جس وقت حضرت مکان سے چلے اس لڑکے نے اپنی گردن گھما کر **اعلیٰ حضرت** کو دیکھا جب تک حضرت دروازہ تک پہنچے اس وقت تک دیکھتا ہی رہا۔

اِتفاق وقت دیکھئے کہ میں آپ کے یہاں تعویذ لانے کے لیے جانا بھول گیا، شب میں اس کا دوبارہ انتقال ہو گیا پھر زندہ نہ ہوا۔ **اعلیٰ حضرت** کا بہت معتقد تھا اسکی روح **اعلیٰ حضرت** کو دیکھنے کے لیے بے چین تھی **حضرت** کو دیکھا تو اس کو سکون و چین مل گیا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ص918)

دوسری قسم:

مردوں سے کلام کرنا

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایسے ولی کامل تھے کہ آپ صاحبانِ مزارات سے گفتگو بھی فرمالیا کرتے تھے۔ اس سلسلے میں چند واقعات بطورِ شہادت پیشِ خدمت ہیں۔

ایک ولی نے ایک ولی سے ملاقات کی:

''تجلیاتِ امام احمد رضا'' میں ہے کہ:

غالبًا 1320ھ میں حضورِ **اعلیٰ حضرت** ''بیسلپور'' حضرت مولانا عرفان علی صاحب بیسلپوری کے دولت خانے پر تشریف لے گئے اور مولانا عرفان علی صاحب سے فرمایا کہ کیا اس بستی میں کسی ولی اللہ کا مزار شریف ہے؟ انہوں نے عرض کیا حضور! یہاں تو کسی مشہور ولی کا مزار میری نظر میں نہیں۔

اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا مجھے تو **''ولی اللہ''** کی خوشبو آرہی ہے، میں ان کے مزار پر فاتحہ پڑھنے جاؤں گا۔ تب مولانا عرفان علی نے عرض کیا حضور! ہاں بالکل اس بستی کے کنارے پر ایک قبر ہے، جنگلی علاقہ ہے، ایک کوٹھڑی بنی ہوئی ہے، اُسی کے اندر وہ قبر ہے۔

فرمایا چلئے؛ **اعلیٰ حضرت** اس گمنام مزار پر تشریف لے گئے اور آپ نے اس چار دیواری کے اندر جا کر دروازہ بند کرلیا اور تقریباً پون گھنٹے تک اندر ہی رہے۔

سینکڑوں کا مجمع تھا، عینی شاہدوں کا، خصوصاً مولانا عرفان علی صاحب کا بیان ہے کہ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا دو لوگ آپس میں گفتگو فرما رہے ہیں، ان اوقات میں ایک ولی نے ایک ولی سے ملاقات کی اور کیا کیا راز و نیاز کی گفتگو فرمائی کسی کو معلوم نہیں، ہاں جب آپ باہر تشریف لائے تو چہرے پر جلال روشن تھا، بارعب آواز میں فرمایا:

بیسلپور والو! تم اب تک تاریکی میں تھے یہ اللہ تعالیٰ کے زبردست ولی اللہ ہیں، غازیانِ اسلام سے ہیں، سہروردی سلسلے کے ہیں، قبیلہء انصار سے ہیں، غازی کمال شاہ ان کا نام ہے، انہوں نے شادی نہیں کی تھی۔ تم لوگوں کا فرض ہے کہ ان سے کسب فیض کرتے رہو اور ان کے مزار شریف کو عمدہ طور پر تعمیر کرو۔

اعلیٰ حضرت کا یہ فرمانا تھا کہ اسی وقت سے لوگوں کا ہجوم ہونے لگا اور آپ کی بارگاہ سے لوگ مستفیض ہونے لگے اب وہ اُجاڑ جنگل نما خطہ تھوڑے ہی دنوں میں صحنِ گلزار بن گیا۔

(تجلیاتِ امام احمد رضا از امانت رسول مکتبہ برکاتی پبلیشرز ص100)

صاحب مزار سے بالمشافہ ملاقات کی:

اعلیٰ حضرت ایک مرتبہ پیلی بھیت تشریف لے گئے اور حضرت مولانا شاہ وصی احمد صاحب محدث سورتی علیہ الرحمہ کے دولت خانہ پر قیام فرما ہوئے۔

اعلیٰ حضرت نے حضور محدث سورتی سے فرمایا کہ ہمیں بشارت ہوئی ہے کہ شاہ کلیم اللہ ولی کے مزار پر جانا ہے، وہ ہم سے فرماتے ہیں ہمارے مقبرے پر تشریف لایئے۔ چنانچہ **اعلیٰ حضرت** کے ہمراہ محدث سورتی صاحب و دیگر طلباء اُن کے مزار شریف پر تشریف لے گئے۔

جب وہاں پہنچے تو دیکھنے میں یہ آیا کہ مزارِ اقدس کے کواڑ کھلے ہوئے ہیں اور چوکھٹ کے بیچ میں ایک اژدھا لیٹا ہوا ہے۔ **اعلیٰ حضرت** مزار کے قریب پہنچے تو وہ اژدھا اندر چلا گیا، **اعلیٰ حضرت** بھی اندر تشریف لے گئے۔

حضرت محدث سورتی علیہ الرحمہ وغیرہ اندر جانا چاہتے تھے کہ مزار شریف کے کواڑ خود بخود بند ہو گئے اور حضرت محدث صاحب وغیرہ باہر رہ گئے۔ اب **اعلیٰ حضرت** اور اژدہا اور صاحب مزار اندر ہیں۔ باہر محدث صاحب اور دیگر طلباء اس واقعے کو دیکھ کر متفکر ہوئے۔

تقریباً دو گھنٹے کے بعد یکا یک مزار اقدس کا دروازہ کھلا اور **اعلیٰ حضرت** مزار اقدس سے ہشاش بشاش باہر تشریف لائے اور فرمایا اب وہ اژدھا نظر نہیں آئے گا اور یہ صاحبِ مزار نقشبندی سلسلے سے منسلک ہیں اور اس شہرِ پیلی بھیت کے **''سلطانُ الاولیاء''** ہیں۔ اس وقت عجیب منظر تھا، نیز **اعلیٰ حضرت** نے فرمایا صاحبِ مزار نے اس فقیر سے بالمشافہ ملاقات کی اور گفتگو فرمائی۔

اس کرامت کو دیکھ کر سلطان الواعظین مولانا شاہ عبدالاحد صاحب نبیرہ شاہجی میاں، مولانا شاہ حبیب الرحمٰن صاحب اور حضرت مولانا مولوی شاہ ابوسراج عبدالحق صاحب شمسی حضرت شاہ کلیم اللہ ولی کے مزارِ پرانور ہی پر **اعلیٰ حضرت** کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔

جب سے یہ واقعہ ہوا وہاں اژدھا نظر نہیں آیا عام طور پر لوگ مزار شریف پر حاضری دینے لگے، اُس سے قبل اژدھے کی وجہ سے لوگ دور ہی سے فاتحہ پڑھ لیا کرتے تھے۔

(تجلیات امام احمد رضا از مولانا امانت رسول مطبوعہ کراچی ص 53)

تیسری قسم:

دریاؤں پر حکومت

اس صنفِ کرامت سے بھی **اعلیٰ حضرت** متصف تھے چنانچہ۔۔۔

سمندری طوفان تھم گیا:

پہلے حج سے واپسی پر جب کہ آپ والدین کے ہمراہ بحری جہاز سے تشریف لا رہے تھے راستے میں سَمندری طوفان آ گیا۔ خود ہی ارشاد فرماتے ہیں۔۔۔

واپسی میں تین دن طوفانِ شدید رہا تھا، اِس کی تفصیل میں بہت طول ہے۔ لوگوں نے کفن پہن لئے تھے۔ حضرتِ والدہ ماجدہ کا اضطراب دیکھ کر اُن کی تسکین کے لیے بے ساختہ میری زبان سے نکلا کہ آپ اطمینان رکھیں، خدا کی قسم! یہ جہاز نہ ڈوبے گا۔ یہ قسم میں نے حدیث ہی کے اطمینان پر کھائی تھی جس میں کشتی پر سوار ہوتے وقت غرق سے حفاظت کی دُعا ارشاد ہوئی ہے۔ میں نے وہ دُعا پڑھ لی تھی لہٰذا حدیث کے وعدہ صادقہ پر مطمئن تھا۔ پھر بھی قسم کے نکل جانے سے خود مجھے اندیشہ ہوا اور معاً حدیث یاد آئی:

''مَنْ یَّتاءَ لَّ عَلَی اللہِ یُکْذِبُہٗ''

'' جواللہ پر قسم کھائے اللہ اُس کی قسم کو رد فرما دیتا ہے'' (کنز العمال، حدیث 4358)

حضرتِ عزت (اللہ عزوجل) کی طرف رُجوع کی اور سرکارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے مدد مانگی ،اَلْحمدُ للّٰہ ! وہ مخالف ہوا کہ تین دن سے بشدت چل رہی تھی دو گھڑی میں بالکل موقوف ہوگئی اور جہاز نے نجات پائی۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبۃ المدینہ ص 181)

کشتی کو ڈوبنے سے بچا لیا :

مولانا محمد امجد علی اعظمی صاحب بیان فرماتے ہیں کہ:

ایک مرتبہ ہم **اعلیٰ حضرت** سے درسِ حدیث لے رہے تھے کہ خلافِ عادت آپ وہاں سے اٹھے اور پندرہ منٹ کے بعد قدرے متفکر، پریشان واپس تشریف لائے ،اس حال میں کہ آپ کے دونوں ہاتھ مع آستین کے تر (گیلے) تھے، مجھے حکم فرمایا کہ خشک کرتہ لے آیئے! میں نے حاضر کیا، حضور نے پہنا اور پھر ہم لوگوں کو درسِ حدیث دینے لگے۔

میرے دل میں یہ عجیب بات کھٹکی تو میں نے وہ دن ،تاریخ اور وقت لکھ لیا۔ چنانچہ گیارہ دن کے بعد ایک جماعت تحفہ وتحائف لے کر حاضر ہوئی، جب وہ لوگ واپس جانے لگے تو میں نے اُن سے اُن کا حال پوچھا کہ کہاں مکان ہے، اس وقت کہاں سے تشریف لائے اور کیسے آنا ہوا؟۔

اُن لوگوں نے اپنا واقعہ بیان کیا کہ: ہم فلاں تاریخ کو کشتی میں سوار ہوئے ، ہوا تیز چلنے لگی اور موجیں زیادہ ہونے لگیں، یہاں تک کہ کشتی کے الٹ جانے اور ہم لوگوں کے ڈوب جانے کا خطرہ پیدا ہوا، ہم نے **اعلیٰ حضرت** سے توسُّل کیا اور نذر مانی۔

کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کشتی کے نزدیک آیا اور اس کا کنارہ پکڑ کر کنارے پر پہنچا دیا، تو **اعلیٰ حضرت** کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کو بچا لیا، اب وہی نذر پوری کرنے اور **اعلیٰ حضرت** کی زیارت کو آئے ہیں۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ص 996)

چوتھی قسم:

ماھیت کو تبدیل کرنا

اس نوع میں بھی **اعلیٰ حضرت** سے کرامات صادر ہوئیں چنانچہ۔۔۔

خربوزہ میٹھا ہو گیا :

جنابِ سید ایوب علی صاحب فرماتے ہیں کہ:

سید محمود جان صاحب ساکن ''محلّہ گڑھی'' نے فرمایا کہ ''ایک روز مولانا سید سلیمان اشرف صاحب بہاری پروفیسر دینیات علی گڑھ یونیورسٹی **اعلیٰ حضرت** کی خدمت میں حاضر تھے اور کچھ پھل خربوزہ کے رکھے ہوئے تھے۔

بایمائے (باجازتِ) **اعلیٰ حضرت** پھل مولانا ممدوح نے اٹھایا اور گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ کر تراشا تو پھیکا نکلا ،اس کے بعد **اعلیٰ حضرت** نے صرف ایک بار سورۃ اخلاص پڑھ کر تراشا تو میٹھا نکلا، مولانا سید سلیمان اشرف صاحب نے فرمایا کہ:

''میں گیارہ مرتبہ پڑھوں تو پھیکا نکلے آپ ایک بار پڑھیں تو میٹھا نکلے''

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفرالدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص929)

موسم تبدیل ہو گیا:

مولانا محمد حسین میرٹھی صاحب کا بیان ہے کہ:

ایک مرتبہ میں بریلی شریف گیا، دو دن رہ کر سنا کہ آج حضرت ایک موضع (دیہات) کو تشریف لے جائیں گے، آپ کے ایک مرید خان صاحب نے دعوت کی ہے، کچھ لوگ ہمراہ جائیں گے۔ میں نے یہ خیال کر کے کہ آپ کی کثیر صحبت میسر ہو گی ہمرکاب چلنے کی اجازت لے لی۔

غالباً قریبِ عصر ٹرین وہاں پہنچی، اسٹیشن پر اتر کر نماز پڑھی گئی، بعد ازاں بیل گاڑیوں میں ہم سب سوار ہوئے اور **اعلیٰ حضرت** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پالکی میں سوار ہوئے۔

وہ موضع اسٹیشن سے 5-4 میل پر واقع تھا، وہاں پہنچے تو قرب وجوار کے مواضعات کے لوگ برابر زیارت کے لئے آتے جاتے رہے دو دن وہاں قیام فرمایا، ہر وقت آدمیوں کی کثرت تھی، میزبان صاحب نے یہ انتظام کر رکھا تھا کہ ہر وقت کھانے میں صرف مرغ کا گوشت ہوا کرتا تھا۔

اب واپسی کا وقت آیا تو روانگی کا وقت 2 بجے مقرر ہوا، سب نے ظہر کی نماز پڑھی، تانگوں میں سوار ہوئے، شدید گرمی اور سخت دھوپ تھی۔ میں متعجب تھا کہ **اعلیٰ حضرت** کا مزاج نہایت گرم ہے، اس قدر سخت گرمی ہے اور وقت بھی دوپہر کا ہے مگر قدرتِ خداوندی کہ 20-15 قدم چلے ہوں گے کہ ابر (بادل) آیا اور اسٹیشن تک برابر ساتھ ہی ساتھ چلتا رہا جسے دیکھ کر بہت تعجب ہوتا تھا اس لیے کہ ابر کا زمانہ نہیں تھا۔

(سیرت اعلیٰ حضرت از مولانا ظفرالدین بہاری مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ص994)

پانچویں قسم:

زمین کا لپٹ کر مختصر ہو جانا

سینکڑوں ہزاروں میل کی مسافت کا چند لمحوں میں طے ہونا یہ کرامت بھی اس قدر زیادہ اللہ والوں سے منقول ہے کہ اس کی روایات

حدتواتر تک پہنچی ہوئی ہیں۔**اعلیٰ حضرت** سے بھی ایسی کرامات کا ظہور ہوا چنانچہ امیرِ اہلسنت حضرت علامہ مولانا **محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی** اپنی ایک تصنیف ''بریلی سے مدینہ'' میں تحریر فرماتے ہیں:

بریلی سے مدینہ:

یہ اُن دنوں کی بات ہے جب میں بابُ المدینہ کراچی کے علاقہ کھارادر میں واقع حضرت سیدنا محمد شاہ دولھا بخاری سبزواری علیہ الرحمہ کے مزار شریف سے مُلحقہ ''حیدری مسجد'' میں تاجدارِ اہلسنت ،شہزادہ **اعلیٰ حضرت** حضور **مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان** علیہ الرحمہ کا متبرک عمامہ شریف سر پر سجا کر نماز فجر پڑھایا کرتا تھا۔

الحمدُ لِلّٰہ! ایک ولی کامل کا عمامہ شریف بارہا میرے ہاتھ اور سر سے مَس ہوا ہے۔انشاءاللہ عزوجل میرے ہاتھوں اور سر کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی۔

دراصل بات یہ کہ متذکرہ بالا ''حیدری مسجد'' میں **اعلیٰ حضرت** کے خلیفہءمجاز، مداح الحبیب حضرت مولانا جمیل الرحمٰن صاحب کے فرزندِارجمند علامہ مولانا حمید الرحمٰن امامت فرماتے تھے۔چُونکہ مسجد سے آپ کا دولت خانہ تقریباً چھ کلومیٹر دور تھا لہٰذا فجر کی امامت کی مجھے سعادت ملتی تھی اور اُن کا حضور **مفتیءاعظم** ہند والا عمامہ شریف مجھے نصیب ہو جاتا۔جس سے میں برکتیں حاصِل کیا کرتا۔

ایک بار حضرت مولانا حمید الرحمٰن صاحب نے **اعلیٰ حضرت** کے فضائل بیان کرتے ہوئے مجھ سے فرمایا،''میں ان دنوں چھوٹا بچہ تھا اور مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ **اعلیٰ حضرت** مجھ سے اور ہر بچے سے ''آپ'' کہہ کر ہی گفتگو فرماتے تھے ڈانٹنا، جھاڑنا اور تو تکار آپ کے مزاج مبارک میں نہ تھا۔

ایک جمعرات کو میں بریلی شریف میں **اعلیٰ حضرت** کے کاشانہءرحمت پر حاضر ہوا کہ کوئی صاحب ملنے آئے اور وہ وقت عام ملاقات کا نہیں تھا۔لیکن وہ ملنے پر مصر تھے۔چنانچہ میں **اعلیٰ حضرت** کے خاص کمرے میں پیغام دینے کے لیے چلا گیا۔مگر کمرے میں تو کجا پورے مکان میں **اعلیٰ حضرت** کہیں نظر نہ آئے۔ہم حیران تھے کہ آخر کہاں گئے!اسی شش و پنج میں سب کھڑے تھے کہ **اعلیٰ حضرت** اچانک اپنے کمرہءخاص سے برآمد ہوئے۔

سب حیران رہ گئے اور پوچھنے لگے کہ جب ہم نے تلاش کیا تو آپ کہیں نظر نہ آئے مگر پھر آپ اپنے ہی کمرے سے باہر تشریف لائے اس میں کیا راز ہے؟

لوگوں کے پیہم اِصرار پر ارشاد فرمایا،الحمدللہ عزوجل میں ہر جمعرات کو اس وقت اپنے اسی کمرے یعنی بریلی سے **مدینہ منورہ** حاضری دیتا ہوں۔

اعلیٰ حضرت مواجہ شریف میں حاضر تھے:

مزید حضرت **علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری رضوی صاحب** تحریر فرماتے ہیں کہ:

مجھے میرے ایک پیر بھائی ساکن مدینہ الحاج محمد عارف ضیائی نے مدینہ پاک میں یہ واقعہ سنایا کہ ایک بار حضور قطبِ مدینہ سیدی و مرشدی ومولائی **ضیاءالدین احمد قادری رضوی** نے مجھ سے ارشاد فرمایا:

''یہ اُن دنوں کی بات ہے جب **اعلیٰ حضرت** بقیدِ حیات تھے۔ میں ایک بار سرکار نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے مزار فائضُ الانوار پر حاضر ہوا۔ صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کے بعد ''باب السلام'' پہنچا، وہاں سے اچانک میری نظر سنہری جالیوں کی طرف چلی گئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت **شہنشاہِ رسالت** صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے مواجہِ شریف کے سامنے دست بستہ حاضر ہیں۔

مجھے بڑا تعجب ہوا کہ **سرکارِ اعلیٰ حضرت مدینہ** طیبہ حاضر ہوئے ہیں اور مجھے معلوم تک نہیں، چنانچہ میں وہاں سے مواجہ شریف پر حاضر ہوا **تو اعلیٰ حضرت** مجھے نظر نہیں آئے میں وہاں سے پھر ''باب السلام'' کی طرف آیا اور جب سُنہری جالیوں کی طرف دیکھا **تو اعلیٰ حضرت** مواجہ شریف میں حاضر تھے لہٰذا میں پھر سُنہری جالیوں کے رُوبرو حاضر ہوا **تو اعلیٰ حضرت** غائب تھے! تیسری بار بھی اسی طرح ہوا۔

''میں سمجھ گیا کہ یہ محبوب ومحبّ کا معاملہ ہے مجھے اس میں مخل نہیں ہونا چاہیے۔''

الحمدللہ! **قطبِ مدینہ** کی گواہی بھی حاصل ہوگئی کہ **اعلیٰ حضرت** باطنی طور پر **مدینۃ المرشد** بریلی شریف سے **مدینہ الرسول** صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم حاضر ہوئے تھے۔

(بریلی سے مدینہ از حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری، رضوی، ضیائی مکتبہ المدینہ ص 6-1)

اسی سے ملتا جلتا واقعہ ''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' میں بھی موجود ہے جس کے راوی جناب سید ایوب علی صاحب ہیں جو کہ درجہ ذیل ہے۔

وصال کے بعد سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضری :

جنابِ سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ:

حضرت مولانا **ضیاءالدین احمد** صاحب مدنی نے اپنا ایک خواب بیان کیا کہ دن کے دس بجے کا وقت تھا، میں سو رہا تھا، خواب میں دیکھا کہ سیدی اعلیٰ حضرت **حضور پرنور سرکار دوعالم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے مواجہہِ اقدس میں حاضر ہیں اور صلوٰۃ وسلام عرض کر رہے ہیں۔ بس اسی قدر دیکھنے پایا تھا کہ معاً میری آنکھ کھل گئی۔

اب بار بار خیال کر رہا تھا کہ خواب تھا مگر دل کی یہ حالت کہ متواتر حرم شریف چلنے پر آمادہ کر رہا تھا، بالآخر بستر سے اٹھا، وضو کیا اور ''باب السلام'' سے حرم شریف میں داخل ہوا۔

ابھی کچھ حصہ مسجد نبوی کا طے کیا تھا کہ اپنی آنکھوں سے میں نے دیکھا کہ **واقعی اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی سفید لباس میں مزار پر انوار پر حاضر ہیں اور جیسا کہ خواب میں دیکھا تھا کہ صلوٰۃ وسلام پڑھ رہے تھے، آنکھوں نے یہ دیکھا کہ لبہائے مبارکہ جنبش میں تھے آواز سننے میں نہ آئی۔

غرض میں یہ واقعہ دیکھ کر بیتابانہ قدمبوسی کے لیے آگے بڑھا کہ نظروں سے غائب ہو گئے اس کے بعد میں نے حاضری دی اور صلوٰۃ وسلام عرض کر کے واپس ہوا۔ جب اسی جگہ آیا جہاں سے انہیں دیکھا تھا تو ایک مرتبہ آپ کو پھر وہیں موجود پایا، مختصر یہ کہ تین مرتبہ ایسا ہی ہوا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ص973)

ہر سال نواب کلب علی مدینے میں :

مولوی عرفان علی صاحب قادری بیسلپوری کا بیان ہے کہ:

ایک مرتبہ **اعلیٰ حضرت** کے سامنے والیءِ ریاست رامپور نواب کلب علی خان صاحب علیہ الرحمہ کا ذکر ہو رہا تھا۔ ارشاد فرمایا کہ:

''مرحوم اہلِ دل سے تھے پھر فرمایا کہ: میں اُن کو ہر سال ایام حج میں **مدینہ منورہ** کی گلیوں میں فقیروں کی طرح پھرتا دیکھتا ہوں''

اس سے ظاہر ہوا کہ **اعلیٰ حضرت** اپنے زمانہءِ حیات میں ہر سال باطنی طور پر ایام حج میں مدینہ طیبہ کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے نیز نواب صاحب مرحوم بھی بعدِ وفات ہر سال ایامِ حج میں مدینہ شریف کی زیارت کیا کرتے تھے جبھی تو دونوں کی ملاقات مدینہ منورہ میں ہر سال ہوتی تھی۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص964)

میں آتے جاتے تمھارے ساتھ ہوں :

مولانا اعجاز علی خان صاحب کا بیان ہے کہ:

1430ھ میں میرے والدین کریمین حج کے عازم ہوئے، والدہ صاحبہ **اعلیٰ حضرت** کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اجازت چاہی، **اعلیٰ حضرت** نے فرمایا:

''میں آتے جاتے تمہارے ساتھ ہوں''

پھر فرمایا: ''میں سچ کہتا ہوں کہ میں آتے جاتے تمہارے ساتھ ہوں'' والدہ صاحبہ اس کے بعد حج پر روانہ ہوگئیں۔ حطیم شریف میں ایک شب والدہ صاحبہ نفل پڑھ رہی تھیں کہ لوگوں کا ہجوم ہو گیا اور ساتھ والے سب جدا ہو گئے۔ والدہ صاحبہ بہت گھبرائیں اور خیال کیا کہ **اعلیٰ حضرت** نے فرمایا تھا کہ میں آتے جاتے تمہارے ساتھ ہوں، اب اور کون سا وقت آئے گا جس میں مدد فرمائیں گے۔

لوگوں کا ہجوم اس قدر تھا کہ راستہ ملنا دشوار تھا کہ **اعلیٰ حضرت** کو دیکھا، آپ نے کچھ عربی میں فرمایا جس کا مطلب معلوم نہ ہو سکا لیکن اس قدر ہجوم کے باوجود راستہ ایسا مل گیا کہ والدہ صاحبہ بآسانی وہاں سے چلی آئیں۔ اور دوسرے دروازہ سے جب حرم شریف کے باہر آئیں تو والد صاحب بھی مل گئے اور حضرت غائب ہو گئے بریلی آکر عرض کیا تو **اعلیٰ حضرت** نے سکوت فرمایا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص885)

دیکھو مولانا آئے ہیں :

اعلیٰ حضرت کے خادمِ خاص حاجی کفایت اللہ صاحب کا بیان ہے کہ:

جنابِ نیاز احمد خان ،(ساکن باغ احمد علی خان) بیان کرتے تھے کہ جس دن ان کے والد کا انتقال ہوا اس سے ایک دن قبل اپنی بیٹی سے انہوں نے کہا:

''اے بیٹی ! دیکھو بڑے مولانا صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں ان کو بٹھاتی کیوں نہیں ہو۔''لڑکی نے کہا: کہ کہاں ہیں؟ کہا''دیکھو یہ ہیں تم تو دیکھتی نہیں ہو''۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص914)

ہر شب اعلیٰ حضرت تشریف لے آتے:

جنابِ سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ:

محمد علی خان صاحب ایک قتل کے مقدمے میں ماخوذ ہوگئے۔دورانِ قید کا واقعہ ہے جو کہ موصوف نے خود بیان کیا کہ:

''ہر شب بعد نمازِ عشاء بیداری میں **اعلیٰ حضرت** تشریف لاتے ، میں دیکھتا تھا کہ **اعلیٰ حضرت** بیرونی حصے میں ٹہل رہے ہیں ،جس سے مجھے تسکین ہوتی اور گھبراہٹ دور ہوجاتی تھی''۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص926)

چھٹی قسم:

حیوانات سے کلام

بہت سے اولیائے کرام نے حیوانات و جمادات سے کلام کیا، **اعلیٰ حضرت** سے بھی اس قسم کی ایک کرامت منقول ہے۔۔۔

وہ دونوں کونجیں یہ گفتگو کر رہی ہیں۔۔۔:

مولانا نور الدین صاحب فرماتے ہیں کہ:

میں گورنمنٹ انگریز کا ملازم تھا،اتفاقاً میری ڈیوٹی بریلی شریف میں لگ گئی چونکہ میں میاں شیر محمد صاحب شرقپوری کا مرید تھا،اور مجھے یہ نصیحت تھی کہ جہاں بھی جاؤ اُس علاقہ کے بزرگ کی حاضری ضرور دو چنانچہ میں بریلی شریف میں بحکمِ پیرومرشد **اعلیٰ حضرت** کی خدمت میں اکثر حاضر ہوتا تھا۔

حسبِ معمول میں ایک دن آپ کی خدمت میں حاضر تھا کہ دو انگریز آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ آپ سے گفت وشنید میں مشغول ہوگئے اور آپ سے استفسار کرنے لگے کہ آپ فرماتے ہیں کہ **پیغمبرِ اسلام** (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ:

عُلَمَاءُ اُمَّتِی کَاَنبِیَاءِ بَنِی اِسرَائِیل

میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کیطرح ہیں

کیا آپ اس کا ثبوت دے سکتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے پیغمبر تو جانوروں کی بولیاں تک سمجھتے تھے۔آپ **پیغمبر اسلام (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)** کی امت کے عالم ہیں، آپ میں کوئی ایسی صلاحیت ہے؟

اتفاق سے اُس وقت دو کونجیں اڑی چلی جارہی تھیں، فرنگیوں نے عرض کیا کہ وہ جو کونجیں اڑی چلی آرہی ہیں وہ ایک دوسری سے کیا باتیں کررہی ہیں؟

آپ نے فرمایا: میں تو خاک پائے اقدس **(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)** کا ادنیٰ غلام ہوں اور اِنکساری ظاہر کی مگر انہوں نے اصرار کیا۔ پھر آپ نے فرمایا اچھا اگر آپ اصرار کرتے ہیں تو سن لیجئے کہ وہ دونوں کونجیں یہ گفتگو کررہی ہیں۔۔۔

اگلی پچھلی سے کہ رہی ہے جلدی کرو، اندھیرا ہورہا ہے، پچھلی نے اگلی کو جواب دیا ہے کہ جب ہم پچھلی وادی میں جلدی سے اتری تھیں، تو میرے بائیں پاؤں میں کانٹا چبھ گیا تھا اس لیے مجھ سے تیز نہیں اڑا جارہا، تم آہستہ آہستہ چلو میں پورے زور سے چلتی ہوں تاکہ تمھارے ساتھ ساتھ رہ سکوں۔

اُن فرنگیوں کے پاس اُس وقت بندوق تھی اور دونوں بڑے نشانچی تھے ایک فرنگی نے فوراً نشانہ باندھا اور پچھلی کونج گر کر تڑپنے لگی اور انہوں نے دیکھا کہ واقعی کونج کے بائیں پاؤں میں کانٹا چبھا ہوا ہے۔آپ کی یہ کرامت دیکھ کر وہ انگریز مسلمان ہو گئے اور کہنے لگے حضور! واقعی دینِ اسلام سچا ہے۔

(گلستانِ اولیاء از محمد امیر سلطان چشتی مطبوعہ چشتی کتب خانہ فیصل آباد ص50)

ساتویں قسم:

شفائے امراض

اولیائے کرام کے لیے اس صنفِ کرامت کا ثبوت بھی بہ کثرت کتابوں میں مرقوم ہے **اعلیٰ حضرت** سے بھی بارہا اس طرح کی کرامات ظاہر ہوئیں۔

سر پر رومال ڈالتے ہی ہوش آگیا:

ایک مرتبہ جناب سید محمود علی خان صاحب نے کسی مریض کے زخم اور آپریشن کی مفصل کیفیت بیان فرمائی، اس کو سنتے ہی سید قناعت علی صاحب اپنی قلبی کمزوری کی وجہ سے بے ہوش ہو گئے۔اس وقت ان کے ہوش میں لانے کی ترکیبیں کی گئیں مگر ان کا کچھ اثر نہ ہوا۔اتنے میں **اعلیٰ حضرت** تشریف لے آئے آپ نے اُن کا سر اپنے زانوئے مبارک پر رکھ کر اپنا رومال ڈالا فوراً اُنہیں ہوش آ گیا اور آنکھیں کھول دیں۔

اعلیٰ حضرت کے زانوئے مبارک پر اپنا سر دیکھ کر انہوں نے جلد اُٹھنا چاہا لیکن ضعف کی وجہ سے نہ اُٹھ سکے۔حضور نے ازراہِ شفقت فرمایا لیٹے رہیے! لیٹے رہیے! یہ شفقت **عَلَی الاَصَاغِر** (چھوٹوں پر شفقت) کی بہترین مثال ہے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص116)

مریضہ کو شفاء مل گئی:

مولانا اعجاز علی خان صاحب کا بیان ہے کہ:

ایک مرتبہ مولوی اصغر علی خان صاحب وکیل کی لڑکی بہت سخت بیمار ہوگئی۔**اعلیٰ حضرت** کو لینے کے لیے وہاں سے لوگ آئے **اعلیٰ حضرت** وہاں تشریف لے گئے۔ میں اور ایک خادم ہمرکاب تھے، جیسے ہی گاڑی وکیل صاحب کے مکان پر پہنچی وکیل صاحب نے دیکھا کہ **اعلیٰ حضرت** گاڑی سے اتر رہے ہیں، فوراً حاضرِ خدمت ہوئے اور دست بوسی کر کے کہا کہ ''حضرت نے جس وقت میرے مکان پر تشریف لانے کا قصد فرمایا بحمداللہ تعالیٰ مریضہ کو اُسی وقت شفا وصحت شروع ہوگئی''۔

حضرت اندر مکان میں تشریف لے گئے اور مریضہ پر پڑھ کر دم کیا اللہ عزوجل نے مریضہ کو بالکل صحت مند کر دیا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص911)

فرماتے ہی گلٹی صحیح ہو گئی :

جناب محمد حسین صاحب رضوی کا بیان ہے کہ:

1331ھ میں میری بیوی کے گلے میں ایک گلٹی نکلی اور غفلت طاری ہوگئی میں ڈر گیا اور فوراً **اعلیٰ حضرت** کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مجھے دیکھتے ہی فرمایا'' تم کیوں گھبرا گئے ہو جو تمہارا خیال ہے وہ بات نہیں ہے'' ننھے میاں (مولانا محمد رضا خان) اس وقت موجود تھے، انہوں نے فرمایا:'' حضرت نے فرما دیا صحت ہوگئی ،اور کوئی مرض نہیں ہے'' چنانچہ جس وقت میں مکان واپس ہوا تو طبیعت اچھی تھی، غفلت دور ہوگئی دو دن کے بعد وہ بالکل ٹھیک ہو گئیں۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص880)

دو تین منٹ کے بعد درد کا فور ہو گیا:

جناب مولوی عرفان علی صاحب بیسلپوری کا بیان ہے کہ:

1912 میں احقر درد قولنج میں مبتلاء ہوا، تین روز تڑپتے گزرے، کوئی علاج کارگر نہ ہوا۔ اس زمانے میں احقر ہائی سکول بریلی میں پڑھتا تھا اور بورڈنگ ہاؤس میں مقیم تھا۔ تیسرے روز **اعلیٰ حضرت** نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے میرے کمرہ کو شرف بخشا اور درد کے مقام پر اپنا دستِ مبارک رکھ کر کچھ پڑھ کر دم کیا اور اپنے دست اقدس کی انگلی سے انگوٹھی نکال کر میری انگلی میں پہنا دی، دو تین منٹ کے بعد درد کافور ہو گیا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص887)

وضو کے غسالہ سے شفاء مل گئی

جنابِ سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ:

فقیر کے والد ماجد کے پائے مبارک میں زخم ہوگیا تھا، خون اور پیپ جاری تھا، جراح روزانہ آیا کرتا تھا اور طرح طرح کے مرہم لگاتا اور زخم کی صفائی بھی کرتا مگر صحیح نہ ہوتا تھا۔

موسمِ سرما کا زمانہ تھا، **حضور اعلیٰ حضرت** ان دنوں ''نومحلّہ'' کی پہلی کوٹھی کے عقب میں ایک مکان میں مقیم تھے، حضور کے خادم خاص حاجی کفایت اللہ صاحب نے نمازِ عشاء کے وضوکو پانی رکھا اور چوکی کے قریب ایک طشت رکھ دیا اور **اعلیٰ حضرت** نے اس میں وضو فرمایا۔ اس وقت دل میں خیال آیا کہ والدِ ماجد صاحب کا زخم اس پانی سے دھونا چاہئے، لہٰذا حاجی صاحب موصوف سے عرض کیا: ''اس وقت میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس میں یہ پانی لے جاؤں آپ براہ کرم کل سے پانی ضائع نہ کریں''۔

دوسرے روز میں نے لوٹوں (میں اعلیٰ حضرت کے وضو کے غسالہ) کو حاجی صاحب سے بھر والیا اور استعمال شروع کرادیا۔ **بِحَمدِ اللّٰہِ تعالیٰ** مہینوں کا زخم ہفتوں کے اندر مندمل ہوگیا

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص935)

پھولوں کا ہار شفاء دیتا ہے:

جنابِ سید ایوب علی صاحب ہی بیان فرماتے ہیں کہ:

اعلیٰ حضرت بسا اوقات بعد نماز عشاء پھولوں کا ہار گلے سے اتار کر حاضرینِ مسجد میں تقسیم فرما دیا کرتے تھے۔ اس عطیہء مبارکہ سے اکثر فقیر بھی مستفید ہوا کرتا تھا۔

میں ان پھولوں کو خشک ہونے پر محفوظ کرلیا کرتا تھا، چنانچہ جب تک وہ تبرک میرے پاس رہا مجھے کسی دوا کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ اگر دردِ سر ہوا تو انہیں خشک پھولوں کو پیس کر پیشانی پر لگالیا۔ بخار، زکام، کھانسی وغیرہ امراض میں پیس کر پی لیا کرتا تھا اور **بِکَرَمِہٖ تعالیٰ** وہ مرض کافور ہوجاتا تھا۔ افسوس کہ وہ تبرک اب رفتہ رفتہ ختم ہوگیا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص935)

آپریشن سے بچا لیا:

جنابِ سید ایوب علی صاحب ایک اور واقعہ یوں بیان کرتے ہیں کہ:

سید سردار احمد صاحب کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے گھر میں 7 ماہ کا حمل تھا، دو (جڑواں) بچے پیٹ میں تھے، اسی حال میں وہ دونوں بچے پیٹ ہی میں مر گئے۔ ان کا پیدا ہونا سخت دشوار ہوا۔ ہسپتال کی بڑی میم (لیڈی ڈاکٹر) نے کہا کہ ان بچوں کا بغیر آپریشن پیدا ہونا ممکن نہیں لہٰذا ان کو ہسپتال لے چلو۔

اس کے کہنے کے مطابق میں پالکی لینے کو بہت پریشان جارہا تھا کہ دیکھا **اعلیٰ حضرت** قبلہ مسجد کی فصیل پر وضو فرمارہے ہیں۔ مجھ سے

دریافت فرمایا کیوں پریشان ہو؟ میں نے سب واقعہ اپنے گھر کا ذکر کیا، اس پر **اعلیٰ حضرت** نے وضوفرمانا روک دیا اور فرمایا پردہ کراؤ میں آرہا ہوں۔ لہٰذا میں فوراً دوڑتا ہوا گھر آیا اور پردہ کرادیا۔

اتنے میں **اعلیٰ حضرت** تشریف لے آئے، مکان میں لے گیا، آپ نے فرمایا: ایک ڈورا بڑا سا لاؤ۔ میں نے ڈورا حاضر کردیا۔ **اعلیٰ حضرت** نے اس کا ایک سرا میرے ہاتھ میں دے دیا اور فرمایا یہ ان کی ناف پر رکھو، میں نے اس ڈورے کو لے کر اپنے گھر میں ناف پر رکھا حضور نے پڑھنا شروع کیا، پندرہ منٹ کے بعد حضور نے فرمایا باہر چلے آیئے اور دایہ کو پاس کردیجئے۔

جیسے ہی میں اور **اعلیٰ حضرت** باہر تشریف لائے گھر میں خبر ہوئی کہ دو بچے مردہ پیدا ہوگئے ہیں ورنہ بڑی میم نے کہہ دیا تھا کہ یہ بچے بغیر آپریشن کے نہیں پیدا ہوسکتے ورنہ بچوں کی ماں کا زندہ رہنا دشوار ہے۔

(حیات اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص959)

تبرک پینے سے نزلہ دُور ہو گیا:

جنابِ سید ایوب علی صاحب ہی اس واقعہ کے بھی راوی ہیں فرماتے ہیں کہ:

ایک مرتبہ موسمِ گرما میں فقیر کے سینہ پر نزلہ کا شدید غلبہ تھا، جمعہ کے روز کاشانہ اقدس میں ''برف کا شربت'' جس میں دودھ کیوڑا پستہ وغیرہ لوازمات شامل تھے تیار ہوا۔

ظاہر ہے کہ یہ شربت نزلہ میں کس قدر مضر ہے مگر میں نے یہ اپنے دل میں تہیہ کرلیا کہ پیوں گا اور ضرور پیوں گا اور خوب سیر ہوکر پیوں گا یہ حضور کے یہاں کا تبرک ہے، انشاءاللہ عزوجل مجھے مفید ہی ہوگا۔ چنانچہ ضرورت سے کہیں زیادہ پیا اور **بحمد اللّٰہ تعالیٰ** شام تک سارا نزلہ کھانسی وغیرہ سب کافور ہوگیا۔

(حیات اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص962)

محدث سورتی کی بیٹی کو شفاء مل گئی:

حضرت مولانا شاہ وصی احمد صاحب محدث سورتی علیہ الرحمہ نے ایک مرتبہ **اعلیٰ حضرت** سے عرض کیا کہ:

بڑی بیٹی ''حنیف النسا'' کی آنکھیں تین ماہ سے دُکھ رہی ہیں۔ مختلف علاج کئے گئے کوئی فائدہ نہیں ہوا، ورم کی وجہ سے آنکھیں نہیں کھلتیں، رات بھر سخت بے چینی اور تکلیف رہتی ہے۔

اعلیٰ حضرت نے اپنے قلم سے کاغذ کے دو ٹکروں پر:

''اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰه''

کچھ گولائی کے ساتھ تحریر فرمایا اور محدث سورتی کو فرمایا کہ ایک ایک کاغذ آنکھوں پر رکھ کر ایک باریک کپڑا باندھ دیجئے، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا

حسبِ ہدایت ظہر کے بعد جب کپڑا کھولا گیا تو آنکھوں میں نہ ورم تھا نہ سرخی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آنکھوں میں کبھی کوئی شکایت ہی نہیں ہوئی۔

افسوس کہ ''مدرستہ الحدیث'' کی عمارت منہدم ہونے کی وقت یہ کاغذ کے ٹکڑے ضائع ہو گئے۔

(حیات اعلیٰ حضرت از مولانا ظفرالدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص980)

نگاھوں سے مرض کو کھینچ لیا:

نبیرہ ءمحدثِ سورتی جناب مولانا قاری احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

8 ربیع الآخر 1335ھ کو حضرت مولانا شاہ وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خانقاہ میں عرس شریف کے موقع پر رسیوں میں جکڑے ہوئے ایک مسلمان نوجوان دیوانے کو **اعلیٰ حضرت** کی خدمت میں پیش کیا گیا۔

پاگل کے رشتہ داروں نے بیان کیا کہ کچھ ماہ سے یہ پاگل ہے، ہزاروں علاج کئے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ پاگل خانے میں اس لیے داخل نہیں کیا کہ وہاں مریضوں کو بہت مارتے ہیں ہم بڑی اُمید کے ساتھ حضور کی خدمت میں آئے ہیں، ان کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں تمام گھر والے پریشان ہیں۔

اعلیٰ حضرت تمام واقعات سننے کے بعد چند منٹ اس دیوانے کی طرف بہت غور سے دیکھتے رہے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ نگاہوں سے مرض کو کھینچ رہے ہیں۔ **اعلیٰ حضرت** کے نگاہ ملاتے ہی دیوانے کی مجنونانہ حرکات میں افاقہ ہونا شروع ہو گیا اور تھوڑی ہی دیر میں وہ اسی جگہ بے حس وحرکت ہو کر گر پڑا۔

اعلیٰ حضرت نے اس کے رشتہ داروں سے فرمایا ''اب یہ ٹھیک ہیں، رسیاں کھول دو اور گھر لے جاؤ، اور روزانہ ایک عدد منقی تھوڑے دودھ کے ساتھ کھلا دیا کرو''۔

خدا کے فضل سے دیوانہ اب تک زندہ ہے اور اپنے نوجوان لڑکوں کے ساتھ کاروباری زندگی میں مصروف ہے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفرالدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص978)

آپ کے چلتے ھی مریضہ کو شفاء ھو گئی:

جنابِ ذکاءاللہ خان صاحب کا بیان ہے کہ:

ایک مرتبہ شیر پور، ضلع پیلی بھیت، میں منگل خان، بالا خان صاحبان (جو وہاں کے بہت بڑے رئیس تھے اور **اعلیٰ حضرت** کے بڑے معتقد تھے۔ اُن) کے رشتہ داروں میں کوئی عورت بیمار ہوئیں ''شیر پور'' سے کچھ لوگ **اعلیٰ حضرت** کو لینے کے لیے حاضر ہوئے اور بہت طرح سے ضرورت ظاہر کی تو **اعلیٰ حضرت** نے تشریف لے جانے کا وعدہ فرما لیا۔

گرمی کا موسم تھا، یہ خادم اور **اعلیٰ حضرت** کے بھانجے جناب علی احمد خان صاحب مرحوم حضرت کے ہمراہ تھے۔ ''پورن پور اسٹیشن'' پر بہت سے حضرات استقبال کے لیے موجود تھے۔ حضرت کو بڑے آرام وعافیت کے ساتھ شیر پور لے گئے۔

جیسے ہی **اعلیٰ حضرت** وہاں پہنچے منگل خان صاحب یا بالا خان صاحب خادم کو یاد نہیں کہ کون تھے غرض دو بھائیوں میں سے ایک صاحب تشریف لائے اور عرض کیا کہ حضور! شاید آپ ریل پر سوار ہو رہے ہوں گے کہ مریضہ کو **بِعَونِہٖ تعالیٰ** شفاء ہونی شروع ہوگئی۔ اب حضور کے قدم مبارک آ گئے ہیں بالکل صحت ہو جائے گی۔ انشآء اللہ العزیز۔

اعلیٰ حضرت نے دو یوم وہاں قیام فرمایا۔ مریضہ **بِفَضلِہٖ تعالیٰ** اچھی ہوگئی۔ بڑی خاطر وادب وتعظیم کے ساتھ **اعلیٰ حضرت** کو رخصت کیا گیا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص911)

اس کے بعد جاڑا نہیں آیا:

جنابِ سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ:

میرے چھوٹے بھائی مشتاق علی قادری رضوی کو کئی مہینے سے ہر تیسرے روز جاڑا (سردی کا بخار) آ جایا کرتا تھا۔ جس کے باعث نقاہت بہت بڑھ گئی تھی اور وہ بالکل زرد پڑ گیا تھا، اس کی تیمارداری کی وجہ سے حاضریٔ آستانہ بدیر ہونے لگی۔

ایک روز **اعلیٰ حضرت** نے بعد نماز فجر میری عدم موجودگی میں حاجی (کفایت اللہ) صاحب سے سبب دریافت کیا، انہوں نے جو واقعہ تھا عرض کر دیا، فرمایا: میں ابھی دیکھنے جاؤں گا اور کاشانۂ اقدس میں تشریف لے گئے کہ اسی وقت میں بھی پہنچ گیا۔

حاجی صاحب نے فرمایا **اعلیٰ حضرت** آپ کے یہاں تشریف لیے جا رہے ہیں، میں سنتے ہی بھاگتا ہوا مکان پر پہنچا۔ ابھی دس بارہ منٹ ہوئے ہوں گے کہ حاجی صاحب نے دستک دی میں باہر آیا اور عرض کیا تشریف لائیے! میرے بھائی نے تعظیماً کھڑا ہونا چاہا مگر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کی نقاہت دیکھتے ہوئے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا ''وضو کر لیجئے'' اس وقت فقیر کی حالت اس شعر کی مصداق ہو رہی تھی۔

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو، دیکھتے ہیں

مختصر یہ کہ وضو کرنے کے بعد حضور نے اپنے رومال سے ایک ٹکڑا روٹی کا (جس پر شاید ''آیۃ کریمہ'' مرقوم تھی) مریض کو عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا بسم اللہ شریف پڑھ کر کھا لیجئے۔ اس نے تعمیل حکم کی۔ اس کے بعد پھر کبھی جاڑا نہیں آیا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص935)

سانپ کاٹے کا علاج :

جنابِ سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ:

ایک روز بعدِ مغرب میں مکان پر کھانا کھا رہا تھا کہ برادرم قناعت علی حواس باختہ آئے اور کہنے لگے مجھے جلد تر **اعلیٰ حضرت** کے پاس لے چلو، میرے پیر میں سانپ نے کاٹ لیا ہے، میرا سر چکرا رہا ہے۔

میں نے دیکھا تو اُن کے پاؤں قابو میں نہ تھے، غرض اُفتاں وخیزاں کاشانہءاقدس کے قریب پہنچے ہی تھے کہ **اعلیٰ حضرت** عشاء کی نماز کے لیے آ رہے تھے، حالانکہ ان دنوں نمازِ عشاء کچھ دیر کر کے ہوتی تھی مگر اس روز اول ہی وقت تشریف لے آئے۔

میں بڑھ کر دست بوس ہوا اور اس واقعہ کی اطلاع کی کہ جس کا آپ پر اس قدر اثر ہوا کہ باوجود قناعت علی کے قریب ہونے کے فرمانے لگے سید صاحب کہاں ہیں؟

میں نے اشارے سے بتایا، آپ وہیں سڑک پر کچھ پڑھنے لگے اور وہیں بیٹھنے لگے مگر قناعت علی کے کہنے سے مسجد میں پہنچ کر مجھ سے چراغ قریب منگا کر دیکھا تو فی الواقع ڈسنے کا نشان تھا۔

حضور دیر تک کچھ پڑھتے رہے اور اس جگہ اپنا دستِ مبارک پھیرتے رہے اور آخر میں دم کرنے کے بعد تسکین دہ الفاظ میں فرمایا :

''باورچی خانے میں چوہے نے کاٹا ہوگا نظر آپ کی سانپ پر پڑی۔''

قناعت علی نے عرض کیا: حضور! ایک تمنا ہے، فرمایا: وہ کیا؟ عرض کیا ''حضور! تھوڑا سا لعابِ دہن اگر اس جگہ لگا دیں گے تو میں بچ جاؤں گا''۔ آپ نے فرمایا: اس میں کیا رکھا ہے، میں نے وہ دُعائیں جو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمائی ہیں پڑھ کر دم کر دی ہیں **ان شآء اللہ** آپ کو کچھ نقصان نہ پہنچے گا۔

انہوں نے پھر عرض کیا: حضور کو سچا نائبِ رسول جانتا ہوں، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پائے مبارک پر اپنا لعاب دہن لگایا تھا، اگر حضور لعاب دہن لگا دیں گے تو مجھے اطمینان قلبی ہوگا۔

یہ سن کر آپ ذرا کبیدہ خاطر ہوئے جس پر قناعت علی باندازِ مایوسانہ خاموش ہو گئے۔ (ان کی یہ کیفیت دیکھ کر) فرمایا: اچھا تم نہیں مانتے ہو تو لاؤ، میں (سید ایوب علی نے) نے بڑھ کر لعاب دہن مبارک لینے کے لیے اپنا سیدھا ہاتھ پھیلا دیا مگر آپ نے میرے ہاتھ کو ہٹا کر خود اپنے دستِ اقدس سے لعاب دہن لگاتے ہوئے فرمایا: بس اب تو آپ کا کہنا ہو گیا۔

اِنہوں نے عرض کی حضور! فصیل پر چل کر ہاتھ دھولیں، فرمایا: اچھا چلئے، اور قناعت علی لوٹا بھر کر خود لائے اور تیزی کے ساتھ موٹی دھار سے پانی ڈالنا شروع کیا، حضور بار بار منع فرما رہے تھے بس کیجئے، یہ اسراف ہے مگر انہوں نے تاوقتیکہ لوٹے کا پانی ختم نہ کر لیا باز نہ آئے۔

اِس کے بعد نمازِ عشاء ہوئی اور حضور وظائف سے فارغ ہو کر جب تشریف لے جانے لگے تو قناعت علی سے فرمایا سید صاحب! آپ بالکل اطمینان سے آرام فرمایئے اور صبح کو خیریت بھیجئے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص929)

آٹھویں قسم:

حیوانات کا تابع ہونا

بہت سے بزرگوں نے اپنی کرامت سے حیوانات کو اپنا فرماں بردار بنا لیا۔ **اعلیٰ حضرت** سے بھی اس نوع کی کرامات کا بارہا ظہور رہا۔

کبوتر بھی اعلیٰ حضرت کا ادب کرتے:

''ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت''، میں **اعلیٰ حضرت** اپنے دوسرے حج کا ذکرِ خیر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں :

(مکۃ المکرّمہ کی رہائش گاہ کے) بالا خانے کے درِ وَسطانی (یعنی بیچ والے دروازے) پر میری نَشِستَ تھی، دروازوں پر جو طاق تھے بائیں جانب کے طاق میں وحشی کبوتروں کا ایک جوڑا رہتا، وہ تنکے لاتے اور گرایا کرتے، وہ تنکے اُس طرف کے بیٹھنے والوں پر گرتے۔

جب علالت میں میرے لئے پلنگ لایا گیا، وہ اسی (کبوتروں والے) در کے سامنے بچھایا گیا کہ تشریف لانے والوں کے لیے جگہ وسیع رہے۔ اس وقت سے کبوتروں نے وہ طاق چھوڑ کر دروازہ ءوسطانی کے طاق میں بیٹھنا شروع کیا کہ اب جو وہاں (ملنے والے آ کر) بیٹھتے ان پر تنکے گرتے۔

حضرت مولانا **سید اسمٰعیل** نے فرمایا، **وحشی کبوتر بھی تیرا لحاظ کرتے ہیں۔** میں نے عرض کی:

''صَالَحْنَاهُمْ فَصَالَحُوْنَا''

''ہم نے ان سے صلح کی تو انہوں نے بھی ہم سے صلح کی''

بندر نے محفلِ میلاد میں قیام کیا:

''ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت''، ہی سے ایک واقعہ مزید ملاحظہ کیجئے:

(**اعلیٰ حضرت** ارشاد فرماتے ہیں کہ) میں اپنے پرانے مکان میں، جس میں میرے منجھلے بھائی مرحوم رہا کرتے تھے، **مجلسِ میلاد** پڑھ رہا تھا۔ ایک بندر سامنے دیوار پر چُپ کا مؤدَّب بیٹھا سن رہا تھا، جب قیام کا وقت آیا مؤدَّب کھڑا ہو گیا پھر جب ہم بیٹھے وہ بھی بیٹھ گیا۔۔۔ حدیث میں ہے۔

مَا مِنْ شَیْءٍ اِلَّا یَعْلَمُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللهِ اِلَّا کَفَرَةُ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ

''کوئی شئی ایسی نہیں جو مجھے اللہ کا رسول نہ جانتی ہو سوائے بے ایمان جن اور آدمیوں کے۔''

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبہ المدینہ ص478)

بلی کی نظرِ بد :

جنابِ سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ:

رمضان المبارک کا مہینہ ہے، سحری کے وقت عزو میاں بیدار ہوتے ہیں، دیکھتے ہیں کہ جس برتن میں دودھ رکھا تھا ایک بلی منہ ڈالے ہوئے پی رہی ہے، انہوں نے لکڑی اٹھا کر ایک ایسی ضرب لگائی کہ وہ فوراً مر گئی، حضرت مخدومہ محترمہ دادی صاحبہ یہ کیفیت دیکھ کر ان پر بہت ناراض ہوئیں اور زعفران خادمہ سے فرمایا کہ اس بلی کو باہر پھینک دے۔

وہ پیشِ مسجد افتادہ زمین پر بیری کے درخت کے نیچے ڈال دیتی ہے۔ اب نماز فجر کے وقت دادی صاحبہ ملاحظہ فرماتی ہیں کہ وہی بلی عزو میاں کی چارپائی کے پاس مردہ پڑی ہے اور اگلے دونوں پاؤں غائب ہیں۔

فوراً **اعلیٰ حضرت** کو مسجد سے بلایا گیا آپ تشریف لائے اور فرمایا اس کی نظر بد تھی، اسی لیے دونوں ہاتھ قلم کر دیئے گئے اور عزو میاں کو سوتا ہوا دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ اس کے اٹھنے سے پہلے اس بلی کو فوراً چھپا دیا جائے چنانچہ اسی ویران جگہ دفن کرا دیا اور آپ نے ایک تعویذ ارقام فرما کر عزو میاں کے گلے میں ڈلوا دیا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص953)

نویں قسم:

زمانے کا مختصر ہو جانا

اس طرح کی کرامات بہت سے بزرگوں سے منقول ہیں کہ وقت ان کے لئے مختصر ہو جاتا بلکہ رک جاتا تھا۔ **اعلیٰ حضرت** سے بھی اس طرح کی چند کرامات منقول ہیں جن میں سے چند یہ ہیں چنانچہ۔۔۔

وقت رُک گیا :

مولانا عرفان علی صاحب بیسلپوری کا بیان ہے کہ:

ایک مرتبہ **اعلیٰ حضرت** نے اللہ تعالیٰ کے اسمائے پاک **"قَابِضُ" "بَاسِطُ"**

کی تشریح فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"نماز فجر میں چند منٹ باقی تھے اور مجھ کو غسل کی حاجت ہوئی، نہانے کا انتظام کر کے غسل کیا اور بعدہٗ نماز فجر پڑھی، گھڑی دیکھی تو اتنے ہی منٹ باقی تھے جتنے غسل سے پیشتر تھے یہ **"یابَاسِطُ"** کی تجلی تھی"۔ (یہ واقعہ تفصیلاً ہم نماز کی فصل میں ذکر کر چکے ہیں)

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص888)

تھوڑی دیر میں بریلی :

بریلی شریف کے رہنے والے (ایک کوچوان) حیدر فٹن (بگھی) والے کا بیان ہے کہ:

ایک مرتبہ قریبِ عصر **اعلیٰ حضرت** نے مجھے یاد فرمایا۔ میری گھوڑی بالکل تھک گئی تھی مگر **اعلیٰ حضرت** کے یاد فرمانے کے بعد مجھے کچھ عرض کرنے کی جراءت نہ ہوئی اور حاضرِ بارگاہ ہوگیا۔ **اعلیٰ حضرت** نے ارشاد فرمایا: چلو۔ (اور اُس میں تشریف فرما ہوگئے، گاڑی چل پڑی) غرض نینی تال روڈ پر گاڑی روانہ ہوئی۔ جب گاڑی لاری اسٹینڈ پر پہنچی فرمایا: پیلی بھیت والی سڑک پر چلنا ہے۔ غرض اُدھر گاڑی روانہ ہوئی، قریب ایک میل کی مسافت طے کی ہوگی کہ پیلی بھیت کی عمارتیں نظر آنے لگیں۔ **(سبحان اللہ عزوجل)**

اعلیٰ حضرت سیدھے آستانہء حضرت **محمد شیر میاں** صاحب پر تشریف لائے اور اُن سے دریافت فرمایا: کیسے یاد فرمایا؟ شاہ صاحب نے فرمایا: ابھی ابھی خیال ہوا کہ مولانا **احمد رضا خان** کی زبان سے نعت شریف سننا چاہئے"

اعلیٰ حضرت نے **حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام** کے فضائل بیان کیے اس کے بعد بریلی واپس تشریف لے آئے۔ اور ابھی مغرب کا وقت نہیں ہوا تھا بریلی شریف آکر نمازِ مغرب ادا فرمائی۔ (یاد رہے! **اعلیٰ حضرت** عصر کی نماز حنفی اصول پر تاخیر سے ادا فرماتے تھے، لہٰذا عصر سے مغرب بہت کم وقت ہوتا تھا۔ یہ آپ کی کرامت ہے کہ مختصر وقت میں ایک گھوڑا گاڑی پر دوسرے شہر تشریف لے گئے اور وہاں پر بیان بھی فرمایا اور واپس تشریف لائے۔ اور **دوسری** کرامت یہ ہے کہ اُدھر حاجی **محمد شیر میاں** صاحب کے دل میں خیال گزرا اِدھر **اعلیٰ حضرت** کو خبر ہوگئی کہ جناب حاجی صاحب یاد فرماتے ہیں۔)

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص886)

دسویں قسم:

زمانے اور وقت کا طویل ہو جانا

اعلیٰ حضرت کی حیاتِ طیبہ پر جب ہم نگاہ ڈالتے ہیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کی پوری زندگی اس کرامت کی نوع سے عبارت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے وقت میں بڑی برکت رکھی تھی، فقط چار سال کی عمر میں آپ نے ناظرہ قرآن پاک ختم کیا، تیرہ برس دس مہینے اور چار دن کی عمر میں تمام علومِ عقلیہ و نقلیہ اپنے والدِ ماجد سے حاصل کر کے فارغ التحصیل ہوگئے۔

1856 سے 1921 تک کی 65 سالہ حیات میں آپ نے تقریباً 100 بلکہ اس سے زائد علوم و فنون پر ایک ہزار کتب و رسائل تصنیف فرمائے۔ عشق و ایمان سے بھرپور ترجمہء قرآن دیا، 22000 صفحات سے زائد پر مشتمل فقہی مسائل کا خزانہ "فتاویٰ رضویہ" کی شکل میں عطا فرمایا۔

اگر ہم اُن کی علمی و تحقیقی خدمات کو اُن کی 65 سالہ زندگی کے حساب سے جوڑیں تو (دورِ تعلیم کے 14 سال نکال کر) ہر 19 دن میں ہمیں **امام احمد رضا** ایک کتاب دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ **(جبکہ اس حساب کو کل وقت پر تقسیم کیا گیا ہے جس میں سونا، کھانا، پینا، تدریس، گھریلو مصروفیات، عبادات اور اسفار وغیرہ شامل نہیں۔ اگر ان کے اوقات نکال دئے جائیں تو شاید حساب گھنٹوں میں آئے، ایک تحقیق کے مطابق آپ نے ہر پانچ گھنٹے میں ایک کتاب کا تحفہ امتِ مسلمہ کو دیا ہے۔)**

مختصر زندگی میں اتنا کام یہ آپ کی بین کرامت ہے، ایک متحرک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کا جو کام تھا آپ نے تنِ تنہا انجام دے کر اپنی جامع وہمہ صفت شخصیت کے زندہ نقوش چھوڑے۔

(ماخوزازانوارِرضامطبوعہ ضیاءالقرآن لاہورص09)

صرف ساڑھے آٹھ گھنٹے میں کتاب تحریر کی :

رسالہ ''اَلدَّولَۃُ المَکِّیَہ '' بھی **اعلیٰ حضرت** کی زندہ جاوید کرامت ہے کہ آپ نے بخار کی شدت میں بغیر کسی کتاب کی مدد کے محض اپنی خداداد یادداشت کے بل پر تفاسیر، احادیث اور کتبِ ائمہ کی اصل عبارتوں کے حوالہ جاتِ کثیرہ نقل فرماتے ہوئے صرف ساڑھے آٹھ گھنٹے کی قلیل مدت میں تصنیف فرمایا، جس میں حقائق ودقائق، معارف وعوارف کے بحرِ زخار لہریں مار رہے ہیں، اس کے دلائلِ قاطعہ و براہینِ ساطعہ باغیوں کی سرکوبی کے لئے تازہ دم لشکر ہیں، رسالہء مذکورہ کا طرزِ تحریر ایسا ہے گویا معانیء بدیعہ کی پاکیزہ لڑیوں میں عربی ادب کے خوشنما موتی پرودئے ہیں۔

(سوانح امام احمد رضا از علامہ بدرالدین احمد قادری رضوی مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھرص305)

گیارھویں قسم:

دُعا کا شرفِ قبولیت پانا

کرامات کی اس نوع سے بھی **اعلیٰ حضرت** نے وافر حصّہ پایا کہ آپ کی دُعا سے بے شمار لوگوں کی بگڑیاں بن گئیں۔

اعلیٰ حضرت کی دُعا سے اولاد :

محمد ظہور خان صاحب کا بیان ہے کہ:

میری شادی کو 12 سال ہوگئے تھے، اولاد نہیں تھی، دل میں اس کی تمنا تھی۔ **اعلیٰ حضرت** کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا (کہ اولاد کے لیے دعا فرمادیں، آپ نے شفقت فرماتے ہوئے اولاد کی دُعا فرمائی)۔ اللہ تعالیٰ نے **اعلیٰ حضرت** کی دُعا وتوجہ سے ایک فرزند عطا فرمایا۔ اُس وقت تک میں شرفِ بیعت سے مشرف نہ ہوا تھا۔ دل میں تمنا تھی کہ آخر **اعلیٰ حضرت** کے وصال کے بعد شہزادہء **اعلیٰ حضرت** حضرت **حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان** صاحب کلکتہ تشریف لائے اس وقت غلامی کی عزت حاصل ہوئی۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص876)

میرے سب گناہ بخشوا دئیے:

عبدالرحیم خان صاحب کا بیان ہے کہ:

میں نواب ضمیر احمد خان صاحب کے پاس بریلی میں ملازم تھا۔ جب ان کے بڑے بھائی نواب عزیز احمد صاحب کا انتقال ہوا تو

اعلیٰ حضرت نے ان کے نماز وروزہ کا حساب کر کے فدیہ کی رقم بتائی اوران کی والدہ کی آرزو وتمنا کے مطابق **اعلیٰ حضرت** ہی نے جنازہ کی نماز پڑھائی اوراس میں حسبِ دستور تیسری تکبیر کے بعد وہ سب دعائیں جو احادیث میں وارد ہیں پڑھیں۔(جنہیں ایک رسالہ کی شکل میں بنام''المنة الممتازہ فی دعواتِ الجنازہ'' شائع بھی فرمادیا تھا،فتاویٰ رضویہ تخریج شدہ جلد9 ص209 پر یہ رسالہ موجود ہے۔)۔

اُن کی بی بی صاحبہ نے بعداز وصال اُنہیں خواب میں دیکھا کہ وہ بہت اچھی حالت میں ہیں،جس کی توقع بظاہران کے اعمال کے اعتبار سے نہ تھی۔بی بی صاحبہ نے سبب دریافت کیا توفرمایا:

''اعلیٰ حضرت نے میرے جنازے کی نماز پڑھائی اوراتنی دعائیں کیں کہ میرے سب گناہ بخشوادیئے یہ ان کے نماز پڑھانے کی برکت ہے''۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفرالدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہورص876)

ان شآءَ اللہ آپ کو پھانسی نہیں ہوگی:

جنابِ سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ:

''خان بہادر اصغرعلی خان صاحب وکیل ورئیس''شہرکہنہ''(پرانا اندرون شہر) کے برادرِخورد، جناب محمدعلی خان صاحب ایک قتل کے مقدمے میں ماخوذ ہوگئے،اس پریشانی کے عالم میں ایک روزعصر کے وقت مسجد محلّہ سوداگران میں آکر **اعلیٰ حضرت** کے قدمبوس ہوئے اوراپنی پریشانی کا اظہارکیااورشرفِ بیعت سے مشرف ہوئے اورطالبِ دعا ہوئے۔

اعلیٰ حضرت نے دعافرماتے ہوئے تسکین بخش کلمات ارشادفرماتے ہوئے یوں ارشادفرمایا''**ان شآءاللہ** آپ کو پھانسی نہیں ہوگی'' پھر ان کواپنے ساتھ لے کر پھاٹک میں تشریف لائے، یہاں جوخدام ومتوسلین موجود تھے ان سے بھی موصوف کے لیے دُعا کروائی اورفرمایا کہ ''جہاں چالیس مسلمان ہوتے ہیں وہاں ایک''**ولیُّ اللّٰہ**''ضرورہوتا ہے اوریہاں توبحمدللہ 40 سے زیادہ مسلمان ہیں''۔ **ان شآءاللہ تعالیٰ** ان کی دُعا ضرورمقبول ہوگی۔

اس کے بعد آپ نے کچھ پڑھنے کے لیے بتادیا۔مولانا ظفرالدین بہاری''حیاتِ اعلیٰ حضرت''میں تحریرفرماتے ہیں:

''غالباً قرینہ(اندازہ) یہ ہے کہ''**حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيل**'' 450مرتبہ،اول وآخردرودشریف،تین تین بار پڑھنے کوفرمایا ہو گا۔اس لیے کہ **اعلیٰ حضرت** عموماً فوجداری کے مقدمہ میں مدعاعلیہ کو یہ بتادیا کرتے تھے،اور بارہا کا تجربہ ہے کہ ہمیشہ اس مقدمے میں کامیابی ہوتی رہی اورکیوں نہ ہو کہ یہ قرآنی دعاتعلیمِ الٰہی سے ہے۔

چنانچہ مقدمہ کھلا،صرف کچھ دنوں جیل میں رہے،اور پھانسی سے خداوندِعالم نے انہیں بچالیا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفرالدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہورص926)

بارھویں قسم:

خاموشی و کلام پر قدرت

بعض بزرگوں نے عرصہء دراز تک لوگوں سے کلام نہیں کیا،بعض بزرگوں نے نمازوں اور ضروریات کے علاوہ طویل وعظ فرمائے۔ **اعلیٰ حضرت** بھی انہی اوصاف کے حامل تھے۔آیئے!ان کی حیاتِ طیبہ سے بھی اس نوع کا ایک واقعہ ملاحظہ کرتے ہیں۔

چھ گھنٹے سورہء والضُّحیٰ پر بیان :

سید اظہر علی صاحب (ساکن محلّہ ذخیرہ) کا بیان ہے کہ:

ایک مرتبہ **اعلیٰ حضرت** حضرت محبّ الرسول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب کے عرس شریف میں بدایون تشریف لے گئے،وہاں 9 بجے صبح سے 3 بجے دن تک کامل چھ گھنٹے **سورہء والضُّحیٰ** پر حضور کا بیان ہوا۔

(دوران بیان **اعلیٰ حضرت** نے) فرمایا کہ:''اسی سورۃ ءمبارکہ کی کچھ آیاتِ کریمہ کی تفسیر میں 80 جز (تقریباً چھ سوصفحات) رقم فرما کر چھوڑ دیا کہ **اتنا وقت کہاں سے لاؤں کہ پورے کلام پاک کی تفسیر لکھ سکوں''۔**

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص 177)

تیرھویں قسم:

نفرت کرنے والے دلوں کو پھیر لینا

سینکڑوں اولیائے کرام سے یہ کرامت صادر ہوئی کہ جن بستیوں یا مجلسوں میں لوگ اُن سے عداوت ونفرت رکھتے تھے جب اِن حضرات نے وہاں قدم رکھا تو اُن کی توجہ سے لوگوں کے دل اُن کی محبت سے لبریز ہوگئے۔**اعلیٰ حضرت** کی حیاتِ طیبہ سے بھی اس نوع کے ایک دو واقعات پیش خدمت ہے۔

دل کی کیفیت بدل گئی :

بریلی شریف میں ایک صاحب رہتے تھے جو بزرگانِ دین کو اہمیت نہ دیتے تھے اور پیری مریدی کو پیٹ کا ڈھکوسلہ کہتے تھے۔ان کے خاندان کے کچھ افراد **اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان** رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت تھے۔وہ لوگ ایک دن کسی طرح سے بہلا پھسلا کر ان کو **اعلیٰ حضرت** کی زیارت کے لئے لے چلے۔

راستے میں ایک حلوائی کی دُکان پر گرم گرم امرتیاں تلی جارہی تھیں،دیکھ کر ان صاحب کے منہ میں پانی آ گیا۔کہنے لگے،''یہ امرتیاں کھلاؤ تو چلوں گا۔''اُن حضرات نے کہا کہ واپسی میں کھلائیں گے پہلے چلو۔

بہرحال سب لوگ **اعلیٰ حضرت** کی بارگاہ میں حاضر ہوگئے اتنے میں ایک صاحب گرم گرم امرتیوں کی ٹوکری لے کر حاضر ہوئے۔فاتحہ

کے بعد سب کو تقسیم ہوئیں۔ دربارِ **اعلیٰ حضرت** کا قاعدہ یہ تھا کہ ساداتِ کرام اور داڑھی والوں کو دُگنا حصہ ملتا تھا۔ چونکہ ان صاحب کی داڑھی نہیں تھی لہٰذا ان کو ایک ہی اُمرتی ملی۔

اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ ان کے دو دیجئے۔ تقسیم کرنے والے نے عرض کی، حضور! انکے داڑھی نہیں ہے۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا: ''ان کا دل چاہ رہا ہے ایک اور دے دیجئے''۔ یہ کرامت دیکھ کر (اُن کے دل کی کیفیت بدل گئی اور) وہ **اعلیٰ حضرت** کے مرید ہو گئے اور بزرگانِ دین کی تعظیم کرنے لگے۔

(تجلیات امام احمد رضا از مولانا امانت رسول مطبوعہ مکتبہ برکاتی پبلیشرز کراچی ص 101)

عقائد درست ہو گئے:

مولانا محمد حسین صاحب میرٹھی بیان فرماتے ہیں کہ:

میرٹھ کے ایک صاحب جو **اعلیٰ حضرت** کے مرید تھے، بدمذہبوں کی صحبت کے زیرِ اثر انہیں اچھا سمجھنے لگے۔ اُن کے حوالے سے میں کافی پریشان ہوا، اُنھی دنوں بریلی شریف سے اُن کی طلبی کا تار آ گیا، چنانچہ یہ **اعلیٰ حضرت** کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے، ایک ہفتہ وہاں رہے اور سب خیالات درست ہو گئے اُس کے بعد ساری زندگی اُن کے عقائد درست ہی رہے اور اُن کی کیفیت بدل گئی۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص 994)

چودھویں قسم:

غیب کی خبریں دینا

اللہ تعالیٰ کی عطا سے دلوں میں چھپے ہوئے خطرات و خیالات کو جان لینا اور لوگوں کو غیب کی خبریں دینا، اس نوعِ کرامت کی بے شمار مثالیں اولیائے کرام سے منقول ہیں۔

اعلیٰ حضرت بھی صاحبِ کشف وحال بزرگ تھے۔ آیئے! اُن کی حیاتِ طیبہ سے بھی ایسے ہی چند واقعات پڑھتے ہیں۔

میں نے تعداد بتا دی:

مولانا عرفان علی صاحب بیسلپوری کا بیان ہے کہ:

ایک مرتبہ **اعلیٰ حضرت** نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ کا (نیک) بندہ روزہ سے ہوتا ہے تو وہ اکثر باتیں بتا دیتا ہے جس سے عام لوگ متحیر ہو جاتے ہیں، پھر فرمایا:

میرا روزہ تھا عصر کا وقت تھا، میں اپنی مسجد کی فصیل پر بیٹھا تھا۔ ایک صاحب کے پاس پان تھے انہوں نے مجھ سے پوچھا کتنے ہیں؟ **میں نے (پانوں کی) تعداد بتا دی۔**

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص 888)

کھلی کرامت اس کو کھتے ھیں:

جناب ذکاءاللہ صاحب کا بیان ہے کہ:

ایک دن پھاٹک میں بہت سے مہمان آئے ہوئے تھے، گرمی کا موسم تھا، دوپہر کے کھانے میں مولانا ہدایت رسول صاحب نے فرمایا ''کیا ہی اچھا ہوتا اگر اس وقت برف کا پانی ہوتا''۔

یہ جملہ ختم ہی کیا تھا کہ زنانہ مکان کے کواڑ کھلنے کی آواز آئی، دیکھا کہ **اعلیٰ حضرت** خود بنفسِ نفیس جگ میں برف کا پانی لئے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا:

ذکاءاللہ خان صاحب! یہ برف کا پانی لے جایئے۔ مولانا ہدایت رسول صاحب نے دیکھا تو فرمایا ''کھلی کرامت اس کو کہتے ہیں''۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفرالدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص 911)

وہ ھمارے دلوں پر مطلع تھے:

جنابِ سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ:

اعلیٰ حضرت کی حیات ظاہری میں فقیر کو علم توقیت کے کام میں حد درجہ انہماک اور مصروفیت رہتی تھی کہ کھانا اور نمازوں کے اوقات کے علاوہ تمام اوقات اسی کام میں صرف ہوتے تھے۔

مسلسل نشست کے باعث کھانا دیر میں ہضم ہوتا اور خوراک کم ہوگئی، کبھی تو صرف ایک ہی وقت کھانا کھاتا۔ چنانچہ ایک روز دوپہر کے کھانا کھانے کے بعد میں نے مکان پر منع کر دیا کہ شام کو کھانا نہیں کھاؤں گا اور حاضرِ آستانہ عالیہ ہوگیا۔

ان دنوں (گرمی کے دن تھے) نماز عشاء کے لیے **اعلیٰ حضرت** 10 بجے شب کو کاشانہ اقدس سے باہر تشریف لاتے تھے۔ اس روز بھی حسب معمول نماز ہوئی اور آپ 11 بجے مسجد سے مکان واپس تشریف لے گئے۔

ابھی میں خدام آستانہ سے ہمکلام ہی تھا اور ارادہ مکان جانے کا کر رہا تھا کہ مجھے سخت بھوک محسوس ہوئی، پھر خیال آیا کہ مکان پر تو میں نے کھانا پکوانے سے منع کر دیا تھا۔

خیر میں نے سوچا ایک رات کا کاٹنا کیا مشکل ہے میں یونہی جا کر سو رہوں گا، صبح کو دیکھا جائے گا۔ اتنے میں **سیدی اعلیٰ حضرت** باہر ڈیوڑھی میں تشریف لائے ان کے دستِ مبارک میں لوٹا تھا۔ ننّن خان خادمِ آستانہ کو آواز دی اور فرمایا: تازہ پانی لے آؤ، وہ پانی لے آئے اب واپس مکان میں جاتے وقت مجھ سے فرمایا: کہ سید صاحب! ذرا ٹھہریے گا۔ میں سمجھا کہ توقیت کے متعلق کچھ کام ہوگا، میں ٹھہر گیا۔

30 منٹ بعد حضور اس شان سے باہر برآمد ہوئے کہ ایک چھوٹی سینی (ٹرے) دونوں مبارک ہاتھوں سے پکڑے ہوئے لائے جس میں گیارہ روٹیاں، ایک چینی کے پیالے میں شوربا، ایک چینی کی طشتری میں جلیبیاں تھیں اور سوجی کے بسکٹ، جن کی نسبت فرمایا کہ یہ

خاص میرے کھانے کے لیے رکھے تھے۔

پھر میری طرف اشارہ فرمایا کہ کھانا کھا لیجئے، بھوکے نہ رہیے اور کھانے کے بعد برتن یہیں باہر رکھ دیجئے گا کیونکہ ملازمہ بھی چلی گئی ہے اور مکان میں سب لوگ سو رہے ہیں اب میں کواڑ بند کررہا ہوں۔

یہ فرما کر تشریف لے گئے مجھ سے جتنا کھایا گیا کھایا، بقیہ باندھ کر گھر لے گیا، صبح کو وہ تبرکاً گھر میں تقسیم ہو گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ **بِاَمرِ اللّٰہ** ہمارے دلوں پر مطلع تھے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص921)

حضرت ! ملاحظہ فرمائیں:

جناب مولوی حافظ معین الدین صاحب کا بیان ہے کہ:

بہت عرصہ پہلے کی بات ہے جب **اعلیٰ حضرت** اس مکان میں تشریف رکھتے تھے جس میں آج کل حضرت حسن میاں تشریف رکھتے ہیں میں ''ملوکپور'' میں اپنے یہاں کی مسجد میں ظہر کی نماز سے فارغ ہو چکا تھا کہ دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ''حضرت'' کا لفظ عام طور پر استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں۔ ارادہ کیا کہ ابھی جا کر **اعلیٰ حضرت** سے دریافت کرتا ہوں۔

عصر کے کچھ پہلے درِ دولت پر حاضر ہو کر دروازہ کھٹکھٹایا، خادمہ آ کر مجھے دیکھ کر واپس گئی، چند منٹ کے بعد حضور تشریف لائے، مبارک ہاتھوں میں کتابیں، قلمدان اور پان کی تھالی تھی، غلام نے کتابیں قلمدان لے کر حضور کے بیٹھنے کی جگہ رکھیں۔

اعلیٰ حضرت نے پان کی تھالی غلام کے سامنے کر کے فرمایا ''حضرت ! ملاحظہ فرمائیں'' اس سے پیشتر کبھی یہ الفاظ (یعنی حضرت) نہیں فرمائے تھے (یوں بلا پوچھے ہی میرے سوال کا جواب مل گیا) اس قسم کے واقعات اکثر گزرتے تھے مولیٰ تعالیٰ اپنے کرم سے ان پر رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین!

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص966)

سب سوالات اور اُن کے جوابات عطا فرما دیئے:

جناب مولوی حافظ یقین الدین صاحب نے فرماتے ہیں کہ:

میرے برادرِ معظم حاجی حافظ حسین الدین صاحب سفر سے تشریف لائے۔ ایک روز والد ماجد صاحب سے یہ عرض کی کہ مجھے **اعلیٰ حضرت** سے بہت سی باتیں دریافت کرنی ہیں۔ یہ کہہ کر **اعلیٰ حضرت** کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔

اللہ کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم **''ماکان ومایکون''** (جو کچھ ہو چکا، یا ہونے والا ہے) کے عالم ہیں، اُن کے سچے غلام بھی اُن کی عطا سے دلوں کی باتیں جان لیتے ہیں۔

اس سے پہلے کہ حافظ محمد حسین الدین صاحب کچھ عرض کرتے آپ نے اُن کے سب سوالات اور اُن کے جوابات عطا فرما دیئے۔

مکان آ کر والدِ ماجد صاحب مغفور سے بہت تعجب سے کہنے لگے کہ میں نے تو حضور سے ایک سوال بھی نہیں کیا مگر **اعلیٰ حضرت** نے میرے سب سوالوں کے جواب عطا فرما دیئے۔ اس کے بعد بھائی جان سلسلہءغلامی میں داخل ہو گئے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص967)

نورِ فراست سے فریب کو جان لیا:

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ:

ایک صاحب **اعلیٰ حضرت** کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں کہ ''میری بیوی کا انتقال ہو گیا ہے، گھر میں میت پڑی ہوئی ہے، تجہیز و تکفین کے لیے میرے پاس ایک پیسہ نہیں، حضور میری مدد فرمائیں''۔

اعلیٰ حضرت اپنے نورِ باطن سے اُن کے فریب کو جان لیتے ہیں، مگر ان کو ذلیل کر کے نہیں نکالتے بلکہ کچھ رقم حاجی ذکاء اللہ خان صاحب قادری کو دے کر فرماتے ہیں کہ ''آپ ان کے ساتھ چلے جایئے اور کفن وغیرہ کا سامان کر دیجئے''۔

خان صاحب موصوف حسبِ ارشاد ان کے ساتھ جاتے ہیں اور تھوڑی دیر میں واپس آ کر جو رقم ہمراہ لے گئے تھے واپس **اعلیٰ حضرت** کے حوالے کر دیتے ہیں، اور عرض کرتے ہیں کہ اُن صاحب نے کچھ دور جا کر مجھ سے کہا کہ ''بھائی! میت وغیرہ کچھ نہیں ہے اصل یہ کہ میرے پاس جو دام تھے وہ جوئے میں ہار آیا ہوں، مجھے داؤں کے لیے ضرورت ہے لہٰذا جو کچھ رقم آپ لائے ہیں آدھی آپ لے لیجئے اور آدھی مجھے دے دیجئے''۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص970)

کشف سے معلوم کر لیا کہ میں بھوکا ہوں:

مولانا عرفان علی صاحب بیسلپوری کا بیان ہے کہ:

میری بھتیجی جس کی عمر سولہ سال تھی اور وہ اپنے ماں، باپ کی اکلوتی بچی تھی، ایک مہلک مرض میں مبتلا ہو گئی۔ میں اُن دنوں پیلی بھیت میں ملازم تھا، اس کی علالت کی خبر سن کر بیسلپور چلا آیا۔ جب میں نے اس کو پکارا تو اس نے آنکھیں کھول دیں اور بولی کہ ''بریلی شریف سے پیر و مرشد کا تعویذ لا دو'' (وہ بھی اعلیٰ حضرت ہی کی مریدہ تھی)۔

چنانچہ میں بریلی شریف حاضر ہوا، بوجہِ پریشانی کھانا نہ کھایا جاتا تھا، سید ضمیر الحسن صاحب جیلانی کے اصرار سے چند لقمے کھائے جو گلے سے نہ اترے۔

سیدی **اعلیٰ حضرت** کے دولت خانہ پر حاضر ہوا، نو یا دس بجے رات کا وقت تھا، **اعلیٰ حضرت** نے اپنے کشفِ باطن سے معلوم کر لیا کہ میں

بھوکا بھی ہوں اور پریشان بھی۔آپ اندر تشریف لے گئے اور تقریباً سیر بھر امرتیاں مجھے عطا فرمائیں، ایک امرتی کا کھانا تھا کہ کُل پریشانی دور ہوگئی۔(بھوک بھی ختم ہوگئی اور بھتیجی کی شفا کا انتظام بھی ہوگیا)

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفرالدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص910)

میرے وسوسے پر مطلع ہو گئے :

جنابِ سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ:

انگریزی کتاب ''المنک''، جس میں ''تقویماتِ شمس'' چھپی ہوتی ہیں، ہر سال کلکتہ سے منگوائی جاتی تھی۔

اعلیٰ حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ ذرا دیکھئے تو کہ فلاں تاریخ کو کون سا دن ہوگا؟۔ چونکہ میں انگریزی سے واقف نہ تھا اس لیے مجھے بتانے میں تکلف ہوا، فرمایا ''لائیے مجھے دیجئے''، معاً میرے دل میں خیال گزرا کہ آپ تو انگریزی جانتے نہیں پھر کیسے معلوم ہوگا۔

اعلیٰ حضرت میرے وسوسے پر مطلع ہو گئے اور ارشاد فرمایا: ''میں انگریزی نہیں جانتا مگر صرف جمعہ کے دن کے حروف کی شکل ذہن نشین کرلی ہے اسے تلاش کر کے سمجھ لیتا ہوں کہ اس سے پہلے پنجشنبہ اور چہارشنبہ وغیرہ ہے اور آگے شنبہ، یکشنبہ وغیرہ''۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفرالدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص924)

پٹھان خاندان سے ہوں طبیعت سخت ۔۔۔:

شیخ المحدثین حضرت علامہ مولانا مولوی الحاج سید شاہ محمد دیدار علی صاحب الوری علیہ الرحمہ کے صدرالافاضل حضرت علامہ مولانا مولوی شاہ نعیم الدین مرادآبادی صاحب سے دوستانہ تعلقات بہت ہی وسیع تھے۔

ایک بار آپ مرادآباد جلوہ آرا ہوئے تو صدرالافاضل نے فرمایا کہ بریلی شریف میں **اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب** کی زیارت کے لیے چلئے۔مولانا شاہ دیدار علی صاحب نے فرمایا ''میں انہیں جانتا ہوں، پٹھان خاندان سے ہیں طبیعت سخت اور غصہ زیادہ ہے''۔

الغرض یہ کہ حضرت صدالافاضل اپنے دوستانہ زور کے تحت انھیں بریلی شریف لے گئے۔جب محلّہ سوداگران میں **اعلیٰ حضرت** کے درِ اقدس پر پہنچے اور **اعلیٰ حضرت** سے مصافحہ ہوا تو حضرت شیخ المحدثین نے کہا ''حضور! مزاج کیسے ہیں؟''

اعلیٰ حضرت نے فرمایا: ''سید صاحب! کیا پوچھتے ہیں پٹھان خاندان سے ہوں طبیعت سخت اور غصہ زیادہ ہے''۔

حضرت شیخ المحدثین حیران تھے کہ مرادآباد میں ہم دو کے درمیان جو گفتگو ہوئی تھی **اعلیٰ حضرت** نے اپنے کشف و کرامت سے اُسے معلوم فرما لیا اور وہی الفاظ دوہرائے اور یہ بھی جان لیا کہ میں سید ہوں۔

اللہ اکبر! **اعلیٰ حضرت** کی دست بوسی فرمائی ''سلسلہ عالیہ رضویہ'' میں داخل ہوئے اور اسی وقت بارگاہِ **اعلیٰ حضرت** میں خلافت سے بھی نوازے گئے۔

(تجلیاتِ امام احمد رضا از مولانا امانت رسول قادری مکتبہ برکاتیہ پبلیشرز کراچی ص56)

صاحبزادوں کی عمر اور سنِ وصال پہلے بتا دیا:

''تجلیاتِ امام احمد رضا'' میں ہے کہ:

ایک مرتبہ **اعلیٰ حضرت** کچھ تحریر فرما رہے تھے کہ **اعلیٰ حضرت** کے خادمِ خاص حاجی کفایت اللہ صاحب وہاں پہنچ گئے۔ **اعلیٰ حضرت** نے حاجی صاحب کو دیکھ کر لکھنا موقوف فرما کر قلم و کاغذ رکھ دیا۔

حاجی صاحب نے دریافت کیا حضور کیا تحریر فرما رہے تھے؟ **اعلیٰ حضرت** نے وہی کاغذ حاجی صاحب کو دیدیا، اس کاغذ پر حجۃ الاسلام (شہزادہ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ حامد رضا خان) کا نام یوں لکھا پایا کہ ایک سطر میں ''**محمد**'' اور ''۹۲ھ'' اور دوسری سطر میں ''**حامد رضا**'' اور ''۱۳۶۲ھ'' اور تیسری سطر میں ''ع'' اور اس کے برابر میں ''۷۰'' اور چوتھی سطر میں ''**محمد**'' اور ''۹۲ء'' (عیسوی) لکھا تھا (معلوم ہوتا تھا کہ **اعلیٰ حضرت** کچھ اور لکھنا چاہتے تھے لیکن حاجی صاحب کے پہنچنے پر لکھنا موقوف فردیا)۔ حاجی صاحب نے دریافت کیا حضور! اس میں کیا لکھا ہے؟۔ **تو اعلیٰ حضرت** نے فرمایا ''پڑھ لیجئے'' حاجی صاحب نے عرض کیا ''پڑھ تو لیا لیکن سمجھ میں نہیں آیا'' آپ نے فرمایا: **حامد میاں** اور **مصطفیٰ میاں** کے نام قلمبند کئے ہیں اور اُن سے سن بھی نکلتی ہے۔

حاجی صاحب نے پھر عرض کیا کہ حضور ''**محمد**'' کے عدد ''۹۲'' ہیں اور حامد میاں کی سن ولادت ''۱۲۹۲ھ'' ہے لیکن حامد رضا سے سن کس طرح نکلتی ہے، اور ''ع'' اور ''۷۰'' کا کیا مطلب ہے؟ **تو اعلیٰ حضرت** نے سخت لہجے میں فرمایا وقت پر خود سمجھ جاؤ گے۔ نیز فرمایا کہ حاجی صاحب آم کھایئے پیڑ نہ گنئے اور حاجی صاحب سے کاغذ واپس لے لیا۔

جب ''۱۳۶۲ھ'' میں حجۃ الاسلام مولانا الحاج **محمد حامد رضا خان** صاحب کا وصال ہوا تو حاجی صاحب نے مشائخ کرام کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا اور بتایا کہ حامد رضا خان اور ''۱۳۶۲'' لکھا ہوا تھا یہ سن بھی ''۱۳۶۲ھ'' ہی ہے ''ع'' اور ''۷۰'' بھی سمجھ میں آ گیا کہ ستر سال کی عمر ''حجۃ الاسلام'' نے پائی۔

گویا ''محمد'' سے سنِ ولادت نکلتی ہے اور '''۱۳۶۲ھ'' سے سن وصال نکلتی ہے۔ اور ''ع'' (عمر) ''۷۰'' سے ستر سال کی طرف اشارہ ہے، کہ ستر سال عمر پائی۔

نیز ''۹۲ء'' سے (دوسرے شہزادہ اعلیٰ حضرت، تاجدارِ اہلسنت حضور **مفتی اعظم** ہند) مولانا **شاہ مصطفیٰ رضا خان** کی سن پیدائش نکلتی ہے کہ 1892ء (عیسوی) میں آپ کی پیدائش ہوئی، گویا **اعلیٰ حضرت** کو سب کچھ معلوم تھا کہ کتنی عمر ہوگی، کون سے سن میں وصال ہوگا اور حاجی صاحب کا فرمانا کہ میں اگر نہ پہنچتا **تو اعلیٰ حضرت** کچھ اور تحریر فرماتے لیکن مجھ کو دیکھ کر لکھنا موقوف فرما دیا یعنی **حضور مفتیءاعظم** ہند کا تاریخی نام تو تحریر فرما چکے تھے اس کے بعد نہ معلوم کیا کیا تحریر فرماتے۔

(تجلیاتِ امام احمد رضا از مولانا امانت رسول قادری مطبوعہ برکاتیہ کراچی پبلیشرز ص82)

ایک ٹکڑا اور مل جاتا :

حضرت مولانا الحاج غلام محی الدین نے ایک واقعہ بیان کیا کہ:

میرے والدِ ماجد حضرت مولوی غلام جیلانی صاحب (حضور شاہ جی محمد شیر میاں صاحب پیلی بھیتی کے بھانجے) کچھ مسائل کی معلومات کے لیے بریلی شریف **اعلیٰ حضرت** کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے، میں بھی والد صاحب کے ساتھ ہولیا، میری عمر اس وقت گیارہ سال کی ہو گی، مجھے یاد ہے کہ **اعلیٰ حضرت** کی خدمت میں کچھ سوالات پیش کئے **اعلیٰ حضرت** نے اسی وقت جوابات عنایت فرمائے۔

بعدہٗ والد صاحب نے اجازت چاہی آپ نے فرمایا آج نہیں کل جایئے گا۔لہٰذا اس دن **اعلیٰ حضرت** کے کاشانہء اقدس پر قیام رہا، شام کو کھانے میں مختلف قسم کے کھانے تھے اور شاہی ٹکڑے بھی تھے۔قاری غلام محی الدین صاحب کا بیان کہ "میں نے جب شاہی ٹکڑا کھایا تو بہت لذیذ تھا، میرے دل میں یہ خیال آیا کہ ایک شاہی ٹکڑا اور مل جاتا اِدھر میرے دل میں خیال آنا تھا اُدھر **اعلیٰ حضرت** نے اپنے آگے سے ایک شاہی ٹکڑا اٹھا کر مسکراتے ہوئے میری طرف بڑھایا اور حکم فرمایا اندر سے شاہی ٹکڑے اور لائے جائیں۔

والد صاحب نے عرض کیا: حضور! یہ بچہ میٹھا بہت کم کھاتا ہے اتنا نہیں کھا سکے گا نہ دیجئے، اس پر **اعلیٰ حضرت** نے ارشاد فرمایا کہ:

"غلام محی الدین کا جی چاہتا ہے کھانے دیجئے"

بعدہٗ ایک شاہی ٹکڑا اور عنایت کرتے ہوئے فرمایا: بیٹا خوب کھاؤ میٹھا"۔

اس موقع پر **اعلیٰ حضرت** کی دو کرامتیں مجھ پر ظاہر ہوئیں ایک تو میرے دل کی بات جان لی، دوسرا میرا نام لیا۔۔۔گھر پر آکر والد صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ سچ بتاؤ تم نے کھاتے وقت کیا سوچا تھا، تو میں نے عرض کی میرے دل یہ خیال تھا کہ ایک اور مل جاتا۔یہ سن کر والد صاحب بہت دیر تک روتے رہے اور فرمایا کہ لوگ **اعلیٰ حضرت** کو کیا جانیں وہ تو بہت بڑے اولیائے کاملین میں سے ہیں

(تجلیاتِ امام احمد رضا از مولانا امانت رسول مطبوعہ برکاتیہ 103)

صرف ایک آیت پاک تلاوت کر کے اصلاح فرمادی :

مولوی اعجاز علی خان صاحب کا بیان ہے کہ:

جناب مولانا شاہ عارف اللہ صاحب خطیب "خیر المساجد" خیر نگر، میرٹھ اپنے والد ماجد مولانا حبیب اللہ صاحب قادری رضوی کا واقعہ بیان فرماتے تھے کہ ایک دن عقائد اہلِ دیوبند پر گفتگو ہو رہی تھی انہوں نے فرمایا:

"کم از کم اس قدر بات تو ضرور ہے کہ دیوبندی ہمارے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز تو پڑھتے ہیں اور اہلِ قبلہ کو برا کہنے کی ممانعت آئی ہے۔"

ابھی یہ مجلس ختم نہ ہوئی تھی کہ بریلی سے تار پہنچا کہ "فوراً بریلی آؤ" وہ گھبرا گئے، مولوی محمد حسین صاحب میرٹھی سے مشورہ لیا انہوں نے کہا فوراً جایئے۔

چنانچہ بریلی شریف پہنچے، آستانے پر حاضر ہوکر سب سے دریافت کیا کہ کس نے تار بھیجا؟ مگر پتہ نہ چلا، سخت تشویش ہوئی۔ خیال کیا کہ مخالفین کی کوئی چال نہ ہو۔

آخر کار تار آفس میں گئے، معلوم ہوا کہ یہاں سے ہی تار گیا ہے لیکن دینے کون آیا تھا یہ یاد نہیں۔ بہت متفکر ہوئے الٰہی کیا ماجرا ہے۔ بارگاہِ **اعلیٰ حضرت** میں حاضری دی، **آپ** نے خود کچھ نہ فرمایا نہ کچھ کہنے کی جرأت ہوئی کہ دریافت کروں۔ تیسرے دن میرٹھ واپسی کا قصد کیا۔ **اعلیٰ حضرت** مسجد میں تشریف فرما تھے، جب اجازت چاہی تو **اعلیٰ حضرت** نے فرمایا: ''مولانا! اس آیۂ کریمہ کو تو پڑھیے''

لَيۡسَ الۡبِرَّ اَنۡ تُوَلُّوۡا وُجُوۡهَكُمۡ قِبَلَ الۡمَشۡرِقِ وَالۡمَغۡرِبِ وَلٰكِنَّ الۡبِرَّ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَالۡمَلٰٓئِكَةِ وَ الۡكِتٰبِ وَ النَّبِيّٖنَ

ترجمہ **کنز الایمان**: ''کچھ اصل نیکی یہ نہیں کہ منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرو ہاں اصلی نیکی یہ کہ ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر'' (سورہ بقرہ آیت ۱۷۷)

مجھ سے رعب کی وجہ سے آیت نہ پڑھی گئی، میرے ساتھ مولوی محمد حسین میرٹھی بھی تھے، انہوں نے آیۂ کریمہ پوری تلاوت کی۔ میرے دل میں معاً خیال گزرا کہ **اعلیٰ حضرت** نے اصلاح کی غرض سے بلایا تھا اور صرف ایک آیت پاک تلاوت کر کے اصلاح فرمادی۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ص 881)

دیکھ کر...

جنابِ سید سردار احمد صاحب کا بیان ہے کہ:

ایک مرتبہ رمضان شریف کا واقعہ ہے کہ میں نمازِ عصر کے واسطے مسجد میں تھا، **اعلیٰ حضرت** بھی تشریف فرما تھے حضرت نے میری طرف مخاطب ہوکر فرمایا تم کس سے بیعت ہو؟ میں نے کہا کسی سے بھی نہیں، حضرت نے فرمایا وسیلہ بہت اچھی چیز ہے، بغیر وسیلہ رب العزت جل جلالہ کے دربار میں گزر ہونا دشوار ہے۔

میں سن کر چپ ہو رہا، اس وقت میری عمر قریب سولہ سال تھی، میں نے آپ کے کہنے کا کچھ خیال نہ کیا، جس کو ایک سال گزر گیا، دوسرے سال وہی عصر کا وقت تھا، حضرت نے فرمایا، پچھلے رمضان میں شاید اسی وقت میں نے تم سے کچھ کہا تھا، مجھے فوراً یاد آ گیا کہ حضور نے بیعت کی بابت فرمایا تھا کہ سلسلہ بہت اچھی چیز ہے، پھر بھی میں چپ رہا۔

اُسی روز رات کو سحری کھا کر سو گیا، خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک بہت بڑا امکان ہے اور اس میں پھاٹک لگا ہوا ہے، دروازہ پر ایک شخص پہرہ دے رہا ہے، میں نے اس کے اندر دیکھا کہ کچھ بڑے خوبصورت لوگ بیٹھے ہیں، میں نے بھی اندر جانے کا خیال کیا لیکن پہرہ دار

نے مجھے روک دیا، تب میں اسی دروازہ کے مکان پر کھڑا ہو گیا، ایک شخص اندر سے تشریف لائے، انہوں نے پہرہ والے سے کہا، اندر آنے دو، پھر میں اندر چلا گیا۔

وہاں جا کر دیکھا کہ ایک بہت بڑی میز رکھی ہے اس کے پاس تین کرسیاں ہیں، ایک کرسی جو بیچ میں ہے اس میں ایک خوبصورت بزرگ نہایت ہی نفیس پوشاک پہنے تشریف فرما ہیں اور دائیں بائیں کرسیوں پر دو اور اشخاص تشریف رکھتے ہیں۔

ان میں سے ایک شخص کچھ کاغذات اُن بزرگ کے سامنے پیش کرتا ہے۔ وہ میرے بارے میں حکم فرماتے ہیں کہ اس کو پھانسی دے دی جائے، دوسرے شخص عرض کرتے ہیں کہ اس کے بارے میں مولوی **احمد رضا خان** کچھ کہنا چاہتے ہیں، تب وہ بزرگ **اعلیٰ حضرت** کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ مولوی! کیا کہنا چاہتے ہو؟ اس وقت تک میں نے **اعلیٰ حضرت** کو نہیں دیکھا تھا کہ وہاں موجود ہیں، تب میری نظر حضرت پر پڑی اور دیکھا کہ حضرت بھی وہاں موجود ہیں۔

اسکے بعد حضرت قبلہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ حضور کے یہاں کا غلام ہے اس دفعہ اس کو معاف فرمایا جائے، تب ان بزرگ نے فرمایا کہ مولوی ان کی سفارش کرتے ہیں اس دفعہ اس کو معاف کیا جائے۔

اتنے میں فجر کی اذان سے میری آنکھ کھل گئی، مسجد میں آیا، نماز کے بعد **اعلیٰ حضرت** سے عرض کی حضور! مجھے بیعت کر لیجئے۔ حضرت نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے ارشاد فرمایا **''دیکھ کر''**! اس کے بعد آپ نے مجھے بیعت فرما کر سینے سے لگا لیا اور بہت خوش ہوئے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص960)

یہ سنّتِ متفقہ ھے:

جناب عبدالرحیم خان صاحب کا بیان ہے کہ:

میں جس زمانے میں بریلی شریف کے ایک بینک میں ملازم تھا تو مسجد کے ایک وہابی خیال کے مولوی صاحب مجھے قرآن پڑھانے آتے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک جمعہ کو میں **اعلیٰ حضرت** کی مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے گیا، اصل مقصد ایک مسئلہ دریافت کرنا تھا۔

میں آگے صف میں جا کر بیٹھا، **اعلیٰ حضرت** تشریف لائے اور نماز پڑھنے لگے، دیکھا کہ پاؤں کی دونوں ایڑیاں بہت قریب ہیں، اتنا خیال آنا تھا کہ آپ نے فرمایا کہ ''یہ سنت متفقہ ہے'' یا کوئی لفظ اسی قسم کا فرمایا مجھے اصل لفظ یاد نہیں رہے، میں کانپنے لگا اور نماز ختم ہونے تک چپکا بیٹھا رہا۔ جمعہ کی نماز کا سلام پھیرتے ہی میں چلا آیا، ایسی ہیبت غالب ہوئی کہ مسئلہ پوچھنا بھی یاد نہ رہا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص879)

کامل طھارت کریں:

مولوی مبین الدین صاحب امروہوی بیان کرتے ہیں کہ:

ایک مرتبہ امروہہ سے حافظ **محمد** شفیع صاحب، **محمد** ابراھیم خان صاحب اور رفیق احمد صاحب بریلی شریف **اعلیٰ حضرت** کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

''بی بی جی مسجد'' میں جلسہ منعقد تھا۔ان تینوں اصحاب کے والد حافظ کرامت اللہ صاحب نعت خواں تھے، یہ امروہہ کے منتخب نعت خواں،شب بیدار، عابدوزاہد بزرگ تھے۔اِس جلسے میں انہوں نے کئی نعتیں سنائیں۔

جلسہ سے فارغ ہو کر یہ **اعلیٰ حضرت** کی خدمت میں حاضر ہوئے، اُس وقت نعت خوانی کے آداب کا تذکرہ تھا، اِسی سلسلے میں **اعلیٰ حضرت** نے ارشادفرمایا کہ'' حافظ صاحب (نعت خواں تو بہت اچھے ہیں لیکن ان) کی طہارت میں نقصان ہے اِنہیں چاہیے کہ کامل طہارت کیا کریں'' جب حافظ صاحب مذکور سے کہا گیا کہ **اعلیٰ حضرت** نے یہ ارشادفرمایا ہے تو غور کرنے کے بعد بولے کہ بالکل سچ فرمایا ہے، میں استنجاء صرف ڈھیلے سے کیا کرتا ہوں پانی سے نہیں کرتا، پھر غالباً اسی مرتبہ یا اس کے بعد رفیق احمد صاحب اور حافظ **محمد** شفیع احمد صاحب اور **محمد** ابراھیم خان صاحب داخلِ سلسلہ ہوئے۔

(سیرت اعلیٰ حضرت از مولانا ظفرالدین بہاری مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ص995)

مولانا حشمت علی کے دل کی بات جان لی:

ایک مرتبہ مولانا حشمت علی صاحب قادری رضوی لکھنوی کے دل میں یہ خیال آیا کہ قرآنِ عظیم میں ہے:

يَعْمَلُوْنَ لَه مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحارِيْبَ وَ تماثِيْل

ترجمہ کنزالایمان: اس کے لئے بناتے جو وہ چاہتا اونچے اونچے محل اور تصویریں۔(سورۃ سبا: 13)

یعنی سیدنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے جنات ان کی حسبِ منشا محرابیں اور تصویریں بناتے تھے اور یہ ثابت ہے کہ اگلی شریعتوں کو جب ربّ عَزَّ وَجَلَ بغیر انکار کے بیان فرمائے (یعنی اگلی شریعتوں کے وہ احکام جن سے منع نہ کیا ہو) تو وہ احکام ہمارے لیے بھی ہوتے ہیں اور تصویروں پر قرآنِ عظیم نے انکار نہ فرمایا، اور جن احادیث سے حرمت ثابت ہوتی ہے وہ سب اَحاد (یعنی خبر واحد،حدیث کی ایک قسم کا نام ہے) ہیں،تو قرآنِ عظیم کو منسوخ نہیں کرسکتیں۔مولانا حشمت علی صاحب قادری رضوی یہ شبہ دل میں لئے ہوئے حاضرِ خدمت ہوئے اور عرض کیا: حضور والا! حرمتِ تصاویر متواتر ہے؟

اعلیٰ حضرت نے ارشادفرمایا:

ہاں! حرمتِ تصاویر متواتر ہے، مگر وہ احادیث جن سے حرمت ثابت ہوتی ہے وہ سب فرداً فرداً ''اَحاد'' ہیں مگر مجموعہ سے حرمت متواتر ہوجاتی ہے، تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ حرمت تصاویر کی حدیث ''متواتر المعنیٰ'' ہے اور حدیث'' متواتر المعنیٰ'' قرآنِ عظیم کو '' منسوخ'' کرسکتی ہے جیسے ایسی احادیث نے

يَعْمَلُوْنَ لَه مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحارِيْبَ وَ تَمَاثِيْلَ

کومنسوخ کردیا۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبہ المدینہ ص517)

پندرھویں قسم:

کھائے پیئے بغیر عرصہ دراز گزارنا

ایسے بزرگوں کی فہرست بہت ہی طویل ہے جوایک مدتِ دراز تک بغیر کچھ کھائے پیئے زندہ رہ کرعبادتوں میں مصرف رہے اوراُنہیں کھانا پانی چھوڑ دینے سے ذرہ برابر بھی کوئی ضعف لاحق نہیں ہوا۔ **اعلیٰ حضرت** بھی بہت قلیل الغذا تھے بعض اوقات تو ایسا بھی ہوا کہ آپ نے کافی عرصہ بغیر کھائے گزار دیا۔

اکتیس دن تک کچھ نہ کھایا:

مولانا محمد حسین میرٹھی صاحب کا بیان ہے کہ:

ایک مرتبہ میں اور مولوی حبیب اللہ میرٹھی اور مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی صاحب بریلی حاضر ہوئے۔

اس زمانے میں **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرصہ سے کچھ (کھانا، پانی وغیرہ) نوش نہیں فرمایا تھا، گھر والوں نے بہت عرض کیا مگر قبول نہ ہوا۔

ہم لوگوں کو دیکھ کر **حسن رضا** میاں مرحوم نے فرمایا کہ آج حضرت کو **''31دن''** ہوئے کہ کوئی چیز نہیں کھائی ہے، ہر چند عرض کیا گیا مگر نہیں مانتے آپ لوگ مہمان ہیں اور مہمان کا کہنا ماننا سنت ہے آپ صاحبان (کھانے کے لئے) عرض کریں۔

جب **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز کے لئے تشریف لائے تو مولانا **شاہ عبدالعلیم** صاحب نے کچھ عرض کیا، آپ نے کچھ جواب نہ دیا دوسری نماز کے بعد پھر عرض کیا، آپ نے پھر کچھ جواب نہ دیا۔ تیسری مرتبہ پھر عرض کیا تو فرمایا کہ مولانا! آپ یہ کس غرض سے فرمارہے ہیں؟ عرض کی: حضور! (آپکے) تمام اوقات دینی کاموں میں مشغول رہتے ہیں، مقصد یہ ہے کہ حضور کو ضعف نہ ہو، ورنہ اِن کاموں میں حرج ہوگا۔ فرمایا کہ:

''میرے ذمہ فتاویٰ ہیں، پنج وقتہ مسجد میں جماعت کی حاضری ہے، کوئی مسئلہ دریافت کرے تو اُس کا جواب عرض کرنا ہے، ان تین کاموں میں سے آپ نے کسی کام میں تساہل (سستی) پایا؟ مولانا! یہ عادت تو جانوروں کی ہوتی ہے کہ دانہ، چارہ ملا تو کام کیا ورنہ نہیں، انسان کی یہ خصلت نہیں''

یہ سن کر کوئی جواب نہ بن پڑا، (لیکن ان حضرات کا پرزور اِصرار جاری رہا) جب آپ کچھ رضا مند ہوئے تو حکیم صاحب نے فرمایا کہ پہلے

تھوڑا دودھ دیا جائے ورنہ نقصان ہوگا آنتیں خشک ہوگئی ہیں چنانچہ (ان لوگوں کے اصرار پر) تریسٹھویں وقت (یعنی اکتیس دن کے بعد) آپ کو تھوڑا سا دودھ دیا گیا۔

(حیات اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ص993)

چھبیس روز کھانا نہیں کھایا

''تجلیاتِ امام احمد رضا'' میں آپ کی حیاتِ طیبہ کا ایک اور واقعہ یوں تحریر ہے کہ:

ایک مرتبہ **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی کتاب کا مطالعہ فرما رہے تھے سابقہ زمانے کے عابدین اولیائے کاملین کا ذکر تحریر تھا کہ فلاں عابد نے اتنے روز کھانا نہیں کھایا اور خدا کی عبادت کی اور فلاں فلاں نے اتنے اتنے روز کھانا نہیں کھایا اور خدا کی عبادت کرتے رہے بس یہ پڑھ کر **اعلیٰ حضرت** نے بھی اسی وقت سے کھانا تناول فرمانا چھوڑ دیا۔

اہلِ خانہ کو اور جن جن احباب کو اس بات کی خبر ہوتی گئی ان کو فکر بڑھتی گئی کہ کیا وجہ ہے کہ آپ نے کھانا چھوڑ دیا، کئی بار اہلِ خانہ، دوست احباب، خلفاء و تلامذہ نے عرض کیا حضور! کھانا تناول فرمائیں، ارشاد فرمایا: آپ حضرات کھانا تناول فرمائیں فقیر کا روزہ ہے۔

وقت گزرتا گیا احباب کو فکر بڑھتی گئی کہ **اعلیٰ حضرت** کو کھانا کیسے کھلایا جائے۔ آپ دن میں روزہ رکھتے تھے اور صرف پانی کے چند گھونٹ سے روزہ افطار فرما لیتے، کچھ بھی تناول نہ فرماتے، یوں ہی سحری میں بھی پانی کے چند گھونٹ پی کر روزہ رکھ لیتے۔

غالبًا رجب المرجب کا مہینہ تھا کچھ احباب نے سجادہ ءآستانہ ءعالیہ مارہرہ مطہرہ پیر طریقت حضرت سید مہدی میاں صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کو اطلاع دی لیکن وہ دولت کدے پر تشریف فرما نہیں تھے۔ شیر بیشہ ءاہلسنت محافظ ناموسِ رسالت حضرت علامہ شاہ محمد ہدایت رسول صاحب کو اطلاع دی گئی لیکن وہ بھی مکان پر تشریف فرما نہیں تھے، تبلیغِ سنیت میں ملک کا دورہ فرما رہے تھے، خیر جب اُن کو اطلاع ہوئی تو وہ فوراً بریلی شریف کے لیے روانہ ہوگئے اور قبلِ مغرب محلّہ سوداگران پہنچے۔

مولانا ہدایت رسول صاحب کو بتایا گیا کہ آج چھبیس روز ہو گئے ہیں کہ **اعلیٰ حضرت** نے کھانا نہیں کھایا کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ بات کیا ہے۔ اتنے میں مغرب کی اذان ہونے لگی لوگ مسجد کی طرف چل دئے حضور **اعلیٰ حضرت** بھی مکان سے تشریف لائے اور مسجد میں جا کر نمازِ مغرب کی امامت فرمائی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد مولانا ہدایت رسول صاحب نے کچھ فاصلے سے کھڑے ہو کر سلام عرض کیا، **اعلیٰ حضرت** نے سلام کا جواب عطا فرمایا اور مولانا ہدایت رسول کو مخاطب کر کے فرمایا'' کیوں مولانا صاحب! آج دور کیسے کھڑے ہیں، آیئے مصافحہ کریں'' یہ کہہ کر **اعلیٰ حضرت** اٹھے اور مولانا ہدایت رسول صاحب کی طرف بڑھے۔ مولانا صاحب پیچھے ہٹے۔ آپ نے فرمایا: ''صاحب کیا بات ہے؟''۔

مولانا ہدایت رسول صاحب نے عرض کی: میں تو صرف ایک بات عرض کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ ارشاد ہوا فرمایئے۔ تو مولانا

ہدایت رسول صاحب نے عرض کی کہ ''اب اہلسنت کو چوڑیاں پہن کر گھر میں بیٹھ جانا چاہیے''۔ **اعلیٰ حضرت** نے تعجب کے لب و لہجے میں فرمایا ''مولانا! یہ آپ کیا فرما رہے ہیں'' مولانا صاحب نے عرض کی ''جب اہلسنت کا امام کھانا پینا چھوڑ دے تو اُس کی دنیوی زندگی کا کیا سہارا کیا جاسکتا ہے''۔

اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ میری نظر سے سابقہ زمانے کے عابدین کا حال گزرا کہ اُن لوگوں نے بغیر کھائے پیئے خداوند قدوس جل مجدہٗ کی عبادت کی اور ہم تو اُمتِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، اس لیے میں نے کھانا چھوڑ دیا، لیکن **بارگاہِ رسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عطاء ہوتا رہا۔**

مولانا صاحب نے عرض کیا، حضور! میری آنکھیں تو نہیں دیکھتی ہیں، میں تو آپ کا مہمان ہو کر آیا ہوں اور مہمان کیساتھ میزبان کا کھانا بھی ضروری ہے۔ میری یہ ضد ہے کہ اگر آپ کھانا نہیں کھائیں گے تو آج سے میں بھی نہیں کھاؤں گا۔

اعلیٰ حضرت مولانا صاحب کا بڑا لحاظ فرماتے تھے اور مولانا ہدایت رسول صاحب کی بات بہت زیادہ مانتے تھے۔ فوراً گھر میں اطلاع ہوئی اور مہمان خانے میں دستر خوان بچھا دیا گیا، کھانا چنا گیا، مولانا ہدایت رسول صاحب نے اپنے ہاتھ دھوئے پھر **اعلیٰ حضرت** کے دھلوائے اور اس طرح چھبیس دن کے بعد **اعلیٰ حضرت** نے مولانا صاحب کے ساتھ کھانا تناول فرمایا۔

(تجلیاتِ امام احمد رضا از مولانا امانت رسول صاحب مطبوعہ کراچی ص 83)

سولھویں قسم:

مقام تصرف پر فائز ھو کر تصرف کرنا

''بہارِ شریعت'' میں ہے کہ:

''اولیائے کرام کو اللہ عزوجل نے بہت بڑی طاقت دی ہے اُن میں جو اصحابِ خدمت ہیں اُن کو تصرف کا اختیار دیا جاتا ہے۔ سیاہ و سفید کے مختار بنا دیئے جاتے ہیں۔

(بہارِ شریعت جلد اول از صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی مطبوعہ مکتبہ المدینہ ص 267)

اعلیٰ حضرت بھی اللہ عزوجل کے ولیّ کامل ہیں، آپ بھی ''**صاحبِ تصرف**'' بزرگ تھے، تصرف کے حوالے سے چند واقعات پیشِ خدمت ہیں۔۔۔

ٹرین پل پر جا کر رُک گئی :

نبیرۂ محدثِ سورتی الحاج فضل الصمد شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ:

1337ھ میں جبکہ میں دس سال کا تھا **اعلیٰ حضرت** بریلی شریف جانے کے لیے پیلی بھیت کے اسٹیشن پر تشریف لے گئے، ٹرین تیار

تھی ٹکٹ وغیرہ لے لئے گئے۔

اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا: نماز مغرب پڑھ لی جائے، کسی صاحب نے کہا ٹرین چھوٹ جائے گی، آپ نے ارشاد فرمایا: اگر ٹرین جاتی ہے تو جائے اب تو پہلے نماز ہی پڑھیں گے اور **ان شآءاللہ تعالیٰ** فقیر کے بغیر ٹرین نہیں جائے گی۔

اِدھر **اعلیٰ حضرت** نے نماز شروع کی اُدھر ٹرین چھوٹ گئی، جب سلام پھیرا تو ٹرین کا دور تک پتہ نہیں تھا۔ سنتیں وغیرہ پڑھیں، پھر وظائف پڑھنا شروع کر دئے، چند منٹ کے بعد دیکھا گیا کہ ایک جمِ غفیر کے ساتھ ریلوے کے ملازمین وافسران **اعلیٰ حضرت** کی طرف چلے آرہے ہیں۔

جب قریب آئے تو خدام نے دریافت کیا کہ: کیا معاملہ پیش آیا؟ تو بتایا کہ ٹرین پل پر جا کر رُک گئی ہے اب نہ آگے بڑھتی ہے نہ پیچھے ہٹتی ہے راستہ بھی بند ہو چکا ہے اور دونوں طرف ٹریفک بھی رُک گیا ہے اور انجن میں بھی کوئی خرابی معلوم نہیں ہوتی ہے۔

لوگوں نے ہمیں بتایا کہ بریلی کے بہت بڑے بزرگ نماز پڑھ رہے تھے، انہوں نے یہ ٹرین روک دی ہے، ہماری غلطی معاف کی جائے۔

اعلیٰ حضرت کو جلال آ گیا اور فرمایا:

''اگر کسی میں طاقت ہو تو ٹرین لیجا کر دکھائے، ٹرین فقیر نے نہیں روکی بلکہ فقیر جس اللہ کی نماز پڑھ رہا تھا اُس **وحدہٗ لاشریک** نے روکی ہے''۔

افسران نے **اعلیٰ حضرت** کے پاؤں پکڑ لیے اور عرض کیا کہ: اب ہماری غلطی معاف کر دی جائے آپ نے ارشاد فرمایا کہ ''اُسی اللہ عزوجل نے چاہا تو ٹرین چلے گی، اس کو واپس اسٹیشن لایا جائے''۔

ڈرائیور وغیرہ گئے دوبارہ ٹرین کو آگے چلانا چاہا نہیں چلی، جب پیچھے واپس کیا تو چل پڑی، آخرِ کار گاڑی اسٹیشن واپس آئی، آپ اس میں تشریف فرما ہوئے، بعدہٗ ٹرین بریلی شریف روانہ ہوئی۔

(تجلیاتِ امام احمد رضا از مولانا امانت رسول قادری مکتبہ برکاتیہ پبلیشرز کراچی ص 75)

گاڑی گھنٹہ لیٹ ہو گئی:

مولانا عرفان علی صاحب بیسلپوری کا بیان ہے کہ:

سیدی **اعلیٰ حضرت** دو مرتبہ بیسلپور تشریف لائے۔ پہلی مرتبہ ساڑھے دس بجے دن کے بذریعہ ریل رونق افروز ہوئے، اور شام کو واپسی کا ارادہ مصمم تھا، گویا صرف چند گھنٹے کا قیام تھا۔ بیسلپور کے مسلمانوں کے لیے آپ کے فیوض وبرکات سے بہرہ ور ہونے کا بہت کم موقع تھا مگر **اعلیٰ حضرت** نے سب کے دامن مراد کو بھرا، بعض حضرات کے مکان پر بھی تشریف لے گئے۔

واپسی میں اسٹیشن ایک گھنٹہ دیر کر کے پہنچے مولیٰ تبارک وتعالیٰ کا کرم اس وقت تک گاڑی اسٹیشن نہ آئی تھی ۔گاڑی **اعلیٰ حضرت** کے سامنے آئی، اطمینان سے **اعلیٰ حضرت** گاڑی میں رونق افروز ہوئے۔

جب گاڑی چلنے لگی لوگوں نے بطورِ اظہارِ عقیدت کہا کہ یہ **اعلیٰ حضرت** کی کرامت تھی کہ گاڑی پورے ایک گھنٹہ لیٹ آئی۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص 887)

نماز کی ادائیگی تک گاڑی رُکی رهی:

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ:

ایک مرتبہ عرسِ محدثِ سورتی میں شرکت کے بعد پیلی بھیت سے مراجعت ریل گاڑی سے ہوئی۔نواب گنج اسٹیشن پر جہاں گاڑی صرف 2 منٹ ٹھہرتی ہے نمازِ مغرب کا وقت ہوگیا، (اعلیٰ حضرت کے نزدیک چلتی ٹرین میں فرض نماز پڑھنا جائز نہیں) **اعلیٰ حضرت** نے گاڑی ٹھہرتے ہی تکبیرِ اقامت فرما کر گاڑی کے اندر ہی نیت باندھ لی غالبًا پانچ اشخاص نے اقتدا کی ،ان میں میں بھی تھا،لیکن ابھی شریک جماعت نہیں ہونے پایا تھا کہ میری نظر غیر مسلم گارڈ پر پڑی جو پلیٹ فارم پر کھڑا سبز جھنڈی ہلا رہا تھا۔

میں نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا کہ گارڈ نے انجن ڈرائیور کو روانگی کا کاغذ دے دیا جس کے یہ معنی تھے کہ گاڑی چھوٹ رہی ہے،مگر یہ خیال غلط ثابت ہوا۔

اعلیٰ حضرت نے باطمینان تمام بلا کسی اضطراب کے تینوں رکعتیں ادا کیں اور جس وقت دائیں جانب سلام پھیرا تو گاڑی چل پڑی۔ مقتدیوں کی زبان سے بے ساختہ سبحان اللہ نکل گیا۔

اس کرامت میں قابلِ غور یہ بات تھی کہ اگر جماعت پلیٹ فارم پر کھڑی ہوتی تو یہ کہا جاسکتا تھا کہ گارڈ نے ایک بزرگ ہستی کو دیکھ کر گاڑی روک لی ہوگی ،ایسا نہ تھا بلکہ نماز گاڑی کے اندر پڑھی گئی تھی۔اس تھوڑے وقت میں گارڈ کو کیا خبر ہوسکتی تھی کہ ایک اللہ کا محبوب بندہ فریضۂ نماز گاڑی میں ادا کرتا ہے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص 920)

ان شآء اللّٰہ پلیٹ فارم پر:

مولانا مفتی برہان الحق جبلپوری اپنی کتاب ’’اکرامِ امام احمد رضا‘‘ میں **اعلیٰ حضرت** کی ایک کرامت کچھ یوں تحریر فرماتے ہیں۔۔۔

صبح چار بجے **اعلیٰ حضرت**، حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب ،حاجی کفایت اللہ صاحب اور خادم برہان گاڑی پر اسٹیشن کے لیے روانہ ہوئے، میں نے عرض کیا،حضور! عین نماز کے وقت گاڑی روانہ ہوگی ،نمازِ فجر کہاں ادا کی جائے گی ؟‘‘ **اعلیٰ حضرت** نے مسکرا کر فرمایا:

’’ان شآء اللہ پلیٹ فارم پر‘‘

اسٹیشن پہنچنے پر معلوم ہوا کہ گاڑی چالیس منٹ لیٹ ہے، پلیٹ فارم پر جائے نماز، چادریں، رومال وغیرہ بچھالئے گئے اور بعونہٖ تعالیٰ کثیر جماعت نے **اعلیٰ حضرت** کے پیچھے نمازِ فجر ادا کی۔ **تَقَبَّلَ اللّٰه!** یہ **اعلیٰ حضرت** کی کرامت تھی کہ اطمینان کے ساتھ نماز سے فارغ ہوئے۔

(اکرام امام احمد رضا از مفتی برھان الحق جبلپوری مطبوعہ مکتبہ ادارہ مسعودیہ کراچی ص84-86)

اور آپ پیلی بھیت تشریف لے گئے :

مولانا عرفان علی صاحب بیسلپوری کا بیان ہے کہ:

اعلیٰ حضرت جب پہلی مرتبہ بیسلپور میں تشریف لائے تو واپسی پر اہلِ ''کھمریا'' نے اسٹیشن پر حاضر ہو کر التجا کی کہ آپ واپسی پر ''کھمریا'' تشریف لے چلیں۔

اعلیٰ حضرت نے فرمایا: اس دفعہ تو نہیں، البتہ اگر دوسری دفعہ بیسلپور آنا ہوا تو **ان شآاللہ عزوجل** واپسی میں ''کھمریا'' بھی آؤں گا۔

دوسری مرتبہ جب آپ تشریف لائے تو اہلِ ''کھمریا'' پھر اسٹیشن پر حاضر ہوئے اور واپسی میں ''کھمریا'' میں قیام فرمانے کے واسطے عرض کیا۔

علماء کرام و خادمانِ عظام جو ہمرکاب تھے آپس میں مختلف ہوئے، بعضوں کی رائے یہ تھی کہ اہلِ کھمریا کی آرزو پوری کرنی چاہیے، (جبکہ بعض احباب کی خواہش تھی کہ آپ پیلی بھیت تشریف لے جائیں) شیخ عبدالطیف صاحب مرحوم نے عرض کی کہ حضور! پیلی بھیت ہی تشریف لے چلیں، کھمریا میں قیام نہ فرمائیں۔

اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ گاڑی چلنے پر ایک وظیفہ پڑھتا ہوں اگر وہ وظیفہ ''اسٹیشن پوٹا'' آنے سے پہلے ختم ہو گیا تو **ان شآءاللہ** اہلِ کھمریا مجھے کھمریا لے جانے کے لیے اسٹیشن پر موجود ہی نہیں ہوں گے اور میں پیلی بھیت چلا جاؤں گا اور اگر ختم نہیں ہوا تو کھمریا (والے آئے ہوں گے لہٰذا وہاں) قیام کروں گا۔

وظیفہ اسٹیشن پوٹا آنے سے پہلے ہی ختم ہو گیا۔ اسٹیشن پر اہلِ کھمریا میں سے کوئی شخص نہ ملا اور **اعلیٰ حضرت** پیلی بھیت تشریف لے گئے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص908)

شب کو دو بجے کباب کھلادئیے :

نبیرہ ءمحدثِ سورتی جناب مولوی قاری احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:

ایک مرتبہ چند مسائل کی تحقیق کے لیے میرے دادا جان حضرت مولانا شاہ وصی احمد صاحب محدث سورتی پیلی بھیت سے بریلی تشریف لے گئے۔ کچھ ایسا اتفاق ہوا کہ بہت دیر ہو گئی اور وہ شب کو 2 بجے حضرت کے دولت کدے پر پہنچے۔۔۔**اعلیٰ حضرت** اس وقت پھاٹک میں بیٹھے ہوئے کچھ لکھ رہے تھے۔

ملاقات کے بعد ایک صاحب سے جو اس وقت خدمت کے فرائض انجام دے رہے تھے فرمایا کہ ''گھر کے دروازہ پر پکار کر کہہ دو پیلی بھیت سے محدث صاحب تشریف لائے ہیں تین آدمیوں کا کھانا بھیج دو۔

کھانا آیا تو حضرت بھی مہمانوں کے ساتھ دسترخوان پر رونق افروز ہوئے، لیموں اور پیاز کی چٹنی کچھ زیادہ مقدار میں دسترخوان پر موجود تھی، حضرت محدث سورتی صاحب نے مسکرا کر فرمایا ''اس وقت سیخ کباب ہوتے تو زیادہ لطف دیتے''۔

اعلیٰ حضرت اپنے مہمانوں کی اس خواہش کو سن کر خود گھر میں تشریف لے گئے اور چند منٹ کے بعد باہر تشریف لائے تو ہاتھ میں ایک چینی کی پلیٹ تھی، جس میں 16 سیخ کباب موجود تھے کبابوں سے گرم گرم بھاپ نکل رہی تھی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی تیار کئے ہیں۔ جملہ مہمانان **اعلیٰ حضرت** کی اس بیّن کرامت کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص976)

مرید کو ظالموں سے چھڑا لیا:

جنابِ سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ:

جناب منسوب احمد صاحب قادری رضوی تہجد گزار ہستی ہیں۔ ایک روز ان کے اوائلِ عمر میں زمانہ کے احباب میں سے دو شخص ملنے آئے اور اپنے ساتھ بازار میں اس طرف لے گئے جہاں ایک طوائف کا مکان تھا۔

دونوں طرف سے آدمیوں نے ان کے ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیے اور کشاں کشاں طوائف کے دروازہ تک لے گئے۔ وہ دو تھے اور یہ اکیلے۔ انہوں نے **اعلیٰ حضرت** سے رجوع کیا اور دل ہی دل میں امداد کے طالب ہوئے۔

دیکھتے کیا ہیں کہ حضور سیدی **اعلیٰ حضرت** بہت سفید پوشاک پہنے جلوہ فرما ہیں اور وہ بھی اس شان سے کہ دونوں ہاتھوں سے عصائے مبارک پر زور دیئے ہوئے ہیں، اور ٹھوڑی عصائے مبارک پر قائم ہے۔

موصوف کا بیان ہے کہ جس وقت میری نظر حضور پر پڑی، میرے جسم میں ایسی طاقت آ گئی کہ باوجود نقیہ و کمزور ہونے کے ان دونوں کی گرفت سے اپنے آپ کو چھڑوا لیا اور دوڑ کر اپنے مکان میں لوٹ آیا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص955)

زیادہ سامان کم نظر آتا:

مولوی عرفان علی صاحب بیسلپوری کا بیان ہے کہ:

حج سے واپسی کے بعد (جبکہ **اعلیٰ حضرت** کا بحری جہاز بجائے بمبئی جانے کے کراچی آ گیا تو) کراچی میں خرچ نہ رہا، سامان بہت زیادہ تھا، پلیٹ فارم پر اتارا گیا، افسر نے آ کر دیکھا اور کہا کہ سامان زیادہ معلوم ہوتا ہے، اس پر چارج ہوگا مگر اس نے تین مرتبہ آ کر سامان دیکھا، جب

بھی حساب لگا تا تو چارج کے قابل نہ پا تا درحقیقت سامان بہت زیادہ اور قابلِ چارج تھا مگر ''**یَـــا قَـــابِـضُ**'' کی تجلی اس کوزیادہ **معلوم** کرنے سے روک دیتی تھی۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت ازمولانا ظفرالدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص907)

تب سوداگری محلہ کو اُلٹیے گا:

مولوی اعجاز علی خان صاحب کا بیان ہے کہ:

ایک بار ایک فقیر **اعلیٰ حضرت** کی مسجد میں مقیم ہوا اور کسی بات پر ناراض ہوا۔اس قدر غصے میں آیا کہنے لگا کہ: میں سوداگری محلّہ کو الٹ دوں گا۔

اعلیٰ حضرت نے یہ الفاظ سن کر اپنا جوتا اس کی طرف پھینکا، وہ اس کے سامنے الٹا گرا، فرمایا'' پہلے اس کو سیدھا کرو، تب سوداگری محلّہ کو اُلٹیے گا۔''

فقیر نے لاکھ زور لگایا مگر سیدھا نہ کرسکا۔ جولوگ موجود تھے کہتے تھے کہ اس فقیر نے اپنی پوری ہمت صرف کردی مگر جوتا سیدھا نہ ہوسکا۔حضرت نے جوتا پہن لیا اور مکان تشریف لے گئے وہ شخص بہت نادم ہوا اور درِدولت پر آیا۔**اعلیٰ حضرت** کو معلوم ہوا تو خود اس فقیر کے واسطے کھانا لائے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت ازمولانا ظفرالدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص886)

سر پر ہاتھ پھیرنے سے علم کا شوق ہو گیا:

جنابِ سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ:

مولوی سردار علی خان عرف عزو میاں (فرزند اکبر جناب حاجی واجد علی خان صاحب مرحوم ہمشیرہ زادہء اعلیٰ حضرت) کی طالب علمی کا زمانہ تھا۔

ابتدائی زمانہ نہایت بدشوقی، بے توجہی اور بے پرواہی میں گزرا۔ممدوح خود کہتے تھے کہ مدرسے کے اوقات میں مولوی صاحب طلبہ کو درس دے رہے ہیں، مگر میرے کان بالکل ان کی تقریر سے نا آشنا رہتے تھے، میں نہ کبھی کتاب کا مطالعہ کرتا، نہ کبھی سبق یاد کرتا، فقط مدرسہ کے وقت کتاب ہاتھ میں لیتا اور پھر کوئی غرض مطلب نہیں، اور اسی وجہ سے ڈر کے مارے **اعلیٰ حضرت** کے سامنے نہ آتا، نمازوں کے اوقات میں جب نماز قائم ہوجاتی تو اخیر میں آکر شریک ہوجاتا اور سب سے پہلے ہی پڑھ کر مسجد سے نکل جاتا۔

ایک روز نمازِ عشاء کے لیے یہ سوچ کر جاتا ہوں کہ پہلے ہی پڑھ کر چلا آؤں گا۔ بیرونی درجہ کے شمالی فصیل کے در میں بیٹھا ہی تھا کہ دفعتاً حضور اندرونی درجہ سے نکل کر میرے قریب آکر کھڑے ہوگئے، اب قدم نہ آگے بڑھتا ہے نہ پیچھے ہٹتا ہے۔

اعلیٰ حضرت دریافت فرماتے ہیں کیا پڑھتے ہو؟ عرض کی'' ہدایہ آخرین وعقائد نسفی''حضور کو یہ سن کر بہت مسرت ہوئی، **ماشآءاللہ**

فرماتے ہوئے دستِ شفقت میرے سر پر پھیرا، جس سے بالکل کایا پلٹ ہوگئی۔

مجھے کتب بینی کا شوق پیدا ہوجاتا ہے کہ کتاب ہاتھ سے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا، ذہن بھی ایسا رسا ہوگیا کہ اپنے ہم سبقوں میں **ممتاز** ہوگیا، بلکہ جس شب کا یہ واقعہ ہے اس کی صبح ہی کو جس وقت درجے میں جا کر بیٹھتا ہوں اور سبق شروع ہوتا ہے تو میرے استاد حضرت مولانا رحم الٰہی صاحب مجھ میں فرق محسوس فرماتے ہیں۔ان کی حیرت واستعجاب پر میں نے سارا واقعہ بیان کردیا کہ جس وقت سے **حضور سیدی اعلیٰ حضرت** نے میرے سر پر ہاتھ رکھا ہے میں خود اپنے آپ میں یہ تبدیلی محسوس کر رہا ہوں۔

فی الحقیقت یہ اسی دستِ حق پرست کی برکات ہیں کہ آج مولوی سردار علی خان صاحب موصوف'' **مدرسہ منظر اسلام**'' میں درجہء اوّل اور دوم کے طلبہ کو درس دے رہے ہیں۔

مولانا کا معمول یہ ہے کہ روزانہ کتاب کا مطالعہ مواجہہِ اقدس میں کیا کرتے ہیں اور اگر کوئی الجھن واقع ہوتی ہے تو حضور کی نظرِ کرم سے فوراً حل ہوجاتی ہے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص951)

تمھت سے بری ھو گئے:

جنابِ محمد حسین صاحب رضوی کا بیان ہے کہ:

11 ربیع الاول شریف 1333ھ بوقتِ شب مجھ پر ایک تہمت اٹھائی گئی، جس سے خطرہ تھا کہ میں مارڈالا جاؤں گا۔لیکن یہ حضرت کی کرامت تھی کہ مجھے کچھ نہیں ہوا، وہ شخص خود ہی شرمندہ ہوا اور کہنے لگا کہ میں خود غلطی پر تھا اور معافی کا خواستگار رہوا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص880)

جا کر دیکھو پانی ھے :

مولانا اعجاز علی خان صاحب کا بیان ہے کہ:

زمانہءمقدمہء بدایوں میں سب لوگ'' نومحلّہ'' میں مقیم تھے۔زنان خانے میں والدہ صاحبہ بھی تھیں۔ایک دن پانی بالکل ختم ہوگیا اور متعدد آدمیوں نے دیکھا کہ پانی نہیں ہے۔والدہ صاحبہ نے **اعلی حضرت** سے یہ معاملہ عرض کیا۔

فرمایا:'' دیکھو پانی ہے'' والدہ صاحبہ نے عرض کیا کہ'' حضور پانی نہیں ہے'' **اعلیٰ حضرت** نے تیسری مرتبہ فرمایا'' دیکھو جا کر پانی ہے'' والدہ صاحبہ آئیں تو دیکھا اس قدر پانی پایا کہ سب کی ضروریاتِ وضو کو کافی ہوا، سب نے وضو کیا اور نماز فجر ادا کی۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص885)

گھڑے میں پانی بھر گیا:

سید ایوب علی صاحب بھی اس سے ملتا جلتا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ:

ایک روز فجر کے وقت حضرت پیرانی صاحبہ دیکھتی ہیں کہ کسی گھڑے میں پانی نہیں، مجبوراً **اعلیٰ حضرت** سے دریافت کیا کہ ''نماز کا وقت جا رہا ہے کسی گھڑے میں پانی نہیں ہے، کیا کِیا جائے؟ **اعلیٰ حضرت** یہ بات سن کر فوراً ایک گھڑے کے اوپر دستِ مبارک رکھ کر ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''پانی تو اس گھڑے میں اوپر تک بھرا ہوا ہے لو وضو کر لو''۔

دیکھا تو واقعی پانی گھڑے میں اوپر تک بھرا ہوا تھا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص928)

غلطیاں خود بخود ٹھیک ہو گئیں :

جنابِ سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ:

ماہ شعبان المعظم نصف گزر چکا تھا اوقاتِ خمسہ برائے رمضان المبارک بریلی کے برادرم قناعت علی کے ذمہ تھے جبکہ بیرون جات کے اس فقیر کے ذمہ تھے۔

عین اُس روز جبکہ نقشہ کتابت کے لیے کاپی نویس کو دینے کا ارادہ تھا، دن کے بارے بجے **اعلیٰ حضرت** خلافِ معمول گھر سے باہر تشریف لے آئے اور مجھ سے بیرون جات کے اوقات کی کاپی لے کر شملہ کے وقت کی جانچ فرمائی، جس میں ایک جگہ غلطی تھی چونکہ شملہ کا عرض 32-31 درجات کے درمیان ہے لہٰذا ہر اُس مقام کے وقت میں غلطی کا ہونا لازمی تھا جو اس عرض پر واقع تھا۔

اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا: ''اب کب تصحیح ہو گی، کب نقشہ چھپے گا، کب روانہ ہو گا؟ اس لئے صرف بریلی کے اوقات چھاپ دیئے جائیں بیرون جات کو چھوڑ دیئے۔ یہ حساب ہی نہیں بلکہ فتویٰ ہے، مسلمانوں کے روزے کیوں برباد کئے جائیں۔''

پھر فوراً کاشانہ ءاقدس میں واپس تشریف لے گئے۔ اُس وقت جو حالت میری ہوئی میں ہی جانتا ہوں ایک طرف تو **اعلیٰ حضرت** کی ناراضی عرق عرق کئے دیتی تھی دوسری طرف تین مہینے کی محنت کا نتیجہ برباد ہو رہا تھا۔ الغرض کوئی سمندر کے کنارے بیٹھ جائے کہ سمندر خالی کر دوں گا کچھ اسی طرح فقیر نے اولاً شملہ کا وقت صحیح کیا، بعدہٗ اُن مقامات پر جن پر غلطی کا گمان غالب تھا صحیح کرنے کے لیے قلم اُٹھایا مگر قربان اپنے آقا و مولا کے کہ۔۔۔

جس جگہ پر غلطی ہونی چاہیے تھی ترمیم پاتا ہوں

حیرانی کے عالم میں ایک پرچہ پر مفصل کیفیت لکھ کر آپ کی خدمت میں بھیج دی۔ مجھے خوب یاد ہے اس پرچہ کی ابتدا میں نے اس جملہ سے کی تھی **''واللہ! یہ حضور کی کرامت ہے''** اس کا جواب آیا ''سید صاحب! یہ آپ کی کرامت ہے 30 منٹ کے بعد حاضر ہوتا ہوں'' جیسے ہی آپ باہر تشریف فرما ہوئے میں نے قدم بوسی کرنا چاہی مگر حضور نے دونوں ہاتھ بڑھا کر سینے سے لگا لیا اور مسہری پر رونق افروز ہو کر

اُس کاپی کوملاحظہ کرنے لگے۔

میری آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے آپ کے چہرے پر تبسم کے آثار ظاہر ہوئے اور فرمایا **"خوب"** پھر فوراً تشریف لے گئے۔ عصر کے وقت میں اسی خوشی میں شیرینی لایا اور آپ سے فاتحہ دلوائی۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ص922)

سترھویں قسم:

زیادہ کھانے پر قدرت

کرامت کی یہ بھی ایک قسم ہے کہ اللہ والے بعض اوقات کسی مصلحت کے تحت زیادہ کھانا کھاتے ہیں اور اُنہیں کوئی تکلیف بھی نہیں ہوتی۔ **اعلیٰ حضرت** نے بھی کئی مرتبہ غرباء کی دلجوئی کرتے ہوئے خلافِ مزاج زیادہ کھانا کھایا جس سے آپ کو کوئی ضرر نہ ہوا۔

گائے کا گوشت کھا لیا:

جنابِ سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ:

ایک مرتبہ سَفرِ پٹنہ میں ایک جگہ (ایک غریب گھرانے میں) **اعلیٰ حضرت** دعوت میں تشریف لے گئے، دسترخوان پر گائے کے گوشت کا قورمہ اور اس پر طُرّہ یہ کہ ایک انگلی برابر تیل کھڑا تھا (اور آپ مزاج گرم ہونے کی وجہ سے گائے کا گوشت تناول نہیں کرتے تھے) ہمراہیان پریشان ہوئے کہ کس طرح حضور تناول فرمائیں گے، مرچیں بھی کافی تھیں، مگر حیرت اس بات کو دیکھ کر ہوئی کہ حضور نوالہ خوب ڈبو، ڈبو کر (اہل خانہ کی دل جوئی کے لیے) بے تکلف اُس وقت تک تناول فرماتے رہے کہ سب حضرات فارغ ہو لیے، یعنی سب کے بعد دست کشی فرمائی۔ اور یقیناً **اعلیٰ حضرت** کی یہ کرامت تھی کہ بفضلہٖ تعالیٰ کوئی نقصان نہ پہنچا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص962)

اٹھارویں قسم:

حرام غزاؤں سے محفوظ رھنا

بہت سے اولیائے کرام سے یہ کرامت منقول ہے کہ اُنھیں حرام غذاؤں سے ایک خاص قسم کی بدبو آتی تھی اور وہ ان سے محفوظ رہتے تھے۔ **اعلیٰ حضرت** کی سیرت اس پہلو سے بھی مزین ہے۔۔۔

یہ مزدوری کرتا ھے اور اس کی پاک کمائی کا مال ھے:

سید ایوب علی صاحب فرماتے ہیں کہ:

ایک کمسن صاحبزادے نہایت ہی بے تکلفانہ انداز میں سادگی کے ساتھ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی: میری بوا (یعنی والدہ) نے

آپ کی دعوت کی ہے اور کل صبح کو بلایا ہے ۔**اعلیٰ حضرت** نے ان سے دریافت فرمایا کہ : مجھے دعوت میں کیا کھلاؤ گے؟ اس پر اُن صاحبزادے نے اپنے کُرتے کا دامن جو دونوں ہاتھوں سے پکڑے ہوئے تھے پھیلا دیا، جس میں ماش کی دال اور دو چار مرچیں پڑی ہوئی تھیں ۔ کہنے لگے دیکھئے ناں! یہ دال لایا ہوں ۔

حضور نے ان کے سر پر دستِ شفقت پھیرتے ہوئے فرمایا: اچھا! میں اور یہ (حاجی کفایت اللہ صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کل دس بجے دن کے آئیں گے اور حاجی صاحب سے فرمایا: مکان کا پتا دریافت کر لیجئے ۔غرض صاحبزادے مکان کا پتا بتا کر خوش خوش چلے گئے ۔

دوسرے دن وقتِ معین پر حضور عصائے مبارک ہاتھ میں لئے ہوئے باہر تشریف لائے اور حاجی صاحب سے فرمایا چلئے ۔اُنہوں نے عرض کی کہاں؟ فرمایا: اُن صاحبزادے کے ہاں دعوت کا وعدہ جو کیا تھا، آپ کو مکان کا پتا معلوم ہو گیا یا نہیں؟ عرض کیا: جی حضور! ''محلّہ ملوکپور'' میں ہے اور ساتھ ہو لئے ۔

جس وقت مکان پر پہنچے تو وہ صاحبزادے دروازہ پر کھڑے انتظار میں تھے ۔حضور کو دیکھتے ہی یہ کہتے ہوئے بھاگے ارے بوا! مولوی صاحب آ گئے، آپ مکان کے اندر تشریف لے گئے، اندر دروازہ کے قریب ہی ایک چھپر پڑا ہوا تھا وہاں کھڑے ہو کر انتظار فرمانے لگے ۔کچھ دیر بعد ایک بوسیدہ چٹائی (آپ کے تشریف فرما ہونے کے لیے) آئی اور ڈھلیا میں موٹی موٹی باجرہ کی روٹیاں اور مٹی کی رکابی میں وہی ماش کی دال جس میں مرچوں کے ٹکڑے پڑے ہوئے تھے (سامنے) لا کر رکھی دی اور کہنے لگے کھایئے ۔

حضور نے فرمایا بہت اچھا کھاتا ہوں! ہاتھ دھونے کے لیے پانی لے آیئے ۔ادھر وہ صاحبزادے پانی لانے کو گئے اور اِدھر حاجی صاحب نے کہا کہ حضور یہ مکان نقارچی (نقارہ بجانے والا) کا ہے ۔حضور یہ سن کر (غایت تقویٰ کی وجہ سے) کبیدہ خاطر ہوئے اور فرمایا ''ابھی کیوں کہا کھانے کے بعد کہا ہوتا'' ۔

اتنے میں وہ صاحبزادے پانی لے کر حاضر ہوئے ۔حضور نے دریافت فرمایا کہ آپ کے والد کہاں ہیں اور کیا کرتے ہیں؟ دروازے کے پردے میں سے اُن صاحبزادے کی والدہ نے عرض کی: حضور! میرے شوہر کا انتقال ہو گیا ہے ۔وہ کسی زمانے میں نوبت بجاتے تھے اس کے بعد توبہ کر لی تھی ۔اب صرف یہ لڑکا ہے جو راج مزدوروں کے ساتھ مزدوری کرتا ہے ۔حضور نے (مسرت سے) الحمدللہ کہا اور دُعائے خیر و برکت فرمائی ۔

حاجی صاحب نے حضور کے ہاتھ دھلوائے اور خود ہاتھ دھو کر شریکِ طعام ہو گئے، مگر دل ہی دل میں حاجی صاحب کے یہ خیال گشت کر رہا تھا کہ حضور کو کھانے میں بہت احتیاط ہے ۔غذا میں سوجی کا بسکٹ استعمال ہوتا ہے ۔یہ روٹی اور وہ بھی باجرہ کی اور اس پر ماش کی دال کس طرح تناول فرمائیں گے ۔مگر قربان اس اخلاق اور دلداری کے کہ میزبان کی خوشی کے لیے خوب سیر ہو کر کھایا ۔

حاجی صاحب فرماتے تھے کہ میں جب تک کھاتا رہا حضور بھی برابر تناول فرماتے رہے وہاں سے واپسی پر حاجی صاحب کے شبہ کو رفع فرمانے کے لیے ارشاد فرمایا: اگر ایسی خلوص کی دعوت روز ہو تو میں روز قبول کروں ۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفرالدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص 165)

انیسویں قسم:

دوردراز جگہ کا مشاہدہ

پردوں کے پیچھے سینکڑوں میل فاصلے بھی اولیاءاللہ کے لیے رکاوٹ نہیں بنتے اور وہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے دوردراز جگہوں کا مشاہدہ یوں کرتے ہیں جیسے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کا مشاہدہ کرتے ہیں۔آیئے **اعلیٰ حضرت** کی حیاتِ طیبہ سے بھی اسی نوع کے چندواقعات پڑھتے ہیں۔

اُس روز تانگے والے کو آپ نے دی تھی:

صدرالشریعہ مولانا مفتی محمدامجدعلی صاحب اعظمی صاحب کی واپسیءحرمین طیبین کا واقعہ ہے کہ **اعلیٰ حضرت** خود بنفسِ نفیس اُنہیں لینے کے لیے اسٹیشن پرتشریف لے گئے۔

طے شُدہ سُواری کو آنے میں تاخیر ہوگئی تو ایک ارادت مند مستری غلام نبی بغیر پوچھے تانگہ لینے چلے گئے۔جب تانگہ لے کر پلٹے تو دُور سے دیکھا کہ سُواری آچکی ہے لہٰذا تانگے والے کو چوَنّی (ایک روپے کا چوتھائی حصّہ) دے کر رخصت کیا۔

اس واقعہ کا کسی کوعلم نہ تھا،چارروز کے بعد مستری صاحب بارگاہِ **اعلیٰ حضرت** میں حاضِر ہوئے تو **اعلیٰ حضرت** نے انہیں ایک چوَنّی عطا فرمائی۔پوچھا،کیسی ہے؟ فرمایا،اُس روز تانگے والے کو جو آپ نے دی تھی۔مستری صاحِب حیران ہوگئے کہ میں نے کسی سے اس بات کا مُطلَق تذکرہ نہیں کیا پھربھی **اعلیٰ حضرت** کومعلوم ہوگیا۔

اس طرح سوچ میں ڈوبا ہوادیکھ کر حاضِرین نے کہا،میاں بابَرَکت چوَنّی کیوں چھوڑتے ہوتبَرُّک کے طور پررکھ لو۔اُنہوں نے رکھ لی جب تک وہ بابَرَکت چوَنّی اُن کے پاس رہی کبھی پیسوں میں کمی نہ ہوئی۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت ازمولانا ظفرالدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص294)

قبلہ رُخ دُرست نہیں :

اعلیٰ حضرت سفر''جبلپور'' میں نمازِ مغرب ادا کرنے کے لیے مولانا شاہ عبدالسلام جبلپوری کے گھر کے قریب جامع مسجد میں تشریف لے گئے۔جونہی **اعلیٰ حضرت** نے فرشِ مسجد پرقدم رکھا فرمایا

''اس مسجد کی سمتِ قبلہ صحیح نہیں ہے''

لہٰذا صفوف دوبارہ قائم ہوئیں،بعدازاں جتنے دن وہاں قیام رہا آپ پانچوں وقت کی نماز باجماعت اِسی مسجد میں ادا فرماتے رہے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت ازمولانا ظفرالدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص339)

فلاں مکان میں ہیں :

اعلیٰ حضرت کے بھانجے جناب علی محمد خان صاحب کا بیان ہے کہ:

میری عمر اس وقت ستر یا اکہتر سال کی ہے، طفلی کے زمانہ میں تقریباً بارہ برس کے عمر تک بریلی شریف میں رہنا ہوا، بعد میں اتنا ہی زمانہ قریب قریب پردیس میں گزرا، کبھی کبھی بریلی آتا ورنہ برابر پردیس ہی میں رہتا۔

ایک دفعہ میں بریلی آیا ہوا تھا کہ **اعلیٰ حضرت** نے مجھے یاد فرمایا، آدمی تمام محلے میں دیکھ کر واپس آ گیا اور عرض کی کہ ''وہ مجھے نہیں ملے شاید وہ محلّہ میں نہیں ہیں''۔ فرمایا ''جاؤ فلاں مکان میں ہیں۔

وہ آدمی آیا اور مکان بند پایا، تو اس نے آوازیں دینا شروع کیں، میں آیا اور اس سے دریافت کیا کہ تم کو کیسے معلوم ہوا کہ میں یہاں ہوں؟ اُنہوں نے کہا میں نے آپ کو تمام محلّہ میں تلاش کیا اور جا کر **اعلیٰ حضرت** کی بارگاہ میں عرض کیا کہ میں نے ہر جگہ تلاش کیا وہ نہیں ملے۔ **اعلیٰ حضرت** نے فرمایا کہ ''فلاں مکان میں ہیں۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص 912)

بیسویں قسم:

ھیبت و دبدبہ

اولیائے کرام کو اللہ تعالیٰ کا قربِ خاص حاصل ہوتا ہے جس کے نتیجے میں عام لوگوں پر اُن کا ایک رُعب اور وَقار قائم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مخالفین جب ان بزرگانِ دین کی بارگاہ میں آیا کرتے تو اللہ کے شیروں کا رُعب اُن پر اِس طور چھا جاتا کہ اُن کی زَبانیں گنگ ہو جاتیں۔

اعلیٰ حضرت کو بھی اسی طرح کا رُعب عطا کیا گیا، ہزار مخالفتوں کے باوجود **اعلیٰ حضرت** کا رُعب اور دبدبہ اس قدر تھا کہ بریلی کے رہنے والے ہندو بھی آپ کا ادب کیا کرتے تھے۔

کبھی کوئی ناگوارواقعہ پیش نہ آیا:

جنابِ سید الطاف علی بریلوی صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

مولانا **احمد رضا خان صاحب** کے اہلِ خاندان کے محلّہ سوداگران میں بڑے بڑے مکانات تھے بلکہ پورا محلّہ ایک طرح سے اُنہی کا تھا محلّہ کے چاروں طرف ہندوؤں کی زبردست آبادی تھی، کوئی ایک راستہ بھی ایسا نہ تھا جس کے ہر دو جانب کثیر تعداد میں ہندو نہ رہتے ہوں لیکن مولانا صاحب کا وقار وجلال کچھ اس طرح کا تھا کہ ہندو مسلم فسادات کی سخت کشیدہ فضاء میں بھی کوئی ناگوار واقعہ کبھی پیش نہ آیا۔

(سیدنا اعلیٰ حضرت از مولانا محمد فیض احمد اویسی مطبوعہ مکتبہ اہل سنت فیصل آباد ص 22)

اکیسویں قسم:

مختلف صورتوں میں ظاھر ھونا

حضراتِ صوفیا کا قول ہے کہ ''عالمِ ارواح اور عالمِ اجسام کے درمیان ایک تیسرا عالم بھی ہے جس کو عالمِ مثال کہتے ہیں''۔ اس عالمِ

مثال میں ایک ہی شخص کی روح مختلف صورتوں میں ظاہر ہو جایا کرتی ہے۔

چنانچہ ان لوگوں نے قرآن پاک کی اس آیۃ کریمہ:

'' فَاَرْسَلْنَآ اِلَیْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِیًّا ''

''تو اس کی طرف ہم نے اپنا روحانی بھیجا وہ اس کے سامنے ایک تندرست آدمی کے روپ میں ظاہر ہوا'' (سورۃ مریم آیت نمبر 17)

سے استدلال کیا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام **حضرت بی بی مریم** رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے ایک تندرست آدمی کی صورت میں ظاہر ہو گئے تھے، یہ واقعہ عالمِ مثال میں ہوا تھا۔

اعلیٰ حضرت کی سیرت میں بھی ایسا ملتا ہے کہ آپ نے بھی عالمِ مثال میں ظہور فرمایا چنانچہ امیرِ اہلسنت **حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی** دامت برکاتہم عالیہ اپنے رسالہ ''بریلی سے مدینہ'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ۔۔۔

مُشکل کشاء کا دیدار:

بابُ المدینہ کراچی کے ایک معمر کاتب عبدالماجد بن عبدالمالک پیلی بھیتی نے یہ ایمان افروز واقعہ سُنایا کہ:

میری عُمر اُس وقت تیرہ برس تھی، میری سوتیلی والِدہ کا ذہنی توازُن خراب ہو گیا تھا، اُن کو زنجیروں میں جکڑ کر چھت پر رکھا جاتا تھا، بَہُت عِلاج کروایا مگر افاقہ نہ ہوا۔

کسی کے مشورہ پر میں اور میرے والِد صاحِب والِدہ کو زنجیروں میں جکڑ کر جُوں تُوں پیلی بھیت سے بریلی شریف لے آئے، والِدہ محترمہ مسلسل گالیاں بکے جارہی تھیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں کو دیکھتے ہی گرج کر کہا: تم کون ہو؟ یہاں کیوں آئے ہو؟ آپ نے اِنتہائی نرمی سے فرمایا: محترمہ! آپ کی بہتری کے لیے حاضر ہوا ہوں۔

والِدہ بدستور گرج کر بولیں۔ بڑے آئے بہتری کرنے والے! جو چاہتی ہوں وہ بہتری کردو گے؟ فرمایا **ان شآء اللّٰہ** عزوجل۔ والِدہ نے کہا ''**مولا علی مشکل کشاء** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دیدار کروادو'' یہ سنتے ہی **اعلیٰ حضرت** نے اپنے شانہ ءمبارک سے چادر شریف اُتار کر اپنے چہرہ ءمبارک پر ڈال لی اور معاً ہٹالی۔

اب ہماری نظر کے سامنے **اعلیٰ حضرت** نہیں بلکہ حضرت مولا **مشکل کشاء علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ** اپنا چہرہ چمکاتے ہوئے کھڑے تھے۔

ہماری بوڑھی والِدہ نہایت سنجیدگی کے ساتھ جلووں میں گم تھیں، میں نے اور والِدِ محترم نے بھی خُوب جی بھر کر جاگتی آنکھوں سے **مولا علی** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کی۔

پھر **مولا علی مشکل کشاء** نے اپنی چادر مُبارک اپنے چہرہ مُبارک پر ڈال کر ہٹائی تو اب **اعلیٰ حضرت** ہمارے سامنے متبسم (مسکراتے)

کھڑے ہوئے تھے۔

بعدازاں **اعلیٰ حضرت** نے ایک شیشی میں دوا عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا: دوخوراک دوا ہے، ایک خوراک مریضہ کو دینا، اگر ضرورت محسوس نہ ہوتو دوسری خُوراک ہرگز مت دینا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰه ! ہماری والدہ صِرف ایک خُوراک میں تندرُست ہوگئیں جب تک زندہ رہیں کوئی دِماغی خرابی نہ ہوئی

(بریلی سے مدینہ از امیرِ اہلسنت مطبوعہ مکتبہ المدینہ کراچی ص13-14)

گھر سے غائب :

جنابِ سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ:

ایک روز رحیمن ملازمہ (اعلیٰ حضرت کی گھریلو ملازمہ) باہر گھبرائی ہوئی آئی اور ہم لوگوں سے **اعلیٰ حضرت** کے بارے میں پوچھنے لگی کہ میاں کہاں ہیں؟ ہم خدام نے لاعلمی ظاہر کی، وہ کہنے لگی کہ مکان میں کہیں پتہ نہیں ہے نہ اوپر چھت پر، نہ کسی کمرے میں، سب جگہ دیکھ آئی ہوں۔

ہم لوگوں نے کہا باہر تو تشریف لائے نہیں شاید غسل خانے تشریف لے گئے ہوں، کہنے لگی اگر وہاں جاتے تو بائیں بازو کو ہاتھ کی لکڑی (عصا) رکھی ہوتی۔ بلکہ بی بی صاحبہ نے آہٹ کر کے وہاں بھی دیکھ لیا یہ کہہ کر وہ اندر چلی گئی۔

ہم لوگ اپنے اپنے خیال دوڑا رہے تھے کہ اتنے میں وہی ملازمہ دوڑتی ہوئی آئی اور کہنے لگی کہ میاں تو دالان میں اسی جگہ بیٹھے ہیں، جہاں بیٹھ کر لکھا کرتے ہیں، اندر سب نے دریافت کیا فرمایا ''میں تو یہیں کام کررہا ہوں''۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص928)

کمرہ سے غائب :

جنابِ سید ایوب علی صاحب ہی اس واقعہ کے بھی راوی ہیں کہ:

سفرِ جبلپور میں جس کمرہ میں حضور کا قیام تھا اس میں ایک دروازہ تھا (جس کے کواڑوں کے تختوں نے خشک ہوکر جھروکے کر دیئے تھے) اس دروازہ کے دونوں پہلوؤں پر دو کھڑکیاں تھیں، اسی کمرہ کی ایک بغلی کوٹھری تھی جس میں دو دروازے تھے، ایک دروازہ کمرے کی طرف (اور اس میں بھی ایسے جھروکے تھے کہ جھانکنے سے پورا کمرہ صاف نظر آتا تھا) اور دوسرا دروازہ بیرونی برآمدہ کی طرف کھلتا تھا۔

اس بغلی کوٹھڑی میں فقیر غفرلہ (سید ایوب علی صاحب) اور برادرم قناعت علی مقیم تھے۔ برآمدہ میں حاجی کفایت اللہ صاحب رہتے تھے۔ ہم لوگ کمرہ کے رخ کا دروازہ ہر وقت بند رکھتے تھے، **اعلیٰ حضرت** کے قیلولہ فرماتے وقت حاجی صاحب کمرے کی کھڑکیاں اور دروازے اندر سے بند کرلیا کرتے تھے، اور فرشی پنکھا چلاتے رہتے تھے۔

ایک روز کسی جگہ دعوت تھی وہاں سے دوپہر کو واپسی ہوئی، حاجی صاحب نے حسبِ معمول کواڑ بند کر کے پنکھا جھلنا چاہا، آپ نے فرمایا

''حاجی صاحب! آج پنکھے کی ضرورت نہیں ہے، تشریف لے جائیے''۔

حاجی صاحب باہر آ گئے، **اعلیٰ حضرت** نے کمرہ اندر سے بند کر لیا، حاجی صاحب نے ہم لوگوں سے آ کر کہا کہ آج خلافِ معمول **اعلیٰ حضرت** نے پنکھے کو منع فرمادیا۔ میں سن کر خاموش ہو گیا مگر برادرم قناعت علی نے کچھ دیر کے بعد کوٹھری میں کمرہ والے دروازہ کے پاس لیٹ کر جھروکوں سے جو نظر ڈالی تو پلنگ وتمام کمرہ بالکل خالی پایا، کہیں حضور کا پتہ نہ چلا کہ کہاں جلوہ افروز ہیں۔ لیٹے لیٹے وہاں سے ہٹ آئے۔

اس کا تذکرہ جس وقت حضرت **مولانا حامد رضا خان** صاحب کے سامنے آیا وہ لرز گئے اور فرمایا سید صاحب! آپ آئندہ کبھی ایسا نہ کیجئے گا کہ ایسے موقع پر آنکھیں جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص964)

بائیسویں قسم:

دُشمنوں کے شر سے بچنا

اولیاء اللہ اپنے رب عزوجل کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے، اپنے ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ پر توکل رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ بھی دُشمنوں کے مقابلے میں اُن کو کفایت کرتا ہے۔ ان کو یہ کرامت عطا فرمائی گئی ہے کہ ظالم اُمراء وسلاطین نے جب اُن کے قتل یا ایذا رسانی کا ارادہ کیا تو غیب سے ایسے اسباب پیدا ہو گئے کہ وہ اُن کے شر سے محفوظ رہے۔

اعلیٰ حضرت کے خلاف بھی کئی بار سازشیں کی گئیں اور آپ کو نقصان پہنچانے کی کوشش بھی کی گئی مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے اس بندہء خاص کی حفاظت فرمائی اور انہیں دُشمنوں کے شر سے محفوظ رکھا۔ اس حوالے سے بھی چند واقعات **اعلیٰ حضرت** کی حیاتِ مبارکہ سے نقل کئے جاتے ہیں۔

دروازے پر شیر کا پھرہ:

جنابِ سید ایوب علی کا بیان ہے کہ:

جس مکان میں حضرت مولانا حسن رضا خان (اعلیٰ حضرت کے منجھلے بھائی) رہتے تھے اُس کی شمالی دیوار برسات میں گر گئی، عارضی طور پر پردے کا اہتمام وانتظام کر لیا گیا۔ یہی مکان **اعلیٰ حضرت** کا قدیم آبائی مکان تھا اور پہلے **اعلیٰ حضرت** بھی اسی مکان میں تشریف رکھتے تھے۔

مسئلہ قربانیء بقر (گائے کی قربانی) کی وجہ سے مخالفت کی بنا پر رات کے وقت **اعلیٰ حضرت** پر ایک غیر مسلم نے اُس گری ہوئی دیوار کی طرف سے حملہ کرنا چاہا مگر جب اس طرف آنے کا قصد کرتا تو ایک شیر زیرِ دیوار گشت کرتے ہوئے پاتا، بالآخر اپنے ارادے سے باز رہا۔ صبح کو حاضر خدمت ہو کر معافی چاہی اور سارا واقعہ بیان کیا، حافظِ حقیقی (اللہ عزوجل) اپنے محبوب بندوں کی اس طرح حفاظت فرماتا ہے

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص932)

دو شیروں نے حفاظت کی :

اسی طرح کا ایک واقعہ مولوی برکات احمد صاحب بیان فرماتے ہیں کہ:

اعلیٰ حضرت کا اکثر یہ معمول تھا کہ رات کے بارہ ساڑھے بارہ بجے تک مسجد میں وظائف وغیرہ پڑھا کرتے تھے۔ اُس زمانے میں وہابیہ آپ کے سخت خلاف تھے، چنانچہ اُن کے ایک گروہ نے کمیٹی بنائی اور یہ مشورہ کیا کہ **اعلیٰ حضرت** رات کے بارہ بجے تک وظیفہ پڑھتے رہتے ہیں اور باقی سارے لوگ اس سے پہلے ہی سو جاتے ہیں کیوں نہ رات کے بارہ بجے جا کر **حضرت** کو تلوار سے قتل کر دیں، اگر یہ ہو گیا تو پھر اِن جیسا آدمی سنّیوں کو نہیں مل سکتا۔

چنانچہ دو وہابی اس اِرادے سے پونے بارہ بجے آئے اور مسجد کے قریب پہنچ گئے، جب آپ مسجد سے باہر سڑک پر تشریف لائے تو اِن لوگوں نے چاہا کہ آپ پر وار کریں، لیکن کیا دیکھتے ہیں کہ **دو شیر** آپ کے دائیں اور بائیں ہیں اور آپ کے ساتھ ساتھ مسجد کے دروازہ سے مکان کے پھاٹک تک ساتھ چلتے رہے، جب آپ اپنے دولت خانہ میں تشریف لے گئے تو وہ دونوں شیر غائب ہو گئے۔

(سیرت اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ص996)

تئیسویں قسم:

زمین کے ذخیروں کو جان لینا

اولیائے کرام کو یہ کرامت بھی ملی ہے کہ وہ زمین کے اندر چھپے ہوئے خزانوں کو دیکھ لیا کرتے ہیں۔ **اعلیٰ حضرت** سے بھی اس طرح کی کرامات ظاہر ہوئیں۔

دفن شدہ خزانہ کی جگہ بتائی :

نبیرۂ محدثِ سورتی قاری احمد صاحب کا بیان ہے کہ:

پیلی بھیت کی ایک سیدانی صاحبہ نے **اعلیٰ حضرت** کی خدمت میں عرض کیا حضرت! ایک سال ہوا میں نے کچھ روپے اور اشرفیاں اپنے کمرے کے ایک کونے میں گاڑ دیئے تھے مگر اب وہاں دیکھتی ہوں تو نہیں ہیں، لڑکی کی شادی قریب ہے اور اسی لئے رکھے تھے۔

اعلیٰ حضرت نے فرمایا: ''کہ وہ اب اس جگہ نہیں ہیں بلکہ وہاں سے ہٹ کر کوٹھڑی میں فلاں جگہ پہنچ گئے ہیں''۔ اُس جگہ تلاش کیے گئے تو سب کے سب مل گئے، **اعلیٰ حضرت** نے ارشاد فرمایا:

''بغیر بسم اللہ کہے اگر روپیہ دفن کیا جائے تو وہ اپنی جگہ قائم نہیں رہتا''۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص981)

چوبیسویں قسم:

مشکلات کا آسان ہو جانا

یہ کرامات کی وہ قسم ہے جس کا ظہور بہت کثرت سے اولیائے کرام سے ہوتا رہا ہے۔آیئے **اعلیٰ حضرت** کی حیاتِ طیبہ سے بھی اس صنف کے واقعات ملاحظہ کرتے ہیں۔

گاڑی دلدل سے نکل گئی:

''ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت'' میں **اعلیٰ حضرت** ارشاد فرماتے ہیں کہ:

میری عمر انیس سال کی تھی ،اُس وقت رامپور کو ریل نہ جاتی تھی۔بیل گاڑی پر سوار ہو کر گیا،ساتھ میں عورتیں بھی تھیں،راستہ میں دریا پڑا،گاڑی والے نے غلطی سے بیلوں کو اس میں ہانک دیا،اس میں دلدل تھی،بیل پہنچتے ہی گھٹنوں تک دھنس گئے اور نصف پہیہ گاڑی کا، جتنا بیل زور کرتے اندر دھنستے چلے جاتے تھے۔

اب میں نہایت حیران کہ ساتھ میں عورتیں ہیں،اتر سکتا نہیں کہ دَلدَل میں خود دھنس جانے کا اندیشہ،اسی پریشانی میں تھا کہ ایک بوڑھے آدمی جن کی صورت نورانی اور سفید داڑھی تھی، نہ اس سے پہلے انہیں دیکھا تھا نہ جب سے اب تک دیکھا ،تشریف لائے اور فرمایا: کیا ہے؟ میں نے تمام واقعہ عرض کیا۔فرمایا: یہ تو کوئی بات نہیں۔

گاڑی والے سے فرمایا: ہانک۔اس نے کہا: کدھر ہانکوں؟ آپ دیکھتے نہیں ہیں دلدل میں گاڑی پھنسی ہے فرمایا: ارے تجھے ہانکنا نہیں آتا؟ اِدھر کو ہانک، یہ کہہ کر پہیہ کو ہاتھ لگایا فوراً گاڑی دلدل سے نکل گئی۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مکتبہ المدینہ ص489)

لوٹا پانی سے لبریز ہو گیا:

جنابِ سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ:

حضرت مولانا رحیم بخش صاحب آروی علیہ الرحمہ کا شمار **اعلیٰ حضرت** کے محبوب خلفاء وتلامذہ میں ہے۔

شہر آرہ صوبہ بہار میں ''مدرسہ فیض الغربا'' آپ ہی کی یادگار ہے۔ایک مرتبہ **اعلیٰ حضرت** اس مدرسے کے سالانہ جلسۂ دستارِ فضیلت میں تشریف لے جاتے ہیں۔قیام ایک وسیع پر فضا عمارت میں ہے،جس کے صحن میں ایک باغیچہ بھی ہے،وہاں عرصہ سے نلوں کے پانی کا رواج تھا جو شب کے 12 بجے بند ہو جاتا ہے اور صبح 4 بجے نل کھلتے تھے۔

ایک شب ایسا اتفاق ہوا کہ پانی سے تمام ظروف خالی اور نل جو قیام گاہ سے تقریباً ایک فرلانگ پر تھا بند ہو چکا تھا۔

اعلیٰ حضرت کے ہمراہیان وخدام جناب حاجی دلاور حسین خان صاحب قادری رضوی اور حاجی کفایت اللہ صاحب نے رات 2 بجے

کے قریب کھانا تناول کیا اور آپس میں یہ طے کیا کہ شب کو جاگتے رہیں گے اور 4 بجے ہی نل سے پانی لے آئیں گے۔

غرض 3 بجے تک وہ بیدار رہے، اس کے بعد دونوں حضرات غافل ہو گئے۔ اب ایسے وقت آنکھ کھلتی ہے کہ وقتِ فجر ہوتا ہے۔

صبح کو پانی کی ضرورت محسوس ہوئی اور پانی ندارد، وہاں پر ایک خالی لوٹا رکھا ہوا تھا۔ **اعلیٰ حضرت** نے جب وہ لوٹا اُٹھایا تو وہ پانی سے لبریز ہو گیا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص948)

پچیسویں قسم:

ہلاکت خیز اشیاء کا اثر نہ ہونا

کثیر اولیائے کرام اس نوعِ کرامت سے بھی متصف تھے کہ وہ ہلاک کرنے والی اشیاء سے محفوظ رہے۔ **اعلیٰ حضرت** علیہ الرحمہ بھی اس نوعِ کرامت سے متصف تھے۔

منبر کے نیچے بہت بڑا سانپ:

جنابِ سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ:

ایک مرتبہ مرزا ڈاکٹر بیگ صاحب قادری رضوی کے یہاں مجلسِ میلاد مبارک میں **اعلیٰ حضرت** بیان فرما رہے تھے۔

حاضرین میں سے بعض لوگوں نے دیکھا کہ منبر کے نیچے بہت بڑا سا سانپ کنڈلی مارے نہایت اطمینان سے بیٹھا ہے، لوگ ادھر اُدھر ہٹنے لگے کسی نے کہا لاٹھی لاؤ، کسی نے کچھ کہا، کسی نے کچھ۔

اس پر **اعلیٰ حضرت** نے ارشاد فرمایا کہ آپ حضرات تشریف رکھیے، اس سے کچھ نہ بولیے، سب لوگ حضور کے فرمانے سے بیٹھ تو گئے مگر کنکھیوں سے دورانِ تقریر میں بار بار دیکھتے رہے، یہاں تک کہ تقریر ختم ہوتے ہی دفعتاً سانپ غائب ہو گیا۔

لوگوں نے **اعلیٰ حضرت** سے استفسار کیا یہ کیا معمہ تھا؟ جو اس جگہ حضور نے سانپ مارنے سے منع فرمایا اور ہر چہار جانب مجمع ہوتے ہوئے وہ کس طرف سے نکل گیا۔ ارشاد فرمایا ''مارِ سیاہ'' (کالے سانپ) کی شکل میں بسا اوقات جن بھی ہوا کرتے ہیں اس واسطے حکم ہے کہ مارِ سیاہ پر جب نظر پڑے تو تین بار یہ کہہ کر دے اگر تو سانپ نہیں ہے تو چلا جا، اس کے بعد وار کرے لوگوں نے عرض کی حضور! یہ جن تھا؟ فرمایا ممکن ہے اور اسی خیال سے میں نے منع کیا تھا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص930)

چھبیسویں قسم:

جیسے فرمایا ویسے ہوا

''طبقاتِ کبریٰ'' میں تحریر کردہ اقسامِ کرامات میں اگرچہ اس نوع کا ذکر نہیں لیکن سیرتِ **اعلیٰ حضرت** میں اس نوع پر بھی

کئی کرامات ملتی ہیں۔

پھانسی منسوخ ہو گئی :

جنابِ ذکا اللہ خان صاحب کا بیان ہے کہ:

مولوی اصغر علی خان صاحب وکیل رئیسِ ''شہر کہنہ'' کے ایک قریبی عزیز قتل کے مقدمہ میں گرفتار ہو گئے، مقدمہ چلا، بریلی کی عدالت سے پھانسی کا حکم ہو گیا، الٰہ آباد میں اپیل کی، ان کے رشتہ دار بہت پریشان تھے۔

ایک جمعہ کو ان کے خاص عزیز حاضرِ خدمتِ اقدس ہوئے اور سارا واقعہ بیان کیا۔ **اعلیٰ حضرت** سن کر خاموش ہو گئے، اتنے میں عصر کی نماز کا وقت ہو گیا۔

اعلیٰ حضرت نے نمازِ عصر کے بعد صحنِ مسجد میں کھڑے ہو کر سب لوگوں سے فرمایا ''**پھانسی منسوخ ہوگئی اور یہ حکم منسوخ ہو جائے گا**'' چنانچہ بعد کو خبر آئی کہ واقعی پھانسی کا حکم منسوخ ہو گیا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص911)

ہم نے تجھے رہا کر دیا:

''تجلیاتِ اعلیٰ حضرت'' میں ہے کہ:

1901ء کا واقعہ ہے کہ **اعلیٰ حضرت** کے ایک مُرید امجد علی خان قادری رضوی شکار کے لیے گئے۔ اُنہوں نے جب شکار پر گولی چلائی تو نشانہ خطا ہو گیا اور گولی کسی راہگیر کو لگی جس سے وہ ہلاک ہو گیا، پولیس نے گرفتار کر لیا، کورٹ میں قتل ثابت ہو گیا اور پھانسی کی سزا سنا دی گئی۔

عزیز واَقربا تاریخ سے پہلے روتے ہوئے **اعلیٰ حضرت** کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا حضور! دُعا فرما دیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا ''**جایئے ہم نے اُسے رہا کر دیا**''۔

تاریخ سے کچھ پہلے گھر والے ملاقات کے لیے پہنچے تو امجد علی صاحِب کہنے لگے ''آپ سب مطمئن رہیں مجھے پھانسی نہیں ہو سکتی کیونکہ میرے پیر و مُرشد سیدّی **اعلیٰ حضرت** نے فرما دیا ہے کہ ''ہم نے تجھے رہا کر دیا'' رو دھو کر لوگ واپس چلے گئے۔

پھانسی کی تاریخ والے روز مامتا کی ماری ماں روتی ہوئی اپنے لال کا آخری دیدار کرنے پہنچی۔ سبحان اللہ اپنے مرشد پر اعتقاد ہو تو ایسا! ماں کی خدمت میں بھی بڑے اعتماد سے عرض کیا ''ماں آپ رنجیدہ نہ ہوں گھر جایئے! **ان شآءَ اللّٰہ** آج کا ناشتا میں گھر آ کر ہی کروں گا''۔

والِدہ کے جانے کے بعد امجد علی کو پھانسی کے تختے پر لایا گیا، گلے میں پھندا ڈالنے سے پہلے حسبِ دستور جب آخری آرزو پوچھی گئی تو کہنے لگے، ''کیا کرو گے پوچھ کر؟ ابھی میرا وقت نہیں آیا۔'' وہ لوگ سمجھے کہ موت کی دَہشت سے دِماغ فیل ہو گیا ہے، چُنانچہ پھندا گلے میں پہنا دیا گیا، اتنے میں تار آ گیا کہ ''مَلِکہ وکٹوریہ کی تاجپوشی کی خوشی میں اتنے قاتل اور اتنے قیدی چھوڑ دیئے جائیں۔'' فوراً پھانسی کا

پھندا نکال کر اُن کو تختے سے اتار کر رہا کر دیا گیا۔

اُدھر گھر پر کُہرام مچا ہوا تھا اور لاش لانے کا انتظام ہو رہا تھا کہ امجد علی صاحب پھانسی گھر سے سیدھے اپنے گھر آ پہنچے اور کہنے لگے، ناشتہ لائیے! میں نے کہہ جو دیا تھا کہ انشاءاللہ عزوجل ناشتا گھر آ کر کروں گا۔

(بریلی سے مدینہ از حضرت علامہ مولانا **محمد الیاس عطار قادری رضوی** ضیائی مکتبۃ المدینہ ص11)

وہ مقدمے سے بری ہو گئے:

حاجی کفایت اللہ صاحب کا بیان ہے کہ:

ایک ضعیفہ خاتون **اعلیٰ حضرت** کی مریدہ تھیں۔ اُن کے شوہر پر قتل کا مقدمہ دائر ہو کر پانچ ہزار روپیہ جرمانہ بارہ سال قید کا حکم ہو گیا تھا، اس کی اپیل کی گئی۔

جس دن سے اپیل ہوئی تھی ان کا بیان ہے کہ میں روزانہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا کرتی تھی اور حال بیان کرتی تھی یہاں تک کہ اپیل کی تاریخ آ گئی، میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ حضور! آج فیصلے کا دن ہے مجھے کیا ارشاد ہوتا ہے؟ فرمایا ''وہی وظائف جن کا آپ سے پڑھنے کا کہہ دیا ہے پڑھے جائیے''

جب میں نے کئی بار عرض کیا اور اپنی پریشانی کا اظہار کیا تو ناراض سے ہو گئے۔ یہ کیفیت دیکھ کر میرے دل پر بے چینی اور زیادہ ہو گئی، مجھے خیال آیا میرا شوہر اب گیا، میں ابھی سے بیوہ ہو گئی، مکان اور جائیداد سب نیلام ہو کر جرمانہ میں چلی جائے گی۔ دل میں ارادہ کیا کہ میں آج سے اِس در پر نہیں آؤں گی، غرض میں اٹھی اور سلام عرض کر کے جلدی سے نکلنے لگی، جس پر آپ نے بلایا اور فرمایا کہ ''پان کھاتی جاؤ''، میں نے کہا کہ میرے منہ میں پان ہے، حضور نے پھر فرمایا میں نے پھر عذر کیا، تیسری مرتبہ پھر فرمایا تو میں بیٹھ گئی۔

بعدہٗ پان بنوا کر کچھ دیر اپنے دستِ مبارک میں لے کر مجھے دیا اور ارشاد فرمایا آپ گھبراتی کیوں ہیں جو آپ چاہتی ہیں وہ کام تو **بِحَمدِ اللّٰہِ تَعَالیٰ** ہو گیا، **وہ مقدمے سے بری ہو گئے** اور جرمانہ بھی معاف ہو گیا، مکان پر جا کر دیکھئے تار بھی آ گیا ہے۔

میں فوراً مکان میں آئی تو دیکھا کہ اِسی مضمون کا تار آیا ہوا تھا۔ بعد ازاں میں نے حسبِ حیثیت فاتحہ دلائی۔

میں اگرچہ پہلے سے آپ کی مریدہ تھی مگر آپ نے مجھے تجدیدِ بیعت کے لیے ارشاد فرمایا چنانچہ میں دوبارہ بیعت ہوئی اور جانا کہ اُس دن جو دل میں کُڑھی تھی اور خیال کیا تھا کہ اب کبھی اس در پر نہ آؤں گی یہ مجھے نہیں چاہیے تھا اسی لئے تجدیدِ بیعت کا حکم فرمایا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص932)

جمعہ کو مل جائیں گے:

مولانا اعجاز علی خان صاحب کا بیان ہے کہ:

8 صفر المظفر 1335ھ کو استاذی مولانا **امجد علی اعظمی** صاحب ''دادوں'' جا رہے تھے، ان کو پہچانے کے لیے'' کاس گنج'' تک میں بھی ساتھ گیا اور وہاں سے مارہرہ شریف حاضر ہوا، 9 صفر کو واپسی ہوئی۔

جب'' گھٹ پڑی''اسٹیشن پر پہنچا تو معلوم ہوا کہ والد صاحب قبلہ کسی وجہ سے ناراض ہو کر گھر سے کہیں چلے گئے ہیں، بہت زیادہ پریشانی ہوئی۔

میں **اعلیٰ حضرت** کے آستانے پر حاضر ہوا اور اپنی اس پریشانی کی بابت عرض کیا۔فوراً حکم ہوا کہ'' جمعہ کو مل جائیں گے''، یہ غالباً پیر کا دن تھا۔

10 صفر میں یہاں سے گیا، پھر بدایون بہت تلاش کیا نہ ملے، کوشش و جستجو برابر جاری رہی کہ عرس شریف کا موقعہ آ گیا۔ میں حاضر ہوا تو مولوی عبدالرحمٰن صاحب نے کچھ ایسے الفاظ کہے جس سے معلوم ہوا کہ والد صاحب جے پور میں ہیں، پھر انہوں نے بتایا کہ'' ٹونک'' جانے والے ہیں۔

چچا نورالحسن خان صاحب کو'' ٹونک'' بھیجنے کی تجویز ہوئی، میں گھر چلا گیا، پھر کئی دن کے بعد بریلی آیا، جب بریلی سے واپس ہو رہا تھا اسٹیشن'' مکرند پور'' پر اترا۔ باہر گیا اور سواری میں بیٹھ رہا تھا کہ والد صاحب کی آواز کان میں پڑی، فوراً گیا اور والد صاحب مل گئے، یوں قولِ **اعلیٰ حضرت** صادق ہو گیا کہ یہ جمعہ ہی کا دن تھا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفرالدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص883)

جوخیال ہے وہ نہیں:

مولانا اعجاز علی خان صاحب ہی کا بیان ہے کہ:

میری بڑی ہمشیرہ کے گلے میں گلٹی نکلی، سب اطبّا اور ڈاکٹروں نے کہا کہ'' کنٹھ مالا'' ہے۔ والدہ صاحبہ **اعلیٰ حضرت** کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرضِ حال کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا'' جو خیال ہے وہ نہیں ہے'' اور واقعی وہ نہیں تھا۔ تھوڑے ہی دنوں میں گلٹی جاتی رہی اور وہ بالکل صحیح و تندرست ہو گئیں۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفرالدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص885)

اب نہ نکلے گی:

مولانا اعجاز علی خان صاحب مزید فرماتے ہیں کہ:

میرے والد صاحب قبلہ کے 1920ء میں سینہ پر گلٹیاں نکلنا شروع ہوئیں اور بہت زیادہ روپیہ علاج میں صرف ہوا۔ والدہ صاحبہ نے **اعلیٰ حضرت** کی بارگاہ میں سارا معاملہ عرض کیا فرمایا:'' اب نہ نکلے گی'' پھر کوئی گلٹی نہ نکلی اور اب تک کہ تقریباً پچیس سال

ہوئے بالکل خیریت سے ہیں۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفرالدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص885)

حکم ہوا کہ " اچھے ہیں"

مولانا اعجاز علی خان صاحب ایک اور واقعہ یوں بیان فرماتے ہیں کہ:

4 مئی 1935ء کو بدایون اور گاؤں کے درمیان دس آدمیوں نے والد صاحب قبلہ پر حملہ کیا اور بہت زیادہ چوٹیں آئیں۔

صبح 5 مئی کو مظفر حسین نے کچھ ایسے الفاظ میں والد صاحب کی حالت بیان کی کہ نہ صرف میں بلکہ تمام لوگ گھبرا گئے۔ فوراً آستانہء رضویہ پر حاضر ہوا اور عرض کیا۔

حکم ہوا کہ "اچھے ہیں" بدایون جا کر دیکھا تو جیسی حالت بتائی تھی اس سے بہت کم تھی 22-20 دنوں میں صحت ہوگئی اگرچہ ضربات 18-19 تھیں، مگر صدقے اس کریم کے کہ جس نے صحیح وسالم کر دیا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفرالدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص884)

دوبارہ جرح نہ ہو گی :

جنابِ سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ:

ایک مرتبہ بہاری پور کی ڈھال والی مسجد کی گلی سے ایک یکہ گزر رہا تھا جس کی زد میں ایک لڑکی آ گئی، اور کچھ دیر بعد مرگئی۔

اتفاقاً سید قناعت علی اُس وقت اُسی گلی میں ایک حجام کے پاس حجامت بنوانے گئے تھے۔ اس لڑکی کے وارثوں نے بطور گواہ سید قناعت علی صاحب کا نام بھی دے دیا۔

کئی مرتبہ کی کچہری حاضریوں سے تنگ آ کر سید قناعت علی صاحب بارگاہِ **اعلیٰ حضرت** میں حاضر ہوئے اور تمام واقعہ عرض کیا۔ آپ نے تسلی وتشفی فرمائی اور ایک تعویذ بھی عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا: **ان شآء اللہ تعالیٰ** دوبارہ جرح نہ ہوگی۔

اب تاریخ مقررہ پر وہ کچہری پہنچے تو مدعی نے کہہ دیا کہ ہم دوبارہ جرح نہیں کرانا چاہتے سید قناعت علی صاحب خوش خوش گھر آ گئے اور **اعلیٰ حضرت** کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی حضور آپ کے فرمانے کے مطابق دوبارہ جرح نہ ہوئی، حضور نے فرمایا الحمدللہ۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفرالدین بہاری مکتبہ نبویہ مطبوعہ لاہور ص943)

اچھا ہو جائے گا:

مولانا اعجاز علی خان صاحب کا بیان ہے کہ:

میرا چھوٹا بھائی (حافظ مقدس علی خان) جو مجھے بہت ہی زیادہ پیارا ہے چیچک میں مبتلا ہوا۔ ایک شب میں استاذی مولانا **امجد علی اعظمی**

صاحب کے مکان پر تھا اور مولوی عبدالمصطفیٰ صاحب سے لپٹ کر اسی غم میں رو رہا تھا کہ دل میں خیال آیا کیوں نہ **اعلیٰ حضرت** کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کروں، آستانہ پر حاضر ہوا اور رو رو کر عرض کیا، خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں حکم ہوا ''اچھا ہو جائے گا'' فوراً صحت ہو گئی۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ مطبوعہ لاہور ص883)

خرچ سے مت گھبراؤ:

جنابِ حاجی خدا بخش صاحب کا بیان ہے کہ:

میں نے جمادی الاخریٰ کے مہینے میں حج کا ارادہ کیا، مگر فکر یہ ہوئی کہ ابھی چلا جاتا ہوں تو بمبئی میں پڑا رہوں گا جہاز تو شعبان کے مہینے میں روانہ ہوں گے، میں اِسی تردد میں تھا کہ ایک روز خواب میں **حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم** تشریف لائے اور فرمایا: پڑھ

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

اور ہاتھ پکڑ کر فرمایا اب چل۔ صبح جمعہ کا دن تھا میں نے جمعہ کی نماز **اعلیٰ حضرت** کے پیچھے پڑھی بعدِ نماز ملاقات ہوئی تو عرض کیا: میں نے بڑی سرکار کا ارادہ کیا ہے، خرچ تھوڑا ہے دُعا کیجئے خرچ کافی ہو جائے۔ آپ نے فرمایا کہ: خرچ سے مت گھبراؤ خرچ تمہارے پاس بہت ہے، تین مرتبہ یہی کلمے ارشاد فرمائے پھر فرمایا: تم منزلِ مقصود تک پہنچ جاؤ گے اور میرے سر پر ہاتھ بھی پھیرا۔

میرے پاس صرف پونے دوسو روپے تھے، پھر میں وہاں سے رخصت ہو کر گھر آیا اور شام کی گاڑی سے روانہ ہوا۔۔۔۔۔اور بااطمینان حج ادا کیا۔۔۔۔

جب واپسی بمبئی پہنچا تو اپنے پیسوں کی تھیلی کو کھول کر دیکھا تو اُس میں سترہ اشرفی اور کئی روپے نکلے۔ اس سفر میں پورے نو مہینے صرف ہوئے اور تمام خرچہ کر کے اس قدر واپس لایا **اعلیٰ حضرت** نے جو فرمایا تھا کہ: خرچ سے مت گھبراؤ خرچ بہت ہے۔ یہ ارشاد لفظ بلفظ پورا ہوا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص918)

ستائیسویں قسم:

جنات کا تابع ہونا

حیوانات و دیگر مخلوقات کے علاوہ جنات بھی اولیاء اللہ کے تابع ہوتے ہیں، انہی اللہ والوں میں سے **اعلیٰ حضرت** بھی ایک ہیں۔

ایک جن تھا جو بہت دور سے آیا تھا:

جنابِ سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ:

رات کے 2 بجے کا وقت تھا، **اعلیٰ حضرت** تحریر کا کام چھوڑ کر آرام فرمانے کے لیے لیٹ گئے، کہ کسی نے اندر دروازہ پر دستک دی، آپ فوراً اُٹھ کر باہر تشریف لے گئے اور بہت دیر میں واپس تشریف لائے۔ ''پیرانی بی بی صاحبہ'' نے عرض کی حضور! کون تھے اور کیا نام تھا؟

ارشاد فرمایا: کسی نے ایک مسئلہ کا جواب لینا تھا، انہوں نے عرض کی اس وقت کون مسئلہ پوچھنے آیا تھا؟ فرمایا ''ایک جن تھا جو بہت دور سے آیا تھا''۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت ازمولانا ظفرالدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص931)

آپ کا نام سنتے ہی جنات نے دروازہ کھول دیا :

جنابِ سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ:

ظہر کی نماز کا وقت تھا، مدرسہ **''منظر اسلام''** کے تمام طلبہ و مدرسین مسجد سے نماز ادا کر کے مدرسہ گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ کواڑوں کی جوڑیاں (دروازے) ہر طرف اندر سے بند ہیں، خیال ہوا کہ کسی طالب علم نے شرارتاً یہ حرکت کی ہے۔ مگر جب زیادہ دیر گزری اور ہر کوشش بیکار گئی، دروازوں سے دیکھا، مگر کوئی اندرونِ حصہ میں نظر نہ پڑا تو خیال اس طرف گزرا کہ شاید کسی جن کا کام ہے۔

مولانا امجد علی اعظمی صاحب نے بآواز بلند کہا ''اس طرح کواڑ نہیں کھلیں گے، **اعلیٰ حضرت** کو اطلاع کر دیجئے''۔ حضرت مہتمم صاحب نے بھی تائید فرمائی کہ اتنے میں خود بخود کنڈیاں گرنے لگیں، جن کی آوازیں لوگوں نے سنیں۔

سب حضرات اندر داخل ہو گئے چاروں طرف دیکھا مگر کسی کا پتہ نہیں صرف وہ کوٹھڑی جس میں مدرسہ کی کتابیں محفوظ تھیں اب بھی بند تھی اور جس کے کواڑوں کی جھریوں سے کافی روشنی اندر پہنچ رہی تھی اور اندر کوئی نہ تھا۔ بالآخر بڑھئی کو بلا کر کواڑ کھلوائے گئے دیکھا تو اندر کسی کا پتہ نہیں تھا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت ازمولانا ظفرالدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص931)

وہ بچہ اچھا ہے :

اس واقعہ کے راوی بھی جنابِ سید ایوب علی صاحب ہی ہیں، بیان فرماتے ہیں کہ:

مولوی سردار علی خان صاحب عرف ''عزو میاں'' (فرزند اکبر جناب حاجی واجد علی خان صاحب مرحوم ہمشیرہ زادہء **اعلیٰ حضرت**) کی اوائلِ عمری میں ایک شب عشاء کی نماز کے وقت دروازہ سے کسی نے اُن کی نسبت پوچھا ''وہ بچہ اچھا ہے؟'' مکان میں سے کسی نے جا کر دیکھا تو کوئی نہ تھا دوسری شب پھر آواز آئی ''وہ بچہ اچھا ہے؟'' یونہی تیسری شب پھر آواز آئی ''وہ بچہ اچھا ہے؟''۔

اب فکر لاحق ہوئی اور لوگ وقتِ مقررہ پر چھپ کر جا بجا کھڑے ہو گئے، سب نے آواز بدستور سنی مگر آواز دینے والا نظر نہ آیا۔

بالآخر چار پانچ روز یونہی گزر جانے کے بعد عزو میاں کی دادی صاحبہ نے جو سیدی **اعلیٰ حضرت** کی بڑی ہمشیرہ تھیں ارشاد فرمایا کہ ''اَمّن میاں'' کو بلاؤ۔

چنانچہ **اعلیٰ حضرت** حسبِ طلب وہاں پہنچے اور بہن کی کرسی کے برابر والی کرسی پر صحن میں بیٹھ گئے اور آواز کا انتظار کرنے لگے، جب

آواز آنے کا وقت گزرے ہوئے کچھ دیر ہوئی اور آواز نہ آئی تو **اعلیٰ حضرت** نے ارشاد فرمایا: ''بنومیاں'' کو شبہ ہوا ہو گا کہاں آواز آئی؟ انہوں نے کہا ''نہیں ایسا نہیں، کئی دن سے سب لوگ برابر سن رہے ہیں'' فرمایا: خیر میں بیٹھا ہوں۔۔۔اور پھر باتیں کرنے لگے۔

غرض نصف گھنٹہ سے زائد قیام فرمایا مگر آواز نہ آئی، آخر کار کاشانہء اقدس تشریف لے گئے، ابھی قریب پھاٹک کے تھے کہ آپ کے جاتے ہی آواز آئی ''وہ بچہ اچھا ہے؟''

اعلیٰ حضرت واپس تشریف لے آئے اور صبح نمازِ فجر پڑھ کر ایک تعویذ لکھ کر عزو میاں کے گلے میں ڈلوا دیا اور فرمایا ''**ان شآءاللہ عزوجل** اب آواز نہ آئے گی''۔ چنانچہ اس روز کے بعد سے آج تک وہ آواز نہیں سنی گئی۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص953)

جن پڑھنے کے لیے ورق لے گئے :

نبیرہ ءمحدثِ سورتی جناب مولانا قاری احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

1319ھ میں حضرت محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ'' **التعلیق المجلی شرح منیه المصلی** ''تحریر فرما رہے تھے۔ایک دن بہت سے اوراق آپ کی چوکی پر سے غائب ہو گئے۔ بہت تلاش کئے مگر ورق دستیاب نہ ہو سکے۔

اعلیٰ حضرت سے اس واقعہ کو بیان کیا گیا۔آپ نے فرمایا ''وہ ضائع نہیں ہوئے ہیں بلکہ احتیاط سے رکھے ہوئے ہیں۔''

پھر فرمایا کہ'' آپ کی مسجد میں جنوں کی ایک جماعت رہتی ہے ان میں ایک صاحب علومِ اسلامیہ سے بھی واقف ہیں اور آپ کے درسِ حدیث میں بھی شامل ہوتے ہیں وہ دیکھنے کے لیے کاغذات لے گئے تھے مگر واپس رکھنا بھول گئے، آپ مسجد میں تلاش کیجئے''۔ چنانچہ مسجد میں تلاش کیا گیا تو وہ مسودہ ایک اونچے طاق پر حفاظت سے رکھا ہو دستیاب ہوا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص981)

اٹھائیسویں قسم:

خواب میں دستگیری

بارہا ایسا ہوا کہ **اعلیٰ حضرت** کے مریدین پر جب کوئی مشکل وقت آیا تو آپ نے خواب میں تشریف لا کر بھی اُن کی راہنمائی فرمائی۔

خواب میں آکر جلنے سے بچالیا :

مولوی سید سردار احمد بن سید مصا حب (جو **اعلیٰ حضرت** کے مرید تھے اور **اعلیٰ حضرت** کے گھر کے سامنے ان کا مکان تھا) نے کہا کہ:

میں ملازمت کے سلسلے میں نینی تال پہاڑ پر تھا چونکہ وہاں سردی بہت پڑتی ہے، اس لیے کوئلوں کی انگیٹھی میرے پلنگ کے پاس رہتی تھی، جب تک میں جاگتا رہتا اور سوتے وقت اُٹھا دیا کرتا تھا۔

ایک روز اتفاق سے وہ پلنگ کے پاس ہی رہ گئی اور اخبار دیکھتے دیکھتے میں سو گیا، سوتے میں کسی وقت لحاف کا ایک کنارہ انگیٹھی میں جا پڑا اور لحاف نے آگ پکڑ لی اور جلنے لگا۔

خواب میں دیکھتا ہوں کہ میرے کپڑے جل رہے ہیں اور آقائے نعمت **اعلیٰ حضرت** فرما رہے ہیں''سردار احمد! کپڑے بجھاؤ''۔

فوراً آنکھ کھل گئی دیکھا کہ واقعی لحاف میں آگ لگی ہے اور حضرت قریب ہی تشریف فرما ہیں، اور فرما رہے ہیں،''سردار احمد! آگ بجھاؤ''

میں نے چاہا کہ پہلے **اعلیٰ حضرت** کے قدم چوم لوں پھر آگ بجھاؤں۔ جیسے ہی **اعلیٰ حضرت** کی طرف بڑھا حضرت نظروں سے غائب ہو گئے۔ میں نے کپڑے بجھائے، چار انگل لحاف جل گیا تھا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص 882و959)

وہ کافر تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا :

سید سردار احمد صاحب ہی کا بیان ہے کہ:

ایک مرتبہ میرا انچارج آفیسر بہت ناخوش ہو گیا اور میری نقصان رسانی کا جویاں رہنے لگا جس کے باعث میں بہت پریشان تھا اور میں نے وہ وظائف جو حضور نے بتائے تھے پڑھنے شروع کر دیئے۔

ایک روز اس نے مجھ پر بہت تشدد کیا، میں نے اس پریشانی کے باعث کھانا بھی نہ کھایا اور نمازِ عشاء پڑھ کر سو رہا، خواب میں **سیدی اعلیٰ حضرت** تشریف لائے اور فرمایا کیوں پریشان ہوتے ہو، وہ کافر تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا، اس کے بعد وہ فوراً خود بخود ٹھیک ہو گیا اور پھر کبھی کچھ نہ کہا۔

(حیات اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص 961)

بیٹی ! تم اچھی رہو گھبراؤ نہیں

مولانا مفتی برہان الحق جبلپوری اپنی کتاب''اکرامِ امام احمد رضا''میں **اعلیٰ حضرت** کی ایک کرامت کچھ یوں تحریر فرماتے ہیں۔۔۔

1335ھ /1917ء میں حسبِ معمول ریٹرن ٹکٹ کا وقت پورا ہونے پر (بریلی سے واپس) جبل پور آیا یہاں پلیگ (طاعون) نے آفت برپا کر رکھی تھی، روزانہ دو سو کیس (اموات کے) کم وبیش ہوتے رہے شہر میں ایک قیامتِ صغریٰ تھی۔

ہمارے یہاں دو تین بچے مبتلا ہوئے، یہ پلیگ کی آفت تین چار ماہ مسلط رہی، اس لئے میں پھر بریلی حاضر نہ ہو سکا، میری اہلیہ کو طاعونی شدید بخار کے ساتھ نمونیہ، کھانسی، سینہ میں درد، غفلت، ہذیان، کی شکایت ہو گئی، علاج جاری تھا۔

اعلیٰ حضرت کو تار سے دعا کے لیے عرض کیا گیا، حالت نازک تر ہو گئی، معالجین کا اندازِ مایوسی دیکھ کر سب گھر مایوس و پریشان، دو تین دن بیہوشی، ہذیانی، سرسامی حالت رہی، نبض گرتی جاری تھی، رات بھر پلنگ کے قریب بیٹھا رہا، نبض پر ہاتھ، قریب ہی میری خالہ اور بہنیں بیٹھی رہیں، ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ یہ اُن کی آخری شب ہے۔

پلنگ کے قریب میں نے مصلیٰ بچھا کر نمازِ فجر ادا کی، سانس کی آواز تھی، نماز کے بعد پاس بیٹھا، آنسو جاری، نبض پر ہاتھ، سورہ یٰسین شریف زبان پر، اُس وقت صبح کے 9 بج رہے تھے، زبان پر "**ذَلِكَ تَقدِيرُ العَزِيزِ العَلِيم**" تھا کہ نبض کچھ امید افزا ہوئی۔

دیکھا! تو وہ آنکھ کھول کر مجھے دیکھ رہی ہیں، میں بلند آواز سے کلمہ شہادت پڑھ کر یٰسین شریف آگے پڑھنے لگا، مجھ سے کچھ کہا، تیسرے دن آنکھ کھولی تھی، الفاظ سمجھ میں نہ آئے، میں نے پھر کلمہ پڑھا اور پوچھا کیا حال ہے؟۔۔۔

آنسو جاری تھے، لٹپٹاتی زبان سے کہا، ابھی کون آئے تھے؟۔۔۔ چہرے پر امید کی جھلک پائی، میں نے **الحمدللہ** کہہ کر کہا بیگم! میں بیٹھا ہوں اور کوئی نہیں آیا۔۔۔ کہا واہ! ابھی آئے تھے، گھر کے سب نے گھیر لیا۔۔۔ پوچھا کون تھے؟ کیسے تھے؟۔۔۔ بتایا ایک سفید داڑھی والے بزرگ تھے، سفید ڈھیلا سا عبا پہنے، عمامہ باندھے۔۔۔ پوچھا انہوں نے کیا فرمایا؟۔۔ کہا میرے سر پر اپنا رومال رکھ کر کچھ پڑھتے رہے پھر کہا:

"بیٹی! تم اچھی رہو گھبراؤ نہیں"

میں نے اُنکے ہاتھ چومنے کا ارادہ کیا تو ایک دم آنکھ کھل گئی، دیکھا تو تم کھڑے ہو۔ میرے دل میں **اعلیٰ حضرت** کا نقشہ باعثِ تنویر قلب ہوا، نبض اعتدال پر آتی جارہی تھی، چونکہ رات میں کئی بار والدِ ماجد دیکھنے آئے تھے اور ہر وقت مایوسی کے ساتھ نزع کی آسانی کے لئے دعا پڑھ کر گئے تھے، اس وقت اصلاح پذیر حالت اور خواب میں **اعلیٰ حضرت** کی زیارت کی خبر دینے والد کے پاس جانے کے لئے اپنے کمرے سے باہر نکلا تو دیکھا والد خود تشریف لا رہے ہیں، دستِ مبارک میں ایک لفافہ ہے مجھے دیکھتے ہی فرمایا:

"برہانو! **اعلیٰ حضرت** کا دعا نامہ تشریف لایا ہے جس میں تعویذ ہیں حسبِ ہدایت دلہن کو باندھو، اللہ تعالیٰ شفاء عطا فرمائے"۔

یہ فرماتے ہوئے کمرے میں آ گئے، مریضہ کو ہوشیار دیکھ کر پوچھا، کیا حال ہے بیٹا؟ مریضہ نے سلام کیا جواب میں دعا دے کر میری جانب دیکھا، میں نے خواب کی پوری کیفیت بیان کی، والد نے الحمدللہ کہہ کر چائے پر دعا پڑھ کر اپنے ہاتھ سے مریضہ کو دی، اس نے آسانی سے پی لی، والد نے فرمایا:

بیٹی بہت خوش نصیب ہو کہ تمہیں **اعلیٰ حضرت** کی زیارت ہوئی اور اسی وقت ان کے تعویذ بھی آئے، انہیں حسبِ ہدایت باندھ دو اب تم انشاءاللہ بالکل اچھی ہو، یہ **اعلیٰ حضرت** کا روحانی فیض ہے، اللہ عزوجل حضرت کے سایہ اور ظلِ عاطفت کو تادیر قائم و دائم رکھے، آمین! تعویذ باندھ دیئے گئے، شافیء مطلق نے شفاء عطا فرمائی **اَلحَمدُ لِلّٰہِ حَسبُنَا اللّٰہُ وکفیٰ**۔

(اکرام امام احمد رضا از مفتی برھان الحق جبلپوری مطبوعہ مکتبہ ادارہ مسعودیہ کراچی ص 61)

تو اس سال نہیں پاس ہو سکتا:

مولانا عرفان علی صاحب بیسلپوری کا بیان ہے کہ:

میں 1911ء میں انٹرینس کا امتحان دے کر بیسلپور چلا آیا، یہاں آ کر مندرجہ ذیل خواب دیکھا کہ۔۔۔ میں مسجد محلّہ "قرولاں" میں ہوں اور **اعلیٰ حضرت** بھی وہاں تشریف فرما ہیں، میں نے بعدِ قدم بوسی مصافحہ کیا اور عرض کیا کہ حضور! امتحان میں کامیابی کے لیے دعا فرمائیں، آپ نے بجائے دُعا فرمانے کے ارشاد فرمایا کہ "تو اس سال نہیں پاس ہو سکتا آئندہ سال پاس ہوگا"۔

اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی، بریلی شریف حاضر ہوا اور یہ خواب بیان کیا، آپ نے فرمایا کہ اللہ تبارک تعالیٰ اس پر بھی قادر ہے کہ تجھے اس سال ہی کامیاب کردے۔

یہ تعبیر سن کر میرے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ اِس سال کامیابی نہ ہوگی کیونکہ اگر کامیابی کی کچھ اُمید ہوتی تو تعبیر کچھ اور ہی ہوتی۔ (اور آپ یوں فرماتے کہ یقیناً تم اس سال کامیاب ہوگے) چنانچہ یہی ہوا کہ میں ناکام رہا۔

ناکامیاب ہونے پر میں ایسا پست ہمت ہوگیا کہ میں نے آئندہ سلسلہءتعلیم کو جاری رکھنے کا خیال بالکل ہی دل سے دور کردیا اور مصمم ارادہ کرلیا کہ اب پڑھنے نہ جاؤں گا۔

میرے والد صاحب اور بھائی صاحب نے ہر چند سمجھایا مگر میں نے اسکول جانے کا اقرار نہ کیا، جب اسکول کھلنے کو صرف ایک دن رہ گیا تو میرے بھائی صاحب نے پھر مجھے سمجھایا اور آخر کار میں اسکول میں پڑھنے کے واسطے رضا مند ہوگیا اور اسکول کھلنے پر بریلی شریف پہنچ گیا اور پھر پڑھنے لگا۔

امتحانات کے قریب درد ِقولنج میں مبتلا ہوا مگر پھر بھی امتحان میں کامیابی ہوئی، یہ اسی تعبیر کا اثر تھا جو **اعلیٰ حضرت** نے خواب میں فرمایا تھا کہ ''تو امسال نہیں آئندہ سال کامیاب ہوگا''۔

(حیات اعلیٰ حضرت از مولانا ظفرالدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص909)

گرتے کو سنبھالہ دیا:

جناب سید رضا علی صاحب کا بیان ہے کہ:

مجھے پیر کی تلاش تھی کہ کوئی پیر ملے تو مرید ہو جاؤں، نیاز احمد خان صاحب نے کہا آپ **اعلیٰ حضرت** سے مرید ہو جایئے۔ میں نے کہا کہ میں جب تک کچھ دیکھ نہ لوں بیعت نہیں ہوسکتا۔

ایک مدت اسی میں گزر گئی ایک بار خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک میدان ہے جس میں میں اور **اعلیٰ حضرت** تشریف فرما ہیں، میں گر رہا ہوں تو **اعلیٰ حضرت** نے مجھے سنبھالہ دیا صبح کو یہ خواب نیاز احمد خان سے ذکر کیا انہوں نے کہا اب آپ بیعت ہو جایئے وہ گرتوں کو سنبھال لیتے ہیں۔ چنانچہ میں **اعلیٰ حضرت** کا مرید ہو گیا۔

(حیات اعلیٰ حضرت از مولانا ظفرالدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص914)

آرام ہو جائے گا گھبرائیے نہیں:

جنابِ سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ:

ایک مرتبہ برادرم سید قناعت علی کے تمام جسم پر خارش کا اس قدر اثر ہوا کہ چاقو وغیرہ سے کھجلاتے رہتے تھے، پاؤں سوج کر مثل ''فیل

پایہ'' ہو گئے تھے اور ان سے خون اور پیپ جاری تھا،لوگوں کو پاس بیٹھتے میں تکلف ہوتا تھا، بظاہر معلوم ہوتا تھا کہ پاؤں گل جائیں گے، بیچارے اپنی زندگی سے عاجز تھے۔

ایک شب قناعت علی کی والدہ صاحبہ خواب دیکھتی ہیں کہ دروازے پر کسی نے دستک دی انہوں نے دریافت کیا کون؟ آواز آئی ''**احمد رضا**،سید صاحب کی خیریت پوچھنے کے لیے آیا ہوں کیسی طبیعت ہے؟'' انہوں نے آبدیدہ ہوکر عرض کی'' حضور! اندر تشریف لائیں ابھی ابھی اس کی ذرا آنکھ لگ گئی ہے''۔ارشاد فرمایا'' اچھا سونے دیجئے''۔**اندر آنے کی ضرورت نہیں،ان شآءاللہ تعالیٰ آرام ہوجائے گا گھبرایئے نہیں۔**

چنانچہ صبح کو جو دیکھا تو قناعت علی صاحب کے دونوں پاؤں مرجھائے ہوئے تھے اور ورم غائب ہو چکا تھا،قناعت علی صاحب نے دونوں ہاتھوں سے سونتنا شروع کیا جس سے ایک موٹا خول کھال کا مثل چمڑے کے دونوں پاؤں سے اتر گیا،اب نہ خون تھا نہ پیپ،نہ وہ تکلیف،خالی سُرخ سُرخ گوشت نظر آنے لگا،ایک روز میں اس پر اصلی رنگت آگئی اور **بِکَرَمِہٖ تَعَالیٰ** انہیں صحت ہوگئی۔

(حیات اعلیٰ حضرت از مولانا ظفرالدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص933)

وہ اشتہار ''جماعت '' کے لیے نہیں ہے :

جنابِ سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ:

ہندوستان میں گاندھویت کا زور وشور تھا،''**جماعت رضائے مصطفیٰ**'' مخالف جماعتوں کا شدومد سے مقابلہ کررہی تھی،عیدالفطر کے چند روز باقی تھے کہ ایک چھوٹا سا اشتہار سبز رنگ کا محمد قاسم صاحب''متولی عیدگاہ بریلی'' کی جانب سے بایں مضمون شائع ہوا:

''امسال کسی انجمن یا جماعت کو عیدگاہ میں انتظام کرنے کی ضرورت نہیں ہم خود اہتمام کریں گے''

جس وقت یہ اشتہار دفتر''**جماعت رضائے مصطفیٰ**''میں پہنچا''**مداح الحبیب**'' مولانا جمیل الرحمٰن خان صاحب ودیگر اراکینِ جماعت نے اس سے یہی نتیجہ نکالا کہ غالباً ہماری مخالف جماعتوں نے ریشہ دوانیاں کی ہیں کہ''**جماعت رضائے مصطفیٰ**'' جو عیدگاہ میں وضو کا انتظام اور سبیل وغیرہ لگایا کرتی ہے،اور عاملین جماعت جو وہاں اہتمام کرتے ہیں نہ کرنے پائیں،لہٰذا مولانا جمیل الرحمٰن خان صاحب نے موصوف کی خدمت میں ایک عریضہ ارسال کیا جس میں لکھا تھا کہ:

''ایک اشتہار آپ کا میری نظر سے گزرا،لہٰذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ کیا'' جماعت'' حسبِ دستور امسال وضو وغیرہ کا انتظام نہ کرے؟ ہم نے خارجاً یہ افواہ بھی سنی ہے کہ بعض معاندین نے آپ کے گوش گزار کیا ہے کہ''**جماعت رضائے مصطفیٰ**'' آپ کی تولیت سلب کرنا چاہتی ہے،اگر ایسا ہے تو یہ بالکل غلط ہے۔ یہاں نہ کبھی اس کا خیال آیا اور نہ آئندہ کبھی آسکتا ہے ہمارا مقصود صرف رفاہِ عام ہے نہ تولیت کی تمنا،امید ہے کہ بملاحظہ عریضہ ہٰذا جواب عنایت فرمائیں گے اور شکریہ کا موقع دیں گے والسلام''۔

اِدھر یہ پرچہ روانہ ہوا اُدھر سید قناعت علی صاحب پر دفترِ جماعت میں غنودگی طاری ہوئی اور تھوڑی ہی دیر میں غافل ہو گئے، خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ سیدی **اعلیٰ حضرت** باہر سے پھاٹک میں تشریف لائے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کہ:

حاجی محمد قاسم کے یہاں سے آرہا ہوں انہوں نے فرمایا ہے کہ ''جماعت'' جیسے ہر سال انتظام کرتی آئی ہے ویسا ہی کرے وہ اشتہار ''**جماعت رضائے مصطفیٰ**'' کے لیے نہیں ہے۔

معاً آنکھ کھل گئی، قناعت علی صاحب نے حاضرین سے اپنا خواب بیان کیا اور باتفاق رائے ان الفاظ کو جو **اعلیٰ حضرت** سے خواب میں سنے تھے ایک کاغذ پر لکھ لیا گیا۔

تھوڑی ہی دیر میں حاجی صاحب کا جواب آ گیا جس میں بعَینہٖ وہی الفاظ تحریر تھے جو خواب میں سید قناعت علی صاحب نے **اعلیٰ حضرت** سے سن کر کاغذ پر پہلے ہی لکھ لئے تھے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص934)

اٹھ اور نماز پڑھ :

جنابِ سید ایوب علی صاحب ایک واقعہ یوں بیان کرتے ہیں کہ:

غالباً 14 ذوالحجہ 1333ھ کی شب سید قناعت علی سوئے ہوئے تھے، خواب میں حضور سیدی و مرشدی **اعلیٰ حضرت** کی زیارت مشرف ہوئے کہ آپ دستِ راست کا انگوٹھا اور درمیانی انگلی پیشانی پر رکھ کر حرکت دیتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں ''اٹھ اور نماز پڑھ، پانچ بجے ہیں'' معاً آنکھ کھلتی ہے، گھڑی کو دیکھتے ہیں تو ٹھیک پانچ بجے کا وقت ہے، اُٹھے اور وضو کیا پھر فجر کی نماز ادا کی۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص945)

خواب میں مسئلہ سمجھا دیا:

جنابِ سید ایوب علی صاحب ہی کا مزید بیان ہے کہ:

ایک مرتبہ شب کے وقت مولانا رحیم بخش صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''میر زاہد'' کا مطالعہ فرما رہے تھے اور صبح طلبہ کو منجملہ اور اسباق کے اس کا بھی درس دینا تھا۔

دورانِ مطالعہ میں ایک جگہ رکاوٹ پیدا ہوئی، بہت غور فرمایا مگر وہ مقام حل نہ ہوا، شب کا زیادہ حصہ اسی میں گزر گیا، بالآخر کتاب بند کر دی۔

صبح کو جب طلباء نے پڑھنا چاہا، فرمایا ''آج اسے رہنے دو کل دیکھا جائے گا'' دوسری شب بھی دیر تک اس مقام پر غور کیا مگر سمجھ میں نہ آیا، اگلی صبح پھر طلبہ کو ٹال دیا، تیسری شب بھی انتہائی سعی فرمائی مگر کامیابی نہیں ہوئی اور کتاب بند کر کے بارادہ ءاستراحت لیٹ گئے مگر نیند نہ آئی، دیر تک کروٹیں بدلتے رہے۔

بالآخر آنکھ لگ گئی، خواب میں دیکھتے ہیں سیدی **اعلیٰ حضرت** ایک اجتماعِ کثیر میں اسی مسئلہء لانیحل کو حل فرمارہے ہیں۔
معاً اُن کی آنکھ کھل گئی تو فجر کا وقت تھا، وضوفرمایا اور نماز پڑھی اور خوش خوش مدرسہ پہنچ کر طلبہ کو درس دیا اور جس وقت سے بیدار ہوئے تھے قلب بار بار متقاضی تھا کہ حاضر ہو کر قدمبوسی کروں، چنانچہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور سبب حاضری عرض کیا، آپ نے تبسم فرماتے ہوئے اس حل کی تائید فرمائی۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص 949)

انتیسویں قسم:

بعدِ وصال ظہورِ کرامات

اعلیٰ حضرت کی کرامات کا تسلسل بعد از وصال بھی جاری رہا اور کیوں نہ ہو کہ۔۔۔
مُلا علی قاری شرح ''مشکوٰۃ'' میں لکھتے ہیں:

''لَا فَرَقَ لَهُم فِي الحَالَينِ وَلذَا قِيلَ أَولِيَاءَ اللّٰهِ لَا يَمُوتُونَ ولٰكِن يَنتَقِلُونَ مِن دَارٍ إِلٰى دَارٍ''

''اولیاءاللہ کی دونوں حالتوں حیات وممات میں اصلاً فرق نہیں اسی لیے کہا گیا کہ وہ مرتے نہیں ایک گھر سے دوسرے گھر تشریف لے جاتے ہیں''

(فتاوی رضویہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور جلد 9 ص 433)

برابر قرآن شریف کی تلاوت جاری رہی:

مولانا عرفان علی صاحب بیسلپوری کا بیان ہے کہ:
اعلیٰ حضرت کے وصال شریف کے بعد فاتحہء سوم میں حاضر ہوا تو معلوم ہوا کہ **اعلیٰ حضرت** نے وصیت فرمائی ہے کہ میری قبر پر تین دن تک شبانہ روز ہر وقت قرآنِ عظیم پڑھا جائے۔
میں ظہر کے وقت مزار شریف پر حاضر ہوا، ایک سید صاحب قرآن شریف پڑھ رہے تھے دل میں یہ خیال گزرا کہ کاش مجھ کو بھی مزار شریف پر قرآن شریف پڑھنے کی نعمت مل جاتی۔ اس خیال کا آنا تھا کہ سید صاحب نے فرمایا:

''آپ قرآن شریف پڑھیں میں جارہا ہوں'' (سبحان اللہ)

میں نے تلاوت شروع کردی، تھوڑی ہی دیر کے بعد ظہر کی اذان ہوگئی، میں نے ظہر اس وقت تک نہیں پڑھی تھی ''صلوٰۃ'' ہونے پر مجھے گھبراہٹ ہوئی کیونکہ سوائے میرے کوئی بھی مزار شریف کے قریب نہ تھا اور یہ خیال آرہا تھا کہ اگر نماز پڑھنے جاتا ہوں تو قرآن شریف کی تلاوت ترک ہوتی ہے اور **اعلیٰ حضرت** کی وصیت کے خلاف ہوتا ہے کہ ارشاد فرمایا ہے ''شبانہ روز ہر وقت قرآن شریف کی تلاوت ہوتی رہے'' اور اگر بیٹھا قرآن شریف کی تلاوت کرتا رہتا ہوں تو تارکِ جماعت ٹھہرتا ہوں اور گنہگار ہوتا ہوں۔

میں اس پریشانی میں تھا کہ جناب حکیم سلامت اللہ صاحب رضوی شاہ جہانپوری تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا آپ ظہر پڑھنے کے لئے چلے جائیں، میں ظہر پڑھ کر آیا ہوں اور اب یہاں قرآن شریف تلاوت کروں گا۔

یہ **اعلیٰ حضرت** کی کرامت بعدِ وصال ظہور میں آئی کہ میں نے جماعت سے نماز بھی پڑھی اور مزار شریف پر برابر قرآن شریف کی تلاوت بھی جاری رہی، ایسے شخص کو بھیجا جو ظہر پڑھ چکا تھا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ مطبوعہ لاہور ص910)

ہم اسی طرح آیا کرتے ہیں :

صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی صاحب فرماتے ہیں کہ:

اعلیٰ حضرت کی وفات کے چند روز بعد میں نے اُنہیں خواب میں دیکھا، تقریباً دس بجے دن کا وقت ہوگا، زنانے مکان سے کچھ کاغذ ہاتھ میں لئے ہوئے برآمد ہوئے اور جس پلنگ پر باہر تشریف فرما ہوا کرتے تھے اس کے قریب حسبِ دستور کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ ایک کرسی پر میں بھی بیٹھا ہوا تھا۔

اپنے پلنگ کے پاس تشریف لا کر وہ تمام کاغذات میرے حوالے کئے، اس وقت میری زبان سے نکلا کہ آپ کا تو انتقال ہو چکا ہے، آپ کیسے تشریف لائے؟ فرمایا: **''ہم اسی طرح آیا کرتے ہیں''**۔ خواب سے بیدار ہونے کے بعد میں نے یہ تصور کیا کہ **اعلیٰ حضرت قبلہ** کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح میرے زمانہء حیات میں تم یہ سب کام انجام دیا کرتے تھے اب بھی یہ چیزیں تمہارے سپرد کی جاتی ہیں، لوگوں کی تحریر کا جواب دینا تمہارے ہی متعلق کیا جاتا ہے۔

چنانچہ اس کے بعد بلا تکلف اس خدمتِ افتاء وغیرہ کو میں انجام دیتا رہا اور سمجھ لیا کہ جس طرح **اعلیٰ حضرت** نے اپنی حیات میں اس کام کو تفویض فرمایا تھا اب بھی اسی کام کو مجھ سے لینا چاہتے ہیں اور جو کچھ دشواریاں ہونگی اس میں وہ خود مددگار رہوں گے۔ چنانچہ کبھی باوجود اپنی کم بضاعتی کے اس معاملہ میں دشواری پیش نہ آئی۔

(تذکرہ ءاعلیٰ حضرت بزبانِ صدر الشریعہ از عطاء الرحمٰن مطبوعہ مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور ص68)

جیلانی میاں کا عقدہ حل کر دیا :

جنابِ سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ:

اعلیٰ حضرت کے پوتے مولانا محمد ابراھیم رضا خان صاحب عرف ''جیلانی میاں''، مدرسہ اہلسنت و جماعت ''منظر اسلام'' میں درس دیتے تھے، ایک کتاب میں کسی جگہ عبارت ایسی تھی کہ حاشیہ سے بھی کچھ انکشاف ہو سکا۔

یہ تنہائی میں مزارِ پرانور سیدی **اعلیٰ حضرت** پر حاضر ہوتے ہیں اور بآوازِ بلند **اعلیٰ حضرت** کو پکارتے اور کتاب کھول کر اس عبارت پر انگلی

رکھ کر مواجہ اقدس میں عرض کرتے ہیں کہ ''اس عبارت کا مطلب میری سمجھ میں نہیں آتا، سمجھا دیجئے''

بعدہٗ کتاب رکھ کر فاتحہ پڑھتے ہیں اور بایں خیال کہ شاید اب حضور کے کرم سے دماغ کام دے، کتاب کھول کر اس عبارت پر غور کرتے ہیں مگر کچھ سمجھ میں نہ آتا، دوبارہ پھر عبارت پر انگلی رکھ کر ندا کرتے ہیں ''اس کا مطلب مجھے سمجھا دیجئے ورنہ میرے خیالات کسی اور جانب مائل ہوجائیں گے'' اور عبارت پڑھتے ہیں اور غور کرتے ہیں مگر اس پر بھی کچھ انکشاف نہ ہوا۔

تیسری بار پھر اسی طرح ندا کی اور عبارت پیش کی اور سیدی **اعلیٰ حضرت** کی بارگاہ میں عرض کیا ''اگر اس مرتبہ بھی سماعت نہ ہوئی تو میرے قلب میں یہ عقیدہ جاگزیں نہ ہوجائے کہ مرنے کے بعد اولیائے کرام و معظمانِ دین سے مدد مانگنا بیکار ہے وہ کچھ مدد نہیں کرسکتے نہ وہ قبور میں زندہ ہیں'' یہ عرض کرنے کے بعد پھر عبارت پر غور کیا مگر مقصود حاصل نہ ہوا۔

آخرِ کار وہاں سے کلاس میں جاکر بیٹھے اور دفع الوقتی کے لیے سر اور پیشانی کو ملنے لگے کہ اتنے میں درجہ اول کا ایک طالب علم آیا، کچھ کتابیں بغل میں دبائے ہوئے، آکر بیٹھ گیا اور کچھ باتیں کرنے لگا۔

جیلانی میاں فرماتے ہیں کہ میں نے اس کی کتابوں میں سے ایک کتاب ہاتھ میں لے لی اور ورق گردانی کرنے لگا اور ساتھ ہی اس سے گفتگو کرتا جاتا اور کبھی کتاب کی کہیں کہیں سے عبارت دیکھتا جاتا، یہاں تک کہ اس کے مضمون سے دلچسپی ہونے لگی۔

اب جو آگے بڑھتا ہوں تو اسی عبارت کی تصریح متن میں موجود ہے (جس کے لیے آپ نے **اعلیٰ حضرت** سے التجاء کی تھی کہ حضور اس عبارت کو سمجھا دیں) دیکھتے ہی دل باغ باغ ہوگیا۔

اس طالبِ علم نے کتاب سامنے سے اٹھا کر اپنے درجہ کی راہ لی اور ادھر اس کتاب کا سارا مطلب آئینہ کی طرح واضح ہوگیا جس کے لیے میں نے **اعلیٰ حضرت** کی خدمت میں عرض کیا تھا، سبحان اللہ! کیسی بین کرامت ہے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ مطبوعہ لاہور ص953)

بعدِ وصال تسلی دی :

جنابِ حاجی کفایت اللہ صاحب کا بیان ہے کہ:

نیاز احمد خان صاحب کی ایک بھتیجی دیندار اور **اعلیٰ حضرت** کی مریدہ تھیں، شوہر اس کا بہت آزاد مزاج تھا۔ جب وہ اپنے شوہر کی بے توجہی کی وجہ سے ملول اور مغموم ہوتیں تو **اعلیٰ حضرت** وصال کے بعد خواب میں تشریف لاکر انہیں تسلی دیتے اور ان کی تسکین فرماتے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ مطبوعہ لاہور ص914)

بعدِ وصال مشکل کشائی فرمائی :

جنابِ محمد حسین رضوی صاحب کا بیان ہے کہ:

ماہِ شعبان 1337ھ میں میرے گھر میں (اہلیہ کو) ران میں تین گلٹیاں نکلیں میں فوراً **اعلیٰ حضرت** کے روضہ پر حاضر ہوا اور روکر دعا مانگی کہ ''حضور**!** ایک لڑکی سوا مہینہ کی ہے اور دوسرے سب بچے بھی چھوٹے چھوٹے ہیں۔ حضور! میرا گھر تباہ ہو رہا ہے، دعا فرمایئے، **آپ** اپنی حیات میں مجھ سے فرمایا کرتے تھے کہ پیر حشر میں، قبر میں، ہر جگہ مدد کرتا ہے، حضور! اس مشکل وقت سے زیادہ کون سا وقت ہوگا جب امداد کی جائے گی، میرے لیے دعا فرمایئے''، اسی حالت میں میں بہت رویا۔

بعدہٗ **اعلیٰ حضرت** کے دونوں شہزادوں کی خدمت میں حاضر ہوا، اُنہوں نے دعا فرمائی، تعویذ دیئے، غسالہ کا پانی دیا کہ اس کو پلایئے، گلٹیوں پر لگایئے، اذانیں کہیے۔

گھر آ کر دیکھتا ہوں کہ مرض آدھا رہ گیا، اس سے قبل انہیں سرسام ہو گیا تھا، ایک ماہ تک پورا اثر رہا، زبان بالکل لکڑی ہو گئی تھی، چھ ماہ تک حالت خراب رہی، اب **بِحَمدِاللّٰہ** بالکل ٹھیک ہیں۔

اہلیہ کے ایامِ علالت میں منجھلی لڑکی نے **اعلیٰ حضرت** کو خواب میں دیکھا فرماتے ہیں **''تیرے والد اس قدر ناامید کیوں ہو گئے ہیں، اُن سے کہہ دو آرام ہو جائے گا''** چنانچہ دن بدن صحت ہوتی گئی۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ لاہور ص881)

جا اچھی ہو جائیں گی

مولانا اعجاز علی خان صاحب کا بیان ہے کہ:

میری بھاوج علیل ہو گئیں، تمام لوگ ناامید ہو گئے تھے، والدہ محترمہ نے فرمایا کہ اعلیٰ حضرت کے مزار شریف پر جا کر عرض کر۔

میں حاضر ہوا اور بچی کو پائنتی میں ڈال دیا۔ خدا کی قسم فوراً فرمایا ''جا اچھی ہو جائیں گی'' میں آیا والدہ صاحبہ سے عرض کیا اُسی وقت سے صحت شروع ہو گئی۔ 22-20 دن میں بالکل اچھی ہو گئیں۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص882)

آپ کے زیورات سب محفوظ ہیں :

جنابِ سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ:

ایک مرتبہ مرزا عبدالرحمٰن بیگ صاحب قادری ساکن محلّہ ''بخار پورہ'' بریلی کے طلائی و نقرئی (سونے چاندی کے) تمام زیورات چوری ہو گئے۔ یہ سخت پریشان کہ شب کو خواب میں **اعلیٰ حضرت** کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں حضور ارشاد فرماتے ہیں کہ ''مرزا صاحب! آپ کے زیورات سب محفوظ ہیں گھبرایئے نہیں مگر اس میں چاندی ہماری ہے''

انہوں نے عرض کیا حضور! پھر مجھے کس طرح ملیں گے؟۔ فرمایا ''فلاں شخص نے تمہارے مکان کے سامنے ہی دفن کیا ہے تلاش کرو

اِن شَآءَ اللّٰہ مل جائیں گے''۔

صبح کو اٹھ کر چور پکڑا جاتا ہے جو کہ وہیں کا رہنے والا ہے، اُسے ڈراتے دھمکاتے ہیں، بالآخر وہ شخص مرزا صاحب کے مکان سے متصل جو کھنڈر پڑا تھا وہاں لے جاتا ہے۔ دیکھا کہ وہ افتادہ زمین جا بجا کھدی پڑی ہے، اس شخص سے پوچھا جاتا ہے بتاؤ کہاں دفن کیا ہے؟ اس پر وہ کہتا ہے''زیور ضرور میں نے دفن کیا اور اسی کھنڈر ہی میں دفن کیا تھا مگر اب میں نہیں کہہ سکتا ہوں کہ وہ کہاں ہے مجھے خود رات بھر تلاش کرتے ہو گیا ہے مگر پتہ نہیں چلا ہاں اتنا پتہ ہے کہ ہر جگہ میں نے ہی کھودی ہے''۔

غرض چند آدمیوں نے مزید جستجو کی اور بالآخر اس کھنڈر میں ایک طرف ٹوٹی پھوٹی کوٹھڑی نظر آئی، اُسے جو کھودا تو تمام زیورات ایک جگہ سے نکل آئے۔

مرزا صاحب نے اسی خوشی میں بڑی دھوم دھام سے حضور کے مزارِ پرانوار پر چادر چڑھائی۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص271)

لیجئے بھائی اپنے خواب کی تعبیر:

جنابِ سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ:

ایک مرتبہ شیخ مشتاق علی صاحب قادری شبِ جمعہ سیدی **اعلیٰ حضرت** کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں، **اعلیٰ حضرت** خواب ہی میں شیخ صاحب کو ایک تعویذ عنایت فرماتے ہیں کہ دفعتاً اُن کی آنکھ کھل جاتی ہے، دیکھتے ہیں کہ صبح صادق کا وقت ہے، دل میں طے کرتے ہیں کہ بعد نمازِ جمعہ حضرت **حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان** زیبِ سجادہ سے عرض کروں گا۔

چنانچہ وقتِ مقررہ پر نماز جمعہ سے فارغ ہو کر دفتر''**جماعت رضائے مصطفیٰ**'' میں کہ پھاٹک میں بالا خانہ پر تھا حاضر ہوئے اور حضرت سے خواب بیان کیا۔

ابھی آپ نے کچھ ارشاد نہ فرمایا تھا کہ اتنے میں مولوی حشمت علی خان صاحب لکھنوی ایک نقش''**قُل ھُو اللّٰہُ اَحَد**'' شریف کا، جو **اعلیٰ حضرت** کے قلم فیضِ رقم سے مرقوم تھا لے کر آئے اور عرض کیا فقیر کاشانہءاقدس میں کتب خانہ کی الماریوں میں کتابوں کو صاف کر کے لگا رہا تھا کہ ایک کتاب میں سے یہ نقش نکلا ہے۔

حضرت **حجۃ الاسلام** نے فوراً وہ نقش لے کر شیخ صاحب کو یہ فرماتے ہوئے عطا فرمایا کہ:''لیجئے بھائی مشتاق علی صاحب اپنے خواب کی تعبیر''۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص955)

نقشہ سحر وافطار کی تصحیح فرمائی:

جنابِ سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ:

ماہ شعبان المعظم 1340ھ نصف گزر چکا ہے، **اعلیٰ حضرت** کے وصال کو چھ ماہ گزر چکے ہیں، خدامِ آستانہ (**سید ایوب علی صاحب وسید قناعت علی صاحب**)''نقشہ سحر وافطار'' برائے رمضان المبارک بالکل مکمل کر چکے ہیں۔

دن کے نو یا دس بجے کا وقت ہے، پھاٹک کے بالا خانہ میں غربی دروازہ سے مزارِ پر انوارِ **اعلیٰ حضرت** سامنے نظر آرہا ہے، جسے دیکھ دیکھ کر اِس وقت قلوب بے چین و بے قرار ہیں، آنکھیں اُس قامتِ زیبا کے تصور میں محو اور آنکھوں سے سیلابِ اشک بے طرح امنڈ رہا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ سنین ماضیہ (پچھلے سالوں) میں جبکہ حضورِ **اعلیٰ حضرت** حیات تھے، دستور یہ تھا کہ بعدِ تکمیل ''نقشہء مذکورہ'' پیش کیا جاتا اور با آواز پورے ماہِ مبارک کا سالِ گزشتہ کے اوقات سے روبرو بیٹھ کر موازنہ ہوا کرتا تھا۔ اگر کہیں کچھ خامی ہوتی اگرچہ سیکنڈ کے ہزارویں حصہ کی فوراً ٹوک دیتے اور جانچ کرنے پر واقعی کسر کسرات نکلتے اور اسے دور کر دیا جاتا، حالانکہ وقت پر اس کا اثر کیا پڑ سکتا تھا سیکنڈ کا ہزارواں حصہ ہوتا ہی کتنا ہے، تاہم **اعلیٰ حضرت** احتیاط فرماتے تھے۔

مزارِ مبارک خام (کچا) تھا، دل ڈھونڈھ رہا تھا کہ حضور کے پردہ فرمانے کے بعد یہ پہلا نقشہ ماہ مبارکہ کا تیار ہوا تھا لہٰذا اس دستور کو برقرار رکھنے کے لیے ہم دونوں نے مواجہہِ اقدس میں حاضر ہو کر دھوپ میں چٹائی بچھا کر اُسی طرح با آوازِ بلند تمام اوقات کا موازنہ شروع کر دیا اور یہ پہلے سمجھ لیا تھا کہ اگر کسی جگہ غلطی ہوگی تو **ان شاءاللہ** ہمیں ضرور القا فرمایا جائے گا۔ چنانچہ درمیان میں دو جگہ مشتبہ پایا، فوراً نشان بنالیا کہ دفتر جماعت میں پہنچ کر نظر ثانی کر لی جائے گی۔

اس کے بعد فقیر نے نقشہء مذکورہ مزار شریف کی چادر مبارکہ کے نیچے رکھ کر فاتحہ خوانی کی اور دفتر میں آ کر ان مشکوک مواقع کے اعمال پر نظر ڈالی تو فی الحقیقت ایک جگہ سیکنڈوں میں ایک اعشاریہ کا دوسرا درجہ اور دوسری جگہ اعشاریہ کا تیسرا درجہ غیر منظّم پایا۔

ابھی درست کیا ہی تھا کہ اتنے میں مولوی حشمت علی صاحب قادری رضوی جو اس زمانہ میں ''مسجد بی بی جی'' کے شمالی حجرہ میں رہتے تھے تیز تیز قدم، آنکھیں ملتے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا: السلام علیکم! میں نے کہا وعلیکم السلام! کیسے گھبرائے ہوئے دھوپ میں تشریف لائے ہیں؟۔ فرمایا'' میں نے ابھی ابھی ایک خواب دیکھا ہے اور وہ یہ کہ **اعلیٰ حضرت** اپنے کا شانہء اقدس کے شمالی دالان میں ایک چارپائی پر اس طرح لیٹے ہیں جس طرح اِس وقت مزارِ پاک میں آرام فرمارہے ہیں اور پائنتی کے جانب بڑے مولانا صاحب حضرت حجۃ الاسلام جناب **مولانا شاہ حامد رضا خان** اسی چارپائی پر تشریف فرما ہیں اور ان کے علاوہ اور بھی کچھ لوگ برابر والی چارپائی پر بیٹھے ہیں جنہیں میں پہچانتا نہیں ہوں اور آپ دونوں (سید ایوب علی وسید قناعت علی صاحبان) بھی ہیں۔

حضور کے ہاتھ میں کوئی کاغذ ہے اور داہنے ہاتھ میں قلم اور پہلوئے راست میں دوات رکھی ہوئی ہے اور نہایت تیزی کے ساتھ اس کاغذ پر اس طرح لیٹے لیٹے ارقام فرمارہے ہیں جیسے ابھی ان حاضرین میں سے کسی کو لکھ کر وہ کاغذ دینا ہے۔ بس اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔

گویا عین اُسی وقت مولوی صاحب موصوف یہ منظر دیکھتے ہیں جس وقت **فقیر** یہ نقشہ چادر مبارکہ میں رکھ کر فاتحہ خوانی میں مصروف ہوتا ہے لٰہذا اس واقعہ سے یقین کامل ہوگیا کہ فی الحقیقت نقشہ مذکورہ کی تصحیح خود حضور نے فرمائی۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص956)

محدثِ اعظم کے خواب میں:

حضرت محدثِ اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد صاحب کو **اعلیٰ حضرت امام احمد رضا** سے بالواسطہ شرف تلمذ کا موقع نہ مل سکا، اس لئے ان سے بلاواسطہ سند واجازت کا حصول بظاہر ناممکن تھا۔

لیکن **اعلیٰ حضرت** سے جو آپ کو والہانہ محبت تھی اور **مسلکِ اعلیٰ حضرت** کی ترویج واشاعت میں جو محنت آپ نے فرمائی تھی اس کا یہ انعام آپ کو عطا ہوا کہ ایامِ علالت میں دورانِ قیامِ مری اویسی نسبت سے **اعلیٰ حضرت** نے عالمِ رؤیا میں آپ کو علمی اجازتیں عطا فرمائیں، تفصیل حضرت محدثِ اعظم کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں۔

''آج صبح نماز کے بعد یہاں سے مظفر آباد کی طرف ڈیڑھ میل چوک تک گیا پھر واپس آیا، صوفی اللہ رکھا صاحب **فقیر** کے ہمراہ تھے، واپس آکر ناشتہ کیا، حافظ ایوب سلمہ نے پانی گرم کیا، پھر غسل کیا، پھر حاضرین کے ساتھ رفعتِ شانِ نبوی کے چند مسائل بیان کئے۔ پھر کھانا کھایا پھر بارہ بجے قیلولہ کیا۔

آنکھ لگ گئی، (خواب میں) دیر تک **اعلیٰ حضرت**، عظیم البرکت کی خدمت میں حاضر رہا اور **اعلیٰ حضرت** نے کچھ علمی اجازتیں بھی عطا فرمائیں خدمت میں خوب حاضر رہا آنکھ کھلی تو دوپہر کے دو بجے تھے جب آنکھ کھلی تو زبان پر **اعلیٰ حضرت** کا ذکر خیر تھا، اور دل میں یہ بھی تھا کہ خوب حاضری ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے **حبیب پاک** علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت سے **غوث پاک** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیض سے ایسا کرم ہوا''۔

(حیاتِ محدث اعظم پاکستان از حافظ عطاء الرحمٰن قادری رضوی مطبوعہ مکتبہ رضا فاونڈیشن لاہور ص228)

آٹھواں باب

کمالاتِ علمی

کثرت علوم وفنون۔۔۔علم التفسیر۔۔۔علم الحدیث۔۔۔علم الفقہ۔۔۔فن شاعری۔۔۔
علم ریاضی۔۔۔علم تکسیر۔۔۔علم تاریخ گوئی۔۔۔علم توقیت۔۔۔علم جفر۔علم سائنس۔۔۔تصنیفات

کثرتِ علوم وفنون

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی علمی خصوصیات سے پہلے یہ جان لیجئے کہ آپ علوم وفنون کے کوہِ ہمالہ تھے۔ایک ہستی میں اس قدر علوم کا یکجا ہونا عجوبہءروزگار رہے۔

عہدِ اکبری میں ہندوستان میں شاہ وجیہہ الدین گجراتی ایک جلیل القدر عالم وعارف گزرے ہیں،تاریخ میں اُن کے بارے میں لکھا ہے کہ 64 علوم وفنون پر عبور رکھتے تھے۔

کوٹ ادو،پرُ ہار شریف، میں ایک جید عالم دین حضرتِ خواجہ عبدالعزیز پرہاروی (صاحبِ نبراس وخلیفہءخواجہ حافظ **جمال اللہ ملتانی** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) گزرے ہیں، وہ اپنے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے **دوسوستر** علوم میں مہارتِ کاملہ عطا فرمائی ہے۔جبکہ کسبی (تحصیلِ علم کے)طور پر اس کا عشرِ عشیر بھی حاصل نہیں ہوا یہ سب کچھ عطائے ربانی ہے۔

تاریخ میں گنے چُنے زُعماء ایسے گزرے ہیں جو بہت زیادہ علوم وفنون پر دسترس رکھتے تھے **اعلیٰ حضرت** بھی اُنہی میں سے ایک ہیں۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جن علوم وفنون پر ہمہ گیر دسترس اور مہارتِ تامہ حاصل تھی اُس کا انکشاف آپ نے اپنے رسالے ''**الاجازت الرضویه**''میں حافظِ کتب الحرم الشیخ السید اسمٰعیل خلیل مکی کو سندِ اجازت دیتے ہوئے فرمایا ہے۔۔۔

پچپن علوم کی فہرست :

آپ نے اس سند میں مندرجہ ذیل علوم وفنون کا ذکر کیا ہے

(1)علمِ قرآن۔۔۔(2)علمِ تفسیر۔۔۔(3)علمِ حدیث۔۔۔(4)اصولِ حدیث۔۔۔(5) کتب فقہ حنفی۔۔۔(6)اصولِ فقہ۔۔۔(7)فقہ شافعی و مالکی و حنبلی۔۔۔(8)جدلِ مہذب۔۔۔(9)کُتبِ علم العقائد والکلام۔۔۔(10)علمِ نحو۔۔۔(11)علمِ صرف۔۔۔(12)علم معانی۔۔۔(13)علمِ بیان۔۔۔(14)علمِ بدیع۔۔۔(15)علمِ منطق۔۔۔(16)علمِ مناظرہ۔۔۔(17)علمِ فلسفہ مدلسہ۔۔۔(18)ابتدائی علم تکسیر۔۔۔(19)علمِ ہیئت۔۔۔(20)علم حساب۔۔۔(21)ابتدائی علم ہندسہ۔۔۔

مندرجہ بالا اکیس علوم کے بارے میں آپ لکھتے ہیں:

''یہ اکیس وہ علوم ہیں جنہیں میں نے اپنے والد قدس سرہٗ الماجد سے حاصل کیا''

اِن علوم وفنون کے بعد مندرجہ ذیل علوم کا ذکر کرتے ہیں۔

(22)قرأت۔۔۔(23)تجوید۔۔۔(24)تصوف۔۔۔(25)سلوک۔۔۔(26)اَخلاق۔۔۔(27)اَسماء الرجال۔۔۔(28)سیر۔۔۔(29)تاریخ۔۔۔(30)لغت۔۔۔(31)ادب مع جملہ فنون۔۔۔

اِن دس علوم کے بارے میں لکھا ہے۔۔۔

''میں نے استاذ سے بالکل نہیں پڑھا پرنقاد علمائے کرام سے مجھے ان کی اجازت حاصل ہے''۔

پھران علوم وفنون کا ذکر کیا ہے:

(32)ارثما طیقی ---(33) جبر و مقابلہ---(34) حساب ستینی ---(35) لوغار ثمات ---(36) علم التوقیت --- (37) مناظرہ ومرایا---(38) علم الاکر---(39) زیجات ---(40) مثلث کروی ---(41) مثلث مسطح---(42) ہیاۃ جدیدہ---(43) مربعات ---(44) جفر---(45) زائرچہ---

اورآخر میں مندرجہ ذیل علوم وفنون کا ذکر کیا ہے۔

(46) نظم عربی ---(47) نظم فارسی ---(48) نظم ہندی ---(49) نثر عربی ---(50) نثر فارسی ---(51) نثر ہندی ---(52) خط نسخ ---(53) خط نستعلیق ---(54) تلاوت مع تجوید---(55) علم الفرائض---

مندرجہ بالا 55 علوم وفنون کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''اللہ کی پناہ میں نے یہ باتیں فکراور خوامخواہ کی خودستائی کے طور پر بیان نہیں کیں بلکہ منعم کریم کی عطا فرمودہ نعمت کا ذکر کیا ہے۔''

مگر آپ کے مندرجہ بالا علوم وفنون کی تفسیر وتفصیل پیش کرتے ہوئے اقبال احمد قادری صاحب اپنے تحقیقی مقالہ ''امام العلوم امام احمد رضا خان'' میں لکھتے ہیں آپ کو علوم درسیہ کے علاوہ علوم جدیدہ وقدیمہ پر بھی مکمل دسترس وعبور حاصل تھا۔حیرت کی بات تو یہ ہے کہ ان میں بعض علوم ایسے ہیں جن میں کسی استاذ کی رہنمائی حاصل کئے بغیر اپنی خداداد صلاحیت وذہانت سے کمال حاصل کیا---

اکھتر علوم کی فہرست:

(وہ لکھتے ہیں) ایسے تمام علوم وفنون جن پر امام احمد رضا کو مکمل عبور حاصل تھا جدید تحقیق کے مطابق اُن کی تعداد تقریباً 71 ہے اُن میں کئی علوم تو ایسے ہیں دورِجدید کے بڑے بڑے محققین اور ماہرین علوم وفنون ان کے ناموں سے بھی آگاہ نہ ہوں گے۔

(1) علمِ قرآن ---(2) علمِ تفسیر---(3) علمِ حدیث ---(4) اصولِ حدیث ---(5) کتب فقہ حنفی ---(6) کتبِ فقہ شافعی و مالکی وحنبلی ---(7) اصولِ فقہ---(8) جدلِ مہذب ---(9) علم العقائد والکلام ---(10) علمِ نحو---(11) علمِ صرف---(12) علم معانی--- (13) علمِ بیان---(14) علمِ بدیع ---(15) علمِ منطق---(16) علمِ مناظرہ ---(17) علمِ فلسفہ مدلسہ---(18) ابتدائی علم تکسیر---(19) علمِ ہیئت ---(20) علمِ حساب ---(21) ابتدائی علم ہندسہ ---(22) قرأت ---(23) تجوید---(24) تصوف ---(25) سلوک---(26) اخلاق---(27)اسماء الرجال ---(28) سیر---(29) تاریخ---(30) لغت ---(31) ادب---(32)ارثما طیقی ---(33) جبر و مقابلہ--- (34) حساب ستینی ---(35) لوغار ثمات ---(36) علم التوقیت---(37) مناظرہ ومرایا---(38) علم الاکر---(39)

زیجات ---(40) مثلث کروی---(41) مثلث مسطح---(42) ھیاۃ جدیدہ---(43) مربعات---(44) جفر---(45) زائرچہ---(46) نظم عربی---(47) نظم فارسی---(48) نظم ھندی---(49) نثر عربی---(50) نثر فارسی---(51) نثر ھندی---(52) خط نسخ---(53) خط نستعلیق---(54) تلاوت مع تجوید---(55) علم الفرائض--- (56) علم طبعیات---(57) علم صوتیات---(58) علم نور---(59) علم کیمیا---(60) علم طب---(61) علم الادویہ---(62) علم معاشیات---(63) علم اقتصادیات---(64) علم تجارت---(65) علم شماریات---(66) علم ارضیات---(67) علم جغرافیہ---(68) علم سیاسیات---(69) علم بین الاقوامی امور---(70) معدنیات---(71) علم اخلاقیات---

ایک سو پانچ علوم کی فہرست:

سید ریاست علی قادری صاحب نے تو اپنے مقالہ ''امام احمد رضا کی جدید علوم وفنون پر دسترس'' میں جدید تحقیق ومطالعہ کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ:

''اعلیٰ حضرت کو ایک سو پانچ علوم وفنون پر دسترس ومہارتِ تامہ وکاملہ حاصل تھی۔''

وہ لکھتے ہیں: **امام احمد رضا** نے ایک ہزار کے لگ بھگ کتب ورسائل تصنیف کئے، جن میں 105 سے زائد علوم کا احاطہ کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ فقہ کی سینکڑوں کتابوں پر حواشی لکھے جو ہزاروں صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔ کثرت تصانیف اور متنوع علوم پر انہیں جو فوقیت حاصل تھی اس کی نظیر نہیں ملتی۔

راقم الحروف (سید ریاست علی قادری) ''**کَنزُ العِلم**'' کے نام سے ایک کتاب شائع کرنا چاہتا ہے، جس میں 105 علوم وفنون پر تبصرہ و تعارف پیش کیا جائے گا جس کی تفصیل یہ ہے۔

(1) علم القرآن---(2) قرأت---(3) تجوید---(4) تفسیر---(5) علم حدیث---(6) تخریج---(7) فقہ---(8) علم الکلام---(9) علم العقائد---(10) علم البیان---(11) علم المعانی---(12) علم المناظرہ---(13) فتویٰ نویسی---(14) سیرت نگاری---(15) فلسفہ---(16) منطق---(17) تنقیدات---(18) فضائل ومناقب---(19) ادب---(20) شاعری---(21) نثر نگاری---(22) حاشیہ نگاری---(23) اسماء الرجال---(24) علم الاخلاق---(25) روحانیت---(26) تصوف---(27) سلوک---(28) تاریخ وسیر---(29) جدول---(30) صرف ونحو---(31) بدیع---(32) علم الانساب---(33) علم الفرائض---(34) ردات---(35) پندونصائح---(36) مکتوبات---(37) ملفوظات---(38) خطبات---(39) جغرافیہ---(40) تجارت---(41) شماریات---(42) صوتیات---(43) مالیات---(44) اقتصادیات---(45) معاشرت---(46) طبعیات---(47)

معاشیات ---(48) ہیئت --- (49) کیمیا---(50) معدنیات ---(51) فلکیات---(52) نجوم --- (53) جفر---(54) ارضیات---(55) تعلیم و تعلم---(56) علم الحساب---(57) زیجات---(58) زائر چہ--- (59) تعویذات---(60) طب ---(61) ادویات---(62) لسانیات---(63) رسم الخط---(64) جرح و تعدیل---(65) ورد و اذکار---(66) ایمانیات---(67) تکسیر---(68) توقیت---(69) اوفاق---(70) علم ریاضی--- (71) بنکاری ---(72) زراعت---(73) تاریخ گوئی ---(74) سیاسیات---(75) علم الاوقات ---(76) ردِّ موسیقی--- (77) قانون--- (78) تشریحات---(79) تحقیقات---(80) علم الادیان--- (81) ماحولیات---(82) علم الایام--- (83) تعبیر--- (84) عروض و قوانی---(85) علم البر والبحر---(86) علم الاوزان---(87) حکمت---(88) نقد و نظر---(89) تعلیقات---(90) موسمیات---(91) شہریات---(92) علم المناظر---(93) نفسیات---(94) صحافت---(95) علم الاموال---(96) عملیات---(97) علم الاحکام--- (98) علم النور---(99) ما بعد الطبعیات ---(100) عمرانیات---(101) علم رمل---(102) لغت---(103) استعارہ---(104) حیاتیات---(105) نباتات---اور بے شمار دوسرے علوم---

ممکن ہے کہ بعض اہل نقد و نظر کو فاضل مقالہ نگار کی مذکورہ کی گئی تحقیق مبالغہ آمیز یا معتقدانہ معلوم ہو مگر حقیقت یہ ہے کہ فاضل مقالہ نگار کی تحقیق میں ذرا بھی مبالغہ یا اعتقادی عنصر کا دخل نہیں اس لئے کہ اگر فاضل بریلوی کے تبحر علمی اور علوم پر ان کی مہارت و دسترس کے بارے میں تحقیق سے کام لیا جائے تو مذکورہ تعداد میں اور اضافہ کیا جا سکتا ہے، بلکہ فاضل بریلوی کی علوم پر دسترس و گرفت کا موضوع خود اتنا وسیع ہے کہ جو مستقل طور سے تحقیق طلب ہے۔

(امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری از ڈاکٹر سراج احمد بستوی مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور ص 64-59)

آیئے! یہ بھی جان لیجئے کہ یہ سب علوم کس بارگاہ سے حاصل کئے---

بارگاہِ مصطفیٰ سے فقیر کو ایک مشین عطا ہوئی ہے---

ایک مرتبہ حضرت علامہ مولانا شاہ محمد ہدایت رسول صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ **اعلیٰ حضرت** کی بارگاہ میں حاضر تھے، دیگر حضراتِ علمائے کرام بھی موجود تھے کہ دنیا کی مشینریوں کی ایجاد کا تذکرہ چل نکلا، اِس پر **اعلیٰ حضرت** نے ارشاد فرمایا:

''بفضلہٖ تعالیٰ بارگاہ **مصطفیٰ** صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے فقیر کو ایسی مشین عطا ہوئی جس میں کسی بھی علم کا سوال کسی بھی زبان میں ڈال دیجئے چند منٹ کے بعد اُس کا صحیح جواب حاصل کر لیجئے''

مولانا ہدایت رسول صاحب نے عرض کی حضور! وہ مشین مجھے بھی دکھا دیجئے۔ ارشاد فرمایا'' پھر کسی موقع پر دیکھ لیجئے گا'' لیکن اُنہوں

نے قدموں کو پکڑ لیا اور مچل گئے کہ حضور! ہم تو اِس مشین کو ابھی دیکھیں گے۔ان کے اس اصرار پر **اعلیٰ حضرت** نے اپنے انگر کھے کے بند کھولے، پھر صدری اور کرتے کے بٹن کھول کر اپنے سینۂ انور کی زیارت کرائی اور فرمایا کہ ''وہ مشین یہ ہے جس کے لیے فقیر نے کہا''
شاہ ہدایت رسول صاحب **اعلیٰ حضرت** کے سینۂ مبارک کو چومتے تھے اور فرماتے تھے۔۔۔

صَدَقتَ یَا وَارِثَ عُلُومِ رَسُولِ اللّٰہِ وَیَا نَائِبَ رَسُولِ اللّٰہِ

(تجلیات امام احمد رضا از مولانا امانت رسول قادری مطبوعہ مکتبہ برکاتی پبلیشرز کراچی ص78)

قبر میں کتابیں کھاں سے لاؤں گا:

جنابِ سید ایوب علی صاحب رضوی کا بیان ہے کہ:

اعلیٰ حضرت بعدِ نماز جمعہ پھاٹک میں تشریف فرما ہیں، حاضرین کا مجمع ہے، لوگ مسائل پوچھتے جاتے ہیں، **اعلیٰ حضرت** جواب دیتے جارہے ہیں، اُس وقت جنابِ سید محمود جان قادری عرض کرتے ہیں: حضور! میں دیکھتا ہوں کہ ہر مسئلہ کا جواب آپ کی نوک زبان پر ہے، کبھی کسی مسئلے کی نسبت حضور کو یہ فرماتے نہیں سنا کہ کتاب دیکھ کر جواب دیا جائے گا؟ یہ سن کر اعلیٰ حضرت کسی قدر آبدیدہ ہوئے اور ارشاد فرمایا:

''سید صاحب قبر میں مجھ سے ہر مسئلے کی نسبت سوال ہوگا کہ اس میں تیرا کیا عقیدہ ہے تو وہاں کتابیں کہاں سے لاؤں گا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ص225)

آئندہ صفحات میں ہم اُن کے بے شمار علوم میں سے چند علوم پر تفصیلی کلام کرتے ہیں۔۔۔

علمُ التفسیر

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی علومِ قرآن پر گہری نظر تھی اور تفسیر قرآن میں امتیازی مقام حاصل تھا، جس کا اندازہ ہم ''حیات اعلیٰ حضرت'' کے درجہ ذیل اقتباس سے لگا سکتے ہیں۔

چھ گھنٹے سورہء والضحیٰ پر بیان :

سید اظہر علی صاحب (ساکن محلّہ ذخیرہ) کا بیان ہے کہ:

ایک مرتبہ **اعلیٰ حضرت** حضرت محبّ الرسول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب کے عرس شریف میں بدایون تشریف لے گئے وہاں 9 بجے صبح سے 3 بجے دن تک کامل چھ گھنٹے ''**سورۃ والضحیٰ**'' پر حضور کا بیان ہوا پھر فرمایا کہ:

اسی سورہ مبارکہ کی کچھ آیاتِ کریمہ کی تفسیر میں 80 جز (تقریباً چھ سو صفحات) رقم فرما کر چھوڑ دیا **کہ اتنا وقت کہاں سے لاؤں کہ پورے کلام پاک کی تفسیر لکھ سکوں۔**

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص177)

اعلیٰ حضرت کی تفسیری مہارت کا اندازہ ہم اُس بیان سے بھی کر سکتے ہیں جو آپ نے ربیع الاول شریف کی ایک محفل میں فرمایا جس میں آپ نے '' **بِسْمِ اللّٰہ** '' کی صرف '' **ب** '' پر کئی گھنٹے بیان فرمایا۔ یہ بیان تحریری طور پر '' حیاتِ اعلیٰ حضرت '' میں لکھا ہوا ہے۔

ائمہء تفاسیر نے تفسیرِ قرآن کے لیے چار اُصول متعین کئے ہیں۔

(1) تفسیرُ القُرآن بالقُرآن

(2) تفسیرُالقُرآن بالحَدِیث

(3) تفسیرُالقُرآن بآثارِ الصَّحابَةِ والتَّابِعِین العِظَام

(4) تفسیرُالقرآن بِالُّلغَةِ العَرَبِیَّةِ والقَوَاعِدِ الاِسلَامِیَّة

آیئے! اعلیٰ حضرت کی ایک ہزار تصانیف میں سے فقط ایک مختصر تصنیف '' **تَجَلِّیُ الیَقِین بِاَنَّ نَبِینَا سَیِّدِ المُرسَلِین** '' کے حوالے سے ہم دیکھتے ہیں کہ آپ نے حضور سید المرسلین جناب رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے '' **اَفضَلُ الرُّسُل** '' ہونے پر قرآن پاک کی اس آیت مبارکہ:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ

یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا (البقرۃ:253)

کو نقل فرمانے کے بعد اس کی تفسیر میں مندرجہ بالا قواعد سے کس طرح استدلال کیا ہے ملاحظہ کیجئے۔۔۔

تفسیرِ قرآن بالقرآن :

(**اعلیٰ حضرت** تحریر فرماتے ہیں) قرآن شریف کے تفصیلی ارشادات ومحاورات ونقلِ اقوال وذکرِ احوال پر نظر کیجئے تو ہر جگہ اس نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی شان سب انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بلند وبالا نظر آتی ہے، یہ وہ بحرِ ذخّار ہے جس کی تفصیل کو دفتر درکار، علمائے دین، مثل امام ابونعیم وابن فورک وقاضی عیاض وجلال سیوطی وشہاب قسطلانی وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ نے ان تفرقوں (دیگر انبیائے کرام سے امتیازات) سے بعض کی طرف اشارہ فرمایا۔

فقیر، اوّل اُن کے چند اخراجات (تخریجات) ذکر کر کے پھر بعض امتیاز (جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کو دیگر انبیاء کرام سے حاصل ہیں) کہ باندک تامل (فوری طور پر) اس وقت ذہنِ قاصر میں حاضر ہوئے ظاہر کرے گا، تطویل سے خوف اور اختصار کا قصد (یعنی طویل کلام کو چھوڑ کر مختصر بیان کا ارادہ) بیس (امتیازات) پر اقتصار (مختصر کرنے) کا باعث ہوا:

(1) خلیلِ جلیل (حضرت ابراھیم) علیہ الصلوٰۃ والتبجیل سے (قرآن نے) نقل فرمایا:

وَلَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ

اور مجھے رسوا نہ کرنا جس دن سب اٹھائے جائیں گے　(سورۃ الشعراء 87)

(اور) حبیب قریب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے خود ارشاد ہوا:

يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِىَّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ

جس دن خدا رسوانہ کرے گا نبی اور اسکے ساتھ والے مسلمانوں کو (سورۃ التحریم 08)

حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کے صدقے میں صحابہ بھی اس بشارتِ عظمٰی سے مشرف ہوئے۔

(2) خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تمنائے وصال نقل کی:

اِنِّىْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّىْ سَيَهْدِيْنِ

بیشک میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں اور وہ مجھے راہ دے گا (سورۃ الصفات 99)

(اور) حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خود بلا کر عطائے دولت کی خبر دی:

سُبْحٰنَ الَّذِىْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ

پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا۔ (سورۃ اسراء 01)

(3) خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آرزوئے ہدایت نقل فرمائی:

سَيَهْدِين

وہ مجھے راہ دے گا (سورۃ صافات 99)

(اور) حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خود ارشاد فرمایا:

وَ يَهْدِيَكَ صِرٰطًا مُّسْتَقِيْمًا

اور تمہیں سیدھی راہ دکھا دے (سورۃ فتح 02)

(4) خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے آیا فرشتے ان کے معزز مہمان ہوئے:

هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ

اے محبوب! کیا تمہارے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر آئی؟ (سورۃ الذاریات۔24)

(اور) حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے فرمایا فرشتے ان کے لشکری وسپاہی بنے:

وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا

اور ان فوجوں سے اس کی مدد کی جو تم نے نہ دیکھیں (سورۃ التوبہ 40)

يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ

تمہارا رب تمہاری مدد کو پانچ ہزار فرشتے نشان والے بھیجے گا (سورۃ آلِ عمران 125)

وَ الْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْر

اوراس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں (التحریم 4)

(5) کلیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو فرمایا، انہوں نے خدا کی رضا چاہی:

وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى

اور تیری طرف میں جلدی کر کے حاضر ہوا کہ تو راضی ہو (سورۃ طہ 84)

(اور) حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے لیے بتایا، خدا نے ان کی رضا چاہی:

فَلَنُوَ لِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا

تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے (البقرہ 144)

وَ لَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى

اور بیشک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے (سورۃ والضحیٰ 5)

(6) کلیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بخوفِ فرعون مصر سے تشریف لے جانا بلفظِ فرار نقل فرمایا:

فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ

تو میں تمہارے یہاں سے نکل گیا جبکہ تم سے ڈرا (الشعراء 21)

(اور) حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہجرت فرمانا باحسن عبارات ادا فرمایا:

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اور اے محبوب! یاد کر جب کافر تمہارے ساتھ مکر کرتے تھے (سورۃ الانفال 30)

(7) کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے طُور پر کلام کیا اور اسے سب پر ظاہر فرما دیا:

وَ اَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ

اور میں نے تجھے پسند کیا، اب کان لگا کر سن جو تجھے وحی ہوتی ہے، بیشک میں ہی ہوں اللہ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری بندگی کر اور میری یاد کے لیے نماز قائم رکھ (سورۃ طہ 14-13)

آیات کے آخر تک۔۔۔

(اور) حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے فوق السمٰوٰت مکالمہ فرمایا اور سب سے چھپایا:

فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى

اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی (سورۃ النجم 10)

(8) داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ارشاد ہوا:

وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

خواہش کی پیروی نہ کرنا کہ تجھے بہکا دے خدا کی راہ سے (سورۃ ص 26)

(اور) حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے بارے میں بقسم فرمایا :

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰىO اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى

(میرا محبوب) کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کہتا، وہ تو نہیں مگر وحی کہ القا ہوتی ہے (سورۃ النجم 4-3)

اب فقیر عرض کرتا ہے وبِاللّٰهِ التَّوفِيق :

(9) نوح و ہود علیہما الصلوٰۃ والسلام سے دعا نقل فرمائی:

رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ

الٰہی! میری مدد فرما بدلا اس کا کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا (سورۃ المؤمنون 26)

(اور) محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے خود ارشاد ہوا :

وَّ يَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا

اللہ تیری مدد فرمائے گا زبردست مدد (سورۃ الفتح 3)

(10) نوح و خلیل علیہما الصلوٰۃ والتسلیم سے نقل فرمایا، انہوں نے اپنی امت کی دعائے مغفرت کی:

رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوٰلِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ

اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔ (سورۃ ابراھیم 41)

یہ لفظ دعائے خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہیں، اور دعائے نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام ان لفظوں سے ہے:

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَ لِوٰلِدَيَّ وَ لِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ

اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور اسے جو ایمان کے ساتھ میرے گھر میں ہے اور سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کو (سورۃ نوح 28)

(اور) حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو خود حکم دیا اپنی امت کی مغفرت مانگو:

وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ

اور اے محبوب! اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو (سورۃ محمد 19)

(11) خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے آیا، انہوں نے پچھلوں میں اپنے ذکرِ جمیل باقی رہنے کی دعا کی:

وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ

اور میری سچی ناموری رکھ پچھلوں میں (سورۃ الشعراء 84)

(اور) حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خود فرمایا:

وَ رَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ

اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا (سورۃ انشراح 4)

اور اس سے اعلیٰ وارفع مژدہ ملا:

عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں (سورۃ بنی اسرائیل 79)

کہ جہاں اولین و آخرین جمع ہوں گے، حضور کی حمد و ثناء کا شور ہر زبان سے جوش زن ہوگا۔

(12) خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قصہ میں فرمایا، انہوں نے قوم لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رفعِ عذاب میں بہت کوشش کی

یُجَادِلُنَا فِیْ قَوْمِ لُوْطٍ

ہم سے لوط کے بارے میں جھگڑنے لگا (سورۃ ھود 74)

حکم ہوا:

یٰۤاِبْرٰهِیْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا

اے ابراہیم! اس خیال میں نہ پڑ۔ (سورۃ ھود 76)

عرض کی:

اِنَّ فِیْهَا لُوْطًا

اس بستی میں لوط جو ہے۔ (سورۃ العنکبوت 32)

حکم ہوا:

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِیْهَا

ہمیں خوب معلوم ہیں جو وہاں ہیں (سورۃ العنکبوت 32)

(اور) حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے ارشاد ہوا:

وَمَا کَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِیْهِمْ

اللہ ان کافروں پر بھی عذاب نہ کرے گا جب تک اے رحمت عالم! تو ان میں تشریف فرما ہے (سورۃ الانفال 33)

(13) خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نقل فرمایا :

رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ

الٰہی ! میری دعا قبول فرما۔(سورۃ ابراھیم 40)

(اور) حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم اوران کے طفیلیوں کو ارشاد ہوا:

وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ

تمہارارب فرماتا ہے مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا۔(سورۃ المؤمن 60)

(14) کلیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معراج درختِ دنیا پر ہوئی:

نُوْدِیَ مِنْ شَاطِیءِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبارَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ

ندا کی گئی میدان کے دائیں کنارے سے برکت والے مقام میں پیڑ سے۔(سورۃ القصص 30)

(اور) حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم کی معراج سدرۃ المنتہیٰ وفردوسِ اعلیٰ تک بیان فرمائی:

عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰیo عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰی

سدرۃ المنتہیٰ کے پاس، اس کے پاس جنت الماویٰ ہے۔(سورۃ النجم 15-14)

(15) کلیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے وقتِ ارسال اپنی دل تنگی کی شکایت کی:

وَ یَضِیْقُ صَدْرِیْ وَ لَا یَنْطَلِقُ لِسَانِیْ فَاَرْسِلْ اِلٰی هٰرُوْنَ

اور میرا سینہ تنگی کرتا ہےاور میری زبان نہیں چلتی تو تُو ہارون کو بھی رسول کر(سورۃ الشعراء 13)

(اور) حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم کو خود شرحِ صدر کی دولت بخشی، اوراس سے منتِ عظمیٰ رکھی:

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ

کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا(سورۃ الم نشرح 1)

(16) کلیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر حجابِ نار سے تجلی ہوئی:

فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِیَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِی النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا

پھر جب وہ آگ کے پاس آیا، ندا کی گئی کہ برکت دیا گیا وہ جو اس آگ کی جلوہ گاہ میں ہے(سورۃ النمل 8)

(یعنی حضرت موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام)

(اور) حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم پر جلوہ نور سے تجلی ہوئی اور وہ بھی غایت تفخیم وتعظیم کیلئے بالفاظِ ابہام بیان فرمائی گئی:

اِذْ یَغْشَی السِّدْرَۃَ مَا یَغْشٰی

جب چھا گیا سدرہ پر جو کچھ چھایا۔ (سورۃ النجم 16)

(17) کلیم علیہ الصلوۃ والتسلیم سے اپنے اور اپنے بھائی کے سوا، سب سے براءت وقطع تعلق نقل فرمایا۔ جب انہوں نے اپنی قوم کو قتالِ عمالقہ کا حکم دیا اور انہوں نے نہ مانا۔ عرض کی

رَبِّ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِیْ وَاَخِیْ فَافْرُقْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ

الٰہی ! میں اختیار نہیں رکھتا مگر اپنا اور اپنے بھائی کا، تو جدائی فرما دے ہم میں اور اس گنہگار قوم میں۔ (سورۃ المائدہ 25)

(اور) حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے ظلِ وجاہت میں کفار تک کو داخل فرمایا:

وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ o

عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًاo

اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب! تم ان میں تشریف فرما ہو (سورۃ الانفال 33)

قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اس جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں (سورۃ بنی اسرائیل 79)

یہ شفاعت کبرٰی ہے کہ تمام اہلِ موقف موافق ومخالف سب کو شامل۔

(18) ہارون وکلیم علیہم الصلوۃ والتسلیم کے لیے فرمایا، انہوں نے فرعون کے پاس جاتے اپنا خوف عرض کیا:

رَبَّنَاۤ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ یَّفْرُطَ عَلَیْنَاۤ اَوْ اَنْ یَّطْغٰی

اے ہمارے رب! بے شک ہم ڈرتے ہیں کہ وہ ہم پر زیادتی کرے یا شرارت سے پیش آئے (سورۃ طٰہٰ 45)

اس پر حکم ہوا:

لَا تَخَافَاۤ اِنَّنِیْ مَعَكُمَاۤ اَسْمَعُ وَاَرٰی

ڈرو نہیں، میں تمہارے ساتھ ہوں، سنتا اور دیکھتا (سورۃ طٰہٰ 46)

(اور) حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو خود مژدہ نگہبانی دیا:

وَاللّٰہُ یَعْصِمُكَ مِنَ االنَّاسِ

اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے

(19) مسیح علیہ الصلوۃ والسلام کے حق میں فرمایا ان سے پرائی بات پر یوں سوال ہوگا:

یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَ اُمِّیَ اِلٰھَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ

اے مریم کے بیٹے عیسٰی ! کیا تو نے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو خدا ٹھہرا لو (سورۃ المائدہ 116)

''معالم التنزیل'' میں ہے اس سوال پر خوف الٰہی سے حضرت روح اللہ صلوات اللہ وسلامہ علیہ کا بند بند کانپ اٹھے گا اور ہر بُنِ مُو (بال کی جڑ) سے خون کا فوارہ بہے گا پھر جواب عرض کریں گے جس کی حق تعالیٰ تصدیق فرماتا ہے۔

(اور) حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے جب غزوہ تبوک کا قصد فرمایا اور منافقوں نے جھوٹے بہانے بنا کر نہ جانے کی اجازت لے لی، اس پر سوال تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے بھی ہوا مگر یہاں جو شان لطف ومحبت وکرم وعنایت ہے قابلِ غور ہے ارشاد فرمایا:

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ

اللہ تجھے معاف فرمائے، تو نے انہیں اجازت کیوں دے دی (سورۃ التوبہ 43)

سبحان اللہ! سوال پیچھے ہے اور محبت کا کلمہ پہلے **وَالحَمدُ لِلّٰهِ رَبِّ العَالَمِين**۔

(20) مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نقل فرمایا، انہوں نے اپنے امتیوں سے مدد طلب کی:

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيۡسٰى مِنۡهُمُ الۡكُفۡرَ قَالَ مَنۡ اَنۡصَارِىۡۤ اِلَى اللّٰهِ قَالَ الۡحَـوَارِيُّوۡنَ نَحۡنُ اَنۡصَارُ اللّٰهِ

پھر جب عیسٰی نے ان سے کفر پایا، بولا کون میرے مددگار ہوتے ہیں اللہ کی طرف۔ حواریوں نے کہا ہم دین خدا کے مددگار ہیں (سورۃ آل عمران 52)

(اور) حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت انبیاء ومرسلین کو حکم نصرت ہوا:

لَتُؤۡمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنۡصُرُنَّه

تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا (سورۃ آل عمران 81)

غرض جو کسی محبوب کو ملا وہ سب اور اس سے افضل واعلیٰ انہیں ملا، اور جو انہیں ملا وہ کسی کو نہ ملا۔

حسنِ یوسف دمِ عیسٰی یدِ بیضا داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آپ یوسف (علیہ السلام) کا حسن، عیسی (علیہ السلام) کی پھونک اور روشن ہاتھ رکھتے ہیں۔ جو کمالات وہ سارے رکھتے ہیں آپ اکیلے رکھتے ہیں۔

صَلَّى اللّٰه تَعَالیٰ عَلَيهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم وَعَلیٰ اٰلِهٖ وَاَصحابِهٖ وَبَارَكَ وَكَرَمَ ، وَالحَمدُلِلّٰهِ رَبِّ العٰلَمِين۔

تفسیرِ قرآن با لحدیث :

آیئے '' **تفسیرِ قرآن بالحدیث** '' کے جلوے بھی دیکھئے آپ نے اُسی آیت کی تشریح میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ''**افضل الرسل**'' ہونے پر سو (100) احادیثِ مبارکہ نقل فرمائیں جن میں سے کچھ یہ ہیں:

ارشادِ اوّل: احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

حضور سیدُ المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا سید الناس یوم القیامة وهل تدرون مما ذلك یجمع الله الاولین والاخرین فی صعید واحد الحدیث بطوله

میں روزِ قیامت سب لوگوں کا سردار ہوں، کچھ جانتے ہو یہ کس وجہ سے ہے؟ اللہ تعالیٰ سب اگلے پچھلوں کو ایک ہموار میدانِ وسیع میں جمع کریگا۔ پھر حدیثِ طویل شفاعت ارشاد فرمائی۔

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے:

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ثرید و گوشت حاضر آیا، حضور نے دستِ گوسفند (بکری یا مینڈھا) کو ایک بار دندانِ اقدس سے مشرف کیا اور فرمایا: **انا سید الناس یوم القیامة** میں قیامت کے دن سردارِ مردم ہوں پھر دوبارہ اس گوشت سے قدرے تناول کیا اور فرمایا **انا سید الناس یوم القیامة** میں قیامت کے دن سردار جہانیاں ہوں۔

جب **حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم** نے دیکھا مکرر فرمانے پر بھی صحابہ وجہ نہیں پوچھتے۔۔۔

(صحابہ کرام کو اِجمالاً **حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم** کی سیادتِ مطلقہ معلوم تھی، معہٰذا جو کچھ فرمائیں عینِ ایمان ہے، چون و چرا کی کیا مجال، لہٰذا وجہ نہ پوچھی، مگر نہ جانا کہ **حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم** اس وقت تفصیلاً اپنی سیادتِ کبریٰ کا بیان فرمانا چاہتے ہیں اور منتظر ہیں کہ بعدِ سوال ارشاد ہو، تاکہ اوقع فی النفس ہو۔ جب صحابہ مقصودِ والا کو نہ سمجھے تو **حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم** نے خود متنبہ فرما کر سوال کیا اور جواب ارشاد کیا **صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم**)

فرمایا: **الا تقولون کیفه** پوچھتے نہیں کہ یہ کیونکر ہے؟ صحابہ نے عرض کی: **کیف ھو یا رسول اللّٰہ** ہاں اے اللہ کے رسول یہ کیونکر ہے؟ فرمایا: **یقوم الناس لرب العلمین** لوگ رب العلمین کے حضور کھڑے ہوں گے پھر حدیثِ شفاعت ذکر فرمائی۔

ارشادِ دوم: مسلم، ابوداؤد انہی سے راوی، **حضور سید المرسلین** صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم فرماتے ہیں:

انا سید ولد آدم یوم القیامة و اول ینشق عنه القبر واول شافع و اول مشفعین

میں روزِ قیامت تمام آدمیوں کا سردار، اور سب سے پہلے قبر سے باہر تشریف لانے والا، اور پہلا شفیع اور پہلا وہ جس کی شفاعت قبول ہو۔

ارشادِ سوم: احمد، ترمذی، ابن ماجہ ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، **حضور سیدُ المرسلین** صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم فرماتے ہیں:

انا سید ولد ادم یوم القیامة ولا فخر وبیدی لواء الحمد ولا فخر وما من نبی یومئذ اٰدم فمن سواہ الا تحت لوائی (الحدیث)

میں روزِ قیامت تمام آدمیوں کا سردار ہوں، اور یہ کچھ فخر سے نہیں فرماتا۔ اور میرے ہاتھ میں لوائے حمد ہوگا، اور یہ براہِ فخر نہیں کہتا، اس

دن آدم اور ان کے سوا جتنے ہیں سب میرے زیرِ لوا ہوں گے۔

ارشادِ چہارم: دارمی، بیہقی، ابونعیم انس رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی، **حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم** فرماتے ہیں:

انا سید اﺍالناس یوم القیامة ولا فخر وانا اول من یدخل الجنة ولا فخر

میں قیامت میں سردارِ مرد ماں ہوں اور کچھ تفاخر نہیں۔

ارشادِ پنجم: حاکم وبیہقی "کتاب الرؤیۃ" میں عبادہ بن صامت انصاری رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی، **حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم** فرماتے ہیں:

انا سید الناس یو م القیامة ولا فخر ما من احد الا وهو تحت لوائی یوم القیامة ینتظر الفرج وان معی لواء الحمد انا مشی ویمشی الناس معی حتی اتی باب الجنة فاستفتح فیقال من هذا ؟فاقول محمد فیقال مرحبا بمحمد ،فاذا رایت ربی خررت له ساجدا انظر الیه

میں روزِ قیامت سب لوگوں کا سردار ہوں اور کچھ افتخار نہیں، ہر شخص قیامت میں میرے ہی نشان کے نیچے کشائش کا انتظار کرتا ہوگا، اور میرے ہی ساتھ لوائے حمد ہوگا، میں جاؤں گا اور لوگ میرے ساتھ چلیں گے، یہاں تک کہ درِ جنت پر تشریف لے جا کر کھلواؤں گا پوچھا جائے گا: کون ہے؟ میں کہوں گا **محمد** کہا جائے گا: مرحبا **محمد** کو صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم۔ پھر جب میں اپنے رب کو دیکھوں گا اس کے حضور سجدے میں گر پڑوں گا اس کے وجہِ کریم کی طرف نظر کرتا۔

ارشادِ ششم: ابونعیم عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے راوی، **حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم** فرماتے ہیں:

ارسلت الی الجن والانس والی کل احمر واسود واحلت لی الغنائم دون الانبیاء وجعلت لی الارض کلها طهورا ومسجدا ونصرت بالرعب اما می شهرافاعطیت خواتیم سورة البقرة وکانت من کنوزالعرش وخصصت بها دون الانبیاء فاعطیت المثانی مکان التورة والمئین مکان الانجیل والحوامیم مکان الزبور وفضلت بالمفصل وانا سید ولد ادم فی الدنیا والاخرة ولا فخر وانا اول تنشق الارض عنی وعن امتی ولا فخر بیدی لواء الحمد یوم القیامة وجمیع الانبیاء تحته ولا فخر والی مفاتیح الجنة یوم القیامة ولا فخر وبی تفتح الشفاعة ولا فخر وانا سابق الخلق الی الجنة یوم القیامة ولا فخر وانا امامهم وامتی بالاثر

میں جن وانس اور ہر سرخ سیاہ کی طرف رسول بھیجا گیا، اور سب انبیاء سے الگ میرے ہی لئے غنیمتیں حلال کی گئیں، اور میرے لئے ساری زمین پاک کرنے والی اور مسجد ٹھہری، اور میرے آگے ایک مہینہ راہ تک رعب سے میری مدد کی گئی، اور مجھے سورہ بقرہ کی پچھلی آیات کہ خزانہ ہائے عرش سے تھیں عطا ہوئیں، یہ خاص میرا حصہ تھا سب انبیاء سے جدا، اور مجھے تورات کے بدلے قرآن کی وہ سورتیں ملیں جن میں سو سے کم آیتیں ہیں، اور انجیل کی جگہ سو سو آیت والیاں اور زبور کے عوض حم کی سورتیں اور مجھے مفصل سے تفضیل (فضیلت) دی گئی کہ

سورۃ حجرات سے آخرِ قرآن تک ہے، اور دنیا وآخرت میں میں تمام بنی آدم کا سردار ہوں، اور کچھ فخر نہیں۔ اور سب سے پہلے میں اور میری امت قبور سے نکلے گی اور کچھ فخر نہیں، اور قیامت کے دن میرے ہی ہاتھ لوائے حمد ہوگا اور تمام انبیاء اس کے نیچے، اور کچھ فخر نہیں۔ اور میرے ہی اختیار میں جنت کی کنجیاں ہوں گی، اور کچھ فخر نہیں، اور مجھی سے شفاعت کی پہل ہوگی، اور کچھ فخر نہیں اور میں تمام مخلوق سے پہلے روز قیامت جنت میں تشریف لے جاؤں گا، اور کچھ فخر نہیں۔ میں ان سب کے آگے ہوں گا اور میری امت میرے پیچھے۔

اللهم اجعلنا منهم فيهم ومعهم بجاهه عندك اٰمين

اے اللہ! ہمیں کر دے ان سے، ان میں، اور ان کے ساتھ، اپنے محبوب کی وجاہت کے صدقے میں جو تیرے ہاں ہے۔ یاالٰہی! قبول فرما

فقیر کہتا ہے مسلمان پر لازم ہے کہ اس نفیس حدیث شریف کو حفظ کرلے تاکہ اپنے آقائے نامدار کے فضائل وخصائص پر مطلع رہے، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

ارشادِ ہفتم: احمد، بزار، ابویعلی اور ابن حبان اپنی صحیح میں حضرت جناب افضل الاولیاء الاولین والآخرین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیثِ شفاعت میں راوی:

لوگ آدم ونوح وخلیل وکلیم علیہم الصلوۃ والتسلیم کے پاس ہوتے ہوئے حضرت مسیح کے پاس حاضر ہونگے، حضرت مسیح علیہ الصلواۃ والسلام فرمائیں گے **ليس ذاكم عندي ولكن انطلقو الى سيد ولد آدم** ۔ تمھارا یہ کام مجھ سے نہ نکلے گا مگر تم اس کے پاس حاضر ہو جو تمام بنی آدم کا سردار ہے۔ لوگ خدمت اقدس میں حاضر ہوں گے حضور والا جبرائیل امین علیہ الصلوۃ والتسلیم کو اپنے رب کے پاس اذن لینے کے لیے بھیجیں گے۔ رب تبارک وتعالیٰ اذن دے گا۔ حضور حاضر ہوکر ایک ہفتہ ساجد رہیں گے، رب عز مجدہ فرمائے گا سر اٹھاؤ اور عرض کرو کہ مسموع ہوگی، اور شفاعت کرو کہ قبول ہوگی۔ **حضور اقدس** صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سر اٹھائیں گے تو رب عظیم کا وجہِ کریم دیکھیں گے فوراً پھر سجدے میں گریں گے، ایک ہفتہ اور ساجد رہیں گے۔ رب جل وعلا پھر وہی کلماتِ لطف فرمائے گا۔ **حضور** صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سرِ مبارک اٹھائیں گے پھر سہ بارہ قصدِ سجدہ فرمائیں گے، جبرائیلِ امین **حضور** صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے بازو تھام کر روک لیں گے اس وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اپنے رب کریم سبحانہٗ سے عرض کرینگے، یارب! **جعلتني سيد ولد ادم ولا فخر** اے رب میرے! تو نے مجھے سردار بنی آدم کیا اور کچھ فخر نہیں **الى آخر الحديث**

ارشادِ ہشتم: حاکم وبیہقی فضائل الصحابہ میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی، **حضور سید المرسلین** صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم فرماتے ہیں:

اَنا سيد العالمين

میں تمام عالمین کا سردار ہوں

ارشادِ نہم: دارمی، ترمذی، ابونعیم بسندِ حسن عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، درِ اقدس پر کچھ صحابہ بیٹھے حضور (**صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم**) کے انتظار میں باتیں کر رہے تھے، حضور تشریف فرما ہوئے، اُنہیں اس ذکر میں پایا کہ:

ایک کہتا ہے اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو **خلیل** بنایا۔۔۔دوسرا بولا: حضرت موسٰی سے بے واسطہ کلام فرمایا۔۔۔تیسرے نے کہا: اور عیسٰی ''**کلمۃ اللہ**'' و ''**روح اللہ**'' ہیں۔۔۔چوتھے نے کہا: آدم علیہ السلام ''**صفی اللہ**'' ہیں۔۔۔جب وہ سب کہہ چکے حضور پرنور **صلوات اللہ سلامہ علیہ** قریب آئے اور ارشاد فرمایا:

میں نے تمہارا کلام اور تمہارا تعجب کرنا سنا کہ ابراہیم ''**خلیل اللہ**'' ہیں اور ہاں وہ ایسے ہی ہیں، اور موسٰی ''**نجی اللہ**'' ہیں اور بیشک وہ ایسے ہی ہیں، اور عیسٰی ''**روح اللہ**'' ہیں اور وہ واقعی ایسے ہی ہیں، اور آدم ''**صفی اللہ**'' ہیں اور حقیقت میں وہ ایسے ہی ہیں۔

الا وانا حبیب الله ولا فخر، وانا حامل لواء الحمد یوم القیٰمة تحته، اٰدم فمن دونه ولا فخر، وانا اول شافع واول مشفّع یوم القیٰمة ولا فخر، وانا اول من یحرك حلق الجنة فیفتح الله لی فید خلنیها ومعی فقراء المؤمنین ولا فخر، وانا اکرم الاولین والاٰخرین علی الله ولا فخر

سن لو، اور میں اللہ تعالیٰ کا پیارا ہوں، اور کچھ فخر مقصود نہیں، اور میں روزِ قیامت لوائے حمد اٹھاؤں گا جس کے نیچے آدم اور ان کے سوا سب ہوں گے، اور کچھ تفاخر نہیں۔ اور میں پہلا ''**شافع**'' اور ''**مقبول الشفاعۃ**'' ہوں، اور کچھ افتخار نہیں۔ اور سب سے پہلے میں دروازۂ جنت کی زنجیر ہلاؤں گا۔ **اللہ تعالیٰ** میرے لئے دروازہ کھول کر مجھے اندر داخل کرے گا، اور میرے ساتھ فقرائے مومنین ہوں گے، اور یہ ناز کی راہ سے نہیں کہتا۔ اور میں سب اگلے پچھلوں سے اللہ تعالیٰ کے حضور زیادہ عزت والا ہوں، اور یہ بڑائی کے طور پر نہیں فرماتا۔

ارشادِ دہم: دارمی اور ترمذی بافادہ تحسین اور ابویعلٰی و بیہقی و ابونعیم انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، **حضور سید المرسلین** صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم فرماتے ہیں:

انا اول الناس خروجاً اذا بعثوا، وانا قائد هم اذا وفدوا، وانا خطیبهم اذا نصتوا، وانا مستشفعهم اذا حبسوا، وانا مبشرهم اذا یئسوا الکرامة، والمفاتیح یومئذبیدی، ولواء الحمد یومئذ بیدی، انا اکرم ولداٰدم علی ربی یطوف علی الف خادم کانهم بیض مکنون ولؤلؤمنثور۔

میں سب سے پہلے باہر تشریف لاؤں گا جب لوگ قبروں سے اٹھیں گے۔ اور میں سب کا پیشوا ہوں گا جب اللہ تعالیٰ کے حضور چلیں گے۔ اور میں ان کا خطیب ہوں گا جب وہ دم بخود رہ جائیں گے اور میں ان کا شفیع ہونگا جب عرصۂ محشر میں رو کے جائیں گے اور میں انہیں بشارت دوں گا جب وہ ناامید ہو جائیں گے، عزت اور خزائنِ رحمت کی کنجیاں اس دن میرے ہاتھ ہوں گی اور **لِوَاءُ الحَمد** اس دن میرے ہاتھ میں ہوگا، میں تمام آدمیوں سے زیادہ اپنے رب کے نزدیک اعزاز رکھتا ہوں، میرے گرد و پیش ہزار خادم (ظاہر حدیث یہ

ہے کہ یہ خدام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گرد وپیش عرصاتِ محشر میں ہوں گے، اور وہاں دوسروں کیلئے خدام ہونا معلوم نہیں) دوڑتے ہوں گے، گویا وہ انڈے ہیں حفاظت سے رکھے ہوئے یا موتی ہیں بکھرے ہوئے۔

ارشادِ یازدہم: بخاری تاریخ میں، اور دارمی بسندِ ثقات، اور طبرانی اوسط میں، اور بیہقی وابونعیم جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، حضور سید المرسلین **صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم** فرماتے ہیں

انا قائد المرسلین ولا فخر ، وانا خاتم النبیین ولا فخر

میں پیشوائے مرسلین ہوں، اور کچھ تفاخر نہیں اور میں خاتم النبیین ہوں اور کچھ افتخار نہیں۔

ارشادِ دوازدہم: ترمذی بافادۂ تحسین حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، **حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم** فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالٰی خلق الخلق فجعلنی فی خیرھم ، ثم جعلھم فرقتین فجعلنی فی خیرھم فرقۃ ، ثم جعلھم قبائل فجعلنی فی خیرھم قبیلۃ ، ثم جعلھم بیوتا فجعلنی فی خیرھم بیوتا، فانا خیر ھم نفسا وخیرھم بیتا۔

اللہ تعالیٰ نے مخلوق پیدا کی تو مجھے بہترین مخلوقات میں رکھا۔ پھر ان کے دو گروہ کئے تو مجھے بہتر گروہ میں رکھا۔ پھر ان کے خاندان بنائے تو مجھے بہتر خاندان میں رکھا۔ پس میں تمام مخلوق الٰہی سے خود بھی بہتر اور میرا خاندان بھی سب خاندانوں سے افضل۔

تفسیر قرآن بآثارالصّحابۃِ والتّابعین العظام :

آیئے "**تفسیرِ قرآن بآثارالصحابۃِ والتابعین العظام**" کی جھلک بھی دیکھئے آپ نے اُسی آیت کی تشریح میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے "**افضل الرسل**" ہونے پر بارہ اقوالِ صحابہ کرام بھی نقل فرمائے۔۔۔

روایتِ اولیٰ: بیہقی، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

ان محمدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اکرم الخلق علی اللہ یو م القیامۃ ۔

بیشک **محمد** صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم قیامت میں اللہ تعالیٰ کے حضور تمام مخلوق الٰہی سے عزت وکرامت میں زائد ہیں۔

روایتِ دوم: احمد، بزار، طبرانی، بسندِ ثقات اُسی جناب سے راوی :

ان اللہ تعالٰی نظر الٰی قلوب العباد فاختار منھا قلب محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاصطفاہ لنفسہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں پر نظر فرمائی، تو اُن میں سے **محمد** صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے دل کو پسند فرمایا، اُسے اپنی ذاتِ کریم کے لیے چن لیا۔

روایتِ سوم: دارمی وبیہقی، عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

ان اکرم خلیقۃ اللہ علی اللہ ابوالقاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم

بیشک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ مرتبہ ووجاہت والے ابوالقاسم **صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم** ہیں۔

روایتِ چہارم: ابن سعد، بطریقِ مجالد شعبی عن عبدالرحمٰن بن زید بن الخطاب سے راوی، زید بن عمرو بن نفیل کہتے تھے:

میں شام میں تھا، ایک راہب کے پاس گیا اور اس سے کہا مجھے بت پرستی و یہودیت ونصرانیت سب سے نفرت ہے۔ کہا: تو تم دینِ ابراہیم چاہتے ہو، اے اہل مکہ کے بھائی! تم وہ دین مانگتے ہو جو آج کہیں نہیں ملے گا، اپنے شہر کو چلے جاؤ۔

فان نبیا یبعث من قومك فی بلدك یأتی بدین ابراهیم بالحنیفة وهو اکرم الخلق علی الله

کہ تمہاری قوم سے تمہارے شہر میں ایک نبی مبعوث ہوگا وہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا دینِ حنیف لائے گا، وہ تمام جہان سے زیادہ **اللہ تعالیٰ** کو عزیز ہے۔

یہ زید بن عمرو مواحدانِ جاہلیت سے ہیں، اوران کے صاحبزادے سعید بن زید اجلّہ صحابہ وعشرہ مبشرہ سے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

روایتِ پنجم: ابن ابی شیبہ وترمذی، بافادہء تحسین اور حاکم بہ تصریحِ تصحیح اور ابونعیم وخرائطی، ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

ابوطالب چند سردارانِ قریش کے ساتھ ملکِ شام کو گئے، **حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم** ہمراہ تشریف فرما تھے، جب صومعہ راہب یعنی ''بحیرا'' (راہب کا نام) کے پاس اترے، راہب صومعہ سے نکل کر ان کے پاس آیا، اوراس سے پہلے جو قافلہ جاتا تھا راہب (کسی کے پاس) نہ آتا، نہ اصلاً ملتفت ہوتا، اب کی بار خود آیا اور لوگوں کے بیچ گزرتا ہوا **حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم** تک پہنچا۔ **حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم** کا دستِ مبارک تھام کر بولا:

هذا سید العٰلمین هذا رسول رب العٰلمین یبعثه الله رحمة للعٰلمین

یہ تمام جہان کے سردار ہیں، یہ رب العالمین کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں تمام عالم کے لئے رحمت بھیجے گا۔

سردارانِ قریش نے کہا: تجھے کیا معلوم ہے؟ کہا: جب تم اس گھاٹی سے بڑھے کوئی درخت وسنگ نہ تھا جو سجدے میں نہ گرے، اوروہ نبی کے سوا دوسروں کو سجدہ نہیں کرتے، اور میں انہیں مہر نبوت سے پہچانتا ہوں، اِن کے استخوانِ شانہ (کندھے کی ہڈی) کے نیچے سیب کے مانند ہے۔

پھر راہب واپس گیا اور قافلہ کے لیے کھانا لایا، حضور تشریف نہ رکھتے تھے، آدمی طلب کو گیا، تشریف لائے، ابر سر پر سایہ گستر تھا۔ راہب بولا:

انظروا الیه غمامة تظله

وہ دیکھو ابر اِن پر سایہ کئے ہے۔

قوم نے پہلے سے درخت کا سایہ گھیر لیا تھا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے جگہ نہ پائی دھوپ میں تشریف فرما ہوئے، فوراً پیڑ کا سایہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم پر جھک آیا۔ راہب نے کہا:

انظروا الیٰ فی الشجرة مال الیه

وہ دیکھو پیڑ کا سایہ انکی طرف جھکتا ہے۔

شیخ محقق نے لمعات میں فرمایا: امام ابن حجر عسقلانی اصابہ میں فرماتے ہیں: **رجاله ثقات** اس حدیث کے راوی سب ثقہ ہیں۔

روایتِ ششم: ابونعیم حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

یہ ایک شب صحرائے شام میں تھے، ہاتف جن نے اِنہیں بعثتِ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خبر دی۔ صبح راہب کے پاس جا کر قصہ بیان کیا، کہا:

قد صدقوك يخرج من الحرم ومهاجره الحرم وهو خير الانبياء

جِنوں نے تجھ سے سچ کہا، حرم سے ظاہر ہونگے اور حرم کو ہجرت فرمائیں گے، اور وہ تمام انبیاء سے بہتر ہیں۔

روایتِ ہفتم: ابن عساکر ابونعیم خرائطی، بعض صحابہ خثعمین سے راوی:

ہم ایک شب اپنے بت کے پاس تھے اور اسے ایک مقدمہ میں پنچ کیا تھا، ناگاہ ہاتف نے پکارا:

يا ايها الناس ذووا الاجسام ما انتم وطائش الاحكام

ومسند الحكم الى الاصنام هذا ذبى سيد الا نا م

اعدل ذى حكم من الاحكام يصدع بالنور وبالاسلام

ويزجر الناس عن الآثام مستعلن فى البلد الحرام

اے بت پرست لوگو! تم احکام کو بیان کرنے والے نہیں ہو، اپنا مقدمہ بتوں کے پاس لے جانے والے ہو۔ یہ نبی ہے جو کائنات کا سردار ہے، احکام کے فیصلے کرنے میں سب سے بڑا عادل ہے، نور اسلام کو کھول کر بیان کرتا ہے، لوگوں کو گناہوں سے روکتا ہے، بلد حرام (مکہ مکرمہ) میں ظاہر ہونے والا ہے

ہم سب ڈر کر بت کو چھوڑ گئے اور اس شعر کے چرچے رہے، یہاں تک کہ ہمیں خبر ملی **حضور اقدس** صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم مکہ میں ظہور فرما کر مدینہ تشریف لائے، میں حاضر ہو کر مشرف با سلام ہوا۔

روایتِ ہشتم: خرائطی وابن عساکر، مرداس بن قیس دوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

میں خدمت اقدس **حضور سید المرسلین** صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم میں حاضر ہوا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے پاس کہانت کا ذکر تھا کہ بعثت اقدس سے کیونکر متغیر ہوگئی۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ! ہمارے یہاں اس کا ایک واقعہ گزرا ہے میں حضور میں عرض کروں۔ ہماری ایک کنیز تھی خاصہ نام، کہ ہمارے علم میں ہر طرح نیک تھی، ایک دن آ کر بولی: اے گروہِ دوس! تم مجھ میں کوئی بدی جانتے ہو؟ ہم نے کہا بات کیا ہے؟ کہا: میں بکریاں چراتی تھی، دفعتاً ایک اندھیرے نے مجھے گھیرا اور وہ حالت پائی جو عورت مرد سے پاتی ہے مجھے حمل کا گمان ہے، جب ولادت کے دن قریب آئے ایک عجیب الخلقت لڑکا جنی جس کے کتے کے سے کان تھے وہ ہمیں غیب کی خبریں دیتا اور جو کچھ کہتا اس میں فرق نہ آتا۔

ایک دن لڑکوں میں کھیلتے کھیلتے کودنے لگا اور تہبند پھینک دیا اور بلند آواز سے چلّایا: اے خرابی! خدا کی قسم اس پہاڑ کے پیچھے گھوڑے ہیں اُن میں خوبصورت خوبصورت نوعمر۔ یہ سن کر ہم سوار ہوئے، ویسا ہی پایا۔ سواروں کو بھگایا، غنیمت لوٹی۔

(لیکن) جب حضور کی بعثت ہوئی اس دن سے جو خبریں دیتا جھوٹ ہوتیں، ہم نے کہا تیرا برا ہو! یہ کیا حال ہے؟ بولا مجھے خبر نہیں کہ جو مجھ سے سچ کہتا تھا اب کیوں جھوٹ بولتا ہے، مجھے اس گھر میں تین دن بند کردو۔ ہم نے ایسا ہی کیا، تین دن پیچھے کھولا، دیکھا تو وہ ایک آگ کی چنگاری ہو رہا ہے۔ بولا: اے قومِ دوس!

حرست السماء وخرج خيرا لانبياء

آسمان پر پہرہ مقرر ہوا اور بہترینِ انبیاء نے ظہور فرمایا

ہم نے کہا: کہاں؟ کہا: مکہ میں، اور میں مرنے کو ہوں، مجھے پہاڑ کی چوٹی پر دفن کر دینا، مجھ میں آگ بھڑک اٹھے گی، جب ایسا دیکھو **بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ** (تیرے نام سے اے اللہ!) کہہ کر مجھے تین پتھر مارنا میں بجھ جاؤں گا۔ ہم نے ایسا ہی کیا۔ چند روز بعد حاجی لوگ آئے اور ظہورِ **حضور** (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) کی خبر لائے۔

اگرچہ یہ قول اس جنّی اور حقیقۃً اس جن کا تھا جس نے اُسے خبر دی، مگر ممکن تھا کہ اسے احادیث **مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم** میں گنا جاتا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے سنا اور انکار نہ فرمایا۔ **صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم**

روایتِ نہم: ابونعیم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیثِ طویل میلادِ جمیل میں راوی:

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: جب حملِ اقدس میں چھ مہینے گزرے، ایک شخص نے سوتے میں مجھے ٹھوکر ماری اور کہا:

يا آمنة انك قد حملت بخيرالعالمين طرّا فاذا ولدته فسميه مُحَمَّداً

اے آمنہ! تمھارے حمل میں وہ ہے جو تمام جہان سے بہتر ہے۔ جب وہ پیدا ہوں ان کا نام **محمد** رکھنا **صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ واصحابہٖ وسلم**۔

روایتِ دہم: ابونعیم حضرت بریدہ وابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی، حضرت **آمنہ** رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایامِ حملِ مقدس میں خواب دیکھا کوئی کہنے والا کہتا ہے:

انك قد حملت بخيرالبرية وسيد العالمين فاذا ولدته فسميه احمدا و محمداً

تمھارے حمل میں بہترینِ عالم وسردارِ عالمیاں ہیں، جب پیدا ہوں ان کا نام **احمد ومحمد** رکھنا **صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم**۔

روایتِ یازدہم: ابنِ سعد وحسن بن جراح زید بن اسلم سے راوی:

حضرتِ **آمنہ** رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جنابِ **حلیمہ** رضوان اللہ تعالیٰ علیہا سے فرمایا: مجھ سے خواب میں کہا گیا:

انك ستلدين غلاما فسميه احمدا وهو سيد العالمين

عنقریب تمھارے لڑکا ہوگا، اُن کا نام **احمد** رکھنا، وہ تمام عالم کے سردار ہیں **صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم**۔

روایتِ دوازدہم: بزار، حضرتِ امیرُ المومنین مولی المسلمین **علی** مرتضی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم سے راوی:

لما اراد الله ان يعلم رسوله الاذان اتاه جبريل بدابة يقال له البراق (او ذكر جماحها وتسكين جبريل اياها) قال فركبها حتى انتهى الى الحجاب الذى يلى الرحمان وساق الحديث فيه ذكر تاذين الملك وتصديق الله تعالى عليه وسلم فقدمه قام اهل السموات فيهم ادم ونوح فيومئذ اكمل الله لمحمد صلى الله تعالى عليه وسلم الشرف على اهل السموات والارض

جب **حق** جل وعلا نے اپنے رسول کواذان سکھانی چاہی، جبریل براق لے کر حاضر ہوئے حضور سوار ہو کر اس حجابِ **عظمت** (حجاب مخلوق پر ہے ،خالق جل وعلا حجاب سے پاک ہے وہ اپنی غایت ظہور سے غایت بطون میں ہے تبارک وتعالی) **تک پہنچے**، جو رحمٰن **جل مجدہ** (شاید یہ معنی ہیں کہ عرش رحمٰن سے قریب ،واللہ تعالیٰ اعلم) کے نزدیک ہے، پردے سے ایک **فرشتہ** نکلا اور اذان کہی، **حق** عزوجلالہ نے ہر **کلمہ** پر مؤذن کی **تصدیق** فرمائی، پھر فرشتے نے حضور پرنور **صلی اللہ تعالی علیہ وسلم** کا دستِ **اقدس** تھام کر حضور کو آگے کیا، حضور نے **تمام** اہلِ سمٰوات (آسمان والوں) کی **امامت** فرمائی، جن میں آدم ونوح علیہما الصلوۃ والسلام بھی شامل تھے۔ اس روز **حق تبارک وتعالی** نے **محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم** کا شرفِ عام اہلِ آسمان وزمین پر کامل کر دیا۔

اسی کی مثل ابونعیم نے بطریق امام **محمد** ابن حنفیہ ابن **علی** المرتضی رضی اللہ تعالی عنہما روایت کی، اُس کے اخیر میں ہے:

ثم قيل لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم تقدم قام اهل السماء فتم له الشرف على سائر الخلق

پھر حضور اقدس **صلی اللہ تعالی علیہ وسلم** سے کہا گیا آگے بڑھئے، حضور نے تمام اہلِ آسمان کی امامت فرمائی اور جمیع مخلوقاتِ الٰہی پر حضور کا شرف کامل ہوا۔

والحمد لِلّٰه رب العالمين

(اور سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو پروردگار ہے کل جہانوں کا)

تفسیرُ القرآن با لُغۃِ العربیہ والقواعد الاسلامیہ:

اپنی اُسی کتاب "**تَجَلِّیُ الیَقِین بِاَنَّ نَبِیِّنَا سَیِّدَ المُرسَلِین**" میں زیرِ آیت

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَo

اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا، جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا، فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا، سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا، فرمایا: تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں تو جو کوئی اس کے بعد پھرے تو وہی لوگ فاسق ہیں (سورۃ آلِ عمران 81)

اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں ۔۔۔

آیۃ'' لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّه'' کے بعض لطائف

اَقولُ (میں کہتا ہوں): **وَبِـالـلّٰـهِ التَّوفِیق** (اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ) پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ اس مضمون کو قرآنِ عظیم نے کس قدر مہتم بالشان ٹھہرایا اور طرح طرح سے مؤکد فرمایا۔

اوّلاً: انبیاء علیہم الصلوۃ والثناء معصومین ہیں، زنہار (ہرگز) حکمِ الٰہی کا خلاف اُن سے **محتمل** (احتمال) نہیں، کافی تھا کہ **رب تبارک وتعالیٰ** بطریقِ امر اُنہیں ارشاد فرماتا، اگر وہ نبی تمہارے پاس آئے اُس پر ایمان لانا اور اُس کی مدد کرنا، مگر اِس قدر پر اکتفاء نہ فرمایا بلکہ اُن سے عہد و پیمان لیا، یہ عہد ''عہدِ **اَلَستُ بِرَبِّکُم**'' (جو عام مخلوقات سے ہوا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں) کے بعد دوسرا پیمان تھا، جیسے کلمہ طیبہ میں **لَا اِلٰهَ اِلَّا الـلّٰـهُ** کے ساتھ **مُـحَـمَّـدٌ رَّسُـولُ اللّٰـه** تا کہ ظاہر ہو کہ تمام ماسواء اللہ پر پہلا فرض ربوبیتِ الٰہیَّہ کا اذعان ہے، پھر اس کے برابر رسالتِ ''**محمدیہ**'' پر ایمان، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وبارک وشرف ومجد وعظم۔

ثانیاً: اس عہد کو ''لامِ'' قسم سے مؤکد فرمایا'' **لَتُـؤْمِـنُـنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّه**'' تم ضرور اس کی مدد کرنا اور ضرور اس پر ایمان لانا۔ جس طرح نوابوں سے بیعتِ سلاطین پر قسمیں لی جاتی ہیں۔ امام سُبکی فرماتے ہیں: شاید سوگندِ (قسم) بیعت اسی آیت سے ماخوذ ہوئی ہے۔

ثالثاً: نون تاکید۔

رابعاً: وہ بھی ثقیلہ لا کر ثقلِ تاکید کو اور دوبالا فرمایا۔

خامساً: یہ کمالِ اہتمام ملاحظہ کیجئے کہ حضراتِ انبیاء ابھی جواب نہ دینے پائے کہ خود ہی تقدیم فرما کر پوچھتے ہیں: ''**ءَاَقْـرَرْتُـم**'' کیا اس امر پر اقرار لاتے ہو؟ یعنی کمالِ تعجیل و تسجیل مقصود ہے۔

سادساً: اس قدر پر بھی بس نہ فرمائی بلکہ ارشاد ہوا: '' **وَاَخَـذْ تُـمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ** '' خالی اقرار ہی نہیں بلکہ اس پر میرا بھاری ذمہ لو۔

سابعاً: ''**عَلَیهِ**'' یا ''**عَلیٰ هٰذا**'' کی جگہ ''**عَلٰی ذٰلِکُم**'' فرمایا کہ بُعد (دور کا صیغہ) اشارتِ عظمت ہو۔

ثامناً: اور ترقی ہوئی کہ ''**فَاشْهَدُوْا**'' ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ، حالانکہ معاذ اللہ اقرار کر کے مُکر جانا اُن پاک مقدس جنابوں سے معقول نہ تھا۔

تاسعاً: کمال یہ ہے کہ فقط اُن کی گواہیوں پر بھی اکتفا نہ ہوئی بلکہ ارشاد فرمایا ''**وَاَنَـا مَـعَکُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْن**'' میں خود بھی تمہارے ساتھ گواہوں سے ہوں۔

عاشراً: سب سے زیادہ نہایت کار یہ ہے کہ اِس قدر عظیم وجلیل تاکیدوں کے بعد باآنکہ انبیاء کو عصمت عطا فرمائی، یہ سخت شدید تہدید

بھی فرمادی گئی کہ ''فَمَنْ تَوَلّٰی بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ'' اب جو اِس اقرار کے بعد پھرے گا فاسق ٹھہرے گا۔

اللہ، اللہ! یہ وہی اعتنائے تام واہتمامِ تمام ہے جو **باری تعالیٰ** کو اپنی توحید کے بارے میں منظور ہوا کہ ملائکہ معصومین کے حق میں ارشاد کرتا ہے۔

''وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ''

جو ان میں سے کہے گا میں اللہ کے سوا معبود ہوں اسے ہم جہنم کی سزا دیں گے، ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں ستم گاروں کو۔ (سورۃ الانبیاء 29)

گویا اشارہ فرماتے ہیں کہ جس طرح ہمیں ایمان کے جزءِ اول **لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ** کا اہتمام ہے یونہی جزءِ دوم **مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ** سے اعتنائے تام ہے، میں تمام جہان کا خدا کہ ملائکہ مقربین بھی میری بندگی سے سرنہیں پھیر سکتے اور میرا محبوب سارے عالم کا رسول ومقتدا کہ انبیاء ومرسلین بھی اسکی بیعت وخدمت کے محیط دائرہ میں داخل ہوئے۔

والحمدلله رب العٰلمين ،وصلى الله تعالىٰ علىٰ سيد المرسلين محمد واٰله وصحبهٖ اجمعين واشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريك له وان سيدنا محمدا عبده ورسوله سيد المرسلين وخاتم النبيين واكر م الاولين والاٰخرين صلوات الله وسلامه عليه وعلىٰ اٰله واصحابه اجمعين۔

اس سے بڑھ کر حضور کی سیادتِ عامّہ وفضیلت تامّہ پر کون سی دلیل درکار ہے۔

نوٹ:۔ مندرجہ بالا مضمون کا اکثر حصہ مولانا محمد حنیف خان رضوی صاحب کی کتاب ''جامع الاحادیث جلد 8'' سے ماخوذ ہے۔

اعلیٰ حضرت اور ''کنز الایمان''

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تفسیری مہارت کا ایک شاہکار آپ کا ترجمہ قرآن ''کنزالایمان'' بھی ہے جس کے بارے میں **محدثِ اعظم ہند سید محمد محدث کچھوچھوی** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

''علم قرآن کا اندازہ صرف **اعلیٰ حضرت** کے اس اردو ترجمہ سے کیجئے جو اکثر گھروں میں موجود ہے اور جس کی مثال سابق نہ عربی میں ہے، نہ فارسی میں ہے، نہ اردو زبان میں ہے، اور جس کا ایک ایک لفظ اپنے مقام پر ایسا ہے کہ دوسرا لفظ اُس جگہ لایا نہیں جاسکتا جو بظاہر محض ترجمہ ہے مگر درحقیقت وہ قرآن کی صحیح تفسیر اور اردو زبان میں قرآن (کی روح) ہے''۔

(جامع الاحادیث جلد 8 از مولانا حنیف خان رضوی مطبوعہ مکتبہ شبیر برادرز لاہور ص 101)

پھر یہ ترجمہ کس طرح معرض وجود میں آیا، ایسے نہیں جس طرح دیگر مترجمین عام طور سے گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر متعلقہ کتابوں کا انبار لگا کر اور ترجمہ تفسیر کی کتابیں دیکھ دیکھ کر معانی کا تعین کرتے ہیں بلکہ **اعلیٰ حضرت** کی مصروف ترین زندگی عام مترجمین کی طرح ان تمام تیاریوں اور کامل اہتمامات کی متحمل کہاں تھی۔

''سوانح امام احمد رضا''میں مولانا بدرالدین قادری صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''صدرالشریعۃ'' حضرت علامہ مولانا **محمد امجد علی اعظمی** نے قرآن مجید کے صحیح ترجمہ کی ضرورت پیش کرتے ہوئے **امام احمد رضا** سے ترجمہ کر دینے کی گزارش کی۔ آپ نے وعدہ فرمالیا لیکن دوسرے مشاغلِ دینیہ کثیرہ کے ہجوم کے باعث تاخیر ہوتی رہی، جب حضرت ''صدرالشریعۃ'' کی جانب سے اصرار بڑھا تو **اعلیٰ حضرت** نے فرمایا: چونکہ ترجمہ کے لیے میرے پاس مستقل وقت نہیں ہے اس لئے آپ رات میں سوتے وقت یا دن میں قیلولہ کے وقت آجایا کریں۔ چنانچہ حضرتِ ''صدرالشریعۃ'' ایک دن کاغذ قلم اور دوات لے کر **اعلیٰ حضرت** کی خدمت میں حاضر ہوگئے اور یہ دینی کام بھی شروع ہوگیا۔۔۔

آپ زبانی طور پر آیات کا ترجمہ بولتے اور صدر الشریعہ لکھتے رہتے:

ترجمہ کا طریقہ یہ تھا کہ **اعلیٰ حضرت** زبانی طور پر آیاتِ کریمہ کا ترجمہ بولتے جاتے اور ''صدرالشریعۃ'' اس کو لکھتے رہتے، لیکن یہ ترجمہ اس طرح پر نہیں تھا کہ آپ پہلے کتبِ تفسیر ولغت کو ملاحظہ فرماتے، بعدۂ آیت کے معنی کو سوچتے پھر ترجمہ بیان کرتے، بلکہ آپ قرآن مجید کا فی البدیہہ برجستہ ترجمہ زبانی طور پر اس طرح بولتے جاتے جیسے کوئی پختہ یادداشت کا حافظ اپنی قوتِ حافظہ پر بغیر زور ڈالے قرآن شریف روانگی سے پڑھتا جاتا ہے، پھر جب حضرتِ ''صدرالشریعۃ'' اور دیگر علمائے حاضرین **اعلیٰ حضرت** کے ترجمے کا کتبِ تفاسیر سے تقابل کرتے تو یہ دیکھ کر حیران رہ جاتے کہ آپ کا یہ برجستہ فی البدیہہ ترجمہ تفاسیر معتبرہ کے بالکل مطابق ہے۔

الغرض اِسی قلیل وقت میں ترجمہ کا کام ہوتا رہا پھر وہ مبارک ساعت بھی آگئی کہ حضرتِ ''صدرالشریعۃ'' نے **اعلیٰ حضرت** سے قرآن مجید کا مکمل ترجمہ کروالیا اور آپ کی کوششِ بلیغ کی بدولت دنیائے سنیت کو **''کنزالایمان''** کی دولتِ عظمیٰ نصیب ہوئی۔

(انوارِ رضا مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور ص 82-81)

کاش وہ تفسیر لکھی جاتی:

''صدرالشریعۃ'' مولانا محمد امجد علی اعظمی صاحب فرماتے ہیں:

ترجمہ کے بعد میں نے چاہا تھا کہ **اعلیٰ حضرت** اس پر نظر ثانی فرمالیں اور جابجا فوائد تحریر کر دیں۔ چنانچہ بہت اصرار کے بعد یہ کام شروع کیا گیا، دو تین روز تک کچھ لکھا گیا، مگر جس انداز سے لکھوانا شروع کیا اس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ قرآن پاک کی بہت بڑی تفسیر ہو گی۔ کم از کم دس بارہ جلدوں میں پوری ہوگی۔۔۔

اس وقت خیال پیدا ہوا کہ اتنی مبسوط تحریر کی کیا حاجت؟ ہر صفحہ میں کچھ تھوڑی تھوڑی باتیں ہونی چاہئیں جو حاشیہ پر درج کر دی جائیں لہٰذا یہ تحریر جو ہو رہی تھی بند کر دی گئی اور دوسری (تحریر) کی نوبت نہ آئی۔ کاش وہ مبسوط تحریر جو **اعلیٰ حضرت** لکھوا رہے تھے اگر پوری نہیں تو دو ایک پارے تک ہی ہوتی، جب بھی شائقینِ علم کے لیے وہ جواہر پارے بہت مفید اور کارآمد ہوتے۔

(سیرت صدرالشریعہ از مولانا عطاء الرحمٰن قادری مطبوعہ مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور ص 175)

مولانا محمد حنیف خان رضوی صاحب نے **اعلیٰ حضرت** کی کتب میں سے انتخاب کر کے چھ سو آیات پر مشتمل تفسیری مباحث جمع کر کے شائع کر دیئے ہیں جو کہ بڑے سائز کی تین جلدوں (جامع الاحادیث جلد 10-9-8) پر محیط ہیں، جن کو پڑھ کر منصف مزاج حضرات اس بات کا ضرور اعتراف کریں گے کہ جو شخصیت ان آیات کی اس طرح محققانہ انداز میں تفسیر کر سکتی ہے وہ بلاشبہ پورے قرآن کی تفسیر پر قادر تھی اور تمام مضامینِ قرآن اُس کے پیشِ نظر تھے۔

کنزُالایمان کے محاسن

آیئے اب اس شاہکار ترجمۂ قرآن **''کنزالایمان''** کی بیشمار خصوصیات میں سے چند ایک کی جھلکیاں دیکھتے ہیں۔ ملک شیر محمد خان اعوان اپنی تصنیف ''امام احمد رضا اور محاسنِ کنزالایمان'' میں تحریر فرماتے ہیں:

لفظی بھی اور بامحاورہ بھی:

اعلیٰ حضرت برصغیر پاک و ہند کے وہ عظیم ترین مترجم ہیں جنہوں نے قرآن حکیم کا ایسا ترجمہ پیش کیا ہے جس میں روحِ قرآن کی حقیقی جھلک موجود ہے۔ مقامِ حیرت و استعجاب ہے کہ ترجمہ لفظی ہے اور بامحاورہ بھی، اس طرح گویا لفظ اور محاورہ کا حسین ترین امتزاج آپ کے ترجمہ کی بہت بڑی خوبی ہے۔ پھر انہوں نے ترجمہ کے سلسلہ میں بالخصوص یہ التزام بھی کیا ہے کہ ترجمہ لغت کے مطابق ہوا اور الفاظ کے متعدد معانی میں سے ایسے معانی کا انتخاب کیا جائے جو آیات کے سیاق و سباق کے اعتبار سے موزوں ترین ہوں۔

روحِ قرآن کے بہت قریب ہے:

اس ترجمہ سے قرآنی حقائق و معارف کے وہ اسرار و معارف منکشف ہوتے ہیں جو عام طور پر دیگر تراجم سے واضح نہیں ہوتے۔ یہ ترجمہ سلیس، شگفتہ اور رواں ہونے کے ساتھ ساتھ روحِ قرآن اور عربیت کے بہت قریب ہے۔

ادب و احترام اور عزت و عصمتِ انبیاء کو ملحوظ رکھا ہے:

ان کے ترجمہ کی ایک نمایاں ترین خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ نے ہر مقام پر انبیاء کرام علیہم السلام کے ادب و احترام اور عزت و عصمت کو بطورِ خاص ملحوظ رکھا ہے۔ ان کے ترجمۂ قرآن کے جملہ محاسن بیان کرنے کے لیے تو ایک ضخیم تصنیف کی ضرورت ہے کیونکہ اس طرح ان تمام مقامات کو زیرِ بحث لانا پڑے گا جنہیں دوسرے تراجم کے مقابلہ میں امتیاز حاصل ہے۔۔۔

دیگر تراجم سے موازنہ:

بخوفِ طوالت ''مشتے نمونہ از خروارے'' کے طور پر صرف چند مقامات کے ترجمہ کا دوسرے تراجم سے موازنہ پیش کیا جاتا ہے۔ تا کہ اہل بصیرت پر اس ترجمہ کی اہمیت و افادیت واضح ہو جائے۔

میں یہاں اس امر کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ میرا مقصد متقدمین کی مساعی کی عیب جوئی نہیں۔ اس موازنہ کا مقصد صرف امام

احمد رضا کے فہمِ قرآن کا حقیقت پسندانہ اعتراف ہے اور بس۔ مجھے یقین ہے کہ قارئین میرے اسی جذبہ کو مدنظر رکھتے ہوئے اس مضمون کا مطالعہ کریں گے۔

آیئے اب ذرا چند مقامات دیکھ لیں جہاں **اعلیٰ حضرت** کے ترجمہ کو میں (ملک شیر محمد اعوان) نے نمایاں حیثیت کا حامل پایا ہے۔

آیت نمبر 1 :

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ (سورۃ بقرہ آیت 2)

ترجمہ محمود حسن: ''اس کتاب میں کچھ شک نہیں''

ترجمہ اشرف علی تھانوی: ''یہ کتاب ایسی ہے جس میں کوئی شبہ نہیں''

عربی محاورہ کے مطابق یہاں جنسِ ''ریب'' (شک) کی نفی ہے اور لفظ ''فی'' کا مدخول ''ظرف'' ہوتا ہے کبھی زمان اور کبھی مکان۔ تو اب معنیٰ یہ ہوگا کہ قرآن مجید جنسِ ریب کا محل (جس پر شک کیا جائے) نہیں بنا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن میں کسی نے شک نہیں کیا، حالانکہ دوسرے مقام پر ہے **''وَ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا''** اور اس سے واضح ہے کہ قرآن محلِ ریب بنا اور لوگوں نے اس میں ریب کیا ہے یہی وہ اشکال تھا جسے رفع کرنے کے لیے علامہ تفتازانی نے ''مطول'' میں اور علامہ بیضاوی نے اپنی تفسیر میں طویل عبارات لکھی ہیں، لیکن امام **احمد رضا** نے ترجمہ کے چند الفاظ میں اشکال رفع کر دیا۔

ذرا ان کا ترجمہ ملاحظہ فرمایئے۔

''وہ بلند رتبہ کتاب کوئی شک کی جگہ نہیں''

ذرا **''ذٰلك''** کے ترجمہ کا تقابلی مطالعہ بھی کیجئے، معمولی عربی دان بھی یہ جانتا ہے کہ **''ذٰلك''** اشارہ قریب نہیں بعید ہے، مگر افسوس ہے کہ اکثر مترجمین اس کا ترجمہ ''یہ'' کرتے ہیں۔ **اعلیٰ حضرت** نے اسے اپنے اصل معنوں میں لے کر اس کا ترجمہ ''وہ'' کیا ہے اور عبارت کا حسن بھی قائم رکھا ہے۔

آیت نمبر 2:

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ كُنْتَ عَلَیْهَاۤ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ یَّنْقَلِبُ عَلٰی عَقِبَیْهِ۔(سورۃ البقرہ 143)

ترجمہ محمود حسن: ''اور نہیں مقرر کیا تھا ہم نے وہ قبلہ کہ جس پر تو پہلے تھا مگر اس واسطے کہ معلوم کریں کہ کون تابع رہے گا رسول کا اور کون پھر جائے اُلٹے پاؤں''

ترجمہ اشرفعلی تھانوی: ''اور جس سمت قبلہ پر آپ رہ چکے ہیں یعنی بیت المقدس وہ تو محض اس لیے تھا کہ ہم کو معلوم ہو جائے کہ کون رسول اللہ کا اتباع اختیار کرتا ہے اور کون پیچھے کو ہٹتا جاتا ہے''

دونوں مترجمین نے ''لِنَعْلَمَ'' کے لغوی مفہوم کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اس کا ترجمہ کیا ہے؟ ''معلوم کریں'' اور ''ہم کو معلوم ہو جائے'' اس میں کوئی شبہ نہیں کہ لفظی ترجمہ اپنی جگہ درست ہے مگر اس سے یہ عجیب تاثر پیدا ہوتا ہے کہ معاذ اللہ ایک چیز خدائے علیم وخبیر کو معلوم نہ تھی اور اس آزمائش میں ڈال کر وہ اسے معلوم کرنا چاہتا تھا، ظاہر ہے کہ ''معلوم ہو جائے'' کی نسبت خدائے رحمان سے کسی طرح درست نہیں ہوسکتی۔ قرآن کے منشاء اور اندازِ بیان کی تفہیم کے لیے لفظی ترجمہ کے بجائے کہیں کہیں ترجمانی کا رنگ اختیار کرنا پڑتا ہے۔

اب دیکھئے کہ **اعلیٰ حضرت** مترجم کے اس اہم فرض سے کس طرح عہدہ برآ ہوتے ہیں۔ **اعلیٰ حضرت** آیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

''اور اے محبوب تم پہلے جس قبلہ پر تھے ہم نے وہ اسی لیے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے''

آیت نمبر 3:

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ (سورۃ ال عمران 54)

ترجمہ محمود حسن: ''اور مکر کیا ان کافروں نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے''

مکر کے لغوی معنی ''خفیہ تدبیر'' کے ہیں مگر اردو میں یہ لفظ دھوکہ اور فریب جیسی متبذل صفات کے اظہار کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ سوچئے کہ خدا کی ذات سے ''مکر'' اور ''داؤ'' جیسے الفاظ کا استعمال کس قدر سوءِ ادبی کا محتمل ہے۔ اب ذرا **اعلیٰ حضرت** کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

''اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کے ہلاک کی خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ سب سے بہتر چھپی تدبیر والا ہے''

آیت نمبر 4:

وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ (سورۃ آل عمران 142)

ترجمہ محمود حسن: ''اور ابھی تک معلوم نہیں کیا اللہ نے جو لڑنے والے ہیں تم میں اور معلوم نہیں کیا ثابت رہنے والوں کو''

ترجمہ سے یوں ظاہر ہوتا ہے جیسے خدا کو پہلے کسی بات کا علم نہیں تھا اور یہ چیز خدا کے ''عالم الغیب'' ہونے کے سراسر منافی ہے اس لئے **امام احمد رضا** نے ایسا اندازِ بیان اختیار کیا ہے کہ کسی قسم کا اعتراض پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔ **امام احمد رضا** مندرجہ بالا آیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

''اور ابھی اللہ نے تمھارے غازیوں کا امتحان نہ لیا اور نہ صبر والوں کی آزمائش کی''۔

آیت نمبر 5:

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ (سورۃ نساء آیت 142)

ترجمہ محمود حسن: ''البتہ منافق دغا بازی کرتے ہیں اللہ سے اور وہی ان کو دغا دے گا''

''دغا'' کا لفظ کس قدر رکیک لفظ ہے، اس کی وضاحت کی ضرورت نہیں اور جب اس لفظ کو خدا کی ذات اقدس واعظم سے منسوب کیا جائے تو اعدائے دین کو زبانِ طعن دراز کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ **اعلیٰ حضرت** نے کس احتیاط سے یہاں ترجمانی کے فرائض نبھائے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

''بے شک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کوفریب دیا چاہتے ہیں اور وہی انہیں غافل کر کے مار یگا''۔

آیت نمبر 6:

اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللهِ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ (سورۃ اعراف آیت 99)

ترجمہ محمود حسن: کیا بے ڈر ہو گئے اللہ کے داؤ سے سو بے ڈر نہیں ہوتے اللہ کے داؤ سے مگر خرابی میں پڑنے والے''

اس آیت کے ترجمہ میں بھی مکر کو''داؤ'' سے تعبیر کیا گیا ہے جو نہ صرف اس کے لغوی مفہوم کے خلاف ہے۔ بلکہ اس سے شکوک و شبہات اور اعتراضات کے دروازے بھی کھل جاتے ہیں۔**امام احمد رضا** کامحتاط اور متکلمانہ ترجمہ ملاحظہ کیجئے۔

''کیا اللہ کی خفی تدبیر سے بے خبر ہیں تو اللہ کی خفی تدبیر سے نڈر نہیں ہوتے مگر تباہی والے''۔

آیت نمبر 7:

وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ (سورۃ انفال 30)

ترجمہ محمود حسن: ''اور وہ بھی داؤ کرتے تھے اور اللہ بھی داؤ کرتا تھا اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے''

محمود حسن نے یہاں بھی''مکر'' کو''داؤ'' کے معنوں میں استعمال کیا ہے مگر **اعلیٰ حضرت** نے صحیح لغوی مفہوم کو ترجمہ میں شامل کر کے سارے شکوک وشبہات دور کر دیئے۔**امام احمد رضا** کا ترجمہ درجہ ذیل ہے۔

''اور وہ اپنا سا مکر کرتے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا تھا اور اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر''

آیت نمبر 8:

نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ (سورۃ التوبہ 67)

ترجمہ محمود حسن: ''بھول گئے اللہ کو سو وہ بھول گیا ان کو''

ترجمہ اشرفعلی تھانوی: ''انہوں نے خدا کا خیال نہ کیا۔پس خدا نے ان کا خیال نہ کیا''

''نسـی'' کے معنی بالارادہ (ارادہ کیساتھ) اور بے ارادہ بھول جانے کے بھی ہیں اور نظر انداز کرنے چھوڑ دینے کے بھی، مترجم کا بھی فرض ہے کہ وہ ترجمہ کرتے ہوئے خدا کی شان اور عظمت کو ضرور پیش نظر رکھے۔محمود حسن نے''بھول جانے'' کے الفاظ خدا سے **منسوب** کئے ہیں۔جن سے یہ احتمال ہوسکتا ہے کہ معاذ اللہ خدا کو بھی نسیان لاحق ہوسکتا ہے۔اس کے برعکس **اعلیٰ حضرت** کا ترجمہ زیادہ واضح ہے انہوں نے لغت سے ایسا مفہوم لیا ہے جو شانِ خداوندی کے خلاف نہیں۔آیئے ان کا ترجمہ ملاحظہ فرماتے ہیں

''وہ اللہ کو چھوڑ بیٹھے تو اللہ نے انہیں چھوڑ دیا''

آیت نمبر 9:

قُلِ اللّٰهُ اَسۡرَعُ مَكۡرًا (سورۃ یونس 21)

ترجمہ محمود حسن: ''کہہ دے کہ اللہ سب سے جلد بنا سکتا ہے حیلے''

آیتِ زیرِ نظر میں محمود حسن نے مکر کے معنی ''حیلہ'' کئے ہیں جس کی خدا سے نسبت کسی طرح جائز نہیں۔ اس کے برعکس **اعلیٰ حضرت** نے صحیح لغوی مفہوم استعمال کیا ہے اور معترض ذہنوں کے اشکالات رفع کر دیئے ہیں۔ ان کا ترجمہ درج ذیل ہے:

''تم فرمادو اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے جلد ہو جاتی ہے''

آیت نمبر 10:

وَلَقَدۡ هَمَّتۡ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوۡلَاۤ اَنۡ رَّاٰ بُرۡهَانَ رَبِّهٖ (سورۃ یوسف 24)

ترجمہ اشرفعلی تھانوی: ''اور اس عورت کے دل میں تو ان کا خیال جم ہی رہا تھا اور ان کو بھی اس عورت کا کچھ خیال ہو چلا تھا''

ترجمہ محمود حسن: ''اور البتہ عورت نے فکر کیا اس کا اور اس نے فکر کیا عورت کا۔''

زیرِ نظر آیت کے تراجم پر غور کیجئے، ایک تو تھانوی صاحب کا ترجمہ ترجمہ نہیں، ترجمانی کا رنگ اختیار کر گیا ہے دوسرے تھانوی اور محمود حسن کے تراجم سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ زلیخا تو بدکاری پر آمادہ تھی معاذ اللہ یوسف علیہ السلام بھی آمادہ ہو گئے تھے۔ حالانکہ یہ اجماعی عقیدہ عصمتِ انبیاء کی صریح مخالفت ہے۔ ان حضرات نے ترجمہ کرتے ہوئے ''**هَمَّ بِهَا**'' کے بعد آنے والے ''**لَو**'' کے حرفِ شرط کو منقطع کر دیا ہے حالانکہ یہ متصل ہے۔ **اعلیٰ حضرت** کے ترجمہ میں یہی خوبی ہے کہ انہوں نے حرف شرط کو متصل کر کے عصمت انبیاء کے اجتماعی عقیدہ کی تائید بھی کر دی ہے۔ ترجمہ لفظی بھی ہے اور کوئی لفظ زائد استعمال نہیں ہوا مگر دشمنان اسلام کو اعتراض کا موقعہ بھی نہیں ملا۔

اعلیٰ حضرت کا ترجمہ درج ذیل ہے

''اور بے شک عورت نے اس کا ارادہ کیا اور وہ بھی عورت کا ارادہ کرتا اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا''۔

آیت نمبر 11:

قَالُوۡا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِیۡ ضَلٰلِكَ الۡقَدِیۡمِ (سورۃ یوسف 95)

ترجمہ محمود حسن: ''لوگ بولے قسم اللہ کی تو تو اپنی اسی قدیم غلطی میں ہے''

ترجمہ اشرفعلی تھانوی: ''وہ پاس والے کہنے لگے کہ بخدا آپ تو اپنے اسی پرانے غلط خیال میں مبتلا ہیں''۔

اعلیٰ حضرت کا ترجمہ: **''بیٹے بولے خدا کی قسم آپ اپنی اسی پرانی خود رفتگی میں ہیں''**

حضرت یعقوب علیہ السلام جب کہتے ہیں کہ انہیں پیراہن یوسف کی خوشبو آ رہی ہے تو جواب میں جو کچھ کہا جاتا ہے اس کے سلسلہء کلام

سے پوری صراحت ہوجاتی ہے کہ ''**قَالُوْا**'' کا اشارہ ان کے بیٹوں کی طرف ہے اور یہ الفاظ ان کے بیٹوں نے ہی کہے تھے۔ سیاق میں کہیں کوئی ادنیٰ سا اشارہ بھی ایسا نہیں ملتا جس سے معلوم ہو کہ اس وقت بیٹوں کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی بیٹھے تھے لیکن محمود حسن نے نہ معلوم کس خیال کے تحت اس قول کو دوسرے لوگوں سے منسوب کر دیا۔ ان کی اتباع میں تھانوی نے بھی ''وہ کہنے لگے لکھ کر اس قول کو بیٹوں کے بجائے دوسرے لوگوں سے منسوب کر دیا۔ ''پاس والے'' کا اضافہ معلوم نہیں کیوں ضروری سمجھا گیا۔ ان حضرات کے برعکس **اعلیٰ حضرت** نے قرآن کے سیاق وسباق کے عین مطابق ''**قَالُوْا**'' کا ترجمہ ''بیٹے بولے'' کیا ہے۔

علاوہ ازیں آیت زیرِ نظر میں ''**ضَلٰلِكَ** '' کا لفظ آیا ہے۔ جس کے ترجمہ میں واضح اختلاف ہے۔ محمود حسن نے اس کا ترجمہ ''غلطی'' کیا ہے۔ تھانوی نے اسے ''غلط خیال'' لکھ دیا ہے، مگر سوال یہ ہے کہ ''ضلالت'' کو ''غلطی'' کے معنوں میں استعمال کرنے کی کوئی نظیر بھی ملتی ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ ان حضرات نے ''گمراہی'' کی بجائے ''غلطی'' کا لفظ محض اس لئے لگایا ہے کہ پیغمبر کو گمراہ کہنا اس کی شان کے شایاں نہیں۔ مگر ترجمہ کے لیے لغت کی تائید بھی تو ضروری ہے ان کے مقابلہ میں **امام احمد رضا** کا ترجمہ دیکھئے انہوں نے اس کا ترجمہ ''خودرفتگی'' کیا ہے۔ لفظ ''خودرفتگی'' ایک طرف تو ادبی محاسن کا مرقع ہے، تو دوسری اس سے محبت وشیفتگی کے تمام جذبات کا اظہار ہوجاتا ہے اور بیٹے یہ لفظ اگر یعقوب علیہ السلام کے حق میں استعمال کرتے ہیں تو نازیبا بھی نہیں پھر لغت بھی اس کی مکمل تائید کرتی ہے۔

آیت نمبر 12:

وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا (سورۃ رعد 42)

ترجمہ محمود حسن: ''اور فریب کر چکے ہیں جو ان سے پہلے تھے سو اللہ کے ہاتھ میں ہے سب فریب''

اس آیت میں مکر کو فریب کے معنی میں لے کر ''سارا فریب'' خدا کے ہاتھ میں دے دیا گیا ہے۔ اس طرح عام لوگ یہ مفہوم اخذ کر سکتے ہیں کہ العیاذ باللہ سب سے بڑا فریب کار خود خدائے قدوس ہے، لیکن **امام احمد رضا** کا ترجمہ ہر شبہ کا مسکت جواب ہے۔ **امام احمد رضا** کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔

''اور ان سے اگلے فریب کر چکے ہیں تو ساری خفیہ تدبیر کا مالک تو اللہ ہی ہے''

آیت نمبر 13:

وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى (سورۃ طٰہٰ 121)

ترجمہ عاشق الٰہی میرٹھی: ''اور آدم نے نافرمانی کی اپنے رب کی پس گمراہ ہوئے''

میرٹھی صاحب کے ترجمہ میں حضرت آدم علیہ السلام سے دو باتیں منسوب ہوگئی ہیں (1) نافرمانی (2) گمراہی۔ اور یہ دونوں افعال عصمتِ انبیاء کے نقیض ہیں۔ اس کے مقابلہ میں **امام احمد رضا** نے قرآن کی صحیح ترجمانی کی ہے۔ لغت کے خلاف بھی نہیں گئے اور عصمت

انبیاء پر بھی حرف نہیں آنے دیا۔ **اعلیٰ حضرت** فرماتے ہیں:

''اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو جو مطلب چاہا تھا اس کی راہ نہ پائی''۔

آیت نمبر 14:

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًالِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ (سورۃ فتح 1)

ترجمہ اشرفعلی تھانوی: ''بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرما دے''۔

ترجمہ محمود حسن: ''ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریح فیصلہ تا کہ معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہو چکے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے۔

یہاں بھی ان مترجمین نے خطاؤں کو **حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم** کی ذات سے **منسوب** کر دیا۔ ان غیر محتاط مترجمین کے تراجم سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ معاذ اللہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے پہلے بھی گناہ سرزد ہوتے رہے ہیں اور بعد میں بھی اور خدا نے اس آیت میں ان کی بخشش کا وعدہ فرمایا ہے، لیکن **امام احمد رضا** کے محتاط قلم نے **عصمت انبیاء** کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایسا ایمان افروز ترجمہ کیا ہے جو ان کے **عدیم المثال** فہمِ قرآن پر دلالت کرتا ہے۔ **اعلیٰ حضرت** کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے

''بے شک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرما دی تا کہ اللہ تمھارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے''

اس آیت کے تفسیری حاشیہ میں مولانا نعیم الدین مراد آبادی، تفسیر خازن اور تفسیر روح البیان کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ۔ ''یعنی تمہاری بدولت امت کی مغفرت فرمائے''

آیت نمبر 15:

وَ وَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى (سورۃ ضحیٰ 7)

ترجمہ محمود حسن: ''اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سجھائی''

مولانا محمود حسن کے ترجمہ میں لفظ ''بھٹکتا'' قابل غور ہے۔ اردو زبان کی سب سے بڑی لغت ''جامع اللغات'' میں اس لفظ کے یہ معنی لکھے ہیں ''گمراہ ہونا''، ''آوارہ پھرنا'' ایک طرف خدا کا ارشاد ہے **''مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى''** ''تمہارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے'' پھر ان کی متعلق یہ فرمانا کہ ''ہم نے تجھے بھٹکتا پایا''۔ مترجم نے ایک لفظی معنی کے پیچھے پڑ کر یہ نہ سوچا کہ ان کے قلم سے کس عظیم ہستی کا دامنِ عصمت چاک ہو رہا ہے۔

ایک لفظ کے ہر جگہ ایک ہی معنی نہیں ہوتے، اس آیت میں **''ضال''** کے معنی بے پناہ محبت کرنے اور محبت میں محو یا خود رفتہ ہونے کے ہیں۔ قرآن حکیم میں حضرت یعقوب علیہ اسلام سے متعلق جو ''ضال'' کا لفظ آیا ہے اس کا بھی یہی مفہوم ہے کہ آپ بڑے عرصہ سے سے یوسف علیہ اسلام کی محبت میں برگشتہ اور خود رفتہ رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ **امام احمد رضا** نے آیت زیر بحث کے ترجمہ میں اپنی بے مثال لغت

دانی اور حب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا عظیم ترین ثبوت دیا ہے۔ **اعلیٰ حضرت** کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔

''اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی''

علمُ الحدیث

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس طرح علم التفسیر میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے اسی طرح علم الحدیث میں بھی درجہء امامت پر فائز تھے۔ مولانا محمد احمد مصباحی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

امام احمد رضا بلند پایہ محدث تھے، علمِ حدیث پر ان کو بڑا تبحر حاصل تھا اور ان کا مطالعہ بہت وسیع تھا چنانچہ جب آپ سے پوچھا گیا کہ حدیث کی کتابوں میں کون کون سی کتابیں پڑھی یا پڑھائی ہیں تو آپ نے یہ جواب دیا۔۔۔

پچاس سے زائد کتب حدیث میرے درس و تدریس و مطالعہ میں رہیں:

''مسند امام اعظم، موَطا امام محمد، کتاب الآثار، امام طحاوی، موَطا امام مالک، مسندِ امام شافعی، مسندِ امام محمد وسننِ دارمی، بخاری و مسلم، ابوداوَد و ترمذی ونسائی وابنِ ماجہ وخصائص نسائی، ملتقی ابن الجارود و ذوعلل متناہیہ ومشکوٰۃ و جامع کبیر و جامع صغیر و ملتقی ابن تیمیہ و بلوغ المرام، عمل الیوم واللیلہ ابن السنی و کتاب الترغیب وخصائصِ کبریٰ و کتاب الفرج بعد الشدّۃ و کتاب الاسماء والصفات وغیرہ پچاس سے زائد کتبِ حدیث میرے درس وتدریس ومطالعہ میں رہیں۔

امام احمد رضا کے وسعتِ مطالعہ کی شان یہ ہے کہ ''شرح عقائد نسفی'' کے مطالعہ کے وقت ستر شروح سامنے رہیں، ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں

''شرح عقائد میری دیکھی ہوئی ہے اور شرح عقائد نسفی کے ساتھ 70 شروح وحواشی میں نے دیکھے''

(امام احمد رضا کی فقہی بصیرت از محمد احمد مصباحی مطبوعہ مکتبہ رضا دار الاشاعت لاہور ص16)

مولانا محمد حنیف خان رضوی صاحب اپنی کتاب ''جامع الاحادیث'' میں تحریر فرماتے ہیں:

علمِ حدیث اپنے تنوّع کے اعتبار سے نہایت وسیع علم ہے، امام سیوطی قدس سرہ نے ''**تدریب الراوی** '' میں تقریباً سو علوم شمار کرائے ہیں جن سے علمِ حدیث میں واسطہ ضروری ہے۔ لہٰذا ان تمام علوم میں مہارت کے بعد ہی علمِ حدیث کا جامع اور اس علم میں درجہء کمال کو پہنچا جا سکتا ہے۔۔۔

اگر انھیں امام بخاری و مسلم دیکھتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں:

جب ہم **اعلیٰ حضرت** کی ہمہ جہت شخصیت اور ان کی تصانیفِ عالیہ کو دیکھتے ہیں تو فنِ حدیث، طرقِ حدیث، عللِ حدیث اور اسماء الرجال وغیرہ میں بھی وہ انتہائی منزلِ کمال پر دکھائی دیتے ہیں اور یہی وہ وصف ہے جس میں کمال وانفرادیت ایک **مجدد** کے تجدیدی

کارناموں کا رکنِ اعظم ہے۔فنِ حدیث میں اُن کی جو خدمات ہیں اِن سے اُن کی علمِ حدیث میں بصیرت و وسعت کا اندازہ ہوتا ہے۔ حدیث کی معرفت اور اِسکی صحت وعدمِ صحت، ضعف وسقم، حسن وغیر جملہ علومِ حدیث میں جو مہارتِ تامہ اُن کو حاصل تھی وہ بہت دور تک نظر نہیں آتی ہے اور یہ چیزیں ان کی کتب ورسائل میں مختلف انداز پر ہیں، کہیں تفصیل کے ساتھ مستقلاً ذکر ہے اور کہیں اختصار کے ساتھ ضمناً اور کہیں کہیں حدیث ومعرفتِ حدیث اور مبادیاتِ حدیث پر ایسی نفیس اور شاندار بحثیں ہیں کہ اگر انہیں امام بخاری ومسلم بھی دیکھتے تو اُن کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں۔

(امام احمد رضا اور علم حدیث از محمد عیسی رضوی صاحب مطبوعہ مکتبہ شبیر برادرز لاہور ص 16)

امیرُ المؤمنین فی الحدیث :

عمدۃ المحدثین، حافظِ بخاری، حضرتِ علامہ شاہ وصی احمد محدثِ سورتی علیہ الرحمہ سے حضور محدثِ اعظمِ ہند سید محمد محدثِ کچھوچھوی نے معلوم کیا کہ حدیث میں **امام احمد رضا** کا کیا مرتبہ ہے؟ فرمایا:

''وہ اس وقت **''امیرُالمومنین فی الحدیث''** ہیں، پھر فرمایا: صاحبزادے! اسکا مطلب سمجھا؟ یعنی اگر اس فن میں عمر بھر ان کا تلمذ کروں تو بھی انکے پاسنگ کو نہ پہنچوں، آپ نے کہا: ''سچ ہے۔''

ولی را ولی می شناسد وعالم را عالم می داند

(ولی کو ولی پہچانتا ہے عالم کو عالم پہچانتا ہے)

خود محدثِ اعظمِ کچھوچھوی فرماتے ہیں:

''علمُ الحدیث کا اندازہ اس سے کیجئے کہ جتنی حدیثیں فقہِ حنفی کی ماخذ ہیں، ہر وقت پیش نظر، اور جن حدثیوں سے فقہِ حنفی پر بظاہر زد پڑتی ہے اسکی روایت ودرایت کی خامیاں ہر وقت ازبر۔

علمِ حدیث میں سب سے نازُک شعبہ علم ''اسماءالرجال'' کا ہے۔**اعلیٰ حضرت** کے سامنے کوئی سند پڑھی جاتی اور راویوں کے بارے میں دریافت کیا جاتا تو ہر راوی کی جرح وتعدیل کے جوالفاظ فرمادیتے، اٹھا کر دیکھا جاتا تو ''تقریب''و''تہذیب'' اور ''تذھیب'' میں وہی لفظ مل جاتا، اسکو کہتے ہیں علمِ راسخ اور علم سے شغفِ کامل اور علمی مطالعہ کی وسعت۔۔۔

حفظِ حدیث اور علمِ حدیث میں مہارت تامہ کا مشاہدہ کرنا ہے تو آپ کی تصانیف کا مطالعہ کر کے اسکا اندازہ ہر ذی علم کرسکتا ہے۔ ورق ورق پر احادیث وآثار کی تابشیں نجوم وکواکب کی طرح درخشندہ وتابندہ ہیں''۔۔۔

(جامع الاحادیث جلد 1 از مولانا محمد حنیف خان رضوی مطبوعہ مکتبہ شبیر برادرز لاہور ص 407)

دس ہزار احادیثِ مبارکہ تحریر فرمائیں:

مولانا محمد حنیف خان رضوی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔۔۔

راقم الحروف نے آٹھ سال قبل **امام احمد رضا** کے علم حدیث کے تعلق سے معلومات فراہم کرنا شروع کی تھیں، زمانہ کی دست برد سے **امام احمد رضا** کی جو کتابیں محفوظ تھیں (اور مجھے مل سکیں) اُن کو جمع کیا جن کی تعداد تین سو سے متجاوز نہ ہوسکی۔ ان تمام کتب کا مطالعہ کرنے کے دوران جو احادیث سامنے آئیں ان کو جمع کیا اور فقہی ابواب پر مرتب کیا۔ اُن کتابوں میں پائی جانے والی تمام احادیث کی تعداد ایک محتاط اندازے کے مطابق **دس ہزار (10000)** ہوگی۔ لیکن میں نے مکررات (ایک سے زیادہ بار آنے والی احادیث) کو حذف کیا اور جن احادیث کی متعدد سندیں تھیں ان کو بھی ترک کیا۔ اس کے باوجود یہ تعداد 3663 احادیث وآثار تک پہنچی، جو''**بخاری**''و''**مسلم**''اور''**ترمذی**''وغیرھا ''**صحاحِ ستہ**'' کی غیر مکرر احادیث سے کسی طرح کم نہیں۔ جب کہ یہ صرف تین سو تصانیف کا سرمایہ ہے اور یہ تعداد **امام احمد رضا** کی جملہ تصانیف کا تہائی حصہ ہیں، اگر تمام تصانیف دستیاب ہوجاتیں اور ان کی تمام احادیث کو جمع کر دیا جاتا تو سلسلہ کہاں تک پہنچتا؟ مزید اس موضوع پر تلاش جاری ہے۔۔۔ اب چار ہزار احادیث وآثار پر مشتمل مجموعہ بنام''جامع الاحادیث'' سات ضخیم جلدوں میں آپکے ہاتھوں میں ہے۔ (یعنی شائع ہوچکا ہے)

(جامع الاحادیث جلد 8 از مولانا محمد حنیف خان رضوی مطبوعہ مکتبہ شبیر برادرز لاہور ص 100-99)

امام احمد رضا کا علمِ حدیث میں مقام ومرتبہ کیا تھا؟ اسکی ایک مختصر جھلک پیش کی جاتی ہے ورنہ تفصیل کے لیے دفتر درکار ہے، بلاشبہ آپ علمِ حدیث میں ہر حیثیت سے یگانہء روزگار اور اپنی مثال آپ ہیں۔۔۔

نقلِ حدیث میں کمال

احادیثِ کریمہ کی روشنی میں کسی بات کو مدلل ومبرہن کرنے کا انداز حضرت **فاضل بریلوی** کی اکثر تصانیف میں یکساں ملتا ہے، کتبِ احادیث سے کسی مسئلہ کی تائید کے لیے ابواب وفصول کا ذہن میں محفوظ رہنا اور بوقتِ ضرورت اس سے مکمل استفادہ کرنا، یہ بڑی وسعتِ مطالعہ کا کام ہے۔ **اعلیٰ حضرت** عام طور پر آیات واحادیث اور نصوصِ فقہیہ ہی کی روشنی میں عقائد واحکام کی تفصیلات تحریر فرماتے ہیں۔ چند کتابیں اس وقت پیشِ نظر ہیں جن کے سرسری تعارف سے آپ پر واضح ہوجائے گا کہ حفظِ حدیث وکتبِ حدیث کے میدان میں بھی **اعلیٰ حضرت** کی نظر کہاں تک تھی۔

سجدہء تعظیمی کی حرمت پر چالیس احادیث:

ایک سوال کے جواب میں سجدہء تعظیمی کی حرمت ثابت کرنے کے لیے ''**الزبدة الزكية لتحريم سجود التحية**'' کے نام سے ایک وقیع کتاب آپ نے لکھی، جس میں آپکے تبحرِ علمی کا جوہر اتنا نمایاں ہے کہ ابوالحسن علی ندوی کو بھی اعتراف کرنا پڑا:

''**وهی رسالة جامعة تدل علی غزارة وقوة استدلاله** '' یہ ایک جامع رسالہ ہے جو ان کے وفورِ علم اور قوتِ استدلال کی دلیل ہے۔ مزید لکھتے ہیں۔

''معتدد آیاتِ کریمہ اور ڈیڑھ سو نصوص فقہیہ کے علاوہ آپ نے اس کی تحریم کے ثبوت میں **چالیس احادیث** بھی پیش کی ہیں۔

خود (**اعلیٰ حضرت**) لکھتے ہیں:۔

''حدیث میں چہل (چالیس) حدیث کی بہت فضیلت آئی ہے، ائمہ وعلماء نے رنگ رنگ کی چہل حدیثیں لکھیں ہیں، ہم بتوفیقہٖ تعالیٰ یہاں غیرِ خدا کو سجدہ ء (تعظیمی) حرام ہونے کی چہل حدیثیں لکھتے ہیں''۔

حضور کے ''دافعِ بلاء'' اور'' صاحبِ عطا'' ہونے پر تین سو احادیث:

مولانا کرامت اللہ صاحب نے دہلی سے 1311ھ میں ایک استفتاء اس مضمون کا بھیجا کہ:

''زید درودِ تاج وغیرہ پڑھنے کو شرک وبدعت کہتا ہے کیوں کہ اس میں حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو ''**دافعُ البلاء والوباء** '' وغیرہ کہا گیا ہے جو کھلا شرک ہے'' العیاذ باللہ۔

یہ پڑھ کر **امام احمد رضا** کا قلم حرکت میں آیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے ''دافعِ بلاء'' اور ''صاحب عطا'' ہونے کو تین سو احادیث کریمہ کے ذریعہ ثابت فرما کر وہابیہ کے خود ساختہ شرک کو ہمیشہ کے لیے خاک میں ملا دیا، یہ کتاب ''**الامن والعلیٰ**'' کے نام سے مشہور ہے

حضور کے ''افضلُ الرُّسُل'' ہونے پر سو احادیثِ مبارکہ :

امام احمد رضا کے استاذِ گرامی حضرت مولانا غلام قادر بیگ کی معرفت 1305ھ میں ایک استفتاء آیا کہ وہابیہ نے **حضور سید المرسلین** صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے ''**افضلُ المرسلین**'' ہونے کا انکار کیا ہے اور کہتے ہیں قرآن وحدیث سے دلیل لاؤ۔ اس کے جواب میں **اعلیٰ حضرت** فرماتے ہیں:

''**حضور پر نور سید المرسلین** صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا **افضل المرسلین والآخرین** ہونا قطعی، ایمانی، یقینی، اذعانی، اجماعی، ایقانی مسئلہ ہے۔ جس میں خلاف نہ کریگا مگر گمراہ، بددین، بندہء شیاطین'' والعیاذ باللہ رب العالمین۔

پھر ایک مبسوط کتاب ''**تجلی الیقین**'' کے نام سے تحریر فرمائی اور **ایک سو احادیث** سے اس مسئلہ کو واضح فرما کر تحقیق انیق کے دریا بہائے

فقراء وغیرہ کو کھانا کھلانے کی فضیلت پر ساٹھ احادیثِ مبارکہ :

مولوی احمد اللہ صاحب نے کانپور سے 1312ھ میں ایک سوال بھیجا کہ ہمارے دیار میں چیچک اور قحط سالی آجائے، تو لوگ بلاء کے دفع کے لیے چاول، گیہوں وغیرہ جمع کر کے پکاتے ہیں اور پھر علماء کو بلا کر اور خود محلّہ والے جمع ہو کر کھاتے ہیں۔ یہ طعام ان کے لیے جائز ہے؟ **امام احمد رضا** نے جوابِ باصواب مرحمت فرمایا:

''یہ طریقہ اوراہل دعوت کے لیے یہ کھانا جائز ہے''۔اس دعوے کے ثبوت میں ساٹھ حدیثیں بطورِ دلیل پیش فرمائیں جو **امام احمد رضا** کے عظیم محدث ہونے کا واضح ثبوت ہیں۔

سماعِ موتیٰ پر ستتر احادیثِ مبارکہ :

جمادی الاخریٰ 1305ھ میں سماعِ موتیٰ (مردوں کے سننے) سے متعلق ایک سوال آیا، سائل نے سوال کے ساتھ بعض منکرین کا جواب بھی منسلک کیا۔**امام احمد رضا** نے **چار سو وجوہ** سے دارو گیر (تنقید) فرمائی، یہ رسالہ دلائل و براہین سے مزین 77 احادیث پر مشتمل ہے۔

قادیانی کے رد میں ایک سو اکیس احادیثِ مبارکہ :

مرزا قادیانی کی جعلی نبوت کو دفناتے ہوئے **امام احمد رضا** محدث بریلوی نے ''**جزاء اللّٰہ عدوہ** ''نامی کتاب تحریر فرمائی اور ایک سو اکیس (121) احادیث نقل فرما کر مرزا کے دعوے کو خاک میں ملا دیا جو بلاشبہ آپ کے تبحر فی ''فن الحدیث'' کا بین ثبوت ہے۔

جمعہ کے دن اذانِ ثانی کے موضوع پر پینتالیس احادیث مبارکہ :

جمعہ کے دن اذانِ ثانی کے موضوع پر امام **احمد رضا** نے ایک کتاب ''**شمائم العنبر** ''نامی عربی زبان میں تحریر فرمائی جس میں 45 احادیث سے کتاب کو مزین فرمایا۔

سادات کے لیے زکوٰۃ کے حرام ہونے پر پچیس احادیث مبارکہ :

زکوٰۃ کا مال ساداتِ کرام اور تمام بنی ہاشم کے لیے حرام قطعی ہے، جسکی حرمت پر ائمہ مذاہب کا اجماع ہے، اس مسئلہ سے متعلق امام **احمد رضا** سے سوال ہوا تو آپ نے اسکی حرمت پر تحقیق کے دریا بہاتے ہوئے 25 احادیثِ مبارکہ نقل فرمائیں۔

متفرق موضوعات پر احادیث مبارکہ کا ذخیرہ:

اسی طرح **اعلیٰ حضرت** نے تخلیقِ ملائکہ کے عنوان پر 24 احادیث ۔۔۔خضاب کے عدم جواز میں 16 احادیث ۔۔۔معانقہ کے ثبوت میں 16 احادیث ۔۔۔داڑھی کی ضرورت واہمیت پر 56 احادیث ۔۔۔والدین کے حقوق پر 91 احادیث ۔۔۔سجدۂ تحیت کی حرمت پر 70 احادیث ۔۔۔شفاعت کے عنوان پر 40 احادیث ۔۔۔تصاویر کے عدم جواز پر 27 احادیث مبارکہ سے استدلال فرمایا۔

اور اسی طرح بے شمار عناوین وموضوعات پر ان گنت احادیث کریمہ سے استدلال فرما کر امتِ مسلمہ کو احادیث کا بیش بہا خزانہ مرحمت فرمایا۔

(جامع الاحادیث جلد 1 از مولانا محمد حنیف خان رضوی مطبوعہ مکتبہ شبیر برادرز لاہور ص 412-406)

کثرتِ حوالہ جات

یہاں تک تو چند نمونے احادیث کی کثرت سے متعلق تھے، اب ملاحظہ فرمائیں کہ **امام احمد رضا** جب کوئی حدیث نقل فرماتے ہیں تو ان

کی نظر اتنی وسیع وعمیق ہوتی ہے کہ بسا اوقات وہ کسی ایک کتاب پر اکتفاء نہیں فرماتے بلکہ پانچ، دس اور بیس بیس کتابوں کے حوالے دیتے جاتے ہیں۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمام کتابیں اس موضوع پر ان کے سامنے کھلی رکھی ہیں اور سب کے نام لکھتے جارہے ہیں ساتھ ہی یہ بھی بتاتے جاتے ہیں کہ کس محدث نے کس صحابی سے روایت کی مثلاً۔۔۔

''الامن والعلیٰ''میں ایک حدیث تحریر فرمائی:

''یعنی بھلائی اور اپنی حاجتیں خوش رویوں (خوبصورت چہرے والوں) سے مانگو۔''

یہ نو صحابہء کرام کی روایت 34 کتابوں سے نقل فرمائی۔

اسی کتاب میں ایک حدیث یوں ہے:

''الٰہی اسلام کو عزت دے ان دونوں مردوں میں جو تجھے زیادہ پیارا ہو اسکے ذریعہ سے، یا عمر ابن خطاب یا ابو جہل بن ہشام''

یہ دس صحابہء کرام کی روایت 23 کتب احادیث سے نقل فرمائی۔

اسی کتاب ''الامن والعلیٰ''میں ایک حدیث نقل فرمائی

''میں محمد ہوں اور احمد اور سب نبیوں کے بعد آنے والا اور خلائق کو حشر دینے والا اور توبہ کا نبی اور رحمت کا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم

یہ چار صحابہء کرام کی روایت 14 کتابوں سے نقل فرمائی۔

''جزاء اللہ عدوہ''میں ایک حدیث نقل فرمائی

اے علی! کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم یہاں میری نیابت میں ایسے رہو جیسے موسیٰ علیہ السلام جب اپنے رب سے کلام کے لیے حاضر ہوئے ہارون علیہ السلام کو اپنی نیابت میں چھوڑ گئے تھے، ہاں فرق یہ ہے کہ ہارون نبی تھے میں جب سے مبعوث ہوا دوسرے کے لیے نبوت نہیں۔

یہ چودہ صحابہء کرام کی روایت 18 کتابوں سے نقل فرمائی۔

''ردالقحط والوباء''میں ایک حدیثِ مبارکہ نقل فرمائی:

اللہ عزوجل کے یہاں درجہ بلند کرنے والے ہیں، سلام کا پھیلانا، ہر طرح کے لوگوں کو کھانا کھلانا، اور رات کو لوگوں کے سوتے میں نمازیں پڑھنا۔

یہ دس صحابہء کرام اور ایک تابعی کی روایت 23 کتابوں سے نقل فرمائی۔

''عطایا القدیر'' حصہ دوم میں ایک حدیث نقل فرمائی:

''رحمت کے فرشتے اس گھر میں نہیں آتے جس میں کتا یا تصویر ہو''

یہ دس صحابہ کرام کی روایت 43 کتابوں سے نقل فرمائی۔

فتاویٰ رضویہ (غیر مخرجہ) جلد سوم میں ایک حدیث نقل فرماتے ہیں:

''قُل هُوَ اللّٰهُ اَحَد ''پوری سورۃِ مبارکہ کی تلاوت کا ثواب تہائی قرآن کے برابر ہے

یہ کل پندرہ صحابہ ءکرام کی روایت 34 کتابوں سے نقل فرمائی۔

(جامع الاحادیث جلد 1 از محمد حنیف خان قادری شبیر برادرز لاہور ص 420-412)

نوٹ:۔ مندرجہ بالا مضمون بھی مولانا محمد حنیف خان رضوی صاحب کی کتاب ''جامع الاحادیث'' سے ماخوذ ہے۔

علمُ الفِقہ

مفتی شیخ فرید صاحب نے ایک مقالہ ''اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا فقہی مقام فتاویٰ رضویہ کی روشنی میں'' کے نام سے تحریر فرمایا ہے، جس میں آپ نے **اعلیٰ حضرت** کی فقاہت پر اپنی تحقیقات پیش کی ہیں، درجہ ذیل مضمون اُنہی کے مقالے سے اخذ کیا گیا ہے۔ مفتی صاحب ہر عنوان کے تحت کئی مثالیں تحریر فرماتے ہیں جبکہ ہم صرف ایک ایک مثال پر اکتفا کریں گے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں۔۔۔

فقہ کی تعریف:

''فقہ'' کا لغوی معنیٰ کسی شئے کا جاننا اور سمجھنا ہے۔ اصطلاحِ شرع میں احکامِ شرعیہ، عملیہ کو ادلّہ (دلائل) تفصیلیہ کے ساتھ جاننے کو ''فقہ'' کہا جاتا ہے جیسا کہ حضرت صدر الشریعہ (عبیداللہ بن مسعود) ''توضیح'' میں رقمطراز ہیں:

علم بالا حکام الشرعية العملية من ادلتها التفصيليه

حضرت صدر الشریعہ وغیرہ اصولیین نے فقہ کی جو تعریف کی ہے اس تعریف کے مطابق فقیہ کا اطلاق صرف مجتہد پر صادق آسکتا ہے **اعلیٰ حضرت** امامِ اہل سنت مولانا شاہ **احمد رضا خان** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اگرچہ ''فقیہ مجتہد فی الشرع'' اور ''مجتہد مطلق''، تو نہیں لیکن اجتہاد کی جھلک آپ کی تصانیف میں پائی جاتی ہے۔

آپ نے ایسے متعدد قواعد وضوابط ایجاد فرمائے ہیں کہ جو دوسری کتابوں میں نہیں ملتے اور ان تمام قواعد وضوابط کا استنباط قرآن وسنت سے کیا ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو کوئی مبالغہ نہ ہوگا کہ آپ کے ان اجتہادی کارناموں کو **امام اعظم** علیہ الرحمہ کی خدمت میں پیش کیا جاتا تو وہ بھی نظرِ تحسین سے دیکھتے۔ جس نے **اعلیٰ حضرت** کی فقاہت کا بنظر غائر مطالعہ کیا ہو وہ بلا خوف وتردید آپ کی شخصیت کو اجتہادی شان کی حامل قرار دے سکتا ہے۔

اب مزید وضاحت کے لیے طبقاتِ فقہا کا ذکر کرتے ہیں اور اس کے بعد **اعلیٰ حضرت** کی فقہی تحقیقات کا ذکر ہوگا تاکہ یہ معلوم کرنا کوئی مشکل نہ رہے کہ آپ طبقاتِ فقہاء میں کس مقام ومرتبے کے مالک ہیں۔

طبقاتِ فقہاء

(1) مجتہدین فی الشرع:

پہلا طبقہ مجتہدینِ مطلق کا ہے جنھوں نے شریعت میں اجتہاد کیا ہے، مثلاً ائمہ ءاربعہ اور وہ مجتہدین جو ان کی روش پر چلے ہیں، جنھوں

نے اصولِ فقہ کے قواعد کی بنیاد رکھی اور اصول وفروع میں کسی کی تقلید کے بغیر ادلّہ اربعہ،قرآن،حدیث،اجماع اور قیاس سے فروعی احکام مستنبط کئے ہیں۔

(2)مجتھدین فی المذھب :

دوسرا طبقہ مجتہدینِ فی المذہب کا ہے جیسے امام ابو یوسف،امام احمد اور **امام اعظم** کے دوسرے شاگرد جو اپنے استاذ کے مقرر کردہ اصول وضوابط کی روشنی میں ادلّہ اربعہ سے احکام مستنبط کرنے پر پوری طرح قادر ہیں۔ان حضرات نے اگرچہ بعض جزئیات میں اپنے استاذ کی مخالفت کی ہے مگر اصول میں وہ اپنے استاذ کی پیروی کرتے ہیں۔

(3)مجتھدین فی المسائل:

تیسرا طبقہ مجتہدینِ فی المسائل کا ہے،جن جزئیات میں **امام اعظم** اور ان کے تلامذہ سے کوئی روایت منقول نہیں یہ حضرات اپنے اجتہاد سے ان کے احکام بیان کرتے ہیں مثلاً خصاف،کرخی،حلوانی،سرخسی،بزدوی اور قاضی خان وغیرہ۔

یہ حضرات **امامِ اعظم** کی نہ اصولوں میں مخالفت کرسکتے ہیں نہ فروع میں،البتہ **امام اعظم** کے اصول وضوابط کو پیش نظر رکھ کر ان جزئیات سے احکام مستنبط کرسکتے ہیں جن کے بارے میں **امام اعظم** سے کوئی قول مروی نہیں ہے۔

(4)اصحاب تخریج:

چوتھا طبقہ اصحابِ تخریج کا ہے،یہ حضرات مقلد ہوتے ہیں،مثلاجصاص رازی اور ان کے ہم مرتبہ حضرات۔ان حضرات میں اجتہاد کی صلاحیت مطلق نہیں ہوتی مگر چونکہ یہ حضرات اصولوں کو اچھی طرح محفوظ کئے ہوئے ہوتے ہیں اور ان اصولوں کے ماخذ سے بھی واقف ہوتے ہیں،اس لئے صاحبِ مذہب سے یا ان کے کسی مجتہد شاگرد سے منقول کسی ایسے قول کی جو مجمل اور ذو وجہین (دو وجوہات والا) ہوتا ہے یا کسی ایسے حکم کی جس میں دو احتمال ہوتے ہیں،اپنی خداداد صلاحیت سے اور اپنے امام کے اصول کو پیشِ نظر رکھ کر اور نظائر و امثال پر قیاس کرکے تفصیل وتعیین کرسکتے ہیں۔

(5)اصحاب ترجیح :

پانچواں طبقہ اصحابِ ترجیح کا ہے۔یہ حضرات بھی مقلد ہوتے ہیں ان میں بھی اجتہاد کی مطلق صلاحیت نہیں ہوتی جیسے قدوری، صاحب ہدایہ اور انہی جیسے دوسرے حضرات۔ان فقہا کا کام مختلف روایتوں میں سے کسی ایک روایت کو ترجیح دینا ہے جس کے لیے عام طور پر یہ تعبیرات اختیار کی جاتی ہیں۔

(1)**ھذا اولی** (یہ بہتر ہے)(2)**ھذا اصح روایة** (اس کی روایت زیادہ صحیح ہے) (3)**ھذا اوضح** (یہ دلائل کے اعتبار سے زیادہ واضح ہے)(4)**ھذا اوفق للقیاس** (یہ قیاس سے زیادہ ہم آہنگ ہے)(5)**ھذاا رفق للناس** (اس میں لوگوں کے لیے زیادہ سہولت ہے)۔

(6) ممیزین :

چھٹا طبقہ اصحابِ تمیز کا ہے یہ حضرات بھی مقلد ہوتے ہیں لیکن اس کے ساتھ اقویٰ، قوی اور ضعیف اقوال کے درمیان امتیاز کر سکتے ہیں۔ نیز ظاہر روایت، ظاہر مذہب اور روایتِ نادرہ کے درمیان فرق کر سکتے ہیں۔ مثلاً متون، معتبرہ، کنز، وقایہ اور مجمع کے مصنفین۔ ان حضرات کا کام یہ ہے کہ وہ اپنی کتابوں میں مردود اقوال اور ضعیف روایتیں نقل نہ کریں۔

(7) محض مقلدین:

ساتواں طبقہ ان فقہا کا ہے جو مقلدِ محض ہوتے ہیں اور مختلف اقوال میں تمیز بھی نہیں کر سکتے، نہ کار آمد اور نکمے اقوال میں امتیاز کر سکتے ہیں۔ نہ دائیں بائیں میں فرق کر سکتے ہیں بلکہ جو کچھ مل جاتا ہے سب اپنی کتابوں اور فتاویٰ میں جمع کر لیتے ہیں

(آدابِ فتویٰ از مُفتی محمد قاسم قادری عطاری مطبوعہ مکتبہ اہلِ سنت فیصل آباد ص53)

''مجتهد ینِ فی المسائل'' کی تمام خصوصیات آپ میں پائی جاتی ہیں:

امام احمد رضا کی تصانیف کو نظرِ عمیق سے مطالعہ کرنے والے پر یہ بات نظری نہیں رہتی کہ **''مجتہدین فی المسائل''** کی تمام خصوصیات آپ میں پائی جاتی ہیں۔

آپ کے زمانے میں سائنس ارتقائی منازل میں داخل ہو چکی تھی، جس کی وجہ سے بہت سے ایسے مسائل پیدا ہو چکے تھے جن کے بارے میں **امام اعظم** رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوئی روایت نہ تھی، آپ نے ان مسائل کو امام صاحب کے اصول وفروع کو مدنظر رکھتے ہوئے استخراج واستنباط فرمایا۔ ''فتاویٰ رضویہ'' میں اس کی بکثرت اَمثلہ (مثالیں) موجود ہیں۔ ایسے ہی اصحاب ترجیح واصحاب تخریج وممیّزین کی اکثر خصوصیات کے آپ مالک ہیں۔ جس کی وضاحت آپ کی فقہی تحقیقات کے ضمن میں ہوگی جو آئندہ صفحات میں پیش کی جائیں گی۔

اعلیٰ حضرت ایک فطری فقیہ کا مزاج رکھتے تھے اور یہ بات مسلّم ہے کہ ایک فقیہ کے لیے جہاں علومِ کثیرہ میں مہارت کی ضرورت ہے وہاں اصولِ فقہ میں غایت درجے کی نظرِ عمیق کی بھی ضرورت ہے۔ کیونکہ علم فقہ کی سب سے قریب ترین اساس اصول فقہ ہے۔ نیز اس کے بغیر قرآن وسنت کے مفہومات وارشادات، معارف ورموز تک رسائی ناممکن ہے اسی لیے جملہ فقہاء کرام کی کتب اور ارشادات اصول فقہ پر مبنی ہیں۔ **امام احمد رضا** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے فتاویٰ میں جا بجا اصولِ فقہ کے مسائل اور ابحاث پر تحقیقات فرمائی ہیں جو آپ کی اصولی بصیرت ومہارت کی تابندہ دلیلیں ہیں۔

لا ینحل مسائل کی عُقدہ کُشائی:

آپ نے بعض مقامات پر اہلِ اصول سے اختلاف بھی کیا اور کئی لاینحل مسائل کی عقدہ کشائی بھی فرمائی۔ آپ کی ان تحقیقات میں سے کچھ بطورِ نمونہ پیش کی جاتی ہیں۔

تقسیمِ احکامِ شریعت :

افعالِ عباد (بندوں کے افعال کہ کیا برا ہے، کیا اچھا ہے، اوران کی برائی یا اچھائی کس درجے میں ہے) سے جو احکام متعلق ہیں اُن کی تقسیم میں اہلِ اصول (فقہا) کے اقوال میں تضاد پایا جاتا ہے۔ بعض (متقدمین) نے ان کی پانچ قسمیں کی ہیں یعنی۔۔۔

(1) ایجاب (یعنی فرضیت) ۔۔۔(2) ندب (یعنی مستحب)۔۔۔(3) تحریم ۔۔۔ (4) مکروہ ۔۔۔ (5) اباحت ۔۔۔ اور بعض حضرات نے سات اقسام میں منقسم میں فرمایا ہے۔

(1) فرض ۔۔۔(2) واجب ۔۔۔ (3) سنت ۔۔۔(4) نفل ۔۔۔(5) حرام ۔۔۔(6) مکروہ ۔۔۔(7) مباح ۔۔۔

بعدازاں علمائے متاخرین نے اس تقسیم کو نو تک پہنچایا۔۔۔(1) فرض ۔۔۔(2) واجب ۔۔۔(3) سنتِ مؤکدہ ۔۔۔(4) سنتِ غیرِ مؤکدہ ۔۔۔(5) مستحب ۔۔۔(6) حرام ۔۔۔(7) مکروہِ تحریمی ۔۔۔(8) مکروہِ تنزیہی ۔۔۔(9) مباح ۔۔۔

اس تقسیم سے اِشکال رہتا کہ جب فعلِ امر اور فعلِ نہی کی دونوں سمتوں میں حکمیت وشرعیت یکساں ہے تو اس کے درجات بھی یکساں ہونے چاہئیں، یعنی امر و نہی کی دونوں طرفوں میں درجاتِ احکام بھی برابر ہونے چاہئیں جس طرح ہم امر کے باب میں درجہ بدرجہ فرض سے نیچے کی جانب اترتے چلے جاتے ہیں اسی طرح نہی کے باب میں بھی درجہ بدرجہ حرام سے نیچے اترنا چاہئے اور ان دونوں طرف کے درجات کی تعداد میں یکسانیت ہونی چاہئے اس بات کو اس نقشے سے سمجھئے۔۔۔

حکمِ امر	حکمِ نہی
فرض	حرام
واجب	مکروہ تحریمی
سنت مؤکدہ	مکروہ تنزیہی
سنتِ غیرِ مؤکدہ	
مستحب	

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مباح دونوں سمتوں میں برابر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

یہاں امر کے پانچ درجات نظر آتے ہیں اور نہی کے تین۔ جب کہ مباح دونوں طرف مشترک ہے، اب عقلِ سلیم تقاضا کرتی ہے کہ جتنے درجات بابِ امر کے ہیں اتنے ہی درجات اس کے بالمقابل بابِ نہی کے بھی ہونے چاہئیں۔

تاریخِ اصول میں **اعلیٰ حضرت** وہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے اس اِشکال کو دور کر دیا اور اس سقم کو دور کر کے امر کے مدارجِ خمسہ کے مقابلے میں نہی کے بھی مدارجِ خمسہ بیان کئے اور اس طرح احکامِ شرعیہ کی درجہ بندی کا یہ سفر جو نو پر آ کر رک چکا تھا اُسے گیارہ تک پہنچا کر

اس سفر کی تکمیل کا اعزاز **اعلیٰ حضرت** کا مقدر بنا۔آپ نے امر و نہی کے تمام درجات کو سامنے رکھ کر ہر ایک کا باہم موازنہ کیا اور از روئے شرع ہر ایک کی حیثیت کو جدا جدا کر کے واضح کر دیا۔ یہ اپنی جگہ نظم فقہی اور ضبطِ علمی کا ایک عظیم نمونہ ہے۔

اب مدارج احکام کا شیڈول اس طرح بن گیا:

حکمِ امر	حکمِ نہی
فرض	حرام
واجب	مکروہِ تحریمی
سنتِ مؤکدہ	اساءت
سنتِ غیر مؤکدہ	مکروہِ تنزیہی
مستحب	خلاف اولیٰ

--------------مباح--------------

مدارج نہی کی یہ تفصیل بیان کرنے کے بعد **اعلیٰ حضرت** نے یہ تحریر فرمایا کہ:

''اس تقریر کو حفظ کر لیجئے اس لئے کہ ان سطور کے غیر میں کہیں اور نہ ملے گی اور ہزار ہا مسائل میں کام دے گی اور صدہا عقدوں کو حل کرے گی۔کلمات اس کے موافق ومخالف سب طرح ملیں گے مگر بحمد اللہ تعالیٰ حق اس سے متجاوز نہیں۔

فقیر طمع رکھتا ہے اگر حضور سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور یہ تقریر عرض کی جاتی تو ضرور ارشاد فرماتے کہ یہ عطرِ مذہب وطرازِ مذہب ہے''

آپ کا یہ جملہ آپ کے بے پناہ وثوق واعتماد پر دلالت کرتا ہے کیونکہ ایسی بات وہی شخص کرسکتا ہے جسے بالیقین معلوم ہو کہ اصول پر لکھی گئی ہزار ہا کتب میں یہ ترتیب موجود نہیں ہے۔۔۔

فرض و واجب کی تعریف اور پھر اُن کی اعتقادی و عملی کی طرف تقسیم :

تقسیمِ احکام کے بعد تعریفات وقیود کا مرحلہ آتا ہے، **امام احمد رضا** اس موقع پر بھی ماہر اصولی نظر آتے ہیں، اصولِ فقہ کے مسائل میں سے فرض وواجب کی تعریف اور پھر ان کی اعتقادی وعملی کی طرف تقسیم ہے، اس بارے میں علماء کے اقوال جامعیت کے ساتھ نہیں ملتے لیکن **اعلیٰ حضرت** نے تعریف وقیود میں مکمل جامعیت کو ملحوظ رکھا ہے۔ یہاں ہم دلائل کو چھوڑ کر فقط تعریفات پر اکتفا کرتے ہیں۔۔۔

(1) **فرض**: جس فعل کا ثبوت ولزوم دلالتِ قطعی کے طور پر ہو اور اس کا انکار کفر، ترک موجبِ استحقاقِ عذاب ہو، ترک خواہ دائماً ہو یا نادراً۔

(2) **واجب:** جس فعل کا ثبوت ولزوم دلالتِ قطعی کے طور پر نہ ہواور اس کا انکار کفر نہ ہو،لیکن اس کا ترک موجب استحقاقِ عذاب ہو خواہ ترک دائماً ہو یا نادراً۔

(3) **سنتِ مؤکدہ:** جس فعل کا تاءکد (تاکید) مواظبتِ (ہمیشگی) رسول سے ثابت ہواور اِس کا عادتاً ترک موجبِ عذاب ہواور نادراً ترک موجبِ استحقاقِ عتاب ہو۔

(4) **سنتِ غیر مؤکدہ:** جس فعل کا ترک کرنا موجبِ استحقاقِ عتاب ہو،خواہ ترک عادتاً ہو یا نادراً۔

(5) **مستحب:** جس کام کے کرنے پر ثواب ہواور ترک پر نہ ثواب نہ عتاب ہو،خواہ عادتاً ہو یا نادراً۔

(6) **مباح:** جس کا کرنا نہ کرنا برابر ہو،نہ فعل پر عتاب نہ ترک پر،خواہ عادتاً ہو یا نادراً۔

(7) **حرام:** جس کام سے روکنے کا لزوم وثبوت دلالتِ قطعی سے ہو،اور اس کا انکار کفر ہو،اور اس کا فعل (کرنا) موجبِ اِستحقاقِ عذاب ہو خواہ فعل دائماً ہو یا نادراً۔

(8) **مکروہِ تحریمی:** جس کام سے روکنے کا ثبوت ولزوم دلیل ظنی سے ہواور اس کا انکار کفر نہ ہو،لیکن اس کا فعل موجبِ استحقاقِ عذاب ہو،خواہ فعل دائماً ہو یا نادراً۔

(9) **اساءت:** جس کام کا عادتاً کرنا موجبِ استحقاقِ عذاب اور نادراً کرنا موجبِ عتاب ہو۔

(10) **مکروہِ تنزیہی:** جس کا مطلقاً کرنا موجبِ اِستحقاقِ عتاب ہو،خواہ عادتاً ہو یا نادراً۔

(11) **خلافِ اولیٰ:** جس کام کا نہ کرنا موجبِ استحقاقِ ثواب اور کرنا نہ موجبِ استحقاقِ عذاب ہواور نہ ہی موجبِ استحقاقِ عتاب ہو،خواہ عادتاً کیا جائے یا نادراً۔

وضعِ ضوابطِ کلیہ

جس طرح اصولِ فقہ علمِ فقہ کی قریبی اساس ہے،ایسے ہی ضوابطِ کلیہ اور قواعدِ کلیہ فقہیہ بھی علمِ فقہ کے اہم ترین امور میں سے ہیں، کیونکہ شریعتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اصول وفروع پر مشتمل ہے اور اصول پھر دو قسم کے ہیں۔

(1) اصولِ فقہ:

(2) ضوابطِ کلیہ:

اعلیٰ حضرت جس طرح اصولِ فقہ میں یگانۂ روزگار تھے ایسے ہی قواعدِ کلیہ میں بھی نویدِ عصر تھے، بلکہ آپ نے خود بہت سارے ضوابط کلیہ وضع بھی فرمائے ہیں،جن سے آپ کی خداداد صلاحیتِ علمیہ اور بصیرتِ فقہیہ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے اور یہ بات مسلّم ہے کہ **اعلیٰ حضرت** علمِ فقہ میں اپنی مثال آپ تھے اور یہ طے شدہ امر ہے کہ علمِ فقہ بنی نوع انسان کے تمام معاملات کو محیط ہے اور اس علم کا تعلق

براہِ راست قرآن وسنت سے ہے، لہٰذا جو فقہ کا عالم ہوگا وہ درحقیقت قرآن وحدیث کا عالم ہوگا اور قرآن وسنت کا صحیح معنوں میں عالم وہ ہے جس پر علوم ومعارف کے سربستہ راز کھول دیئے گئے ہوں، اور جس کے سینے پر رموز واسرار خود بخود منکشف ہو گئے ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے **اعلیٰ حضرت** کو یہ خصوصی مقام عنایت فرمایا تھا کہ آپ کے سینے کو اللہ تعالیٰ نے علوم ومعارف کے گنجینے کی حیثیت عطا فرمائی تھی، یہی وجہ ہے کہ آپ نے ایسے ضوابط وضع فرمائے ہیں جو نہ متاخرین ومتقدمین کی کتب میں ملتے ہیں نہ ہی آپ کے معاصرین علمائے کرام کی کتب میں۔ اب ہم آپ کے وضع کردہ ضوابطِ کلیہ وقواعدِ فقہیہ میں سے چند ضابطے (اور ہم یہاں صرف ایک) بطور نمونہ پیش کرتے ہیں۔

روزہ ٹوٹنے کا قانون :

مفطراتِ صوم (روزہ توڑنے والے کاموں) کے بارے **اعلیٰ حضرت** نے ایک ضابطہ کلیہ وضع فرمایا ہے، روزہ دار کے پیٹ میں داخل ہونے والی اشیاء تین قسم کی ہیں.

(1) جن سے بچنا محال ہو۔۔۔(2) جن سے کلی (مکمل) طور پر احتراز کرنا انسان کی قدرت سے باہر ہو یعنی کبھی نہ کبھی انسان کا ان کیساتھ سابقہ ضرور پڑتا ہے جیسا کہ دھواں وغیرہ۔۔۔(3) وہ اشیاء جن سے ہمیشہ بچ سکتا ہے، اگرچہ بعض حالات میں مجبور ہو، جیسے طعام وشرب (کھانا پینا)۔

اس کے بعد فرمایا کہ پہلی قسم کی اشیاء بہرصورت مفطرات سے خارج ہیں، اور قسمِ دوم بے قصد واختیار مفطرِ صوم نہیں اور بقصد وارادہ مفطر ہیں، اور قسمِ سوم ہر صورت میں مفطرِ صوم ہیں خواہ قصد ہو یا نہ۔

ندرتِ تخریج

فقیہ اس کو نہیں کہا جاتا جو فقہ کی کتب سے عبارت نقل کر کے اپنا فیصلہ سنا دے، بلکہ فقیہ وہ شخصیت ہوتی ہے جس کی نظر قرآن وحدیث پر ہوتی ہے اور وہ جہاں قرآن وسنت کے صریح جملوں سے مسائل کے استنباط کی قوت کا مالک ہوتا ہے وہاں وہ شارع کے اشارات و کنایات سے بھی تخریج مسائل کی قدرت رکھتا ہے، کسی فقیہ کی بصیرت وفقاہت صحیح معنوں میں تب ظاہر ہوتی ہے جبکہ وہ قرآن وحدیث کے اشارات وکنایات سے مسائل کا استنباط کرے۔

اللہ تعالیٰ نے **امام احمد رضا** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس عظیم مقام سے بھی نوازا تھا، آپ صحیح معنوں میں فقیہ تھے، آپ کے سامنے قرآنی آیات اور احادیث بھی تھیں اور عبارات فقہیہ بھی۔ آپ نے جہاں قرآن وحدیث کے واضحُ الدّ لالۃ جملوں سے مسائل کا استنباط فرمایا وہاں قرآن وسنت کے اشارات وکنایات سے بھی تخریجِ مسائل فرمایا، جو آپ کی شان تفقہ، قوتِ نگاہ اور عمیق نظر پر شاہدِ عادل ہے۔ لہٰذا ندرتِ تخریج کی چند مثالیں (اور یہاں صرف ایک) بطور نمونہ پیش کی جاتی ہیں۔

دعاء بعد نمازِ عید :

بعض حضرات نمازِ عید کے بعد دعاء مانگنے کو ناجائز و بدعت کہتے تھے اور اس پر مولانا عبدالحیٔ لکھنوی کا فتویٰ پیش کرتے تھے کہ انہوں نے منع فرمایا ہے۔ **اعلیٰ حضرت** نے متعدد آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ سے دعاء بعدِ صلوٰۃُ العید کے جواز پر استدلال فرمایا، ان احادیث میں ایک بیہقی کی حدیث بھی پیش فرمائی کہ:

العامل انما یو فی اجرہ اذاقضی

''مزدور کو عمل سے فارغ ہوتے ہی اجر ملتا ہے''

تو بندہ بھی جب اپنے مولیٰ کی اطاعت و بندگی سے فارغ ہوتا ہے تو اس کے لیے بارگاہِ خداوندی سے اپنی حاجات طلب کرنے کا بہترین موقع ہے، جس میں بندہ اپنے خالقِ حقیقی سے اپنی مشکلات کے حل اور اپنی حاجات کی طلب کے لیے گڑگڑا کر دعا مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی اس دعا کو درجہءِ قبولیت واجابت عطا فرمائے گا۔ اس حدیث پاک سے آپ کا یہ نفیس استنباط آپ کی فقہی بصیرت کی واضح دلیل ہے۔

تطبیق بین الاقوال المتعارضه

اعلیٰ حضرت کی فقہی تحقیقات مختلف انواع پر منقسم ہیں، کہیں تو آپ نے جدید مسائل کا حل قرآن وسنت سے پیش فرمایا اور کہیں اصلاح واضافہ فرمایا، اور کبھی قواعدِ کلیہ وضع فرمائے، اور بعض مسائل میں فقہائے متقدمین کے اقوال میں جو اضطراب پایا جاتا تھا اس کو تطبیق کے ذریعہ رفع (دور) فرمایا اور کہیں متعارض اقوال میں ترجیح دی۔

آپ نے اقوالِ متبائنہ اور دلائلِ مختلفہ میں جہاں تطبیق دے کر اضطراب کو رفع فرمایا ہے ان میں سے ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔

وضو میں پانی خرچ کرنے کے بارے میں اقوالِ متبائنہ کے مابین تطبیق :

وضو میں بلاسبب پانی خرچ کرنے کے بارے میں فقہائے کرام کی عبارات میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض نے حرام قرار دیا اور بعض فرماتے ہیں مکروہ تحریمی ہے، اور کچھ حضرات فرماتے ہیں بغیر کسی سبب کے پانی کا صرف کرنا مکروہِ تنزیہی اور بعض حضرات کے نزدیک بلاسبب وضو میں پانی کا خرچ کرنا خلاف اولیٰ ہے۔

سطحی نظر سے دیکھا جائے تو یہ اقوال باہم متبائن ومتضاد نظر آتے ہیں، لیکن **امام احمد رضا** نے ان چاروں اقوال کا الگ الگ محل (مقام) بیان فرما کر ان میں تطبیق دی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

جن حضرات نے حرام قرار دیا ہے اس کا محل یہ ہے کہ وضو میں سنت سمجھ کر بلاضرورت پانی خرچ کیا جائے۔۔۔اور مکروہِ تحریمی کا محل یہ ہے کہ بلا اعتقادِ سنت و بلاضرورت وضو میں پانی اس طرح خرچ کیا جائے کہ وہ پانی ضائع ہو جائے۔۔۔اور مکروہِ تنزیہی اس صورت میں

ہے کہ نہ سنت کا اعتقاد ہو اور نہ پانی ضائع کرنے کا ارادہ، لیکن عادتاً بلاضرورت پانی خرچ کیا جائے۔۔۔اور خلافِ اولیٰ اس صورت میں کہ نہ اعتقادِ سنت ہو اور نہ اضاعت ہو نہ بلاضرورت خرچ کرنے کی عادت ہو بلکہ نادراً بلاضرورت پانی خرچ کیا ہو۔

اس تحقیق کے بعد فرماتے ہیں اگر ان وجوہِ اربعہ کے علاوہ کسی غرض صحیح میں وضو کرتے ہوئے تین مرتبہ سے زائد پانی استعمال کرے تو بلاشبہ جائز اور صحیح ہے اور اس کی بھی چار صورتیں بیان کیں۔

(1) گرمی کی شدت سے بچنے اور بدن کو ٹھنڈک پہنچانے کے لیے زیادتی کی جائے۔

(2) بدن سے گندگی و میل کے ازالہ کرنے اور تنظیف (صفائی و پاکیزگی) کی خاطر تین سے زیادہ مرتبہ دھویا جائے۔

(3) دو یا تین بار میں شک پڑ جائے تو ازالہء شک کے لئے تین سے زائد مرتبہ پانی استعمال کیا جائے اور اَقل (کم تر) مقدار پر بناء کر کے ایک مرتبہ کا اضافہ کیا جائے۔

(4) وضو ''نورٌ علیٰ نور'' کے مقصد سے دوبارہ وضو کیا جائے۔

اقوالِ متبائنہ میں ترجیح

حقیقت بات یہ ہے کہ **اعلیٰ حضرت** نے جہاں تطبیق و تخریج کے ذریعہ فقہ کی خدمت کی وہاں آپ نے آئمہء سابقین و علمائے متقدمین کی تخریجات میں جو تسامح (اس طرح بیان کرنا کہ مطلب صاف ظاہر نہ ہو) ہوا ہے اس کی بھی نشاندہی فرمائی، اور بیشتر مقامات کی تنقیح (کسی چیز کو زوائد اور عیوب سے پاک کرنا) بھی فرمائی اور فقہائے متقدمین کے اقوالِ متبائنہ (مختلف) میں ترجیح (فوقیت دینا) بھی فرمائی۔

اس قسم کے متعدد مسائل تھے جو تشنہء ترجیح تھے آپ نے اسباب و علل کی روشنی میں ترجیح فرمائی، چنانچہ اس دعوے کے ثبوت پر ایک مثال بطور نمونہ پیش کی جاتی ہے۔

مسواک قبل از وضو سنت ہے یا کہ بوقتِ کلی:

فقہائے کرام کے مابین مسواک کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ مسواک قبل از وضو سنت ہے یا کہ بوقتِ کلی۔ علمائے کرام کی ایک جماعت کلی کے وقت مسواک کرنے کو سنت قرار دیتی ہے، امام ابن ہمام بھی اسی کے قائل ہیں اور بعض حضرات قبل از وضو مسواک کو سنت قرار دیتے ہیں اور صاحب ''علیہ'' بھی اسی کے قائل ہیں۔ چنانچہ ان کی عبارت ہے:

ان یکون فی حالة المضمضة علی قول بعض المشائخ

اور امام ابن ہمام نے اپنے مختار کو ثابت کرنے کے لیے ایک حدیث بھی پیش کی کہ:

لو لا ان اشق علیٰ امتی لا مرتھم بالسواک عند کل وضوء

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ: ان کی پیش کردہ حدیث سے مسواک کا وضو کے اندر ہونا تو کیا وضو کے متصل ہونا بھی ثابت نہیں ہوتا

کیونکہ انہوں نے **"عند کل وضو"** کے لفظ سے استدلال کیا ہے حالانکہ لفظ "عند" عام ہے خواہ وہ وضو کے اندر ہو یا متصل ہو یا غیر متصل، نیز حدیثِ مذکور میں وقتِ مضمضہ کا بھی ذکر نہیں۔

اس کے بعد **اعلیٰ حضرت** نے حضرتِ ابن ہمام ہی کی تائید میں تین حدیثیں پیش فرمائیں۔ پھر اپنی طرف سے ان کا محققانہ جواب دیا کہ ان احادیث سے اُن کا مؤقف واضح طور پر ثابت نہیں ہوتا۔ **اعلیٰ حضرت** فرماتے ہیں کہ: درحقیقت مسواک قبل از وضو ہے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے پچیس صحابہ ءکرام نے آپ کے وضو کی کیفیت روایت کی ہے لیکن کسی نے بھی مسواک کا ذکر نہیں کیا، بلکہ وضو اور مسواک سے متعلق صدہا احادیث سامنے ہیں کسی ایک حدیث سے بھی وضو کے اندر مسواک کا ہونا ثابت نہیں۔

اس کے علاوہ بہت سارے فقہاء کرام نے خود تصریح فرمائی ہے کہ اگر مسواک کلی کے وقت سنت ہو تو یہ خرابی لازم آئے گی کہ بسا اوقات مسوڑھوں سے خون جاری ہو جاتا ہے، اگرچہ شافعیہ کے نزدیک خون ناقص وضو نہیں لیکن بالاجماع نجس تو ہے، لیکن اُن کی تصریح سے یہ نتیجہ اخذ ہوا کہ مسواک وضو میں کلی کے وقت مسنون نہیں ہونا چاہیے ورنہ افعالِ سابقہ کا اِعادہ لازم آئے گا کیونکہ خروجِ خون مظنون ہے، نیز مسلم شریف کی حدیث بھی پیش کی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

انه صلی الله تعالیٰ علیه والهٖ وسلم تسوك و توضاء ثم قام فصلی

جس سے مسواک قبل از وضو کا اشارہ ملتا ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ:

ان النبی صلی الله تعالیٰ علیه والهٖ وسلم لا یرقد من الیل ولا النهار فیستیقظ التسو ك قبل ان یتو ضاء

اصلاح و اضافہ

امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی فقہی تحقیقات مختلف انواع واقسام پر منقسم ہیں، کہیں تو متقدمین فقہاء کی نظروں سے جو گوشے مخفی رہ گئے تھے انہیں اجاگر فرمایا، اور کہیں قواعد وضوابط وضع فرمائے، اور کہیں اصلاح واضافہ سے کام لیا۔ اب صرف ایک جھلک پیش کی جاتی ہے کہ کیسے **اعلیٰ حضرت** نے اصلاح واضافہ کے ذریعہ فقہ کی خدمت فرمائی ہے۔

مسئلہء تیمم:

اعلیٰ حضرت نے تیمّم کے بارے میں لکھتے ہوئے تین سو گیارہ (311) امور بیان فرمائے کہ جن میں سے ایک سو اکیاسی (181) امور ایسے ہیں جن سے تیمّم کرنا جائز ہے اور ان ایک سو اکیاسی (181) امور میں سے چوہتر (74) امور وہ ہیں جنہیں فقہاء متقدمین نے بیان فرمایا تھا اور ایک سو سات (107) وہ امور ہیں جن کا **اعلیٰ حضرت** نے اپنی طرف سے اضافہ فرمایا اور یہ اضافہ امام اعظم علیہ الرحمہ کے مذہب کے اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا ہے۔ اسی طرح ایک سو اکیاسی (181) اشیاء سے عدمِ جوازِ تیمّم کو بیان فرمایا، جن میں سے اٹھاون (58) اشیاء فقہاء متقدمین نے بیان فرمائی ہیں اور بہتر (72) اشیاء کا عدمِ جواز آپ نے اپنے اجتہاد سے امامِ اعظم کے مذہب

پر بیان فرمایا۔

ایسے ہی وہ صورتیں جو پانی سے عجز کی وجہ سے تیمّم کے صحیح ہونے کے لیے عند الشرع مقبول ہوئی ہیں فقہاء کرام کی کتب میں ان کی مقدار چالیس سے پچاس تک بیان کی گئی ہے، لیکن **اعلیٰ حضرت** نے پانی سے عجز کی صورتین گنا ئیں تو ترتیب وار پونے دوسو تک (175) بتائیں۔

تیمّم کے بارے میں **اعلیٰ حضرت** نے جو تحقیق فرمائی ہے وہ کئی صفحات پر پھیلی ہوئی ہے، ہم نے بطور اختصار اس کا خلاصہ بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔

وہ پانی جس سے وضو جائز ہے، کی اقسام بیان کرتے ہوئے **اعلیٰ حضرت** نے ایک سو ساٹھ (160) پانی کی قسمیں بیان کی ہیں جن سے وضو جائز ہے اور ایک سو چھیالیس (146) وہ اقسام بیان کی ہیں جن سے وضو نا جائز ہے، اسی طرح پانی کے استعمال سے عجز کی ایک سو پچھتر (175) صورتیں بیان کی ہیں۔

اسی طرح کے اضافات آپ کے تبحرِ علمی کی عظیم شہادتیں ہیں، حقیقت بات یہ ہے کہ فقہ میں آپ اپنی نظیر نہ رکھتے تھے۔ آپ کے فتاویٰ پر نظر ڈالنے والا اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسے علوم عطا فرمائے تھے کہ جن سے آج دنیا کے ہاتھ خالی ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ عرب وعجم کے علماء نے اپنی گردنیں جھکا کر تسلیم کیا کہ **امام احمد رضا** اپنے وقت کے بے مثال فقیہ اور عالم دین ہیں۔

تکاثرِ دلائل

اعلیٰ حضرت جب کسی مسئلے پر بحث کرتے ہیں تو ایک ایسے فقیہ کی تصویر ابھرتی نظر آتی ہے جو قوتِ اجتہاد، بصیرتِ فکر، ذہانت و تعقل اور علمی استحضار میں دور دور تک اپنی مثال نہیں رکھتا۔ آپ جب کسی مسئلے پر بحث کرتے ہیں تو دلائل کا انبار لگا دیتے ہیں۔ دلائل کی کثرت آپ کے فتاویٰ میں اس حد تک ہے کہ کئی سو سال کے فقہا کے درمیان یکتا و یگانہ دکھائی دیتے ہیں۔ تکاثرِ دلائل کی ایک مثال پیشِ خدمت ہے۔

عدم جوازِ تکرار نمازِ جنازہ:

اعلیٰ حضرت سے کسی نے نماز جنازہ کے اعادہ کے متعلق سوال کیا کہ کیا مذہب حنفی کی رو سے نماز جنازہ دوبارہ پڑھنی جائز ہے یا کہ نہیں؟ تو آپ نے اِعادہ کے عدمِ جواز پر پچاس (50) کتبِ متون وشروح اور فتاویٰ کی دوسوسات (207) عبارات پیش کیں اور نماز جنازہ کے تکرار کے ناجائز و گناہ ہونے پر مذہب حنفی کا اجماع ثابت کیا۔

فقہائے متقدمین اور اعلیٰ حضرت

اعلیٰ حضرت ایسے فقیہ تھے کہ آپ کی فقاہت کے سبب علم وفضل کے اُن مخفی گوشوں تک صاحبانِ طلب کی رسائی ہوئی جو راہنمائی کی نایابی کے باعث مجبور بیٹھ گئے تھے، **امام احمد رضا** ایک مقلد تھے، آپ کا فقہی مسلک حنفی تھا، لیکن آپ ایسے مقلد تھے کہ جس کی تقلید کے

دامن میں اجتہاد واستنباط کی وسعتیں اپنی تمام تر گہرائیوں اور گیرائیوں کے ساتھ سمٹ کر آ گئی تھیں۔

آپ **امام اعظم** کے سچے مقلد اور متشدد متبع ہیں اور اُن کی اصابتِ رائے اور اجتہاد وفکر اور قیاس واستحسان کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہیں، لیکن **امامِ اعظم** کے متبعین ومقلدین فقہاء کرام کا دامنِ ادب تھام کر ایک مجتہد کی طرح ضرور اختلاف کرتے ہیں اور پختہ رائے سے اپنا مؤقف ثابت کرتے ہیں۔ حقیقت بات یہ ہے کہ اَسلافِ والا مرتبت جو علم وفن کی بلندیوں پر کمندیں ڈالتے تھے اُن سے معارضہ اور تعاقب کوئی آسان بات نہیں، اُن سے اختلافِ رائے اور اُن کے اقوال کے تعاقب کے لیے اور قولِ مرجح (راجح) کو پیش کرنے کے لیے ویسا ہی فضل وکمال درکار تھا جیسا کہ علمائے متقدمین کو حاصل تھا۔

اب ہم ایسی چند امثلہ پیش کرتے ہیں جن میں **اعلیٰ حضرت** نے فقہائے متقدمین سے اختلاف رائے فرمایا اور اپنے موقف کو دلائل وبراہین سے ثابت فرمایا ہے، جن سے آپ کے فقہی مقام کی بلندی وعظمت اور اجتہادی قوت وبصیرت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

علامہ سیّد طحاوی اور اعلیٰ حضرت :

فقہائے کرام نے ایک ضابطہ بیان فرمایا ہے کہ جو شئے بھی جسم سے بوجہِ مرض خارج ہو وہ ناقضِ وضو ہے، اِس قاعدہ کی بناء پر علامہ طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے درِّ مختار کے حاشیہ میں فرمایا کہ ''زکام سے بھی وضو ٹوٹ جائے گا''

امام احمد رضا نے علامہ طحاوی کا تعاقب فرمایا کہ فقہاء کا یہ ضابطہ مطلقاً نہیں بلکہ مقید ہے، کہ بیماری سے خارج ہونے والی اس شئے میں خون یا پیپ کی آمیزش کا شائبہ ہو۔

اس پر آپ نے فقہ کی مختلف کتب کی عبارات پیش کیں کہ جن میں اس کی تصریح موجود ہے۔ قاعدہ کی وضاحت کے علاوہ زُکام کے ناقضِ وضو نہ ہونے پر مستقل دلیلیں بھی رقم فرمائیں۔

(1) فقہائے کرام نے یہ تصریح فرمادی ہے کہ دماغ سے نازل ہونے اور پیٹ سے صادر ہونے والے بلغمی رطوبات ظاہر ہیں، اِن کا اِخراج ناقضِ وضو نہیں اور زکام کے ذریعہ بھی ناک کے راستے رطوبتِ بلغمی کا اخراج ہوتا ہے، لہٰذا زکام کا خروج ناقضِ وضو نہیں۔

(2) فقہائے کرام نے ضابطہ مقرر فرمایا ہے کہ نجاست کا خروج موجبِ حدث ہے۔

(3) زکام ایک عام چیز ہے، دنیا کا کوئی شخص بھی جس نے چند سال عمر پائی ہو وہ اس میں ضرور مبتلا ہوا ہوگا، ایسے ہی صحابہ وتابعین و آئمہ بھی اس سے محفوظ نہیں رہے ہونگے، اگر زکام ناقضِ وضو ہوتا تو اُن حضرات کی طرف سے تصریحات ملتیں، حالانکہ کہیں بھی کوئی تصریح نہیں پائی جاتی، بارہ سو برس بعد علامہ سید طحاوی نے ہی زکام کو ناقضِ وضو قرار دیا ہے، اِس لیے اُن کا یہ قول محلِّ نظر، بلکہ غیرِ مفتیٰ بہ ہے۔ یہ **امام احمد رضا** کا ہی فقہی مقام ہے کہ امام طحاوی جیسے محدث وفقیہ کا تعاقب فرما کر اپنے مؤقف کو دلائل سے مبرہن فرمایا۔

علامہ شامی اور اعلیٰ حضرت:

درِّ مختار ''باب المیاہ'' سے ذرا پہلے فروع میں یہ مسئلہ مذکور ہے

ومحو بعض الکتابۃ بلریق یجوز وقد وردالنھی فی محواسم اللہ بالبزاق وعنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ''القرآن احب الی اللہ تعالیٰ من السموات والارض ومن فیھن ۔''

کسی تحریر کوتھوک سے مٹانا جائز ہے البتہ رب تعالیٰ کا نام تھوک سے مٹانے کے بارے میں ممانعت آئی ہے۔اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے مروی ہے: ''قرآن اللہ تعالیٰ کے نزدیک آسمانوں اور زمین اوران سب لوگوں سے افضل ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں'' اس سے اس بات کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ قرآن کا مٹانا ممنوع ہے۔

اس حدیث میں قرآن کو آسمانوں اور زمین اوران میں رہنے والوں سب سے افضل بتایا گیا ہے۔اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا قرآن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے بھی افضل ہے یا نہیں؟ بعض علماء اثبات کے قائل ہیں بعض نفی کے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں ظاہر حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ قرآن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے بھی افضل ہے اور مسئلہ اختلافی ہے زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ توقف کیا جائے۔**امام احمد رضا خان** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''جدالممتار'' میں ''**والاحوط الوقف**'' (زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ توقف کیا جائے) کے تحت فرماتے ہیں:

لاحاجۃ الی الوقف والمسئلۃ واضحۃ الحکم عندی بتوفیق اللہ تعالیٰ فان القرآن ان ارید بہ المصحف اعنی القرطاس والمداد فلاشك انہ حادث وکل حادث مخلوق فالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم افضل منہ وان ار یدبہ کلام اللہ تعالیٰ الذی ھی صفتہ فلاشك و ان صفاتہ تعالیٰ افضل عن جمیع المخلوقات وکیف یساوی غیرہ مالیس بغیرہ تعالیٰ ذکرہ وبہ یکون التوفیق بین القولین ۔

توقف کی کوئی ضرورت نہیں، میرے نزدیک خدا کی توفیق سے مسئلہ کا حکم واضح ہے،اسلئے کہ قرآن سے اگر مصحف یعنی کاغذ اور روشنائی مراد ہے تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ حادث ہے اور ہر حادث مخلوق ہے،اور جو بھی مخلوق ہے اس سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم افضل ہیں اور اگر قرآن سے مراد کلامِ باری تعالیٰ ہے جو اُس (اللہ رحمٰن) کی صفت ہے تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ صفاتِ باری تعالیٰ جمیع مخلوقات سے افضل ہیں،اور مخلوق جو غیرِ خدا ہے بھلا اُس کی صفت کے برابر کیونکر ہوسکتی ہے۔

اُس کا ذکر بلند ہو ہماری اس توجیہ سے دونوں مختلف قولوں میں تطبیق بھی ہو جائے گی۔یعنی جن علماء نے قرآن کو افضل بتایا قرآن سے ان کی مراد کلامِ الٰہی صفتِ خداوندی ہے صفاتِ باری تعالیٰ بلاشبہ تمام مخلوق سے افضل ہیں اور جن علماء نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو قرآن سے افضل بتایا قرآن سے ان کی مراد مصحف ہے جو کاغذ اور روشنائی کا مجموعہ ہے۔یقیناً سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم اس سے افضل ہیں۔

یہ ہے **امام احمد رضا** کی فقاہت فی الدین اور دقتِ نظر،مسئلے کا حل بھی اور کلماتِ علماء میں تطبیق بھی جو بجائے خود ایک مشکل فن ہے۔

(اماماحمد رضا کی فقہی بصیرت از محمد احمد مصباحی مطبوعہ مکتبہ رضا دار الاشاعت لاہور ص40)

امام نَوَوِی اور اعلیٰ حضرت:

وضو سے فارغ ہونے کے بعد اعضائے وضو کو کپڑے سے پونچھنے کے بارے میں بعض حضرات کراہیت کے قائل ہیں۔اس پر صحیحین کی ایک حدیث پیش کرتے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم غسل سے فارغ ہوئے تو ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پونچھنے کے لیے ایک کپڑا پیش کیا تو آپ نے کپڑا نہ لیا اور پانی کو ہاتھ سے پونچھ پونچھ کر جھاڑ دیا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وضو وغسل کے بعد کپڑے سے پونچھنا مکروہ ہے۔امام نووی اس روایت کی تاویل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:ممکن ہے کہ وہ کپڑا میلا ہو اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے اس بنا پر واپس کیا۔لہٰذا یہ ایک خاص واقعہ ہے جس کو عموم پر محمول نہیں کیا جاسکتا۔

مگر **اعلیٰ حضرت** کو یہ تاویل پسند نہیں آئی کیونکہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زیادہ کون حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی نظافت اور لطافتِ طبع کو جاننے والا ہوسکتا ہے **اعلیٰ حضرت** فرماتے ہیں:

و فیه بعد ان تکون ام المومنین اختارت له صلی الله تعالیٰ علیه والهٖ وسلم مثل هذا مع علمها بکمال نزافته ولطافته صلی الله تعالیٰ علیه والهٖ وسلم۔

امام نووی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی نظافتِ طبع تو ظاہر کی مگر ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نظافت طبع اور مزاج شناس رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ہونے کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔پھر اس کے بعد **اعلیٰ حضرت** نے اپنی طرف سے تاویل کی کہ آپ نے کپڑا بوجہ عجلت قبول نہیں فرمایا تھا،اس تاویل پر پھر اعتراض کیا کہ اگر آپ کو جلدی تھی تو پھر پونچھنے اور ہاتھ سے صاف کرنے میں کیا فرق پڑتا ہے حالانکہ آپ نے ہاتھ سے صاف فرمایا ہے۔

اس کا خود ہی جواب دیا کہ ''بخاری شریف'' کی حدیث میں ہے **فانطلق وهو ینفض یدیه** جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو عجلت تھی اس لیے ہاتھوں کو جھاڑتے ہوئے تشریف لے گئے اور کپڑے کو ساتھ لے جانا مناسب نہ سمجھا۔اس کے بعد **اعلیٰ حضرت** فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے اعضاء کو کپڑے سے پونچھنے کی ممانعت پر استدلال کرنا صحیح نہیں بلکہ یہ کپڑے سے پونچھنے کی سنت پر دلیل ہے کیونکہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا آپ کی خدمت میں کپڑا پیش کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ آپ کی عادتِ مبارکہ تھی۔

علامہ ابن نُجیم اور اعلیٰ حضرت:

وضو میں جو اعضاء دھوئے جاتے ہیں ان پر پانی بہانا فرض ہے لیکن فقہاء کرام نے اس میں کچھ باریکیاں پیدا فرمادی ہیں۔**اعلیٰ حضرت** بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ منہ ہاتھ پاؤں تینوں اعضائے مذکورہ پر پانی بہانا ضروری ہے،فقط بھیگا ہاتھ پھیرنا یا تیل کی

طرح چپڑ لینا بالا جماع کافی نہیں۔ بلکہ ان تمام اعضاء کے تمام ذروں سے کم از کم دو دو بوندیں گزریں۔

اس کے بعد ابن نجیم کا قول نقل کیا کہ وہ کہتے ہیں کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک غسل کے معنیٰ صرف تر کرنے کے ہیں۔ خواہ اپنی جگہ سے بہے یا نہ بہے۔ **اعلیٰ حضرت** فرماتے ہیں کہ: امام ابو یوسف کا یہ قول اپنے ظاہر پر نہیں بلکہ اس کی تاویل کی گئی ہے غسل کا معنیٰ یہ ہے کہ عضوِ مغسولہ سے ایک یا دو قطرے بہ جائیں، لیکن پے در پے قطرات نہ ٹپکیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے غسل کا حکم دیا ہے اور اگر یہ قول اپنے ظاہر پر رہے تو پھر یہ نہ لغتاً غسل ہے اور نہ شرعاً کیونکہ لغت میں غسل میل وغیرہ کو دور کرنے اور پانی کو جاری کرنے کو کہا جاتا ہے

امام ابن ھمام اور اعلیٰ حضرت :

امام ابنِ ھمام وضو میں بسم اللہ اور ذکر الٰہی کو واجبِ عملی قرار دیتے ہیں۔ **اعلیٰ حضرت** ان کا قول نقل کر کے فرماتے ہیں:

لم یات المستد ل بشیء حتی سمع ماسمع

اور فرماتے ہیں کہ: مسئلہ تسمیہ (بسم اللہ) میں صرف علامہ ابنِ ھمام نے ہی یہ قول کیا ہے یہ نہ ائمہء مذہب سے منقول ہے اور نہ ہی محققین کے ہاں مقبول، بلکہ ابنِ ھمام کے اپنے شاگرد قاسم نے کہا کہ ہمارے شیخ کی جو مباحث مذہب کے مخالف ہونگی وہ معتبر نہیں۔

یہ ہیں وہ چند مقامات جہاں پر **امام احمد رضا** نے متقدمین سے اختلاف کیا اور اپنے مؤقف و دلائل کو براہین سے ثابت فرمایا۔ ان کے علاوہ متعدد مقامات ایسے ہیں کہ جہاں **امام احمد رضا** نے علمائے متقدمین سے اختلاف رائے فرمایا اور اپنی اصابتِ فکر اور اجتہادی قوت سے اپنے مؤقف کو ثابت فرمایا۔

(مقالاتِ فریدیہ از مفتی شیخ فرید مطبوعہ مکتبہ ضیاء العلوم پبلی کیشنز راولپنڈی ص 333-274)

علمائے معاصرین اور اعلیٰ حضرت

علمائے متقدمین اور **اعلیٰ حضرت** کے حوالے سے تو ہم پڑھ چکے، آیئے! اب ذرا علمائے معاصرین کے حوالے سے بھی ایک مختصر جائزہ لیتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ آپ کے دور میں نہ صرف ہندوستان بلکہ پوری دنیا میں آپ کے پائے کا عالم اور فقیہ نظر نہیں آتا، یہی وجہ ہے کہ علمائے حرمین جب کاغذی نوٹ کے جواز پر فتویٰ لکھنے سے قاصر رہے تو انھوں نے آپ ہی کی طرف رجوع کیا

جب **اعلیٰ حضرت** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دوسرے حج پر تشریف لے گئے تو علمائے حرمین شریفین آپ کے علمی کمالات کے پیش نظر آپ کے گرویدہ ہو گئے یہاں تک کہ اُنہوں نے آپ کی شاگردی کو اختیار کرنے کو اپنے لیے شرف جانا، اس کی تفصیل ہم حج کی فصل میں پڑھ چکے ہیں، یہاں صرف ایک خاص واقعہ کا ذکر کیا جاتا ہے تاکہ قارئین کو آپ کی شانِ تفقہ کا اندازہ ہو سکے۔

علمائے حرمین کا آپ کی طرف رجوع کرنا :

''ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت'' میں ہے **اعلیٰ حضرت** کی زبانی اسکی روداد بیان کی گئی ہے، فرماتے ہیں:

مکہ معظّمہ میں بنام ''عِلم'' (اہل علم) کوئی صاحب ایسے نہ تھے جو فقیر سے ملنے نہ آئے ہوں، سوا شیخ عبداللہ بن صدیق بن عباس کے کہ اُس وقت مفتیء حنفیہ تھے اور وہاں مفتیء حنفیہ کا منصب شریف (حاکم مکہ) سے دوسرے درجے میں سمجھا جاتا ہے، اپنے منصب کی جلالتِ قدر (یعنی عظیم الشان ہونے) نے اُنہیں فقیر غریبُ الوطن کے پاس آنے سے روکا۔ اپنے ایک شاگرد ِخاص کو فقیر کے پاس بھیجا کہ حضرتِ مفتیء حنفیہ نے بعدِ سلام فرمایا ہے کہ میں آپ کی زیارت کا بہت مُشتاق ہوں۔

مولانا سید اسمٰعیل اس وقت میرے پاس بیٹھے تھے۔ میں نے چاہا کہ حاضری کا وعدہ کروں مگر اللہُ اَعْلَم حبیبِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کرم نے ان اَکابر کے دل میں اِس ذرہء بے مقدار کی کیسی وقعت ڈالی تھی، فوراً روکا اور فرمایا : واللہ (خدا کی قسم) تمام علماء ملنے آئے ہیں وہ کیوں نہیں آتے! میں اُن کی قَسم کے سبب مجبور رہا، مگر تقدیرِ الٰہی میں اُن سے ملنا تھا اور نئی شان سے تھا۔

اس کا ذریعہ یہ ہوا کہ انہیں دنوں میں مولانا عبداللہ میر داد و مولانا حامد احمد محمد جدّاوی نے نوٹ کے بارے میں فقیر سے استفتاء کیا تھا جس میں بارہ سوالات تھے اور میں نے بکمال اِسْتِعْجَال (یعنی انتہائی جلدی میں) اس کے جواب میں رسالہ **''كِفْلُ الْفَقِيهِ الْفَاهِمِ فِي اَحْكَامِ قِرطَاسِ الدَّرَاهِم''** تصنیف کیا تھا، وہ تبییض (صاف کرنے) کے لیے حرم شریف کے کتب خانے میں سید مصطفٰے برادرِ خورد مولانا سید اسمٰعیل کے پاس تھا کہ نہایت جمیل الخط ہیں۔

زمانہء سابق میں جب میرے استاذ الاستاذ حضرت مولانا جمال بن عبداللہ بن عمر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جبکہ وہ مفتیء حنفیہ تھے، اُن سے نوٹ کے بارے میں سوال ہوا تھا اور جواب تحریر فرمایا تھا کہ:

''علم علماء کی گردنوں میں امانت ہے مجھے اس کے جزئیہ کا کوئی پتہ نہیں چلتا کہ کچھ حکم دوں۔''

ایک دن میں کتب خانہ میں جاتا اور ایک شان دار صاحب کو بیٹھے دیکھتا ہوں کہ میرا رسالہ **''كِفْلُ الْفَقِيه''** مطالعہ کر رہے ہیں۔ جب اس مقام پر پہنچے، جہاں میں نے ''فتح القدیر'' سے یہ عبارت نقل کی ہے کہ:

''اگر کوئی شخص اپنے ایک کاغذ کا ٹکڑا ہزار روپیہ کو بیچے جائز ہے مکروہ نہیں'' (فتح القدیر، کتاب الکفالۃ)

پھڑک اٹھے اور اپنی ران پر ہاتھ مار کر بولے:

''اَيْنَ جمالُ بْنُ عَبدِ اللّٰه مِن هٰذا النَّصِّ الصَّرِيح!''

'' حضرت جمال بن عبداللہ اس نصِ صریح سے کہاں غافل رہے!''

پھر کوئی مسئلہ دیکھنا تھا اس کے لئے کتابیں نکلوائیں، ان کی عبارتیں نکال کر نقل کرنا چاہتے تھے اور میں رسالے کی نَقْل کی تَصْحِیح کر رہا تھا۔ اس وقت تک نہ انہوں نے مجھے جانا ہے نہ میں نے ان کو، اتنے میں انہوں نے دوات ایک ایسی کتاب پر رکھ دی جسے نہ دیکھ رہے تھے نہ اس سے کچھ نَقْل کر رہے تھے، میں نے ان پر اعتراض نہ کیا بلکہ کتاب کی تعظیم کے لئے (دوات) اتار کر نیچے رکھ دی، انہوں نے پھر

اٹھا کر کتاب پر رکھ دی اور کہا "**بَحْرُ الرَّائِق**" "**کتَابُ الْکَرَاہِیَّہ**" میں اس کے جواز کی تصریح ہے۔

میں نے ان سے یہ تو نہ کہا کہ "**بَحْرُ الرَّائِق**" "**کتَابُ الْکَرَاہِیَّۃ**" تک کب پہنچی وہ تو "**کتَابُ الْقَضَاء**" میں ہی ختم ہوگئی ہے، ہاں یہ کہا کہ ایسا نہیں بلکہ (کتاب پر دوات رکھنے کی) ممانعت کی تصریح فرمائی ہے (ہاں) مگر لکھتے وقت بضرورت مثلاً وَرَق ہوا سے اُڑیں نہیں، کہا کہ میں لکھنا ہی تو چاہتا ہوں میں نے کہا: "ابھی لکھتے تو نہیں ہو"، وہ خاموش ہو رہے اور حضرت سید اسمٰعیل سے مجھے (میرے بارے میں) پوچھا، انہوں نے فرمایا کہ یہ ہی اس رسالے کا مصنّف ہے، اب ملے مگر خجلت (یعنی شرمندگی) کے ساتھ اور عجلت کے ساتھ (یعنی جلدی سے) اٹھ گئے۔ حضرت سید اسمٰعیل نے فرمایا "سُبْحَانَ اللہ! یہ کیسا واقعہ ہوا۔"

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا مصطفیٰ رضا خان مکتبہ المدینہ ص200-199)

اگر امامِ اعظم آپ کے فتاویٰ دیکھتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں:

مندرجہ بالا بیان سے علمائے حرمین کی نظر میں **اعلیٰ حضرت** کے مقامِ رفیع کا اندازہ ہوتا ہے۔ اور یہ بھی پتہ چلا جزئیاتِ فقہ میں **اعلیٰ حضرت** کی نظر کتنی گہری تھی کہ ان کی نگاہ نے اس گوشے کو تلاش کر لیا جو خود ان کے استاذ الاستاذ شیخ جمال علیہ الرحمہ کی نگاہوں سے اوجھل رہا یہی وجہ تھی کہ حافظِ کتب الحرم سید اسماعیل بن خلیل **اعلیٰ حضرت** کے نام ایک مکتوب محررہ 16 ذی الحجہ 1335ھ میں تحریر فرماتے ہیں:

"اگر امام اعظم نعمان بن ثابت ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے فتاویٰ ملاحظہ فرماتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور اس کے مؤلف کو اپنے خاص شاگردوں میں شامل فرماتے۔"

سراجُ الفقہاء کی کایا پلٹ گئی :

علمائے معاصرین میں ایک اور معاصر فقیہ کی روداد بھی پیش کی جاتی ہے کہ **اعلیٰ حضرت** کی فقاہت دیکھ کر جن کی کایا پلٹ گئی۔

استاذ العلماء، سراج الفقہاء، مولانا سراج احمد صاحب خانپوری کی آپ بیتی سنئے جو اس زمانے کے اکابر علماء میں سے تھے ان کے تعارف کے لیے صرف اس قدر کہنا کافی ہوگا کہ پاک و ہند کے علماء انہیں "سراج الفقہا" کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ جن کی نظر عنایت نے بڑے بڑے محققین اور نامور علماء پیدا کئے ہیں۔

آپ خود اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ:

زمانہء طالبِ علمی میں ہمیں یہ بات سوجھا دی گئی تھی کہ مولانا **احمد رضا خان** بریلوی کی کتابیں پڑھنا ناجائز ہے۔ ان کی تصنیفات کو علم و تحقیق سے کوئی علاقہ نہیں ہوتا وہ تو صرف چند مروجہ رسومات و بدعات کے مجوز ہیں، ان کی علمیت کا مدار یہی امور ہیں چنانچہ عام طلبہ کی طرح میں بھی ان کے نام تک سے متنفر تھا، اس لئے میں نے **اعلیٰ حضرت** کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔۔۔

اِس مسئلہ کو اس طرح حل کر دیا کہ تمام شکوک و شبہات رفع ہوگئے:

حسن اتفاق کہ مجھے ''رسالہ ءمیراث'' کی تصنیف کے دوران ایک مسئلہ (ذوی الارحام کی صفِ رابع کا حکم) میں الجھن پیدا ہوئی، میں نے اس کے حل کے لیے دیوبند، سہارن پور، دہلی اور دیگر بڑے بڑے مراکز کو خطوط لکھے، لیکن کہیں سے بھی کوئی تسلی بخش جواب نہ آیا۔

آخرِکار سب سے مایوس ہوکر میں نے **اعلیٰ حضرت** کی خدمت میں وہ سوال بھیجا۔ **اعلیٰ حضرت** نے صرف ایک ہفتہ کے اندر جواب بھیج دیا۔

اعلیٰ حضرت نے اس مسئلہ کو اس طرح حل کر دیا کہ تمام کتابوں کے اختلاف اور شکوک وشبہات رفع ہو گئے۔ حضرت کے جواب کو دیکھنے کے بعد **اعلیٰ حضرت** کے متعلق میرا اندازِ فکر یکسر بدل گیا اور ان کے بارے میں تمام خیالاتِ فاسدہ عقیدت سے بدل گئے۔ پھر میں نے آپ کی کتب منگا کر پڑھنا شروع کر دیں اور مجھے یوں محسوس ہوتا کہ جیسے میں **اعلیٰ حضرت** کی محض کتابوں کا مطالعہ نہیں کر رہا تھا بلکہ شاہِ بریلی، تاجدارِ اہلسنت **اعلیٰ حضرت** وہاں سے تصرف فرما کر میرے دل کے آئینے سے دیوبندیت اور وہابیت کے زنگار کو دھو رہے ہیں اور مسلکِ مذہب اہلسنت کی جلا بخشے جا رہے ہیں۔

اس فتویٰ میراث کے جواب میں **اعلیٰ حضرت** کا مجھے جو جواب آیا اُس کے شروع میں آپ نے یوں لکھا:

سائلِ فاضل **هَدَاهُ اللّٰهُ تَعَالیٰ** (یعنی سائل عالم کو خدا راہِ راست پر لائے) یہ الفاظ فرمانا **اعلیٰ حضرت** کی زبردست کرامت ہے گویا آپ نے اپنے کشف سے میری وہابیت کو معلوم کر لیا اور ذرہ نوازی فرما کر جواب میں میرے لیے دعائیہ کلمات لکھ دیئے جو میری ہدایت کا سبب بنے۔

(تجلیاتِ امام احمد رضا از مولانا امانت رسول قادری مطبوعہ مکتبہ برکاتی پبلیشرز ص 120)

یہ تو امام ابوحنیفہ ثانی معلوم ہوتے ہیں:

مزید سراج الفقہا فرماتے ہیں کہ:

اعلیٰ حضرت کو ہر علم میں کمال حاصل تھا۔ مولوی نظام الدین فقہیہ احمد پوری جو تفقہ میں ہمعصر علماء وغیرہ سے کسی کو اپنے جیسا نہ جانتا تھا ''فتاوی رشیدیہ'' کے اس فتویٰ پر کہ ''حدیث صحیح کے مقابل قولِ فقہاء پر عمل نہ کرنا چاہیے'' کے مسئلہ پر میں نے انہیں **اعلیٰ حضرت** کے رسالہ '' **الفضل الموهبی فی معنی اذا اصح الحديث فهو مذهبی** '' کے ابتدائی اوراق سنائے جن میں حدیث کے منازل کی بحث ہے، تو وہابیوں کا وہ پیشوا بے اختیار بول اٹھا کہ ''مولانا **احمد رضا** کو یہ منازلِ حدیث از بر تھے! افسوس کہ میں ان کے زمانہ میں رہ کر ان سے بےخبر و بےفیض رہا''۔

میں نے **اعلیٰ حضرت** کے ''فتاویٰ رضویہ'' سے فقہ کے چند مسائل اور سنائے تو کہنے لگا:

''علامہ شامی اور صاحبِ فتح القدیر مولانا **احمد رضا** کے شاگرد معلوم ہوتے ہیں یہ تو امام ابوحنیفہ ثانی معلوم ہوتے ہیں''

میں (سراج الفقہا) ان کے اس قول کی تصدیق کرتا ہوں کہ شامی وغیرہ **اعلیٰ حضرت** کے شاگرد ہیں۔ میں نے **اعلیٰ حضرت** کو جو سوال بھیجا تھا اس میں زبردست مشکل اور معرکتہ الآراء مسئلہ تھا جس نے دیوبند، دہلی اور سہارن پور کو خاموش کر دیا تھا اور وہ میرے عقدے کو حل

کرنے میں ناکام رہے تو میں نے **اعلیٰ حضرت** کو اپنی آخری امید گاہ سمجھ کر وہ فتویٰ ان کی خدمت میں بھیجا۔ **اعلیٰ حضرت** کے اس جواب کے پڑھنے کے بعد بے ساختہ کہنا پڑتا ہے کہ:

''امام ابوحنیفہ کا علمِ فقہ واستنباط، رازی کا استدلال، اور غزالی کا کمال، خدا تعالیٰ نے صرف ایک **اعلیٰ حضرت** میں جمع فرما دیا ہے''۔

نوٹ:۔

یہ مسئلہ اور اس کا پورا جواب ''انوارِ رضا'' ص 191-181 میں موجود ہے۔

(انوارِرضا مطبوعہ ضیاءالقرآن ص192)

مفتیانِ سبعہ اور اعلیٰ حضرت :

نفاذِ وصیت اور موصیٰ لہٗ بالزائد کے ردّ علی الزوجین پر ترجیح کے بارے میں ایک استفتاء کے جواب میں سات مفتیوں نے فتویٰ صادر کیا تھا مگر ہر ایک میں کچھ نہ کچھ اختلاف وتضاد پایا جاتا تھا۔

چیف کورٹ ریاست بہاولپور نے اس اِستفتاء اور تمام مفتیوں کے فتووں کو **اعلیٰ حضرت** کے پاس بھجوایا۔ **اعلیٰ حضرت** نے ان مسائل کے متعلق بارہ افادات تحریر فرمائے اور ہر ایک افادے کے تحت مجموعی ستائیس فائدے اور ایک سو چوبیس تفریعات میں ان فتووں کی خاص خاص اغلاط کی نشاندہی فرمائی اور پھر آخر میں اصل استفتاء کا حکم اور جواب فرمایا اور پھر اخیر کے عنوان سے تمام جوابات کے اجمالی احکام ذکر کئے۔

آپ کا فتویٰ نہایت ہی معرکۃ الآراء اور طویل ہے، جو سوال سے جواب تک سینکڑوں صفحات پر مشتمل ہے۔ اس تحقیقی فتوے کے مطالعہ کرنے سے **اعلیٰ حضرت** کی فقہی بصیرت ومعاصرین پر فوقیت روزِ روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ واقعی امام **احمد رضا** قوتِ اجتہاد، بصیرتِ فکر، ذہانت وتعقل اور علمی استحضار میں اپنے دور میں بے مثل وبے نظیر تھے۔

(مقالاتِ فریدیہ از مفتی شیخ فرید مطبوعہ مکتبہ ضیاءالعلوم راولپنڈی ص335)

کوئی اپنے اکابر کے فتووں کو میزانِ موازنہ میں تول کر ثابت فرمادے۔۔

مولانا محمد علی رضا قادری صاحب (مظفر پوری) تحریر فرماتے ہیں:

آپ کے زمانے میں اپنے اور غیر بڑے بڑے علماء تھے، اُن حضرات نے بھی فتاویٰ لکھے ہیں مگر کسی کے فتاویٰ ''فتاویٰ رضویہ'' کے کسی جز کے سامنے موازنتاً پیش نہیں کئے جاسکتے۔

اگر میری یہ رائے غلط اور عصبیت آمیز ہے تو بڑا احسان وکرم ہوگا اگر دورِ حاضر کا کوئی مکتبِ فکر اپنے اکابر کے فتووں کو میزانِ موازنہ میں تول کر ثابت فرمادے کہ اُن کے بڑوں کے فتاویٰ کی ترازو کا پلہ جھکا ہوا ہے، جھکا ہوا نہ سہی برابر ہی ہو، اس کا ثبوت پیش فرمائے۔

ہم نے ان کے فتووں کو جہاں تک دیکھا ہے ان میں اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ درست ہے، جائز ہے، بدعت ہے، شرک ہے، اگر کسی

نے کچھ کاوش بھی کی ہے تو جزیہ مسئولہ کے ثبوت کیلئے کسی ایک دو فقہی کتابوں سے کچھ عربی عبارتیں نقل کر دی ہیں، مگر ان میں علمی مباحث کہاں؟ فنی وفقہی گہرائی و گیرائی ناپید، عقلی وسمعی دلائل کی بحرِ زخاری تو دور کی بات ہے ساحلی وسطحی نمود بھی نہیں۔

اگر ان ایمانی وعلمی مناظر کی دل کشی وتجلیوں سے آپ چشم ودل کو روشن وپرنور کرنا چاہتے ہیں تو اس دل آویزی ودل کشی کے لیے صرف **اعلیٰ حضرت** ہی کا علمی دربار ہے۔

(انوار رضا مطبوعہ ضیاء القرآن ص225)

کم و بیش ایک ہزار اکسٹھ علماء نے آپ سے رجوع کیا :

استاذ ''جامعہ نظامیہ رضویہ'' حضرت مولانا خادم حسین رضوی صاحب نے تحقیق فرمائی ہے کہ ''فتاویٰ رضویہ شریف'' مطبوعہ (بارہ جلد) میں کل استفتاء کی تعداد چار ہزار چار سو چورانوے (4494) ہے اس میں سے ایک ہزار اکسٹھ (1068) استفتاء کرنے والے اپنے وقت کے علماء ودانش ور حضرات ہیں۔

اس سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ **اعلیٰ حضرت** اپنے دور میں مرجعِ علماء تھے۔ اُن علمائے کرام کے نام اور اُنکی تفصیل ''فتاویٰ رضویہ'' جلد اول مطبوعہ رضا فاونڈیشن کے ابتدائیہ میں موجود ہے۔

علمائے متاخرین اور اعلیٰ حضرت

اعلیٰ حضرت کی فقاہت کا سورج بڑی آب وتاب سے چمکا جس کی روشنائی میں آج تک کوئی کمی نہ آئی بلکہ اس کی آب وتاب میں ہر آنے والے دن میں اضافہ ہی ہوتا چلا جا رہا ہے۔

اعلیٰ حضرت کے بعد آنے والے مفتیانِ کرام کبھی بھی ''فتاویٰ رضویہ'' سے بے نیاز نہ ہو سکے، آج تک علمائے اہلسنت کے لیے یہ ایک بنیادی ماخذ کا کام دے رہا ہے۔ ایک مختصر جھلک پیش کی جاتی ہے کہ آپ کے بعد آنے والے کون کون سے مفتیانِ کرام نے آپ کے فتاویٰ کی روشنی میں فتوے جاری کئے اور اکثر وبیشتر اپنے فتوؤں کو ''فتاویٰ رضویہ'' کے حوالہ جات سے مزین فرمایا۔

صدر الشریعہ، بدر الطریقہ مولانا محمد امجد علی اعظمی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے۔۔۔ ''بہار شریعت'' اور ''فتاویٰ امجدیہ'' میں۔۔۔

صدر الافاضل حضرت مولانا محمد نعیم الدین مرآدآبادی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے۔۔۔ ''فتاویٰ صدر الافاضل'' میں۔۔۔

مولانا حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے۔۔۔ ''فتاویٰ حامدیہ'' میں۔۔۔

مولانا مفتیٔ اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے۔۔۔ ''فتاویٰ مصطفویہ'' میں۔۔۔

مولانا مفتی عبد المنان اعظمی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے۔۔۔ ''فتاویٰ بحر العلوم'' میں۔۔۔

مفتی جلال الدین امجدی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے۔۔۔ ''فتاویٰ فیض الرسول'' میں۔۔۔

مفتی محمد وقار الدین صاحب صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے۔۔۔ ''وقار الفتاویٰ'' میں۔۔۔

فقیہِ اعظم مفتی محمد نور اللہ نعیمی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے۔۔۔''فتاویٰ نوریہ''میں۔۔۔

مفسرِ شہیر مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے۔۔۔''فتاویٰ نعیمیہ''میں۔۔۔

مفتی اقتدار احمد نعیمی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے۔۔۔''العطایہ الاحمدیہ فی فتاوی نعیمیہ''میں۔۔۔

مفتی محمد خلیل خان برکاتی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے۔۔۔''فتاویٰ خلیلیہ''میں۔۔۔

مفتی محمد شریف الحق امجدی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے۔۔۔''فتاویٰ شارح بخاری''میں۔۔۔

مفتی محمد حبیب اللہ نعیمی اشرفی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے۔۔۔''حبیبُ الفتاویٰ''میں۔۔۔

مفتی فیض احمد اویسی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے۔۔۔''فتاویٰ اویسی''میں۔۔۔

مفتی سید ریاض الحسن جیلانی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے۔۔۔''ریاض الفتاویٰ''میں۔۔۔

مفتی عبدالواجد قادری صاحب دام ظلہ نے۔۔۔''فتاویٰ یورپ''میں۔۔۔

پروفیسر مفتی منیب الرحمٰن صاحب دام ظلہ نے۔۔۔''تفہیم المسائل''میں۔۔۔

مولانا محمد حنیف خان رضوی صاحب دام ظلہ نے۔۔۔''اجمل الفتاویٰ''میں۔۔۔

مفتی شیخ فرید صاحب دام ظلہ نے۔۔۔''فتاویٰ فریدیہ''میں۔۔۔

مفتیانِ دعوتِ اسلامی کثرھم اللہ تعالیٰ نے۔۔۔''فتاویٰ اہلسنت''میں۔۔۔

اور یہ تو صرف کچھ مطبوعہ فتاویٰ جات اور ان کے مصنفین کی نامکمل فہرست ہے، اس کے علاوہ بھی بے شمار مفتیانِ کرام ایسے ہیں اور تھے جو **اعلیٰ حضرت** کے فتاویٰ سے استفادہ کرتے رہے، حد تو یہ ہے کہ آپ کے مخالفین علماء بھی ''فتاویٰ رضویہ'' سے دیکھ کر فتوے تحریر کر رہے ہیں جس کے کئی شواہد موجود ہیں۔

فتاویٰ نویسی کی زبان

اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ **اعلیٰ حضرت** کی بارگاہ میں جس زبان میں استفتاء پیش کیا جاتا تھا اُسی زبان میں فتویٰ صادر فرماتے تھے۔ حد تو یہ ہے کہ اگر کسی نے منظوم سوال کیا تو جواب بھی منظوم ہی دیا ہے۔ منظوم جواب میں سوال جس بحر میں ہوا جواب کے لیے بھی اُسی بحر کا اہتمام کیا گیا ہے جس سے زبان پر قدرت اور قادر الکلامی کا اندازہ ہوتا ہے۔۔۔

اعلیٰ حضرت نے مندرجہ ذیل زبانوں میں فتاویٰ تحریر فرمائے:

اردو نثر۔۔۔اردو نظم۔۔۔فارسی نثر۔۔۔فارسی نظم۔۔۔عربی ۔۔۔انگریزی۔۔۔آیئے اِن کی تفصیلات ملاحظہ کرتے ہیں۔

اردو نثر میں فتاویٰ :

اعلیٰ حضرت کے اکثر فتاویٰ اردو ہی میں ہیں کیونکہ یہی ہندوستان کی رائج زبان تھی اور اکثر سوالات اسی زبان میں ہیں البتہ دلائل تحریر فرماتے ہوئے آپ بلا تکلف عربی کا استعمال فرماتے ہیں۔ آیئے! اردو نثر میں تحریر کردہ ایک فتویٰ کی جھلک دیکھتے ہیں۔

سوال:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اِس مسئلہ میں کہ ایمان کی تعریف کیا ہے؟ اور ایمانِ کامل کیسے ہوتا ہے؟ بیّنو ا توجروا (بیان فرماؤ اجر دیئے جاؤ گے)

الجواب:

محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر بات میں سچا جانے، حضور کی حقانیت کو صدقِ دل سے ماننا ایمان ہے، جو اس کا مُقِر (اقرار کرنے والا) ہوا سے مسلمان جانیں گے جب کہ اس کے کسی قول یا فعل یا حال میں اللہ و رسول کا انکار یا تکذیب یا توہین نہ پائی جائے اور جس کے دل میں اللہ و رسول **جل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم** کا علاقہ (رشتہ) تمام علاقوں پر غالب ہو اللہ و رسول کے محبوں سے محبت رکھے اگر چہ اپنے دشمن ہوں، اور اللہ و رسول کے مخالفوں، بدگویوں سے عداوت رکھے اگر چہ اپنے جگر کے ٹکڑے ہوں، جو کچھ دے اللہ کے لیے دے جو کچھ روکے سو اللہ کے لئے روکے اُس کا ایمان کامل ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم فرماتے ہیں

”مَنْ اَحبَّ للّٰہِ وَاَبغَض للّٰہ وَاَعطیٰ للّٰہِ وَمَنَعَ للّٰہ فَقَدِا سْتَکمَلَ الِا یمَان“

جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کی اور اللہ تعالیٰ کے لیے عداوت کی، اور اللہ تعالیٰ کے لیے دیا اور اللہ تعالیٰ کے لیے روکا، اس کا ایمان کامل ہے۔

واللّٰہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ رضویہ جلد 29 ص 254 مطبوعہ رضا فاونڈیشن لاہور)

اردو نظم میں فتاویٰ :

اعلیٰ حضرت نے نہ صرف اُردو نثر میں فتوے جاری کئے بلکہ بعض اوقات آپ سے اردو نظم میں سوال کیا گیا تو آپ نے نظم ہی میں جواب عطا فرمایا اس کی دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

مسئلہ:

مسئولہ نواب سلطان احمد خان صاحب بریلی۔۔۔

عالمانِ شرع سے ہے اس طرح میرا سوال

دیں جواب اس کا برائے حق مجھے وہ خوش خصال

گر کسی نے ترجمہ سجدہ کی آیت کا پڑھا
تب بھی سجدہ کرنا کیا اس شخص پر واجب ہوا؟

اور ہوں سجدے تلاوت کے ادا کرنے جسے
پھر ادا کرنے سے ان سجدوں کے وہ پہلے مرے

پس سبکدوشی کی اس کے شکل کیا ہوگی جناب؟
چاہیے ہے آپ کو دنیا جوابِ باصواب

الجواب:

ترجمہ بھی اصل سا ہے وجہِ سجدہ بالیقین
فرق یہ ہے فہمِ معنیٰ اِس میں شرط اُس میں نہیں

آیتِ سجدہ سنی، جانا کہ ہے سجدہ کی جا
اب زباں سمجھے نہ سمجھے سجدہ واجب ہوگیا

ترجمہ میں اس زباں کا جاننا بھی چاہیے
نظمِ معنیٰ دو ہیں ان میں ایک تو باقی رہے

تا کہ من وجہِ صادق ہو سنا قرآن کو
ورنہ اک موج ہوا تھی چھو گئی جو کان کو

ہے یہی مذہب بہٖ **یفتٰی علیہ الاعتما د**
شامی از فیض ونہر **واللّٰہ اعلم بالرشاد**

سجدہ کا فدیہ نہیں ''اشباہ'' میں تصریح کی
''صیرِ فیہ'' میں اسی انکار کی تصحیح کی

کہتے ہیں واجب نہیں اس پر وصیت وقتِ موت
فدیہ گر ہوتا تو کیوں واجب نہ ہوتا جبر فوت

یعنی اس کا شرع میں کوئی بدل ٹھہرا نہیں
جز ادا یا توبہ وقتِ عجز کچھ چارہ نہیں

یہ نہیں معنی کہ ناجائز ہے یا بے کار ہے
آخر اک نیکی ہے نیکی ماحیِ اوزار ہے

قلته اخذا من التعليل فی امر الصلوٰة

وهو بحث ظاہر والعلو حق لا اله

(فقیہ اسلام از مولانا ڈاکٹر حسن اعظمی مطبوعہ مکتبہ ادارہ تصنیفات امام احمد رضا کراچی ص 182)

مسئلہ:

از: نواب صاحب محلّہ بہاری پورہ بریلی۔۔۔

عالمانِ شرع نے کیا حکم ہے اس میں دیا
گر کسی نے ٹھیکہ دو کانوں کا مالک سے لیا

لے کے ٹھیکہ پھر یہ اُس نے انتظام اپنا کیا
سب دو کانوں کا کرایہ اس نے زائد کر دیا

پس یہ زائد جو اسے حاصل ہوا ہے سیم وزر
اس کے استعمال میں ہے فائدہ یا کچھ ضرر

اور اگر اس شخص کو ٹھیکہ سے کم آمد ہوئی
اور پوری کردی اس نے پاس سے اپنے کمی

اس کمی کا لینا کیا مالک کو جائز ہو گیا
اس میں جو حکمِ شریعت ہو مجھے دیجئے بتا

الجواب:

جتنی اجرت پر کہ مستاجر نے لی مالک سے شے
اس سے زائد پر اٹھانا چاہے تو یہ شکل ہے

اپنا کوئی مال جو قابل اجارہ کے ہوئے
اس کو اس شے سے ملا کر دونوں کو اک ساتھ دے

یا زیادت شے میں کر دے مثل تعمیرِ مکاں
کھونٹیاں، کہگل، کوآں چونا مرمت این وآں

یا بدل دے جنسِ اجرت جیسے واں ٹھہرے روپے
اس کے یاں آنے ہیں گو بدلے میں لے انکے روپے

یا کوئی کام اپنے ذمہ کر لے اس ایجار میں
تا زیادت اس عمل کے بدلے ہو اقرار میں

جیسے جاروبِ دوکاں اصلاحِ اسبابِ دوکاں
اور جو خدمت کہ ہوشایانِ اجرت بے گماں

اور اگر یہ کم پہ دیتا ہے تو دے مختار ہے
مالک اجرت پوری لے گا اس سے جو اقرار ہے

یوں ہی خاکی ڈال رکھنا جب بھی تو لینا وہ دام
اب کمی سے کیا اسے **واللّٰہ اعلم والسلام**

(امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری از مولانا محمد سراج احمد بستوی مطبوعہ مکتبہ فرید بک سٹال لاہور ص118)

نثر فارسی :

اردو کے علاوہ فارسی میں بھی بہت سے سوالات **''فتاویٰ رضویہ''** میں موجود ہیں یہاں پر صرف ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔

مسئلہ:

از: شہر بریلی مدرسہ منظر اسلام مسئولہ مولوی محمد افضل صاحب کابلی۔۔۔

''**قام علیا رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه وامکن له وهاب منه وبجله**'' چہ معنی دارد؟

(ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر امام ابوحنیفہ کو جگہ دی، ان کو محتشم جانا اور ان کی تعظیم کی، اس کا کیا معنی ہے؟)

(تمام عبارت ایں ست قال صالح بن الخلیل **رأیت النبی صلی الله علیه وآله وسلم وعلیا معه رضی الله تعالیٰ عنه فجاء ابوحنیفه رضی الله تعالیٰ عنه فقام علیا رضی الله تعالیٰ عنه وامکن له وهاب منه و بجله**

پوری عبارت یوں ہے، صالح بن خلیل نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ وہاں آئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جگہ دی اور انکو محتشم ٹھہرایا اور ان کی تعظیم کی)

الجواب:

بسیارے از خواب ماول باشد نہ کہ بر ہر ظاہر محمول و تعظیم اکابر خوردان خود را برائے اظہارِ عظمت ایشاں دور نیست سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم برائے حضرتِ بتول زہرا قیام فرمودے ودست او را بوسہ دادہ بر جائے خود نشاندے وہیبت اینجا بمعنی احتشام ست یعنی او را محتشم داشت **وعامل معه معاملة الهائب۔ والله تعالٰی اعلم۔**

ترجمہ: بہت سے خواب ایسے ہوتے ہیں جو ظاہر کے خلاف ہوتے ہیں یعنی ظاہر پر محمول نہیں ہوتے اور بڑوں کا اپنے سے چھوٹوں کی تعظیم کر کے ان کی عظمت کا اظہار کرنا کوئی بعید نہیں۔ خود **سید عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم** سیدہ بتول زہرا رضی اللہ عنہا کے لیے کھڑے ہوتے، ان کا ہاتھ چومتے اور ان کو اپنی مسند پر بٹھاتے اور ہیبت یہاں

(سوال میں) بمعنی احتشام ہے یعنی اُنہیں محتشم قرار دیا اور اُن کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا جیسا کسی ہیبت ناک شخص کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے
(فتاویٰ رضویہ جلد 27 ص 57)

نظمِ فارسی :

اعلیٰ حضرت نے نہ صرف اردو نظم میں جوابات دیئے بلکہ فارسی نظم میں بھی اگر کسی نے سوال کیا تو آپ نے اُس کا جواب فارسی نظم میں دیا، ایک مثال پیشِ خدمت ہے۔

مسئلہ :

از: شہر بریلی مدرسہ منظرِ اسلام۔۔۔مسئولہ مولوی محمد افضل صاحب کابلی۔۔۔

سزا ایم بر گنا ہم لازم آمد
پس آنکہ رحمتش نہ با ہم آمد

بگو مفتی خطائے یا صوابم
بسا اسرار اینجا باہم آمد

الجواب:

مسلماں را سزا لازم کہ گردست
کہ قولِ اعتزالی ظالم آمد

وگر یابد سزا کامل نیابد
کہ عفوش بہر مومن لازم آمد

وگر بالفرض از و چیزے نہ بخشد
ز نقصاں رحمتش خود سالم آمد

کہ **یرحم من یشاء** لا کل فرد
یعذب من یشاء ہم قائم آمد

بدنیا رحمتش بر جملہ عام است
بعقبیٰ خاص حظِ مسلم آمد

ثوابش بہرِ مومن منتہیٰ است
عذابش بہرِ کافر دائم آمد

برائے ہر صفت مظہر بکار ست
کہ او ذوانتقام وارحم آمد

(امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری از ڈاکٹر سراج احمد بستوی ص116)

عربی :

"فتاویٰ رضویہ شریف" میں عربی زبان میں بھی بہت سے فتاویٰ موجود ہیں، صرف ایک مثال یہاں پیش کی جاتی ہے

مسئلہ:

از: رام پور۔۔۔مرسلہ سراج الحق صاحب۔۔۔27 ربیع الآخر 1336ھ

ماقولکم رحمکم اللّٰہفی ہذہ المسألة---وکم مدة یجوزلہ السفر حال کونہ مجرداً عنها

(ترجمہ: بیوی کو چھوڑ کر سفر پر جانے والے کے لئے کتنی مدّت تک سفر میں رہنا جائز ہے؟)

الجواب:

السفر ان کان بضرورة تقدر بقدرها ولا یعین له حد وقدامر صلّی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم **بتعجیل القفول بعد قضاء الحاجة والسفر قطعة من العذاب یمنع احدکم طعامه وشرابه ونومه فاذا قضی احدکم نهبه فلیعجل الٰی اهله اوکما قال** صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم **اماااذاکان بلاضروة ولم یستصحبها معه فلایمسکن اکثر من اربعة اشهر بذٰلك امر امیر المؤمنین عمر الفاروق** رضی اللّٰہ تعالٰی عنه **وفی الحدیث قصّة۔ واللّٰہتعالٰی اعلم**

(**ترجمہ:** سفر اگر ضرورت کی وجہ سے ہوتو بقدرِ ضرورت ہوگا اس کی کوئی حد مقرر نہیں۔تحقیق **حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم** نے ضرورت پوری ہو جانے کے بعد جلدی واپسی کا حکم دیا ہے اور سفر عذاب کا ٹکڑا ہے جو تم میں سے کسی ایک کو کھانے پینے اور سونے سے روک دیتا ہے۔پس جب تم میں سے کوئی اپنی حاجت پوری کر لے تو جلدی گھر لوٹے، یا جیسا کہ **رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم** نے فرمایا۔لیکن اگر سفر بلا ضرورت ہو اور بیوی کو ساتھ نہ لے کر جائے تو چار ماہ سے زیادہ سفر میں نہ ٹھہرے۔ امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی کا حکم فرمایا، حدیث میں قصّہ مذکور ہے۔اور اللہ سُبحانہ وتعالیٰ خُوب جانتا ہے)

(فتاویٰ رضویہ جلد12 ص268)

انگریزی :

اعلیٰ حضرت کے دور میں انگریز ہندوستان پر قابض ہو چکے تھے اور انگریزی زبان کی ترویج کی کوششوں میں لگے ہوئے تھے۔ اگرچہ یہ زبان ابھی تک رائج نہ ہوئی تھی مگر ایک طرح سے اس کا چلن ہو رہا تھا **اعلیٰ حضرت** کے مجموعہ فتاویٰ میں ایک انگریزی فتوے کا ذکر

بھی ملتا ہے جس کو محمد قادر غنی صاحب نے رنگون سے بھیجا تھا۔ جو کہ مندرجہ ذیل ہے۔

Rangoon

The 19th May 1908

To:

Maulvi Haji Ahmad Raza Khan Eaque
Muhalla Saudagran Baraillly
United Provinces.

Honoured Sir .

We desire to place before you a certain religious matter on which we solicit your valuable opinion . The facts are briefly thus. There is a "chulia Mosque" in Moving Loulay Street at there place there are five duty elected trustee or "Motawllies" who manage the affairs of the said mosque, according to scheme fremed by the Chief "Court of lower Barma"The trustees are given the power of dispensing with the "Imam" "Muazzin" and "wardens" of the mosque. By virtue of the said power, the trustees at a meeting discharged the Imam,Syed Maqbool for misconduct and disobedience. After the discharge the trustees filed a suit in the "chief court of lower Barma" for a declaretion that the discharge of the "Imam" may be confiremed that inspite of his misconduct they have no power to discharge.

Having placed the facts briefly,we request you most Humbly to give your "fatwa" as to whether the trustees have the power to discharge the "Imam" when they find it necessary to do so, This is a vital point which is at present engaging the attention of the leading member of the "Chulia Sunni Mohammedon Community" and we shell thank you very much if you can send your fatwa before the 1st week of June.

Thanking you in anticipetion,we beg to remain Honoured Sir,

Your most obedients & humble Followers .

M.Quadir Ghani.

President. The Medras Muslim Association,

No 37 ,Tocakey Mig Lovley Street,

الجواب:

Barailly

The 28th of May, 1908.

To

Mr. Quadir Ghani,

President, "The Madras Mulim Association"

Sir,

with referance to your letter dated the 9th of May 1908 I send my Fatwa for your persual.

The trustees can discharge an "Imam" by their authority when such indifference is found in him which may be the sufficient reason of share for him to be dismised.

wide"lisonal Hukkom" Printed "almisr" (egipt) page 123

فی فتاویٰ قاضی خان اذا عرض لامام اوللمؤذ ن عذرمنعه عن المباشره مدة ستة اشهر فلمتولی ان یعزله و یولی غیره وان کان للمعذور نائب۔

Translation :. There is a fatawa Qazi Khan, when an "Imam" or "Muazzin" may have some certain business which may be cause of six months absence from the Mosque, not with standing . He may have given some person from him to act. At such opportunity trustees can discharge him and may establish or appoint an other "Imam" in his place.

"Tahtawi" printed "Misr" and "Shami" printed constantipls volume 3 page 639

و نقدم مایدل علیٰ جواز عزله اذا مضی شهر

Translation:. "Birizoda" has said that the Books aforesaid style shows that a trustee can discharge an "Imam" on account of a month's absence from the Mosque. The trustee has no need of taking sanction for discharging the "Imam" from the Court or from any higher officer or Governer because the authority of trustee in these months is over the power of a "Mohammedan Governor", although the same "Motawallis" or trustees may have been fixed by the same "Mohammedan Governor". See "Al ishbah w nnazair" printed "Luckhnow" page 179copied from the fatwa of Imam "Rashiduddin".

لا یملك القاضی التصرف فی الو قف مع وجود ناظره ٗ و لومن قبله

Translation :_ A Qazi can not interfare a "waqf" in the presence of a trustee although Trustee may have been fixed by the same Qazi. "Hamwi" Sharhe "Ashbah" printed "Luckhnow" page 179 copied from "Fatawa Zahiruddin".

قاضی البلد اذا نصب رجلا متولیاً للو قف بعد ماقلده الحا کم للحکومة فلیس للحاکم علی الوقف سبیل حتی لا یملك الا جازة ولا غیرها۔

Translation:_ A king appointed a Qazi and after it the Qazi fixed a Trustee on a waqf.

Now that king has no connection with the waqf nor has he any power of its contract etc.

An other style from "Fisosal Hukum" copied from Fatawa imam wabri.

لا تد خل ولا یة السطان علیٰ ولایة المتولی فی الوقف ۔

Translation:_ A king can not interfare a waqf against a trustee's authorities.

In this case the higher officers or governors are not Mohammedan once and therefore they do not know the schemes of "Shara" as a

Mohammedan trustee knowers.

The trustees can discharge an Imam when the "Imam" leaves the "Sunni doctrine" or an open sin against " Shara"or there may be found in him some thing which may be the cause of abborrance which decreases number of people at prayers or he may be disobadient against the managing rules of affairs of the mosque or assambly of persone sdat prayers or there may be somthing such in him: otherwise he will not be discharged withou fault.

See "Raddul Muhtar" constant in ople Volume 3 page 597 .

قال فی البحر واستفید من عدم وصحة عزل الناظر بلا جنحة عد مها لصاحب و ظیفة فی جنحة وقف بغیر جنحة و عدم ا هلیة ۔

Translation: It is said in "Bahrul Raeque" Motawalli can not be dismissed without faults From this it is manifested that any recoivers of a salery of a waqf cannot be discharged until his fault be proved or he may be proved to be unfit for his duties.

عبد ہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنه بمحمدن

المصطفیٰ النبی الامی صلی الله تعالی علیه والہٖ وسلم

مفہومی ترجمہ: سوال: برما سے جناب قادرغنی صاحب نے **اعلیٰ حضرت** سے یہ سوال کیا کہ **عدالت عالیہ** نے ایک **مسجد** کی انتظامی کمیٹی مقرر کی ہے۔اب بعض وجوہات کی بنا پر یہ **کمیٹی** امام صاحب کو فارغ کرنا چاہتی ہے۔اس سلسلے میں کیا **کمیٹی** کو **عدالت عالیہ** سے اجازت لیناضروری ہے۔

جواب: **اعلیٰ حضرت** نے ارشادفرمایا کہ جب **عدالت عالیہ** نے انتظامی **کمیٹی** مقرر کردی تو اب وہ اپنے تمام **معاملات** میں خودمختار ہے **عدالت** اس معاملے میں مداخلت نہیں کرسکتی۔

(فقیہِ اسلام ازمولاناڈاکٹرحسن رضااعظمی مطبوعہ مکتبہ ادارہ تصنیفات امام احمدرضا کراچی ص191-188)

جدید محققین کی رائے :

اعلیٰ حضرت کی انہیں خصوصیات کی وجہ سے برّصغیر کے اردو مجموعہ ہائے فتاویٰ پر جدید تحقیق کرنے والے ایک محقق جنابِ مجیب احمد صاحب اپنی کتاب ''جنوبی ایشیا کے اردو مجموعہ ہائے فتاوی'' میں ''فتاویٰ رضویہ'' کے بارے میں اپنے تاثرات کچھ یوں قلمبند کرتے ہیں۔

''مولانا **احمد رضا خاں** نے مجموعی طور پر چوّن (54) سال فتویٰ نویسی کی۔ ان کے پاس جنوبی ایشیا کے علاوہ افریقہ، افغانستان، امریکہ حجازِ مقدس اور چین سے اردو، انگریزی، عربی اور فارسی میں بکثرت استفتاء آتے تھے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا تھا کہ اُن کے پاس ایک ہی وقت میں پانچ پانچ سو کے قریب استفتاء جمع ہو جاتے تھے۔

اگرچہ مولانا **احمد رضا** اپنے فتاویٰ کی ایک نقل اپنے پاس محفوظ رکھتے تھے تاہم پھر بھی ان کے کئی فتاویٰ ضائع ہو گئے ہیں۔ جو محفوظ رہ سکے ان کا مجموعہ بارہ جلدوں میں ''**العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ**'' کے نام سے شائع شدہ ہے۔

''رضا فاونڈیشن'' لاہور کے زیرِ اہتمام ''فتاویٰ رضویہ'' کی تبویب، تدقیق، تخریج اور عربی اور فارسی عبارات کے اردو تراجم کر کے تینتیس (33) جلدوں میں اس کا جدید ایڈیشن شائع کیا گیا ہے۔

مولانا **احمد رضا خان** کو فتویٰ نویسی سے دلی لگاؤ تھا اور وہ اسے دینی فریضہ تصور کرتے تھے۔ اس لیے وہ نہایت تحقیق کرنے کے بعد ہی فتویٰ دیتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ انہیں کبھی اپنے فتاویٰ سے رجوع نہیں کرنا پڑا۔

مولانا **احمد رضا خان** اپنے فتاویٰ میں قرآن مجید اور احادیث نبوی کے بعد کتبِ فقہِ حنفی کا ذکر کرتے ہوئے فقہاء کے اقوال و آراء کا ذکر کرتے ہیں۔ مولانا **احمد رضا خاں** کا طرزِ استدلال اور طریقہءِ استنباط نرالا اور اچھوتا ہے۔ وہ مسئلہ کی حقیقت کو جدید و قدیم علوم کی روشنی میں حل کرتے ہیں۔

شرعی حکم کے معلوم کرنے میں اشیاء کی حقیقت اور ماہیت پر بھی سیر حاصل بحث کرتے ہیں۔ مولانا **احمد رضا** اپنے فتاویٰ میں ریاضی اور جغرافیہ سے مسائل کا استحکام، اقوالِ متبائنہ میں ترجیح اور متعارض دلائل میں تطبیق بھی پیدا کرتے ہیں اور شواہد سے ان کی تائید کرتے ہوئے ایک مسئلہ کے ساتھ مسائلِ ضمنی کا بیان بھی کر دیتے ہیں۔

''**فتاویٰ رضویہ**'' میں تنقیحِ مسائل اور مسائلِ جدیدہ کا بکثرت بیان موجود ہے۔ تقریباً ہر استفتاء کی عبارت کے ساتھ مستفتی کا نام، جائے سکونت اور تاریخ درج ہے۔ مولانا **احمد رضا** کے بعض فتاویٰ پر علمائے حجاز کی تصدیقات بھی موجود ہیں۔

''فتاویٰ رضویہ'' میں تقلید کے ساتھ ساتھ اکثر مقامات پر اجتہادی رنگ بھی نمایاں ہے۔ اصول فقہ اور فتویٰ نویسی کے جملہ اصول و قواعد اور آداب المفتی پر مکمل پابندی کرنے کے ساتھ ساتھ فقہائے سلف سے اختلاف بھی موجود ہے۔ ''فتاوی رضویہ'' میں مولانا **احمد رضا** نے معاشرے کے رسوم و رواج اور عرف و عادات کو بھی پیشِ نظر رکھا ہے اور مقدور بھر سعی کی ہے کہ ایک مسلمان آسانی سے حقوق اللہ اور حقوق العباد کو سرانجام دے سکے۔ چنانچہ انہوں نے اس سلسلہ میں بنیادی نکتہ یہ بیان کیا ہے کہ دینی فرائض کی ادائیگی اور محرمات سے اجتناب کو رضائے مخلوق پر مقدم رکھا جائے اور فتنہ وفساد سے بچنے اور انسانی قلوب کی مدارات و مراعات کے لیے غیر اولیٰ امور کو ترک کر دیا جائے۔

مولانا **احمد رضا خان** نے پچاس سے زائد علوم پر ایک ہزار کے قریب کتابیں یادگار چھوڑی ہیں ان میں فقہ میں سے متعلق کتب کی تعداد زیادہ ہے۔

(جنوبی ایشیا کے اردو مجموعہ ہائے فتاویٰ از مجیب احمد مطبوعہ مکتبہ نیشنل بک فاونڈیشن اسلام آباد ص53)

ایک عجیب علمی جھلک

آخر میں ہم کمالاتِ **اعلیٰ حضرت** کی ایک ایسی جھلک پیش کرتے ہیں جو منفرد حیثیت کی حامل ہے، جی ہاں! یہ آپ کا تحریر کردہ ''فتاویٰ رضویہ'' کا خطبہ ہے جس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں اللہ عزّ وجلّ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مدح اس انداز میں پیش کی گئی ہے کہ ائمہء اربعہ، دیگر فقہا اور فقہ کی کتب کے تقریباً نوے (90) نام اس کے ضمن میں آ گئے ہیں، یہ وہ خطبہ ہے جس کے بارے میں علماء نے ارشاد فرمایا: اگر کوئی اس خطبے کو صحیح پڑھ لے تو ہم اُسے عالم ماننے کے لئے تیار ہیں۔

اسی انداز میں **اعلیٰ حضرت** نے اپنے پیر و مرشد کی فرمائش پر ایک درود شریف بھی تحریر فرمایا ہے کہ اس درودِ پاک میں آپکے شجرے کے تمام بزرگوں کے نام بھی ضمناً آ گئے ہیں، اس کا عکس ہم نوادرات کے باب میں پیش کریں گے۔

''فتاویٰ رضویہ'' کا خُطبة الكتاب:

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم

الحمد للّٰه هو الفقه الاكبر --- والجامع الكبير --- لزيادات --- فيضه المبسوط --- الدرر والغرر --- به الهداية --- ومنه البداية --- واليه النهاية --- بحمده الوقاية --- ونقاية الدراية --- وعين العناية --- وحسن الكفاية --- والصّلاة والسلام على الامام الاعظم للرسل الكرام --- مالكى وشافعى احمد الكرام --- يقول الحسن بلاتوقف --- محمد الحَسَنُ ابويوسف --- فانه الاصل المحيط --- لكل فضل بسيط --- ووجيز ووسيط --- البحرالزخار --- والدر المختار --- وخزائن الاسرار --- وتنوير الابصار --- وردالمحتار --- علٰى منح الغفار --- وفتح القدير --- وزاد الفقير --- وملتقى الابحر --- ومجمع الانهر --- وكنز الدقائق --- وتبيين الحقائق --- والبحرالرائق --- منه يستمد كل نهرفائق --- فيه المنية --- وبه الغنية --- ومراقى الفلاح --- وامداد الفتاح --- وايضاح الاصلاح --- ونور الايضاح --- وكشف المضمرات --- وحل المشكلات --- والدرر المنتقى --- وينابيع المبتغى --- وتنوير البصائر --- وزواهر الجواهر --- البدائع النوادر --- المنزه وجوبا عن الاشباه والنظائر --- مغنى السائلين --- ونصاب المساكين --- الحاوى القدسى --- لكل كمال قد سى وانسى --- الكافى الوافى الشافى --- المصفى المصطفى

المستصفی المجتبی المنتقی الصافی --- عُدة النوازل ---وانفع الوسائل --- لاسعاف السائل --- بعیون المسائل --- عمدة الاواخر وخلاصة الاوائل --- وعلٰی اٰلہٖ وصحبه ---وحزبه---مصابیح الدّجی---ومفاتیح الهدی --- لاسیما الشیخین الصاحبین ---الاٰخذین من الشریعة والحقیقة بکلا الطرفین --- والختنین الکریمین --- کل منها نورالعین --- ومجمع البحرین --- وعلٰی مجتهدی ملته --- وائمة امته --- خصوصا الارکان الاربعة --- والانوار اللامعة --- وابنه الاکرم --- الغوث الاعظم ---ذخیرة الاولیاء --- وتحفة الفقهاء --- وجامع الفصولین--- فصول الحقائق--- والشرع المهذب --- بکل زین وعلینا معهم وبهم ولهم یاارحم الرحمین اٰمین اٰمین والحمدللّٰهِ رب العٰلمین---

ترجمہ:

ہم اُس کی حمد کرتے اور اس کے کرم والے رسول پر درود بھیجتے ہیں ---سب خوبیاں خدا کو ہیں--- یہی سب سے بڑی فقہ ودانشمندی ہے---اوراللہ تعالیٰ کے فیض کشادہ کی افزائشیں---کہ نہایت روشن موتی ہیں---اُن کے لیے بڑی جامع ہے---اللہ ہی سے آغاز ہے---اوراُسی کی طرف انتہا---اُسی کی حمد سے حفظ ہے اور عقل کی پاکیزگی اور عنایت کی نگاہ اور کفایت کی خوبی--- اور درود وسلام ان پر جو تمام معزز رسولوں کے امام اعظم ہیں---میرے مالک---اور میرے شافع---احمد کمال کرم والے---حسن بے توقف کہتا ہے کہ حسن والے **محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم** یوسف علیہ الصّلوٰۃ والسلام کے والد ہیں---کیونکہ وہی اصل ہیں---جو ہر فضیلت کبیرہ وصغیرہ ومتوسط کو محیط ہیں---نہایت چھلکتے دریا ہیں---اور چُنے ہوئے موتی---اور رازوں کے خزانے---اور آنکھیں روشن کرنے والے---اور حیران کو اللہ غفار کی عطاؤں کی طرف پلٹانے والے---قادرِ مطلق کی کشائش ہیں---اور محتاجوں کے توشے---تمام کمالات کے سمندر انہیں میں جا کر ملتے ہیں---اور سب خوبیوں کی نہریں انہیں میں جمع ہیں---باریکیوں کے خزانے ہیں---اور تمام حقائق کے روشن بیان---اور خوشنما صاف وشفاف سمندر---کہ ہر فوقیت والی نہر انہیں سے مدد لیتی ہے---انہیں میں آرزو ہے اور انہیں کے سبب باقی سب سے بے نیازی---اور مراد پانے کے زینے---اور تمام ابوابِ خیر کھولنے والے کی مدد--- اور آراستگی کی روشنی--- اور اس روشنی کے لئے نور--- اور غیبوں کا کھلنا--- اور مشکلوں کا حل ہونا--- اور چُنا ہُوا موتی---اور مراد کے چشمے---اور دلوں کی روشنیاں---اور نہایت چمکتے جواہرِ عجب ونادر---وہ مثل ونظیر سے ایسے پاک ہیں کہ ان کا مثل ممکن نہیں---سائلوں کو غنی فرمانے والے ہیں---اور مسکینوں کی تونگری--- ہر کمالِ ملکوتی وانسانی کے پاک جامع ہیں---تمام مہمات میں کافی ہیں---بھرپور بخشنے والے---سب بیماریوں سے شفا دینے والے---مصفّٰی، برگزیدہ، پاکیزہ، چُنے

ہوئے، ستھرے صاف۔۔۔سب سختیوں کی دقت کے لئے ساز وسامان ہیں۔۔۔سائل کونہایت عمدہ منہ مانگی مرادیں ملنے کے لئے سب سے زیادہ نفع بخش وسیلے ہیں۔۔۔پچھلوں کے تکیہ گاہ اور اگلوں کے خلاصے۔۔۔اور ان کے آل واصحاب اور ازواج وگروہ پر درود وسلام۔۔۔جوظلمتوں کے چراغ اور ہدایت کی کنجیاں ہیں۔۔۔خصوصاً اسلام کے دونوں بزرگ مصطفیٰ کے دونوں یار کہ شریعت وحقیقت دونوں کناروں کے حاوی ہیں۔۔۔اور دونوں کرم والے شادیوں کے سبب فرزندیء اقدس سے مشرف۔۔۔کہ اُن میں ہر ایک آنکھ کی روشنی اور دونوں سمندروں کا مجمع ہے۔۔۔اور ان کے دین کے مجتہد، ولی، امت کے اماموں پر۔۔۔خصوصاً شریعت کے چاروں رکن چمکتے نور۔۔۔اور ان کے نہایت کریم بیٹے غوثِ اعظم پر۔۔۔کہ اولیاء کے لئے ذخیرہ ہیں اور فقہا کے لئے تحفہ اور حقیقت اور وہ شریعت کی ہر زینت سے آراستہ ہیں۔۔۔دونوں کی فصول کے جامع اور ہم سب پر اُن کے ساتھ ان کے صدقہ میں اُن کے طفیل اے سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان سن لے قبول کر۔**یاارحم الرحمین اٰمین اٰمین والحمدللّٰہِ رب العٰلمین**

امام شعر و ادب اور فنِّ شاعری

اعلیٰ حضرت فن شاعری میں بھی اپنے وقت کے امام تھے، اور دلچسپ بات تو یہ ہے کہ اس فن میں آپ کا کوئی استادنہیں تھا، وہ خود فرماتے ہیں۔۔۔

ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ　　　بے جا سے ہے **اَلمِنَّتُہ لِلّٰہ** محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی　　　یعنی رہے احکامِ شریعت ملحوظ

مولانا وارث جمال بستوی صاحب اپنی تصنیف مسمّٰی بنام ''امامِ شعروادب'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''**اعلیٰ حضرت** کا کلام قصیدہ، غزل، مثنوی، مستزاد، قطعات، رباعیات، تشبیہات، استعارات، اقتباسات، فصاحت، بلاغت، حلاوت، ملاحت، لطافت، نزاکت، حسنِ تعلیل، حسنِ تشبیب، حسنِ طلب، حسن تضاد، تنسیقُ الصفات علی الصدر، ندرتِ تخیل، جدت تمثیل، صنعتِ تلمیع، صنعتِ تلمیح، صنعتِ طباق وتضاد، صنعتِ اتصال تربیعی، صنعتِ مقابلہ، صنعتِ تجنیس، تجنیسِ مماثل، تجنیسِ مستوی، تجاہلِ عارفانہ، مراعات النظیر، وغیرہ وغیرہ کا سدا بہار چمن نظر آتا ہے۔ یہ اِدّعائے محض نہیں بلکہ اِس کے شواہد ونظائر ہیں، اُٹھا کر دیکھئے **اعلیٰ حضرت** کا دیوان ''حدائق بخشش''۔

(تجلیات امام احمد رضا از مولانا امانت رسول قادری مطبوعہ مکتبہ برکاتی پبلیشر ز کراچی ص 97)

امام احمد رضا واصفِ شاہِ ھدیٰ:

ڈاکٹر محمد طلحہ رضوی صاحب اپنے مقالے ''امام احمد رضا واصفِ شاہِ ہدیٰ'' میں **اعلیٰ حضرت** کی شاعری کے بارے میں رقم طراز ہیں:

عالمِ باعمل، **اعلیٰ حضرت** اسلامی تاریخ کی ایک ایسی عبقری شخصیت اور فردِ نابغہ کا نام ہے، جس میں مجددیت کے سارے اوصاف مجتمع تھے۔

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں تب خاک کے پردے سے انسان نکلتا ہے

علم وفضل کے میدان میں **حضرتِ رضا** کی بسیار جہتی اہل نظر سے خراجِ عقیدت وصول کرتی رہے گی۔ اُن کی شاعری فنی نقطہ نظر سے معیار وکمال کی حامل اور سر بسر حمد ونعت ومنقبت پر ہی مشتمل ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ نعت ایک مشکل مگر بہترین صنفِ سخن اور باعثِ فخر وثواب ہے۔ زورِ قلم اور جولانیءِ طبع کے تحت اس فن میں قدم قدم پر خطرات کا سامنا ہے۔ وہ ذاتِ مقدس جس کی سرکار میں دانستہ ونادانستہ ذرا بھی سوئے ادب حبطِ اعمال (اعمال کے ضائع) کا سبب ہو، اس کی مدح ونعت بڑے ہوش وحواس کا کام ہے۔ ''با خدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار'' کی منزل ہمہ دم پیشِ نگاہ رہنی چاہیے۔ ''الملفوظ'' میں **اعلیٰ حضرت** نے فنِ نعت گوئی کی نازکی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔۔۔

حضرتِ حسان کی پیروی :

آپ نے اپنی نعت نویسی کے لئے قرآن وحدیث کو ہی شمعِ راہ بنایا، یہی وجہ ہے کہ اُن کا نعتیہ کلام افراط وتفریط کے عیب اور تخیل کی بےراہ روی سے پاک ہے۔ نعت گوئی میں آپ حضرتِ حسان کی پیروی کافی سمجھتے ہیں جن کی نعتیں سنکر خود رسالت مآب **صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم** محظوظ ہوئے اور دعائیں فرمائیں وہ لکھتے ہیں۔

توشہ میں غم واشک کا ساماں بس ہے
افغانِ دلِ زارِ حدی خواں بس ہے

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی:

احکامِ شریعت کی تبلیغ ونگرانی میں آپ بہت ہی سخت تھے ایک جگہ فرماتے ہیں۔

ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ بے جا سے ہے **اَلْمَنَّتُہ لِلّٰہ** محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی یعنی رہے احکامِ شریعت ملحوظ

''حدائقِ بخشش'' ہر دو حصص، **اعلیٰ حضرت** کی نعتوں کا مجموعہ اور ایک ایسی متاعِ بے بہا ہے جس پر اردو کی نعتیہ شاعری ہمیشہ ناز کرے گی۔ **حضرتِ رضا** کی نعتیں سادہ، سہل، عام فہم، سوز وگدازِ قلب اور عاشقانہ جذبات سے مملو ہیں، مخصوص فنی نقطہءِ نظر سے بھی مشکل اور سخت زمینوں میں آپ کی نعتیں بندش وتراکیب اور قدرتِ بیان کا سارا حسن رکھتی ہیں۔

اُردو کی کلاسیکی شاعری کے اوصاف :

اُردو کی کلاسیکی شاعری کے وہ سارے اوصاف جن پر اہلِ زبان کو ناز ہے **حضرتِ رضا** کے کلام میں بھرے پڑے ہیں۔ شوخیءِ طبع کے باوجود آپ نے بڑی احتیاط سے عروسِ سخن کو اُن تمام زیورات سے آراستہ کیا ہے جو نعت گوئی کے تقدس واحترام کے ساتھ اس کے حسن کو

چار چاند لگاتے ہیں، شاعر کو اپنی لیاقتِ فن کا پورا پورا احساس تھا۔

یہی کہتی ہے بلبلِ باغِ جناں کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ہند میں واصفِ شاہِ ہدیٰ مجھے شوخیءِ طبعِ رضا کی قسم

وہ ایک وہبی شاعر تھے، فنکاری وحسن آفرینی کے لیے موزونیءِ طبع ازبس ضروری ہے یہ محض فیضانِ الٰہی ہے اور کچھ نہیں، اسی لئے کہا گیا ہے ’’**الشُّعَرَاءُ تلا میذُ الرَّحمٰن**‘‘ کیونکہ۔۔۔

طبعِ موزوں نہ کسبی وعملی است　　ازعطیاتِ فیضِ لم یزلی است

زبان و بیان پر ملکہ :

اُنہیں زبان و بیان پر ملکہ حاصل تھا، فارسی وعربی میں مہارت کے ساتھ ساتھ مقامی زبانوں کا ستھرا شعور رکھتے تھے۔ اُن کی اُردو لکھنؤ کی بامحاورہ ٹکسالی زبان ہے، کلام کی سنجیدگی، لب ولہجہ کی بلند آہنگی، طنطنہ اور زور اِس میدان میں بے مثل اُستادی کی دلیل ہے، ایک نعت شریف کے چند اَشعار دعوے کی تصدیق کریں گے۔۔۔

رشکِ قمر ہوں رنگِ رخِ آفتاب ہوں
ذرہ ترا جو اے شہ گردوں جناب ہوں

درِّ نجف ہوں گوہرِ پاک خوشاب ہوں
یعنی ترابِ رہگذرِ بوتراب ہوں

گر آنکھ ہوں تو ابر کی چشمِ پرآب ہوں
دل ہوں تو برق کا دلِ پراضطراب ہوں

خونیں جگر ہوں طائرِ بے آشیاں شہا!
رنگِ پریدہءِ رخِ گل کا جواب ہوں

بے اصل و بے ثبات ہوں بحرِ کرم مدد
پروردہءِ کنارِ سراب وحباب ہوں

عبرت فزا ہے شرمِ گنہ سے مرا سکوت
گویا لبِ خموشِ لحد کا جواب ہوں

دل بستہ بے قرار جگر چاک اشکبار
غنچہ ہوں، گل ہوں، برقِ تپاں ہوں، سحاب ہوں

مولیٰ! دہائی نظروں سے گر کر جلا غلام
رشکِ مژہ رسیدہ ءچشمِ کباب ہوں

مٹ جائے یہ خودی تو وہ جلوہ کہاں نہیں
دردا! میں آپ اپنی نظر کا حجاب ہوں

شاہا! بجھے سقر مرے اشکوں سے تا نہ میں
آبِ عبث چکیدہ ءچشمِ کباب ہوں

حسرت میں خاک بوسی ءطیبہ کی اے رضؔا
ٹپکا جو چشمِ مہر سے وہ خونِ ناب ہوں

ناسخ ہوں کہ امیر، غالب ہوں کہ مومن، اُنہیں شہرت ومقبولیت جس برتے اور کمالِ فن پر حاصل ہوئی کیا مندرجہ بالا **کلامِ رضا** کسی طرح بھی اس معیارِ کیف وکم سے کم ہے؟ اِس ایک نعتیہ غزل میں شعروسخن کے کتنے محاسن جمع ہیں۔

نادر استعارے۔۔۔تازہ کار تشبیہیں۔۔۔حسنِ تضاد۔۔۔مراعاۃ النظیر۔۔۔رعایتِ لفظی۔۔۔سادگی۔۔۔صفائی ءلب ولہجہ کا بانکپن۔۔۔شوخیِ طبع۔۔۔مضمون آفرینی۔۔۔پروازِ فکر۔۔۔اور کیا کچھ نہیں ہے۔

غالب سے موازنہ:

غالب ارود کا مایہ ناز شاعر ہے، حضرتِ رضا نے غالب کی جن زمینوں میں طبع آزمائی فرمائی ہے اُن سے پیچھے نہیں رہے ہیں۔نظرِ

انصاف میں دونوں کے اشعار دیکھئے اور معیار و منہاج کے پیشِ نظر ان پر صاد لگایئے غالب کی مشہور غزل ہے۔

غنچہء ناشگفتہ کو دور سے مت دکھا کہ یوں
بوسے کو پوچھتا ہوں میں، منہ سے مجھے بتا کہ یوں

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

میں نے کہا کہ جلوہء اصل میں کس طرح گمیں
صبح نے نورِ مہر میں مٹ کر دکھا دیا کہ یوں

غالب کی ایک اور مقبول غزل ہے۔

دیر نہیں حرم نہیں در نہیں آستاں نہیں
بیٹھے ہیں رہگذر پہ ہم کوئی ہمیں اٹھائے کیوں

اعلیٰ حضرت کی غزل کا اندازہ اس شعر سے لگایئے۔

جان ہے عشقِ مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزا نازِ دوا اٹھائے کیوں

حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے جسمِ منور کا سایہ نہ ہونے کی بہت ساری شاعرانہ توجیہیں بیان کی جاتی رہی ہیں۔ دیکھئے **اعلیٰ حضرت** کس خوبصورتی سے کہتے ہیں۔

راہِ نبی میں کیا کمی، فرشِ بیاض دیدہ کی
چادرِ ظلّ ہے ملگجی زیرِ قدم بچھائے کیوں

ہے تو رضاؔ نرا ستم، جرم پر گر لجائیں ہم
کوئی بجائے سوزِ غم، سازِ طرب بجائے کیوں

کلکِ رضا ھے خنجرِ خونخوار برق بار:

آپ نے جو زمانہ پایا ہندوستان میں مسلمانوں کا زوال یافتہ عہد تھا۔ بادشاہت ختم ہو چکی تھی۔ انگریزوں کی غلامی کا دور تھا۔ مسلم معاشرہ، مسلم تہذیب اور اسلامی ثقافت کے عروج کو زیادہ دن نہیں گزرے تھے، ہزار عیوب کے باوجود فنونِ لطیفہ کی دلکشی ابھی باقی تھی شعر و سخن کا ہر طرف چرچا تھا، محفلیں گرم تھیں۔ زباندانی کے سکے بٹھائے جاتے تھے، **اعلیٰ حضرت** اپنی بے شمار صلاحیتوں کے ساتھ اگر

صرف اس میدانِ زباندانی میں اپنا علم لہراتے تو کوئی مدِ مقابل نہ تھا مگر ان کی ساری توجہ حفاظتِ دینِ متین اور شریعتِ محمدی کی پاسبانی پر رہی ۔اسلام کے بنیادی عقائد پر جو بالتحریک حملے ہو رہے تھے فتنہءنجدیہ نے جو طوفان برپا کر رکھا تھا اور جزیرۃ العرب کو ہلاتا ہوا یہ زلزلہ جس تیزی سے ہندوستان میں بڑھ چلا تھا اگر **امام احمد رضا** اس کا توڑ نہ کرتے تو خدا معلوم کفریاتِ وہابیہ کا سیلاب کتنوں کے سفینہءایمانی کو غرق کر دیتا۔حضرت نے جس جانفشانی اور جگرکاری کیساتھ ردوہابیہ کے لیے خود کو وقف کر دیا وہ کچھ ان ہی کا حصہ تھا

اُن کی زندگی کا مذہبی مشن اُن کی شاعرانہ مقبولیت کی راہ میں حائل رہا اور وہ اکثر حلقوں میں موردِ طعن و ملامت رہے کہ یہ تو سنت روزِ ازل سے ہے کہ چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی ستیزہ کار رہا ہے۔

اہلِ سنت کے امامِ عصرِ حاضر حق کے لیے کسی کو خاطر میں نہ لائے ،اُنہیں اِس کا احساس تھا وہ لکھتے ہیں۔۔۔

سنّیت سے کھٹکے سب کی آنکھ میں
پھول بن کر ہو گئے کیا خار ہم

لیکن حوصلہ یہ تھا کہ۔۔۔

کلکِ رضا ہے خنجرِ خونخوار برق بار
اعداء سے کہہ دو خیر منائیں ،نہ شر کریں

رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے نجد سے متعلق جو پیشن گوئیاں فرمائی تھیں وہ سب کی سب اپنے وقت سے ظاہر ہوئیں ،ابنِ عبد الوہاب نجدی نے جو کچھ کیا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے ۔اُس کے پیرؤوں کے عقائد شیطانی بس !معاذ اللہ۔حبِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی شدت نے دشمنانِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے لئے کلکِ رضا کو واقعی خنجرِ خونخوار بنا دیا تھا۔فرماتے ہیں۔

مومن وہ ہے جواُن کی عزت پہ مَرے دِل سے
تعظیم بھی کرتا ہے نجدی تو مَرے دل سے

تجھ سے اور جنت سے کیا مطلب وہابی دور ہو
ہم رسول اللہ کے جنت رسول اللہ کی

ذکر روکے فضل کاٹے ،نقص کا جویاں رہے
پھر کہے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ کی

کرے مصطفیٰ کی اہانتیں، کھلے بندوں اس پہ یہ جرأتیں
کہ میں کیا نہیں ہوں محمدی، ارے ہاں نہیں ارے ہاں نہیں

دلّی اور لکھنؤ کی معیاری شاعری کے نمونے :

اعلیٰ حضرت کی شاعری میں اُن کی مذہبیت نے یہ رخ ضرور پیدا کیا ہے جو سرسر احقائق پر مبنی ہے اِس کے باوجود اگر خالص فنی اقدار کا جائزہ لیا جائے تو رضا کی شاعری دلّی اور لکھنؤ کی معیاری شاعری کے نمونے پیش کرے گی ،زبان کی صفائی۔۔۔شستگی و برجستگی۔۔۔اور سہلِ ممتنع کی مثالیں دیکھنی ہوں تو ذیل کے اشعار موجود ہیں۔

اے رضا سب چلے مدینے کو
میں نہ جاؤں ارے خدا نہ کرے

آنکھیں رورو کے سوجانے والے
جانے والے نہیں آنے والے

ذبح ہوتے ہیں وطن سے بچھڑے
دیس کیوں گاتے ہیں گانے والے

کیوں رضا آج گلی سونی ہے
اٹھ مرے دھوم مچانے والے

اللہ اللہ کے نبی سے
فریاد ہے نفس کی بدی سے

شب بھر سونے ہی سے غرض تھی
تاروں نے ہزار دانت پیسے

اُن کے آگے دعویٔ ہستی رضا

کیا بکے جاتا ہے یہ ہر بار ہم

اَشعار میں عربی اور فارسی فقروں کا حسین اور برجستہ پیوند :

اُن کا تبحرِ علمی اُن کے بیشتر اشعار سے ظاہر ہے، عربی و فارسی پر کامل عبور نے اَشعار میں عربی فقروں کا اتنا حسین اور برجستہ پیوند لگایا ہے، جس کی مثال کم ملتی ہے۔۔۔

بے ابرِ کرم کے مرے دھبے

لا تَغسُلُهاَ البِحار آقا

اِتنی رحمت رضا پر کرلو

لَا یَقرُبُهٗ البَوَار آقا

لَاملَئَنَّ جَهَنَّم تھا وعدہ ازلی

نہ منکروں کا عبث بدعقیدہ ہونا تھا

لَم یَاتِ نَظِیرُکَ فِی نَظَر مثلِ تو نہ شد پیدا جانا

جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہِ دوسرا جانا

آپ کی مشہور منقبت ہے۔

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا

اونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا

مقطع (یہ منقبتِ غوث پاک کا مقطع ہے) کا حسن ملاحظہ ہو۔۔۔

اے رضا چیست غم ار جملہ جہاں دشمنِ تست

کردہ ام مامنِ خود قبلۂ حاجاتے را

ایک دوسری نعت ہے۔۔۔

پاٹ وہ کچھ دھار یہ کچھ زار ہم
یا الٰہی کیونکر اُتریں پار ہم

اس میں فرماتے ہیں۔۔۔

چشم پوشی و کرم شانِ شما
کارِ ما بے باکی واصرار ہم

لکھنؤ کی خالص بیگماتی اردو کا استعمال:

میں عرض کر چکا ہوں کہ حضرتِ رضا کی خالص ٹکسالی زبان ہے۔اُن کے یہاں کچھ ایسے الفاظ بھی بڑی عمدگی سے ادا ہوئے ہیں جو لکھنؤ کی خالص بیگماتی اردو کا جزو ہیں مثلاً۔۔۔منگتا۔۔۔گمنا۔۔۔بھرن۔۔۔خدائی خوار۔۔۔گدگدی کرنا۔۔۔سر پر بلا اٹھانا۔۔۔ہوا بتانا۔۔۔وغیرہ وغیرہ

اُن کا منگتا پاؤں سے ٹھکرا دے وہ دنیا کا تاج
جس کی خاطر مر گئے منعم رگڑ کر ایڑیاں

او شہد نمائے زہر در جام
گم جاؤں کدھر تری بدی سے

بندہ ملنے کو قریبِ حضرتِ قادر گیا
لمعہءِ باطن میں گمنے جلوہءِ ظاہر گیا

ہے کون کہ گریہ کرے یا فاتحہ کو آئے
بیکس کے اٹھائے تری رحمت کے بھرن پھول

اپنے کوچے سے نکالے تو نہ دو
ہیں تو حد بھر کے خدائی خوار ہم

غفلتِ شیخ وشاب پر ہنستے ہیں طفلِ شیر خوار
کرنے کو گدگری عبث آنے لگی بہار کیوں

یادِ وطن ستم کیا دشتِ حرم سے لائی کیوں
بیٹھے بٹھائے بدنصیب سر پہ بلا اٹھائی کیوں

نامِ مدینہ لے لیا، چلنے لگی نسیمِ خلد
سوزشِ غم کو ہم نے بھی ایسی ہوا بتائی کیوں

روزمرہ محاورہ اور لب ولہجہ کا یہ ستھرا پن اُن کے کلام کا خاص جوہر ہے۔۔۔

دشوار زمینوں کا استعمال:

اس کے باوصف سخت اور دشوار زمینوں میں **حضرتِ رضا** نے مضامین باندھے ہیں، اور یہ اُن کی قادرُ الکلامی پر دالّ ہیں۔ آپ کی طبیعت مشکل پسند تھی اور یہ مشکل بھی اُنہیں اتنی سہل تھی گویا کوئی تکلیف ہی نہیں، چند اشعار ملاحظہ ہوں۔۔۔

کیا ٹھیک ہو رخِ نبوی پر مثالِ گل
پامال جلوہ ءِ کفِ پا ہے جمالِ گل

رنگِ مژہ سے کر کے خجل یادِ شاہ میں
کھینچا ہے ہم نے کانٹوں پہ عطرِ جمالِ گل

عارضِ شمس وقمر سے بھی ہیں انور ایڑیاں
عرش کی آنکھوں کے تارے ہیں وہ خوشتر ایڑیاں

دو قمر، دو پنجہ ءِ خور، دو ستارے، دس ہلال
اُن کے تلوے، پنجے، ناخن، پائے اطہر ایڑیاں

چرخ پہ چڑھتے ہی چاندی میں سیاہی آ گئی
کر چکی ہیں بدر کو ٹکسال باہر ایڑیاں

تشبیہات:

تشبیہات کی کچھ اور تازہ کاری دیکھئے۔۔۔

دل اپنا بھی شیدائی ہے اُس ناخنِ پا کا
اتنا بھی مہِ نو پہ نہ اے چرخ کہن پھول

دل کھول کے خوں رو لے غمِ عارضِ شہ میں
نکلے تو کہیں حسرتِ خوں نابہ شدن پھول

لمبی ردیف :

وہ بہادر شاہ ظفر کی طرح لمبی لمبی ردیف میں بھی اشعار بڑی آسانی سے کہتے ہیں۔۔۔

رخ دن ہے یا مہر سما، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
شب زلف یا مشک ختا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

نہ آسمان کو یوں سرکشیدہ ہونا تھا
حضورِ خاکِ مدینہ خمیدہ ہونا تھا

رضا جو دل کو بنانا تھا جلوہ گاہِ حبیب
تو پیارے قیدِ خودی سے رہیدہ ہونا تھا

طوبیٰ میں جو سب سے اونچی نازک سیدھی نکلی شاخ
مانگوں نعتِ نبی لکھنے کو روحِ قدس سے ایسی شاخ

تلمیحات کی کثرت :

تلمیحات سے اشعار کا معنوی حسن سوا ہوتا ہے، **حضرتِ رضا** کے کلام میں تلمیحات کی کثرت ہے جو اُن کی وسعتِ **علمی** اور ایجازِ سخن کی دلیل ہے، شاعر کو اس صنعت گری پر کمال حاصل ہے۔۔۔

غنچے ما اوحیٰ کے جو چٹکے دنیٰ کے باغ میں
بلبلِ سدرہ تک اُن کی بو سے بھی محرم نہیں

حسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں
سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ عرب

برقِ انگشتِ نبی چمکی تھی اُس پر ایک بار
آج تک ہے سینہء مہ میں نشانِ سوختہ

رعایتِ لفظی:

وہ رعایتِ لفظی سے بھی اپنے کلام میں بڑی دل کشی اور جاذبیت پیدا کرتے ہیں۔۔۔

خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا
جان کی اکسیر ہے الفت رسول اللہ کی

کیا ہی ذوق افزا شفاعت ہے تمہاری واہ واہ
قرض لیتی ہے گنہ پرہیز گاری واہ واہ

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجابِ رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

حسنِ تکرار و موسیقیت :

حسنِ تکرار موسیقیت کی جان ہے، **اعلیٰ حضرت** ان رموزِ فنی سے بھی پوری طرح آگاہ تھے۔ ترنم، نغمگی، موسیقیت، ، بحروں کے انتخاب

پر بھی موقوف ہے، ذیل کے اشعار شاعر کے بالیدہ شعور کی غمازی کرتے ہیں۔۔۔

کرتا تو ہے یاد اُن کی غفلت کو ذرا رو کے
للہ رضا دل سے ہاں دل سے ارے دل سے

کرے مصطفیٰ کی اہانتیں، کھلے بندوں اِس پہ یہ جرأتیں
کہ میں کیا نہیں ہوں محمدی، ارے ہاں نہیں! ارے ہاں نہیں!

اس میں زم زم ہے کہ تھم تھم اس میں جم جم ہے کہ بیش
کثرتِ کوثر میں زم زم کی طرح کم کم نہیں

چمک تجھے سے پاتے ہیں سب پانے والے
مرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

اس سے انکار ممکن نہیں کہ اگر **اعلیٰ حضرت** صرف شاعری پر ہی اکتفا کرتے تو آج اردو دنیا میں اُن کا مقام میر و غالب ہی کی طرح محفوظ سمجھا جاتا اور شہرت اُن کے قدموں سے لگی رہتی، لیکن اِس عاشقِ رسول نے شعر گوئی و سخن طرازی کو اپنے جذبہء عشقِ رسول کے اظہار کا وسیلہ بنایا، اظہار و ابلاغ کا یہ وسیلہ چونکہ اپنی نوعیت میں فن تھا لہٰذا اُنہوں نے اِس کے آداب و احترام کو کما حقہ، ملحوظ رکھتے ہوئے فنی تقاضوں کو بتمامہٖ پورا کیا۔ وہ یہ کہنے میں حق بجانب تھے۔۔۔

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضؔا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

(انوار رضا مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور ص 621-616)

آیئے اب کچھ مزید واقعات و شواہدات **اعلیٰ حضرت** کی شاعری کے حوالے سے پڑھتے ہیں جن سے ان کی عظمت و شان کا اندازہ ہوتا ہے:

مُلکِ سخن کی شاهی تم کو رضا مُسلّم:

اعلیٰ حضرت کے منجھلے بھائی استاذِ زمن حضرتِ علامہ حسن رضا خان صاحب ''حسن'' بریلوی فنِ شاعری میں حضرتِ داغ دہلوی کے شاگرد تھے، استاذِ زمن کی جب چند نعتیں جمع ہو جاتی تھیں تو اپنے صاحبزادے حضرت مولانا حسنین رضا خان کے بدست اپنے استاد

حضرتِ داغ دہلوی کے پاس اصلاح کے لیے روانہ فرماتے تھے۔

ایک بار کا واقعہ ہے کہ استاذِ زمن کا کچھ کلام لیکر مولانا حسنین رضا خان صاحب دہلی جارہے تھے، **اعلیٰ حضرت** نے دریافت فرمایا کہ کہاں جانا ہو رہا ہے مولانا حسنین رضا خان نے عرض کیا والد صاحب کا کلام لیکر استاد داغ دہلوی کے پاس جارہا ہوں۔ **اعلیٰ حضرت** اُس وقت وہ نعتِ پاک قلمبند فرمارہے تھے جس کا مطلع ہے۔

اُن کی مہک نے دل کے غنچے کھلائے دیئے ہیں
جس راہ چل دیے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں

ابھی مقطع نہیں لکھا تھا، فرمایا لیجئے! چند اشعار ہو گئے ہیں، ابھی مقطع نہیں لکھا ہے، اس کو بھی دکھا لیجئے گا۔

چنانچہ مولانا حسنین رضا خان صاحب دہلی پہنچے اور استاذ الشعراء حضرتِ داغ دہلوی سے ملاقات کی، اپنے والدِ ماجد استاذِ زمن کا کلام پیش کیا۔ حضرتِ داغ دہلوی نے اِس کی اصلاح کی، جب اصلاح فرما چکے تو مولانا حسنین میاں صاحب نے **اعلیٰ حضرت** کا وہ کلام بھی پیش کیا اور کہا یہ کلام چچا جان **اعلیٰ حضرت** نے چلتے وقت دیا تھا اور فرمایا تھا کہ یہ بھی دکھاتے لائیے گا۔

حضرتِ داغ نے اس کو ملاحظہ فرمایا، مولانا حسنین میاں صاحب فرماتے ہیں: حضرتِ داغ اُس وقت نعتِ پاک کو گنگنا رہے تھے اور جھوم رہے تھے اور آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے، پڑھنے کے بعد حضرتِ داغ دہلوی نے فرمایا اِس نعتِ پاک میں تو کوئی ایسا حرف بھی مجھے نظر نہیں آتا جس میں کچھ قلم لگا سکوں، اور یہ کلام تو خود لکھا ہوا معلوم ہی نہیں ہوتا بلکہ یہ کلام تو لکھوایا گیا ہے، میں اس کلام کی فن کے اعتبار سے کیا کیا خوبیاں بیان کروں بس میری زبان پر تو یہ آرہا ہے کہ۔۔۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھادئے ہیں

اور فرمایا اس میں مقطع تھا بھی نہیں، لیجئے مقطع بھی ہو گیا، نیز **اعلیٰ حضرت** کو ایک خط لکھا کہ اس نعتِ پاک کو اپنے دیوان میں اس مقطع کے ساتھ شامل کریں اس مقطع کو علیحدہ نہ کریں نہ دوسرا مقطع کہیں۔

(تجلیاتِ امام احمد رضا از مولانا امانت رسول قادری مطبوعہ مکتبہ برکاتی پبلیشرز کراچی ص90)

اب میں اپنا قصیدہ نہیں سنا سکتا:

حضرتِ محسن کاکوروی جو اپنے دور میں سر برآوردہ شعراء میں سے تھے اور نعت گوئی میں اپنا ایک مقام رکھتے تھے، ان کا ایک پر لطف واقعہ منقول ہے کہ آپ اپنا ''قصیدہ ءمعراج'' سنانے کی غرض سے **اعلیٰ حضرت** کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، جس کا مطلع یہ ہے۔۔۔

سمتِ کاشی سے چلا جانبِ متھرا بادل
برق کے کاندھے پہ لائی ہے صبا گنگا جل

شبِ دیجور اندھیرے میں ہے بادل کے نہاں
لیلیٰ محمل میں ہے ڈالے ہوئے منہ پر آنچل

قبلِ عصر قصیدے کے دو شعر سنائے گئے، بقیہ کے لیے یہ طے ہوا کہ عصر کے بعد سنا جائے گا، بعدِ عصر امامِ شعر و ادب **اعلیٰ حضرت** فاضلِ بریلوی نے اپنا طویل قصیدہ ءمعراجیہ سنایا جس کا مطلع یہ ہے۔

وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لیے تھے

اس عظیم و جلیل قصیدے کو سننے کے بعد حضرتِ محسن کاکوروی نے یہ کہہ کر اپنا قصیدہ جیب میں رکھ لیا کہ ''حضرت! اب اِس کے بعد میں اپنا قصیدہ نہیں سنا سکتا، واقعہءمعراج پر آپ نے ایسی طبع آزمائی فرمائی اور اپنے طبعِ رواں کا ایک ایسا جوہر دکھایا ہے جس کی مثال سے اردو شاعری کا دامن خالی ہے۔

(تجلیات امام احمد رضا از مولانا امانت رسول قادری مطبوعہ مکتبہ برکاتی پبلیشرز کراچی ص90)

اس کی زبان تو کوثر کی دھلی ہوئی ہے:

اسی ''قصیدہ ءمعراجیہ'' کے متعلق حضرتِ محدثِ اعظمِ ہند سید محمد محدثِ کچھوچھوی اشرفی الجیلانی نے ایک شاندار واقعہ بیان فرمایا آپ فرماتے ہیں کہ:

ایک مرتبہ لکھنؤ کے ادیبوں کی ایک شاندار محفل میں **اعلیٰ حضرت** کا ''قصیدہ ءمعراجیہ'' میں نے اپنے انداز میں پڑھ کر سنایا تو سب جھومنے لگے۔ میں نے اعلان کیا کہ تنقیدی نقطہءنظر سے میں اَدیبوں کا فیصلہ اِس قصیدے کی زبان کے متعلق چاہتا ہوں، تو سب نے کہا کہ ''اس کی زبان تو کوثر کی دھلی ہوئی ہے'' اور اسی قسم کا ایک واقعہ دہلی میں بھی پیش آیا تو سرآمد شعرائے دہلی نے جواب دیا ''ہم سے کچھ نہ پوچھئے آپ عمر بھر پڑھتے رہیئے ہم عمر بھر سنتے رہیں گے''۔

(تجلیات امام احمد رضا از مولانا امانت رسول قادری مطبوعہ مکتبہ برکاتی پبلیشرز کراچی ص92)

چار زبانوں میں فی البدیہ نعت لکھ دی:

مفتیءاعظمِ ہند مولانا **محمد مصطفیٰ رضا** خان صاحب فرماتے ہیں:

مولانا سید ارشاد علی صاحب اور مولانا سید محمد ناطق شاہ صاحب **اعلیٰ حضرت** کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ’’حضور! اب تک ایسی نعتِ پاک نظر سے نہیں گزری جس میں چار زبانیں ہوں، حضور کی خدمت میں عرض ہے کہ ایسی نعتِ پاک تحریر فرمائیں جس میں اردو، ہندی، عربی، فارسی، یہ چاروں زبانیں شامل ہوں‘‘

اعلیٰ حضرت نے فرمایا ’’فقیر کا نہ تو یہ رنگ ہے نہ یہ طریقہ ہے لیکن آپ آلِ رسول ہیں آپ کی عرض نہیں بلکہ آپ کا حکم ہے یہ فرما کر اُسی وقت، اُسی مجلس میں فی البدیہہ یہ نعتِ پاک قلمبند فرمائی جو چار زبانوں پر مشتمل ہے یعنی عربی، فارسی، اردو اور ہندی۔

لَم یَاتِ نَظِیرُكَ فِی نَظَرٍ، مثلِ تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سو، ہے تجھ کو شہِ دوسرا جانا

البَحرُ عَلَا وَالمَوجُ طَغٰی، من بیکس وطوفاں ہوش ربا
منجدھار میں ہوں بگڑی ہے ہوا، موری نیا پار لگا جانا

یَا شَمسُ نَظرتِ اِلیٰ لَیلِی، چوں بہ طیبہ رسی عرضے بکنی
توری جوت کی جھل جھل جگ میں رچی، مری شب نے نہ دن ہونا جانا

لَكِ بَدرٌفِی الوَجهِ الَا جمَل، خط ہالہء مہ زلف ابرِ اجل
تورے چندن چندر پرو کنڈل، رحمت کی بھرن برسا جانا

اَنَا فِی عَطَشٍ وَ سَخَاكَ اَتَم، اے گیسوئے پاک اے ابرِ کرم
برسن ہارے رم جھم رم جھم، دو بوند اِدھر بھی گرا جانا

یَاقَافِلَتِی زِیدِی اَجَلَك، رحمے برحسرتِ تشنہ لبک
مورا جیرا لرجے درک درک، طیبہ سے ابھی نہ سنا جانا

وَاھَاً لِّسُوَیعَاتٍ ذَھَبَت، آں عہدِ حضورِ بار گہت
جب یاد آوت موہے کرنہ پرت، دردا ! وہ مدینے کا جانا

اَلقَلبُ شَجٍّ وَالھَمُّ شُجُون، دل زار چناں جاں زیرِ چنوں
پت! اپنی بپت میں کا سے کہوں، مرا کون ہے تیرے سوا جانا

اَلرُّوحُ فِدَاکَ فَزِد حَرقًا، یک شعلہ دگر برزن عشقا!
موراتن من دھن سب پھونک دیا، یہ جان بھی پیارے جلا جانا

بَس خَامَہءِ خَام نَوائے رَضا، نہ یہ طرز مری نہ یہ رنگ مرا
اِرشادِ اَحبّا ناطق تھا ناچار اِس راہ پڑا جانا

قارئین! عربی، فارسی، اردو، ہندی، مختلف زبانوں میں شاعری، وہ بھی ایک ہی نعت میں اور وہ بھی فی البدیہہ، نیز نعتیہ شاعری کتنی دشوار اور دقت طلب ہے اس کا صحیح اندازہ کچھ اصحابِ فن ہی کر سکتے ہیں، مقطع بھی ملاحظہ کیجئے کہ ارشاد اور ناطق کی بندش کیسے لطیف انداز میں کی گئی ہے۔

(تجلیات امام احمد رضا از مولانا امانت رسول قادری مطبوعہ مکتبہ برکاتی پبلیشرز کراچی ص93)

علمائے مصر حیرت میں ڈوب گئے :

اعلیٰ حضرت کے خلیفہء اجل، شیخ طریقت، مکینِ دیارِ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مولانا ضیاء الدین احمد مدنی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ مصر کے فاضل ترین علمائے کرام کے اجتماع میں میں نے **اعلیٰ حضرت کا مندرجہ ذیل ''قصیدہء عربیہ'' پڑھا تو اُنہوں نے بیک زبان کہا کہ ''یہ قصیدہ کسی فصیح اللسان عربی النسل عالمِ دین کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے''**

میں نے بتایا کہ اِس قصیدے کے لکھنے والے مولانا شاہ امام احمد رضا خان ہیں جو عربی نہیں بلکہ عجمی ہیں۔ علمائے مصر حیرت میں ڈوب گئے کہ وہ عجمی ہو کر عربی میں اتنے ماہر ہیں ''قصیدہء عربیہ'' کے چند اشعار مندرجہ ذیل ہیں۔

اَلحَمدُ لِلمُتَوَحِّدِ
بِجَلَالِہِ المُتَفَرِّدِ

وصَلٰوۃُ مَولَانَاعَلیٰ
خَیرِ الاَ نَامِ مُحَمَّدٖ

وَالٰا لِ اَمطَارِ النَّدیٰ
وَالصَّحبِ سُحبِ عَدَائِدٖ

یَا رَبِّ یَا رَبَّاہُ یَا
کَنزَالفَقِیرِالفَاقِدٖ

بِکَ اَلتَجِی بِکَ اَدفَعُ
فِی نَحرِ کُلِّ مُھَدَّدِ

اَنتَ القَوِیُّ فَقَوِّنِی
اَنتَ القَدیرُ فَاءَ یَدٖ

اَللّٰہُ مَولٰنا وَلَا
مَولیٰ لِعَانٍ مُّفسَدٖ

قُرآنُنَا قُربَانُنَا
وَاللّٰہ اَقرَبُ شَاھِدٖ

اَعظِم بِہٖ کَم فَازَ مِن
فَضلٍ وَّ مَجدٍ مَّاجِدٖ

اَکرِم بِہٖ کَم حَازَ مِن
فَیضٍ وَّ جُودٍ جَائِدٖ

اُنظُر بَوَا رِقَہٗ اِذَا
بَرَقتَ بِعَلیَا فَرقَدٖ

فَاِلَی العَظِیمِ تَوَسُّلِی
بِکِتَابِہٖ وَ بِاَحمَدٖ

وَبِمَن اَتیٰ بِکَلامِہٖ
وَبِمَن ھَدیٰ وَبِمَن ھُدٖ

وَبِطِیبَۃٍ وَبِمَن حَوَت
وَ بِمِنبَرٍ وَبِمَسجِدٖ

وَ بِکُلِّ مَن وَّجَدَ الرِّضیٰ
مِن عِندِ رَبٍّ وَاحِدٖ

وَجعَل بِھَا اَحمَد رَضَا
عَبداً بِحِرزِ السَّیِّدٖ

(تجلیاتِ امام احمد رضا از مولانا امانت رسول قادری مطبوعہ مکتبہ برکاتی پبلیشرز کراچی ص95)

قصیدہء مُرَصَّعہ :

''قصیدہ مرصعہ'' وہ قصیدہ ہوتا ہے جو مطلع یا حسنِ مطلع کے بعد کم از کم اٹھائیس اشعار پر اس طرح مشتمل ہو کہ ہر پہلے مصرعہ کے آخر میں حروفِ تہجی یعنی ''الف'' سے ''یا'' تک بالترتیب ایک ایک حرف آتا جائے۔

بحمدہٖ تبارک وتعالیٰ اقلیمِ سخن کے تاجدار **اعلیٰ حضرت** نے شعر ونغمہ کی اِس زمین پر بھی طبع آزمائی فرمائی ہے، جس کا روشن ثبوت **"قصیدہء درودشریف"** ہے۔ناظرین کی ضیافتِ طبع کے لئے یہ قصیدہ اختصار کے ساتھ نقل کر رہے ہیں یاد رہے یہ وہی قصیدہ ہے جس کے بارے میں **اعلیٰ حضرت** نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے جنازے کے ساتھ پڑھا جائے۔

الف۔۔۔۔

کعبے کے بدرالدجیٰ ،تم پہ کروڑوں درود

طیبہ کے شمس الضحیٰ ،تم پہ کروڑوں درود

الف۔۔۔

اورکوئی غیب کیا ،تم سے نہاں ہو بھلا

جب نہ خدا ہی چھپا ،تم پہ کروڑوں درود

الف۔۔۔

دل کرو ٹھنڈا مرا ، وہ کفِ پا چاند سا

سینے پہ رکھ دو ذرا ،تم پہ کروڑوں درود

ب۔۔۔

ذات ہوئی انتخاب ، وصف ہوئے لاجواب

نام ہوا مصطفیٰ ، تم پہ کروڑوں درود

ت۔۔۔

تم سے جہاں کی حیات ،تم سے جہاں کا ثبات

اَصل سے ہے ظلّ بندھا ،تم پہ کروڑوں درود

ث۔۔۔

تم ہو حفیظ ومغیث ، کیا ہے وہ دشمن خبیث

تم ہو تو پھر خوف کیا ،تم پہ کروڑوں درود

ج۔۔۔

وہ شب معراج راج ، وہ صفِ محشر کا تاج

کوئی بھی ایسا ہوا ،تم پہ کروڑوں درود

ح---

جان و جہانِ مسیح، داد! کہ دل ہے جریح

نبضیں چھٹیں دم چلا، تم پہ کروڑوں درود

خ---

اُف! وہ رہِ سنگلاخ، آہ یہ پا شاخ شاخ

اے مرے مشکل کشا، تم پہ کروڑوں درود

د---

تم سے کھلا بابِ جود، تم سے ہے سب کا وجود

تم سے ہے سب کی بقا، تم پہ کروڑوں درود

ذ---

خستہ ہوں اور تم معاذ، بستہ ہوں اور تم ملاذ

آگے جو شہ کی رضا، تم پہ کروڑوں درود

ر---

گرچہ ہیں بے حد قصور، تم ہو عفوٌّ و غفور

بخش دو جرم و خطا، تم پہ کروڑوں درود

ز---

بے ہنر و بے تمیز، کس کو ہوئے ہیں عزیز

ایک تمہارے سوا، تم پہ کروڑوں درود

س---

آس ہے نہ کوئی پاس، ایک تمہاری ہے آس

بس ہے یہی آسرا، تم پہ کروڑوں درود

ش---

طارمِ اعلیٰ کا عرش، جس کفِ پا کا ہے فرش

آنکھوں پہ رکھ دو ذرا، تم پہ کروڑوں درود

ص---

کہنے کو ہیں عام خاص، ایک تمہیں ہو خلاص

بند سے کر دو رہا، تم پہ کروڑوں درو

ض---

تم ہو شفائے مرض، خلقِ خدا خود غرض

خلق کی حاجت بھی، کیا تم پہ کروڑوں درود

ط---

آہ وہ راہ صراط، بندوں کی کتنی بساط

المدد اے رہنما، تم پہ کروڑوں درود

ظ---

بے ادب و بدلحاظ، کر نہ سکا کچھ حفاظ

عفو پہ بھولا رہا، تم پہ کروڑوں درود

ع---

لوتہِ دامن کہ شمع، جھونکوں میں ہے روزِ جمع

آندھیوں سے حشر اٹھا، تم پہ کروڑوں درود

غ---

سینہ کہ ہے داغ داغ، کہہ دو کرے باغ باغ

طیبہ سے آکر صبا، تم پہ کروڑوں درود

ف---

گیسو و قد لام الف، کر دو بلا منصرف

لا کے تہِ تیغِ لا، تم پہ کروڑوں درود

ق---

تم نے برنگ فلقِ جیبِ جہاں کر کے شق

نور کا تڑ کا کیا، تم پہ کروڑوں درود

ک---

نوبتِ در ہے فلک، خادمِ در ہیں ملک
تم ہو جہاں بادشا، تم پہ کروڑوں درود

ل---

خلق تمہاری جمیل، خلق تمہارا جلیل
خلق تمہاری گدا، تم پہ کروڑوں درود

م---

طیبہ کے ماہِ تمام، جملہ رُسل کے امام
نوشہء ملکِ خدا، تم پہ کروڑوں درود

م---

تم سے جہاں کا نظام، تم پہ کروڑوں سلام
تم پہ کروڑوں ثنا، تم پہ کروڑوں درود

ن---

اک طرف اعدائے دیں، ایک طرف حاسدیں
بندہ ہے تنہا شہا، تم پہ کروڑوں درود

و---

اپنے خطاواروں کو، اپنے ہی دامن میں لو
کون کرے یہ بھلا، تم پہ کروڑوں درود

ہ---

کر کے تمہارے گناہ، مانگیں تمہاری پناہ
تم کہو دامن میں آ، تم پہ کروڑوں درود

ی---

ہم نے خطا میں نہ کی، تم نے عطا میں نہ کی
کوئی کمی سرورا، تم پہ کروڑوں درود

ہے۔۔۔

کام وہ لے لیجئے ،تم کو جو راضی کرے

ٹھیک ہونامِ رضا ،تم پہ کروڑوں درود

(تجلیات امام احمد رضا از مولانا امانت رسول قادری مطبوعہ مکتبہ برکاتی پبلیشرز کراچی ص95)

علمِ ریاضی

اعلیٰ حضرت ایک عظیم المرتبت مفسر،محدث اور فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ ریاضی کے بلند پایہ امام بھی تھے،آپ کو جہاں تمام علوم وفنون پر دسترس ومہارت حاصل تھی وہیں علم ریاضی کے بھی وہ ایک ماہر استاد سمجھے جاتے تھے،جبکہ یہ علم اُنہوں نے کسی استاد سے حاصل نہیں کیا تھا بلکہ ملہمِ غیبی نے اُن کو اپنی جانب سے عطا کیا تھا اور جس کے لیے عطائے ربانی کے دروازے کھل جائیں پھر وہ محتاج نہیں رہ جاتا بلکہ غنی ہوجاتا ہے۔

محققِ طوسی کی پکڑ:

محققِ طوسی جیسے مہندس (Geometrician) اور ہیئت کے ماہر کی مختلف خطاؤں کی طرف **اعلیٰ حضرت** نے نشاندہی فرمائی ہے جس سے اس فن میں آپ کی مہارت آشکار ہوتی ہے۔

علمِ ریاضی سے **اعلیٰ حضرت** نے علم فقہ کی جتنی خدمتیں کیں یہ پوری تاریخِ اسلام میں ایک مثالی کارنامہ ہے۔مثلاً سمتِ قبلہ،طلوع و غروب،اوقاتِ صوم وصلوٰۃ کی تخریج،زکوٰۃ وفطرہ کے لیے اوزان و پیمانہ کا تعین،مسافتِ سفر کی تقدیر وغیرہ بے شمار مسائل پر آپ کی نادر تحقیقات اور ایجادی قواعد وضوابط نے فقہ اسلامی میں ایک مہتمم بالشان باب کا اضافہ کیا ہے۔چند مثالیں پیشِ خدمت ہیں۔۔۔

مسافتِ قصر کا تعین:

نمازِ قصر کا حکم سفر کی وجہ سے ہے۔۔۔احادیثِ مبارکہ سے تین روز کی مسافت سے سفر شرعی ثابت ہوتا ہے۔اس کی مقدار کو جدید میلوں میں لانے کیلئے **اعلیٰ حضرت** نے علمِ ریاضی کا سہارا لیا۔

آپ فرماتے ہیں ہمارے بلادِ ہند میں ہر منزل بارہ کوس کی ہوتی ہے اور مروجہ میل سے 8/5 میل ہوتا ہے اس اعتبار سے ایک منزل=بارہ کوس5/8x=96/5x3 منزل=288/5=57/1/3 میل19=1/3 میل کی ایک منزل ہوئی تو تین منزلیں57.3/5 میل ہوگئیں۔

(فقیہ اسلام از ڈاکٹر حسن رضا اعظمی مطبوعہ ادارہ تصنیفات کراچی ص334)

ناپ اور تول کے شرعی پیمانوں کی مقدار کا تعین :

اعلیٰ حضرت نے ناپ اور تول کے شرعی پیمانوں کو انچ اور ماشے کے ساتھ تعلق دے کر اپنے فتاویٰ میں متفرق مقامات پر تحریر فرمایا ہے جس سے آپ کے علمِ ریاضی پر تبحر کا اندازہ ہوتا ہے ملاحظہ کیجئے۔

ناپ کے پیمانے :

ایک گز شرعی(ذراع کرباس یا ذراعِ عام)=1 ہاتھ =8 گرہ =18 انچ =45.72 سینٹی میٹر

1 گرہ =3 انگل، 1 انگل =3/4 انچ =1.905 سینٹی میٹر

تول یا وزن کے پیمانے اور سکے :

ایک صاع=4 مد (یا 4 شرعی من)=3.150 کلو گرام

شرعی سکے بلحاظِ وزن اور قیمت

ایک دینارِ شرعی=ایک مثقال سونا (بلحاظ وزن)=41/2 ماشے سونا

ایک دینارِ شرعی=10 درہم (بلحاظ قیمت)

ایک درہم شرعی=3.0618 گرام چاندی

اس طرح ایک دینار شرعی =2 تولے 7-1/2 ماشے بھر چاندی

ایک اوقیہ=40 درہم =10-1/2 تولے چاندی (بلحاظ قیمت)

ایک اوقیہ=10-1/2 تولے =122.472 گرام (بلحاظ وزن)

وزن سبعہ :

7 مثقال=10 درہم

یہ وزن سبعہ کہلاتا ہے جیسے ''درمختار'' میں ہے **''كل عشرة دراهم وزن سبعة مثاقيل''**

زمانہ اقدس رسالتِ ماب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم میں ایک دینار (41/2 ماشے یا ایک مثقال یا 4.374 گرام سونا) دس درہم کا ہوتا تھا اس طرح ایک مثقال سونا =7 مثقال چاندی (بلحاظ قیمت) اور یہی وزنِ سبعہ ہے یعنی عہد رسالتِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم پناہی میں 4.374 گرام سونا بلحاظ قیمت 30.618 گرام چاندی کے برابر تھا۔ بعد میں سلاطینِ اسلام کے دینار کوئی معین نہیں رہے، مختلف ہو گئے۔

چاندی سونے کا نصاب برائے زکوٰۃ:

چاندی کا نصاب=200 درہم =521/2 تولے چاندی =612.36 گرام چاندی

سونے کا نصاب=20 مثقال سونا =87.48 گرام سونا۔

(معارفِ رضا مطبوعہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص 127)

اعلیٰ حضرت کی علمِ ریاضی میں اسی مہارت نے اپنے دور کے ایک عظیم ریاضی دان کو ورطہ ءِ حیرت میں ڈال دیا، آیئے ان کی روداد

پڑھتے ہیں۔۔۔

وائس چانسلر ڈاکٹر سر ضیاء الدین کی حاضری :

مولوی محمد حسین میرٹھی صاحب کا بیان ہے کہ:

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے وائس چانسلر ڈاکٹر سر ضیاءالدین جنہوں نے ہندوستان کے علاوہ غیر ممالک میں تعلیم پائی تھی، ریاضی میں کمال حاصل کیا تھا اور ہندوستان میں کافی شہرت رکھتے تھے۔ اتفاق سے ان کو ریاضی کے کسی مسئلے میں اشتباہ ہوا، ہر چند کوشش کی مگر مسئلہ حل نہ ہوا۔

چونکہ صاحبِ حیثیت تھے اور علم کے شائق تھے اِس لیے قصد کیا کہ جرمنی جا کر اس کو حل کریں، حسنِ اتفاق سے جنابِ مولانا سید سلیمان اشرف صاحب بہاری پروفیسر دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے اس کا ذکر کیا، اُنہوں نے مشورہ دیا کہ آپ بریلی جا کر **اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان** صاحب سے دریافت کیجئے وہ ضرور حل کر دیں گے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ مولانا یہ آپ کیا فرما رہے ہیں، میں کہاں کہاں تعلیم پا کر آیا ہوں مگر مسئلہ حل نہیں کر سکا اور آپ اُن صاحب کا نام لیتے ہیں جنہوں نے غیر ممالک تو کجا اپنے شہر کے کالج میں بھی تعلیم حاصل نہیں کی، بھلا اُن سے کیا معلوم ہوسکتا ہے۔

دو چار دن کے بعد مولانا سید سلیمان اشرف صاحب نے اُن کو پریشان دیکھ کر پھر یہی مشورہ دیا، ڈاکٹر صاحب نے پھر وہی جواب دیا اور سفرِ یورپ کا سامان تیار کرنا شروع کر دیا، مولانا صاحب موصوف نے پھر ان سے فرمایا تو غصہ بھرے لہجے میں کہا کہ ''مولانا! عقل بھی کوئی چیز ہے، آپ مجھ کو کیا رائے دیتے ہیں''۔ اس پر مولانا نے فرمایا: آخر اس میں حرج ہی کیا ہے، اتنے بڑے سفر کے مقابلے میں بریلی جانا تو کوئی چیز نہیں، سیدھی گاڑی جاتی ہے، چند گھنٹے کا سفر ہے، ایک بار ہو تو آیئے۔

آخر اُن کی سمجھ میں بات آ گئی چنانچہ وہ مولانا سید سلیمان اشرف صاحب کو لے کر مارہرہ شریف پہنچے اور وہاں سے جناب سید شاہ مہدی حسن میاں صاحب (سجادہ نشین مارہرہ شریف، پیرزادہ اعلیٰ حضرت) کو لے کر بریلی شریف **اعلیٰ حضرت** کے دولت کدہ پر پہنچے اور اندر اطلاع بھیجی۔ **اعلیٰ حضرت** کی طبیعت ناساز تھی، اس لئے حضرت مہدی حسن میاں صاحب قبلہ نے کہلا بھیجا کہ میں آپ کے دیکھنے کو آیا ہوں۔ فوراً پردہ ہوا اور یہ تینوں حضرات **اعلیٰ حضرت** کے پاس پہنچے۔

اعلیٰ حضرت نے حضرت مہدی حسن میاں صاحب کی تعظیم وتوقیر شایانِ شان فرمائی اور جناب مولانا سید سلیمان اشرف صاحب کی بھی بوجہِ سیادت تعظیم کی، اور ڈاکٹر صاحب کی بھی مزاج پرسی فرمائی۔۔۔

سنا کرتا تھا کہ علمِ لدنی بھی کوئی شے ہے آج آنکھ سے دیکھ لیا :

جنابِ وائس چانسلر صاحب موصوف نے عرض کیا کہ: میں ریاضی کا ایک مسئلہ دریافت کرنے آیا ہوں۔ ارشاد ہوا: فرمایئے۔ انہوں

نے کہا: وہ ایسی بات نہیں ہے جسے میں اتنی جلدی عرض کر دوں۔ فرمایا: آخر کچھ تو فرمائیے۔ وائس چانسلر صاحب نے سوال پیش کر دیا۔ **اعلیٰ حضرت** نے سنتے ہی فرمایا کہ: اس کا جواب یہ ہے۔ یہ سن کر اُن کو حیرت ہوگئی اور گویا آنکھ سے پردہ اٹھ گیا، بے اختیار بول اٹھے۔۔۔

''میں سنا کرتا تھا کہ علم لدنی بھی کوئی شے ہے آج آنکھ سے دیکھ لیا''

میں تو اس مسئلہ کے حل کے لیے جرمنی جانا چاہتا تھا کہ ہمارے دینیات کے پروفیسر جناب مولانا سید سلیمان اشرف نے میری رہبری فرمائی، مجھے جواب سن کر تو ایسا معلوم ہو رہا ہے گویا جناب اِسی مسئلے کو کتاب میں دیکھ رہے تھے کہ سنتے ہی فی البدیہہ تشفی بخش نہایت اطمینان کا جواب دیا اور وہ بہت شاداں و فرحاں علی گڑھ واپس ہوئے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ص 243-241)

میں تو اپنے آپ کو بالکل طفلِ مکتب سمجھ رہا ہوں :

جناب سید ایوب علی صاحب نے بھی ڈاکٹر سر ضیاء الدین کی بارگاہِ **اعلیٰ حضرت** میں حاضری کا تذکرہ کیا ہے وہ فرماتے ہیں۔۔۔

ہم دونوں (سید ایوب علی اور سید قناعت علی) اُس وقت موجود تھے، ڈاکٹر صاحب کو اندر بلا لیا گیا شاید نمازِ عصر ہونے والی تھی، ڈاکٹر صاحب نے بھی وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا مگر نماز پڑھنے کے وقت موزے اُتار ڈالے، **اعلیٰ حضرت** نے اُن سے پیروں کو پھر دھلوایا، بعدِ نماز کچھ باہمی گفتگو رہی۔

حضور نے اپنا ایک قلمی رسالہ جس میں اکثر اشکال مثلث اور دوائر (دائرے) بنے ہوئے تھے، ڈاکٹر صاحب کو دکھایا۔ ہم لوگوں نے دیکھا کہ ڈاکٹر صاحب نہایت حیرت و استعجاب سے اسے دیکھ رہے تھے اور بالآخر فرمایا:

میں نے اِس علم کو حاصل کرنے میں غیر ممالک کے اکثر سفر کئے مگر یہ باتیں کہیں بھی حاصل نہ ہوئیں۔ میں تو اپنے آپ کو بالکل طفلِ مکتب سمجھ رہا ہوں مولانا! یہ تو فرمائیے آپ کا اس فن میں استاد کون ہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا: میرا کوئی استاد نہیں ہے، میں نے اپنے والدِ ماجد سے صرف چار قاعدے جمع، تفریق، ضرب، تقسیم محض اس لئے سیکھے تھے کہ ترکہ کے مسائل میں اُن کی ضرورت پڑتی ہے، شرح چغمینی شروع کی تھی کہ والدِ ماجد نے فرمایا کیوں اپنا وقت اس میں صرف کرتے ہو **مصطفیٰ پیارے صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم** کی سرکار سے یہ علوم تم کو خود ہی سکھا دیئے جائیں گے۔۔۔

یہ سب سرکار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا کرم ہے:

چنانچہ یہ جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں اس گھر کی چار دیواری کے اندر بیٹھا خود ہی کرتا رہتا ہوں یہ سب **سرکار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم** کا کرم ہے۔

اس کے بعد کسورِ اعشاریہ متوالیہ کی قوت کا تذکرہ آیا، (کسورِ اعشاریہ متوالی میں نصاریٰ (انگریز) تیسری قوت سے زیادہ کا سوال حل کرنے سے قاصر ہیں۔ چنانچہ فقیر کو بھی اسی قدر واقفیت تھی مگر **اعلیٰ حضرت** نے ارشاد فرمایا کہ مجھے جس قوت کا سوال دیا جائے گا حل کر دوں گا۔ اس کے بعد مجھے اور برادرم قناعت علی کو وہ قاعدہ

تفہیم فرما کر دو چار مثالیں بھی حل کرا دیں) ڈاکٹر صاحب نے بھی وہی فرمایا کہ تیسری قوت تک ہے اس پر حضور نے میری اور قناعت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ میرے دو بچے بیٹھے ہیں انہیں جس قوت کا آپ سوال دے دیں یہ حل کر دیں گے۔

ڈاکٹر صاحب متحیر ہو کر ہم دونوں کو دیکھنے لگے، پھر ڈاکٹر صاحب نے دریافت کیا کہ حضور! اس کا کیا سبب ہے کہ آفتاب حقیقتاً طلوع نہیں ہوا مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ طلوع ہو گیا ہے۔ اس کا جواب علمی اصطلاح میں حضور نے دیا جسے فقیر بیان کرنے سے قاصر ہے۔ پھر حاجی کفایت اللہ صاحب سے فرمایا حاجی صاحب! ایک طشت میں تھوڑا سا پانی ڈال کر ایک روپیہ اس میں ڈال دو۔ انہوں نے فوراً حکم کی تعمیل کی۔ اب حضور نے ڈاکٹر صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا آپ کھڑے ہو کر دیکھئے برتن میں روپیہ نظر آتا ہے کہ نہیں؟

انہوں نے کچھ فاصلے سے دیکھ کر عرض کیا۔ ہاں نظر آ رہا ہے، فرمایا: ذرا پیچھے ہٹ آیئے، عرض کی اب دکھائی نہیں دیتا۔ حضور نے حاجی صاحب کو اشارہ کیا، انہوں نے تھوڑا سا پانی برتن میں ڈال دیا۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا اب نظر آنے لگا۔ فرمایا اور دو قدم پیچھے کو آ جایئے پھر روپیہ نظر سے غائب تھا۔ حاجی صاحب نے اور پانی ڈالا پھر روپیہ نمایاں تھا۔

بعدہ ڈاکٹر صاحب نے عرض کی افسوس یہ ہے کہ میں عربی سے ناواقف ہوں اور آپ انگریزی سے، کیا اچھا ہوتا کہ عربی کتب کا ترجمہ اردو میں ہو جاتا پھر میں انگریزی کر کے شائع کر دیتا، اور بتایا کہ میرے یہاں کالج کی لائبریری میں ایک کتاب عربی میں ہے جس کا وجود دنیا میں معدودے چند نسخوں پر ہے

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ص 237)

اللہ نے ایسا علم دیا ہے کہ عقل حیران ہے :

مولانا عبدالباقی شاہ برہان الحق جبلپوری ڈاکٹر صاحب کی واپسی کی روداد یوں سناتے ہیں۔۔۔

ڈاکٹر صاحب کچھ دیر بیٹھے، پھر اجازت لے کر رخصت ہوئے، کاغذات لپیٹ کر پتلون کی جیب میں رکھے، میں بھی ساتھ چلا، صحن پار کرنے کے بعد میری ٹوپی واپس کرتے ہوئے بولے:

میاں! بڑے خوش نصیب ہو، خوب خدمت کرو اور جتنا بھی فیض حاصل کر سکو، حاصل کر لو، پھر باہر آ کر پھاٹک میں کرسی پر بیٹھ کر ڈاکٹر صاحب نے مولانا سید سلیمان اشرف سے کہا:

''یار! اتنا زبردست محقق عالم اِس وقت اِن کے سوا شاید ہی کوئی ہو، اللہ نے ایسا علم دیا ہے کہ عقل حیران ہے، دینی، مذہبی، اسلامی علوم کے ساتھ ریاضی، اقلیدس، جبر و مقابلہ، توقیت وغیرہا میں اتنی زبردست قابلیت اور مہارت کہ میری عقل جس ریاضی کے مسئلے کو ہفتوں غور و فکر کے بعد بھی حل نہ کر سکی حضرت نے چند منٹ میں حل کر کے رکھ دیا۔۔۔

یہ ہستی تو ''نوبل پرائز'' کی مستحق ہے:

صحیح معنی میں یہی ہستی ''نوبل پرائز'' کی مستحق ہے، مگر گوشہ نشین، ریاء اور نام و نمود سے پاک، شہرت کی طالب نہیں، اللہ تعالیٰ ان کا

سایہ قائم رکھےاور اِن کا فیض عام ہو، مولا نا! میں آپ کا بہت ممنون ہوں کہ آپ نے میری مشکل حل کر دی اور مجھے بڑی زحمت سے بچالیا میں نے کہا ''**ذٰلِكَ فَضلُ اللّٰہِ يُوئتِيهِ مَن يَّشَاءُ** ''ڈاکٹر ضیاءالدین اور مولانا سید سلیمان اشرف مجھ سے ہاتھ ملا کر رخصت ہو گئے۔

(اکرام امام احمد رضا از مفتی برہان الحق جبلپوری مکتبہ ادارہ مسعودیہ کراچی ص59)

اب ھندوستان میں کوئی اسکا جاننے والانھیں ھے :

مولانا ظفرالدین بہاری صاحب تحریر فرماتے ہیں۔۔۔

1929ء میں میں شملہ گیا اُس زمانہ میں وہ وائس چانسلر صاحب بھی حسن اتفاق سے شملہ آئے ہوئے تھے اور سپیشل ہوٹل میں مقیم تھے، میں وہاں گیا اور اُن سے ملا اور کہا کہ۔۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ ریاضی کا کوئی مسئلہ معلوم کرنے **اعلیٰ حضرت** کی خدمت میں بریلی تشریف لے گئے تھے۔آپ نے **اعلیٰ حضرت** کو کیسا پایا؟ فرمایا بہت ہی خلیق ،منکسر المزاج ، ریاضی بہت اچھی خاصی جانتے تھے باوجود یکہ کسی سے پڑھا نہیں ،اُن کو علم لدنی تھا، میرے سوال کا جو بہت مشکل اور لانیحل تھا ایسا فی البدیہہ جواب دیا گویا اسی مسئلے پر عرصہ سے ریسرچ کی ہے، اب ہندوستان میں کوئی اسکا جاننے والا نہیں ہے۔

جب میں نے خود صاحبِ موصوف کی زبانی اس کو سنا تو یقینِ کامل ہوا۔۔۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ بریلی سے واپس ہونے پر پروفیسر صاحب نے داڑھی رکھ لی اور نماز کے بھی پابند ہوئے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفرالدین بہاری مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ص242)

آیئے اب آپ کی ریاضی میں مہارت کی ایک اور جھلک دیکھتے ہیں،''ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت'' کا یہ اقتباس جہاں آپکے علمی تبحر کی گواہی دے رہا ہے وہیں آپ کی ریاضی میں مہارت کا بھی پتہ دیتا ہے۔

اھرامِ مصر بارہ ھزار چہ سوچالیس سال ساڑھے آٹھ مھینے پھلے بنے؟

مصر کے میناروں (مصر کے مثلث نما میناروں کو اہرامِ مصر کہا جاتا ہے، یہ مینار دریائے نیل سے چند میل کے فاصلے پر واقع ہیں) کا تذکرہ ہوا، اس پر فرمایا نوح علیہ السلام کی اُمت پر جس روز عذابِ طوفان نازل ہوا ہے، پہلی رجب تھی بارش بھی ہو رہی تھی اور زمین سے بھی پانی ابل رہا تھا، بحکمِ ربُّ العالمین نوح علیہ السلام نے ایک کشتی تیار فرمائی جو 10 رجب کو تیرنے لگی۔

اس کشتی پر 80 آدمی سوار تھے جس میں دو نبی تھے (حضرت آدم وحضرت نوح علیہما السلام) حضرت نوح علیہ السلام نے اس کشتی پر حضرت آدم علیہ السلام کا تابوت رکھ لیا تھا اور اس کے ایک جانب مرد اور دوسری جانب عورتوں کو بٹھایا تھا۔ پانی اس پہاڑ سے جو سب سے بلند تھا 30 ہاتھ اونچا ہو گیا تھا۔ دسویں محرم کو چھ ماہ کے بعد سفینہء مبارکہ جودی پہاڑ پر ٹھہرا، سب لوگ پہاڑ سے اُترے اور پہلا شہر جو بسایا اس کا نام ''**سُوقُ الثَّمَانِين**''رکھا۔ یہ بستی جبلِ نہاوند کے قریب متصلِ موصل واقع ہے۔

اس طوفان میں دو عمارتیں مثل گنبد و منارہ باقی رہ گئی تھیں جنہیں کچھ نقصان نہ پہنچا۔ اُس وقت روئے زمین پر سوائے ان کے اور عمارت نہ تھی، امیر المؤمنین حضرت مولیٰ علی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہ، الْکَرِیْم سے اِنہیں عمارتوں کی نسبت منقول ہے "بُنِیَ الْھَرَمَانُ...... اَلنَّسْرُفِی سَرْطَانَ" یعنی دونوں عمارتیں اُس وقت بنائی گئیں جب ستارہ نسر نے برج سرطان میں تحویل کی تھی۔

نسر دو ستارے ہیں: نسرِ واقع۔۔۔و۔۔۔نسرِ طائر۔۔۔اور جب مطلق بولتے ہیں تو اس سے "نسرِ واقع" مراد ہوتا ہے۔ ان کے دروازے پر ایک گدھ کی تصویر ہے اور اسکے پنجہ میں گنگچہ ہے جس سے تاریخِ تعمیر کی طرف اشارہ ہے، مطلب یہ کہ جب نسرِ واقع "برجِ سرطان" میں آیا اس وقت یہ عمارت بنی۔

اِس کے حساب سے بارہ ہزار چھ سو چالیس سال ساڑھے آٹھ مہینے ہوتے ہیں کہ ستارہ چونسٹھ برس قمری سات مہینے ستائیس دن میں ایک درجہ طے کرتا ہے اور اب برج جدی کے سولھویں درجہ میں ہے تو جب سے چھ برج ساڑھے پندرہ درجے سے زائد طے کر گیا۔ گویا یہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تخلیق سے بھی تقریباً پونے چھ ہزار برس پہلے کے بنے ہوئے ہیں کہ اُن کی آفرینش (یعنی تخلیق) کو سات ہزار برس سے کچھ زائد ہوئے۔ لاجرم (یعنی ضرور) یہ قومِ جنّ کی تعمیر ہے کہ پیدائشِ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے ساٹھ ہزار برس زمین پر رہ چکی ہے

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت از مکتبہ المدینہ ص128)

علمِ تکسیر میں مہارت

اعلیٰ حضرت جن علوم میں مہارت رکھتے تھے ان میں ایک علمِ تکسیر بھی ہے۔

علمِ تکسیر کیا ہے؟:

اعداد کو تقسیم کر کے تعویذ کے خانوں میں اس طرح لکھنا کہ ہر طرف کا مجموعہ برابر ہو "حیاتِ اعلیٰ حضرت" میں مولانا ظفر الدین بہاری صاحب تحریر فرماتے ہیں:

علمِ تکسیر بھی اِس زمانہ میں اُنہیں علوم میں سے ہے جس کے جاننے والے ہر صوبے میں ایک یا دو شخص ہوں گے، عوام کو اس سے کیا دلچسپی، علماء کو اس سے کیا غرض، مشائخِ کرام جن کے یہاں کی اور جن کے کام کی چیز ہے سو میں سے اَسّی ایسے ملیں گے جو اپنے مشائخ کے مجموعہء اعمال "یا مجرباتِ دیربی" یا نافع الخلائق" سے نقوش اُلٹے سیدھے با قاعدہ یا بے قاعدہ لکھ دینا کافی سمجھتے ہیں۔ کتنے فی صدی نقشِ مثلث یا مربع قاعدہء مشہورہ سے بھر لینا جانتے ہیں؟ اور پوری چال سے نقوش بھرنا تو شاید چار پانچ سو میں سے دو ایک ہی کا حصہ ہوگا۔

اعلیٰ حضرت کتنے طریقوں سے بھرتے ہیں ؟

مولانا ظفر الدین بہاری صاحب مزید تحریر فرماتے ہیں:

عرصے کی بات کہ ایک شاہ صاحب "مدرسہء اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ" (مصنفِ "حیاتِ اعلیٰ حضرت" مولانا ظفر الدین بہاری صاحب یہاں

پڑھاتے تھے) میں تشریف لائے اورمحبِّ محترم حامیء دین، واقفِ علوم عقلیہ ونقلیہ، مولانا مولوی مقبول احمد خان صاحب دربھنگی مدرسِ مدرسہ ھٰذا کے مہمان ہوئے اور اپنی عزت بنانے، وقار جمانے کو ادھر ادھر کی بات کرتے ہوئے فنِّ تکسیر کی واقفیت کا ذکر کیا۔

مولوی صاحب بہت ظریف طبیعت ہیں، یہ سن کر ایسا انداز برتا جس سے اُن شاہ صاحب نے سمجھا کہ میرے فن دانی کے قائل اور معتقد ہوگئے، چنانچہ مہینہ دومہینہ میں ایک پھیرا اِدھر اُن کا ہونے لگا اور مولانا کے یہاں ایک دووقت قیام ضرور کرتے، یہ بھی مہمان نوازی فرماتے، جب اُن کی ڈینگ بہت بڑھی تو ایک دن بہت ہلکی زبان سے فرمایا کہ میرے مدرسے میں بھی ایک مدرس مولانا ظفر الدین بہاری ہیں وہ بھی فنِّ تکسیر جانتے ہیں۔ بہت حیرت ہوئی وہ تو سمجھ رہے تھے کہ مولانا مقبول احمد خان صاحب کے علم میں دنیا میں میں ہی ایک تکسیر جاننے والا ہوں اور اِسی وجہ سے ایسے زبردست معقولی ہونے پر بھی میری عزت کرتے ہیں۔ جب اُنہیں معلوم ہوا کہ اِسی پٹنہ میں مولانا کے دوستوں میں اِسی مدرسے کے مدرِّسوں میں ایک شخص فنِّ تکسیر جاننے والے ہیں تو حیرت کی حد نہ رہی، بولے کہ اُن سے میری ملاقات کرا دیجئے گا۔ انہوں نے کہا وہ تو روازنہ مدرسہ کے وقت 10 بجے مدرسے تشریف لاتے ہیں اور 4 بجے ''دریاپور'' واپس چلے جاتے ہیں۔

چنانچہ ایک دن مولوی صاحب شاہ صاحب کو لے کر میرے پاس تشریف لائے اور ان کا تعارف کرواتے ہوئے، بہت سی خوبیاں بیان کیں ساتھ ہی اپنے خاص انداز سے فرمایا کہ: سب سے بڑا کمال آپ کا یہ ہے کہ آپ فن تکسیر جانتے ہیں، میں سمجھ گیا، میں نے کہا کہ اس سے بڑھ کر اور کیا کمال ہوگا کہ آپ وہ فن جانتے ہیں جس کے جاننے والے روئے زمیں سے معدوم ومفقود نہیں تو قلیل الوجود ضرور ہیں۔ اس پر شاہ صاحب نے فرمایا کہ: مجھے معلوم ہوا ہے کہ جناب کو بھی فنِّ تکسیر کا علم ہے میں نے کہا یہ مخلصوں کا محض حسنِ ظن ہے، کسی فن کے چند قواعد کا جان لینا فن کی واقفیت نہیں کہلاتی ہے، ہاں اس فن سے ایک گونہ دلچسپی ضرور ہے۔

اِس کے بعد میں نے اُن شاہ صاحب سے پوچھا کہ جناب ''مربع'' کتنے طریقے سے بھرتے ہیں؟ بہت فخریہ فرمایا سولہ طریقے سے، میں نے کہا بس! اِس پر فرمایا اور آپ! میں نے کہا کہ گیارہ سو باون (1152) طریقے سے۔ بولے سچ! میں نے کہا کہ جھوٹ کہنا ہوتا تو کیا لاکھ دو لاکھ کا عدد مجھے معلوم نہ تھا گیارہ سو باون کی کیا خصوصیت تھی۔ کہا: میرے سامنے بھر سکتے ہیں، میں کہا کہ ضرور، بلکہ میں نے بھر کر رکھے ہوئے ہیں، آج 4 بجے میرے ساتھ ''دریاپور'' تشریف لے چلیں، مولانا مقبول احمد خاں صاحب کو بھی میں دعوت دیتا ہوں وہیں چائے ہوگی، وہ کتاب میں حاضر کردوں گا، ایک ہی نقش ہے جو اتنے طریقوں سے بھرا ہوا ہے جس میں کوئی ایک دوسرے سے ملتا ہوا نہیں پوچھا آپ نے کن سے سیکھا؟ میں نے **اعلیٰ حضرت** کا نام لیا، یہ بھی **اعلیٰ حضرت** کے معتقد تھے۔ نام سن کر اُن کو یقین ہوگیا۔۔۔

میں نے بتایا تئیس سو تین طریقے سے :

مگر پوچھنے لگے کہ **اعلیٰ حضرت** کتنے طریقوں سے بھرتے ہیں؟ میں نے کہا تئیس سو تین (2303) طریقے سے کہا کہ ''آپ نے

کیوں نہیں سیکھا'' میں نے کہا وہ تو علم کے دریا نہیں سمندر ہیں، جس فن کا ذکر آیا ایسی گفتگو فرماتے کہ معلوم ہوتا کہ عمر بھر اِسی علم کو دیکھا اور اسی کی کتب بینی فرمائی ہے، اُن کے علوم کو میں کہاں تک حاصل کرسکتا ہوں۔

آخر 4 بجے وہ میرے ساتھ دریاپور تشریف لائے اور وہ کاغذ جس پر میں نے وہ نقوش لکھے تھے، ملاحظہ فرمایا، بہت تعجب سے دیکھتے رہے اور **اعلیٰ حضرت** کی زیارت کے مشتاق ہوکر بعدِ مغرب واپس ہوئے۔ پھر نہ معلوم کہ بریلی شریف حاضر ہوئے یا نہیں۔

خیر بہر کیف جملہ علوم وفنون کی طرح فنِّ تکسیر سے **اعلیٰ حضرت** کو نہ صرف واقفیت ہی تھی بلکہ اس فن میں کمال اور مہارت رکھتے تھے بلکہ اگر مجتہد کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت ازمولانا ظفرالدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہورص249)

تاریخ گوئی میں مہارت

تاریخ گوئی کیا ہے؟:

کسی واقعہ کو ایسے اعداد میں ظاہر کرنا جس کے الفاظ بحسابِ ابجد جوڑنے سے زمانہءِ وقوع ظاہر ہو، مثلاً **اعلیٰ حضرت** کی ایک کتاب ہے **''تَجَلِّیُ الیَقِین بِاَنَّ نَبِیِنَا سَیِّدِ المُرسَلِین''** اگر اس کے عدد جمع کیے جائیں تو اس کا سنِ تصنیف نکل آتا ہے جو کہ 1305ھ ہے۔

تاریخ گوئی میں مَلَکَہ:

مولانا ظفرالدین صاحب تحریر فرماتے ہیں:

عالم الغیبِ والشہادۃ جلَّ جلالہٗ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے **اعلیٰ حضرت** کو جملہ کمالاتِ انسانی کہ جو ایک ولی اللہ یکتائے زمانہ میں ہونے چاہئیں، بروجہِ کمال جمع فرمادیا تھا، جس وصفِ کمال کو دیکھئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ **اعلیٰ حضرت** نے اِسی میں تمام عمر صرف فرما کر اس کو حاصل فرمایا ہے اور اس میں کمال پیدا کیا ہے، حالانکہ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ محض موہبتِ عظمٰی ونعمت کبریٰ ہے، ایک ادنی توجہ سے زیادہ اِس کی طرف کبھی توجہ صرف نہیں فرمائی، انہی علوم میں تاریخ گوئی بھی ہے، اس میں وہ کمال اور ملکہ تھا کہ انسان جتنی دیر میں کوئی مفہوم لفظوں میں ادا کرتا ہے **اعلیٰ حضرت** اتنی دیر میں بے تکلف تاریخی مادے اور جملے ارشاد فرمادیا کرتے تھے۔۔۔

ہر کتاب کا نام تاریخی:

۔۔۔جس کا بہت بڑا ثبوت حضور کی کتابوں میں اکثر وبیشتر کا تاریخی نام ہے اور وہ بھی ایسا چسپاں کہ بالکل مضمونِ کتاب کی توضیح و تفصیل کرنے والا ہے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت ازمولانا **ظفرالدین بہاری مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہورص227**)

آیئے اس فن میں مہارت کی بھی چند جھلکیاں دیکھتے ہیں۔۔۔

''بدرِ رفض'' ''دارِرفض''''دُرِّ رفض'':

1286ھ میں جبکہ **اعلیٰ حضرت** کی عمر شریف کا چودھواں سال تھا، ایک صاحب حاضرِ خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ ایک صاحب نے ''امام باڑہ'' بنایا ہے چاہتے ہیں کہ کوئی تاریخی نام ہو تو دروازے پر کتبہ کر دیں۔

حضور نے فی البدیہہ فرمایا ان سے کہیے ''بدرِ رفض'' رکھیں۔ اِس جواب کو سن کر بولے کہ امام باڑہ گذشتہ ہی سال تیار ہو چکا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ حضور شاید دوسرا لفظ فرمائیں جس میں لفظِ رفض نہ ہو۔ حضور نے فوراً ہی فرمایا ''دارِ رفض'' رکھ لیں، یہ سن کر وہ صاحب چپ ہوئے اور پھر عرض کیا کہ اس کی تعمیر کی ابتدا 1284ھ میں کی گئی تھی۔ ارشاد فرمایا تو امام باڑے کا نام ''دُرِّ رفض'' رکھ دیں۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ص 228)

''فتاویٰ رضویہ'' کا ایک سوال و جواب ملاحظہ کیجیے۔۔۔

صرف چند منٹ میں رافضی کو لا جواب کر دیا:

مسئلہ:۔۔۔مسئولہ قاضی فضل احمد صاحب لودھیانوی 22 صفر المظفر 1339ھ

علمائے کرام کا اس میں کیا ارشاد ہے ایک رافضی نے کہا آیت کریمہ

اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِیْنَ مُنْتَقِمُوْن

بے شک ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں (سورۃ السجدہ: 32)

کے عدد 1202 ہیں اور یہ ہی عدد ابوبکر، عمر، عثمان کے ہیں۔

الجواب:

روافض لعنھم اللّٰہ تعالیٰ کی بِنائے مذہب ایسے ہی اوہام بے سروپا و پادر ہوا پر ہے۔

اولاً: ہر آیتِ عذاب کے عدد اَسمائے اَخیار (بزرگوں) سے مطابقت کر سکتے ہیں اور آیتِ ثواب کے اَسماء کفار سے، کہ اسماء میں وسعتِ وسیعہ ہے۔

ثانیاً: امیر المومنین علی کرم اللّٰہ تعالیٰ وجھہ کے تین صاحبزادوں کے نام ابوبکر و عمر و عثمان ہیں۔

رافضی نے آیت کو اِدھر پھیرا کوئی ناصبی اُدھر (اولادِ حضرتِ علی کی طرف) پھیر دے گا اور دونوں ملعون ہیں۔ حدیث میں ہے سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا۔

ارونی ابنی ما سمیتموہ

مجھے میرا بیٹا دکھاؤ تم نے اس کا کیا نام رکھا

مولیٰ علی نے عرض کی ''حرب'' فرمایا: نہیں بلکہ وہ ''حسن'' ہے۔ پھر سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت پر تشریف لے گئے اور فرمایا: مجھے میرا بیٹا دکھاؤ تم نے اس کا کیا نام رکھا؟ مولیٰ علی نے عرض کی: ''حرب'' فرمایا: نہیں بلکہ وہ حسین ہے پھر امام محسن کی ولادت پر وہی فرمایا۔ مولیٰ علی نے وہی عرض کی۔ فرمایا: نہیں بلکہ وہ محسن ہے پھر فرمایا میں نے اپنے بیٹوں کے نام داؤد علیہ الصلوۃ والسلام کے بیٹوں پر رکھے۔ شَبَر، شُبَیر، مُشبِر۔ حسن، حسین، محسن، ان سے ہم وزن وہم معنیٰ ہیں اس سے مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو تنبیہ ہوئی کہ اولاد کے نام اخیار کے ناموں پر رکھنے چاہئیں، لہٰذا اُن کے بعد اپنے صاحبزادوں کے نام ابوبکر، عمر، عثمان، عباس وغیرہا رکھے۔

ثالثاً: رافضی نے عدد غلط بتائے امیر المومنین عُثمٰن غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پاک میں الف نہیں لکھا جاتا تو عدد بارہ سوایک ہیں نہ کہ دو۔

(1) ہاں او رافضی! (1202) بارہ سو دو عدد کا ہے کے ہیں؟ ابنِ سینا رافضہ کے۔

(2) ہاں او رافضی! بارہ سو دو عدد اِن کے ہیں ''ابلیس'' ''یزید'' ''ابن زیاد'' ''شیطان الطاق کلینی ابن بابویہ قمی طوسی حلی'' کے۔

(3) ہاں او رافضی! اللہ عزوجل فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَہُمْ وَکَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْہُمْ فِیْ شَیْءٍ

بے شک جنہوں نے اپنا دین ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور شیعہ ہوگئے اے نبی تمہیں ان سے کچھ علاقہ نہیں (سورۃ انعام: 159)

اس آیہ کریمہ کے عدد (2828) ہیں اور یہی عدد ہیں **''رفاض اثنا عشریه شیطنیه اسمعیلیه''** کے اور اگر اپنی طرح سے **''اسمعیلیه''** میں الف چاہے تو یہ ہی عدد ہیں **''روافض اثنا عشریه و نصیریه و اسماعیلیه''** کے۔

(4) ہاں او رافضی! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَہُمُ اللَّعْنَۃُ وَلَہُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ

اُن کے لیے ہے لعنت اور ان کے لیے ہے بُرا گھر

اس کے عدد چھ سو چوالیس (644) ہیں اور یہی عدد ہیں **''شیطان الطاق طوسی حلی''** کے۔

(5) نہیں او رافضی! بلکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

اُولٰٓئِکَ ہُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ وَ الشُّہَدَآءُ عِنْدَ رَبِّہِمْ لَہُمْ اَجْرُہُمْ

وہی اپنے رب کے یہاں صدیق وشہید ہیں ان کے لیے ان کا ثواب ہے۔ (سورۃ الحدید: 19)

اس کے عدد چودہ سو پینتالیس (1445) ہیں اور یہی عدد ابوبکر عمر عثمان علی سعد کے۔

(6) نہیں او رافضی! بلکہ مولیٰ تعالیٰ فرماتا ہے:

اُولٰٓئِکَ ہُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ وَ الشُّہَدَآءُ عِنْدَ رَبِّہِمْ لَہُمْ اَجْرُہُم وَ نُوْرُہُمْ

وہی اپنے رب کے حضور صدیق وشہید ہیں ان کے لیے ہے ان کا ثواب اوران کا نور (سورۃ الحدید:19)

اس کے عدد (1752) ہیں اور یہی عدد ہیں ابوبکر وعمر وعثمن وعلی وطلحہ وزبیر کے۔

(7) نہیں او رافضی! بلکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖۤ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ وَ الشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَ نُوْرُهُمْ

جولوگ ایمان لائے اللہ اوراس کے رسولوں پروہی اپنے رب کے نزدیک صدیق وشہید ہیں ان کے لیے ہے ان کا ثواب اوران کا نور (سورۃ الحدید:19)

آیۃ کریمہ کے عدد (3016) ہیں اور یہی عدد ہیں صدیق، فاروق، ذوالنورین، علی، طلحہ، زبیر، سعد، سعید، ابوعبیدہ عبدالرحمٰن بن عوف کے۔

الحمدللہ: آیۃ کریمہ کا تمام وکمال جملہ مدح بھی پورا ہوگیا اور حضراتِ عشرہ مبشرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسمائے طیبہ بھی سب آ گئے جس میں اصلاً تکلف وتصنع کو دخل نہیں۔

کچھ روز سے آنکھ دکھتی ہے یہ تمام آیاتِ عذاب واَسمائے اشرار وآیتِ مدح واَسمائے اخیار کے عدد محض خیال میں مطابق کیے جن میں صرف چند منٹ صرف ہوئے اگر لکھ کر اعداد جوڑے جاتے تو مطابقتوں کی بہار نظر آتی مگر **بعونہٖ تعالی** اس قدر بھی کافی ہو۔**للّٰہ الحمد واللّٰہ تعالیٰ اعلم**۔

(فتاویٰ رضویہ جلد29 ص80)

علم ہئیت میں مہارت

مولانا ظفرالدین بہاری صاحب تحریر فرماتے ہیں۔۔۔

اعلیٰ حضرت کا علم کسبی وتحصیلی نہ تھا بلکہ محض وہبی ولدنی ماننے کے سوا کوئی چارہ نہیں اور یہ صرف میرا خیال نہیں بلکہ **اعلیٰ حضرت** کا بھی میرے گمان میں یہ عقیدہ تھا۔اِسی لئے حضور نے اپنے فتاویٰ شریف کا نام **العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ** (سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عطا سے) رکھا تھا۔اسی لئے نہ صرف فقہ اور دینیات بلکہ جس فن کی طرف توجہ فرمائی اپنے اس شعر کو سچ کر دکھایا اور حقائق و دقائق کے دریا بہا دیئے۔

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

علمِ ہیئت میں **اعلیٰ حضرت** نے شرح چغمینی حضرت مولانا عبدالعلی صاحب رامپوری سے پڑھی لیکن اس فن میں ایسا کمال پیدا فرمایا کہ ''تصریح شرح چغمینی'' پر حاشیہ لکھا۔اس کے مشکل مقامات کو حل فرمایا، پھر **اعلیٰ حضرت** کا کسی کتاب پر حاشیہ لکھنا علمائے معاصرین کی

طرح نہ تھا کہ کچھ اِدھر اُدھر سے نقل کیا اور کسی کتاب پر چسپاں کر دیا بلکہ وہ جو کچھ تحریر فرماتے اپنے علم اور فیضانِ الٰہی سے بیان کرتے تھے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ص244)

علمِ توقیت میں مہارت

مزید مولانا ظفر الدین بہاری صاحب تحریر فرماتے ہیں۔۔۔

ہیئت و نجوم میں کمال کے ساتھ علمِ توقیت (اوقات کا علم) میں کمال تو حدِّ ایجاد کے درجہ پر تھا یعنی اگر اِس فن کا موجد کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔علماء نے جستہ جستہ اس کو مختلف مقامات پر لکھا ہے لیکن میرے علم میں کوئی مستقل کتاب اس فن میں نہ تھی۔

سورج اور ستارے دیکھ کر وقت بتا دیتے :

مولوی برکات احمد صاحب صدیقی پیلی بھیتی کا بیان ہے کہ:

اعلیٰ حضرت کو ستارہ شناسی میں اس قدر کمال تھا کہ آفتاب کو دیکھ کر گھڑی ملا لیا کرتے تھے۔فقیر نے بوقتِ شب ستاروں کو ملاحظہ فرما کر وقت بتانے اور گھڑی ملانے کے واقعات بھی سنے اور دیکھے ہیں اور بلکل صحیح وقت ہوتا،ایک منٹ کا بھی فرق نہ پڑتا۔

آفتاب نکلنے میں ابھی دو منٹ اڑتالیس سیکنڈ باقی ہیں:

مولوی برکات احمد صاحب مزید فرماتے ہیں:

ایک مرتبہ **اعلیٰ حضرت** بدایون تشریف لے گئے،حضرتِ محبّ الرسول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بدایونی کے یہاں مہمان تھے، ''مدرسہ قادریہ'' کی مسجد میں خود حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بدایونی امامت فرماتے۔

ایک مرتبہ **اعلیٰ حضرت** بھی وہاں جلوہ گر تھے،جب فجر کی تکبیر شروع ہوئی تو حضرت مولانا عبدالقادر صاحب نے **اعلیٰ حضرت** کو امامت کے لیے آگے بڑھا دیا۔

اعلیٰ حضرت نے نمازِ فجر کی امامت کی اور قراءت اتنی طویل فرمائی کہ مولانا عبدالقادر کو بعدِ سلام شک ہوا کہ کہیں آفتاب طلوع تو نہیں ہو گیا،مسجد سے نکل نکل کر لوگ آفتاب کی جانب دیکھنے لگے،یہ حال دیکھ کر **اعلیٰ حضرت** نے فرمایا کہ'' آفتاب نکلنے میں ابھی 2 منٹ 48 سیکنڈ باقی ہیں''یہ سن کر لوگوں کی تسلی ہوگئی۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مکتبہ نبویہ لاہور ص248)

علم جفر میں مہارت

مزید مولانا ظفر الدین بہاری صاحب تحریر فرماتے ہیں۔۔۔

علم ہیئت کو اگر دیکھا جائے تو سوا چند اصطلاحات جاننے کے فقط اس سے کوئی کارآمد نتیجہ نہیں نکلتا،اسی لئے **اعلیٰ حضرت** نے ہیئت کے

ساتھ علم توقیت اور نجوم کی طرف بھی توجہ فرمائی۔اگرچہ نجوم کی طرف توجہ محض فنی واقفیت اور علمی حیثیت سے زیادہ کبھی نہیں دی، پھر بھی جب کبھی نجوم کی طرف توجہ فرمائی تو مشاہیر کو بھی **اعلیٰ حضرت** کی بات ماننی پڑی۔۔۔

لاھور فتح، دھلی پر دھمک :

ایک مرتبہ مولانا غلام حسین صاحب (مولوی محمد حسین صاحب بریلوی میرٹھی کے والدِ ماجد) **تشریف لائے، جو علمِ نجوم میں کامل اور اس فن کے ماہر تھے اور فرمایا:**

مولوی سنتے ہو (یہ **اعلیٰ حضرت** سے سن میں بہت بڑے اور **اعلیٰ حضرت** کے والدِ ماجد صاحب کے ملنے والوں میں سے تھے۔اس لئے پیار اور محبت سے اس طرح خطاب فرمایا) لاہور فتح، دہلی پر دھمک۔

اعلیٰ حضرت نے فرمایا: یہ کیسے؟ انہوں نے ایک زائچہ پیش کیا جو تیار کر کے لائے تھے۔اس کو **اعلیٰ حضرت** کے سامنے رکھ دیا۔ **اعلیٰ حضرت** نے اس کو ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمایا: یہ نہ ہوگا بلکہ اس کا حاصل فقط تبدیلِ سلطنت ہے۔

انہوں نے کہا: یہی ہوگا جو میں نے حکم لگایا ہے۔**اعلیٰ حضرت** نے فرمایا مجھے اِس سے اتفاق نہیں اس کا اثر میرے خیال میں یہ نہیں۔یہ سن کر وہ خاموش ہوگئے اور تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد اپنے گھر تشریف لے گئے۔پھر کئی مہینہ کے بعد دوبارہ تشریف لائے تو **اعلیٰ حضرت** نے دریافت فرمایا'' کہیے حضرت! کہاں لاہور فتح اور دہلی پر دھمک ہوئی''۔انہوں نے کہا کہ آپ کا حکم لگانا بھی تو غلط ہوا'' کہاں تبدیلِ سلطنت ہوئی'' ارشاد فرمایا: سلطنت تو بدل گئی پہلے ملکہ وکٹوریہ کی سلطنت تھی یعنی'' ولیم'' کے خاندان میں اور آج کل ایڈورڈ ہفتم بادشاہ ہیں، اُن کا خاندان دوسرا ہے، دُودھیال سے خاندان لیا جاتا ہے نہ کہ ننھیال سے، شرعاً نسب کا اعتبار باپ کی طرف سے ہوتا ہے نہ ماں کی جانب سے، تب مولوی غلام حسین خاموش ہوگئے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ص245)

اعلیٰ حضرت اپنے دوسرے حج کی روداد بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔۔۔

وہ قاعدہ جو ان کے پاس ناقص تھا اس کی تکمیل ھوگئی :

یہ بھی خیال کیا کہ یہ شہرِ کریم تمام جہان کا مرجع وملجا ہے۔اہلِ مغرب بھی یہاں آتے ہیں ممکن کہ کوئی صاحب جَفر داں مل جائیں کہ ان سے اس فن کی تکمیل کی جائے۔ایک صاحب معلوم ہوئے کہ جَفر میں مشہور ہیں، نام پوچھا، معلوم ہوا، مولانا عبدالرحمٰن دہّان، حضرت مولانا احمد دہّان کے چھوٹے صاحبزادے، میں نام سن کر اِس لیے خوش ہوا کہ یہ اور ان کے بڑے بھائی صاحب مولانا اسعد دہّان کہ اب قاضیِ مکہ معظّمہ ہیں مجھ سے سندِ حدیث لے چکے تھے۔میں نے مولانا عبدالرحمٰن کو بلایا، وہ تشریف لائے، کئی گھنٹے خلوت رہی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قاعدہ جو اُن کے پاس ناقص تھا قدرے اس کی تکمیل ہوگئی۔۔۔

علمائے حرمین اس علم کو سیکھنے کے لئے حاضر ہوئے:

مولانا سید حسین مدنی، صاحبزادہ حضرت مولانا سید عبدالقادر شامی مدنی (بریلی) تشریف لائے اور چودہ مہینے فقیر خانے پر قیام فرمایا اور یہ علم اور "علمِ اوفاق وتکسیر" سیکھے۔ اُنہیں کے لیے میں نے اپنا رسالہ **"اَطَائِبُ الاکْسِیْرِ فِیْ عِلْمِ التَّکْسِیْر"** زبانِ عربی میں اِملا کیا، یعنی میں عبارت زبانی بولتا اور وہ لکھتے جاتے اور اُسی لکھنے میں اُسے سمجھتے جاتے۔

علمِ جفر میں اتنی دَست گاہ (یعنی مشق) ہوگئی تھی کہ پانچ سوالوں میں دو کا جواب صحیح نکال لیتے کہ ان کے لیے میں نے اِس علم سے اِجازتِ تعلیم کا سوال (بذریعہء استخارہ) پہلے کرلیا تھا اور جواب ملا کہ ضرور بتاؤ کہ یہ اِسی کے واسطے اتنی دور سے سفر کرکے آئے ہیں، اگر چند مہینے اور رہتے تو اُمید تھی کہ سب جواب صحیح نکالنے لگتے۔ میں نے جو جداولِ کثیرہ اس فن کی تکمیلِ جلیل کے لیے اپنی طبع زاد ایجاد کی تھیں، رخصت کے وقت انہیں نذر کردیں کہ خود اِس فن کے ترک کا قصد کرلیا تھا۔ جس کی وجہ سوالوں کی کثرت سے لوگوں کا پریشان کرنا تھا۔۔۔

سُنیّت اختیار کریں ورنہ شفا نہیں:

اور بالخصوص یہ عجیب واقعہ کہ ایک امیر کبیر کی بیگم بیمار ہوئی جس کا مذہب سنی نہ تھا۔ انہوں نے میرے آقا زادے حضرت سیدنا سید شاہ مہدی حسن میاں صاحب دامت برکاتہم کے ذریعے سے سوال کرایا، جواب نکلا: "سُنیّت اختیار کریں ورنہ شفا نہیں" اور اِس فن کا حکم ہے کہ جو جواب نکلے بلا رُورعایت صاف کہہ دیا جائے۔

میں نے یہ ہی لکھ بھیجا یہ منظور نہ ہوا اور مرض بڑھتا گیا، اب حضرت ہی کے ذریعے سے یہ سوال آیا کہ "موت کب اور کہاں ہوگی؟ اپنے شہر میں یا نینی تال پر کہ اس وقت تبدیلِ آب وہوا کے لیے مریضہ کا وہیں قیام تھا۔ یہ سوال 8 شوال المکرّم 1328ھ کو ہوا۔ جواب نکلا "محرم" یعنی ماہِ محرم میں موت ہوگی اور کہاں ہوگی؟ اِس کے جواب میں مَیں نے اُن کے شہر کے نام کا پہلا حرف اور اس کے بعد ق اور اسکے بعد 2 کا ہندسہ اور آگے لفظ "خویش" لکھ دیا، وہاں کے جفّار (یعنی ماہرینِ علمِ جفر) بلائے گئے کہ اس معمے کو حل کریں، انہوں نے حرف ِ نامِ شہر سے تو شہر مراد لیا اور قاف سے قلعہ اور آگے نہیں چلتا۔ حالانکہ اس حرف سے شہر مراد تھا اور ق سے قریب اور دوسے حرف ب کہ اول لفظ بیت ہے یعنی موت نینی تال میں نہ ہوگی بلکہ اپنے شہر میں، مگر نہ اپنے محل میں بلکہ قریب بیتِ خویش دوسری جگہ میں۔

ایسا ہی واقع ہوا تو 17 محرم کو اپنے شہر کے ایک باغ میں موت واقع ہوئی۔ جب اِس جواب کا شہرہ ہوا، اطراف سے جلد بازوں کے خط ذیقعدہ ہی سے آنے لگے کہ تم نے تو موت کی خبر دی تھی اور ابھی نہ ہوئی۔ میں نے کہا: بھائیو! اگر محرم سے پہلے موت واقع ہو تو جواب غلط ہو جائے گا نہ کہ اِس کی صحت کے لیے تم ابھی موت تلاش کرتے ہو۔ اور اس قسم کے طوفانِ بےتمیزی کے سبب میں نے یہ قصد کرلیا کہ اگر یہ جواب غلط گیا تو اس فن پر اتنی محنت کروں گا کہ **بِاِذْنِہٖ تَعَالٰی** پھر غلطی نہ ہو۔۔۔ اور صحیح اُترا تو اِس فن کا اِشتِغال (یعنی اس فن کی مصروفیت) چھوڑ دوں گا کہ آئے دن سوالوں کی محنت اور اُلٹے اِعتراضوں کی دِقّت کون سہے؟ جواب **بِحَمْدِ اللہ تَعَالیٰ** پورا صحیح اُترا اور

میں نے اشتغال چھوڑ دیا۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت از مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خان مکتبہ المدینہ ص 214-210)

اعلیٰ حضرت نے علمِ جفر ترک کر دیا:

''حیاتِ اعلیٰ حضرت''میں ہے۔۔۔

ایک دن نواب وزیر احمد خان صاحب ایک کتاب جس میں انہوں نے تعریفاتِ اشیاء لکھی تھیں، **اعلیٰ حضرت** کو بغرضِ اصلاح سنا رہے تھے، علمِ جعفر کی تعریف سناتے وقت حضور نے فرمایا آپ نے علمِ زائچہ کی تعریف نہ لکھی، یہ علمِ جفر ہی کا ایک شعبہ ہے۔ اس میں منظوم عربی زبان میں بحرِ طویل اور حرف ''ل'' کی روی میں آتا ہے اور جب تک جواب پورا نہیں ہوتا مقطع نہیں آتا، جس کو صاحبِ علم سے اجازت نہیں ہوتی نہیں آتا، میں نے اجازت حاصل کرنا چاہی، اِس میں کچھ پڑھا جاتا ہے، جس میں حضور اقدس **صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم** خواب میں تشریف لاتے ہیں۔

اگر اجازت عطا ہوئی، حکم مل گیا ورنہ نہیں، میں نے تین چار روز پڑھا، تیسرے روز خواب میں دیکھا ایک وسیع میدان ہے اور اس میں ایک بڑا پختہ کنواں ہے، **حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم** تشریف فرما ہیں اور چند صحابہء کرام بھی حاضر ہیں۔ جن میں سے میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہچانا۔ اس کنوئیں میں سے **سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم** اور صحابہء کرام پانی بھر رہے ہیں۔ اس میں سے ایک بڑا تختہ نکلا کہ عرض میں ڈیڑھ گز اور طول میں دو گز ہوگا اور اس پر سبز کپڑا چڑھا ہوا ہے جس کے وسط میں سفید روشن بہت جلی قلم سے ا ہ ز اسی شکل میں لکھے ہوئے تھے، جس سے میں نے یہ مطلب نکالا اس کا حاصل کرنا ہذیان فرمایا جاتا ہے اس سے بقاعدہء جفر اذن بھی نکل سکتا تھا ''ہ'' کو بطورِ صدر مؤخر آخر میں رکھا، اس کے عدد پانچ ہیں اب وہ اپنی پہلی جگہ سے ترقی کر کے دوسرے مرتبہ میں آ گئی اور پانچ کا دوسرا پانچ دہائی ہے یعنی پچاس۔ جس کا حرف ن ہے یوں اذن سمجھا جاتا مگر میں نے اس طرف التفات نہ کیا اور اس فن کو چھوڑ دیا کہ ھذیان کے معنی ہیں۔ ''فضول بک''۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ص 252)

علمِ سائنس

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ علومِ مشرقیہ کے علاوہ علومِ قدیمہ وجدیدہ پر بھی گہری نظر رکھتے تھے، علومِ جدیدہ ہی میں علمِ سائنس بھی ہے جس کا نام عصرِ حاضر میں بڑے ہی فخر ومباہات کیساتھ لیا جاتا ہے اور اس کو بڑی قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

علمِ سائنس پر بھی آپ کی بڑی گہری نظر تھی، آپ علمِ سائنس کو اسلام کی روشنی میں دیکھتے اور پرکھتے تھے، اگر اس کے نظریات اسلام کے مطابق ہوتے تو اُن کو قبول کر لیتے اور اگر اسلامی نظریات کے خلاف ہوتے تو ان کو ٹھکرا دیا کرتے تھے اور پھر ان کا ردّ وابطال کرتے ہوئے اس موضوع پر اسلامی مؤقف اور نظریہ کو واضح کرتے۔

مشہور سائنس دان پروفیسر حاکم علی پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور نے اپنے ایک مکتوب کے ذریعے آپ کو جدید سائنسی نظریات کو قبول کر لینے کی دعوت دی اور اس کے مفاد کو بھی سمجھایا تو آپ نے اس کے جواب میں لکھا۔۔۔

محبِّ فقیر! سائنس یوں مسلمان نہ ہوگی کہ اسلامی مسائل کو آیات ونصوص میں تاویلات دور از کار کر کے سائنس کے مطابق کر لیا جائے، یوں تو معاذ اللہ اِسلام نے سائنس قبول کی نہ کہ سائنس نے اسلام۔

وہ (سائنس) مسلمان ہوگی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل سے اُسے خلاف ہے سب میں مسئلہ ءاسلامی کو روشن کیا جائے دلائلِ سائنس کو مردود و پامال کر دیا جائے، جابجا سائنس ہی کے اقوال سے اسلامی مسئلہ کا اثبات ہو، سائنس کا ابطال واسکات ہو، یوں قابو میں آئے گی۔ اور یہ آپ جیسے فہیم سائنس دان کو باذنہٖ تعالیٰ دشوار نہیں، آپ اُسے (سائنس کو) بچشمِ پسند دیکھتے ہیں۔

''وعین الرضاء عن کل عیب کلیلة''

(رضامندی کی آنکھ ہر عیب کو دیکھنے سے عاجز ہوتی ہے)

اُس کے معائب مخفی رہتے ہیں مولیٰ عزوجل کی عنایت اور **حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم** کی اعانت پر بھروسہ کر کے اس کے دعاوئ باطلہ مخالفہء اسلام کو بنظرِ تحقیر ومخالفت دیکھئے، اس وقت **ان شآء اللہ** العزیز القدیر اِس کی ملمع کاریاں آپ پر کھلتی جائیں گی اور آپ ۔۔۔سائنس کے مقابل نصرتِ اسلام کے لیے تیار ہو جائیں گے کہ۔

ولٰکن عین السخط تبدی المساویا

(لیکن ناراضگی کی آنکھ عیبوں کو عیاں کرتی ہے)

چنانچہ مفتی تقدس علی خان **اعلیٰ حضرت** اور پروفیسر حاکم علی کی ملاقات اور سائنس کے موضوع پر مذاکرات کا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

''میں نے اپنے زمانہ ءطالبِ علمی میں دیکھا ہے کہ جب کبھی مولوی حاکم علی صاحب بریلی شریف تشریف لاتے تو مولوی صاحب اور **اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان** مختلف سائنسی آلات کو کنویں میں معلق کر کے حرکتِ زمین یا ردِّ حرکتِ زمین کے متعلق تجربات کیا کرتے تھے اور اس مسئلہ پر مفصل ومدلل بحث ہوا کرتی تھی۔ اگرچہ اُس وقت مجھ میں اس بحث و دلائل کی سمجھ نہیں تھی مگر پھر بھی بغور اس دلچسپ کھیل کو دیکھا کرتا تھا۔''

آواز کیا چیز ہے، کیونکر پیدا ہوتی ہے، کیونکر سننے میں آتی ہے؟

اعلیٰ حضرت نے علمِ سائنس میں بھی کئی رسائل لکھے ہیں جن میں سے ایک رسالہ **''البیان شافیاً لفونو غرافیاً''**، لکھا اس میں گراموفون میں قید کی گئی آوازوں کے سننے اور اِن پر عمل کرنے کے احکام واضح کئے گئے ہیں۔

فونوگرافی پر بحث کرتے ہوئے دو مقدمے قائم کئے گئے ہیں، مقدمہ ءاولیٰ میں مندرجہ ذیل مباحث شامل ہیں۔

1۔آواز کیا چیز ہے؟

2۔کیونکر پیدا ہوتی ہے؟

3۔کیونکر سننے میں آتی ہے؟

4۔اپنے ذریعہ حدوث کے بعد باقی رہتی ہے یا اس کے ختم ہوتے ہی فنا ہوجاتی ہے۔

5۔کان سے باہر بھی موجود ہے یا کان ہی میں پیدا ہوتی ہے۔

6۔آواز کنندہ کی طرف اس کی اضافت کیسی ہے وہ اسکی صفت ہے یا کسی چیز کی۔

7۔اس کی موت کے بعد بھی باقی رہ سکتی ہے یا نہیں؟

مندرجہ بالا نکات پر فاضلانہ اور محققانہ بحث کے بعد مقدمہ ثانیہ شروع ہوتا ہے، جس میں ان امور پر بحث ہے۔

1۔وجود فی الاعیان۔۔۔2۔وجود فی الاذہان۔۔۔3۔وجود فی العبارۃ۔۔۔4۔وجود فی الکتابت

(امام احمد رضا خان کی نعتیہ شاعری از مولانا محمد سراج احمد بستوی مکتبہ فرید بکسٹال لاہور ص127-131)

مختلف سائنسی ابحاث:

''فتاویٰ رضویہ'' جلد اول (غیر مخرجہ) اگرچہ صرف کتابِ طہارت پر مشتمل ہے، لیکن ضمنی مسائل کے اندر علومِ عقلیہ کی تشریحات میں **اعلیٰ حضرت** کی مکمل دسترس کا ثبوت ملتا ہے مثلاً۔۔۔

1۔پانی کا رنگ ہے یا نہیں۔۔۔

2۔پانی کا رنگ سفید ہے یا سیاہ۔۔۔

3۔کیا سبب ہے کہ موتی، شیشہ، بلور، پیسنے سے خوب سفید ہوجاتے ہیں۔۔۔

4۔رنگین پیشاب کا جھاگ سفید کیوں معلوم ہوتا ہے۔۔۔

5۔آئینہ میں درز پڑ جائے تو وہاں سفیدی کیوں معلوم ہوتی ہے۔۔۔

6۔آئینہ میں اپنی صورت اور چیزیں کس طرح نظر آتی ہیں۔۔۔

7۔آئینہ میں داہنی جانب بائیں اور بائیں جانب داہنی کیوں نظر آتی ہے۔۔۔

8۔برف کے سفید ہونے کا سبب۔۔۔

9۔شعاعیں جتنے زاویے پر جاتی ہیں اتنے ہی پر پلٹتی ہیں۔۔۔

10۔رنگتیں تاریکی میں موجود رہتی ہیں۔۔۔

11۔پتھر کس طرح بنتا ہے اور پتھروں کی مختلف اقسام۔۔۔

12۔پارہ آگ پر کیوں نہیں ٹھہرتا۔۔۔

13۔معدنیات میں 4 قسمیں ناقص ترکیب ہیں۔۔۔

14۔چاروں عنصروں میں ایک دوسرے سے تبدیلی کی بارہ صورتیں۔۔۔

15۔اجزائے ارضیہ بلاواسطہ بھی آگ ہوجاتے ہیں۔۔۔

16۔کان کی ہر چیز گندھک وپارے کی اولاد ہے۔۔۔

17۔گندھک نر ہے یا مادہ۔۔۔

18۔قطر ومحیط کی نسبت۔۔۔

19۔دائرے کے قطر ومحیط ومساحت سے جو ایک چیز معلوم ہوتی ہے وہ معلوم کرنے کا طریقہ۔۔۔

20۔مٹی کی اقسام اور ان کی درجہ بندی وغیرہ۔۔۔

(قرآن سائنس اور امام احمد رضا از پروفیسر مجید اللہ قادری مکتبہ المختار پبلی کیشنز رضا چوک کراچی ص24)

تصنیفات

پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب اپنی کتاب ''محدثِ بریلوی'' میں تحریر فرماتے ہیں:۔

اعلیٰ حضرت محقق بھی تھے اور مصنف بھی، انہوں نے تقریباً پچاس علوم وفنون میں اپنی علمی یادگاریں چھوڑی ہیں، اُن کا تحقیقی معیار دورِ جدید کے تحقیقی معیار سے بھی بلند ہے، ایک رسالے میں انہوں نے اس کا تفصیلاً ذکر کیا ہے۔

وہ اپنے علمی مقالات ورسائل اور کتب کو عقلی اور نقلی دلائل وشواہد سے ایسا مزین کرتے ہیں کہ قاری مطمئن ہوجاتا ہے اور تشنگی محسوس نہیں کرتا، ان کا ایک رسالہ ''شرح المطالب فی مبحث ابی طالب'' 57 صفحات پر مشتمل ہے مگر اس میں 130 کتابوں کے حوالے موجود ہیں، ان کی علمی تحقیقات کی یہی شان ہے۔

ان کی قوتِ حافظہ بہت تیز تھی، ان کا قلم بھی سیلِ رواں کی طرح چلتا تھا۔ ان کی سُرعتِ تحریر کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ 29 شعبان 1339ھ 1921ء کو علالت کی وجہ سے بھوالی (ضلع نینی تال، یوپی) میں استراحت کے لیے گئے، دو ماہ 26 دن بعد 26 ذیقعد 1339ھ کو قاضی غلام یٰسین صاحب کے نام ڈیرہ غازی خان ایک خط میں لکھتے ہیں:

''یہاں آکر بھی پانچ رسائل تصنیف ہوچکے ہیں اور چھٹا زیرِتصنیف ہے۔''

یہ حقیقت بھی قابلِ توجہ ہے کہ اس زمانے میں شدید علیل تھے اور کتابیں پاس نہ تھیں، تقریباً تین ماہ بعد صفر 1340ھ 1921ء میں

انتقال فرمایا۔لیکن پھر بھی ان کی نگارشات سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ شدید علیل ہیں اور نہ یہ محسوس ہوتا ہے کہ کتابیں پاس نہیں، ان کا حافظہ بجائے خود ایک کتب خانہ تھا۔

ایک ہزار تصانیف :

اعلیٰ حضرت کی تصانیف، شروح وحواشی کی تعداد پانچ سو اور ایک ہزار کے درمیان بتائی جاتی ہے۔ راقم (پروفیسر مسعود احمد صاحب) بھی ایک فہرست مرتب کر رہا ہے جو 850 تصانیف سے تجاوز کر چکی ہے، تصانیف وشروح کے علاوہ ان کے بہت سے مقالات، مکتوبات، منظومات، تعلیقات، توضیحات، ملفوظات، تنقیدات، مکالمات اور مواعظ وغیرہ بھی ہیں جن کی تعداد کا صحیح اندازہ نہیں، اس مختصر مقالے میں اُن کی جملہ تصانیف کا اجمالی بیان بھی ممکن نہیں۔

نوٹ: آپ کی تصانیف کی تفصیلی موضوعاتی فہرست ''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' مطبوعہ'' مکتبہ نبویہ'' جلد دوم میں موجود ہے، طوالت سے بچنے کے لئے اسی پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

(محدثِ بریلوی از ڈاکٹر مسعود احمد صاحب مطبوعہ ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی ص 99-97)

نواں باب

تجدید واحیائے دین

مجدد کسے کہتے ہیں۔۔۔مجددین سابقہ کے اسمائے مبارکہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
اعلیٰ حضرت اور اوصاف مجدد۔۔۔اعلیٰ حضرت اور تجدید دین۔۔۔رد فتنہ ہائے باطلہ۔۔۔

مجدد کسے کہتے ہیں

حضرتِ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی رَاْسِ کُلِّ مِئَۃِ سَنَۃٍ مَنْ یُجَدِّدُ لَھَا دِیْنَھَا

''بے شک اللہ تعالیٰ اس اُمت کے لیے ہر صدی پر ایسے شخص کو قائم کرے گا جو اس دین کو از سرنو نیا کردے گا''۔

(ابوداؤد شریف جلد سوئم کتاب الملاحم فرید بک سٹال ص308)

علامہ عبدالحکیم خان اختر شاہجہان پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث پاک کی شرح میں فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمتِ کاملہ سے اس دین کو قیامت تک باقی رکھنے کی خاطر یہ نظام قائم فرمایا کہ ہر صدی کے سرے پر کم از کم اپنے ایک ایسے بندے کو ضرور کھڑا کرتا ہے جو اپنی بے پناہ خداداد صلاحیتوں کے لحاظ سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا نائب اور مظہر اتم ہوتا ہے۔ وہ اپنے دور میں دین کے چہرے پر پڑی ہوئی گرد وغبار کو صاف کر کے دین کے چہرے کو نکھار دیتا ہے۔ ایسے شخص کو اصطلاحِ شرع میں **مجدد** کہتے ہیں۔

شریعتِ مطہرہ میں پیوندکاری اور جمع وتفریق کرنے والے خواہ کتنے ہی افراد ہوں، خواہ وہ علم وفضل کے کتنے ہی بلند و بانگ دعوے کر رہے ہوں، خواہ مسلمانوں کے کتنے ہی افراد اُنہیں آسمان علم کے شمس وقمر اور فخر، غزالی ورازی ہی کیوں نہ سمجھتے ہوں، لیکن **مجدد** کے سامنے اُن کے تمام مزعومہ دلائل تارِ عنکبوت کی طرح کمزور ثابت ہو کر ٹوٹتے چلے جاتے ہیں۔

وہ چونکہ حق وصداقت کا علمبردار اور دین برحق کا بے باک ترجمان ہوتا ہے، اس لیے وہ مسلمانوں کی برحق جماعت اور ناجی گروہ میں ہی ہوتا ہے۔ وہ اسلام کی صحیح ترین تصویر یعنی مذہبِ اہلسنت و جماعت کا اپنے دور میں محافظ وعلمبردار ہوتا ہے اور یہی وہ سرمایہء ملت ہے جس کی حفاظت کے لیے ہر صدی میں **مجدد** بھیجے جاتے ہیں۔

اہلسنت و جماعت کے علاوہ باقی تمام جماعتیں اور فرقے گمراہ ہیں، جنہوں نے مقدس شجرِ اسلام میں غیر اسلامی عقائد ونظریات کی قلمیں لگائی ہوئی ہیں، لہٰذا اہلسنت و جماعت کے علاوہ گمراہ گروں میں جس طرح آج تک نہ کوئی ولی ہوا ہے اور نہ ہوسکتا ہے اسی طرح اُن کی کسی جماعت میں نہ آج تک کوئی **مجدد** ہوا ہے اور نہ ہوسکتا ہے۔

اہلسنت و جماعت کے علاوہ مسلمانوں کا ہر فرقہ گمراہ، بدعتی اور اسلام کا بدخواہ ہے، کیونکہ ایک جانب وہ اسلام میں بعض غلط عقائد و نظریات کو شامل کرتا اور بعض اسلامی عقائد ونظریات کو خلافِ اسلام ٹھہراتا ہے تو دوسری جانب مسلمانوں کی اصلی جماعت سے نکل کر اپنا علیحدہ فرقہ اور گروہ بنا کر مسلمانوں کی مجموعی طاقت کو گھٹاتا ہے۔

تاریخ کی ورق گردانی سے یہ بات بھی کھل کر سامنے آتی ہے کہ جملہ فرقِ باطلہ اپنے علم وفضل اور صدافت وحقانیت کے تمام تر دعوؤں

کے باوجود وقت آنے پر ہمیشہ ہمیشہ دشمنانِ اسلام کے آلہ ءکار اور سچے مسلمانوں کے لیے مارِآستین ہی ثابت ہوئے۔حضرتِ عثمان غنی کی شہادت سے آج تک کے ہر اہم واقعے کی گہرائی میں جھانک کر دیکھا جائے تو ہر واقعے کی تہ میں اسلام کے انہیں گندم نما جوفروشوں اور علمبر داروں کے منحوس چہرے نظر آئیں گے۔ دریں حالات **مجدد** بھلا اِن گمراہوں میں کیسے پیدا ہوسکتا ہے جبکہ وہ تو ایسے ہی نام نہاد رہنماؤں کی کارگزاریوں کو زیرِ زمین دفن کرنے کے لیے آتا ہے۔

(ابوداؤدشریف جلدسوئم کتاب الملاحم فرید بک سٹال ص308)

مجدد کی شناخت :

شیخ الاسلام علامہ بدرُالدّین ابدال رسالہ'' **مرضية فی نصرة مذہب الاشعر یہ**''میں فرماتے ہیں کہ:

مجدد معاصرین کے غلبہءظن سے پہچانا جاتا ہے، اِس کے قرائن، احوال اور اِس کے علم سے انتفاع کے سبب سے، اور مجدد وہی ہوتا ہے جو عالم ہو علومِ دینیہ ظاہر و باطنہ کا، جو ناصرِ سنت وقامعِ بدعت ہو۔

پھر کبھی **مجدد** فقط ایک ہی ہوتا ہے جیسے خلیفہء راشد حضرت **عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ** پہلی صدی کے مجدد بالاتفاق ہیں اور دوسری صدی کے مجدد **امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ** ہیں، اس لئے کہ محققین کا اجماع ہے کہ یہ اپنے زمانہ میں تمام عُلماء سے اَعلم وافضل تھے۔

اور کبھی **مجدد** دو ہوتے ہیں یا (پوری) جماعت ہوتی ہے، اگر کسی ایک عالم پر اجماع نہ ہوسکے۔ پھر ایسا بھی ہوتا ہے کہ صدی کے درمیان کوئی ایسا شخص بھی ہو جو **مجدد** سے افضل ہو لیکن **مجدد** نہ ہو۔

مجدد (کی خاص نشانی یہ ہے کہ مجدد) **جب بھی ہوگا تو راءس المائۃ** (صدی کے آخری سرے پر مشہور) **پر ہوگا**، کیونکہ عموماً ایسا ہوتا ہے کہ صدی کے ختم ہوتے ہوئے۔۔۔دینی باتیں مٹنے لگتی ہیں، بدمذہبی اور بدعت ظاہر ہوتی ہے، اس واسطے دین کی تجدید کی ضرورت پڑتی ہے۔

اُس وقت **اللہ تعالیٰ** ایسے عالم کو ظاہر کرتا ہے جو اِن خرابیوں کو دور کردیتا ہے اور برائیوں کو سب کے سامنے علی الاعلان بیان کرکے دین کو ازسرِنو نیا کردیتا ہے، **وہ سلف صالحین کا بہترین عوض، خیرالخلف ونعم البدل ہوتا ہے۔**

(14ویں صدی کے مجدد از ظفرالدین بہاری مطبوعہ ادارہ مصلح الدین کراچی ص36)

مجدد کے اوصاف:

مولانا ظفرالدین بہاری صاحب تحریرفرماتے ہیں کہ:

مجدد کے لئے مجتہد ہونا لازم نہیں، ہاں یہ ضرور ہے کہ وہ۔۔۔سُنی صحیح العقیدہ ہو۔۔۔عالم وفاضل ہو۔۔۔علوم وفنون کا جامع ۔۔۔اشہر مشاہیر زمانہ (سب سے زیادہ مشہور ہو)۔۔۔بے لوث حامئ سنت ہو۔۔۔قامع مبتدعین ہو (بدعتیوں کا رد کرنے والا ہو)۔۔۔حق کہنے میں نہ خوفِ لومتہ لائم ہو۔۔۔نہ دین کی ترویج میں دنیوی منافع کی طمع۔۔۔متقی۔۔۔پرہیزگار۔۔۔شریعت وطریقت کے زیور سے

آراستہ۔۔۔رذائل وخلافِ شرع سے دل برداشتہ۔۔۔اورحسبِ تصریحِ علامہ حقی **مجدد** کے لیے یہ ضروری ہے کہ جس صدی میں پیدا ہو اُس کے خاتمہ اور جس صدی میں انتقال کرے اس کے اول میں مشہور ومعروف **مشارٌالیه مایضنان** (جس کی طرف سب مائل ہوں) ہو۔

مجدد کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ:

علمائے عصر قرائن واحوال اوراس کے علوم سے انتفاع (نفع پانا) دیکھ کراس کے **مجدد** ہونے کا اقرار کریں۔۔۔اسی لیے **مجدد** کو علومِ دینیہ ظاہرہ وباطنہ کا عالم، حامی السنۃ، قامع البدعۃ ہونا چاہیے۔

لیکن یہ ضروری نہیں کہ:

ہرصدی پر ایک ہی مجدد ہو بلکہ ہوسکتا ہے کہ ایک کے علاوہ کئی علماء الگ الگ شعبوں کے مجدد ہوں۔

(14ویں صدی کے مجدد از مولانا ظفرالدین بہاری مطبوعہ ادارہ مصلح الدین کراچی ص 34-33)

کچھ مزیداوصاف:

مولانا عبدالحئ صاحب لکھنوی فرنگی محلّی **مجدد** کی علامات بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ مجدد کی شرائط وعلامات یہ ہیں کہ علوم ظاہرہ وباطنہ کا عالم ہو۔۔۔اس کے درس وتدریس، تالیف وتصنیف، وعظ وتذکیر سے نفع شائع وذائع ہو۔۔۔اوراحیائے سنت و اماتتِ بدعت میں سرگرم ہو۔۔۔اورایک صدی کے آخر اور دوسری صدی کے آغاز میں اُس کے علم کی شہرت اوراس سے انتفاع (نفع پانا) معروف ومشہور ہو۔۔۔پس اگر آخرِ صدی نہیں پائی ہے یا اُس سے اُس زمانہ میں انتفاع (نفع پانا) احیاءِ شریعت حاصل نہ ہوا ہوتو وہ مجدد ین کی صف سے خارج سمجھا جائے گا اوراس حدیث کا مورد ومصداق نہ ہوگا اوراس کا شمار مجددین میں نہ ہوگا۔

(14ویں صدی کے مجدد از مولانا ظفرالدین بہاری مطبوعہ ادارہ مصلح الدین کراچی ص 39)

مجددینِ سابقہ کے اسمائے مبارکہ

اب ہم گزشتہ چودہ صدیوں کے مجددین کی اجمالی فہرست پیش کرتے ہیں۔

پہلی صدی کے مجدد:

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ — متوفیٰ 101ھ

دوسری صدی کے مجدد:

حضرت امام حسن بن زیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ — متوفیٰ 204ھ

امام محمد بن حسن شیبانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ — متوفیٰ 185ھ

امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ — متوفیٰ 199ھ

امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ　متوفیٰ 204ھ

امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ　متوفیٰ 203ھ

تیسری صدی کے مجدد :

امام ابوالحسن علی بن عمر دارقطنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ　متوفیٰ 306ھ

امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ　متوفی 241ھ

چوتھی صدی کے مجدد :

حضرت امام طحاوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ　متوفیٰ 321ھ

امام اسمٰعیل بن حماد جوہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ　متوفیٰ 393ھ

امام ابوجعفر بن جریر طبری رضی اللہ تعالیٰ عنہ　متوفیٰ 310ھ

امام ابوحاتم رازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ　متوفی 327ھ

پانچویں صدی کے مجد د :

امام ابونعیم اصفہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ　متوفیٰ 430ھ

امام ابوالحسین احمد بن محمد بن ابوبکر القدوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ　متوفی 428ھ

امام علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ　متوفی 502ھ

امام محمد بن محمد غزالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ　متوفیٰ 505ھ

چھٹی صدی کے مجدد :

امام فخر الدین ابوالفضل عمر رازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ　متوفی 606ھ

امام عمر نسفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ　متوفی 537ھ

امام قاضی فخر الدین حسن منصور رضی اللہ تعالیٰ عنہ　متوفیٰ 592ھ

امام ابومحمد حسین بن مسعود فراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ　متوفیٰ 516ھ

ساتویں صدی کے مجدد :

امام جمال الدین محمد بن افریقی مصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ　متوفیٰ 711ھ

امام شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ　متوفی 632ھ

خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ متوفی 633ھ

امام عزالدین علی بن محمد ابن اثیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ متوفی 630ھ

شیخ اکبر محی الدین محمد ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ متوفی 638ھ

آٹھویں صدی کے مجدد :

امام تاج الدین بن عطاء اللہ سکندری رضی اللہ تعالیٰ عنہ متوفی 707ھ

خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ متوفی 725ھ

امام عمر بن مسعود تفتازانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ متوفی 792ھ

نویں صدی کے مجدد :

امام جلال الدین ابوبکر عبدالرحمٰن سیوطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ متوفی 911ھ

امام نورالدین علی بن احمد مصری سمہودی رضی اللہ تعالیٰ عنہ متوفی 911ھ

امام محمد بن یوسف کرمانی شارح بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ متوفی 886ھ

امام شمس الدین ابوالخیر محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ متوفی 902ھ

امام سید شریف علی بن محمد جرجانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ متوفی 816ھ

دسویں صدی کے مجدد :

امام شہاب الدین احمد بن محمد خطیب قسطلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ متوفی 913ھ

امام محمد شربینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ متوفی 919ھ

علامہ شیخ محمد طاہر محدث پٹنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ متوفی 986ھ

گیارھویں صدی کے مجدد :

امام ملا علی بن سلطان قاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ متوفی 1011ھ

عارف باللہ شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ متوفی 1024ھ

شیخ عبدالحق محدثِ دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ متوفی 1052ھ

بارھویں صدی کے مجدد :

سلطان اورنگ زیب عالمگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ متوفی 1118ھ

امام عارف باللہ امام عبدالغنی نابلسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	متوفیٰ 1143ھ
امام شیخ احمد ملاجیون رضی اللہ تعالیٰ عنہ	متوفیٰ 1125ھ

تیرھویں صدی کے مجدد :

حضرت بحرالعلوم مولانا عبدالعلی لکھنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	متوفیٰ 1226ھ
امام عارف باللہ شیخ احمد صاوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	متوفیٰ 1241ھ
امام احمد بن اسماعیل طحطاوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	متوفیٰ 1231ھ
علامہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	متوفیٰ 1239ھ
علامہ سید محمد امین بن عمر عابدین شامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	متوفیٰ 1252ھ

چودھویں صدی کے مجدد:

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	متوفیٰ 1340ھ

(ماخوذ از ابوداؤد شریف جلد سوئم فرید بک سٹال ص308، الشاہ احمد رضا از غلام سرور قادری مکتبہ فریدیہ ساہیوال ص12-16)

اعلیٰ حضرت اور اوصافِ مجدد

چودھویں صدی کے مجدد، سیدنا اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان قادری برکاتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

اس سے پہلے کہ ہم اُن اوصاف کا ذکر کریں جو آپ کی ذاتِ پاک میں بحثیت ایک **مجدد** کے پائے جاتے تھے ''سیرتِ اعلیٰ حضرت'' سے ایک واقعہ نقل کرتے ہیں جو خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

مولانا حسنین رضا خان ''سیرتِ اعلیٰ حضرت'' میں لکھتے ہیں

مولوی محمد شاہ خان صاحب عرف ''دتھن خان'' محلّہ سوداگران بریلی شریف میں رہتے تھے۔ **اعلیٰ حضرت** سے عمر میں ایک سال بڑے تھے، بچپن ساتھ گزارا، ہوش سنبھالا تو ایک ہی جگہ نشست و برخاست رہی، ایسی حالت میں آپس میں بے تکلفی ہونا ہی تھی۔

ان کو **اعلیٰ حضرت** قبلہ ''دتھن بھائی جان'' کہتے تھے اور ان کے ایک سال بڑے ہونے کا بڑا لحاظ فرماتے تھے۔

یہ بھی اکثر سفر وحضر میں ساتھ ہی رہے، آدمی ذی علم تھے، گھر کے خوشحال زمیندار تھے، میں نے اپنے ہوش سے اُنہیں **اعلیٰ حضرت** کی صحبت میں خاموش اور مؤدب ہی بیٹھے دیکھا، اِنہیں اگر مسئلہ دریافت کرنا ہوتا تو دوسروں کے ذریعہ سے دریافت کراتے، میں مدتوں سے یہ ہی دیکھ رہا تھا۔

ایک روز میں نے اُن سے عرض کیا کہ ''**اعلیٰ حضرت** تو آپ کی بزرگی کا لحاظ کرتے ہیں آپ اُن سے اس قدر کیوں جھجکتے ہیں کہ مسئلہ

خود دریافت نہیں کر سکتے ؟''

انھوں نے فرمایا کہ ہم اور وہ بچپن سے ساتھ رہے، ہوش سنبھالا تو نشست و برخاست ایک ہی جگہ ہوتی، نمازِ مغرب پڑھ کر ہمارا معمول تھا کہ اُن کی نشست میں آبیٹھتے۔

سید محمد شاہ صاحب وغیرہ چند ایسے احباب تھے کہ وہ بھی اس صحبت کی روزانہ شرکت کرتے، عشاء تک مجلس گرم رہتی، اس مجلس میں ہر قسم کی باتیں ہوتیں تھیں، علمی مذاکرے ہوتے تھے، دینی مسائل پر گفتگو ہوتی اور تفریحی قصے بھی ہوتے۔

جس دن محرم الحرام 1301ھ کا چاند ہوا اُس دن حسبِ معمول ہم سب بعدِ مغرب **اعلیٰ حضرت** کی نشست گاہ میں آ گئے، **اعلیٰ حضرت** خلافِ معمول کسی قدر دیر سے پہونچے حسبِ معمول سلام کے بعد تشریف رکھی، اور لوگ بھی تھے، مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ:

ننھن بھائی جان! آج 1301ھ کا چاند ہوگیا؟ میں نے عرض کیا کہ: جی ہاں! میں نے بھی دیکھا، بعض اور ساتھیوں نے بھی چاند کا دیکھنا بیان کیا۔ اس پر فرمایا کہ ''بھائی جان یہ تو صدی بدل گئی'' میں نے عرض کیا ''صدی تو بے شک بدل گئی'' خیال کیا تو واقعی اِس چاند سے چودھویں صدی شروع ہوئی تھی۔

اس پر فرمایا کہ **''اب ہم اور آپ کو بھی بدل جانا چاہیئے''**۔ یہ فرمانا تھا کہ ساری مجلس پر ایک سکوت کا عالم طاری ہو گیا اور ہر شخص اپنی جگہ بیٹھا رہ گیا، پھر کسی کو بولنے کی ہمت ہی نہ ہوئی کچھ دیر سب خاموش بیٹھے رہے اور سلام کر کے سب فرداً فرداً چلے گئے۔

اس وقت تو کوئی بات سمجھ ہی میں نہ آئی کہ یکا یک اس رعب چھا جانے کا سبب کیا ہوا، دوسرے روز بعد نمازِ فجر جب سامنا ہوا اور اُن کے **''مجدّدانہ''** رعب وجلال سے واسطہ پڑا تو یاد آیا کہ انہوں نے جو بدلنے کو فرمایا تھا تو **وہ خدا کی قسم ایسے بدلے کہ کہیں سے کہیں پہنچ گئے** اور ہم جہاں تھے وہیں رہے۔ وہ دن ہے اور آج کا دن کہ ہمیں ان سے بات کرنے کی ہمت ہی نہ ہوئی۔

(سیرت اعلیٰ حضرت از مولانا حسنین رضا خان مطبوعہ مکتبہ برکاتی پبلیشرز کراچی ص 62-61)

آپ کی ذاتِ پاک میں تمام اوصافِ **مجدد** بدرجہءاتم موجود تھے جن کی نشاندہی مولانا ظفرالدین بہاری صاحب یوں فرماتے ہیں ۔۔۔

صدی کے آخری سرے پر:

آپ کی ولادت 10 شوال 1272ھ اور انتقال پر ملال 25 صفر 1340ھ ہے۔ آپ نے تیرہویں صدی ہجری کے 28 سال 2 مہینے 20 دن پائے اور علوم وفنون، درس وتدریس، تالیف وتصنیف، وعظ وتقریر میں مشہورِ دیار وامصار (ملکوں اور شہروں میں) وافی وکافی ہوئے اور چودھویں صدی کے آپ نے 45 سال ایک مہینہ 25 دن پائے ۔۔۔

حمایتِ دین و نکایتِ مفسدین۔۔۔

جس میں حمایتِ دین و نکایتِ (ردِّ) مفسدین، احقاقِ حق (حق کو غالب کرنے) وازہاقِ باطل (باطل کو مٹانے)، اعانتِ سنت (سنت کو زندہ

کرنے) واماتتِ بدعت (بدعت کومٹانے) میں جان و مال، علم وفضل صرف فرمایا اور جس طرح بنا ہمیشہ شرع و مذہب کی نصرت اور مخالفین دین متین کا ردّ وطرد کیا۔۔۔

کبھی لو مۃ لائم کی پرواہ نہ کی۔۔۔

اور اسمیں کبھی نہ لومۃ لائم (ملامت کرنے والوں کی ملامت) کی پرواہ کی اور نہ کسی بڑی سے بڑی شخصیت کا خیال آڑے آیا، نہ کبھی شہرت و مدح کی پروا کی نہ کسی کے طعن وقدح (طعنہ زنی) کے خیال سے حق کہنے میں کوتاہی فرمائی۔

یہ رباعی آپ نے بالکل حسبِ حال فرمائی۔

نہ مرا نوش زتحسیں نہ مرا نیش زطعن
نہ مرا گوش بمدحے نہ مرا ہوش ذمے

منم و کنجِ خمولی کہ نہ گنجد درو ے
جزمن و چند کتابے و دوات و قلمے

(میرے لئے نہ تو لوگوں کی تعریف (نوش) شہد کی طرح ہے نہ طعن وتشنیع (نیش) زہر کی طرح ہے، میں نہ تو اپنی مدح کی پرواہ کرتا ہوں نہ اپنی برائی پر کان دھرتا ہوں۔ میں ہوں اور میرا گوشہ ءتنہائی، جس میں چند کتابوں، قلم، دوات اور میری ذات کے سوا کوئی نہیں۔)

خداداد ذھانت و حافظہ :

خداداد ذہن وحافظہ بھی ایسا ملا تھا کہ تیرہ سال دس ماہ کی عمر میں مروجہ درسی کتابوں سے فراغت حاصل فرمائی، میرے (مولانا ظفرالدین بہاری کے) سامنے اس وقت مشاہیرو اکابر علماء کی سوانح عمریاں ہیں مگر اس وصف میں کوئی بھی آپ کا شریک نہیں۔

اکثر دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ ذکی (ذہین) ہوتے ہیں اُن کا حافظہ اچھا نہیں ہوتا اور اگر یہ بھی ہو تو وہ شوقین اور محنتی نہیں ہوتے، پڑھنے میں جی نہیں لگاتے، بلکہ جان چراتے ہیں لیکن یہاں یہ سب خوبیاں بطورخرقِ عادت جمع تھیں۔ یہ محض عطیہءالٰہی وموہبتِ رسالتِ پناہی ہے۔ **جلّ وَعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم**

(14ویں صدی کے مجدد از مولانا ظفرالدین بہاری مطبوعہ ادارہ مصلح الدین کراچی ص56-57)

اعلیٰ حضرت اور تجدید دین

مولانا عبدالستار صاحب ہمدانی صاحب ''امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر'' میں تحریر فرماتے ہیں۔۔۔

اعلیٰ حضرت کے حالاتِ زندگی کا اگر ہم جائزلیں تو حیرت انگیز تفصیلات معلوم ہوں گی۔ آپ سے قبل جتنے بھی مجدد ہوئے ان میں اور آپ میں ایک نمایاں فرق نظر آئے گا کہ ماضی کے مجدد دین کے زمانے میں ایک، دو یا زیادہ سے زیادہ چار پانچ فتنے تھے۔۔۔ان تمام فتنوں کا ان حضرات نے احسن طریقے سے تدارک فرمایا، لیکن **اعلیٰ حضرت** کے دور میں جو فتنے تھے ان کی ایک طویل فہرست مرتب کرنا ہوگی۔

علاوہ ازیں ایک اور وضاحت کر دینا بھی ضروری ہے کہ **امام احمد رضا** محدث بریلوی کے دور میں جو جو فتنے اُٹھے تھے ان فتنوں کو درپردہ ایسی طاقتوں کی پشت پناہی حاصل تھی کہ بنظرِ ظاہر اُن کا مقابلہ کرنا ایک مشکل سے مشکل تر مرحلہ تھا۔

لیکن '' **قُلْ جَاءَ الحَقُّ وَ زَهَقَ البَاطِلُ** '' کے صدقے اور طفیل، حق کو فتح ونصرت اور باطل کو شکست وذلت حاصل ہوئی۔ **اعلیٰ حضرت** پر آقائے کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا خصوصی فضل وکرم تھا اور اسی وجہ سے وہ ہر محاذ پر کامیاب اور فتح مند ہوئے۔

اعلیٰ حضرت کا بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم میں مندرجہ ذیل استغاثہ قابلِ غور ہے

اِک طرف اعدائے دین، ایک طرف حاسدین

بندہ ہے تنہا شہا! تم پہ کروڑوں درود

کیوں کہوں بیکس ہوں میں، کیوں کہوں بے بس ہوں میں

تم ہو، میں تم پر فدا! تم پہ کروڑوں درود

خیر! المختصر **اعلیٰ حضرت** کے دور میں جو جو فتنے شباب پر تھے ان کی ایک جھلک ملاحظہ ہو

(1) فتنہ غیر مقلدیت ---(2) فتنہ نیچریت ---(3) فتنہ ءنجدیت ووہابیت ---(4) فتنہ فرقہ ءاہلِ قرآن ---(5) فتنہ ء قادیانیت ---(6) فتنہ ء دارالندوہ ---(7) فتنہ ء فلسفہ ء قدیمہ ---(8) فتنہ ء وقوعِ کذبِ باری تعالیٰ ---(9) فتنہ ء انکار ِشفاعت --- (10) فتنہ ء روافض ---(11) فتنہ ء معتزلہ ---(12) فتنہ ء فلسفہ جدیدہ --- (13) فتنہ ء انکارِ شفاعت --- (14) فتنہ ء انکارِ سماع موتیٰ ---(15) فتنہ ء خلافت عثمانی ---(16) فتنہ ء انکار ختم نبوت ---(17) فتنہ ء خاکساری فرقہ --- (18) فتنہ ء ترک قربانی گائے ---(19) فتنہ ء جواز سجدہ تعظیمی ---(20) فتنہ ء عدم جواز میلاد و قیام تعظیمی ---(21) فتنہ ء انکارِ معراج ---(22) فتنہ ء ترک موالات ---(23) فتنہ ء آریہ (شدھی کرن) ---(24) فتنہ ء اتحاد عن المشرکین ---(25) فتنہ ء عدم جواز تعظیم آثارِ مقدسہ ---(26) فتنہ ء عدم جواز کتابت برکفن ---(27) فتنہ ء توہین حضرت امیر معاویہ ---(28) فتنہ ء حکم دارالحرب ---(29) فتنہ ء انکارِ علمِ غیب انبیاء واولیا ---(30) فتنہ ء انکارِ حیاتِ انبیاء ---(31) فتنہ ء جواز تعزیہ داری --- (32) فتنہ ء جواز سماع مع مزامیر ---(33) فتنہ براذانِ ثانی ---(34) فتنہ انکارِ اذان قبر ---(35) فتنہ عدم جواز تقبیل ابھامین ---(36) فتنہ ء مصافحہ عید ---(37) فتنہ عدم جواز تعمیرات مزاراتِ اولیاء ---(38) فتنہ ء انکار ایمان ابوین کریمین النبی --- (39) فتنہ جواز زکوٰۃ برائے سادات کرام ---(40) فتنہ عدم جواز چراغاں برمزارات ---(41) فتنہ حلت اشیاء نشہ آور --- (42) فتنہ حلت اکل زاغ ---(43) فتنہ قرطاس دراھم ---(44) فتنہ مساوات عن النبی ---(45) فتنہ حرکت زمین ---

(46) فتنہ خروج نساء برائے زیارت قبور۔۔۔(47) فتنہ امکانِ ظلِ نبی۔۔۔(48) فتنہ صلوٰۃِ جنازۃ الغائب۔۔۔(49) فتنہ ءنکاح مع المرتدین۔۔۔(50) فتنہ ءعدمِ جواز تعین فاتحہ۔۔۔(51) فتنہ تنقیصِ رسالت۔۔۔(52) فتنہ ءعدم الاعتقاد اختیارات انبیاء واولیاء۔۔۔(53) فتنہ ءنفاذِ شرک در بابِ نداواستغاثہ۔۔۔(54) فتنہ ءنفاذِ شرک فی الاسماء۔۔۔(55) فتنہ حرمتِ اکلِ وشرب۔۔۔(56) فتنہ ء حرمت منی آرڈر۔۔۔(57) فتنہ ءخلافت کمیٹی۔۔۔(58) فتنہ ءتنازعہ در رؤیتِ ہلال۔۔۔(59) فتنہ ءفرقِ بین شریعت وطریقت ۔۔۔(60) فتنہ ءاکلِ اشیاءحرام عن الذبیحہ۔۔۔(61) فتنہ ءحرمت الذبیحہ للاولیاء۔۔۔

الغرض! مذکورہ بالا فتنوں کے علاوہ سینکڑوں مزید فتنے بھی عام ہو چکے تھے، بعض کا تعلق اصولِ دین سے تھا اور بعض کا تعلق فروعِ دین سے تھا۔ بعض فتنے اہلسنت وجماعت کے کہلانے والے افراد کے اٹھائے ہوئے تھے اور بقیہ اکثر فتنے عقائد باطلہ ضالّہ پر مشتمل فرقوں کی جانب سے اٹھائے گئے تھے۔، جن میں سے اکثر کا تعلق اصلِ دین سے تھا یعنی کہ اس کے ماننے یا نہ ماننے کی وجہ سے ایمان اور کفر کے احکام صادر ہونے کا مدار تھا، ہر روز کوئی نہ کوئی فتنہ رونما ہوتا تھا۔

کسی فتنے کا موجد کوئی مولوی ہے، کسی کا بانی کوئی پیرزادہ ہے، کسی کا مؤید کوئی سیاسی لیڈر ہے، کسی کا حامی کوئی اہلِ ثروت ہے، کسی کا ناصر کوئی حاکم ہے، کسی کا ناشر کوئی ادیب ہے، کسی کا معین کوئی صاحبِ اقتدار ہے، کسی کا مونس کوئی صوفی ہے، کسی کا مددگار کوئی سجادہ نشین ہے، کسی کا محرک کوئی سیاسی لیڈر ہے، کسی کا سرپرست کوئی مذہبی رہنما ہے، کسی کا قائد کوئی خادمِ قوم ہے، کسی کا والی کوئی نواب ہے، کسی کا مقوی کوئی ماہرفن ہے، کسی کا مخیل کوئی منطقی ہے، کسی کا مہدی کوئی فلسفی ہے، کسی کا کیمیا ساز کوئی سائنس دان ہے۔

الغرض سماج کے ہر طبقے سے کوئی نہ کوئی بانی ءفتنہ سامنے تھا، ان کے زیر اثر لوگ اپنی حسبِ استطاعت اس کی تشہیر کرتے تھے، عوام عجیب ذہنی الجھن میں مبتلا تھے، ہر طرف سے اپنے عقائدِ باطلہ ونظریاتِ فاسدہ کی صحت وصداقت ثابت کرنے کے لیے قرآن وحدیث سے غلط استدلال کیا جا رہا تھا۔ سلفِ صالحین کی کتبِ معتمدہ ومعتبرہ کی عبارات کو توڑ مروڑ کر اپنے مفاد کا مفہوم نکالنے کی کوشش کی جا رہی تھی۔

حق وباطل کا فرق کرنا دشوار ہو گیا تھا، ماحول اتنا پراگندہ ہو گیا تھا کہ اہلِ فہم وبصیرت رو رو کر بارگاہِ خداوندی میں دست بدعاء تھے، گڑ گڑا کر ملتجی تھے کہ کوئی مردِ مجاہد اٹھ کھڑا ہو اور ان فتنوں کا قلع قمع کرے۔

اللہ اللہ! اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے محبوبِ اعظم واکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی امتِ مرحومہ کی راہنمائی کے لیے اپنا ایک بندہ ءخاص منتخب فرمایا اور اسے علوم وفنون میں کمال مہارت عطا فرما کر **مجدد** کے اعلیٰ منصب پر فائز وسرفراز فرمایا۔

اعلیٰ حضرت کے دور میں مذکورہ بالا جو فتن رائج تھے اس کا تدارک وتعاقب آپ نے ایسی خوش اسلوبی سے فرمایا کہ جس کی نظیر نہیں ملتی۔ آپ نے اپنی معرکتہ الآرا تصانیف میں علوم وفنون کے جو دریا بہائے ہیں اس کی گہرائی ابھی تک کوئی ناپ نہ سکا، یہاں تک کہ فرقِ

باطلہ متحد و مجتمع ہو کر بھی **اعلیٰ حضرت** کے سامنے علمی جنگ میں ٹھہر نہ سکے، انہیں مجبور ہو کر اپنے ہتھیار ڈال دینے پڑے۔

میدانِ علم کی یلغار سے راہ فرار اختیار کرنے والے ندامتِ انتقام کی آگ میں جل رہے تھے اور تڑپ رہے تھے مگر کیا کریں؟ اور کیا کر سکتے تھے؟ کیونکہ ان کے دلائلِ ضعیفہ نرم لوہے کی تلوار کی مانند کُند ہو چکے تھے۔ براہینِ باطلہ کے نیزے ٹوٹ گئے تھے۔ کلک رضا ''**ذوالفقارِ حیدری**'' کے جوہر دکھا رہا تھا، جو بھی اس کی زد میں آتا تھا وہ آناً فاناً گاجر، مولی کی طرح کٹ کر تڑپنے لگتا تھا۔

(امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر از مولانا عبدالستار ہمدانی برکاتی مطبوعہ مکتبہ رومی لاہور پبلیشرز 52-49)

رِدّ فتنہ ھائے باطلہ

آیئے! اب قدرے تفصیل کے ساتھ ان فتنوں کے ردّ کے حوالے سے **اعلیٰ حضرت، مجددِ دین وملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ** کی خدمات کا جائزہ لیتے ہیں۔

(نوٹ: یہ مضمون مولانا عبدالستار ہمدانی برکاتی کی کتاب ''امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر'' سے اختصار کے ساتھ ماخوذ ہے۔ تفصیل کے لئے اصل کتاب کی طرف رجوع کریں)

فتنہء انکارِ علم غیبِ نبی :

فرقہء نجدیہ وہابیہ کے اکابر علماء نے انبیاء کرام اور اولیائے عظام کے علم غیب کا صرف انکار ہی نہیں کیا بلکہ غیر خدا کے لیے علم غیب کا عقیدہ رکھنے والے کو کافر اور مشرک تک کہا۔

رَدِّ فتنہ :

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تمام اکابر اور اصاغر علمائے فرقہء وہابیہ ونجدیہ و دیوبندیہ کا تعاقب فرمایا اور اُن کے رد میں متعدد تصانیف مرتب فرمائیں۔ کم از کم 14 کتب صرف اسی موضوع سے متعلق تحریر فرمائیں۔

فتنہء انکارِ ختمِ نبوت :

ملتِ اسلامیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور اقدس **صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم** آخری نبی ہیں، نبوت ورسالت آپ پر ختم ہوگئی، اب کسی نبی یا رسول کے آنے کا امکان نہیں۔

لیکن علمائے دیوبند نے اس عقیدے کو اُلجھایا ''تحذیر الناس'' میں مولوی قاسم نانوتوی نے ایک نیا نظریہ قائم کرتے ہوئے لکھا:

''اگر بالفرض بعد زمانہء نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا''۔ (معاذ اللہ)

رِدّ فتنہ:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مولوی قاسم نانوتوی کے فتنے کا تعاقب فرمایا اور اسلامی نقطہء نظر سے ختمِ نبوت کا مسلّم عقیدہ ثابت کیا اس موضوع پر آپ نے 5 کتابیں تصنیف فرمائیں۔

فتنہء امکانِ کذب :

حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر زمانہء اقدس **صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم** تک اور اُس کے بعد 1250ھ تک یہ عقیدہ رائج تھا کہ **اللہ تعالیٰ** ہر

عیب اور برائی سے پاک ہے اور یہ عقیدہ بھی متفق تھا کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے سے پاک ومنزہ ہے۔

لیکن علمائے دیوبند نے ''**اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ**'' سے غلط ومضحکہ خیز استدلال کرکے امکانِ کذبِ باری تعالیٰ کا عقیدہ رائج کیا اور بے شمار لوگوں کو گمراہ اور بے دین بنایا۔

ردِّ فتنہ:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کاذبین (جھوٹوں) کے تمام ہفوات (بکواسوں) کا ایسا ردِّ بلیغ فرمایا کہ وہ دم بخود رہ گئے۔ اس موضوع پر آپ نے 7 کتب تصنیف فرمائیں۔

فتنہ ء قادیانیت :

مسئلہ ءختم نبوت میں علمائے دیوبند کے نئے نظریات کو مشعلِ راہ بنا کر صوبہ پنجاب کے ''قادیان'' نامی علاقے سے مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا، اپنی نبوت کا اعلان کرنے کے ساتھ ساتھ اُس نے انبیاء کرام علیہم السلام اور خصوصاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخانہ جملے بکے۔ اپنا کلمہ پڑھوایا، خود ساختہ شریعت بنائی اور اسلام کو ضعیف وکمزور بنانے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔ لوگ اُس کے دامِ فریب میں پھنسنے لگے اور نیا مذہب قادیانی اختیار کرنے لگے۔

ردِّ فتنہ :

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مرزا غلام احمد قادیانی اور اُس کے قادیانی مذہب کے رد میں بھر پور سعی فرمائی اور اس پر کفر کا فتویٰ جاری فرمایا، نیز علمائے عرب وعجم سے اس پر تصدیقات حاصل کر کے اس کو شائع فرمایا۔ 3 کتابیں خاص آپ نے اسی موضوع پر تحریر فرمائیں۔

نبی سے برابری کے دعوے کا فتنہ:

فرقہ ء باطلہ نجدیہ وہابیہ کے پیشواؤں نے انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیائے کرام کی شان میں توہین وتنقیص کو اپنا مقصدِ اصلی بنا رکھا تھا، ان نفوسِ قدسیہ کے متعلق یہ رائے عام کرنے کی کوشش کی گئی کہ معاذ اللہ انبیاء واولیاء ہماری مثل تھے۔

ردِّفتنہ :

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مذکورہ نظریات کا تعاقب فرمایا اور یہ ثابت کر دیا کہ کوئی بھی اُمتی چاہے وہ کتنا ہی پرہیز گار کیوں نہ ہو، کسی بھی نبی کے برابر نہیں ہوسکتا۔ اس عنوان پر **اعلیٰ حضرت** نے 3 کتب تصنیف فرمائیں۔

فتنہء عدمِ اعتقادِ اختیاراتِ انبیاء :

فرقہ ء وہابیہ کہ جس کا واحد مقصد انبیائے کرام علیہم السلام اور اولیائے عظام کی شان میں توہین وتنقیص کرنا اور ملتِ اسلامیہ کا انبیاء و اولیاء کے ساتھ جو رشتہ ءعقیدت ومحبت ہے اُس کو منقطع کرنا ہے۔ اپنے اس مقصد کے حصول کے لیے انہوں نے توحید کا پرچم بلند کیا اور

قرآنِ پاک میں بتوں کی مذمّت میں جو آیات نازل ہوئیں تھیں اُن کو اولیاء کرام اور انبیاء کرام علیہم السلام پر چسپاں کیا اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ انبیاء واولیاء کسی چیز کے مالک ومختار نہیں۔

ردِّ فتنہ:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس فتنہ کا تعاقب کرتے ہوئے دندان شکن جواب مرحمت فرمائے اور ثابت کیا کہ انبیاء کرام علیہم السلام و اولیاء عظام **اللہ تعالیٰ** کی عطا سے اختیارات رکھتے ہیں۔ اس موضوع پر آپ نے 7 کتب تصنیف فرمائیں، ان میں سے "**الاَمــــــنُ وَالــعُــلــیٰ**" پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے کہ جس میں آپ نے 60 آیاتِ کریمہ اور 300 احادیثِ مطہرہ سے اللہ والوں کے اختیارات ثابت کئے ہیں۔

استغاثہ وندائے اولیاء کو شرک کھنے کا فتنہ:

فرقہ ءنجدیہ وہابیہ نے انبیاء کرام علیہم السلام و اولیائے عظام کے ساتھ والہانہ عقیدت ومحبت رکھنے والے مومنین پر طلبِ استعانت اور استغاثہ کی بنا پر شرک کے فتووں کی بھر مار شروع کر دی، ابتدائے اسلام سے جو اعتقادات جائز، مستحب، مندوب اور مشروع تھے اور صدیوں سے جنکا ارتکاب صالحینِ امت کرتے آئے تھے، اُن تمام افعالِ مستحسنہ کو اس فرقہ نے شرک ٹھہرادیا۔

ردِّ فتنہ:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس مسئلہ پر بھی اُن کا تعاقب فرمایا اور دلائلِ قاہرہ سے ثابت کر دیا کہ حضور اقدس **صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم** سے مدد مانگنا، اولیائے عظام کو پکارنا اور "**یارسول اللہ**" **صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم** کی ندا لگانا بالکل جائز اور عین اسلامی عقیدہ ہے۔ اس موضوع پر آپ نے کم ازکم 3 کتب تصنیف فرمائیں۔

میلاد اور اس میں قیام کو ناجائز کھنے کا فتنہ:

میلاد شریف، نعت خوانی، اور کھڑے ہو کر **صلوٰۃ وسلام** پڑھنا، یہ تمام امورِ محبت ملتِ اسلامیہ ابتدائے اسلام سے محبتِ رسول **صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم** کے جذبے کے تحت بڑے ہی ادب واحترام کے ساتھ کرتے چلے آئے ہیں۔ ذکر رسول **صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم** کا یہ طریقہ اولیاء، صوفیا، علمائے حق وسلفِ صالحین نے بخوشی اپنایا، محمود رکھا، بلکہ رائج کیا۔ لیکن فرقہ ءوہابیہ نے اس جائز اور مستحب کام کو بھی ناجائز بدعت وحرام بلکہ کفر وشرک تک قرار دے دیا۔

ردِّ فتنہ:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے منکرینِ میلاد کے خیالاتِ فاسدہ اور عقائدِ باطلہ کا ردِّ بلیغ فرمایا اور محفلِ میلاد کے انعقاد اور اس میں قیام کے جواز کے ثبوت میں دلائل کے انبار لگا دئے۔ آپ نے اس حوالے سے کم ازکم 7 کتب تحریر فرمائیں۔

فتنہ ء نفاذِ شرک فی الاسماء :

فرقہ ءنجدیہ وہابیہ نے ملتِ اسلامیہ کا رشتہ انبیاءکرام علیہم السلام واولیائے عظام علیہم الرضوان سے منقطع کرنے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی، یہاں تک کہ تقاضائے عقیدت ومحبت کے تحت بزرگانِ دین سے منسوب ناموں پر بھی کفروشرک کے فتوے تھوپ دیئے، حقیقی اور مجازی فرق سے عناداً اور قصداً قطعِ نظر کر کے تشدُّد سے کام لیا اور عبدالنبی ،عبدالمصطفیٰ ، نبی بخش ، غلام حسین ،غلام محی الدین وغیرہ نام رکھنے کو شرک قرار دے دیا۔

ردِّ فتنہ :

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جب اس مسئلہ پر قلم اٹھایا تو ان ناموں کے جواز میں قرآن وحدیث،قول وفعلِ صحابہ ءکرام واولیائے عظام، نیز کتبِ معتبرہ ومعتمدہ سے دلائل اخذ فرما کر محبتِ انبیاء واولیاء سے لبریز علم وعرفان کے دریا بہا دیئے۔اس عنوان پر آپ نے کم از کم 5 کتب تصنیف فرمائیں۔

فتنہ ء انکارِ سماعِ موتیٰ:

اُسی دور میں یہ فتنہ بھی ایجاد کیا گیا کہ انبیاءکرام علیہم السلام واولیائے عظام علیہم الرضوان مرکر مٹی میں مل گئے (معاذ اللہ) اُن کو پکارنا بے سود ہے بلکہ اُن کیلئے یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ اپنی قبروں میں دور ونزدیک کی بات سن سکتے ہیں،شرک ہے۔

ردِّ فتنہ ء:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اُن کے خیالاتِ فاسدہ کا تعاقب فرمایا اور اُن کے ہفوات (بکواسات) کی دھجیاں اُڑادیں۔قرآن، حدیث اور ائمہ ءدین کے اقوال سے ثابت کردیا کہ: اموات (مردوں) کا سننا حق ہے بلکہ بعدِ انتقال اُن کا ادراک اور بڑھ جاتا ہے۔اس موضوع پر آپ نے کم از کم 4 کتب تصنیف فرمائیں۔

فتنہء غیر مقلّدِیّت:

پوری ملتِ اسلامیہ اس بات پر متفق ہے کہ **''تقلید ضروری بلکہ واجب ہے''** لہٰذا ملتِ اسلامیہ حنفی ،شافعی ، مالکی وحنبلی ،ان چار مسلکوں میں منقسم ہے۔ائمہ ءمجتہدین نے قرآن وحدیث سے اجتہاد واستنباط کر کے فقہی مسائل متعین کردیئے۔لیکن ایک نیا فرقہ پیدا ہوا جو اپنے آپ کو''اہلحدیث'' کہلواتا ہے اور تقلید کا انکار کرتا ہے۔

ردِّ فتنہ :

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے قلم سے **ذوالفقارِ حیدری** کے جوہر دکھاتے ہوئے فرقہ ءغیر مقلدین کا ایسا ردِّ بلیغ فرمایا ہے کہ وہ قیامت تک آپ کی کسی ایک کتاب کا بھی جواب نہ دے سکیں گے۔غیر مقلدین کے رد میں **اعلیٰ حضرت** نے کم از کم 23 کتب تصنیف فرمائیں۔

کرنسی نوٹ کو ناجائز کہنے کا فتنہ :

خرید وفروخت میں قیمت کا لین دین ہوتا ہے، لیکن یہ لین دین کا طریقہ ہر دور میں بدلتا آیا ہے۔ صدیوں پہلے یہ طریقہ تھا کہ زید نے 15 مرغیوں کے عوض اپنی ایک بکری فروخت کردی یا کسی نے پانچ سیر چاول کے بدلے بارہ سیر گیہوں لے لئے، رفتہ رفتہ اس میں تبدیلی آئی اور کرنسی سکے وجود میں آئے، یہ سکے سونے چاندی کے ہوتے تھے اور یقیناً مال کی حیثیت رکھتے تھے۔ اگر کوئی ان سکّوں کو توڑ کر چورا چورا بھی بنالے پھر بھی اُس کی قیمت میں کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔

لیکن جب کاغذ کے کرنسی نوٹ جاری ہوئے تو حالت یہ تھی کہ اگر ایک روپیہ کا نوٹ بطورِ کرنسی استعمال کیا جائے تو اُس کی قوتِ خرید ایک روپیہ تھی لیکن اگر اُس نوٹ کے ٹکڑے کردیئے جائیں تو پھر اس کی کوئی قیمت باقی نہیں رہتی تھی اور بطورِ مال اس کاغذ کی قیمت ایک پائی بھی نہیں تھی۔

اس نوٹ سے خرید وفروخت اور معاملات کرنے کے حوالے سے جب علماء سے رجوع کیا گیا تو کسی نے اُسے ناجائز کہا اور کسی نے خاموشی اختیار کی۔

حل عقدہ :

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ 1323ھ میں جب حرمین شریفین تشریف لے گئے تو آپ کی شانِ علمیت سے علمائے حرم بہت متاثر ہوئے، موقع کو غنیمت جانتے ہوئے علمائے حرمین نے نوٹ سے متعلق بارہ سوالات پر مشتمل ایک استفتاء **اعلیٰ حضرت** کی خدمت میں پیش کیا۔

آپ نے اُس کا ایسا مفصل عالمانہ جواب دیا کہ علمائے مکہ حیرت زدہ رہ گئے، اور پوری دُنیائے اسلام کے لوگ عش عش کر اُٹھے۔ آپ نے دورانِ قیامِ مکہ ہی اس مسئلہ پر ''**الکِفلُ الفقیہِ الفَاہِم فی اَحکَامِ قِرطَاسِ الدّراہِم** ''تحریر فرمائی، جس میں علم کے دریا بہادیئے اور ثابت کیا کہ کاغذ کا نوٹ قطعاً جائز ہے۔ اس موضوع پر آپ نے کم از کم 3 کتب تصنیف فرمائیں۔

فتنہء انکارِ ایمانِ اَبَوَینِ کَرِیمَین:

فرقہء وہابیہ نجدیہ کے اکابر علماء نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے والدین کریمین کے ایمان کا انکار کیا اور معاذ اللہ ان نفوسِ قدسیہ کی ذاتِ پاک کو کفر سے منسوب کیا۔

ردِّ فتنہ:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے والدینِ کریمین کے موحّد اور مومن ہونے کے ثبوت میں قرآن، حدیث، تاریخ وسیر کی معتبر ومستند کتب کے حوالوں سے وہ دلائل قاہرہ ارقام فرمائے کہ جس کو پڑھ کر ایک مومن کا ایمان تازہ اور دل باغ باغ ہوجاتا ہے۔ اس موضوع پر آپ نے ایک کتاب بھی تحریر فرمائی۔

تبرکات کی تعظیم کو ناجائز کھنے کا فتنہ :

انبیاء کرام علیہم السلام و اولیائے عظام علیہم الرضوان کے آثارِ مقدسہ وتبرکات مثلاً جبہ شریف ،موئے مبارک ،ٹوپی ،عصاء مبارک ،نعلین شریفین وملبوسات وغیرہ کی ایک خصوصی نسبت ان ہستیوں سے ہوتی ہے لہٰذا ان تبرکات کی ملت اسلامیہ نے بڑی قدر وتعظیم کی ہے اوران سے بے شمار فوائد وبرکات حاصل کئے ہیں ،جبکہ علمائے نجدیہ نے تبرکات کی زیارت کرنے اوران تبرکات کو باعث برکت ماننے کو گناہ بلکہ شرک تک کہہ دیا۔

ردِّفتنہ :

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تبرکاتِ بزرگانِ دین کے دُشمنوں کا تعاقب فرمایا اورآثارِ مقدّسہ کی تعظیم اہمیت اوراس سے حصولِ برکت کے جواز میں قرآن حدیث اوراقوال وافعالِ اولیاء وصالحین سے ایسے قوی دلائل مرقوم فرمائے کہ مخالفین مبہوت وساکت ہوگئے ۔ اس عنوان پرآپ نے کم از کم 2 کتب تصنیف فرمائیں۔

فتنہ آریہ(شدھی کرن):

19ویں صدی عیسوی کا ابتدائی زمانہ ہندوستانی مسلمانوں کے لیے سخت آزمائش کا زمانہ تھا۔ایک طرف اسلام کے نام پرفرقہ ہائے باطلہ مسلمانوں کے ایمان کوچھین رہے تھےتو دوسری طرف ہندوبھی مسلمانوں کے ایمان کوتباہ وبرباد کرنے کے درپے ہوگئے ۔

سوامی دیانندسرسوتی نے’’ستیارتھ پرکاش‘‘ نام کی ایک کتاب لکھی اوراس میں قرآنِ پاک کی آیتوں کوناقص (یعنی کچھ کچھ حصہ)نقل کر کے،تروڑ مروڑ کےخودساختہ تراجم اورمفہوم بیان کئے ،قرآنِ پاک کے آسمانی کتاب ہونے سے انکارکیااور مذہبِ اسلام کی حقانیت کو للکارا۔اِس نے اور اِس کے چیلے’’سوامی شردھانند‘‘ نے ہندوستان بھر کے دورے کئے ،جگہ جگہ تقریریں کرتے اورمسلمانوں کے ایمان میں تذلذل پیدا کرنے کی کوشش کرتے ،بھولے بھالے مسلمانوں نے اُس کے دامِ فریب کا شکار ہوکراسلام سے منحرف ہوکرآریہ مذہب اپنالیا۔مسلمانوں کومرتد بنانے کی اس تحریک کا نام’’شدھی کرن‘‘رکھا گیاتھا۔اس کے نتیجے میں کل چھ لاکھ مسلمان مرتد ہوکرآریہ ہوگئے ۔

ردِّفتنہ :

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان حالات کو دیکھ کربھڑک اٹھے اورایک مردِمجاہد کی شان سے آریوں کے مقابلے میں میدان عمل میں اتر آئے ،مسلمانوں کےایمان کے تحفظ کے لیےتحریر وتقریر دونوں پہلوؤں سے نمایاں کردار ادا کیا۔

’’ستیارتھ پرکاش‘‘ کے رد میں آپ نے ایک بے مثال معرکۃُ لآراء تاریخی کتاب’’کیفرِ کفرِ آریہ‘‘تصنیف فرمائی جس میں آریہ مذہب کابُطلان اوراسلام کی حقانیت ثابت کی ۔علاوہ ازیں آپ نے اپنے صاحبزادے مولانا **مصطفیٰ رضا خان** کے ہمراہ علمائے کرام کے ایک بڑے وفد کوصوبہ’’یوپی‘‘ کے مشرقی علاقے میں جہاں شدھی کا فتنہ پھیل چکا تھا بھیجا۔ جن میں مولانا **امجد علی اعظمی صاحب ،**

صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی، مولانا ظفرالدین بہاری، مولانا حشمت علی خان صاحب لکھنوی اور دیگر شامل تھے۔

گیارہ مہینے تک وفد نے دورہ فرمایا اور **الحمد للّٰہ** جن چھ لاکھ مسلمانوں نے مرتد ہوکر آریہ مذہب اپنا لیا تھا اُن کو دوبارہ اسلام میں شامل کرلینے کے ساتھ ساتھ دیگر پانچ لاکھ راجپوتوں کو بھی کلمہ پڑھایا اور کل ملا کر آپ نے **گیارہ لاکھ افراد کو دولتِ ایمان سے سرفراز فرمایا۔**

فتنۂ آریہ کے رد میں **اعلیٰ حضرت** نے کم ازکم تین کتب تحریر فرمائیں۔

ارواح کے گھروں میں آنے کے انکار کا فتنہ :

ارواحِ مومنین شبِ جمعہ، شبِ برأت ودیگر مبارک ایام میں اپنے گھروں کو آتی ہیں اور اپنی اولاد اور رشتہ داروں سے ایصالِ ثواب کی متمنّی ہوتی ہیں۔لہٰذا صدیوں سے ملتِ اسلامیہ شبِ جمعہ، عید، عاشورہ وغیرہ کے دن صدقات وخیرات کرکے اس کا ثواب اپنے مرحومین کو پہنچاتے رہے ہیں۔لیکن دیوبندی مکتبۂ فکر کے علماء نے اس کارِ خیر سے قومِ مسلم کو روکنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا اور اس کارِ خیر کو بدعت کہنے کے ساتھ ساتھ ارواحِ مومنین کے اپنے گھروں میں آنے کا بھی صاف انکار کیا۔

ردِّفتنہ :

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان علمائے سوء کا تعاقب کیا اور دلائلِ قاہرہ سے ان کا ردّ کیا اور ارواحِ مسلمین کے اپنے گھروں پر آنے کو احادیثِ مبارکہ سے ثابت فرمایا۔اس عنوان پر آپ نے دو کتب تحریر فرمائیں۔

حضرت امیر معاویہ کی شان میں گستاخی کا فتنہ :

شیعہ اور روافض کے بہکاوے میں آنے کی وجہ سے مسلمانوں کا ایک طبقہ نادانستہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مخالف بن گیا اور یہ مخالفت یہاں تک بڑھی کہ **مَعَاذَ اللّٰہ** حضرت امیر معاویہ کی تکفیر تک پہنچ گئی۔

آپ کی تکذیب، توہین اور تکفیر پر مشتمل تبراء عام بات بنادی گئی اور اس بات کا بھی خیال نہ کیا گیا کہ وہ ایک جلیل القدر صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم اور کاتبِ وحی تھے۔

ردِّفتنہ :

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شانِ عالی اور خدماتِ دین کے ثبوت میں کم ازکم چار کتب تصنیف فرمائیں۔

فتنہ ء عدمِ جواز منی آرڈر :

پہلے زمانے میں یہ طریقہ رائج تھا کہ روپیہ پہنچانے کے لیے یا لینے کے لیے آدمی خود جاتا تھا اِس طرح اُسے کافی تکلیف برداشت کرنا پڑتی، لیکن منی آرڈر سے روپیہ بھیجنے میں وہ ان ساری تکالیف سے بچ جاتا تھا۔ڈاکخانہ کی طرف سے اس کام کی مزدوری پر کچھ رقم لی جاتی ہے۔عوام کی سہولت کی یہ ترکیب بھی دیوبندی مکتبۂ فکر کو گوارا نہ ہوئی اور انہوں نے مضحکہ خیز فتاویٰ لکھ کر عوام کو ایک نئے فتنے میں گرفتار کر

دیا کہ منی آرڈر سے روپیہ بھیجنا جائز نہیں۔

ردِّ فتنہ :

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے جب منی آرڈر کے متعلق سوال پوچھا گیا تو آپ نے اس مسئلہ کے جواز پر ایک مجدد کی شایانِ شان علم و عرفان، شواہد و براہان اور دلائل وحجت سے مزین ایک کتاب تصنیف فرمائی جو معلومات کا ایک بحر ذخار ہے۔

جمعہ کی اذانِ ثانی کا اختلاف :

جمعہ کی اذان ثانی کہاں پر دینی چاہیے، اندرونِ مسجد منبر کے پاس یا خارجِ مسجد۔اس مسئلہ میں علمائے دیوبند نے ہمیشہ کی طرح مخالف روش دکھائی اور یہ کہا کہ وہ اذان داخلِ مسجد منبر کے پاس امام کے سامنے دینی چاہیے۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ زمانہ اقدس **صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم** اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں یہ اذان خارج مسجد ہی دی جاتی تھی۔

ردّفتنہ:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اس مسئلہ میں مؤقف یہ تھا کہ جمعہ کی اذان ثانی خارجِ مسجد ہی دینی چاہیے، آپ نے اپنے اس دعویٰ کے ثبوت میں دلائل کے انبار لگا دیئے۔وہ دلائل ایسے مستحکم تھے کہ آج تک اس کا کسی سے جواب نہیں بن پایا۔اس مسئلہ پر آپ نے کم از کم 5 کتب تصنیف فرمائیں۔

انگوٹھے چومنے کو ناجائز کہنے کا فتنہ

سرکارِ دو عالم **صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم** کا اسم پاک **''محمد''** **صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم** سن کر انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگانا ابتدائے اسلام سے ہی ملتِ اسلامیہ میں رائج ہے۔دیوبندی مکتبہء فکر کے علماء کو ہر اُس مبارک کام سے نفرت تھی کہ جس کام سے عظمت رسول **صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم** کا اظہار ہو۔لہٰذا اُنہوں نے اس مستحب کام کو بھی بدعت کہہ کر لوگوں کو روکا اور ڈرایا بلکہ تشدد سے کام لیا۔

ردِّ فتنہ :

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انگوٹھے چومنے کے جواز پر **''مُنِیرُ العَین''** کے نام سے کتاب لکھی جس میں مخالفین کے ہفواتِ باطلہ کا تعاقب کر کے علم کے دریا بہادئے۔اس کتاب کو آج سو سال سے زائد کا عرصہ گزر گیا ہے لیکن پوری دُنیائے وہابیت جمع ہو کر بھی اسکا جواب نہیں لکھ سکی۔اس عنوان پر آپ نے کم از کم 3 کتب تصنیف فرمائیں۔

فتنہء انکار شفاعت :

فرقہء وہابیہ نے قومِ مسلم کو انبیائے کرام **علیہم السلام** و اولیائے عظام **علیہم الرضوان** سے رشتہء عقیدت ختم کرنے کی ترغیب دینے کے لئے شفاعت کا بھی انکار کیا اور لوگوں کو یہ مزاج دینے کی کوشش کی کہ تم جن کو اپنا شفیع سمجھ رہے ہو وہ قیامت کے دن تمہارے کچھ کام نہیں آسکیں

گے اور یہاں تک کہا کہ یہ عقیدہ شرک ہے۔

ردِّ فتنہ :

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس مسئلہ پر قرآن وحدیث کی روشنی میں شفاعت کے تعلق سے وسیع پیمانے پر دلائل تحریر فرمائے اور قرآنی آیات اور چالیس احادیثِ مبارکہ سے شفاعتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا ثبوت پیش کیا۔ اس موضوع پر آپ نے کئی کتب تصنیف فرمائیں۔

کوّے کو جائز کھنے کا فتنہ:

کوّا جس کا شمار شرعی اعتبار سے فاسق پرندوں میں ہوتا ہے، ملتِ اسلامیہ میں اس کا کھانا ناجائز اور معیوب ہی سمجھا گیا ہے بلکہ غیر مسلم تک کوّا کھانے سے پرہیز کرتے ہیں، لیکن وہابی دیوبندی مکتبہء فکر کے امام مولوی رشید احمد گنگوہی کو نہ جانے ایسا کونسا لگاؤ تھا کہ اُنہوں نے کوّا کھانے کو جائز نہیں بلکہ کارِ ثواب قرار دے دیا۔

ردِّ فتنہ :

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کوّے کے متعلق جب استفتاء کیا گیا تو آپ نے مولوی رشید احمد گنگوہی کے فتویٰ کا ردِّ بلیغ کرتے ہوئے، کوّے کی کتنی قسمیں ہیں؟ ان تمام اقسام کی تفصیل بتانے کے ساتھ ساتھ ہر قسم کے کوّے پر بحث کی اور فقہ کی کتابوں میں جو ''غراب'' کا تذکرہ ہے اُس کی ایسی وضاحت کی کہ مسئلہ صاف ہو گیا کہ کوّا کھانا جائز نہیں ہے اور آپ نے اس مسئلہ سے متعلق ایک مستقل کتاب ہی تحریر فرمادی جس میں آپ نے اسلامی علوم کے ساتھ ساتھ علمِ حیوانات میں اپنی وسیع معلومات کا لوہا منوایا ہے۔

سجدہء تعظیمی کا فتنہ :

اپنے بزرگوں کے لئے سجدہء تعظیمی کو بعض جہلاء نے رائج کیا اور اس کو جاہل صوفیوں اور پیروں نے فروغ دینے کی کوشش کی۔

ردِّ فتنہ :

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سجدہء تعظیمی کی تردید کرتے ہوئے ثابت کیا کہ سجدہ اللہ رب العزت جل جلالہ کے سوا کسی کے لیے جائز نہیں۔ اُس کے غیر کو سجدہء عبادت تو یقیناً اجماعاً شرکِ مھین اور کفرِ مبین ہے جبکہ سجدہء تحیت حرام وگناہِ کبیرہ بالیقین ہے۔ اس موضوع پر آپ نے کم از کم دو کتب تصنیف فرمائیں۔

ھندوستان کو دار الحرب کھنے کا فتنہ :

ہندوستان ''دارالحرب'' ہے یا ''دارُالاسلام''؟۔ یہ کوئی پیچیدہ مسئلہ نہیں تھا بلکہ طے شدہ مسئلہ تھا کہ ہندوستان ''دارالاسلام'' ہے اور ہرگز ''دارالحرب'' نہیں، کیونکہ ''دارالحرب'' اُس کو کہتے ہیں جہاں اسلام کا ایک بھی رُکن یا شعارِ اسلام کا کوئی بھی کام کرنے کی ممانعت ہو۔ جبکہ ہندوستان میں پنجوقتہ نماز، علی الاعلان اذان دینا، مساجد و مدارس قائم کرنا، قربانی کرنا وغیرہ شعائرِ اسلام بلا روک ٹوک ادا کئے

جاتے ہیں اور **ان شآء اللہ** ہمیشہ ادا کیے جائیں گے، لہٰذا ہندوستان کو دار الحرب کہنا غلط ہے۔ لیکن جدت پسند علمائے دیوبند نے سیاسی نظریے کے تحت ہندوستان کے لیے ''دار الحرب'' کا فتوی دے دیا۔

ردِّ فتنہ :

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب اس مسئلہ میں رجوع کیا گیا تو آپ نے معتبرہ کتبِ ففقہ کے حوالوں سے ثابت کر کے لکھا کہ ''الحاصل ہندوستان کے ''دار الاسلام'' ہونے میں کوئی شک نہیں''اس عنوان پر آپ نے ایک تاریخی کتاب تصنیف فرمائی۔

فتنہ ء روافض:

روافضِ زمانہ جن کے کفری عقائد یقیناً حدِّ ارتداد کو پہنچے ہوئے تھے، خلافتِ سیدنا صدیقِ اکبر **رضی اللہ تعالیٰ عنہ** وسیدنا فاروقِ اعظم **رضی اللہ تعالیٰ عنہ** سے انکار کیا کرتے تھے۔ حضور اقدس **صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم** کے علاوہ جتنے انبیائے کرام ہیں اُن تمام سے حضرت **علی المرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم** کا مرتبہ زیادہ مانتے تھے۔ موجود قرآن پاک کو ناقص سمجھتے تھے اور اُن کا یہ عقیدہ تھا کہ صحابہء کرام نے جو قرآن جمع کیا ہے اُس میں سے اہلِ بیت کی فضیلت کی آیات نکال دی ہیں۔ حضرتِ امیرِ معاویہ **رضی اللہ تعالیٰ عنہ** کو یہ کافر جانتے تھے۔

ردِّ فتنہ :

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مذکورہ عقائدِ باطلہ کی بنیاد پر فقہ کی معتبر کتابوں کے حوالے سے روافض کی تکفیر کی اور فرمایا جو شخص رافضیوں کے ملعون عقائد پر مطلع ہو کر پھر بھی اُنہیں مسلمان جانے یا اُن کے کافر ہونے میں شک کرے باجماعِ تمام ائمہء دین خود کافر و بے دین ہے۔ روافضِ زمانہ کے ردّ میں **اعلیٰ حضرت** نے کم از کم 12 کتابیں تصنیف فرمائیں۔

قبر پر اذان دینے کا اختلاف :

میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دینے کا مستحب طریقہ ملتِ اسلامیہ میں صدیوں سے رائج ہے، منکر نکیر کے سوالوں کے جواب دینے سے بہکانے کے لیے شیطان قبر میں بھی دخل اندازی کرتا ہے اور حدیثِ پاک کے ارشاد کے مطابق ''جب مؤذن اذان کہتا ہے تو شیطان پیٹھ پھر کر بھاگتا ہے''۔ لیکن دیوبندی مکتبہء فکر کے علماء نے دفن کے بعد قبر پر اذان دینے کو ممنوع اور بدعت قرار دے دیا۔

ردِّ فتنہ :

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس مسئلہ پر کُل پندرہ دلیلیں دے کر قبر پر اذان دینا صرف جائز ہی نہیں بلکہ مستحب ثابت کیا ہے۔ اس موضوع پر لکھی ہوئی آپ کی کتاب ''**ایذانُ الاَ جر فی اذانِ القَبر** ''کا جواب دینے کی آج تک کوئی ہمت نہ کر سکا۔

نمازِ عید کے بعد معانقہ کا اختلاف :

عید کا دن خوشی کا دن ہوتا ہے، مسلمان بھائی آپس میں ہاتھ ملا کر یا سینے سے سینہ ملا کر عید کی مبارک باد دیتے ہیں، یہ عمل ہمیشہ سے

ملتِ اسلامیہ میں رائج رہا ہے۔لیکن علمائے دیوبند کو بھلائی کے اس کام میں بھی بدعت کی برائی نظر آئی اورانہوں نے اس کو مکروہِ تحریمی قرار دے دیا۔

ردِّ فتنہ :

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عید کے معانقہ کے جواز پر کتبِ معتمدہ ومعتبرہ کے حوالوں سے ایک تاریخی کتاب تصنیف فرمائی جس کی اشاعت کو عرصہء دراز گزر چکا ہے لیکن اس کا جواب لکھنے سے آج تک علمائے دیوبند ساکت وعاجز ہیں۔

ایصالِ ثواب کے فاتحہ کا کھانا:

قومِ مسلم میں یہ صدیوں سے رائج ہے کہ اپنے مرحومین کے انتقال کے دن اور تاریخ کو ہر ماہ یا ہر سال فاتحہ دیتے ہیں اوراس کا ثواب اپنے مرحوم رشتہ داروں کو پہنچاتے ہیں، فاتحہ کا یہ طریقہ سلفِ صالحین نے بھی محمود رکھا۔اس میں کوئی غیر شرعی کام کا ارتکاب نہیں کیا جاتا بلکہ کچھ کھانا پکا کر غرباء ومساکین کو کھلاتے ہیں۔ایصالِ ثواب کے اس طریقے پر بھی علمائے دیوبند نے بدعتِ ضلالت کا فتویٰ داغ دیا۔

ردِّ فتنہ :

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مروجہ فاتحہ کے ثبوت میں حدیث شریف، علمائے متقدمین کی معتبر کتابوں کے حوالوں سے، بلکہ دیوبندی مکتبہ فکر کے اکابر کی کتابوں سے بھی مروجہ فاتحہ کا ثبوت پیش کیا۔اس مسئلہ پر آپ نے کم از کم تین کتابیں تصنیف فرمائیں۔

مزاراتِ اولیاء پر چراغ جلانے کا تنازعہ :

بزرگانِ دین کے مزارات پر قبہ یا گنبد وغیرہ تعمیر کرنا،مزارات پر چراغاں وروشنی کرنا وغیرہ امورِ مندوبہ ملتِ اسلامیہ میں رائج ہیں، تاکہ کوئی انجان شخص اُن کی قبور کی امتیازی شان سے متاثر ہوکر ان کے متعلق کچھ جاننے کی کوشش کرے اوراُن کے حالاتِ زندگی سے واقف ہوکر اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کرے۔ان افعال پر بھی فرقہ ہائے باطلہ نے ناجائز، بدعت،حرام بلکہ شرک تک کے فتوے لگا دیئے۔

ردِّ فتنہ :

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اِس فاسد نظریہ کا تعاقب فرمایا اورقرآن، احادیث اور کتبِ سلفِ صالحین کے حوالوں سے اُن کے تمام اعتراضات کا ایسا جواب دیا کہ انہیں لاجواب کر دیا۔اس موضوع پر آپ نے کم از کم تین کتب تصنیف فرمائیں۔

معراجِ جسمانی کے انکار کا فتنہ :

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو بحالتِ بیداری، ہوش وحواس اور جسم کے ساتھ معراج کرائی اوراس عقیدے پر تمام امت کا اجماع ہے۔لیکن کچھ نیچری خیال کے لوگوں نے معراجِ جسمانی کے ایمانی واقعے کو ماننے سے انکار کر دیا اوراپنی ناقص عقل کے پیمانے سے ناپنا شروع کر دیا اور کہا کہ **حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم** کو جسمانی معراج نہیں ہوئی بلکہ معراجِ منامی (خواب میں) ہوئی۔

ردِّ فتنہ :

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس مسئلہ پر علم وعرفان کے دریا بہاتے ہوئے ثابت کر دیا کہ حضور اقدس **صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم** نے اپنے جسم اقدس کے ساتھ معراج فرمایا۔اس عنوان پر آپ نے دو کتب تصنیف فرمائیں۔

کفن پر کلمہ شریف لکھنے کا تنازعہ:

کفن پر کلمہ شریف وعہد نامہ وغیرہ لکھنے کا طریقہ ابتدائے اسلام سے ملتِ اسلامیہ میں رائج ہے اور احادیث میں بھی اس کا ثبوت موجود ہے لیکن فرقہ ہائے باطلہ کے علماء نے اسے بھی خلافِ اسلام، ممنوع وبدعت قرار دے دیا۔

ردِّ فتنہ :

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کفن پر کلمہ شریف، عہد نامہ یا اور کوئی دعا لکھنے کے جواز پر مستند کتبِ احادیث سے وافر دلائل جمع فرمائے اور ایک تاریخی کتاب اس موضوع پر تصنیف فرمائی۔

بزرگوں کے نام پر پالے ہوئے جانورں پر تنازعہ :

جتنے بھی حلال جانور ہیں اُن کو **"بسم اللہ اللہ اکبر"** کہہ کر ذبح کرنا ضروری ہے، بس صرف اتنی سی بات ہے، پھر جو جانور ذبح کیا گیا وہ چاہے زید کا ہو، عمر کا ہو یا کسی کے بھی نام سے منسوب ہو، اُس جانور کو ذبح کرتے ہوئے تکبیر کہہ لی جائے تو اب اُس کے حرام ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔زید یا عمر کا جانور ہونا حلّت کے لیے مانع نہیں اور اس اضافت کی وجہ سے حرمت نہیں ہوتی۔مسلمان صدیوں سے اپنے گھروں میں اُن بزرگوں کے نام پر ایصالِ ثواب کے لیے جانور پالتے ہیں لیکن فرقہ ہائے باطلہ نے اس کو بھی حرام قرار دے دیا۔

ردِّ فتنہ :

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس مسئلہ پر ایک جامع کتاب تصنیف فرمائی جس میں بزرگانِ دین کے نام پر پالے گئے اور اللہ کے نام پر ذبح کئے گئے جانور کے حلال ہونے کا ثبوت فقہ کی معتبر کتابوں سے دیا۔

فتنہء خلافت کمیٹی و ترکِ موالات :

1919 میں پہلی عالمی جنگ کا اختتام ہوا، اس جنگ میں جرمنی اور اُس کے ساتھی ملک آسٹریلیا اور ترکی کو شکست ہوئی۔برطانیہ اور اُس کے حواریوں نے فتح پائی۔انگریزوں نے ترکی کی سلطنتِ عثمانیہ کا اقتدار چھین لیا جس سے ہندوستان کے عوام مشتعل ہو گئے اور اُنہوں نے انگریز کی مخالفت شروع کر دی۔

خلافت کمیٹی کے پرچم تلے تحریکِ خلافت بڑے شدّ ومدّ کے ساتھ چلائی گئی، اس تحریک میں گاندھی نے بھی شرکت کی۔1920 میں مسٹر گاندھی کے اشارے پر تحریکِ ترکِ موالات (انگریزوں سے بائیکاٹ) کا آغاز کیا گیا اور اس میں اتنی شدت برتی گئی کہ اس کی مخالفت

کرنے والوں کو کافر اور غدار قرار دے دیا گیا۔

کچھ اور تحریکیں بھی ترکِ موالات کے ساتھ ساتھ عمل میں آئیں، مثلاً تحریکِ ہجرت، تحریکِ ترکِ گاؤ کشی، تحریکِ کھدر، تحریکِ ترکِ حیوانات وغیرہ۔

عجیب دور تھا کہ انگریزوں کی مخالفت میں ہندو مسلم اتحاد کا نعرہ لگایا گیا اور ہندوؤں کی ہمنوائی اس حد تک منظور کی گئی کہ مسلمانوں نے اپنی پیشانی پر قشقہ لگوایا، ہندوؤں کی آرتھیوں کو کندھا دے کر مرگھٹ تک لے گئے، قرآنِ پاک کو مندروں میں لے جا کر اس کو ''وید'' اور ''گیتا'' کے ساتھ ترازو کے ایک پلے میں رکھا گیا اور ان کو مساوی قرار دے دیا گیا۔

مسٹر گاندھی کو مبعوثِ مِنَ اللہ (اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا) کہا گیا، گائے کی قربانی چھوڑنے پر اصرار کیا گیا، کافروں کو مسجد میں لے جا کر اپنا رہبر قرار دے کر منبرِ رسول پر بٹھایا گیا وغیرہ وغیرہ۔ اُس وقت مسلمان ہندوؤں سے اتحاد کے ایسے دلدادہ ہو گئے تھے کہ اُنہوں نے اپنے مذہب کے اصولی قواعد کو بھی نظر انداز کر دیا اور جو کام شرعاً شرک اور کفر تھے اُن کاموں کو بھی بے دھڑک کیا۔

ردِّ فتنہ:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایسے پراگندہ ماحول میں ملتِ اسلامیہ کی رہبری فرمائی، مسلمانوں کے ایمان کے تحفظ کا بیڑہ اٹھایا، ان کے مذہبی حقوق کی نشاندہی فرمائی اور یہ تنبیہ فرمائی کہ تم جن کو اپنا خیر خواہ سمجھ کر ان کو خوش کرنے کے لیے اپنے ایمان برباد کر رہے ہو وہ موقع پاتے ہی تمہیں ہلاک کرنے کی کوئی تدبیر بھی باقی نہیں چھوڑیں گے اور پھر یہی ہوا، **اعلیٰ حضرت** نے بلا خوف وخطر اپنی تحریروں اور فتاویٰ میں اپنے خیالات کا شریعت کی روشنی میں اظہار فرمایا کہ: ساری غیر مسلم اقوام مسلمانوں کی دشمن ہیں خواہ وہ انگریز ہوں خواہ یہودی، خواہ کفار و مشرکین، خواہ ستارہ پرست و آتش پرست وغیرہ، **اعلیٰ حضرت** نے اس حوالے سے ایک تاریخی کتاب بھی تصنیف فرمائی۔

فتنہ ء تحریکِ ترکِ قربانی گاؤ:

تحریکِ خلافت اور تحریکِ ترکِ موالات کے ساتھ ساتھ گائے کی قربانی ترک کرنے کی تحریک نام نہاد مسلم لیڈروں نے چلائی، اس تحریک کا واحد مقصد ہندوؤں کو خوش کرنا تھا، کیونکہ ہندو گائے کو ماں کے برابر مانتے ہیں۔ ان کے بہکاوے میں آ کر بہت سے مسلمانوں نے گائے کی قربانی ترک کر دی۔

ردِّ فتنہ:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایسے ماحول میں ملتِ اسلامیہ کی راہنمائی فرمائی اور یہ بتایا کہ گائے کی قربانی کرنا مسلمانوں کا مذہبی شعار ہے اور وہ اپنے مذہبی شعار کو دوسرے لوگوں کی خوشنودی کے لیے کبھی نہیں چھوڑ سکتے۔ اس عنوان پر آپ نے ایک بے مثال کتاب تصنیف فرمائی جس میں گائے کی قربانی سے روکنے والے نام نہاد لیڈروں کے ہفوات کا اچھا خاص تعاقب فرمایا۔

حرکتِ زمین کا اختلاف :

جدید تعلیم میں یہ بات عام کردی گئی ہے کہ زمین حرکت کرتی ہے، یعنی سورج کے گرد گھومتی ہے۔لیکن اسلامی نقطہءنظر سے یہ نظریہ غلط ہے، حق یہ ہے کہ زمین حرکت نہیں کرتی بلکہ سورج اور چاند متحرک ہیں۔

ردِّ فتنہ :

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو علومِ جدیدہ میں بھی مہارت تامّہ حاصل تھی، آپ نے ان تمام علوم کو اسلامی علوم کا تابع بنا کر ان کا استعمال دین کی خدمت کے لیے کیا، جس کا صحیح اندازہ ردِّ حرکتِ زمین پر آپ کی کتاب **" فَوزِ مُبین دَر رَدِّ حَرکَتِ زَمِین "** کے مطالعہ سے بخوبی ہوتا ہے۔آپ نے اس کتاب میں ایک سو پانچ (105) دلیلوں سے زمین کا ساکن ہونا ثابت کیا ہے۔

اعلیٰ حضرت نے کالج تو درکنار کسی سکول کا دروازہ بھی نہیں دیکھا تھا، اس کے باوجود بھی آپ کے تبحرِ علمی کا یہ عالم تھا کہ ارضیات، فلکیات، اور سائنس کے بڑے بڑے ماہرین آپ کے سامنے طفلِ مکتب کی بھی حیثیت نہیں رکھتے تھے۔حیرت انگیز بات تو یہ ہے کہ آپ نے گلیلیو اور آئن سٹائن کے نظریات کا ردّ اُنہی کے دلائل کی روشنی میں منطقیانہ اور سائنسی طرز پر کر کے ایک عجوبہ کر دکھایا ہے۔

نمازِ عید کے بعد دعا مانگنے کا اختلاف :

نمازِ عید کے بعد دعا مانگنے کا طریقہ ملتِ اسلامیہ میں صدیوں سے رائج ہے۔لیکن فرقہ ہائے باطلہ نے اسے بھی ممنوع و بدعت قرار دے دیا۔

ردِّ فتنہ :

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نمازِ عید کے بعد دعا مانگنے کے جواز پر جب قلم چلایا تو نوکِ قلم سے علم کے دریا بہنے لگے۔50احادیث اور 5 آیاتِ قرآنی سے دعائے مذکورہ کا جواز ثابت کر دیا۔

ذبیحہ میں حرام اشیاء کا اختلاف :

حلال جانور کے جسم کی کچھ چیزیں کھانا منع ہے۔اِن کی مکمل معلومات ہر آدمی کو نہیں ہوتیں، کچھ چیزیں ہی عوام میں مشہور ہیں کہ یہ چیزیں کھانا منع ہے بقیہ چیزوں کی ممانعت سے اکثریت ناواقف ہے۔فرقہ ہائے باطلہ نے حرام اشیاء سات تک گنوائی ہیں۔

ردِّ فتنہ :

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو کہ ایک بلند رتبہ فقیہ اور متنوّع علوم وفنون میں حیرت انگیز مہارت رکھنے والے مفتی ہیں نے ذبیحہ کی کل 22 اشیاء گنوائی ہیں جن کا کھانا ممنوع ہے۔آپ کی فقہی تحقیق کو دیکھ کر یہ کہنا بالکل دُرست ہے کہ آپ ائمہءمجتہدین کا عکس و پرتو ہیں۔

فتنہء رسمِ تعزیہ داری :

محرم الحرام میں جو ناجائز افعال کئے جاتے ہیں اُن میں تعزیہ داری سرفہرست ہے۔کچھ لوگ تعزیہ پر نذر و نیاز، منّتیں اور چڑھاوے

چڑھاتے ہیں، بلکہ اس کو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزارِ اقدس تصوّر کر کے نقدی، پھول، عطر، اگربتی، حتیٰ کہ سونے چاندی کے گہنے وغیرہ تک پیش کر دیتے ہیں۔

تعزیہ داری کی ناجائز رسومات کو بہانہ بنا کر فرقہ ہائے باطلہ کے علماء نے محرم کی جائز رسومات مثلاً پانی کی سبیل لگانا، دودھ اور شربت پلانا، غرباء کو کھانا کھلانا، ختم قرآن و محافلِ ذکر منعقد کرنا وغیرہ کے لیے بھی حرام کا فتویٰ دے دیا۔

ردِّ فتنہ :

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دین اور شریعت کے معاملہ میں کبھی یہ نہیں دیکھا کہ سامنے کون ہے، اپنا ہے یا پرایا، جس نے بھی شریعت کے خلاف کسی کام کا ارتکاب کیا آپ نے اُس کا تعاقب فرمایا۔ تعزیہ داری کی قبیح رسم کے لیے شرعی حکم سناتے ہوئے آپ تحریر فرماتے ہیں ''اب کے تعزیہ داری اس طریقہء نا مرضیہ (ناپسندیدہ) کا نام ہے قطعاً بدعت و ناجائز و حرام ہے''۔ آپ نے اس حوالے سے ایک مستقل کتاب بھی تصنیف فرمائی۔

عورتوں کا مزارات پر جانا :

مزاراتِ اولیاء پر عورتوں کو حاضری دینا منع ہے۔ جبکہ ایک فریق اس کے جواز کا قائل ہے

ردِّ فتنہ :

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عورتوں کے مزارات پر جانے کی سخت سے سخت الفاظ میں ممانعت فرمائی اور صاف صاف ارشاد فرمادیا کہ ''عورتوں کو مزارارتِ اولیاء و مقابرِ عوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے''۔

طریقت کو شریعت سے الگ کھنے کا فتنہ :

کچھ نفس پرور اور جھوٹے صوفیوں نے یہ مہم چلائی کہ ہم طریقت والے ہیں، ہمارے لیے شریعت کی پابندی لازمی نہیں ہے، شیطان کے بہکاوے میں آکر اُن جُہّال نے خلافِ شریعت افعال کا ارتکاب شروع کر دیا، یہاں تک کہ نماز روزہ کی پابندی بھی چھوڑ دی۔

ردِّ فتنہ :

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے جب اس بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے شریعت و طریقت کی حقیقت ایک **مجددانہ شان** میں بیان فرمائی اور ثابت کیا کہ ''شریعت کی حاجت ہر مسلمان کو ایک ایک سانس، ایک ایک پل، ایک ایک لمحہ پر مرتے دم تک ہے اور طریقت میں قدم رکھنے والوں کو اور زیادہ، کہ راہ جس قدر باریک اُس قدر ہادی کی زیادہ حاجت''۔ مزید فرماتے ہیں ''یقیناً قطعاً شریعت ہی اصلِ کار ہے۔ شریعت منبع ہے اور طریقت اس میں سے نکلا ہوا ایک دریا ہے، شریعت درخت ہے اور معرفت اس کا پھل ہے''۔

ساداتِ کرام کو زکوٰۃ دینے کے جواز کا فتنہ :

ساداتِ کرام یعنی کے بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینا منع ہے۔ سید چاہے کتنا ہی غریب و ضرورتمند ہو اُس کے لیے زکوٰۃ لینا شرعاً جائز نہیں کیونکہ

زکوٰۃ مال کا میل ہے اور یہ میل ساداتِ کرام کی پاک نسل کے لیے زیبا نہیں۔لیکن اسی دور میں ایک فتنہ یہ بھی چلا کہ زکوٰۃ سیدوں کو دینا جائز ہے

ردِّ فتنہ :

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس مسئلہ میں قرآن وحدیث ،اقوال وافعالِ صحابہ ءکرام واولیاء وبزرگانِ دین علیہم الرضوان سے ثابت کر دیا کہ ان حضراتِ قدسیہ کے لیے زکوٰۃ لینا ہرگز جائز نہیں،اس عنوان پر آپ نے علم کے دریا بہاتے ہوئے ایک مستقل کتاب تصنیف فرمائی۔

فتنہء حلّتِ نشہ آور اشیاء :

افیون، چرس، بھنگ اور دیگر نشہ آور اشیاء کا استعمال بعض نام نہاد فقیر لوگ کرتے ہیں اور اُن کا وہم یہ ہے کہ جو چرس وافیون کی چلم ہم پیتے ہیں یہ ہمارے لیے جائز ہے۔

ردِّ فتنہ :

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے جب اس بارے میں سوال پوچھا گیا تو آپ نے کسی کی رعایت کئے بغیر ان لوگوں کا رد کرتے ہوئے گنجفہ،افیون وغیرہ کا شرعی حکم اوراس کے پینے والے اور عادی کے لیے کیا کیا احکام نافذ ہوتے ہیں، وہ تمام احکام تفصیل کے ساتھ مرقوم فرمادیئے۔

غائبانہ نمازِ جنازہ کو جائز کھنے کا فتنہ :

غائبانہ نمازِ جنازہ کے عدمِ جواز پر ائمہ ءحنفیہ کا اجماع ہے۔ جنازہ کا نمازیوں کے سامنے ہونا شرط ہے،لیکن کچھ لوگوں نے یہ نیا طریقہ شروع کیا کہ کسی کا انتقال کسی دوسرے شہر یا گاؤں میں ہوا تو انہوں نے اپنے ہی گاؤں یا شہر میں غائبانہ طور پر اُس کی نماز جنازہ پڑھانا شروع کردی۔

ردِّ فتنہ :

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے غائبانہ نمازِ جنازہ کے عدمِ جواز پر ایک مستقل کتاب تصنیف فرمائی اور ایسے نظریات کا ردِّ بلیغ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:صحتِ نمازِ جنازہ کی شرط یہ ہے کہ میت مسلمان ہو، طاہر ہو، جنازہ نمازی کے آگے زمین پر رکھا ہو۔اسی شرط کے سبب کسی غائب کی نمازِ جنازہ جائز نہیں۔

فتنہء نکاح مع المرتدّین :

ایک فتنہ یہ کھڑا کیا گیا کہ وہ مسلمان جو کلمہ پڑھ لے پھر چاہے اس کے بعد جو کچھ بھی کفریہ عقائد رکھے،خواہ کیسے ہی اعمال کرتا رہے، اُس کے اسلام پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔اُس کی کلمہ گوئی کو مدِّ نظر رکھ کر اُس کے ساتھ ہر اسلامی معاملہ روا رکھا جائے اور اس کے ساتھ نکاح بھی کیا جائے۔

ردِّ فتنہ :

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس نظریے کی تردید فرمائی اور یہ بتایا کہ صرف کلمہ پڑھنے سے اُس کے عقائدِ باطلہ کا جرم معاف نہیں ہو گا بلکہ ایسا شخص مرتد کے حکم میں ہے اور مرتد سے شادی کرنا محض زنائے خالص ہے۔ اس عنوان پر آپ نے دلائل قاہرہ پر مشتمل ایک کتاب تصنیف فرمائی۔

نقشہء نعلینِ پاک کی عظمت پر اختلاف :

نقشہ ٔنعلینِ پاک کو بطورِ تبرک اپنے پاس رکھنا سلفِ صالحین میں رائج رہا ہے۔ بے شمار اولیاء وصوفیا نے اسے محمود جانا۔ لیکن علمائے دیوبند نے اس فعل کو بھی بدعت میں شمار کیا۔

ردِّ فتنہ :

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مخالفین کا تعاقب فرماتے ہوئے نقشہ ٔنعلِ پاک اور گنبدِ خضراء کے طغرے وغیرہ بنانے کے مستحب ہونے کے ثبوت میں دلائل سے لبریز ایک کتاب تصنیف فرمائی اور مخالفین کا ردِّ بلیغ فرمایا۔

تصوّرِ شیخ وصلوٰۃِ غوثیہ سے اختلاف :

''تصوّرِ شیخ'' و ''صلوٰۃِ غوثیہ'' وغیرہ امور سلفِ صالحین وصوفیا علیہم الرضوان میں صدیوں سے رائج ہیں۔ اپنے شیخ سے حصولِ برکت کے لیے تصوّرِ شیخ کو مجرب عمل جانا گیا اور صلوٰۃِ غوثیہ بھی کِبار اولیائے کرام اور خود حضور غوث اعظم دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوال سے ثابت ہے۔ لیکن دیوبندی فکر کے علماء نے ان کو ناجائز بلکہ شرک تک قرار دے دیا۔

ردِّ فتنہ :

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اُن کے مذکورہ نظریات پر شدید گرفت کی اور مذکورہ افعال کے جائز ومستحب ہونے پر مشائخ عظام کی معتبر کتب سے ایسے اٹل دلائل پیش فرمائے ہیں کہ پوری دُنیائے دیوبندیت کے علماء سے بھی وہ دلائل ٹالے نہیں ٹلتے۔

متفرّق بدعات کا ردّ:

فِسق وفجور، شرک وبدعت اور شریعت کے خلاف ہر کام کی زبانی مخالفت اور قلمی جہاد کرنا علمائے حق کا فریضہ ہے۔ ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ علمائے اہلِ سنت اور بالخصوص **اعلیٰ حضرت، مجددِ دین وملت، امامِ اہلسنت مولانا شاہ امام احمد رضا خان قادری رضی اللہ تعالیٰ** عنہ نے اس میں ذرّہ بھر بھی کوتاہی نہیں کی۔

شرک وبدعت کے خلاف جس طنطنے سے اُنہوں نے قلم اُٹھایا ہے وہ اور کہیں نظر نہیں آتا، چاہے ان اُمور میں عوام مبتلا ہوں یا خوّاص، اِس بارے میں آپ کا قلم ایسا خنجر ہے جو اپنے بیگانے کی تمیز روا نہیں رکھتا۔

تعزیہ داری۔۔۔مزارات پر عورتوں کی حاضری۔۔۔نشہ آور اشیاء کا استعمال۔۔۔شریعت وطریقت میں فرق ماننا۔۔۔وغیرہ وغیرہ افعال کے خلاف **اعلیٰ حضرت** کے نظریات آپ نے پچھلے صفحات میں ملاحظ فرمائے اِن کے علاوہ بھی بہت سی ایسی ''بدعات'' جو مسلمانوں میں رائج تھیں، اُن کا بھی آپ نے اعلانیہ ردّ فرمایا اور اُن کے خلاف فتاویٰ اور رسائل تصنیف فرمائے۔

جن بدعات کے خلاف آپ نے اپنی **مجددانہ شان** سے جہاد فرمایا اُن میں سے کچھ حسبِ ذیل ہیں۔

محرم کی ناجائز رسومات جو عوام میں رائج ہیں۔۔۔مرد کا چوٹی رکھنا جیسا کہ بعض فقیر رکھتے ہیں۔۔۔بٹیر بازی۔۔۔مرغ بازی۔۔۔ بال مثل عورتوں کے لمبے رکھنا۔۔۔قبر کا طواف کرنا۔۔۔قبروں کا بلند تعمیر کرنا۔۔۔ماہِ صفر کے آخری چہار شنبہ کی رسومات۔۔۔پیر کے سامنے عورتوں کا بے پردہ آنا۔۔۔کنکیا (پتنگ) اڑانا۔۔۔تاش وشطرنج کھیلنا۔۔۔امام ضامن کا پیسہ باندھنا۔۔۔شادی کی ناجائز مروجہ رسومات۔۔۔بچوں کے سر پر اولیاء کے نام کی چوٹی رکھنا۔۔۔کانوں میں بالیاں پہنانا۔۔۔مختلف درختوں اور طاقوں میں شہداء کی ارواح تصور کر کے ان کی فاتحہ کرنا۔۔۔وہاں لوبان جلانا۔۔۔مرادیں مانگنا۔۔۔قبر پر اجرت دے کر تلاوت کروانا۔۔۔فوتگی والے گھر شادی کی طرح جمع ہونا۔۔۔دعوتِ طعامِ میت۔۔۔فرضی مزارات بنانا اور ان پر عرس کرنا۔۔۔پیرانِ پیر کے نام سے بعض جگہ ''چلہ گاہ'' بنا کر یا ان کے مزار کی اینٹ پر عرس کرنا۔۔۔وغیرہ وغیرہ۔

محدثِ اعظم پاکستان کی اعلیٰ حضرت سے محبت

اعلیٰ حضرت کا وصال 1340ھ 1921ء میں ہوا اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد صاحب پڑھنے کے لئے 1344ھ 1924ء کے لگ بھگ بریلی حاضر ہوئے۔اس طرح آپ **امام احمد رضا** کی زیارت وملاقات نہ کر سکے، جس کا زندگی بھر احساس رہا، اس کا اظہار یوں ہوتا کہ بارہا آپ حضرت حاجی کفایت اللہ صاحب سے فرمایا کرتے کہ ''میری زندگی کی تمام نیکیاں لے لیں اور **اعلیٰ حضرت** کی ایک زیارت ایسی نیکی کا ثواب مجھے دے دیں''۔

(محدث اعظم پاکستان جلد 1 از مولانا جلال الدین قادری مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور ص 149)

دسواں باب

مکتوبات وملفوظات

ملفوظات۔۔۔شریعت سے متعلق۔۔۔طریقت سے متعلق۔۔۔علم سے متعلق۔۔۔اصلاح سے متعلق۔۔۔
مکتوبات۔۔۔عرض احوال۔۔۔دلجوئی۔۔۔مبارکبادی۔۔۔تعزیتی۔۔۔اصلاحی۔۔۔دعوتی۔۔۔مکتوب عام۔۔۔

ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معمولات میں سے تھا کہ آپ عصر کی نماز پڑھ کر مکان کے پھاٹک میں چارپائی پر تشریف رکھتے اور چاروں طرف کرسیاں رکھ دی جاتیں، زائرین تشریف لاتے اور کرسیوں پر بیٹھتے جاتے۔۔۔زائرین حاجتیں پیش کرتے اور اُن کی حاجتیں پوری کی جاتیں، ہر ایک کی تواضع بھی کی جاتی۔۔۔اور اسی دوران علوم و فیوض و برکات کے دریا جاری ہوتے اور عوامِ اہلسنت و علمائے اہلسنت مستفیض ہوا کرتے۔۔۔

موسمِ سرما میں عصر تا مغرب مسجد ہی میں رہتے، تمام حاضرین بھی اعتکاف کی نیت کے ساتھ مسجد شریف ہی میں حاضر رہتے اور وہیں تعلیم و تلقین کا سلسلہ جاری رہتا، مغرب کی نماز پڑھ کر زنانہ مکان میں تشریف لے جاتے، یہ آپ کا روزانہ کا معمول تھا۔

مجلس کی چار خاص باتیں:

مولانا ظفرالدین بہاری صاحب ''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' میں تحریر فرماتے ہیں:

اعلیٰ حضرت کی مجالس میں عموماً چار باتیں ہوا کرتی تھیں **اول:** قرآنِ مجید یا حدیث شریف کا ترجمہ اور اِس کے متعلق علمی باتیں۔۔۔ **دوم:** مسائلِ فقہیہ جزئیہ کا بیان۔۔۔ **سوم:** بزرگانِ دین کے حالات وواقعات و کرامات کا ذکر۔۔۔ **چہارم**۔۔۔ بد مذہبوں کا ردو تردید

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفرالدین بہاری مطبوعہ لاہو 140،550)

اس محفل میں آپ جو کچھ ارشاد فرماتے وہ سارا تو نہیں اس کا کچھ حصہ آپ کے شہزادے حضور مفتیء اعظم ہند مولانا **محمد مصطفٰے رضا خان** علیہ رحمۃ المنان نے محفوظ کر لیا۔ آپ تحریر فرماتے ہیں۔۔۔

''میں نے چاہا تو یہ تھا کہ روزانہ کے مَلفوظات (یعنی ارشادات) جمع کروں مگر میری بے فرصتی آڑے آئی اور میں اپنے اس عالی مقصد میں کامیاب نہ ہوا۔ غرض جتنا اور جو کچھ مجھ سے ہوسکا میں نے کیا، آگے قبول واجر کا اپنے مولیٰ تعالیٰ سے سائل ہوں''

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی ص56)

''ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت'' میں قرآن وحدیث کی روشنی میں شریعت کے اَحکام بھی ہیں اور طریقت کے آداب بھی۔۔۔ **نبی اَکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم** اور اُن کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فضائل ومناقب بھی ہیں اور سلاطینِ اسلام کے تذکرے بھی۔۔۔ اُصولی وفروعی مسائل کے دلائل بھی ہیں اور عُلُوم وفُنُون سے اِشتغال رکھنے والوں کے ذہن میں پیدا ہونے والے اِشکالات کے جوابات بھی۔۔۔ حرام وحلال کے مسائل بھی ہیں اور خوابوں کی تعبیریں بھی۔۔۔ بُزُرگوں کی ایمان افروز حکایات بھی ہیں اور ذاتی تجربات بھی۔۔۔ عِلمی مذاکرے بھی ہیں اور اشعار کی تشریح بھی۔۔۔ ریاضیاتی اور سائنسی نظریات بھی ہیں اور تاریخ کے حقائق بھی۔۔۔ الغرض ''**ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت**'' عوام وخواص کے لئے معلومات کا اَنمول خزانہ ہیں۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی ص43)

ان ملفوظات سے بھر پور استفادے کے لئے آپ کو اصل کتاب کی طرف رجوع کرنا ہوگا یہاں ''مشتے نمونہ از خروارے'' (کہ تھوڑے سے نمونے سے کل چیز کی اصلیت معلوم ہوجاتی ہے) کہ تحت مختلف موضوعات پر کچھ ملفوظات پیش کئے جاتے ہیں تا کہ اس کتاب کے قارئین کے لئے سیرتِ اعلیٰ حضرت کا یہ پہلو بھی مخفی نہ رہ جائے۔آیئے !اس چمنستان کے رنگارنگ پھولوں کی مہک سے مشامِ جاں کو معطر کرتے ہیں۔

شریعت سے متعلق ملفوظات

عقائد کے بارے میں کیسا اِعتِقاد ہونا چاہیے؟

(فرمایا) ''اِلٰہِیّات'' و'' نَبُوّات'' و''مَعاد'' (یعنی عقیدہ ٔ آخرت) کو جو میزانِ عقل (یعنی عقل کے ترازو) سے تولنا چاہے گا وہ لغزش (یعنی خطا) کریگا۔عقائدِ سَمْعِیّہ کے بارے میں ان نصوصِ شرعیّہ کے ہاتھ میں ایسا ہوجائے جیسے غَسّال کے ہاتھ میں میّت،بس!''

اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا

ترجمہ کنزالایمان: ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی ص432)

گناہِ کبیرہ اور صغیرہ میں کیا فرق ہے

عرض: گناہِ کبیرہ وصغیرہ میں کیا فرق ہے؟

ارشاد: گناہِ کبیرہ سات سو ہیں، اِن کی تفصیل بہت طویل۔اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی معصیت جس قدر ہے سب کبیرہ ہے۔اگر صغیرہ وکبیرہ کو علیحدہ شمار کرایا جائے تو لوگ صغائر (یعنی صغیرہ گناہوں) کو ہلکا سمجھیں گے، وہ کبیرہ سے بھی بدتر ہوجائے گا،غرض جس گناہ کو ہلکا جان کر کریگا وہی کبیرہ ہے۔اِن کے امتیاز کے لئے صرف اس قدر کافی ہے کہ:

فرض کا ترک کبیرہ ہے اور واجب کا صغیرہ۔جو گناہ بے باکی اور اِصرار سے کیا جائے کبیرہ ہے۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی ص137)

نفسانی اور شیطانی خواہش میں فرق:

(گناہ کی خواہش سے متعلق گفتگو میں ارشاد فرمایا) اس قسم کی خواہش یا تو نفسانی ہوا کرتی ہے یا شیطانی،جس کے دو امتیاز سَہل (یعنی آسان) ہیں،ایک یہ کہ شیطانی خواہش میں بہت جلد کا تقاضا ہوتا ہے کہ ابھی کرلو **اَلْعُجْلَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ**،عجلت (یعنی جلدی) شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔

اور نفس کو ایسی جلدی نہیں ہوتی، دوسری یہ کہ نفس اپنی خواہش پر جمارہتا ہے جب تک پوری نہ ہو اُسے بدلتا نہیں۔اُسے واقعی اُسی شے کی خواہش ہے۔اگر شیطانی ہے تو ایک چیز کی خواہش ہوئی، وہ نہ ملی، دوسری چیز کی ہوگئی، وہ نہ ملی تیسری کی ہوگئی،اس واسطے کہ اُس کا

مقصد گمراہ کرنا ہے خواہ کسی طور پر ہو۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی ص158)

اللہ و رسول کی محبت کیسے حاصل کی جائے؟

عرض: خدا اور رسول عزجلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کس طرح دل میں پیدا ہو؟

ارشاد: تلاوتِ قرآنِ مجید اور دُرود شریف کی کثرت اور نعت شریف کے صحیح اشعار خوش اِلحانوں (یعنی سریلی آواز والے) سے بکثرت سُنے اور اللہ و رسُول عَزَّ وَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی نعمتوں اور رحمتوں میں جو اس پر ہیں، غور کرے۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی ص173)

جشنِ ولادت کا چراغاں:

عرض: میلاد شریف میں جھاڑ (یعنی پنج شاخہ مشعل)، فانوس، فروش وغیرہ سے زیب وزینت اِسراف ہے یا نہیں؟

ارشاد: علماء فرماتے ہیں:

لَا خَيْرَ فِى الْإِسْرَافِ وَلَا اِسْرَافَ فِى الْخَيْرِ

یعنی اسراف میں کوئی بھلائی نہیں اور بھلائی کے کاموں میں خرچ کرنے میں کوئی اسراف نہیں۔

جس شے سے تعظیمِ ذکر شریف مقصود ہو، ہرگز ممنوع نہیں ہوسکتی۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی 174)

ایک ہزار شمعیں:

اِمام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''اِحیاءُ العلوم'' شریف میں سید ابوعلی رود باری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے نقل کیا کہ ایک بندہ ءصالح نے مجلسِ ذکر شریف ترتیب دی اور اس میں ایک ہزار شمعیں روشن کیں۔ایک شخص ظاہر بین پہنچے اور یہ کیفیت دیکھ کر واپس جانے لگے۔

بانیءمجلس نے ہاتھ پکڑا اور اندر لے جاکر فرمایا کہ جو شمع مَیں نے غیرِ خدا کے لئے روشن کی ہو وہ بجھا دیجئے۔کوششیں کی جاتی تھیں اور کوئی شمع ٹھنڈی نہ ہوتی۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی ص174)

ننانوے باتیں کفر کی ہوں اور ایک اسلام کی تو؟

عرض: حضور! جس میں 99 باتیں کفر کی ہوں اور ایک اسلام کی اُس کے لئے کیا حکم ہے؟

ارشاد: کافر ہے۔کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ایک سجدہ کرے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کو اور 99 مہادیو (یعنی ہندوؤں کے تین بڑے دیوتاؤں) کو تو مسلمان رہے

گا، اگر 99 سجدے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کو اور ایک بھی مہادیو کو کیا تو کافر ہو جائے گا۔ گلاب میں ایک قطرہ پیشاب کا ڈالا جائے وہ پاک رہے گا یا ناپاک

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی ص291)

طوائف کا روپیہ مسجد میں لگانا کیسا؟:

عرض: رنڈیوں یعنی طوائفوں کا روپیہ مسجد کی خدمت میں صرف کر سکتے ہیں یا نہیں؟

ارشاد: نہیں۔ مسجد کے لیے مال حلال طیب ہو۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی ص360)

قیامت کی تین قسمیں:

(فرمایا) قیامت تین قسم کی ہے:

پہلی قیامتِ صغریٰ: یہ موت ہے۔

"مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهٗ"

جو مر گیا اس کی قیامت ہوگئی۔

دوسری قیامتِ وُسطیٰ: وہ یہ کہ ایک قَرْن (یعنی ایک زمانہ) کے تمام لوگ فنا ہو جائیں اور دوسرے قَرْن کے نئے لوگ پیدا ہو جائیں۔

تیسری قیامت کُبریٰ: وہ یہ کہ آسمان و زمین سب فنا ہو جائیں گے۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی ص386)

اپنی زندگی میں اپنے لئے ایصالِ ثواب کرنا:

عرض: زید اپنی زندگی میں اپنے لیے ایصالِ ثواب کر سکتا ہے یا نہیں؟

ارشاد: ہاں کر سکتا ہے محتاجوں کو چھپا کر دے یہ جو عام رواج ہے کہ کھانا پکایا جاتا ہے اور تمام اَغْنِیَاء اور برادری کی دعوت ہوتی ہے ایسا نہ کرنا چاہیے۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی ص391)

قبرستان میں جانے کا طریقہ:

عرض: حکم یہ ہے کہ قبر کی پائنتی سے حاضر ہو، قبرستان میں جب کہ قُبُور کا اِختلاط ہے ایسا کیونکر ہوگا؟

ارشاد: سب سے پہلے قبرستان کی پائنتی جانب سے آئے اور اُسی پائنتی کنارے پر کھڑا ہو کر سلام کہے اور جو کچھ چاہے عام اِیصالِ ثواب کرے، کسی کو سر اُٹھانے کی حاجت نہ ہوگی اور اگر کسی خاص کے پاس جانا ہے تو ایسے راستہ سے جائے جو اس قبر کی پائنتی کی جانب کو

آیا ہو بشرطیکہ کوئی قبر درمیان میں نہ پڑے ورنہ ناجائز ہوگا۔

فُقَہائے کرام فرماتے ہیں زِیارت کے واسطے قبروں کو پھاند (یعنی پھلانگ) کرجانا حرام ہے۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی ص392)

خلافتِ راشدہ:

عرض: خِلَافتِ راشدہ کس کس کی خِلَافت تھی؟

ارشاد: **ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی، مولیٰ علی، اِمَام حسن، امیر معاویہ، عمر بن عبدالعزیز** رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خِلَافت، خِلَافت راشدہ تھی اور اب **سَیِّدُ نا اِمَام مہدی** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خِلَافت، خِلَافتِ راشدہ ہوگی۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی ص415)

کس کس کے بدن کومٹی نہیں کھاتی؟

عرض: وہ کون کون ہیں جن کے بدن کو زمین نہیں کھاتی؟

ارشاد: حافظ، بشرطیکہ عمل کرتا ہو قرآن پر، بہتیرے قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اور قرآن اُنہیں لعنت کرتا ہے۔

رُبَّ تَالِی الْقُراٰنِ وَالْقُراٰنُ یَلْعَنُہ،

بہت سے قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں کہ قرآن ان پر لعنت کرتا ہے۔

اور عالمِ دین اور شہیدِ فی سبیل اللہ اور ولی اور وہ کہ درود شریف بکثرت پڑھا کرتا ہو اور وہ جسم جس نے کبھی اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی نافرمانی نہ کی اور وہ مؤذن جو بلا اجرت اذان دیا کرتا ہو۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی ص503)

چار انبیاء کرام علیہم السلام کو ابھی تک وعدہ ء الٰہیہ نہیں پہنچا:

(فرمایا) چار انبیاء **علیہم الصلوٰۃ والسلام** وہ ہیں جن پر ابھی ایک آن کے لیے بھی موت طاری نہیں ہوئی۔ دو آسمان پر سیدنا ادریس **علیہ الصلوٰۃ والسلام** اور سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دو زمین پر، سیدنا الیاس علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

ہر سال حج میں یہ دونوں حضرات جمع ہوتے ہیں، حج کرتے ہیں، ختم حج پر زمزم شریف کا پانی پیتے ہیں کہ وہ پانی ان کو کفایت کرتا ہے سال بھر کے طعام وشرب (یعنی کھانے، پینے) سے۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی ص505)

طریقت سے متعلق ملفوظات

پیر کامل کے لئے شرائطِ اربعہ:

عرض: حضور! طلب اور بیعت میں کیا فرق ہے؟

ارشاد: طالب ہونے میں صرف طلبِ فیض ہے اور بیعت کے معنیٰ پورے طور سے بِکنا، بیعت اس شخص سے کرنا چاہیے جس میں یہ چار باتیں ہوں ورنہ بیعت جائز نہ ہوگی

اوّلاً: سنی صحیح العقیدہ ہو۔

ثانیاً: کم از کم اتنا علم ضروری ہے کہ بلا کسی کی اِمداد کے اپنی ضرورت کے مسائل کتاب سے خود نکال سکے۔

ثالثاً: اُس کا سلسلہ حضور اَقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک مُتَّصِل (یعنی مِلا ہوا) ہو، کہیں سے مُنْقَطِع (یعنی ٹوٹا ہوا) نہ ہو۔

رابعاً: فاسقِ مُعلِن (اعلانیہ گناہ کرنے والا) نہ ہو۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی ص228)

تَصَوّرِ شیخ کا طریقہ کیا ہے:

عرض: حضور "**فَنَا فِی الشَّیْخ**" کا مرتبہ کس طرح حاصل ہوتا ہے؟

ارشاد: یہ خیال رکھے کہ میرا شیخ میرے سامنے ہے اور اپنے قلب کو اُس کے قلب کے نیچے تصور کر کے اس طرح سمجھے کہ سرکارِ رسالت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) سے فیوض وانوار قلبِ شیخ پر فائز ہوتے اور اس سے چھلک کر میرے دل میں آ رہے ہیں، پھر کچھ عرصہ کے بعد یہ حالت ہوجائے گی کہ شجر وحجر، در ودیوار پر شیخ کی صورت صاف نظر آئے گی، یہاں تک کہ نماز میں بھی جدا نہ ہوگی اور پھر ہر حال اپنے ساتھ پاؤ گے۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی ص234)

سچے وَجد کی پہچان کیا ہے:

عرض: سچے وجد کی کیا پہچان ہے؟

ارشاد: یہ کہ (یہ وجد) فرائض وواجبات میں مُخِل (یعنی رکاوٹ ڈالنے والا) نہ ہو۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی ص 279)

سَچّے مجذوب کی پہچان کیا ہے:

عرض: حضور مجذوب کی کیا پہچان ہے؟

ارشاد: سچے مجذوب کی یہ پہچان ہے کہ شریعتِ مطہرہ کا کبھی مقابلہ نہ کریگا۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی ص278)

اولیاء الله کی پهچان کیا هے:

عرض: اولیائے الٰہی کی کیا پہچان ہے؟

ارشاد: حدیث میں ارشاد فرمایا:

اَوْلِیَاءُ اللّٰہِ الَّذِیْنَ اِذَا رُؤُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ

اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جن کے دیکھنے سے خدا یاد آئے۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی 354)

ثبوتِ ولایت کا طریقه کیا هے:

عرض: ثُبُوتِ وِلَایَت کا کیا طریقہ ہے؟

ارشاد: اِطْبَاق (ولی ہونے پر اتفاق) ائمّہ کا، علماء کا، جُمہور کا، سوادِ اَعْظَم کا۔۔۔ سوادِ اَعْظَم (یعنی گروہِ اہلسنّت) جس کو ولی مان رہا ہے وہ بے شک ولی ہے۔۔۔ اور اگر یہ شرط نہ لگائی جائے بلکہ جس کسی کو بھی خِلافِ شریعت الفاظ بکتے سنئے اُس کو معذور رکھیئے، تو ہر شرابی، ہر بَھنگڑ (یعنی بھنگ پینے والا) جو چاہے گا بک دے گا اور کہہ دے گا کہ ہم نے حالتِ سُکْر (یعنی جذب کی حالت) میں ایسا کہا، شریعت بالکل مَعْدُوم ہوجائے گی۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی ص354)

رجالُ الْغیب کون هوتے هیں؟

عرض: حضور "رِجالُ الْغَیْب" ملائکہ سے ہیں؟

ارشاد: نہیں، جنوں یا انسانوں میں سے ہوتے ہیں، آپ نے رِجال پر خیال نہیں کیا، ملائکہ پاک ہیں رجال (یعنی مرد) اور نساء (یعنی عورتیں) ہونے سے۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی ص443)

درجاتِ فَقْر کون کون سے هیں؟

عرض: "درجاتِ فقر" ترتیب وار ارشاد ہوں کہ جب طالب سلوک کی راہ چلتا ہے تو اوّل کون سا درجہ حاصل ہوتا ہے پھر کون سا؟

ارشاد: صُلَحا۔۔۔ سالِکِیْن۔۔۔ قانِتِیْن۔۔۔ وَاصِلِیْن۔۔۔ اب ان واصِلوں کے مراتب ہیں نُجَبَا۔۔۔ نُقَبَا۔۔۔ اَبْدَال۔۔۔ بُدَلا۔۔۔ اَوْتاد۔۔۔ اِمَامَیْن۔۔۔ غوث۔۔۔ صِدّیق۔۔۔ نبی۔۔۔ رسول۔۔۔ تین پہلے **"سیر الی اللہ"** کے ہیں، باقی **"سیر فی اللہ"**

کے اور ولی ان سب کو شامل۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی ص456)

عُرس کا دن خاص کرنے میں حکمت:

عرض: حضور! بزرگانِ دِین کے اَعْرَ اس کی تَعْیِیْن (یعنی عرس کا دن مقرر کرنے) میں بھی کوئی مصلحت ہے؟

ارشاد: ہاں اولیائے کرام کی اَرْ وَاحِ طَیِّبہ کواُن کے وِصال شریف کے دن قُبُورِ کریمہ کی طرف تَوَجُّہ زیادہ ہوتی ہے چُنانچِہ وہ وقت جو خاص وِصال کا ہے اَخْذِ برکات کے لیے زیادہ مناسب ہوتا ہے۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی ص383)

کیانفس اور رُوح میں فرق ہے؟

عرض: حضور! نَفس اور رُوح میں فَرق اِعتباری معلوم ہوتا ہے؟

ارشاد: اصل میں تین چیزیں علیحدہ علیحدہ ہیں، نفس۔۔۔رُوح۔۔۔قلب۔۔۔رُوح بمنزلہ بادشاہ کے ہے۔۔۔اور نَفس وقلب اس کے دووَزیر ہیں۔نَفس اس کو ہمیشہ شَرّ کی طرف لے جاتا ہے اور قلب جب تک صاف ہے خیر کی طرف بلاتا ہے اور مَعاذَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کثرتِ مَعَاصی (یعنی گناہوں کی زیادتی) اور خصوصاً کثرتِ بِدْعات سے اندھا کر دیا جاتا ہے۔اب اُس میں حق کے دیکھنے، سمجھنے، غور کرنے کی قابلیت نہیں رہتی، مگر اَبھی حق سننے کی اِسْتِعْدَاد (یعنی قابلیت) باقی رہتی ہے اور پھر مَعاذَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ اَوندھا کر دیا جاتا ہے اب وہ نہ حق سن سکتا ہے اور نہ دیکھ سکتا ہے، بالکل چوپَٹ (یعنی ویران) ہو کر رہ جاتا ہے۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبہ المدینہ کراچی ص405)

دنیا کی حیثیت:

(ایک سلسلۂ گفتگو میں **اعلیٰ حضرت** نے ارشاد فرمایا) حدیث میں ہے ''اگر دنیا کی قدر اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے نزدیک ایک مچھر کے پَر کے برابر بھی ہوتی تو ایک گھونٹ اس میں سے کافر کو نہ دیتا۔'' ذلیل ہے (اِسی لیے) ذلیلوں کو دی گئی، جب سے اسے بنایا ہے کبھی اس کی طرف نظر نہ فرمائی۔دنیا کی رُوحانیت آسمان وزمین کے درمیان جَوّ (یعنی فَضا) میں مُعلَّق ہے، فریادوزاری کرتی ہے اور کہتی ہے:

اے میرے رب! تُو مجھ سے کیوں ناراض ہے؟ مُدّتوں کے بعد ارشاد ہوتا ہے ''چُپ خبیثہ''۔۔۔''سورۃ زُخْرُف شریف'' میں تو یہ ارشاد ہوتا ہے کہ:

''اندھے کہیں گے، یہ کفر ہی حق ہے، ورنہ ہم کافروں کے واسطے ان کے گھروں کی چھتیں اور سیڑھیاں چاندی کی بنادیتے اور ان کے گھروں کے دروازے اور تخت سونے کے''۔

''وَ لَوْلَآ اَنْ یَّکُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ یَّکْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُیُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّ مَعَارِجَ عَلَیْهَا یَظْهَرُوْنَ وَ لِبُیُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّ سُرُرًا عَلَیْهَا یَتَّكِـئُوْنَ وَ زُخْرُفًا وَ اِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِیْنَ''

ترجمہ کنزالایمان: ''اور اگر یہ نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک دین پر ہو جائیں تو ہم ضرور رحمٰن کے منکروں کے لئے چاندی کی چھتیں اور سیڑھیاں بناتے جن پر چڑھتے اور ان کے گھروں کے لئے چاندی کے دروازے اور چاندی کے تخت جن پر تکیہ لگاتے اور طرح طرح کی آرائش اور یہ جو کچھ ہے جیتی دنیا ہی کا اسباب ہے اور آخرت تمھارے رب کے پاس پرہیزگاروں کے لیے ہے''۔

صرف اس بات پر کہ کفار کو دنیا بہت دی ہے اور ہم کو تھوڑی، اس پر تو آپ جیسے عالم یہ کہہ رہے ہیں تو اگر سب دنیا انہیں دے دی جاتی اور ہم کو بالکل نہ ملتی تو نہ معلوم کیا حال ہوتا۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی ص464)

زندہ رہنے کے لئے تین چیزیں درکار ہیں:

(فرمایا) تین چیزیں ضروری ہیں: ایک لقمہ جس سے جان باقی رہے۔۔۔اور ایک پارچہ (یعنی کپڑا) جس سے اپنا ستر ڈھانک لے۔۔۔اور ایک سوراخ جس میں گھس کر بیٹھ رہے۔اس کے لیے حلال مال بہت مل سکتا ہے۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی ص469)

ایمان اور شہود میں فرق:

عرض: اگر خدائے تعالیٰ کے سمیع وبصیر ہونے پر ایمان ہے تو کبیرہ (گناہ) تو درکنار صغیرہ بھی نہیں ہوسکتا۔

ارشاد: ایمان اور ہے اور شُہود اور۔ ایمان ارتکابِ سیأت (یعنی گناہ کرنے) کے مُنافی (یعنی خلاف) نہیں۔ہاں اگر شُہود ہوگا تو بے شک کبیرہ تو درکنار صغیرہ بھی نہیں ہوسکتا، اکابر اولیاء پر بھی اَکل وشُرب ونوم (یعنی کھانے، پینے، اور سونے) کے وقت ایک گونہ (یعنی چند لمحوں کے لئے) غفلت دی جاتی ہے ورنہ کھانے پینے پر قادر نہ ہوں۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی ص496)

غفلت کی مختلف اقسام اور ان کے احکام:

غفلتِ مُطلَقہ کفر ہے اور غفلتِ غالبہ فسق اور تذَکُّرِ غالب ولایت اور تذَکُّرِ مطلق نبوت پھر تذَکُّرِ غالب میں بھی مراتب ہیں۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَیْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِیْتَآءِ الزَّكٰوةِ یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْهِ الْقُلُوْبُ وَ الْاَبْصَارُ

ترجمہ کنزالایمان: وہ مرد جنہیں غافل نہیں کرتا کوئی سودا اور نہ خرید وفروخت اللہ کی یاد اور نماز برپا رکھنے اور زکوٰۃ دینے سے، ڈرتے ہیں اس دن سے جس میں الٹ جائیں گے دل اور آنکھیں۔(سورۃ النور 37)

یہ وہی تذکر غالب ہے اور غفلتِ مطلقہ، یہ ہے جسے حضرت مولانا (روم) فرماتے ہیں:

اہلِ دنیا کافرانِ مطلق اند
روز وشب درزقزق ودر بق بق اند

اہلِ دنیا چہ کہیں و چہ مہیں
لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْن

چیست دنیا از خدا غافل بدن
نے قماش ونقرہ وفرزند وزن

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی ص496)

علم سے متعلق ملفوظات

اِنجیل اور تَورات کونسی زبان میں نازِل ھوئیں؟

عرض: عبرانی اور سریانی ایک ہی (زبان) ہیں؟

ارشاد: عبرانی اور ہے اور سریانی اور، عبرانی میں انجیل نازل ہوئی اور سریانی میں توارت ہے۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی ص447)

دائرہء دنیا کھاں تک ھے؟

عرض: دائرہء دنیا کہاں تک ہے؟

ارشاد: ساتوں آسمان، ساتوں زمین دنیا ہے اور ان سے ورا (یعنی ان کے علاوہ) سدرۃُ المنتہٰی، عرش وکرسی، دارِ آخرت ہیں۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی ص507)

آسمان کی وُسعت کھاں تک ھے؟

(فرمایا) آسمان ہی کی وُسعت خیال میں نہیں آتی۔ بیچ کا آسمان جس میں آفتاب ہے اس کا نصف قُطر نو کروڑ تیس لاکھ میل ہے اور

پانچواں (آسمان) اس سے بڑا۔ پانچویں کا ایک چھوٹا پرزہ جسے ''تدویر'' کہتے ہیں وہ آفتاب کے آسمان سے بھی بڑا ہے۔ پھر یہی نسبت پانچویں کو چھٹے کے ساتھ ہے اور اس کو ساتویں کے ساتھ۔

اور صحیح حدیث میں آیا کہ ''یہ سب کرسی کے سامنے ایسا ہے کہ ایک لق ودق (یعنی چٹیل) میدان میں جس کا کنارہ نظر نہیں آتا ایک چھلا پڑا ہو''۔

مَا السَّمٰوٰتُ السَّبۡعُ وَ الۡاَرۡضُوۡنَ السَّبۡعُ مَعَ الۡکُرۡسِیِّ اِلَّا کَحَلۡقَۃٍ مُلۡقَاۃٍ فِیۡ اَرۡضٍ فُلَاۃٍ

ترجمہ: اور یہ سب زمین وآسمان کرسی کے آگے ایسے ہیں کہ ایک لق ودق میدان میں ایک چھلا پڑا ہو۔

ہر چیز حضور صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی رسالت جانتی ہے:

(پھر فرمایا) ایک ایک روحانیت تو ہر ہر نبات ہر ہر جماد سے متعلق ہے، اسے خواہ اس کی روح کہا جائے یا اور کچھ، وہی مکلّف ہے ایمان وتسبیح کے ساتھ۔ حدیث میں ہے:

مَا مِنۡ شَیۡءٍ اِلَّا یَعۡلَمُ اَنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ اِلَّا کَفَرَۃُ الۡجِنِّ وَ الۡاِنۡسِ

کوئی شے ایسی نہیں جو مجھے اللہ کا رسول نہ جانتی ہو سوائے بے ایمان جن اور آدمیوں کے۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی ص509)

تاریخ کی اِبتِدا و اِنتِہا کے چار طریقے

عرض: حضور! آج کیا پہلی تاریخ ہے؟

ارشاد: پہلی تاریخ تھی۔ کل چاند ہوا، آج دوسری شب ہے۔ تاریخ کی ابتدا وانتہا میں چار طریقے ہیں: ایک طریقہءِ نصاریٰ (یعنی عیسائیوں) کا کہ ان کے یہاں نصف شب سے نصف شب تک تاریخ کا شمار ہے۔۔۔ دوسرا ہنود (یعنی ہندوؤں) کا کہ طلوعِ آفتاب سے طلوعِ آفتاب تک۔۔۔ تیسرا طریقہ فلاسفہءِ یونان کا ہے کہ نصف النہار سے نصف النہار تک، علمِ ہیأت میں یہی ماخوذ ہے۔۔۔ چوتھا طریقہ مسلمانوں کا کہ غروبِ آفتاب سے غروبِ آفتاب تک۔۔۔ اور یہی عقلِ سلیم پسند کرتی ہے کہ ظلمت (یعنی اندھیرا) نور سے پہلے ہے۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی ص67)

عَجَم اور عَرَب کے معنیٰ:

عرض: حضورِ والا! ''عجم'' کے معنیٰ'' بے پڑھی ولایتیں''؟

ارشاد: ''گونگی زبان'' اور'' عرب'' کے معنیٰ ''تیز زبان''۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی ص176)

عَالَمِ امر اور عالَمِ خلق میں فرق:

عرض: رُوح عالَمِ اَمر سے ہے؟

ارشاد: ہاں۔ ''عالَمِ اَمر'' اور'' عالَمِ خَلق''، میں فرق ہے۔

عالَمِ خَلق مادے سے بتدریج (یعنی درجہ بہ درجہ) پیدا فرمایا جاتا ہےاور عالَمِ امر نرے ''کُن'' سے

لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ

ترجمۂ کنزالایمان: اسی کے ہاتھ ہے پیدا کرنااورحکم دینا، بڑی برکت والا ہےاللہ رب سارے جہان کا۔(الاعراف54)

روح ''عالَمِ امر'' سے ہے محض ''کُن''(یعنی ہوجا) سے بنی اور جسم ''عالَمِ خَلق'' سے کہ نُطْفَہ پھر عَلَقَہ (یعنی خون کی پھٹک) پھر مُضْغَہ غَیر مُخَلَّقَہ (گوشت کا غیر مصوَّر ٹکڑا) پھر مُخَلَّقَہ (یعنی گوشت کا مصوَّر ٹکڑا) ہوتا ہے۔

وَ قَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا

ترجمۂ کنزالایمان: حالانکہ اس نے تمہیں طرح طرح بنایا۔(سورۃ نوح14)

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی ص248)

لفظ''شَہَر''کس مہینے کے ساتھ بولیں؟

عرض: لفظِ''شہر'' ہر مہینہ کے ساتھ بولا جاتا ہے یا نہیں، یہ کہہ سکتے ہیں ''شَہرِ رجبُ المرجب''؟

ارشاد: نہیں، یہ لفظ ان تینوں مہینوں کے لئے ہے۔ شہرربیع الاول، شہرربیع الآخر، شہررمضان المبارک۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی ص173)

کیا ہر مُمکِن چیز پیدا ہو چکی ہے؟

عرض: کیا جس قدر ممکنات ہیں وہ تحتِ قدرت بایں معنیٰ (یعنی اس طور پر کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی قدرت میں) داخل ہیں کہ اِن کو پیدا فرما چکا ہے؟

ارشاد: نہیں، بلکہ بہت سی چیزیں وہ ہیں جو ممکن ہیں اور پیدا نہ فرمائیں، مثلاً کوئی شخص ایسا پیدا کرسکتا ہے کہ سرآسمان سے لگ جائے مگر پیدا نہ فرمایا۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی ص64)

مِرگی کی بیماری:

عرض: حضور! یہ صَرَع کیا کوئی بلا ہے؟

ارشاد: ہاں! اور بہت خبیث بَلا ہے اور اسی کو "**اُمُّ الصِبْیَان**" کہتے ہیں، اگر بچوں کو ہو، ورنہ صَرْع (مرگی)۔ تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ اگر پچیس بَرَس کے اندر اندر ہوگی تو اُمید ہے کہ جاتی رہے اور اگر پچیس بَرَس کے بعد یا پچیس بَرَس والے کو ہوئی تو اَب نہ جائے گی۔ ہاں کسی ولی کی کرامت یا تعویذ سے جاتی رہے تو یہ اَمرِ آخَر (یعنی دوسری بات) ہے۔ یہ فی الحقیقت ایک شیطان ہے جو انسان کو ستاتا ہے

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی ص417)

آسمان کہاں ہے:

عرض: حضور! دُوربین سے آسمان نظر آتا ہے یا نہیں؟

ارشاد: ہم اپنی آنکھوں سے تو آسمان دیکھ رہے ہیں۔ کیا دوربین لگانے سے اندھا ہوجاتا ہے کہ بغیر دوربین کے دیکھتے ہیں اور دوربین سے سوجھائی نہ دے؟ ہمارا ایمان ہے کہ جس کو ہم دیکھ رہے ہیں یہی آسمان ہے:

اَفَلَمْ یَنْظُرُوْۤا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَیْفَ بَنَیْنٰهَا وَ زَیَّنّٰهَا وَ مَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ (سورۃ ق 6)

کیا اُنہوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھا ہم نے اس کو کیسا بنایا اور ہم نے اس کو کیسی زینت دی اور اس میں کوئی شگاف نہیں

وَّ زَیَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِیْنَ

ہم نے اسے خوبصورت بنایا دیکھنے والوں کے واسطے (سورۃ الحجر 16)

وَ اِلَى السَّمَآءِ كَیْفَ رُفِعَتْ

کیا وہ آسمان کو نہیں دیکھتے کیسا بلند بنایا گیا۔ (سورۃ الغاشیۃ 18)

فلاسفہ بھی یہی کہتے تھے کہ جو نظر آتا ہے یہ آسمان نہیں، آسمان شفاف بےلون (یعنی بے رنگ) ہے۔ (پھر فرمایا) اس میں اَکذب (یعنی سب سے بڑا جھوٹا) کون؟ "جس کی تکذیب کرے قرآن۔"

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی ص494)

قیامت کب آئے گی؟

عرض: قیامت کب ہوگی اور ظہورِ امام مہدی کب؟

ارشاد: قیامت کب ہوگی اسے اللہ عَزَّ وَجَلَّ جانتا ہے اور اس کے بتائے سے اس کے رسُول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم، قیامت ہی کا ذکر کر کے ارشاد فرماتا ہے:

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰى غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ

اللہ عَزَّ وَجَلّ غیب کا جاننے والا ہے، وہ اپنے غیب پر کسی کو مسلّط نہیں فرماتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے (سورۃ جن 26,27)

امام قسطلانی وغیرہ نے تصریح فرمائی کہ اس غیب سے مراد قیامت ہے جس کا اوپر متصل آیت میں ذکر ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پہلے بعض علمائے کرام نے بملاحظہ احادیث حساب لگایا کہ یہ اُمت سن ہزار ہجری سے آگے نہ بڑھے گی۔ امام سیوطی نے اس کے انکار میں رسالہ لکھا "**اَلْکَشْف عَنْ تَجَاوُزِ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ الْاَلْف**" اس میں ثابت کیا کہ یہ اُمت ایک ہزار ہجری سے ضرور آگے بڑھے گی۔

امام جلال الدین سیوطی کی وفات شریف 911ھ میں ہے، اور اپنے حساب سے یہ خیال فرمایا کہ 1300ھ میں خاتمہ ہوگا۔ بِحَمْدِ اللہ تعالیٰ اِسے بھی چھبیس برس گذر گئے اور ہنوز (یعنی ابھی تک) قیامت تو قیامت، اَشراطِ کبریٰ (یعنی بڑی نشانیوں) میں سے کچھ نہ آیا۔

اِمام مہدی کے بارے میں اَحادیث بکثرت اور متواتر ہیں مگر اِن میں کسی وقت کا تعین نہیں، اور بعض علوم کے ذریعہ سے مجھے ایسا خیال گذرتا ہے کہ شاید 1837ھ میں کوئی سلطنت اسلامی باقی نہ رہے اور 1900ھ میں حضرت امام مہدی ظہور فرمائیں۔

حدیث میں ہے: ''دنیا کی عمر سات دن ہے، میں اس کے پچھلے دن میں مبعوث ہوا'' دُوسری حدیث میں ہے: ''میں امید کرتا ہوں کہ میری اُمت کو خدائے تعالیٰ نصف دن اور عنایت فرمائے'' ان حدیثوں سے اُمت کی عمر پندرہ سو برس ثابت ہوئی کہ:

اِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ

تیرے ربّ عَزَّ وَجَلَّ کے یہاں ایک دن تمہاری گنتی کے ہزار برس کے برابر ہے (سورۃ الحج 47)

اِن حدیثوں سے جو مستفاد (یعنی نتیجہ حاصل) ہوا، وہ اس توقیت (وقت) کے منافی (یعنی مخالف) نہیں جو اس علم سے میرے خیال میں آئی ہے، کیوں کہ یہاں حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی طرف سے اپنے ربّ عَزَّ جلالہ سے استدعا ہے۔ آئندہ انعامِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ وہ جس قدر زیادہ عمر عطا فرمائے، جیسے جنگِ بدر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے صحابۂ کرام علیہم الرضوان کو تین ہزار فرشتے مدد کے لئے آنے کی اُمید دلائی۔

اَلَنْ یَّکْفِیَکُمْ اَنْ یُّمِدَّکُمْ رَبُّکُمْ بِثَلٰثَۃِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ مُنْزَلِیْنَ

کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا ربّ عَزَّ وَجَلَّ تین ہزار فرشتے اتار کر تمہاری مدد فرمائے (سورۃ آلِ عمران 124)

اس پر حق سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی نے فرشتوں کا اضافہ فرمایا کہ:

اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَیَاْتُوْکُمْ مِّنْ فَوْرِھِمْ ھٰذَا یُمْدِدْکُمْ رَبُّکُمْ بِخَمْسَۃِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ مُسَوِّمِیْنَ

کیوں نہیں اگر تم صبر کرو اور تقویت پر رہو اور کافر ابھی کے ابھی تم پر آئیں تو تمہارا ربّ عَزَّ وَجَلَّ پانچ ہزار نشان والے فرشتوں سے تمہاری مدد فرمائے گا (سورۃ آلِ عمران 125)

عرض: حضور نے (علمِ) جفر سے معلوم فرمایا؟

ارشاد: ہاں! (اور پھر کسی قدر زبان دبا کر فرمایا) آم کھائیے پیڑ نہ گنئے، (پھر خود ہی ارشاد فرمایا) کہ میں نے یہ دونوں وقت (سلطنت اسلامی کا ختم ہونا

اور میں امام مہدی کا ظہور فرمانا) سیّدُ الْمُکاشِفِین (یعنی اصحاب کشف کے سردار) حضرتِ شیخ محی الدین ابنِ عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام سے اخذ کیئے ہیں، اللہ اکبر! کیسا زبردست واضح کشف تھا کہ سلطنتِ ترکی کا بانیٔ اول عثمان پاشا حضرت کے مدتوں بعد پیدا ہوا مگر حضرت شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اتنے زمانے پہلے عثمان پاشا سے لے کر قریب زمانہ آخر تک جتنے بادشاہ اسلامی اور ان کے وزراء ہوں گے رموز (یعنی اشاروں کنایوں) میں سب کا مختصر ذکر فرمایا۔

ان کے زمانے کے عظیم وقائع (یعنی غیر معمولی واقعات) کی طرف بھی اشارے فرمادیئے۔ کسی بادشاہ سے اپنی اس تحریر میں بہ نرمی خطاب فرماتے ہیں اور کسی پر حالتِ غضب کا اظہار ہوتا ہے، اس میں ختمِ سلطنتِ اسلامی کی نسبت لفظ ''**ایقظ**'' فرمایا اور صاف تصریح فرمائی کہ:

لَا اَقُوْلُ اَيْقَظ الْهِجْرِيَة بَلْ اَيْقَظ الْجَفْرِيَة

یعنی میں ایقظ ہجریہ کے بارے میں نہیں کہتا، بلکہ میری مراد ایقظ جفریہ ہے

میں (اعلیٰ حضرت) نے اس ''**ايـقـظِ جـفـريه**'' کا جو حساب کیا تو 1837ھ آتے ہیں اور انہیں کے دوسرے کلام سے (1900)ھ ظہورِ امام مہدی کے اخذ کیئے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

رباعی

اِذَا دَارَ الزَّمَانُ عَلٰی حُرُوفٍ بِبِسْمِ اللّٰهِ فَالْمَهْدِی قَاما

وَيَخْرُجُ فِی الْحَطِيْمِ عَقِيْبَ صَوْمٍ اَلَا فَاقْرأه، مِنْ عِنْدِیْ سَلَاما

جب زمانہ ''**بسم اللہ**'' کے حروف پر گھومے گا تو امام مہدی ظہور فرمائیں گے اور حطیمِ کعبہ میں شام کے وقت تشریف لائیں گے، سنو! انہیں میرا اسلام کہنا، خود اپنی قبر شریف کی نسبت بھی فرمادیا کہ اتنی مدت تک میری قبر لوگوں کی نظروں سے غائب رہے گی مگر:

'' اِذَا دَخَلَ السِّيْن فِی الشِّيْن ظَهَرَ قَبْرُ مُحْيِ الدِّيْن ''

جب شین میں سین داخل ہوگا تو محی الدین کی قبر ظاہر ہوگی۔

سلطان سلیم جب شام میں داخل ہوئے تو اُن کو بشارت دی کہ فلاں مقام پر ہماری قبر ہے، سلطان نے وہاں ایک قبّہ بنوادیا جو زیارت گاہِ عام ہے۔ (پھر فرمایا) چند جداول 28، 29 خانوں کی آپ نے تحریر فرمادی ہیں، جن میں ایک ایک خانہ لکھا اور باقی خالی چھوڑ دیئے اب اس کا حساب لگاتے رہیئے کہ اس سے کیا مطلب ہے۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی ص160)

اصلاح سے متعلق ملفوظات

بچوں کے نام کیسے ہونے چاھئیں؟

عرض: حضور! میرے بھتیجا پیدا ہوا ہے، اس کا کوئی تاریخی نام تجویز فرمادیں۔

ارشاد: تاریخی نام سے کیا فائدہ، نام وہ ہوں جن کے احادیث میں فضائل آئے ہیں۔ میرے اور بھائیوں کے جتنے لڑکے پیدا ہوئے میں نے سب کا نام محمد رکھا، یہ اور بات ہے کہ یہی نام تاریخی بھی ہوجائے۔ حامد رضا خاں کا نام محمد ہے اور ان کی ولادت 1292 ھ میں ہوئی اور اس نامِ مبارک کے عدد بھی بانوے ہیں، ایک دِقت (یعنی دشواری) تاریخی نام میں یہ ہے کہ اسماءِ حُسنیٰ سے ایک یا دو جن کے اعداد موافقِ عددِ نامِ قاری (یعنی پڑھنے والے کے نام کے اعداد کے مطابق) ہوں عددِ نام دو چند (یعنی دُگنے) کر کے پڑھے جاتے ہیں۔ وہ قاری کو اسمِ اعظم کا فائدہ دیتے ہیں، تاریخی نام سے مقدار بہت زیادہ ہوجائے گی۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی ص73)

پوسٹ کارڈ پر اسم جلالت ''اللّٰہ'' لکھنا کیسا؟

ایک روز مولانا حسنین رضا خان صاحب (سرکارِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بھتیجے) برائے جواب کچھ استفتا سنا رہے تھے اور جواب لکھ رہے تھے۔ ایک کارڈ پر اسمِ جلالت لکھا گیا

اس پر ارشاد فرمایا ''یاد رکھو! کہ میں کبھی تین چیزیں کارڈ پر نہیں لکھتا، اسمِ جلالت **''اللہ''** اور **''محمد''** اور **''احمد''** اور نہ کوئی آیتِ کریمہ، مثلاً اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم لکھنا ہے تو یوں لکھتا ہوں ''**حضورِ اقدس علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام**'' یا اسمِ جلالت کی جگہ ''مولیٰ تعالیٰ۔''

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی ص173)

اللّٰہ میاں کھنا کیسا؟

عرض: حضور! ''اللہ میاں'' کہنا جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد: زبانِ اُردو میں لفظِ میاں کے تین معنی ہیں، ان میں سے دو ایسے ہیں جن سے شانِ اُلوہیت پاک ومُنزَّہ ہے اور ایک کا صِدق ہوسکتا ہے۔ تو جب لفظ دو خبیث معنوں میں اور ایک اچھے معنی میں مشترک ٹھہرا، اور شرع میں وارِد نہیں تو ذاتِ باری پر اس کا اِطلاق ممنوع ہوگا۔ اس کے ایک معنی مولیٰ، اللہ تعالیٰ بے شک مولیٰ ہے، دوسرے معنی شوہر، تیسرے معنی زنا کا دلال کہ زانی اور زانیہ میں متوسط ہو۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی ص173)

مکتوبات

یہاں پر **اعلیٰ حضرت** کے چند مکتوبات پیش کئے جاتے ہیں۔ جو آپ نے ذاتی حیثیت سے لکھے۔ ذاتی مسائل پر آسان الفاظ میں اظہارِ مدعا فرمایا۔ ان میں اکثر و بیشتر خطوط آپ کے تلامذہ، خلفا اور ہم مسلک علمائے کرام کے نام ہیں۔ ان خطوط سے **اعلیٰ حضرت** کی ذاتی محبت، قلبی ہمدردی، احباب کی خبر گیری اور دوستوں کے رنج و غم میں شرکت وغیرہ کے مناظر ہیں۔ ہم نے ان مکتوبات کو موضوعاتی تقسیم کے تحت بیان کیا ہے۔

مکتوباتِ عرضِ احوال

یہ سر ہو اور وہ سنگِ در:

بِسمِ اللّٰهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

راحتِ جانم برادرِ دینی **مولوی عرفان علی** سلمہٗ ۔۔۔۔۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ

"نَفِی العَار" کی کاپیاں ہو رہی ہیں۔ **"سَلَامَۃُ اللّٰہِ لِاَہلِ السُنَّۃِ"** غالبًا آج چھپ گیا ہوگا۔ ماہِ مبارک میں مطبع والے بہت سست کام کرتے ہیں۔

قاضی عطا علی صاحب کا مضمون اب شاید بعدِ رمضان دیکھا جائے۔ آپ کی شادی کب ہے؟ میرا ارادہ ضرور ہے کہ ؎

یہ سر ہو اور وہ سنگِ در دہ سنگِ در ہو اور یہ سر
رضؔا وہ بھی اگر چاہیں تو اب دل میں یہ ٹھانی ہے

وقتِ مرگ قریب ہے، اور میرا دل ہند تو ہند، مکۂ معظّمہ میں بھی مرنے کو نہیں چاہتا ہے، اپنی خواہش یہی ہے کہ **مدینہ طیبہ** میں ایمان کے ساتھ موت اور **بقیعِ پاک** میں خیر کے ساتھ دفن نصیب ہو اور وہ قادر ہے۔۔۔

بہر حال اپنا خیال ہے، مگر جائیداد کی جدائی یہ لوگ کسی طرح نہ کرنے دیں گے، خریدار کو مجھ تک پہونچنے بھی نہ دیں گے۔ کوئی منقول شے نہیں کہ بازار بھیج کر نیلام کردی جائے، اور خالی ہاتھ بھیک پر گزر کرنے کے لیے جانا نہ شرعاً جائز، نہ دل کو گوارہ۔

دعا کیجئے کہ ہر بات کا انجام بخیر ہو۔

والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۱۰ ماہ مبارک ۱۳۳۲ھ

(کلیاتِ مکاتیبِ رضا از ڈاکٹر شمس المصباحی پورنوی انڈیا مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور حصہ دوم ص 9)

بیشمار عا فیتیں ھیں:

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

ولدِی الاَعز، حامِیَ السُنَّۃِ، ماحِیَ الفِتنَۃِ، جَعَلَہُ المَو لیٰ کَا سمُہٗ **ظفرالدین**۔۔۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ:

مدت ہوئی ترکِ سلام وکلام کو، میں جن احوال میں ہوں۔۔۔ **اَلحَمدُ لِرَبِّی عَلیٰ کُلِّ حَال، وَاَعُوذُ بِہ مِن حَولِ اَھلِ النَّار**، دشمن اگرقویست نگہباں قوی تراست۔۔۔**وَحَسبُنَا اللّٰہُ وَنِعمَ الوَکِیل**

آج دردوکرب وتپ کی زیادتِ شدت رہی اور حمد اس کے وجہِ کریم کو کہ بیشمار عافیتیں ہیں، مجھے ''کافی'' شرح ''وافی'' اور ''غایۃ البیان اتقانی'' اور ''مبسوط'' شمس الائمہ سرخسی سے بحثِ ماءمطلق و ماءِمقید، تمام وکمال کی ضرورت ہے، بعجلتِ تام اِن کی تعریفیں اور ضوابط وجزئیات اور مطبوع ومخلوط کے احکام بالتفصیل درکار، کسی صحیح نویس کاتب سے باجرت نقل کرائیے اور مقابلہ کیجئے کہ مجھے بہت تعجیل ہے، جو اجرت قرار پائے گی **بعونہٖ تعالیٰ** حاضر کی جائے گی۔

والسلام

فقیراحمدرضا قادری غفرلہ

21رجب المرجب1334ھ

25مئی، 1916ء

(کلیاتِ مکاتیب رضا از ڈاکٹر شمس المصباحی پورنوی انڈیا مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور حصہ اول ص 355)

مکتوباتِ دلجوئی

دنیا میں مومن کو قوتِ کفاف بس ھے:

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

نَحمَدُہٗ وَ نُصَلِّی علیٰ رَسولِہ الکَرِیم

وَلَدِی الاَعز، مَولَانَا المُکَرَّم، جَعَلَ کَا سمُہٗ **ظفرالدین**۔۔۔آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ،

مولیٰ عزوجل پرتوکل کرکے قبول کرلیجئے، وہ کریم ''اکرم الاکرمین'' برکاتِ وافرہ عطاء فرمائے اور آپ کو دین سے اور دین سے آپ کو نصرِ موزر پہنچائے۔آمین! آمین! آمین! **بِجاہِ الکَرِیم المُعِین عَلَیہِ وَعَلیٰ آلہٖ وَاَصحابِہٖ الصَّلوٰۃُ والتَّسلیم** اور احسن

یہ کہ استعارہ ءشرعیہ کر لیجئے۔

آپ کا خط در بارہ ء پریشانی دنیا آیا تھا ہفتے ہوئے اور اس کا جواب آج دوں، آج دوں، مگر طبیعت علیل، بار بار بخار کے دورے اور اعدائے دین کا ہر طرف سے ہجوم، اُن کے دفع میں فرصت معدوم، علاوہ اس کے سو سے زائد جواب فتاویٰ کے، اس مہینہ کے اندر چار رسالہ تصنیف کر کے بھیجنے ہوئے، اور میری تنہائی اور ضعف کی حالت **و حَسبُنا رَبِّی وَ نِعمَ الوَکِیل** اس سے اعتماد رہتا ہے کہ عدمِ جواب کو اعذارِ صحیحہ پر خود محمول فرمائیں گے۔

اس خط کے جواب میں یہ چاہا تھا کہ آیات واحادیث در بارہ ءمذمتِ دنیا ومنعِ التفات بہ تمولِ اہل دنیا لکھ کر بھیجوں، مگر وہ سب بفضلہٖ تعالیٰ آپ کے پیش نظر ہیں۔۔۔

فلاں کو دستِ غیب ہے، فلاں کو حیدر آباد میں رسوخ ہے، یہ تو دیکھا، یہ نہ دیکھا کہ آپ کے پاس **بعونہٖ تعالیٰ** علمِ نافع ہے، **ثِبَاتِ عَلَی السُّنَّة** ہے، اُن کے پاس علم نہیں یا علمِ مضر ہے، اب کون زائد ہے کس پر نعمتِ حق بیشتر (زیادہ) ہے، بشرطِ ایمان ''وعدہ'' و ''علوّ'' و ''غلبہ'' باعتبارِ دین ہے نہ یہ کہ دنیوی امور میں مومنین کو تفوّق (فوقیت) رہے، دنیا سجنِ (قید خانہ) مومن ہے، سجن میں جتنا آرام مل رہا ہے کیا محض فضل نہیں، دنیا فاحشہ ہے اپنے طالب سے بھاگتی ہے، اور ہارب (چھوڑنے والے) کے پیچھے دوڑتی ہے۔ دنیا میں مومن کو قوتِ کفاف بس ہے

والسّلام

فقیر **احمد رضا** قادری

13 شوال المکرّم 39ھ

(مکتوبات امام احمد رضا خان از مولانا پیر محمود احمد قادری مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ص 77)

مولا تعالیٰ آپ کے ایمان ، آبرو ، جان ، مال کی حفاظت فرمائے :

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

برادرم (مولانا عرفان علی صاحب) سلمہ،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

مولیٰ تعالیٰ آپ کے ایمان، آبرو، جان، مال کی حفاظت فرمائے۔ بعدِ عشاء ۱۱۱ بار **''طفیلِ حضرت دستگیر دشمن ہوئے زیر''** پڑھ لیا کیجئے، اول وآخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف۔ آپ کے والدِ ماجد کو مولیٰ تعالیٰ سلامت باکرامت رکھے۔ اُن سے فقیر کا سلام کہئے یہی عمل وہ بھی پڑھیں، نیز آپ دونوں صاحب ہر نماز کے بعد ایک بار **'' آیَةُ الکرسی ''** اور علاوہ نمازوں کے ایک ایک بار صبح وشام سوتے وقت (بھی یہی **آیة الکرسی** پڑھ لیجئے) بعونہٖ تعالیٰ ہر بلا سے حفاظت رہے گی۔

دو پہر ڈھلے سے سورج ڈوبنے تک شام ہے اور آدھی رات ڈھلے سے سورج چمکنے تک صبح۔ اس بیچ میں ایک ایک بار علاوہ نمازوں کے ہو جایا کرے اور ایک بار سوتے وقت۔ آپ کے والدِ ماجد کو سلام ہو۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

5 ذی الحجہ 39ھ

(مکتوبات امام احمد رضا خان از مولانا پیر محمود احمد قادری مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ص110)

اللّٰہ عزوجل پر توکل چاہیے :

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

نَحمَدُہٗ وَ نُصَلِّی علیٰ رَسولِہ الکَرِیم

نور دیدہ راحت، روانِ من، **مولوی عرفان علی** صاحب سلمہ،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آدمی کو اس قدر گھبرانا نہ چاہیے، اللہ عزوجل پر توکل چاہیے، بدمعاش لوگ ایسی دھمکیاں دیا کرتے ہیں، وہ محض بے اصل **بِاِذنِ اللّٰہِ تَعَالیٰ** ہوتی ہیں۔

صبح وعصر کے فرضوں کے بعد قبل کلام کرنے اور قبل پاؤں بدلنے کے، اسی ہیئتِ ''التحیات'' پر بیٹھے ہوئے دس بار پڑھئے۔ **لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ وَحدَہٗ لَاشَـرِیکَ لَـہٗ لَہُ المُلکُ وَلَہُ الحَمدُ ، بِیَدِہِ الخَیرُ یُحیِی وَ یُمِیتُ وُھُوَ عَلٰی کُلِّ شَئٍی قَدِیر** صبح کو پڑھئے شام تک ہر بلا سے محفوظ رہئے اور شام کو پڑھئے تو صبح تک۔ عصر کے بعد نہ ہو سکے، مغرب کے فرضوں کے بعد پڑھئے۔

صبح یعنی آدھی رات ڈھلنے سے سورج نکلنے تک، اور شام یعنی دوپہر ڈھلنے سے سورج ڈوبنے تک، اس بیچ میں کسی وقت دس بار **حَسبِیَ اللّٰہُ لَااِلٰہَ اِلَّاھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ** صبح کا پڑھنا شام تک ہر بلا سے امان ہے اور شام کا صبح تک۔

تین تین بار تینوں ''قل'' صبح وشام یہی فائدے رکھتے ہیں۔

صبح وشام تین تین بار **بِسمِ اللّٰـہِ مَاشَآءَ اللّٰہُ لَا یَسُوقُ الخَیرَ اِلَّا اللّٰہُ مَاشَآءَ اللّٰہُ لَا یَصرِفُ السُّوءَ اِلَّا اللّٰہُ مَاشَآءَ اللّٰہُ مَاکَانَ مِن نِّعمَۃٍ فَمِنَ اللّٰہِ مَاشَآءَ اللّٰہُ لَا حَولَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ** پڑھا کیجئے۔ صبح کا پڑھنا شام تک جلنے، ڈوبنے، چوری سانپ، بچھو، شیطان، قہرِ حاکم سے امان ہے اور شام کا صبح تک۔ یہ تعویذ بھیجتا ہوں بازو پر رکھئے اور اللہ تعالیٰ پر توکل کیجئے۔

فقیر احمد رضا غفرلہٗ

۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

(کلیاتِ مکاتیب رضا از ڈاکٹر شمس المصباحی پورنوی انڈیا مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور حصہ دوم ص97)

دریائے رحمت کھلے ہوئے ہیں:

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

برادرِ دینی ویقینی **مولوی عرفان علی** سلمہٗ۔۔۔۔۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اتنا پریشان و مایوس ہو جانا ہرگز نہ چاہئے، دریائے رحمت کھلے ہوئے ہیں، استغاثہ واستعانت حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم و حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے برابر جاری رہے۔

حضورِ (غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا توشہ مان لیجئے۔ بلکہ نصف توشہ پہلے کر دیجئے اور پورا بعد کے لئے مان لیجئے۔

توشہ کی اشیاء حسبِ ذیل ہیں۔

میدہ گندم	شکر	روغن	مغز بادام	پستہ	کشمش
۵ مار	۵ مار	۵ مار	ا مار	ا مار	ا مار

ناریل	قرنفل	الائچی سفید	دار چینی
ا مار	چھ چھٹانک	چھ چھٹانک	چھ چھٹانک

والسلام

فقیر **احمد رضا** قادری غفرلہٗ

(کلیاتِ مکاتیب رضا از ڈاکٹر شمس المصباحی پورنوی انڈیا مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور حصہ دوم ص 105)

مکتوباتِ مبارک بادی

مولیٰ تعالیٰ اس نعمتِ تازہ کو مبارک فرمائے:

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

بگرامی ملاحظہ مولانا المکرّم ذی المجدِ والکرم، حامئی سنت، ماحئ بدعت،

جناب مولانا مولوی شاہ محمد **عبد السلام** صاحب ''عید الاسلام'' دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مولیٰ تعالیٰ عزوجل اس نعمتِ تازہ کو مبارک فرمائے، میرا معمول یہ رہا ہے کہ جتنے بیٹے بھتیجے پیدا ہوئے، عقیقہ میں سب کا نام، نام اقدس رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم پر (**محمد**) رکھا اور کہنے کے لیے کچھ اور، اس نعمتِ تازہ کا عقیقہ بھی اسی مبارک نام پر ہوا اور عرف **''لمعان الحق''**

پچاس تولہ معجون اور حاضر ہے، اب مقدارِ خوراک بتدریج دو تولہ بڑھادی جائے کہ پھر موسم گرما آجائے گا۔ مولیٰ تعالیٰ نفعِ تام بخشے، بعدِ فراغ بعونہ تعالیٰ نسخہ بھی حاضر کردوں گا۔ سب احباب کو سلام۔

مع الاکرام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

19/جمادی الاولیٰ 1339ھ

(مکتوبات امام احمد رضا خان از مولانا پیر محمود احمد قادری مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ص46)

تین تعویذ حاضر کرتا ہوں:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّی علیٰ رَسولِه الکَرِیم

''عیدالاسلام'' حضرت مولانا مولوی **عبدالسلام** صاحب سلمہٗ بلعزِّ والاکرام

بہ سامی ملاحظہ مولانا المکرّم، ذالمجد والکرم، حامی السنن السنیۃ، ماحی الفتنۃ الدنیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

رب عزوجل یہ نعمتِ تازہ مبارک کرے اور اسے آپ اور نورِ عینی برہان میاں کے سایہ میں مدارجِ عالیہ علم وعمل کو پہنچائے۔ بجاہِ حبیبہٖ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم علیہ وعلیہم اجمعین، تین تعویذ حاضر کرتا ہوں، بچے کے گلے میں ڈالے جائیں، چالیس دن تک روزانہ بچے کو اناج سے تول کر اناج کو محتاجوں کو دیں، پھر **باِذۡنِہٖ تَعَالیٰ** سال بھر تک ہر ماہ تولیں، دوسرے سال ہر دو ماہ پر، تیسرے سال تین مہینے پر، چوتھے برس چار مہینے پر، پانچویں سال ساڑھے چار مہینے پر، چھٹے سال ششماہی پر، ساتویں برس سے ہر سال۔

اِشتہار کے صرف پچاس پرچے یہاں تھے وہ بھجوا چکا ہوں، اسی بارے میں ایک اور رسالہ چھپ رہا ہے **ان شآء اللہ تعالیٰ** جامع ومانع وکافی ووافی ہوگا، سب صاحبان کو سلام

والسلام مع الاکرام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

14 جمادی الاولیٰ 39ھ

(مکتوبات امام احمد رضا خان از مولانا پیر محمود احمد قادری مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ص46)

مکتوباتِ تعزیت

بے صبری سے گئی چیز واپس نہیں آسکتی:

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

نَحمَدُہٗ وَ نُصَلِّی علیٰ رَسولِہ الکَرِیم

برادرِ دینی ویقینی، سنّی، مستقل مستقیم باذن المولیٰ الکریم، مولوی **عرفان علی** صاحب رضوی سلمہٗ

بعدِ سلام مسنون

سید ضمیر الحسن صاحب سلمہٗ کی زبانِ حال، پُر ملال انتقال برخوردار معلوم ہوا، **اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون** ، اللہ کا ہے، جو اس نے لیا اور اسی کا ہے جو اس نے دیا، اور ہر چیز کی اس کے یہاں عمر مقرر ہے، اس میں کمی بیشی نا متصور ہے۔

بے صبری سے گئی چیز واپس نہیں آسکتی، ہاں! اللہ کا ثواب جاتا، جو ہر چیز سے اَعَزُّ واَعلیٰ ہے، اور محروم تو وہی ہے جو ثواب سے محروم رہا، صحیح حدیث میں ہے ''جب فرشتے مسلمانوں کے بچے کی روح قبض کر کے حاضرِ بارگاہ ہوتے ہیں مولیٰ عزوجل فرماتا ہے اور وہ خوب جانتا ہے، کیا تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کر لی؟ عرض کرتے ہیں، ہاں! اے رب ہمارے۔ فرماتا ہے کیا تم نے دل کا پھل توڑ لیا؟ عرض کرتے ہیں، ہاں اے رب ہمارے۔ فرماتا ہے پھر اس نے کیا کہا؟ عرض کرتے ہیں، تیری حمد بجالایا اور الحمد للہ کہا۔ فرماتا ہے، گواہ رہو! میں نے اسے بخش دیا اور جنت میں اس کے لیے مکان تیار کرواؤ اور اس کا نام '' **بَیتُ الحَمد** '' رکھو۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا'' جس کے تین بچے نابالغی میں مرجائیں گے آتشِ دوزخ سے اس کے لیے حجاب ہو جائیں گے۔ کسی نے عرض کی اور دو مرے ہوں؟ فرمایا وہ بھی۔ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی۔ اگر کسی کا ایک ہی مرا ہو؟ فرمایا ایک بھی۔۔۔ اس حکم میں ماں باپ دونوں شامل ہیں۔

آپ اور آپ کے گھر میں دونوں صاحب یہ دعا پڑھیں انشاءاللہ العزیز اللہ عزوجل نعم البدل عطا فرمائے۔

اِنَّـا لِلّٰـہِ وَ اِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون اَلحَمدُ لِلّٰہِ عَسٰی رَبُّنَا اَن یُبدِلَنَا خَیرًا مِنھَا اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا رَاغِبُونَ اَللّٰھُمَّ اَجِرنِی فِی مُصِیبَتِی وَ اخلُف لِی خَیراً مِنھَا ۔

صحیح حدیث میں ہے کہ جب حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا۔ رسول کریم صلی للہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے ان کی زوجہ ءمقدسہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ دعا تعلیم فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ جو چیز فوت ہوتی ہے اس سے بہتر ملتی ہے۔ حضرت ام سلمہ نے دعا پڑھی، مگر اپنے دل میں کہتی تھیں ابو سلمہ سے بہتر کون ملے گا؟ عدت کے دن گزر رہے تھے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے ان سے نکاح فرمایا۔

اپنے والدِ ماجد اور سب اعزہ کوفقیر کا سلام پہنچا کر یہ خط سنائیے اور سب یہ دُعا پڑھیں ۔

والسلام

فقیر احمد رضا عفی عنہ

بستم ذی القعدہ الحرام 36ھ

(کلیاتِ مکاتیب رضا از ڈاکٹر شمس المصباحی پورنوی انڈیا مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور حصہ دوم ص 99)

ہر چیز کی اُس کے یہاں ایک عمر مقرر ہے:

جانِ پدر، نورِ بصر، جَعَلَہُ اللہ تعالیٰ کا سمہ برہان الحق المبین وعزیزہ عفیفہ ام زکیہ سلمھما اللہ تعالیٰ

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ :

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيهِ رَاجِعُون ،اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيهِ رَاجِعُون ،اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيهِ رَاجِعُون

اِنَّ لِلّٰه مَااَخَذَ وَ مَا اَعطٰى وَكُل شَىءٍ عِندَهٗ بِاَجَلٍ وَ اِنَّمَا المَحرُومُ مَن حَرَمَ الثَّوَاب وَ اِنَّمَا يُوفَّى الصّٰبِرُونَ اَجرَهُم بِغَيرِ حِسَاب

’’بے شک اللہ ہی کا ہے جو اس نے لیا، اسی کا ہے جو اس نے دیا اور ہر چیز کی اس کے یہاں ایک عمر مقرر ہے، جس میں کمی بیشی نامتصور ہے اور محروم تو وہ ہے جو ثواب سے محروم رہا اور جو صبر کریں، انہیں کے لیے ان کا ثواب بے حساب ہے پورا‘‘

میرے عزیز بچو! مولیٰ تعالیٰ تمہیں صبرِ جمیل واجرِ جزیل ونعم البدیل عطا فرمائے، تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے؟

وَلَنَبلُوَنَّكُم بِشَىءٍ مِنَ الخَوفِ وَالجُوعِ وَ نَقصٍ مِنَ الَا موَالِ وَالَا نفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِينَ الَّذِينَ اِذَا اَصَابَتهُم مُّصِيبَةٌ قَالُو اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّااِلَيهِ رَاجِعُونَ اُولٰئِكَ عَلَيهِم صَلَوَاتٌ مِن رَّبِّهِم وَرَحمَةٌ وَاُولٰئِكَ هُمُ المُهتَدُونَ ۔

’’اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے اور مالوں اور جانوں اور پھلوں میں کمی کر کے، اے محبوب خوشخبری دو ان صبر کرنے والوں کو کہ جب انہیں کوئی مصیبت پہنچے تو کہیں **اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّااِلَيهِ رَاجِعُونَ** ہم اللہ ہی کی ملک ہیں اور ہمیں اسی کی طرف پھر کر جانا ہے جو ایسا کہیں اُن پر اُن کے رب کی درودیں ہیں اور رحمت ہے اور وہی لوگ ہدایت پر ہیں‘‘

میرے پیارو! اپنے رب عزوجل کی رحمت دیکھو۔۔۔

بلا کہ معاذ اللہ ناگہاں آئے بہت سخت ہوتی ہے، لہٰذا پہلے سے مطلع کر دیا کہ ہم ضرور ان باتوں سے تمہاری آزمائش فرمائیں گے، تم ہمارے حضور گردن رکھنے کے لیئے مستعد رہو اور اسے آزمائش سے تعبیر فرمایا کہ دیکھیں کون ہمارے حکم پر گردن جھکاتا اور کون ناراض

ہوتا ہے، جب بندہء مسلم پر ان میں سے کوئی بلا آئے وہ فوراً متنبہ ہو، یہ وہ ہے جس کی میرے رب نے پہلے خبر دی تھی اور فرمایا تھا کہ یہ تیری آزمائش ہو گی، وہ فوراً اس کے حضور زمین پر سر رکھ دیگا اور اس کے حکم پر ناراض نہ ہوگا اور اس کی رحمت کا دامن تھام کر آزمائش میں سچا نکلنے کی کوشش کرے گا۔

اللہ کی بشارت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بشارت کی درودیں، اللہ کی رحمت، اللہ کی ہدایت یہ نعمتیں ایسی ہیں کہ آدمی لاکھ جانیں دے کرلے تو سستی ہیں۔۔۔ بے صبری سے جو چیز گئی آ نہیں سکتی، مگر یہ عظیم دولتیں ہاتھ سے جاتی ہیں، دیکھو ایک اسی کلمہء **اِنَّـــا لِـلّٰـــهِ وَاِنَّآاِلَیهِ رَاجِعُونَ** میں کیسی کیسی صبر کی تلقین فرمائی ہے کہ ہم اللہ ہی کی ملک ہیں جب ہمارا اور ہماری چیز کا وہی مالک ہے تو مالک اگر اپنی ملک کسی سے لے لے اس کا غم کیا معنی؟ اور ہم کو اُسی کی طرف پھر کر جانا ہے، ایک جاتا اور ہم کو یہیں رہنا ہوتا تو غم تھا کہ اب ملنا کیسے ہوگا؟ ہم کو بھی تو وہیں جانا ہے تو فکر اِس کی چاہئیے کہ ایمان پر اُٹھیں، کہ جانے والے سے ملیں تو وہ ہماری شفاعت کرے۔

رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا:

جس کے تین بچے نابالغ مر جائیں وہ قیامت میں اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے ماں باپ کی شفاعت کریں گے، انہیں بخشوا کر اپنے ساتھ جنت میں لے جائیں گے''۔صحابہء کرام نے عرض کیا یارسول اللہ! جس کے دو بچے مر جائیں؟ فرمایا ''وہ بھی''

یہ اچھا ہے یا دنیا کی مصیبتوں میں اِس کا پھنسا رہنا کہ معلوم نہیں کہ انجام کیا ہوتا اور کیا حالت اختیار کرتا؟ مسلمانوں کے چھوٹے بچے سیدنا ابراھیم علیہ السلام کی گود میں دیئے جاتے ہیں وہ انہیں پرورش فرماتے ہیں، درختِ طوبیٰ کے سایہ میں رکھتے ہیں، ابراھیم خلیل اللہ کی گود اچھی یا تمہاری؟ طوبیٰ کی چھاؤں اچھی یا تمہاری چھت کی؟ صحیح حدیث میں ہے:

جب فرشتے مسلمان کے بچے کی روح قبض کر کے بارگاہِ الٰہی میں لے جاتے ہیں وہ فرماتا ہے'' کیا تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کرلی''؟ عرض کرتے ہیں''ہاں'' فرماتا ہے: گواہ رہو کہ میں نے اسے بخش دیا اور اس کے لیے جنت میں ایک مکان بناؤ، اس کا نام ''**بیتُ الحَمد** ''رکھو''۔آپ دونوں صاحب اللہ کے سچے وعدوں پر پورے اطمینان کے ساتھ کہیں۔۔۔

اَلحَمدُ لِلّٰهِ ، اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآاِلَیهِ رَاجِعُونعَسٰی رَبَّنَا اَنْ یُّبْدِلَنَا خَیُراً مِنُهَا وَاِنَّآ اِلیٰ رَبِّنَا رَاغِبُون

اَللّٰهُمَّ اَجِرنِی فِی مُصِیْبَتِی وَاخْلُفُ لِی خَیراًمِنُهَا ۔

(اکرام امام احمد رضا از مفتی برھان الحق جبلپوری مطبوعہ مکتبہ ادارہ مسعودیہ کراچی ص 75-71)

مکتوباتِ اصلاحی

ایک دوسرے کے حقوق ادا کر دیں یا معاف کرا لیں :

11 شعبان المعظم 1334ھ

(مولانا ظفرالدین بہاری کے نام)

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ:

شبِ براٗت قریب ہے۔ اِس رات تمام بندوں کے اعمال حضرتِ عزت میں پیش ہوتے ہیں، مولیٰ عزوجل بطفیلِ حضور پرنور شافعِ یومُ النشور علیہ اُفضل الصّلواۃُ والسلام مسلمانوں کے ذنوب معاف فرماتا ہے۔ مگر چندان میں، وہ دو مسلمان جو باہم دنیوی وجہ سے رنجش رکھتے ہیں فرماتا ہے اِن کو رہنے دو جب تک آپس میں صلح نہ کرلیں۔

لہٰذا اہلِ سنت کو چاہیے کہ حتی الوسع قبلِ غروبِ آفتاب 14 شعبان باہم ایک دوسرے سے صفائی کرلیں، ایک دوسرے کے حقوق ادا کردیں یا معاف کرالیں کہ باذنہٖ تعالیٰ حقوق العباد سے صحائفِ اعمال خالی ہوکر بارگاہِ عزت میں پیش ہوں۔

حقوق مولیٰ تعالیٰ کے لئے توبہ ءصادقہ کافی ہے۔ **اَلتَّـائِبُ مِنَ الذَّنبِ کَمَن لَّا ذَنبَ لَہٗ** (گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسے ہی ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں) ایسی حالت میں باذنہٖ تعالیٰ ضرور اِس شب میں امیدِ مغفرتِ تامَّہ ہے، بشرطِ صحتِ عقیدہ، **وَھُوَ الغَفُورُ الرَّحِیم**

یہ سنتِ مصالحتِ اِخوان ومعافیءحقوق بحمدہٖ تعالیٰ یہاں سالہائے دراز سے جاری ہے، امید کہ آپ بھی وہاں مسلمانوں میں اس کا اِجراء کرکے" **مَـن سَـنَّ فِـی الِا سلَامِ سُـنَّۃً حَسَنَۃً فَلَہٗ اَجرُھَا وَ اَجرُ مَن عَمِلَ بِھَا اِلیٰ یَومِ القِیَامَۃِ اِلَّا یَنقُصُ مِـن اُجُـورِ ھِـم شَیاًء**" کے مصداق ہوں،"یعنی جو اسلام میں اچھی راہ نکالے اس کے لئے اس کا ثواب ہے اور قیامت تک جو اس پر عمل کریں ان سب کا ثواب ہمیشہ اس کے نامہءاعمال میں لکھا جائے، بغیر اس کے کہ ان کے ثوابوں میں کچھ کمی آئے"۔

اس فقیر ناکارہ کے لیئے عفوِعافیتِ دارین کی دعا فرمائیں! فقیر آپ کے لیے دعا کریگا اور کرتا ہے، سب مسلمانوں کو سمجھا دیا جائے کہ وہاں نہ خالی زبان دیکھی جاتی ہے نہ نفاق پسند ہے، صلح ومعافی سب سچے دل سے ہو۔

والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

(کلیاتِ مکاتیب رضا از ڈاکٹر شمس المصباحی پورنوی انڈیا مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور حصہ دوم ص 98)

ڈھول ، تاشے ، باجے ، جائز نہیں :

جناب پیرزادہ صاحب ،**محمد معصوم** شاہ صاحب **دامَ مَجدُھُم**

تسلیم:

شرعِ مطہر نے شادی میں دف جس میں جلاجل نہ ہوں، قانونِ موسیقی پر نہ بجائیں، جائز رکھا ہے۔ڈھول،تاشے،باجے،جس طرح رائج ہیں، جائز نہیں۔

ناجائز بات کو اگر کوئی بدمذہب یا کافر منع کرے،تو اُسے جائز نہیں کیا جاسکتا،کل کو کوئی وہابی ناچ کو منع کرے تو کیا اسے بھی جائز کہہ دینا ہوگا؟ سنی مسلمانوں کو دین پر ایسا بودا اوپوچ اعتقاد نہ چاہئے کہ گناہ کی اجازت نہ ملے تو دین ہی سے پھر جائیں۔

دین پر اعتقاد ایسا چاہئے کہ ''**لا تُشرِك بِاللّٰهِ وَاِن حَرکتَ**''،اگر کوئی جلا کر خاک کردے تو بھی دین سے نہ پھرے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَعبُدُاللّٰه عَلىٰ حَرفٍ فَاِن اَصَابَهٗ خَيرُ نِ الطُمَاءَ نَّ بِهٖ وَاِن اَصَابَتهُ فِتنَةُ نِ انقَلَبَ عَلىٰ وَجُهِهٖ خَسِرَالدُنيَاوَالاٰخِرَةِ ذَالِكَ هُوالخُسرَانُ المُبِين

کچھ لوگ کنارے پر کھڑے اللہ کو پوجتے ہیں،اگر کوئی بھلائی پہنچی جب تو خوش ہیں اور کوئی آزمائش ہوئی تو الٹے منہ پلٹ گئے،ایسوں کا دنیا وآخرت دونوں میں گھاٹا،یہی صریح زیاں کاری (نقصان) ہے۔

والعَيَاذُ بِاللّٰهِ تَعَالىٰ

فقیر **احمد رضا** عفی عنہ

(کلیاتِ مکاتیب رضا از ڈاکٹر شمس المصباحی پورنوری انڈیا مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور حصہ دوم ص252)

دعوتی مکتوب

علمائے اہلِ سنت و جماعت اگر اب بھی بیدار نہ ہوں گے...

بِسمِ اللّٰهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِيمِ

نَحمَدُهٗ وَ نُصَلِّی علىٰ رَسولِهِ الكَرِيم

مولانا المکرّم ذی المجد (مولانا ظفر الدین بہاری) **اَكرَمَكُمُ اللهُ تعالىٰ**

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہٗ

حالاتِ حاضرہ ومصائبِ دائرہ نے اسلام و مسلمین کو جس درجہ سراسمیہ وپریشان کیا ہے آپ جیسے واقفِ کار حضرات سے مخفی نہیں ،

علمائے اہلِ سنت و جماعت اگر اب بھی بیدار نہ ہوں گے تو خدانخواستہ وہ دن دور نہیں کہ سوائے کفِ افسوس ملنے کے اور کچھ چارہء کار نہ پائیں گے۔

اِنہیں ضرروتوں کو محسوس کر کے علمائے اہلِ سنت و جماعت کا ایک مہتم بالشان جلسہ 24-23-22 شعبان المعظم روزِ دوشنبہ، سہ شنبہ، چہارشنبہ (پیر، منگل، بدھ) کو ہونا قرار پایا ہے، جناب کی اعانتِ دینی وتوجہِ مذہبی سے امیدِ واثق رکھتا ہوں کہ اس ضروری دینی کام کو سب کاموں پر مقدم سمجھیں گے اور تشریف لا کر اپنے مفید مشوروں اور مواعظِ حسنہ سے مسلمانوں کی اصلاحِ احوال فرمائیں گے اور جو صاحب اس کارِ خیر میں اپنے صرف کے لیے متحمل نہ ہوسکیں جلسہ ان کی خدمت کے لیے حاضر ہے۔

مع الاکرام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

12 شعبان المعظم 39ھ

(مکتوبات امام احمد رضا خان از مولانا پیر محمود احمد قادری مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ص75)

مکتوبِ عام

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ مکتوبِ گرامی عوامِ اہلِ سنت کے لئے اخبار ''دبدبہ سکندری'' 5 اپریل 1915 صفحہ نمبر 3 پر طبع ہوا، اِس کی افادیت کے پیشِ نظر یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

دُرودِ جمعہ:

صَلَى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الاُمِّيِّ وَآلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ
صَلٰوةً وَّسَلَاماً عَلَيكَ يَا رَسُولَ اللّٰه

بعد نمازِ جمعہ، مجمع کے ساتھ، مدینہء طیبہ کی طرف منہ کر کے دست بستہ کھڑے ہوکر، سو بار پڑھیں، جہاں جمعہ نہ ہوتا ہو جمعہ کے دن نمازِ صبح خواہ ظہر یا عصر کے بعد، جو کہیں اکیلا ہو تنہا ہی پڑھے۔

اس کے فائدے جو صحیح ومعتبر حدیثوں سے ثابت ہیں۔۔۔

جو شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے محبت رکھے گا، جو اُن کی عظمت تمام جہان سے زیادہ دل میں رکھے گا، جو اُن کی شان گھٹانے والوں، اُن کے ذکرِ پاک کو مٹانے والوں سے دور رہے گا، دل سے بیزار ہوگا، ایسا جو کوئی مسلمان اِسے پڑھے گا اُس کے لیے بیشمار فائدے ہیں جن میں سے بعض لکھے جاتے ہیں۔۔۔

اِس کے پڑھنے والے پر اللہ عزوجل اپنی تین ہزار رحمتیں اُتارے گا۔۔۔

اس پر دو ہزار بار اپنا سلام بھیجے گا۔۔۔

پانچ ہزار نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھے گا۔۔۔

اس کے پانچ ہزار گناہ معاف فرمائے گا۔۔۔

اس کے پانچ ہزار درجے بلند فرمائے گا۔۔۔

اس کے ماتھے پر لکھ دے گا کہ یہ منافق نہیں۔۔۔

اس کے ماتھے پر تحریر فرمادے گا کہ یہ دوزخ سے آزاد ہے۔۔۔

اسے قیامت کے دن شہیدوں کے ساتھ رکھے گا۔۔۔

پانچ ہزار بار فرشتے اُس کا اور اُس کے باپ کا نام لیکر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی بارگاہ میں عرض کریں گے کہ **یارسول اللہ!** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فلاں بن فلاں حضور پر درود وسلام عرض کرتا ہے۔۔۔

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ہر بار کے درود وسلام پر فرمائیں گے فلاں بن فلاں پر میری طرف سے سلام اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں۔۔۔

جتنی دیر اس میں مشغول رہے گا **اللہ تعالیٰ** کے معصوم فرشتے اس پر درود بھیجتے رہیں گے۔۔۔

اللہ تعالیٰ اس کی تین سو حاجتیں پوری فرمائے گا دوسو دس حاجتیں آخرت کی اور نوے حاجتیں دنیا کی۔۔۔

اس کے مال میں ترقی دے گا۔۔۔

اس کی اولاد اور اولاد کی اولاد میں برکت رکھے گا۔۔۔

دشمنوں پر غلبہ دے گا، دلوں میں اسکی محبت رکھے گا۔۔۔

کسی دن خواب میں زیارتِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے مشرف ہوگا۔۔۔

ایمان پر خاتمہ ہوگا۔۔۔

اس کا دل منور ہوگا۔۔۔

قبر وحشر کے ہولوں سے پناہ میں رہے گا۔۔۔

قیامت کے دن عرش الٰہی کے سائے میں ہوگا جس دن اس کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔۔۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی شفاعت اس کے لیے واجب ہوگی۔۔۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم قیامت کے دن اس کے گواہ ہوں گے۔۔۔

میزان میں اس کی نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگا۔۔۔

قیامت کی پیاس سے محفوظ رہے گا۔۔۔

حوض کوثر پر حاضری نصیب ہوگی۔۔۔

صراط پر آسانی سے گزرے گا۔۔۔

قبر وحشر میں اس کے لیے نور ہوگا۔۔۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے نزدیک ہوگا۔۔۔

قیامت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم اس سے مصافحہ فرمائیں گے۔۔۔

اللہ عزوجل اس سے ایسا راضی ہوگا کہ کبھی ناراض نہ ہوگا۔۔۔

اَللّٰھُمَّ ارزُقنَاہٗ بِجَاہِ حَبِیبِكَ وَآلِہ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَیهِ وَالٖهٖ وَسَلَّمَ عَلَیهِم وَبَارَكَ وَسَلَّمَ اَبَداً ۔آمین

مجمع کا حکم بھی حدیث میں ہے اس کے فوائد یہ ہیں:

زمین سے آسمان تک فرشتے ان کے گرد جمع ہو کر سونے کے قلموں سے چاندی کے ورقوں پر ان کا درود لکھیں گے۔۔۔

اُن سے کہیں گے ہاں! ذکر کرو! اللہ تم پر رحمت کرے۔۔۔ زیادہ کرو! اللہ تمہیں زیادہ دے۔۔۔

جب یہ مجمع درود شروع کرے گا آسمان کے دروازے ان کے لیے کھول دئے جائیں گے۔۔۔

ان کی دعا قبول ہوگی۔۔۔

حوران عین اُنہیں نگاہِ شوق سے دیکھیں گی۔۔۔

اللہ عزوجل اُن کی طرف متوجہ رہے گا۔۔۔ یہاں تک کہ یہ متفرق ہو جائیں گے یا باتیں کرنے لگیں۔۔۔

رحمتِ الٰہی اُنہیں ڈھانپ لے گی۔۔۔

سکینہ ان پر اترے گا۔۔۔

اللہ عزوجل عالمِ بالا میں اُن کا ذکر فرمائے گا۔۔۔

سارا مجمع بخش دیا جائے گا۔۔۔

اُن کی برکت اُن کے ہم نشین کو بھی پہنچے گی۔۔۔ وہ بھی بدبخت نہ رہے گا۔۔۔

فقیر احمد رضا قادری نے اپنے سنی بھائیوں کو اِس **''مبارک صیغہ''** کی اجازت دی۔ جب کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے بدگوئیوں وہابیہ وغیرہ ہم سے دور رہیں۔۔۔ اور اسے پڑھ کر اس گنہگار کے لیے عفوِ عافیتِ دین و دنیا وآخرت وحصولِ مراداتِ حسنہ کی دعا فرمالیا کریں۔۔۔ یقین رکھئے۔۔۔ کہ یہ فقیرِ حقیر اُن سب کے لیے دعا کرتا ہے جو ایسا کریں **اللہ تعالیٰ** توفیق دے اور قبول فرمائے آمین!

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

8 جمادی الاول 1323ھ قدسیہ

گیارھواں باب

وصالِ پر ملال

علالت ونقاہت۔۔۔آثارِ رحلت ووصایا۔۔۔بشارات۔۔۔ایصال ثواب۔۔۔اخباری تاثرات

علالت و نقاہت

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادتِ باسعادت 10 شوال 1272ھ /14 جون 1856 میں ہوئی جبکہ آپ کا وصال 25 صفر 1340ھ /28 اکتوبر 1921 میں ہوا۔اس طرح آپ نے ہجری کے حساب سے تقریباً 68 سال اور سن عیسوی کے حساب سے تقریباً 65 سال اس جہان کو اپنے قدومِ میمنت لزوم سے مشرف فرمایا۔۔۔

اس باب میں ہم آپ کے وصال اور اس کے متعلقات کا بیان کریں گے۔صبر و رضا کی فصل میں ہم پڑھ چکے ہیں کہ **اعلیٰ حضرت** کو اپنی ظاہری حیاتِ طیبہ کے آخری سالوں میں جسمانی بیماریوں کا بھی سامنا کرنا پڑا، یہاں پر ہم آپ کی زندگی کے آخری کچھ سالوں کے چند ایک مکتوبات کا اقتباس پیش کرتے ہیں جس سے ہم ان کی کیفیاتِ مرض (و صبر و شکر) کا اندازہ کر سکتے ہیں۔۔۔

یاد رہے! ان سب تکالیف کے باوجود آپ کی دینی خدمات میں کوئی تعطل نہیں آیا، قیامِ بھوالی کے دوران بھی تصنیف و تالیف کا کام جاری رہا اور یہاں آپ نے پانچ رسائل تصنیف فرمائے۔۔حد تو یہ ہے کہ وصال مبارک سے ایک دن پہلے بھی ایک فتویٰ لکھوایا۔

یہاں ہم آپ کی زندگی کے آخری دس سالوں کے چند کارہائے نمایاں کی مختصر فہرست بھی پیش کرتے ہیں تاکہ قارئین کو آپ کی علوِ ہمت کا اندازہ ہو سکے۔۔۔

کارنامہ	سن
قرآن کریم کا اردو ترجمہ ''کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن''۔۔۔	1330ھ /1912
علم المربعات میں ڈاکٹر سر ضیاء الدین کے مطبوعہ سوال کا فاضلانہ جواب۔۔۔	قبل 1331ھ /1913
ملتِ اسلامیہ کے لیے اصلاحی اور انقلابی پروگرام کا اعلان۔۔۔	1331ھ /1913
بہاولپور ہائی کورٹ کے جسٹس محمد دین کا استفتاء اور اس کا فاضلانہ جواب۔۔۔	1331ھ /1913
مسجد کانپور کے قضیے پر برطانوی حکومت سے معاہدہ کرنے والوں کے خلاف ناقدانہ رسالہ۔۔۔	1331ھ /1913
ڈاکٹر سر ضیاء الدین (وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) کی آمد اور استفادہءعلمی۔۔۔(مابین)	1332ھ /1914/1335ھ /1916
انگریزی عدالت میں جانے سے انکار اور حاضری سے استثناء۔۔۔	1334ھ 1916
صدر الصدور صوبہ جات دکن کے نام ارشادنامہ۔۔۔	1334ھ 1916
تاسیس جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی۔۔۔	تقریباً 1336ھ /1917
سجدہءتعظیمی کی حرمت پر فاضلانہ تحقیق۔۔۔	1337ھ /1918
امریکی ہیئت دان پروفیسر البرٹ۔ایف۔پورٹا کو شکستِ فاش۔۔۔	1338ھ /1919

آئزک نیوٹن اور آئن سٹائن کے نظریات کے خلاف فاضلانہ تحقیق۔۔۔ 1338ھ/1919

ردِحرکتِ زمین پر 105 دلائل اور فاضلانہ تحقیق۔۔۔ 1338ھ/1920

فلاسفہءقدیمہ کا ردِ بلیغ۔۔۔ 1338ھ/1920

دوقومی نظریہ پرحرفِ آخر۔۔۔ 1339ھ/1921

تحریکِ خلافت کا افشائے راز۔۔۔ 1339ھ/1921

تحریک ترکِ موالات کا افشائے راز۔۔۔ 1339ھ/1921

انگریزوں کی معاونت اور حمایت کے الزام کے خلاف تاریخی بیان۔۔۔ 1339ھ/1921

آیئے! اب ان ادوار کی جسمانی کیفیات بھی ملاحظہ کیجئے۔۔۔

وصال سے تقریباً آٹھ سال پہلے کی ایک کیفیت:

حضرت مولانا شاہ **عبدالسلام قادری** جبلپوری صاحب کے نام اپنے مکتوب محررہ سن 1332ھ میں تحریر فرماتے ہیں۔۔۔

۔۔۔ڈھائی سال سے اگرچہ امراضِ دردِ کمر و مثانہ و سر وغیرہا کالاَّزم (لازمی) ہوگئے ہیں، قیام و رکوع وسجدہ بذریعہءعصا ہے، مگر الحمدللہ دینِ حق پر (اللہ عزوجل نے) استقامت عطا فرمائی ہے، کثرتِ اعداء روز افزوں ہے، (یعنی دشمنوں کی دُشمنی روز بروز بڑھتی جارہی ہے) اور حفظِ الٰہی، تفضیلِ الٰہی نامتناہی (اللہ عزوجل کی حفاظت اور لامحدود فضل) شامل حال۔

اَلحَمدُلِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِین بایں ضعفِ بدنی وقوت، (باوجود بدن اور قوت کی کمزوری) محن وکثرتِ فتن (یعنی تکالیف اور فتنوں کی کثرت کا سامنا)۔

اَلحَمدُ لِلّٰہ اپنے کاموں سے تعطل نہیں، کھانے اور سونے کی فرصت نہیں ملتی۔

اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے سواء ظاہر میں **معین** و مددگار عنقا (نایاب، غائب) ہے اور ان کے سوا اور کسی کی حاجت بھی کیا ہے۔۔۔

(مکتوبات اعلیٰ حضرت از مولانا پیر محمود احمد صاحب مکتبہ نبویہ لاہور ص 36)

وصال سے تقریباً چھ سال پہلے کی ایک کیفیت:

حضرت مولانا **ظفرالدین بہاری** صاحب کے نام اپنے مکتوب محررہ سن 1334ھ میں تحریر فرماتے ہیں:

میں جن احوال میں ہوں۔۔۔

''اَلحَمدُ لِرَبِّی عَلٰی کُلِّ حَال وَاَعُوذُ بِہٖ مِنْ حَولِ اَھلِ النَّار''

دُشمن اگر قویست نگہباں قوی تر است

(دُشمن اگر طاقت ور ہے تو کیا ہوا نگہبان اُس سے زیادہ طاقت ور ہے)

وَحَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعمَ الْوَكِيل

آج درد و کرب و تپ (بُخار و درد جسم) کی زیادتِ شدت رہی اور حمد اُس کے وجہِ کریم کو کہ بے شمار عافیتیں ہیں۔۔

(مکتوبات اعلیٰ حضرت از مولانا پیر محمود احمد صاحب مکتبہ نبویہ لاہور ص60)

وصال سے چھ سال پہلے اپنی وفات کی خبربھی دے دی :

مولانا ظفر الدین بہاری صاحب فرماتے ہیں۔۔۔

حضرت استاذی و ملاذی محدثِ سورتی کا وصال 1334ھ میں ہوا، اُن کے وصال کے بعد میں تعزیت کے لئے پیلی بھیت روانہ ہوا پھر وہاں سے بریلی شریف **اعلیٰ حضرت** کی قدمبوسی کے لیے بھی حاضری دی۔

انہی ایام میں ایک دن حضور **اعلیٰ حضرت** نے اثنائے تذکرہ میں فرمایا کہ ''میں نے حضرت محدث صاحب کی تاریخِ وفات اس آیت شریفہ سے پائی ہے جس سے اُن کا مرتبہ بھی معلوم ہوتا ہے اور آیتِ کریمہ حضور نے تلاوت فرمائی:

''يُطَافُ عَلَيهِم بِآنِيَةٍ مِّن فِضَّةٍ وَّأَكوَابٍ ''

اُسی وقت میں نے آیتِ کریمہ کے اعداد جوڑے تو 1334 نکلے، مگر میرے دل میں ایک کھٹک تھی جس کو کہنے کی ہمت نہ ہوتی تھی، لیکن **اعلیٰ حضرت** نے اس پر مطلع ہو کر فرمایا۔ کیا کچھ آپ کہنا چاہتے ہیں؟ اتنا اشارہ پا کر میں نے عرض کیا آیتِ کریمہ **'' و یطاف''** ہے (یعنی ''وٗ'' سے) اس پر تبسم فرمایا اور ارشاد ہوا کہ ''پوری آیت اُس بندہ ءخدا کی تاریخ ہوگی جس کا انتقال چھ سال بعد 1340ھ میں ہوگا''

اُس وقت میرا ذہن حضور کی طرف نہ گیا لیکن جب حضور کا وصال شریف 1340ھ میں ہوا معاً خیال آیا کہ **اعلیٰ حضرت** نے اُس دن اپنی ہی طرف اشارہ فرمایا تھا مگر میں سمجھ نہ سکا۔

وصال سے تقریباً پانچ سال پہلے کی ایک کیفیت :

حضرت مولانا جناب شاہ **عبدالسلام قادری** جبلپوری صاحب کے نام اپنے مکتوب محررہ سن 1335ھ میں تحریر فرماتے ہیں:

۔۔۔''فقیر کو بھی پانچ روز سے تپ (بخار) آئی ہے، تین روز (شدتِ بخار کی وجہ سے) غفلت رہی کل مسہل تھا، آج ببرکت دُعاءِ شافی (شفاء دینے والی دُعا کی برکت سے) بحمد اللہ بہت تخفیف ہے البتہ دماغ وصدر (سینے اور دماغ) پر نوازل (رطوبت کا اُترنا) کی کثرت ہے، حرارت بھی مقیم ہے اور ضعف بھی زائد''۔۔۔

(مکتوبات اعلیٰ حضرت از مولانا پیر محمود احمد صاحب مکتبہ نبویہ لاہور ص42)

وصال سے تقریباً چار سال پہلے کی کیفیت:

حضرت مولانا **ظفر الدین بہاری** صاحب کے نام اپنے مکتوب محررہ سن 1336ھ میں تحریر فرماتے ہیں:

۔۔۔''۲۲ ذی قعدہ سے آج ۲۲ ربیع الاول شریف تک کامل چار مہینے ہوئے کہ سخت علالت اُٹھائی، مدتوں مسجد کی حاضری سے محروم رہا، جمعہ کے لئے لوگ کرسی پر بٹھا کر لے جاتے اور لے آتے، ۱۱محرم شریف سے بارے (بالآخر مسجد کی) حاضری کا شرف پاتا ہوں، لوگ بازو پکڑ کر لے جاتے ہیں، نقاہت وضعف اب بھی بشدت ہے، دُعا کا طالب ہوں''۔۔۔

(مکتوبات اعلیٰ حضرت از مولانا پیر محمود احمد صاحب مکتبہ نبویہ لاہور ص65)

وصال سے تقریباً دو سال پہلے کی ایک کیفیت :

حضرت مولانا **ظفرالدین بہاری** صاحب کے نام اپنے مکتوب محررہ سن 1338ھ میں تحریر فرماتے ہیں:

۔۔۔''۱۲ربیع الاول شریف سے طبیعت ایسی علیل ہوئی کہ کبھی نہیں ہوئی تھی، ۔۔۔۔میں نے وصیت نامہ بھی لکھوا دیا تھا، مولیٰ تعالیٰ نے فضل کیا مرض زائل ہوا۔۔۔مگر آج دو مہینے کامل ہوئے، ضعف میں فرق نہیں، مسجد کو چار آدمی کرسی پر بٹھا کر لے جاتے اور کرسی پر لاتے ہیں''۔۔۔۔

(مکتوبات اعلیٰ حضرت از مولانا پیر محمود احمد صاحب مکتبہ نبویہ لاہور ص73)

وصال سے تقریباً ایک سال پہلے کی ایک کیفیت :

اُنہی ایام میں آپ حضرت مولانا محمود جان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام اپنے مکتوب میں کچھ یوں تحریر فرماتے ہیں:

''۔۔۔۔ساڑھے چار مہینے کے قریب ہوئے کہ آنکھ دکھنے آئی تھی، جب سے آج تک لکھنے پڑھنے کے قابل نہیں، مسائل سنتا جواب لکھوا دیتا، بارہویں کی شام سے علالتِ شدیدہ لاحق ہوئی کہ ایسی کبھی نہ ہوئی، یہاں تک کہ میں نے وصیت نامہ لکھوا دیا۔ اس کے بعد مولیٰ تعالیٰ نے اس بلائے شدید سے نجات بخشی۔

مگر بقیہ مرض اب تک ہے اور ضعف اس قدر شدید ہے کہ مسجد تک جانے میں تمام بدن میں درد ہونے لگتا ہے۔ دُعا کا حاجت مند ہوں اور آپ کے اور آپ کے گھر کے لئے دُعا کرتا ہوں''۔۔۔

(مکتوبات اعلیٰ حضرت از مولانا پیر محمود احمد صاحب مکتبہ نبویہ لاہور ص26)

وصال سے تقریباًدس ماہ پہلے کی کیفیت:

حضرت مولانا شاہ **عبدالسلام قادری** جبلپوری صاحب کے نام اپنے مکتوب محررہ 25 ربیع الاول سن 1339ھ میں تحریر فرماتے ہیں:

۔۔۔''دعائے جناب واحباب سے غافل نہیں، اگر چہ منہ دُعا کے قابل نہیں، اپنے عفو وعافیت کے لیے طالبِ دُعا ہوں کہ سخت محتاج دعائے صلحاء ہوں۔ اجل نزدیک اور عمل رکیک، (ادنیٰ)۔

''حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ اَلْوَکِیْل''

چار دن کم پانچ مہینے ہوئے آنکھ دُکھنے آئی، اور اس پر اطوارِ مختلفہ وارد ہوئے، ضعف قائم ہوگیا، سیاہ خیالات نظر آتے ہیں، آنکھیں ہر وقت نم رہتی ہیں، اول تو مہینوں لکھ پڑھ ہی نہ سکا، اب یہ ہے کہ چند منٹ نگاہ نیچی کیئے سے آنکھ بھاری پڑ جاتی ہے، کمزوری بڑھ جاتی ہے، پانچ مہینے سے مسائل در مسائل سب زبانی بتا کر لکھے جاتے ہیں۔

بارہویں ربیع الاول کی شام سے ایک ایسا مرض لاحق ہوا کہ عمر بھر نہ ہوا تھا،۔۔۔۔۔مولا تعالیٰ نے فضل فرمایا مگر ضعف بدرجہء غایت ہے، نوواں روز ہے بخار کا دورہ ہوا، ضعف کو اور قوت پہنچی، کئی روز تجربہ کیا مسجد تک جانے آنے کی تعب (مشقت) سے فوراً بخار آجاتا ہے، مجبورانہ کئی روز سے یہ ہے کہ کرسی پر بٹھا کر چار آدمی لے جاتے اور لاتے ہیں، ظہر پڑھ کر جاتا اور مغرب پڑھ کر آتا ہوں، طالبِ دُعا ہوں۔۔۔۔

(مکتوبات اعلیٰ حضرت از مولانا پیر محمود احمد صاحب مکتبہ نبویہ لاہور ص 47)

بھوالی کے پہاڑ پر تشریف آوری:

اعلیٰ حضرت (اپنی حیاتِ طیبہ کے آخری سالوں میں) اپنی علالت ونقاہت کے پیشِ نظر گرمیوں میں دو تین بار (بھوالی ضلع نینی تال کے) پہاڑ پر بھی تشریف لے گئے۔ اُس زمانے میں چونکہ رمضان المبارک گرمیوں میں پڑتے تھے اِس لئے روزہ رکھنے میں وہاں بڑی آسانی رہتی تھی

استاذ العلماء مولانا نعیم الدین صاحب نے یہ خیال (ظاہر) کیا کہ یہاں گرمی اور علالت ونقاہت کے سبب سے رمضان المبارک میں اُن پر روزوں کی فرضیت مشکوک ہو جاتی تھی اس لئے وہ روزوں سے کچھ قبل ہی (غایت تقویٰ کی بنا پر) پہاڑ پر تشریف لے جاتے تھے۔ (تاکہ وہاں کے ٹھنڈے موسم میں روزے رکھے جاسکیں)

اِسی دوران میں علاج کی طرف بھی توجہ فرماتے تھے کہ پہاڑوں کی آب وہوا اور مرض کی دوا دونوں کے اثر سے خداوندِ عالم اتنی توانائی دیدے کہ روزے کی فرضیت شک کے درجے سے نکل کر یقین کے مرتبہ میں آجائے، قرائن بتاتے ہیں کہ یہ سفر دو تین سال جاری رہا اور اور اُن کی عمر کے آخری رمضان المبارک تک مسلسل جاری رہا

آخری رمضان المبارک کی کیفیت:

مولانا ظفر الدین بہاری صاحب فرماتے ہیں۔۔۔

رمضان المبارک 1339ھ میں **اعلیٰ حضرت** بھوالی میں تشریف لے گئے، اس وجہ سے کہ فرائضِ الٰہیہ کی عظمت **اعلیٰ حضرت** کا قلب ایسا محسوس کرتا تھا جو اولیائے کاملین کا مخصوص حصہ ہے، گونا گوں امراض اور ضعف کی وجہ سے یہ طاقت نہ رکھتے تھے کہ موسمِ گرما میں روزہ رکھ سکیں، اسلیئے آپ نے اپنے حق میں یہ فتویٰ دیا تھا کہ ''پہاڑ پر سردی ہوتی ہے وہاں روزہ رکھ لینا ممکن ہے تو روزہ رکھنے کے لیے وہاں جانا استطاعت کی وجہ سے فرض ہوگیا''

اسی فتویٰ کی بنا پر **اعلیٰ حضرت** متعدد سال سے آخرِ شعبان کو بھوالی تشریف لے جاتے تھے اور رمضان کے روزے پورے فرما کر عید کا چاند دیکھتے ہی بریلی شریف تشریف لے آیا کرتے اور نمازِ عید الفطر بریلی شریف اپنی مسجد میں ادا فرمایا کرتے تھے۔۔۔

میں ان شآء اللہ تمھارا داغ نہ دیکھوں گا :

چنانچہ اِس (آخری) سال میں بھی حضور کوہ بھوالی ماہِ رمضانُ المبارک شریف میں تشریف رکھتے تھے اور آپ کی منجھلی صاحبزادی مرحومہ بغرضِ علاج نینی تال میں مقیم تھیں، یہ کم و بیش تین برس سے علیل تھیں اور ایسی سخت کہ بارہا مایوسی ہو چکی تھی۔

جب نمازِ عید پڑھانے کے لیے اِس سال نینی تال تشریف لانا ہوا تو صاحبزادی صاحبہ نے اشتدادِ مرض کی کیفیت عرض کی، آپ نے چلتے وقت فرمایا کہ "میں **ان شآء اللہ** تمہارا داغ نہ دیکھوں گا" حالانکہ وہ بہت زیادہ بیمار تھیں اور حضورِ والا کے بعد صرف 27 ہی روز زندہ رہیں، 23 ربیع الاول شریف 1340ھ میں سفرِ آخرت اختیار کیا، حضرتِ حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب قبلہ نے اُن مرحومہ کی تاریخِ وصال فی البدیہہ کہی "**رحمۃ اللہ علیہا واسعہ**"

چراغِ سحر :

جناب سید ایوب علی صاحب فرماتے ہیں کہ:

دورانِ قیام کوہِ بھوالی حضور کا ایک "مفاوضہ (خط) عالیہ" فقیر (جناب سید ایوب علی صاحب) کے نام آتا ہے، آخر میں اسمِ گرامی سے پہلے تحریر فرماتے ہیں "چراغِ سحر بلکہ آفتاب سرِ کوہ"

گویا اپنے وصال کی خبر دے رہے تھے کہ چراغ بجھنے کو ہے اور آفتاب چھپنے کو ہے۔

وصال سے کچھ دن پہلے کی ایک کیفیت:

حضرت مولانا شاہ **عبدالسلام قادری** جبلپوری صاحب کے نام اپنے مکتوب محررہ 9 صفر المظفر 1340ھ (اپنے وصال سے صرف سولہ دن پہلے) میں تحریر فرماتے ہیں:

بھوالی میں 19 ذی الحجہ سے چار روز مجھے شدید بخار آیا، پانچویں دن درد پہلو پیدا ہوا، پھر وہ دردِ جگر میں متبدل ہوا، 7 محرم کا دن تھا اور آٹھویں شب جیسی گذری۔

"**اَلحَمدُ لِرَبِّی عَلٰی کُلِّ حَال وَاَعُوْذُ بِہٖ مِنْ حَولِ اَھلِ النَّارِ**"

وہاں نہ کوئی طبیب نہ کچھ دوسرا، اوپر کی سانس کے ساتھ (دردیں) اوپر جاتی تھیں، یہ معلوم ہوتا تھا کہ جگر کی رگیں اوپر کھنچی چلی آئی ہیں اور نیچے کی سانس کے ساتھ نیچے جاتی تھیں،۔۔۔۔ بائیس دن میں بازو کا گوشت صحیح پیمائش سے سوا انچ گھل گیا۔۔۔۔ چودہ محرم کو پہاڑ سے واپس آیا۔۔۔۔ لاری میں میرے لیے پلنگ بچھا کر لائے۔۔۔۔ عشاء سے ظہر تک کی نمازوں کو چار آدمی کرسی پر بٹھا کر مسجد میں

لے گئے ۔۔۔عصر بھی مسجد میں ادا کی ، پھر بخار اور اب تک مسجد جانے کی طاقت نہ رہی ۔۔۔ پندرہ روز سے اسہال شروع ہوئے اُس نے بالکل گرادیا، نماز کی چوکی پلنگ کے برابر لگی ہے اس پر بیٹھے بیٹھے جانا تین تین بار ہمت سے ہوتا ہے۔ **اَلْحَمْدُلِلّٰہ** کہ اب تک فرض ووتر اور صبح کی سنتیں بذریعہء عصا کھڑے ہی ہو کر پڑھتا ہوں مگر جو دشواری ہوتی ہے دل جانتا ہے۔

آٹھویں دن جمعہ کی حاضری تو ضرور ہے، مکان سے مسجد تک کرُسی پر جانے میں وہ تعب ہوتا ہے کہ بیٹھ کر سنتیں بھی بدقتِ تمام پڑھی جاتی ہیں اور اس تھکان سے عشاء تک بدن چور رہتا ہے۔ نبض کی یہ حالت ہے کہ ایک ایک منٹ میں چار چار مرتبہ رُک جاتی ہے۔۔۔

یہ سب حالات میں نے شکرِ نعمتِ الٰہی وطلبِ دُعا کے لیے لکھے ہیں۔۔۔ یہ خط صبح سے رات کے گیارہ بجے تک متفرق اوقات میں لکھوا پایا۔

(مکتوبات اعلیٰ حضرت از مولانا پیر محمود احمد صاحب مکتبہ نبویہ لاہور ص51)

رحلت کے آثار اور وصایا

کوہِ بھوالی سے مراجعت:

کوہِ بھوالی سے مراجعت 14 محرم الحرام 1340ھ کو ہوئی، آپ کے پیرومرشد سیدنا شاہ آل رسول صاحب قادری برکاتی مارہروی کے عرس شریف کا زمانہ قریب ہی گزر چکا تھا جو کہ آپ ہر سال 18-17-16 ذی الحجۃ الحرام کو کیا کرتے تھے۔

لہٰذا واپس آنے پر (تاخیر سے) یہ تقریب منائی گئی اور چونکہ نقاہت اس درجہ تھی کہ خدّ ام کرسی پر بٹھا کر پانچوں وقت مسجد میں لے جاتے تھے، لہٰذا ''قل شریف'' کے لیے کاشانہء اقدس کے اندر ہی انتظام ہوا۔۔۔

وعظ کی آخری مجلس:

وعظ کی اس آخری مجلس میں آپ نے جو ایمان افروز تقریر فرمائی اس کا اقتباس ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

''**پیارے بھائیو! لَا اَدرِی مَابَقَائِی فِیکُم** مجھے معلوم نہیں کہ میں کتنے دن تمہارے اندر ٹھہرونگا۔ تین ہی وقت ہوتے ہیں **بچپن، جوانی ، بڑھاپا**۔۔۔ بچپن گیا جوانی آئی ۔۔۔ جوانی گئی بڑھاپا آیا۔۔۔ اب کون سا چوتھا وقت آنے والا ہے جس کا انتظار کیا جائے ۔۔۔ ایک موت ہی باقی ہے۔۔۔ اللہ عزوجل قادر ہے کہ ایسی ہزار مجلسیں عطا فرمائے اور آپ سب لوگ ہوں اور میں آپ لوگوں کو سناتا رہوں مگر بظاہر اب اس کی اُمید نہیں۔۔۔

تم بھولی بھیڑیں ہو:

اے لوگو! تم پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی بھولی بھیڑیں ہو اور بھیڑیئے تمہارے چاروں طرف ہیں۔۔۔ وہ چاہتے ہیں کہ تمہیں بہکائیں، تمہیں فتنہ میں ڈال دیں۔۔۔ تمہیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں۔۔۔ ان سب سے بچو اور دور بھاگو۔۔۔ دیوبندی،

رافضی، نیچری، قادیانی، چکڑالوی یہ سب فرقے بھیڑیئے ہیں۔۔۔تمہارے ایمان کی تاک میں ہیں۔۔۔ان کے حملوں سے ایمان کو بچاؤ۔۔۔

یہ نور ہم سے لے لو:

حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم اللہ عزوجل کے نور ہیں۔۔۔حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے صحابہء کرام روشن ہوئے۔۔۔ صحابہء کرام سے تابعین روشن ہوئے۔۔۔تابعین سے تبع تابعین روشن ہوئے۔۔۔اُن سے ائمہء مجتہدین روشن ہوئے۔۔۔ان سے ہم روشن ہوئے۔۔۔اب ہم تم سے کہتے ہیں یہ نور ہم سے لے لو۔۔۔ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ تم ہم سے روشن ہو۔۔۔

دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو:

وہ نور یہ ہے کہ۔۔۔

اللہ ورسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی سچی محبت، ان کی تعظیم اور ان کے دوستوں کی خدمت اور ان کی تکریم اور ان کے دُشمنوں سے سچی عداوت۔۔۔

جس سے **اللہ ورسول** صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہوفوراً اُس سے جدا ہو جاؤ۔۔۔جس کو بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم میں ذرا بھی گستاخ دیکھو، پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو اپنے اندر سے اسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔۔۔

میں پونے چودہ برس کی عمر سے یہی بتاتا رہا اور اس وقت پھر یہی عرض کرتا ہوں۔۔۔اللہ تعالیٰ ضرور اپنے دین کی حمایت کے لئے کسی بندے کو کھڑا کردے گا، مگر نہیں معلوم میرے بعد جو آئے کیسا ہو اور تمہیں کیا بتائے۔۔۔اس لئے ان باتوں کو خوب سن لو حجۃ اللہ قائم ہو چکی۔۔۔اب میں قبر سے اٹھ کر تمہارے پاس بتانے نہ آؤں گا۔۔۔جس نے اسے سُنا اور مانا قیامت کے دن اس کے لئے نور ونجات ہے اور جس نے نہ مانا اس کے لئے ظلمت وہلاکت ہے۔۔۔یہ تو خدا ورسول کی وصیت ہے جو یہاں موجود ہیں سنیں اور مانیں اور جو یہاں موجود نہیں تو حاضرین پر فرض ہے کہ غائبین کو اس سے آگاہ کردیں۔۔۔

آپ کے حقوق میں جو فروگزاشت ہوئی ہو وہ سب معاف کردیں:

اور دوسری میری وصیت یہ ہے کہ آپ حضرات نے مجھے کبھی کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچنے دی۔۔۔میرے کام آپ لوگوں نے خود کئے مجھے نہ کرنے دئے۔۔۔اللہ تعالیٰ آپ سب صاحبوں کو جزائے خیر دے۔۔۔مجھے آپ صاحبوں سے امید ہے کہ قبر میں اپنی جانب سے کسی قسم کی تکلیف کے باعث نہ ہوں گے۔۔۔

میں نے تمام اہلسنت کو اپنے حقوق لوجہ اللہ معاف کردیے ہیں۔۔۔آپ لوگوں سے بھی دست بستہ عرض ہے کہ مجھ سے جو کچھ آپ

کے حقوق میں فروگزاشت ہوئی ہووہ سب معاف کردیں۔۔۔اور حاضرین پر میرا فرض ہے کہ جو حضرات یہاں موجود نہیں، ان سے میری طرف سے معافی کرالیں۔۔۔

ختمِ جلسہ کے وقت فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کے کرم سے اِس گھر سے فتوے نکلتے نوے (90) برس سے زائد ہوگئے۔۔۔ میرے دادا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مدتُ العمر یہ کام کیا۔۔۔جب وہ تشریف لے گئے تو اپنی جگہ میرے والدِ ماجد کو چھوڑا۔۔۔میں نے چودہ سال کی عمر میں اُن سے یہ کام لے لیا۔۔۔پھر چند روز بعد امامت بھی اپنے ذمہ کرلی۔۔۔غرض کہ میں نے اپنی صغرسنی میں کوئی بار (وزن) اُن پر نہ رہنے دیا۔۔۔

جب انہوں نے رحلت فرمائی تو مجھے چھوڑا۔۔۔اور اب میں تم تینوں کو چھوڑتا ہوں۔۔۔تم ہو (یہ خطاب خلفِ اکبر مولانا محمد حامد رضا خان صاحب سے تھا) ''مصطفیٰ رضا'' ہیں۔۔۔تمہارا بھائی ''حسنین'' ہے۔۔۔سب مل کر کام کروگے، تو خدا کے فضل سے کرسکو گے۔۔۔اللہ تمہاری مدد فرمائے گا۔ اِس بیان کے بعد اپنے پس ماندوں کے حق میں خدمتِ دین وترقیٔ علم کی دعا فرمائی کہ:

''اے اللہ! تو اِن ناتواں ہاتھوں کی لاج رکھ لے جو ہمیشہ تیرے ہی آگے پھیلے ہیں''

لوگ دھاڑیں مارمار کر رونے لگے :

آخر میں یہ بھی فرمایا کہ آئندہ ہمیں تمھیں شاید ایسا موقع نہ ملے۔۔۔اس لئے جو یہاں موجود ہیں وہ بغور سنیں اور جو موجود نہیں ہیں اُنہیں میرے الفاظ پہنچادیں۔

اِس پر سارا جلسہ بدحواس ہوکر رونے لگا، پھر تسکین دی اور فرمایا کہ خدا تعالیٰ میں سب قدرت ہے وہ چاہے تو ہم تم اسی طرح بارہا جمع ہوں۔ غرضیکہ آج لوگ متنبہ ہوگئے کہ آپ اب ہم میں رہنے والے نہیں۔ اِن مبارک وصایا نے مجمع پر ایسا گہرا اثر ڈالا کہ لوگ دھاڑیں مار کر روئے، لوگوں کا اُس روز بلک بلک کر رونا عمر بھر یادرہے گا۔

اب لوگوں نے بیعت ہونے کی جلدی کی :

اب لوگوں نے بیعت ہونے کی جلدی کی، ہر وقت ''آستانۂ رضویہ'' پر مرید ہونے والے مردوں اور عورتوں کا جم غفیر رہنے لگا، حکم دیا کہ میری طرف سے مردوں کو ''حجۃ الاسلام'' مولانا **حامد رضا خان** صاحب مرید کریں اور عورتوں کو ''مفتیٔ اعظم'' مولانا **مصطفیٰ رضا خان** بیعت کریں۔ یہ سلسلہ روزِ وفات تک برابر جاری رہا۔ باہر کے لوگوں کو معلوم ہوا تو وہ بھی آکر بیعت ہوئے۔۔۔

خود روتے دوسروں کو رلاتے :

ابتدائے علالت سے یہ دستور رہا کہ جب لوگ اندر مکان میں حاضر ہوتے تو سلام ودست بوسی کے بعد صرف ایک شخص مزاج پرسی کرتا، آپ شکر ادا کرتے اور مختصر حال بیان فرمادیتے، اِس دوران میں اگر کوئی مسئلہ دریافت کرتا اُس کا جواب دیتے، صبر وشکر کی تلقین

فرماتے اور اِن مجالسِ عیادت میں سفرِ آخرت کا زیادہ ذکر رہتا، خود روتے دوسروں کو رلاتے اور سرکار دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی یاد تو مدت العمر ان کی ہر صحبت میں ہر تقریر کا موضوع ہی رہی، وہ موقع بموقع ضرور ہوا کرتی۔

دورانِ علالت کی صحبتوں میں یہ بھی بار ہا فرمایا کہ رب العزت کا فضل مانگو وہ اگر عدل کرے تو ہمارا تمھارا کہیں ٹھکانہ نہ لگے، اولیائے کرام کے قصص اکثر مثال کے طور پر پیش فرماتے۔۔۔ آیتِ کریمہ۔۔۔

''وَيُطَافُ عَلَيهِم بِاٰنِيَةٍ مِّن فِضَّةٍ وَّاَكوَابٍ ''

بسا اوقات نماز میں تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ (کیونکہ اسی آیت میں آپ کے وصال کے اعداد ہیں)

مسجد کی حاضری نہ چھوڑی:

مولانا امجد علی اعظمی صاحب فرماتے ہیں:

اعلیٰ حضرت قبلہ کی علالت روز بروز بڑھتی رہی، بھوالی سے تشریف لائے تو کمزوری اتنی تھی کہ مسجد میں آدمی اور لاٹھی کے سہارے سے جو پہلے جایا کرتے تھے وہ بھی اب نہیں ہوسکتا تھا۔ کرسی میں ڈنڈے باندھ دیئے گئے، اس پر بٹھا کر لوگ اٹھا کر مسجد پہنچاتے کیونکہ اعلیٰ حضرت ہمیشہ مسجد ہی میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ بیماری کی وجہ سے بھی مسجد جانا نہیں چھوڑا کرتے تھے۔ پچھلا جمعہ ادا کرنے کے بعد یہ ارشاد فرمایا کہ اب آئندہ جمعہ ملنے کی امید نہیں۔ اب مکان کے اندر ہی نماز ادا فرماتے۔ مگر باوجود کمزوری کے نماز کھڑے ہو کر ہی ادا کرتے تھے۔ لوگ پکڑ کر کھڑا کر دیا کرتے تھے پھر چھوڑ دیتے اور فرض نماز اپنے آپ قیام کے ساتھ ادا فرماتے تھے۔ سنتیں بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے۔ شاید آخر میں دو چار نمازیں ہی ہوں جن کو بیٹھ کر ادا کیا ہو۔

(تذکرہ اعلیٰ حضرت بزبان صدر الشریعہ ص61)

مجھے خدا کے لیے معاف کر دو یا مجھ سے کوئی بدلہ لے لو:

اِنہی ایام میں سید جعفر شاہ پھلواروی اور ان کے بھائی شاہ غلام حسنین صاحب اجمیر شریف سے واپسی پر بریلی رکے، پھر یہاں سے لکھنؤ جانے کا ارادہ کیا، آگے کی روداد انھی سے سنتے ہیں۔۔۔

ہم دونوں یہاں سے لکھنؤ پہنچنے کے ارادے سے ریلوے اسٹیشن کے لیے روانہ ہوئے، بگھی ابھی راستے ہی میں تھی کہ ٹرین نے سیٹی دی اور چل پڑی (یوں ٹرین چھوٹ گئی)، جمعہ کا دن تھا، دریافت سے معلوم ہوا کہ اب بریلی میں کسی جگہ جمعہ نہیں مل سکتا، صرف ایک جگہ مل سکتا ہے جہاں خاصی تاخیر سے جمعہ ہوتا ہے۔

ہم لوگ اطمینان سے وضو کر کے روانہ ہوئے اور اُس مسجد میں پہنچ کر دوسری صف میں بیٹھ گئے، مسجد بڑی جلدی پُر ہوگئی۔ ذرا دیر کے بعد دیکھا کہ ساری مسجد کے لوگ کھڑے ہوگئے اور فضا درود کی آواز سے گونج گئی، دیکھا کہ ایک کرسی پر ایک بزرگ جلوہ افروز ہیں اور چند آدمی کرسی کو اٹھائے چلے آرہے ہیں۔

اگلی صف میں وہ ضعیف اور بیمار آدمی آکر بیٹھ گیا۔ اذان ہوئی خطبہ ہوا، اور نماز کے لیے وہ بیمار کھڑا ہوا تو اپنے ہاتھوں سے مضبوطی کے

ساتھ اپنا عصا پکڑے ہوئے تھا، سجدہ ہوتا تو عصا زمین پر رکھ دیتا اور قیام کے وقت پھر عصا سنبھال لیتا۔

نماز ہوئی، سنتیں ہوئیں، تو دیکھا کہ ایک بڑا گاؤ تکیہ اُسی مسجد میں لا کر رکھ دیا گیا، جس سے ٹیک لگا کر وہ بیمار نیم دراز ہو گیا، میانہ قد ۔۔۔سر پر ہلکا بادامی عمامہ غالبًا ٹسر کا ۔۔۔جسم پر عبا ۔۔۔داڑھی لمبی گھنی اور سفید ۔۔۔رنگ گندمی ۔۔۔جسم دوہرا مگر اُس وقت دبلا ۔۔۔آواز رعب دار لیکن اس وقت رقت انگیز ۔۔۔اس کے بعد بیعت کا سلسلہ شروع ہوا ۔۔۔اور بیعت کے بعد اُس ضعیف مریض نے اپنی نحیف مگر درد و اثر بھری آواز میں چند وداعی کلمات کچھ اس طرح کہے:

''میری طرف سے تمام اہلِ سنت مسلمانوں کو سلام پہنچادو ۔۔۔اور میں نے کسی کا کوئی قصور کیا ہو تو میں بڑی عاجزی سے اس کی معافی مانگتا ہوں ۔۔۔مجھے خدا کے لیے معاف کر دو یا مجھ سے کوئی بدلہ لے لو'' وغیرہ وغیرہ ۔۔۔

اس وقت حاضرین چاروں طرف سے اس ضعیف کو گھیرے ہوئے تھے اور سب کے سب متاثر ہو رہے تھے، کوئی سسکیاں بھر رہا تھا اور کوئی خاموش رو رہا تھا، میں ذرا سخت دل واقع ہوا ہوں، اِس لیے میں نے کوئی اثر قبول نہ کیا، لیکن میرے بھائی جو بڑے رقیق القلب تھے، ان وداعی کلمات سے خاصے متاثر ہوئے جس کا اظہار انہوں نے واپسی میں کیا یہی پیرِ ضعیف تھے حضرت **مولانا احمد رضا خان بریلوی**

(امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات از یٰسین اختر مصباحی مطبوعہ مکتبہ فرید بکسٹال لاہور ص199)

آج کرسی پر حاضری ہوئی ہے آئندہ چارپائی پر ہوگی :

جمعہ ءوصال سے ماقبل جمعہ میں حاضری ءمسجد میں صاف ارشاد فرما دیا کہ:

''آج کرسی پر حاضری ہوئی ہے آئندہ جمعہ چارپائی پر ہوگی''

یوم وفات سے دو روز قبل کی کیفیت:

یومِ وفات سے دو روز قبل چہار شنبہ (بدھ) کے روز **اعلیٰ حضرت** پر تپ لرزہ (سردی کے بخار) کا حملہ محسوس ہوا، اِس سے دفعتہً کمزوری بڑھ گئی اور اتنی بڑھی کہ نبض غائب ہو گئی، اُس وقت جناب حکیم حسین رضا خاں صاحب بھی حاضر تھے ان سے فرمایا کہ ''نبض تو دیکھو'' انہوں نے نبض دیکھی تو وہ ڈوب چکی تھی، اُنہوں نے گھبرا کر عرض کیا کہ کمزوری کے سبب نبض نہیں ملتی۔ فرمایا'' آج کیا دن ہے؟'' حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا'' چہار شنبہ'' (بدھ) ہے، اِس پر فرمایا'' جمعہ پرسوں ہے'' اور یہ فرما کر کفِ افسوس ملتے جاتے اور'' **حَسبُنَا اللّٰہُ وَنِعمَ الوَکِیل** '' پڑھتے جاتے ۔۔۔

میں (مولانا حسنین رضا خان) اُس وقت حاضر تھا۔ کہنے والے نے میرے دل میں فوراً کہہ دیا کہ **امام اہلسنت** جمعہ کو ہم میں رہنے والے نہیں ۔۔۔

یہ سب کچھ اُن کا پیارا رب دیکھ رہا تھا جس نے اس کمزوری کے حملے کو آن کی آن میں دفع فرمایا اور طبیعت بدستور سہولت پر آ گئی۔ اب

حاضرین رخصت ہونے لگے پھر دو دن طبیعت خوشگوار رہی ،شبِ پنجشنبہ (جمعرات) کو اہلِ خانہ نے چاہا کہ جاگیں ،شاید کوئی ضرورت ہو، آپ نے منع فرمادیا، جب انہوں نے زیادہ اصرار کیا تو ارشاد فرمایا:

''**ان شآءاللہ** یہ رات وہ نہیں ہے جو تمہارا خیال ہے تم سب سو رہو''

یہاں تک کہ جمعہ کے روز نمازِ فجر کے بعد مزاج پرسی کے لیے لوگ اندر گئے تو **اعلیٰ حضرت** قبلہ کو کافی پرسکون پایا۔

وصال سے ایک روز قبل بھی فتویٰ لکھوایا:

مولانا امجد علی اعظمی صاحب فرماتے ہیں:

اعلیٰ حضرت کے وصال سے ایک روز قبل میرے پاس ایک استفتاء آیا جس میں مجھے کچھ دشواری پیش آئی اور صحیح بات کی طرف ذہن منتقل نہ ہوتا اور جو بات ذہن میں آئی مخدوش نظر آتی۔ میں حاضرِ آستانہ ہوا، پردہ کرواکر حضور کی خدمت میں پہنچا۔ مزاج پُرسی وغیرہ کے بعد استفتاء کا مضمون عرض کیا اور یہ بھی کہ اس کا جواب کیا ہونا چاہئے؟ اس کا جواب ارشاد فرمایا پھر میں نے عرض کیا یہ حکم کس کتاب میں اور کس مقام پر ہے؟ فرمایا: ''بحر الرائق'' میں فلاں مقام پر، اس کے بعد فرمایا: آج میری لڑکی میرے سامنے آئی بہت دیر تک میں سوچتا رہا، اس کا نام مجھے یاد نہیں آتا تھا۔ اب میرے دماغ کی یہ حالت ہے مگر الحمد للہ کہ دینی عقائد و مسائل اور بدمذہبوں کے جملہ مضامین میرے پیش نظر ہیں۔ ان باتوں کیلئے مجھے غور وخوض کی حاجت نہیں۔ کسی بدمذہب کو کس بارے میں عاجز کیا جاسکتا ہے؟ اس کی دکھتی رگ کونسی ہے؟ اب بھی بلا تامل بتا سکتا ہوں۔

میں نے سمجھ لیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو خدمت آپ کے سپرد فرمائی ہے وہ آپ اخیر وقت تک انجام دیتے رہیں گے۔

(تذکرہ اعلیٰ حضرت بزبان صدر الشریعہ ص46)

یومِ وصال اور طبیعت کی بحالی:

مولانا حسنین رضا خان صاحب مزید تحریر فرماتے ہیں ---

25 صفر 1340ھ کو لوگ بعد نمازِ فجر حسبِ معمول مزاج پرسی کے لیے ملنے آئے تو **اعلیٰ حضرت** کی طبیعت اس قدر شگفتہ اور بحال تھی، لوگوں کو مسرت ہوئی اور یہی حالت رحلت تک رہی۔

میں یہاں سے صحت کی خوشخبری سنانے مدرسہ میں مولوی اکرام الحق صاحب گنگوہی (مدرس مدرسہ ''منظر اسلام'' جو خیرآبادی خاندان میں مولانا حکیم برکات احمد صاحب ٹونکی مرحوم کے شاگرد رشید تھے، معقول وفلسفہ وکتبِ اصول بہت اچھی پڑھاتے تھے اور **اعلیٰ حضرت** کے چاہنے والوں میں سے تھے) کے پاس گیا تو اُن کو اُن کے بستر پر رضائی میں منہ لپیٹے روتے ہوئے پایا۔ میں نے اُن سے کہا کہ:

اعلیٰ حضرت کو آج آثارِ صحت شروع ہوگئے تو آپ دیکھنے بھی نہ گئے، اس پر اُنکی سسکی بندھ گئی اور وہ اور زیادہ رونے لگے، میں نے

انھیں چپ کرایا اور رونے کی وجہ دریافت کی، اُنہوں نے اپنا ایک خواب سنایا کہ میں نے آج ہی صبح صادق کے وقت دیکھا ہے کہ بہت سے علماء واولیاء ایک جگہ جمع ہیں اور وہ سب رنجیدہ اور مغموم معلوم ہوتے ہیں، میں نے رنج وغم کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ: آج **مولانا احمد رضا خان** صاحب دُنیا سے رخصت ہو رہے ہیں۔ اندازِ بیان سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ اس دورِ نا ہنجار میں **اعلیٰ حضرت** کا دُنیا سے جانا اُن حضرات پر بھی گراں تھا، اُن میں بعض ہمارے دَور کے وہ حضرات بھی تھے جنھیں میں نے پہچانا، میں نے اُن کی زیارت کی ہوئی ہے۔

میں مولوی اِکرام الحق صاحب مرحوم کے اس خواب کو خواب وخیال کہہ کر ٹالتا رہا اور ان کے دل سے اس صدمہ کو ہٹاتا رہا، بالآخر اُنہوں نے مجھ سے کہہ دیا کہ میں علماء وصلحاء کے اس جم غفیر کے مقابلے میں آپ کے تخمینی خیال کی تائید نہیں کرسکتا۔

جمعہ کے روز صبح سے سفر آخرت کی تیاریاں ہوتی رہیں:

اِس جمعہ کو بھی مجلس تذکیر دیر تک رہی آج بھی لوگ پند ونصائح کے انمول موتیوں سے دامنِ مراد بھر کے لوٹے۔۔۔تھوڑی دیر کے لئے ہم سب یہ سمجھے کہ آج صحت کی طرف طبیعت کا صحیح قدم اٹھا ہے۔۔۔ یہ کوئی نہ جانتا تھا کہ **اعلیٰ حضرت** جو کچھ اظہارِ طمانیت فرما رہے ہیں وہ صرف ہم سب کا غم غلط کرنے کو کر رہے ہیں، درحقیقت آج ہی اُن کی روانگی ہے۔۔۔ یہ تو جب **معلوم** ہوا کہ جب انہوں نے اپنی روانگی کے پروگرام پر عمل درآمد شروع کر دیا۔۔۔

سب سے پہلے آپ نے ''**مفتیٔ اعظم**'' سے کل جائیداد کا وقف نامہ لکھوایا، خود اِس کا مضمون بولتے جاتے اور حضرت **مفتیٔ اعظم** لکھتے جاتے، جب وقف نامہ لکھا گیا تو خود ملاحظہ فرما کر دستخط ثبت فرمادیئے۔

جائداد کی چوتھائی آمدنی مصرفِ خیر میں رکھی:

''وقف نامے'' میں جائیداد کی چوتھائی آمدنی مصرفِ خیر میں رکھی اور تین چوتھائی آمدنی بحصصِ شرعی ورثاء پر تقسیم فرمادی۔

آج صبح سے کچھ نہ کھایا تھا، خشک ڈکار آئی، حکیم حسین رضا خان حاضرِ خدمت تھے، اُن سے فرمایا کہ: معدہ بفضلہٖ تعالیٰ بالکل خالی ہے، ڈکار خشک آئی ہے، اس پر بھی احتیاطاً ایک مرتبہ وصال سے کچھ قبل چوکی پر تشریف لے گئے۔۔۔

اَب گھڑی سامنے رکھوالی:

اَب گھڑی سامنے رکھوالی، (گویا آپ اپنے وصال کے لحہ لحہ سے باخبر تھے) اب سے جو کام کرتے تو پہلے وقت دیکھ لیتے۔۔۔ شروع نزع سے کچھ قبل فرمایا کہ کارڈ، لفافے، روپیہ، پیسہ کوئی تصویر اس دالان میں نہ رہے۔۔۔ جنب یا حائضہ نہ آنے پائے۔۔۔ کتا مکان میں نہ آئے۔۔۔ سورۂ یٰسین اور سورۂ رعد بآواز پڑھی جائیں۔۔۔ کلمۂ طیبہ سینہ پر دم آنے تک متواتر با آواز بلند پڑھا جائے۔۔۔ کوئی چلا کر بات نہ کرے۔۔۔ کوئی رونے والا بچہ مکان میں نہ آئے۔۔۔ بعدِ قبضِ روح فوراً نرم ہاتھوں سے آنکھیں بند کر دی جائیں ''**بِسمِ اللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُولِ اللّٰہ**'' کہہ کر۔۔۔ نزع میں سرد پانی ممکن ہو تو برف کا پانی پلایا جائے۔۔۔ ہاتھ پاؤں وہی پڑھ کر سیدھے کر

دیئے جائیں۔۔۔اصلاً کوئی نہ روئے۔۔۔وقتِ نزع میرے اور اپنے لئے دُعائے خیر مانگتے رہو۔۔کوئی بُرا کلمہ زبان سے نہ نکلے کہ فرشتے آمین کہتے ہیں۔۔۔جنازہ اٹھنے پر خبردار کوئی آواز نہ نکلے۔۔۔غسل وغیر سب مطابقِ سنت ہو۔۔۔جنازہ میں بلاوجہِ شرعی تاخیر نہ ہو۔۔۔جنازے کے آگے کوئی شعر میری مدح کا ہرگز نہ پڑھا جائے۔۔۔قبر میں بہت آہستگی سے اتاریں۔۔۔داہنی کروٹ پر وہی دعا پڑھ کر لٹائیں۔۔۔نرم مٹی کا پشتارہ لگائیں۔۔۔جب تک قبر تیار ہو۔۔۔

سُبۡحٰنَ اللّٰهِ وَالحَمدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكبَر اَللّٰهُمَّ ثَبِّت عُبَيدَكَ هٰذا بَالقَولِ الثَّابِتِ بِجَاهِ نَبِيِّكَ صَلَّى اللّٰهُ تَعالىٰ عَلَيهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم

پڑھتے رہیں۔۔۔اناج قبر پر نہ لے جائیں، یہیں تقسیم کردیں وہاں بہت غل ہوتا ہے اور قبروں کی بے حرمتی۔۔۔بعدِ تیاری قبر کے سرہانے ''الٓمّٓ'' تا ''**مُفلِحُون**'' پائنتی ''**اٰمَنَ الرَّسُولُ**'' تا آخرِ سورۃ (بقرہ) پڑھیں۔۔۔اور سات بار بآواز بلند حامد رضا اذان کہیں۔۔۔اور متعلقین میرے مواجہہ میں کھڑے ہو کر تین بار تلقین کریں۔۔۔پھر اعزہ واحباب چلے جائیں۔۔۔ہو سکے تو ڈیڑھ گھنٹے میری مواجہہ میں درود شریف ایسی آواز سے پڑھتے رہیں کہ میں سنوں۔۔۔پھر مجھے ارحمُ الراحمین کے سپرد کر کے چلے جائیں۔۔۔اگر ہو سکے تو تین شبانہ روز کامل پہرے کے ساتھ دوعزیز دوست مواجہہ میں قرآنِ مجید آہستہ آہستہ یا درود شریف ایسی آواز سے بلا وقفہ پڑھتے رہیں کہ اللہ چاہے تو اس نئے مکان میں میرا دل لگ جائے۔۔۔(اور ہوا بھی یہی کہ جس وقت وصال فرمایا اس وقت سے غسل تک قرآن کریم بآواز برابر پڑھا گیا اور پھر تین شبانہ روز قبرانور پر بلا توقف مواجہہ میں مسلسل تلاوت جاری رہی)۔۔۔کفن پر کوئی دوشالہ یا قیمتی چیز یا شامیانہ نہ ہو۔۔۔غرضیکہ کوئی بات خلافِ سنت نہ ہو۔۔۔

مرتے دم غرباء کی یاد:

فاتحہ کے کھانے سے اغنیا کو کچھ نہ دیا جائے۔۔۔صرف فقراء کو دیں اور وہ بھی اعزاز اور خاطر داری کے ساتھ، نہ کہ جھڑک کر، غرض کوئی بات خلافِ سنت نہ ہو۔۔۔

اعلیٰ حضرت اُن اَبرار میں سے تھے جو آیۂ کریمہ:

وَفِی اَموَالِهِم حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالمَحرُومِ

کے مصداق ہیں، حضورِ والا کو مدّتُ العمر غرباء سے محبت رہی، اُن کی امداد واعانت فرماتے رہے اور وقتِ وصال بھی اُنہیں کا خیال ہے کہ اُنکے مرغوب کھانے اُنہیں پہنچاتے رہے، شانِ کرم ملاحظہ کیجیے۔۔۔

اَعزّہ سے اگر بطیّبِ خاطر ممکن ہو، فاتحہ میں ہفتہ میں دو تین بار اِن اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیا کریں۔۔۔دودھ کا برف خانہ ساز۔۔۔ اگرچہ بھینس کے دودھ کا ہو۔۔۔مرغ کی بریانی۔۔۔مرغ پلاؤ۔۔۔خواہ بکری کا (پلاؤ) ہو۔۔۔شامی کباب۔۔۔ پراٹھے۔۔۔اور

بالائی فیرنی ۔۔۔ اُرد کی بھری دال مع ادرک ولوازم ۔۔۔ گوشت بھری کچوریاں ۔۔۔ سیب کا پانی (جوس) ۔۔۔ انار کا پانی (جوس) ۔۔۔ سوڈے کی بوتل ۔۔۔ دودھ کا برف (جما ہوا دودھ،) ۔۔۔ اگرچہ روزانہ ایک چیز ہو یوں کر دیا کریں یا جیسے مناسب جانو ۔۔۔ مگر بطیبِ خاطر (خوش دلی سے) ہو ۔۔۔ میرے لکھنے پر مجبوراً نہ ہو ۔۔۔ (دودھ کا برف دوبارہ پھر بتایا، چھوٹے مولانا نے عرض کیا'' اسے تو حضور پہلے لکھا چکے ہیں فرمایا پھر لکھو، ان شآءاللہ مجھے میرا رب سب سے پہلے یہی عطا فرمائے گا اور ایسا ہی ہوا کہ ایک صاحب وقتِ دفن بلا اطلاع دودھ کا برف خانہ ساز لے آئے)

زندگی کی آخری تحریر:

25 صفر المظفر 1340ھ بروز جمعۃ المبارک 12 بج کر 21 منٹ پر یہ وصایا قلمبند ہوئے جن کو ملاحظہ فرما کر آپ نے اپنے دستِ مبارک سے دستخط فرمائے اور حمد و درود شریف تحریر فرمائے۔

وَاللّٰهُ شَهِيدٌ وَلَهُ الحَمدُ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعالیٰ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ عَلیٰ شَفِيعِ المُذنِبِينَ وَآلِهٖ الطَّيِّبِينَ وَصَحبِهٖ المُكَرَّمِينَ وَابنِهٖ وَحِزبِهٖ اِلیٰ اَبَد الآبِدِينَ وَالحَمدُ لِلّٰهِ رَبِّ العَالَمِينَ ۔

فقیر **احمد رضا قادری** غفرلہ

بقلمِ خود بحالتِ صحت وحواس

یہ درود آخری درود ۔۔۔ اور یہ حمد آخری حمد ہے ۔۔۔ اور یہ تحریر آخری تحریر ہے ۔۔۔ جو حضورِ **اعلیٰ حضرت** قبلہ نے اپنی عمر شریف کے آخری دن میں تحریر فرمائی، اِس کے بعد پھر کچھ نہ تحریر فرمایا ۔۔۔

جدائی کی گھڑی آن پہنچی :

جب دو بجنے میں 4 منٹ باقی تھے وقت پوچھا، عرض کیا گیا ۔۔۔ فرمایا گھڑی کھلی سامنے رکھ دو ۔۔۔ یکا یک ارشاد فرمایا: تصاویر ہٹا دو ۔۔۔ (حاضرین نے خیال کیا) یہاں تصاویر کا کیا کام، یہ خطرہ گزرنا تھا کہ خود ارشاد فرمایا یہی کارڈ، لفافہ، روپیہ، پیسہ ۔۔۔ پھر ذرا وقفہ سے حضرت مولانا مولوی محمد حامد رضا خان سے ارشاد فرمایا وضو کر آؤ ۔۔۔ قرآن عظیم لاؤ ۔۔۔ ابھی وہ تشریف نہ لائے تھے کہ مولانا مصطفیٰ رضا خان سے پھر ارشاد فرمایا اب بیٹھے کیا کر رہے ہو؟ یٰسین شریف اور سورۃ رعد شریف تلاوت کرو ۔۔۔ اب عمر شریف سے چند منٹ رہ گئے ہیں ۔۔۔

حسب الحکم دونوں سورتیں تلاوت کی گئیں ۔۔۔ ایسے حضورِ قلب سے سنیں کہ ۔۔۔ ایک آیت صاف سننے میں نہ آئی دوبارہ پڑھوایا ۔۔۔ یا ایک جگہ سبقتِ لسان سے **عَمِلُوْا** کا **عَمَلُوْا** نکل گیا، بتایا **عَمِلُوْا** ۔۔۔ اس کے بعد سید محمود علی صاحب ایک مسلمان ڈاکٹر عاشق حسین صاحب کو اپنے ہمراہ لائے، ان کے ساتھ اور لوگ بھی حاضر ہوئے ۔۔۔ اُس قت جو جو حضرات اندر گئے سب کے سلام کے جواب دیئے اور سید صاحب سے دونوں ہاتھ بڑھا کر مصافحہ فرمایا ۔۔۔ ڈاکٹر صاحب نے **اعلیٰ حضرت** سے حال دریافت فرمانا چاہا مگر وہ

اُس وقت حکیمِ مطلق کی طرف متوجہ تھے۔۔۔ان سے اپنے مرض یا علاج کے متعلق کچھ نہ ارشاد فرمایا۔۔۔سفر کی دعائیں جن کا چلتے وقت پڑھنا مسنون ہے تمام وکمال بلکہ معمول شریف سے زائد پڑھیں۔۔۔ جو آپ سفر کے وقت تمام وکمال پڑھا کرتے تھے۔۔۔من جملہ ان کے پیارے الفاظ یہ بھی ہے۔۔۔اے اللہ سفر کی درازی کو میرے لیے مختصر فرما دے اا اور اے اللہ اس سفر میں ہمیں کامیابی عطا فرما۔۔۔

کلمہء طیبہ کا ورد شروع کر دیا :

اللہ اکبر! جب سینے پر دم آیا اس وقت کلمہء طیبہ پڑھا۔۔۔جب آپ کو بولنے کی طاقت نہ رہی اس وقت بھی لبہائے مبارکہ جنبش میں تھے۔۔۔کان لگا کر سنا تو ''اللہ'' ''اللہ'' فرما رہے تھے۔۔۔۔اُدھر ہونٹوں کی حرکت، ذکر و پاسِ انفاس کا ختم ہونا تھا کہ چہرہء مبارک پر ایک لمعہ نور کا چمکا جس میں جنبش تھی۔۔۔جس طرح لمعانِ خورشید (سورج کی کرنیں) آئینہ میں جنبش کرتا ہے۔۔۔اس کے غائب ہوتے ہی وہ جانِ نور جسمِ اطہرِ حضور سے پرواز کر گئی۔۔۔مسجد سے مؤذن کی صدا آ رہی تھی۔۔۔

حَیَّ عَلَی الصَّلوٰة۔۔۔حَیَّ عَلَی الفَلَاح

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ

اِسی زمانے میں ارشاد فرمایا تھا: جنہیں ایک جھلک دکھا دیتے ہیں وہ شوقِ دیدار میں جاتے ہیں کہ جانا معلوم بھی نہیں ہوتا۔۔۔یہ جمعہء مبارکہ کا دن تھا، صفر المظفر کی 25 تاریخ تھی، 2 بج کر 38 منٹ ہوئے تھے، جب کہ دنیائے اسلام میں خطیب منبروں پر خطبوں میں بلند آواز سے پڑھ رہے تھے۔

اللّٰھُمَّ انصُر مَن نَّصرَ دِینَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ وَاجْعَلنَا مِنھُم

اے اللہ! اُسکی مدد کر جس نے تیرے **رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم** کے دین کی مدد کی اور ہمیں بھی ان کی ہمراہی کا شرف عطا فرما۔

اُن کی روح اِن دعاؤں کے جھرمٹ میں ملی جلی بارگاہِ رب العزت میں حاضر ہوگئی۔

محبوبانِ خدا بڑی خوشی سے جان دیتے ھیں:

اُس دن مجھے (مولانا حسنین رضا خان کو) اِس بات کا مشاہدہ ہوا کہ محبوبانِ خدا بڑی خوشی سے جان دیتے ہیں۔۔۔جاں کنی کا وقت سخت ترین وقت ہے لوگوں کے چہروں پر وحشت چھا جاتی ہے۔۔۔ورنہ کم از کم شکن پڑ جاتی ہے اور کیوں نہ ہو یہ جسم و روح جیسے دو پرانے دوستوں کے فراق کی گھڑی ہے۔۔۔مگر بجائے کلفت، مسرت دیکھی۔۔۔وہ وصالِ محبوب کی پہلے سے بشارت پا چکے تھے۔۔۔وصالِ محبوب کا وقت قریب آ گیا ہے۔۔۔عزیز و اقارب گرد و پیش حاضر ہیں مگر کسی کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھتے۔۔۔یقیناً وہ ایسی ذات سے عنقریب ملا چاہتے ہیں جو اُن کو سب پیاروں سے کہیں زیادہ پیاری ہے اور وہی محبوبِ حقیقی ہے۔۔۔

اِس جمعہ سے قبل والے جمعہ کو اعلیٰ حضرت کو مسجد کی تشریف آوری میں دیر لگی تھی اُن کے انتظار کی وجہ سے لوگوں نے جمعہ میں معمول کے خلاف تاخیر کرادی اِس واسطے کہ **اعلیٰ حضرت** کو کئی بار وضو کرنا پڑا تھا، لہٰذا آج صبح ہی ہم سب سے تاکید فرمادی کہ پچھلے جمعہ کی طرح آج بھی میری وجہ سے نمازِ جمعہ میں تاخیر نہ کی جائے۔۔۔جمعہ کی نماز اپنے معمول کے مطابق وقت پر قائم ہو۔۔۔کوئی بھی کچھ کہے نہ مانا جائے۔۔۔ہم لوگ اس کا یہ مطلب سمجھے کہ پچھلے جمعہ میں جو بعض حضرات کے کہنے سے مقررہ وقت ٹالا گیا اس کی آج ممانعت فرمادی ہے، یہ گمان بھی نہ تھا کہ یہ آج ہی عین جمعہ کے وقت رخصت ہو رہے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ لوگ اس وقت رونے پیٹنے میں بدحواس ہوں گے، جمعہ میں بلاوجہ تاخیر ہوگی۔۔۔چنانچہ وصال کے بعد فوراً جمعہ کی تیاری کی آواز لگادی گئی۔۔۔اور سب حاضرین واہل خانہ بجائے آہ بکا وگریہ وزاری کے جمعہ کی تیاری میں لگ گئے۔۔۔جمعہ کے بعد لوگ بہت آگئے۔۔۔

کوہِ غم لوگوں کے دلوں پر ٹوٹ پڑا:

تجہیز وتکفین وتدفین کا مشورہ ہوا۔۔۔فوراً 45 تار دیئے گئے۔۔۔جہاں جہاں سے لوگ آسکتے تھے وہ دفن کے مقررہ وقت تک بریلی آگئے۔۔۔جس جس مسلمان کو خبر ہوئی کوہِ غم اس کے دل پر ٹوٹ پڑا۔۔۔اور کیوں نہ ہو کہ آج وہ خورشیدِ جہاں تابِ مصطفائی **صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم** افق قرُب میں غائب ہوا۔۔۔جس کی پیاری روشنی سے اہلسنت کے دل منور، آنکھیں روشن، جگر ٹھنڈے، جانیں سیراب تھیں۔۔۔جس کے روئے منور میں ایمان والوں کو جمالِ بغداد کے جلوے ملتے تھے۔۔۔جس کے چہرہء انور میں حسن **مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم** کی جھلک نظر آتی تھی۔۔۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔۔۔

تجهیزوتکفین

غسل شریف:

دوسرے روز شنبہ(ہفتہ) کو 10 بجے غسل شریف عمل میں آیا۔۔۔جناب مولانا امجد علی صاحب نے حسبِ وصیت غسل دیا۔۔۔اور جناب حافظ امیر حسن صاحب مرادآبادی نے مدد دی۔۔۔مولانا سید سلیمان اشرف صاحب اور سید محمود جان اور سید ممتاز علی صاحب اور جناب مولانا محمد رضا خاں صاحب نے پانی ڈالا۔۔۔یہ خاکسار (مولانا حسنین رضا خان) اور بھائی حکیم حسین رضا اور جناب لیاقت علی خان صاحب رضوی اور منشی فدا یار خان صاحب پانی دینے میں مصروف رہے۔۔۔مولانا مصطفیٰ رضا خان صاحب علاوہ دیگر خدماتِ غسل کے وصیت نامہ کی دعائیں بھی یاد کراتے رہے۔۔۔

مولانا شاہ محمد حامد رضا خان صاحب نے مواضعِ سجود پر کافور لگایا۔۔۔جناب مولانا مولوی مفتی محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی نے کفن شریف بچھایا۔۔۔ ہر بات مطابقِ سنت وموافق ارشادِ حضور ہوئی۔۔۔باوجود اس قدر دیر گزرنے کے جسم شریف نہایت نرم ونازک تھا۔۔۔پائے اَقدس کو مس کرنے والوں کا بیان ہے کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ ریشمیں باریک کپڑوں کی تہ کر دی گئی ہے۔۔۔اور کیوں نہ

ہو وہ سچے وارث و نائبِ انبیاء تھے۔۔۔اپنے **پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم** کے منظورِ نظر تھے۔۔۔حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔۔۔

''نہیں چھوا میں نے کسی ریشمیں کپڑے یا دیبا کو کہ **حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم** کے کفِ اقدس سے زیادہ نرم ہو''

تو اس وصفِ کریم کا پرتو (سایہ) بھی **اعلیٰ حضرت** پر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کامل تھا۔

عین وقتِ غسل ایک حاجی صاحب **اعلیٰ حضرت** قبلہ سے ملنے آئے،انہیں یہاں آکر وصال شریف کی خبر ہوئی،تحفہ میں زم زم شریف اور مدینہ طیبہ کا عطر اور دیگر تبرکات ساتھ لائے تھے۔۔۔زم زم میں کافور تر کیا گیا۔۔۔اور خلعتِ رخصت میں لگا دیا گیا۔۔۔**تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم** کے قربان،مدینہ طیبہ سے سرکاری عطائیں عین وقت پر پہنچیں۔۔۔

جنازے کا منظر:

بعدِ غسل وکفن،جنازہ شریف تیار ہوا،اللہ اکبر!۔۔۔غسل شریف سے فراغ حاصل ہونے پر عورتوں کو زیارت کا موقع دیا گیا۔۔۔گھر میں عورتوں کی اور باہر مردوں کی بے حد کثرت تھی۔۔۔رونمائی کے بعد جنازہ نماز کے لیے عیدگاہ چلا۔۔۔اس واسطے کہ وسطِ شہر کوئی ایسا وسیع میدان نہ تھا بجز ایک اراضی مغضوبہ کے۔۔۔**''اللہ اکبر!''''یارسول اللہ!''''یاغوث الورٰی!''** کے نعروں سے گلی کوچے گونج رہے تھے۔۔۔اطراف وجوانب حتیٰ کہ پیلی بھیت،مرادآباد،رامپور،علی گڑھ،شاہجہانپور اودیگر مقامات کے حضراتِ اہلسنت آگئے تھے۔۔۔ایک عالم تھا عشاق کا۔۔۔جنازہ مبارکہ کے آگے آگے یہ سلام موافقِ وصیت پڑھا جارہا تھا۔۔۔

کعبہ کے بدرالدجیٰ! تم پہ کروڑوں درود
طیبہ کے شمس الضحیٰ! تم پہ کروڑوں درود

سوداگری محلّہ سے عیدگاہ تک جو کشمکش رہی وہ کبھی نہ دیکھی۔۔۔یہ اندیشہ ہوتا تھا کہ اس چھین جھپٹ میں پلنگ ٹوٹ کے ٹکڑے ہوجائے گا۔۔۔لوگوں میں ایسا جوش وجذبہ اور وجد وشوق کبھی نہ دیکھا گیا۔۔۔کاندھا دینے کی آرزو میں آدمی پر آدمی گرتا تھا۔۔۔وجد وشوق نے لوگوں کو از حد خود رفتہ و بے خود بنادیا تھا۔۔۔جو جنازہ تک پہنچ گئے وہ ہٹنے کا نام نہ لیتے تھے۔۔۔جنازہ ہر وقت کم از کم بیس کاندھوں پر رہا۔۔۔مولانا امجد علی اعظمی صاحب فرماتے ہیں۔۔۔ہجوم کا یہ عالم تھا کہ بیان سے باہر ہے،بمشکل تمام شاید ایک یا دو دفعہ میں قریبِ جنازہ کندھا دینے پہنچ سکا اور چند سیکنڈ کے لئے کندھا دے سکا۔۔۔

''عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے''

یہ کرامتِ جلیلہ آنکھوں دیکھی گئی کہ کل جو لوگ اِس راہنمائے دین کی مخالفت پر کمر بستہ تھے،آج اس نائبِ **مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم** کے حضور سرِ نیاز خم کئے کھڑے ہیں۔۔۔بہت کوشش کندھا دینے میں کی۔۔۔جب نہ میسر ہوا اپنی ٹوپی ہی جنازہ شریف سے مس کر

کے چومتے اور سر پر رکھتے تھے۔۔۔

الفضل ماشهدت به الا عداء

حق وہ ہے جو باطل پرستوں سے بھی اپنا کلمہ پڑھوالے

اِسی شان وشوکت کے ساتھ جنازہ عیدہ گاہ کی طرف جارہا تھا۔۔۔پہلے سے عیدگاہ کے کسی معیّن راستے کا اعلان نہ تھا مگر دورویہ چھتیں عورتوں سے اور راستے مردوں سے بھرے ہوئے منتظر تھے کہ امام اہلسنت کا یہ آخری جلوس ہے لاؤنظارہ کرلیں۔۔۔بیسیوں سقہ صاحبان بلا کسی تحریک کے گھر سے عیدگاہ تک چھڑکاؤ کرتے جارہے تھے۔۔۔انہوں نے ہی عیدگاہ میں وضو کا پانی دیا۔۔۔

نمازِ جنازہ کی ادائیگی:

عیدگاہ پہنچ کر ایک تعجب خیز واقعہ اور دیکھا کہ عیدگاہ میں چھ سات جنازے پہلے سے رکھے ہیں۔۔۔دو ایک جنازے دیہات کے ہیں باقی شہر کے مختلف حصوں کے ہیں۔۔۔اور **اعلیٰ حضرت** کے جنازے کا انتظار ہورہا ہے۔۔۔اُن لوگوں سے کہا کہ تم نے حسب دستور اپنے اپنے محلّہ میں نمازِ جنازہ پڑھ کے دفن کیوں نہ کردیا۔۔۔تو اُنہوں نے کہا کہ یہ سب **اعلیٰ حضرت قبلہ** کے فدائی تھے، اِن کے جنازوں کی نماز اُن کی نماز جنازہ کے ساتھ ہوگی۔۔۔

وہ بھی عجیب سماں تھا کہ اکٹھے چھ یا سات جنازوں کی نماز ایک ساتھ ہورہی تھی۔۔۔لوگ صف بستہ نماز ادا کررہے تھے۔۔۔بعدِ نماز عیدگاہ میں زیارت کرائی گئی۔۔۔اور واپسی پر تمام راہ میں لوگوں نے دل کھول کر زیارت کی۔۔۔ظہر عیدگاہ میں ادا کی گئی۔۔۔پھر اسی شان وشوکت کے ساتھ جنازہ واپس ہوا۔۔۔مسجد کی جانبِ شمال، محلّہ سوداگران میں جو حضرت شہزادہ ءاعظم (مولانا حامد رضا خان) کا مکان مبارک ہے یہاں لحد کھودی گئی تھی۔۔۔جناب سید اظہر علی صاحب نے لحد کھودی۔۔۔قربان اس مبارک خطہ ءزمیں کے جو اس مجددِ ملت وحبیبِ **محبوب خدا** صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی آرام گاہ بنا۔

یہاں تمام حاضرین نے نمازِ عصر ادا کی۔۔۔بعدِ دفن وصایا کی تعمیل ہوئی، ڈیڑھ گھنٹہ مواجہہ شریف میں صلوٰۃِ رضویہ (درودِ رضویہ) کا حلقہ رہا۔۔۔اور اُسی وقت مزار شریف پر تلاوت قرآن شروع کردی گئی۔۔۔اور حسبِ وصیت ایک آن کو بھی تلاوت نہ رکی اور تین دن جاری رہی۔۔۔

بشارات

اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد کئی احباب آپ کے مقام ومرتبہ کے بارے میں بشارتوں اور مشاہدات سے مشرف ہوئے کہ اچھے خواب مومنین کے لئے بشارت ہیں۔۔۔ان کے بیان سے پہلے ایک ولیِ کامل کا جاگتی آنکھوں سے دیکھا ہوا ایک منظر ملاحظہ کیجئے

فرشتوں کے کاندھوں پر" قطبُ الارشاد "کا جنازہ :

مخدومُ الملت، محدثِ اعظم ہند، حضرت سید محمد محدثِ کچھوچھوی علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں کہ۔

''میں اپنے مکان پر (کچھوچھہ شریف میں) تھا، اور بریلی کے حالات سے بےخبر تھا۔ میرے حضور شیخ المشائخ **سید علی حسین اشرفی** میاں وضوفرما رہے تھے کہ یکبارگی رونے لگے۔ یہ بات کسی کی سمجھ میں نہ آئی کہ آپ کیوں رو رہے ہیں۔ میں آگے بڑھا تو فرمایا کہ: بیٹا میں فرشتوں کے کاندھوں پر'' **قطب الارشاد**'' کا جنازہ دیکھ کر رو پڑا ہوں، چند گھنٹے کے بعد بریلی کا تار ملا (کہ **اعلیٰ حضرت** کا وصال ہو گیا ہے) تو ہمارے گھر میں کہرام پڑ گیا۔''

(حضرت بریلوی کی شخصیت از مولانا ڈاکٹر غلام مصطفی مطبوعہ جمعیت اشاعت اہلسنت کراچی ص 17-19)

ہمیں احمد رضا کاانتظار ہے:

آپ کے یومِ وصال کے دن 25 صفر المُظفّر 1340 ھ کو بیت المقدّس میں ایک شامی بُزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خواب میں اپنے آپ کو **دربارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ** وسلّم میں پایا۔ تمام صحابہء کرام علیہم الرضوان اور اولیائے عِظام دربار میں حاضِر تھے، لیکن مجلس میں سُکوت طاری تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی آنے والے کا اِنتظار ہے۔ شامی بُزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے **بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ** وسلم میں عرض کی، حُضور! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کس کا انتظار ہے؟

سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

''ہمیں احمد رضا کا اِنتظار ہے''

شامی بزرگ نے عرض کی، **حُضور! احمد رضا** کون ہیں؟ ارشاد ہوا، ہندوستان میں بریلی کے باشِندے ہیں۔

بیداری کے بعد وہ شامی بُزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ **مولانا احمد رضا** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تلاش میں ہندوستان کی طرف چل پڑے اور جب وہ بریلی شریف آئے تو اُنہیں معلوم ہوا کہ اس **عاشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ** وسلّم کا اسی روز یعنی 25 صفر المُظفّر 1340 ھ کو وصال ہو چکا ہے جس روز انہوں نے خواب میں **سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ** وسلّم کو یہ کہتے سنا تھا کہ **''ہمیں احمد رضا کا انتظار ہے۔''**

(سوانح امام احمد رضا مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص 391)

یاالٰہی جب رضؔا خوابِ گراں سے سر اٹھائے

دولتِ بیدارِ عشقِ مصطفٰے کا ساتھ ہو

صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم

وصال کے بعد سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضری :

جنابِ سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ:

اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد حضرت مولانا ضیاء الدین احمد صاحب مدنی نے اپنا ایک خواب بیان کیا کہ دن کے دس بجے کا وقت تھا میں سو رہا تھا، خواب میں دیکھا کہ سیدی **اعلیٰ حضرت** حضور پرنور **سرکار دو عالم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے مواجہہِ اقدس میں حاضر ہیں اور صلوٰۃ وسلام عرض کر رہے ہیں۔ بس اسی قدر دیکھنے پایا تھا کہ معاً میری آنکھ کھل گئی۔

اب بار بار خیال کر رہا تھا کہ خواب تھا مگر دل کی یہ حالت کہ متواتر حرم شریف چلنے پر آمادہ کر رہا تھا۔۔۔ بالآخر بستر سے اٹھا، وضو کیا۔۔۔ اور ''باب السلام'' سے حرم شریف میں داخل ہوا۔

ابھی کچھ حصہ مسجد نبوی کا طے کیا تھا کہ اپنی آنکھوں سے میں نے دیکھا کہ **واقعی اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُسی سفید لباس میں مزارِ پر انوار پر حاضر ہیں اور جیسا کہ خواب میں دیکھا تھا کہ صلوٰۃ وسلام پڑھ رہے تھے، آنکھوں نے یہ دیکھا کہ لبہائے مبارکہ جنبش میں تھے آواز سننے میں نہ آئی۔

غرض میں یہ واقعہ دیکھ کر بیتابانہ قدمبوسی کے لیے آگے بڑھا کہ نظروں سے غائب ہو گئے، اس کے بعد میں نے حاضری دی اور صلوٰۃ وسلام عرض کر کے واپس ہوا۔ جب اسی جگہ آیا جہاں سے انہیں دیکھا تھا تو ایک مرتبہ آپ کو پھر وہیں موجود پایا، مختصر یہ کہ تین مرتبہ ایسا ہی ہوا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ص973)

سفید صاف لباس زیبِ بدن فرمائے تشریف رکھتے ہیں:

مولانا ظفر الدین بہاری صاحب بوقت وصالِ **اعلیٰ حضرت** پٹنہ میں تھے، ان کو بھی **اعلیٰ حضرت** کے وصال کے بارے میں تار بھیجا گیا تھا لیکن یہ اس کو مشکوک سمجھتے رہے، تحریر فرماتے ہیں۔۔۔

عشاء کے وقت تک کچھ خبر نہ ملی، شب کو اسی پریشانی میں سو گیا، **اعلیٰ حضرت** قبلہ کی زیارت سے مشرف ہوا کہ مسجد میں نہایت ہی سفید صاف شفاف لباس زیب بدن فرمائے تشریف رکھتے ہیں، چاروں طرف لوگ اور حاضرین بدستور مسئلے مسائل پوچھ رہے ہیں لیکن میں بالکل خاموش **اعلیٰ حضرت** کو حیرت کی نگاہ سے دیکھ رہا ہوں کہ خود **اعلیٰ حضرت** میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ: مولانا! آپ اس قدر حیرت میں کیوں ہیں؟ میں نے عرض کیا ''حضور! مولانا (حامد رضا) صاحب کا تار میرے پاس پہنچا کہ **اعلیٰ حضرت** کا وصال ہو گیا اور میں آپ کو زندہ دیکھ رہا ہوں'' اس پر مسکرا کر فرمایا: تو آپ نے اس تار پر یقین کر لیا؟ میں نے کہا مجھے یقین تو نہیں ہوا اسی لیے میں نے تار دے دیا کہ کیا آپ نے کوئی تار میرے نام بھیجا ہے لیکن اس کا جواب نہ پہنچا تو مجھے پریشانی ہوئی اور اسی پریشانی میں حضور کو دیکھنے خود چلا آیا ہوں۔

الحمدللہ! حضور کو دیکھ کر ایسی مسرت ہوئی کہ بیان سے باہر ہے اور اسی لیے میں مبہوت ہو کر آپ کو دیکھ رہا ہوں کہ ایسا تار کیوں دیا گیا۔ اسی حالت میں آنکھ کھل گئی تو مجھے یقین ہو گیا کہ تار سچا ہے۔

اس لئے کہ حضور نے اگر چہ برابر سفید ہی کپڑے پہنا کرتے تھے مگر اس جوڑے کی سفیدی اور چمک دوسرے قسم کی تھی، رہا زندہ دیکھنا تو یہ اس کا مصداق ہے۔۔۔

**ان الا حباء احیاء وان ماتو ا		وانما النقل من دار الی دار**

اللہ کے محبّ مرنے کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں وہ تو صرف ایک گھر سے دوسرے گھر منتقل ہو جاتے ہیں

صبح کے وقت دوسرا تار بھی بریلی شریف سے آ گیا کہ **اعلیٰ حضرت** کے وصال کی خبر صحیح ہے اُسی وقت ''مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ'' میں اس کی شہرت ہو گئی۔

بعد ازاں مولانا ظفر الدین بہاری صاحب نے پٹنہ سے یہ تعزیت نامہ لکھا۔۔۔

اُن کا ہرگز انتقال نہیں ہوا :

بحضور حضرتِ والا درجت، زیبِ سجادہ، علیہ، عالیہ، قادریہ، برکاتیہ، رضویہ، دامت فیوضکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ :

حضورِ والا کا تار 26 صفر روزِ شنبہ کو مجھے ملا، مگر مجھے بالکل یقین نہیں ہوا، سمجھا کہ جس طرح لوگوں نے حضور کی طرف سے جعلی خط بنا کر اخبار میں چھپوا دیا، کسی نے براہِ شرارت میرے پاس اس مضمون کا تار بھیج دیا ہے۔ اسی لیے دریافتِ حال کے لیے میں نے تار دیا۔ اس کا جواب مجھے نہیں ملا تھا کہ شب میں **اعلیٰ حضرت** کی زیارت سے مشرف ہوا جس سے یقین ہو گیا کہ خبر صحیح ہے پھر 27 صفر روزِ یکشنبہ کو حضور کا دوسرا تار ملا، جس نے اس خواب کی تصدیق کر دی۔

اخباروں میں بھی پیہم وصال کی خبریں چھپ رہی ہیں، مگر میرا دل اِس کو ماننے کے لیے تیار نہیں اور میں یقینِ کامل کے ساتھ کہتا ہوں کہ جس نے آپ اور مصطفیٰ میاں جیسا بہترین یادگار، سینکڑوں لائق و فاضل شاگرد اور پانچ چھ سو کے قریب بہترین تصنیفات چھوڑیں اس کا ہرگز انتقال نہیں ہوا، لوگ لاکھ اس کے مرنے کی خبریں شائع کیا کریں مگر وہ ہرگز نہیں مرا۔

نوشیرواں نمرد کہ نامِ نکو گزاشت!

ونعم من قال۔

تو زندہ ہے واللہ! تو زندہ ہے واللہ!
مری چشمِ عالم سے چھپ جانے والے

دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ حضور کا سایہ ہم غلاموں کے سروں پرتا دیر قائم رکھےاور رشد و ہدایت کا باڑا جس طرح اس در سے بٹتا تھا ہمیشہ بٹتا رہےاور ہم جیسے بھکاری ہمیشہ اپنی جھولیاں بھرتے رہیں۔آمین ثم آمین۔

فقیر رضوی محمد ظفر الدین قادری غفرلہ

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ص1050-1048)

محافلِ ایصالِ ثواب

قُل خوانی:

نہ صرف مسجد''بی بی جی''بریلی میں قل خوانی کا ختم شریف ہوا بلکہ ہندوستان میں جگہ جگہ سوئم کیا گیا۔۔۔اجمیر شریف میں خواجہ غریبِ نواز کے آستانہ پر''خادمِ آستانہ''سید حسین صاحب مرحوم نے جو سوئم کیا وہ بہت بڑے پیمانے پر ہوا۔۔۔اس میں ختمِ قرآن پاک بہت ہو گئے۔۔۔کلکتہ، رنگون سے بھی سوئم کی اطلاعات آئیں۔۔۔جبلپور میں مولانا شاہ عبد السلام جبلپوری کو جب وصال کی خبر ملی تو آپ نے اگلے ہی دن اپنی مسجد میں وسیع پیمانے پر ایصالِ ثواب کی محفل کا انعقاد کیا۔

مولانا برہان الحق جبلپوری تحریر فرماتے ہیں۔۔۔

صبح سنیچر(ہفتے) کو مسجد میں فاتحہ کا انتظام تھا، جب مجھے وصال کی اطلاع ملی شدتِ غم سے مجھ پر غفلت طاری ہوگئی، کچھ دیر کے بعد مجھے ہوش آیا، میں فاتحہ میں شریک ہوا اور وہاں حضرت کا تعزیت نامہ(جو اعلیٰ حضرت نے مولانا برہان الحق کی بچیوں کے وصال پر لکھا تھا) اور علالت کا والا نامہ پڑھ کر سنایا، ہر شخص کے آنسو جاری تھے اور میں شدتِ گریہ کے سبب بہت ہی سنبھل سنبھل کر والا ناموں کے کلماتِ طیبات کو پڑھ سکا۔(یہ وہ ایصالِ ثواب کی محفل ہے جو آپ کی تدفین سے بھی پہلے منعقد ہوئی)

(اکرام امام احمد رضا از برہان الحق جبلپوری مطبوعہ ادارہ مسعودیہ کراچی ص118)

''جامعہ ازہر'' مصر میں ایصالِ ثواب کی محفل:

''جامعہ ازہر''مصر کی(تعزیتی) رپورٹ جو انگریزی اخباروں میں چھپی، اس سے بڑی حیرت ہوئی اس واسطے کہ یہاں سے کوئی اطلاع نہ دی گئی تھی۔۔۔مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ سے بھی ایصالِ ثواب کی اطلاعات ملیں۔۔۔مدینہ منورہ میں **مولانا ضیاء الدین مدنی** صاحب اور وہاں کے دیگر علمائے کرام نے مواجہہِ اقدس میں بیٹھ کر ایصالِ ثواب کیا۔یہ اُسی ذاتی عشق کا اثر تھا جو **اعلیٰ حضرت** کو **سرکارِ دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم** کی ذاتِ کریمہ سے تھا۔

ختم چہلم اور ''حجۃ الاسلام'' کی جانشینی:

حسبِ دستور خاندانِ قادریہ عرسِ چہلم میں رسمِ سجادگی عمل میں آئی جس میں ہندوستان کے اکثر علماء و مشائخ نے شرکت کی۔۔۔

حسب الحکمِ **اعلیٰ حضرت** قبلہ، حضرتِ حجۃ الاسلام کو خرقہ ءِ خلافت پہنایا گیا۔۔۔ چہلم میں علمائے کرام نے تقریریں کیں۔۔۔ وہ یاد تو نہ رہیں مگر مولانا سید سلیمان اشرف صاحب پروفیسر دینیات علی گڑھ یونیورسٹی کی ایک بات اب تک یاد ہے جس پر لوگ بہت روئے تھے۔۔۔ اُنہوں نے اثنائے تقریر میں جب کہ قبرِ انور کے پاس کھڑے تقریر کر رہے تھے فرمایا: کہ یارو! آپ لوگوں نے مجھے بریلی آتے جاتے بہت دیکھا ہے مگر اب نہ دیکھو گے۔۔۔ کیوں کہ اب میں وہ کیفیت نہیں پاتا ہوں، میں علی گڑھ کالج میں ہوں جہاں عربی کا بھی بہت بڑا کتب خانہ موجود ہے، اگر ہم کسی تحقیق کے درپے ہوں تو بکثرت کتابیں دیکھ سکتے ہیں اور دیکھتے بھی ہیں مگر ہمیں پوری تسکین جبھی ہوتی تھی جب کہ اس بندہ ءِ خدا (قبرانور کی طرف اشارہ کرکے) کی زبان سے سن لیتے تھے۔۔۔ تو اب بتاؤ ہم کیوں آنے لگے اس پر مجمع میں لوگوں کی چیخیں نکل گئیں۔۔۔

اخباری تاثرات :

اعلیٰ حضرت کے وصال پر نہ صرف ہندوستان بلکہ حرمینِ طیبین، مصر، شام اور بیروت کے اخباروں میں بھی اس حادثہ ءِ ارتحال کی خبریں شائع ہوئیں، یہاں صرف چند ایک اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں۔۔۔

اخبار "دبدبہ ءِ سکندری" رام پور:

اِس حادثہ کو لکھتے ہوئے قلم تھراتا اور کلیجہ منہ کو آتا ہے کہ نہ صرف بریلی بلکہ تمام ہندوستان کے ایک زبردست عالمِ بے بدل **اعلیٰ حضرت** مجد دِ مائۃِ حاضرہ، مؤیدِ ملتِ طاہرہ، مولانا، مفتی، حاجی، قاری، **شاہ احمد رضا خان صاحب** قبلہ قادری برکاتی نے 25 صفر 1340ھ مطابق 28 اکتوبر 1921ء یوم جمعہ کو 2 بجے انتقال فرمایا۔۔۔

مرحوم ایک عرصہ سے علیل و کمزور رہتے آتے تھے، یہ افسوسناک خبر شہر میں برقی رو کی طرح پھیل گئی اور جس نے سنا اس پر کوہِ الم ٹوٹ پڑا اور جودر جوق مسلمان آستانہ ءِ رضویہ پر جمع ہونے لگے۔۔۔ اس روز مسلمانوں میں ایک سناٹے کا عالم تھا۔۔۔ 26 صفر کو دن کے 4 بجے مسجدِ رضوی کے پہلو میں مطبع والا جو مکان تھا اس میں دفن کیے گئے۔۔۔ نمازِ جنازہ خلائق کے اژدھام کے باعث عیدگاہ کے وسیع میدان میں شاندار طریقہ سے پڑھی گئی اور اس طرح یہ غیر معمولی ہستی ہمیشہ کے لیے ہم سے پردہ فرماگئی۔

اس حادثہ پر مسلمان بہت روئیں گے کیونکہ **اعلیٰ حضرت** کی ذاتِ والا صفات دین کے لیے سپر تھی اور معاندینِ اہلسنت کے اس صادقِ جانباز، عاشقِ رسول کے سامنے چراغ گل تھے۔ دنیائے سنیت کے اس بڑے حادثہ میں ہمیں ان کے صاحبزادگانِ سعید جناب مولانا مولوی مفتی حاجی شاہ حامد رضا خان اور جناب مولانا مولوی مفتی شاہ مصطفیٰ رضا خان اور صاحبزادیوں اور دیگر اعزہ سے غیر معمولی ہمدردی ہے مفصل ہم آئندہ شمارے میں لکھیں گے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ص 1027-1026)

روزنامہ" اخبار" بریلی :

نہ کوئی رہا نہ کوئی رہے گا　　　　فقط ایک نامِ نکوئی رہے گا

سچ ہے اِس عالمِ ناپائیدار میں بجز ذاتِ باری تعالیٰ باقی سب فانی اور۔۔۔

كُلُّ نَفسٍ ذَائِقَةُ المَوت

کے مصداق ہیں ۔سب ہی کو ذائقہء موت چکھنا پڑے گا، مگر بعض انسانی ہستیاں ایسی داعیء اجل کو لبیک کہتی ہیں جن سے پس ماندگان کی چشمِ پرنم اور دل ہمیشہ متاسف رہا کرتا ہے اور رہ رہ کر عدم کو سدھارنے والے کی یاد آیا کرتی ہے۔

بریلی میں بھی ایک نہایت المناک حادثہ گزرا ہے جس نے بھی اِس حادثہء روح فرسا کو سنا اس پر کوہِ الم ٹوٹ پڑا ہے۔آہ وہ حادثہء جانگزا کیا ہے؟ یہ لکھتے ہوئے قلم تھراتا ہے، تاہم نہایت مختصر پیرایہ میں یہ تأسف انگیز خبر شائع کی جاتی ہے کہ بریلی کے مشہور زبردست عالم، فاضل، مجدد ماۃِ حاضرہ، عالی جناب مولانا الشاہ **امام احمد رضا خان** نے کل بروز جمعہ بوقتِ سہ پہر ایک طویل علالت شدیدہ کے بعد وفات پائی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ

آج تجہیز وتکفین عمل میں آنے کے بعد **اعلیٰ حضرت** مرحوم مغفور بعد از فراغتِ نماز سوداگری محلّہ متصل مسجد ایک مقام پر دفن کیے گئے۔

وہی دھوم اُن کی ہے **ماشآء اللہ**

اَلَا اِنَّ اَولِیاءَ اللّٰہِ لَا یَمُوتُونَ

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت ست بر جریدہء عالم دوامِ ما

اخبار" دبدبہ ء سکندری" رام پور:

(کچھ دن بعد کی اشاعت میں اخبار لکھتا ہے) بعد دفن وصایا کی تعمیل ہوئی، ڈیڑھ گھنٹہ مواجہہ شریف میں "صلوٰۃِ رضویہ" کا حلقہ رہا، پھر تین شبانہ روز علی الاتصال بلا انقطاع، مواجہہِ شریف میں تلاوتِ قرآن مجید جاری رہی۔

اب تک حضور کے شیدائی و سچے فدائی دیار وامصار سے برابر شدّ رحال کر کے آستانہء عالیہ پر حاضر ہو کر مزار سے بڑے شوق وذوق سے استفاضہء خیرات وبرکات کررہے ہیں۔

ہر پنجشنبہ کو مواجہِ شریف میں مجلس میلا دشریف منعقد ہوتی ہے اور بارگاہِ رضویہ پر ہر پنجشنبہ کو چادر نذر رلاتے ہیں اور چادر شریف کے ساتھ نعت خوانی ونعرہائے **''اللہ اکبر'' و ''یارسول اللہ''** کی گونج اور ہجوم عاشقان ہوتا ہے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفرالدین بہاری مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ص1041)

سیّد احمد سعید شاہ صاحب کاظمی اور اعلیٰ حضرت

''حیاتِ غزالی ءزماں'' میں ہے کہ:

حضرت امام سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے پیر و مرشد حضرتِ علامہ سید محمد خلیل کاظمی محدثِ امروہوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرسِ مبارک منعقدہ 4 شوال 1405ھ کے موقع پر اپنے اختتامی خطاب میں اپنے مریدوں کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

اعلیٰ حضرت کا مسلک میرا مسلک ہے:

''بنیادی وصیت یہ ہے کہ اپنے مذہب پر قائم رہو، تو میں آپ کو بتادوں کہ امامِ اہلسنت، مجددِ دین وملت، الشاہ **امام احمد رضا فاضل بریلوی کا مسلک میرا مسلک ہے**، میرے تمام مریدین اسی مسلک پر قائم رہیں جو **اعلیٰ حضرت** کے مسلک سے ایک قدم بھی باہر رکھے گا وہ میرا مرید نہیں، ہاں وہ میرا مرید نہیں، ہاں وہ میرا مرید نہیں۔

مفتی غلام سرور قادری اپنی کتاب ''الشاہ احمد رضا'' صفحہ 62 تا 64، مطبوعہ لاہور 1976ء میں لکھتے ہیں کہ:

ایک مرتبہ میں ملتان میں حضرت قبلہ کاظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا اور اس دوران داڑھی کی حدِّ شرع ایک مشت کے واجب ہونے سے متعلق **اعلیٰ حضرت** بریلوی کے فتوے کا ذکر آیا کہ ''جو شخص داڑھی ایک مشت سے کم کرواتا ہے وہ فاسقِ معلن ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے'' اور **اعلیٰ حضرت** کے اس فتوے پر فقیر نے **''انوار العلوم''** کے بعض اساتذہ کی تنقید کا ذکر کیا، سیدی وسندی قبلہ کاظمی صاحب اُس وقت لیٹے ہوئے تھے، یہ سنتے ہی اٹھ بیٹھے اور **اعلیٰ حضرت** کے فتوے پر تنقید کرنے والے صاحب پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ:

اعلیٰ حضرت کے فتویٰ پر تنقید ہم سے برداشت نہیں ہوگی، یہ مدرسہ **اعلیٰ حضرت** کے نظریاتِ حقہ کا علمبردار ہے۔ ہم کیا ہیں؟ **اعلیٰ حضرت ہیں**، سب کچھ اُنہیں کا صدقہ ہے، ہم انہیں کے ریزہ خوار ہیں، ہم انہیں کے نام لیوا ہیں۔ جو شخص **اعلیٰ حضرت** کے نظریات و تحقیقاتِ شریفہ سے متفق نہیں ہم اسے برداشت نہیں کرسکتے، ہمارے مدرسے میں ایسے شخص کی کوئی گنجائش نہیں۔

(حیاتِ غزالی ءزماں از حافظ امانت علی سعیدی مطبوعہ مکتبہ مہریہ کاظمیہ ملتان ص 156)

بارہواں باب

خلفاء وخدام

خلفائے پاک وہند۔۔۔خلفائے عرب۔۔۔خدام۔۔۔تلامذہ۔۔۔

خلفائے اعلیٰ حضرت

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلفاء کی صحیح تعداد کا تعین تو نہیں کیا جا سکتا لیکن قرین قیاس یہ تعداد سو سے اوپر تجاوز کرتی ہے۔
اعلیٰ حضرت کے خلفاء نہ صرف برصغیر پاک و ہند سے تعلق رکھتے ہیں بلکہ عرب وافریقہ کے بلاد میں بھی ایک کثیر تعداد پائی جاتی ہے۔اس تذکرہ میں عرب وافریقہ کے 28 خلفاء کا تذکرہ پیش کیا جارہاہے اور پاک وہند سے تعلق رکھنے والے 52 خلفاء کا تذکرہ شامل کیا گیا ہے۔
(نوٹ یہ مضمون ''تذکرہ خلفائے **اعلیٰ حضرت**'' از مولانا محمد صادق قصوری و پروفیسر مجید اللہ قادری صاحبان سے ماخوذ ہے۔)

خلفائے پاک و ہند

حضرتِ حجۃُ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خان

آپ **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بڑے صاحبزادے تھے 1292ھ بریلی شریف میں پیدا ہوئے آپ کا تاریخی نام ''**محمد**'' ہے۔ عرُفاً ''**حامد رضا**'' اور ''**حجۃ الاسلام**'' اور ''**امامُ الاولیا**'' کے القاب سے مشہور ہیں۔
والدِ ماجد سے درسیات کی تکمیل کی، 19 برس کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے۔عربی زبان وادب پر بڑا عبور حاصل تھا۔ برس ہا برس ''**درالعلوم منظر اسلام**'' بریلی میں درسِ حدیث وتفسیر دیا، آپ کا درسِ بیضاوی، شرح عقائد نسفی اور شرح چغمینی بہت مشہور تھا۔
حضرتِ مخدوم **شاہ ابوالحسین احمد نوری** مارہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بیعت وخلافت تھی۔ والدِ گرامی نے بھی جمیع سلاسِل کی خلافت و اجازت عطا فرمائی۔علم وفضل میں اپنے والدِ ماجد کے آئینہ تھے۔اسی حقیقت کو **اعلیٰ حضرت** نے یوں بیان فرمایا۔

اَنَا مِن حامدٌ وحامد رضا مِنّی کے جلووں سے
بحمد للہ رضا حامد ہیں اور حامد رضا تم ہو

پاک و ہند میں آپ کے مریدین لاکھوں کی تعداد میں تھے۔آپ کے خلفاء وتلامذہ کی بھی ایک بڑی جماعت تھی۔آپ کے تفصیلی حالات ہم بابِ اوّل میں ذکر کرآئے ہیں۔

مفتیٔ اعظم ہند مولانا محمد مصطفی رضا خان :

آپ **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔22 ذی الحجہ 1310ھ بروز جمعہ بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔ سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بریلی تشریف لائے تو آپ چھ ماہ کے تھے۔انہوں نے آپ کو گود میں لے کر اپنی انگشتِ شہادت آپ کے منہ میں ڈالی اور نہ صرف سلسلے میں داخل فرمایا بلکہ تمام سلاسل میں اجازت وخلافت سے بھی نوازا۔
آپ نے اکثر علوم اپنے بڑے بھائی صاحب سے حاصل کئے۔''**جامع رضویہ مظہر اسلام**'' بریلی شریف میں ساٹھ ستر سال تک درسِ حدیث فرماتے رہے۔ پاک وہند کی تمام جامعات اور مدارس میں آپ کے تلامذہ یا ان کے تلامذہ درس وتدریس میں مشغول ہیں۔ یہ ایک

ایسا صدقہ ءجاریہ ہے جو قیامت تک جاری رہے گا۔

اپنے والدِ ماجد سے بھی اجازت وخلافت تھی، لاکھوں مسلمان آپ کے مرید ہوئے جن میں زیادہ تعداد علماء کی ہے، بکثرت علماء کو آپ نے اجازت وخلافت بھی عطا فرمائی۔

افتاءنویسی میں آپکو یدِ طولیٰ حاصل تھا اور **''مفتیء اعظم ہند''** کے پیارے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔1402ھ میں وصال ہوا۔ آپ کے تفصیلی حالات بابِ اوّل میں ملاحظہ کیجئے۔

صدرُ الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی :

صدرِشریعت، بدرِطریقت مولانا شاہ **محمد امجد علی اعظمی** بن حکیم جمالُ الدّین 1296ھ ''قصبہ گھوسی''، ضلع ''اعظم گڑھ'' میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی کتب جدِ امجد سے پڑھیں پھر مولانا ہدایت اللہ خان صاحب رامپوری اور مولانا شاہ وصی احمد صاحب محدثِ سورتی سے تکمیلِ علوم فرمائی۔

سلسلہء عالیہ قادریہ میں **اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالی عنہ** کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے اور جلد ہی خلافت سے نوازے گئے۔تقریباً 18 برس شیخِ کامل کے فیوض وبرکات پائے اور کمالِ عروج کو پہنچے۔

اعلیٰ حضرت ان پر حددرجہ اعتماد فرمایا کرتے تھے۔ایک مرتبہ ارشادفرمایا'' **آپ کے یہاں موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پایئے گا** اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ اِستفتاء سنایا کرتے ہیں اور جو میں جواب دیتا ہوں لکھتے ہیں طبعیت اخّاذ ہے، طرز سے واقفیت ہو چلی ہے''۔

بریلی شریف میں آپ کی مصروفیات حیرت انگیز حدتک بڑھی ہوئی تھیں۔بعض حضرات کہا کرتے تھے **مولانا امجد علی صاحب تو کام کی مشین ہیں**۔**اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالی عنہ** کا تاریخی ترجمہءقرآن ''**کنزالایمان**'' آپ کی مساعیء جمیلہ سے شروع ہوا اور پایہء تکمیل کو پہنچا۔ **اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالی عنہ** نے آپکو ''**صدرالشریعہ**'' کا لقب عطا فرمایا تھا۔

''**بہارشریعت**'' آپ کی کمالِ فقاہت کی گواہ ہے۔آپ کا وصال حج پر جاتے ہوئے بمبئی میں 2 ذی القعدہ 1367ھ بمطابق 6 ستمبر 1948 کو ہوا اور اپنے وطن میں دفن کئے گئے۔

صدرُ الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی

آپ کی پیدائش 21 صفر 1300ھ ''مرادآباد'' یوپی میں ہوئی۔حضرتِ شاہ محمد گل علیہ الرحمہ سے تعلیم حاصل کی اور انہی سے سلسلہء قادریہ میں بیعت ہوئے۔

آپ علومِ عقلیہ ونقلیہ کے ماہر بالخصوص علمِ حدیث وعلمِ توقیت وتفسیر میں یدِطولیٰ رکھتے تھے۔آپ کی علمیت کا اندازہ اس بات سے ہوتا

ہے کہ **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کتاب ''الطّاری الدّاری'' کا مسودہ آپ کو دکھایا اور جب آپ نے بعض ترمیمات کی سفارش کی تو قبول کرلی گئیں۔

آپ نے 20 سال کی عمر میں علمِ غیب کے موضوع پر **''الکلمۃ العُلیاء''** تصنیف فرمائی۔ **اعلیٰ حضرت** کے ترجمۂ قرآن **''کنز الایمان''** پر آپ نے **''خزائن العرفان''** کے نام سے حاشیہ لکھا جو اپنی مثال آپ ہے۔

اعلیٰ حضرت نے انہیں اپنی خلافت واجازت سے بھی نوازا۔ آپ **اعلیٰ حضرت** کے رازدار و رمز شناس تھے، آپ نے اُن کے مشن کو بڑی کامیابی کے ساتھ آگے بڑھایا اور مسلمانانِ ہند کی سیاسی و مذہبی امور میں راہنمائی فرمائی۔

شدھی کی تحریک کی مدافعت میں آپ نے کارہائے نمایاں انجام دیئے اور اس فتنۂ ارتداد کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، بالآخر اس فتنہ کا خاتمہ ہو گیا۔ 1946ھ میں صدر الافاضل ہی کی کوشش سے بنارس میں **''آل انڈیا سنی کانفرنس''** کے چار روزہ تاریخی اجلاس ہوئے۔

آپ 19 ذی الحجہ 22 اکتوبر 1948 کو مرادآباد میں وصال فرما گئے۔ مزارِ مبارک ''جامعہ نعیمیہ'' مرادآباد کے احاطہ میں ہے۔

ملک العلماء مولانا ظفر الدین بھاری :

آپ کی پیدائش 14 محرم الحرام 1303ھ میں عظیم آباد پٹنہ میں ہوئی۔ ابتدائی کتب والدِ ماجد سے پڑھیں، ''مدرسہ حنفیہ'' پٹنہ میں مولانا شاہ وصی احمد صاحب محدثِ سورتی سے استفادہ کیا، بعد ازاں پیلی بھیت میں حاضر ہوکر محدثِ سورتی سے ہی درسِ حدیث لیا۔

پھر بریلی شریف حاضر ہوکر **اعلیٰ حضرت** سے شرفِ تلمذ حاصل کیا اور بخاری شریف، اقلیدس، تشریح الافلاک اور شرح چغمینی پڑھی۔ اس کے علاوہ علم توقیت، علم جفر و تکسیر بھی حاصل کیا اور شعبان 1325ھ میں فارغ التحصیل ہوئے۔

تدریسی خدمات کی ابتداء **''مدرسہ منظرِ اسلام''** بریلی سے کی، 1322ھ کو **اعلیٰ حضرت** کے حلقۂ بیعت میں داخل ہوئے، تکمیلِ علوم کے بعد تمام سلاسلِ طریقت میں خلافت کا تاج سر پر رکھا گیا اور **''ملک العلماء''** کا خطاب پایا۔

آپ **اعلیٰ حضرت** کے اجلّ خلیفہ اور اجلّ تلامذہ میں سے تھے۔ ہندوستان بھر کے نظام الاوقات بنام ''مؤذن الاوقات'' آپ ہی کا کارنامہ ہے۔ آپ کثیرُ التصانیف بزرگ تھے۔ آپ کی تصانیف کی تعداد ستر سے زائد بتائی جاتی ہے، آپ کے عظیم علمی کارناموں میں سے ایک کارنامہ **''حیاتِ اعلیٰ حضرت''** کی تصنیف ہے۔ ہماری اس کتاب کا ماخذ زیادہ تر آپ کی یہی کتاب رہی ہے۔

آپکا وصال 19 جمادی الاخریٰ بمطابق 1382ھ بمطابق 18 نومبر 1968 کو ہوا۔ **اعلیٰ حضرت** آپ کو **''فاضل بہار''** لکھا کرتے تھے اور یہی لقب **''فاضلِ بہار''** آپ کی تاریخ رحلت ہے۔

سید احمد اشرف کچھوچھوی :

آپ کے والدِ ماجد کا نام **سید علی حسین اشرفی** کچھوچھوی ہے۔ آپ کی ولادت 14 شوال المکرّم 1286ھ بروز جمعۃ المبارک ہوئی۔

ابتدائی تعلیم کچھوچھہ شریف سے حاصل کرنے کے بعد مفتی لطف اللہ علی گڑھی سے درسیات کی تکمیل کی۔خواب میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے آپ کی دستار بندی خود فرمائی۔لہٰذا آپ نے اس کے بعد کسی سے بھی دستار بندی نہ کراوئی۔اپنے والد ماجد سے بیعت تھے۔**اعلیٰ حضرت** سے بھی خلافت و اجازت حاصل تھی،آپ کا وعظ بہت پراثر ہوتا تھا،آپ کا حلقہء ارادت بہت وسیع تھا 1343ھ بمطابق 1924 طاعون کے سبب آپ کا وصال ہوا۔

سید محمد محدث کچھو چھوی :

آپ کی ولادت 15 ذی القعدہ 1311ھ کو موضع ''جائس''،ضلع ''رائے پور'' میں ہوئی۔آپ کی تربیت آپ کے نانا جان حضرت شیخ المشائخ سید **علی حسین اشرفی** کچھوچھوی نے کی۔کچھ عرصہ مولانا عبدالباری فرنگی محلّی سے علومِ عربیہ کی تحصیل کی۔وہ سید ہونے کی وجہ سے آپ کو بہت احترام کیا کرتے تھے۔

اپنے نانا جان کے حکم پر اپنے ماموں مولانا **شاہ احمد اشرف** کچھوچھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بیعت کی اور خلق خدا کی روحانی تربیت فرمانے لگے۔آپ نے **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالی عنہ سے بھی شرف تلمذ حاصل کیا۔**اعلیٰ حضرت** بھی آپ کو سید ہونے کی وجہ سے بہت محترم جانتے تھے یہاں تک کہ شاگرد ہونے کے باوجود اِن کے ہاتھ چوم لیتے۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالی عنہ نے ان کو اجازت وخلافت سے بھی نوازا تھا،آپ بیک وقت عالم،فاضل،ادیب،خطیب،صوفی،شاعر، پیرطریقت ومحدث تھے۔تمام سال تبلیغی دوروں پر صرف کرتے،پانچ ہزار غیر مسلموں نے آپ کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کیا اور کئی لاکھ مسلمان شرفِ بیعت سے مشرف ہوئے۔آپ کا لقب **''محدثِ اعظم ہند''** تھا۔

آپ کا وصال 16 رجب المرجب 1381ھ بمطابق 25 دسمبر 1961ء بروز ہفتہ لکھنؤ میں ہوا اور کچھو چھہ شریف میں دفن کئے گئے۔

مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی :

آپ کی پیدائش 15 رمضان المبارک 1310ھ بمطابق 3 اپریل 1892 ''محلّہ مشائخاں'' میرٹھ میں نامور عالمِ دین مولانا شاہ عبدالحکیم جوش صدیقی کے ہاں ہوئی۔آپ کا سلسلہء نسب خلیفہء اول امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔

آپ بچپن ہی سے محنتی اور ذہین تھے،والدِ ماجد سے عربی،اردو اور فارسی کتب پڑھنے کے بعد ''مدرسہ عربیہ قومیہ'' میرٹھ سے 16 سال کی عمر میں درسِ نظامی کی تکمیل کی اور اول پوزیشن حاصل کی۔اسلام کا پیغام غیر مسلموں تک پہنچانے کے لیے آپ نے علومِ جدیدہ بالخصوص انگریزی علوم کی تحصیل کی اور ڈویژنل کالج سے B-A کی ڈگری امتیازی حیثیت میں حاصل کی۔

سلسلہء عالیہ قادریہ میں **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت ہوئے اور خرقہء خلافت حاصل کیا۔**اعلیٰ حضرت** نے آپ کو **''علیم الرضا''** کے پیارے لقب سے بھی مشرف فرمایا۔**اعلیٰ حضرت** ہی کے ارشاد سے اپنے نجی خرچہ پر تبلیغِ اسلام کیلئے وقف ہو گئے۔آپ ایک جادو

بیان اور شعلہ نوا مقرر تھے، اردو، عربی، فارسی اور انگریزی زبان میں بڑی روانی کے ساتھ تقریر فرماتے ۔تبلیغ اسلام کے لیے پوری دنیا کے دورے فرمائے، بالخصوص یورپ اور افریقہ میں ہزاروں لوگوں کو مسلمان کیا۔ آپ نے اپنی حیاتِ مبارکہ کے تقریباً 35 سال امریکہ، افریقہ، انگلینڈ، انڈونیشاء، سنگاپور، چین، جاپان، کینیڈا، فرانس، اور فلپائن وغیرہ ممالک میں تبلیغ واشاعتِ اسلام میں گزارے۔

ان ممالک کے گوشے گوشے میں مساجد، مکتبے، کتب خانے، ہسپتال، یتیم خانے اور تبلیغی مراکز قائم کیئے۔ آپ نے ملایا، سنگاپور میں ایک عربی یونیورسٹی کی بنیاد بھی ڈالی۔ آپ کی تبلیغی سرگرمیوں سے 45000 سے زائد غیر مسلم مشرف بااسلام ہوئے۔ جن میں جنوبی افریقہ کے ایک گورنر، روس کے ایک سائنسدان، بورینو کی ایک شہزادی اور کینیڈا کی خاتون اول کے نام قابل ذکر ہیں۔

آپ نے مشہور انگریز مفکر ڈاکٹر ''جارج برنارڈ شا'' سے اسلام اور عیسائیت کے موضوع پر مناظرہ کیا۔ دورانِ مناظرہ برنارڈ شا پر آپ کی شخصیت کا رعب چھایا رہا اور اس نے قرآنِ پاک کی حقانیت کا اعتراف کرلیا۔ برنارڈ شا نے آخر میں کہا کہ آپ کی گفتگو اتنی دلچسپ اور معلوماتی ہے کہ میں سالوں تک آپ کے ساتھ رہنا پسند کروں گا، مجھے واقعی اس بات کا افسوس ہے کہ آپ جیسے بزرگ عالم سے صرف اتنی مختصر بات کرسکا۔

تحریکِ پاکستان میں آپ نے نمایاں کردار ادا کیا، قیامِ پاکستان کے بعد قائدِ اعظم محمد علی جناح نے آپ کو اسلامی ممالک میں پاکستان کا نمائندہ بنا کر بھیجا۔

اپنی زندگی مسلسل دینِ حق کی سربلندی میں بسر کرنے کے بعد 23 ذی الحجہ 1374ھ بمطابق 22 اگست 1954ء کو **مدینہ منورہ** میں محبوبِ حقیقی سے جا ملے۔ اُس وقت تمام عالمِ اسلام سے آئے ہوئے حجاج **مدینہ منورہ** میں جمع تھے، اس طرح آپ کی نمازِ جنازہ اور تدفین میں دُنیا کے ہر گوشے سے آئے ہوئے مسلمانوں نے شرکت کی۔ آپ کو **''جنت البقیع''** میں حضرتِ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قدموں میں جگہ ملی۔

قطبِ مدینہ مولانا ضیاء الدین احمد مدنی :

آپ کی ولادت 1297ھ ضلع سیالکوٹ کے ایک گاؤں '' کلاس والا'' میں ہوئی۔ آپ کے والد کے نام عبدالعظیم اور دادا کا نام شیخ قطب الدین قادری تھا۔ آپ کا نسبی سلسلہ خلیفہء اول حضرتِ سیدُ نا ابوبکرِ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاملتا ہے۔

ابتدائی تعلیم سیالکوٹ میں حاصل کی پھر لاہور تشریف لے گئے یہاں ''بیگم شاہی مسجد'' میں حضرت مولانا غلام قادر بھیروی سے ڈیڑھ سال کتابیں پڑھیں، پھر علم کی پیاس بجھانے کے لیے حضرتِ مولانا شاہ وصی احمد صاحب محدثِ سورتی کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور دیگر علوم وفنون کے ساتھ ساتھ دورہء حدیث شریف کی تکمیل کی اور **اعلیٰ حضرت** کے دست مبارک سے سندِ فراغت حاصل کی۔

1315ھ بمطابق 1897ء میں سلسلہ ء عالیہ قادریہ میں **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت ہوئے اور اُسی وقت اجازت

وخلافت سے بھی نوازے گئے۔آپ کی عمر شریف اُس وقت صرف 18 برس تھی۔حضرتِ مولانا شاہ وصی احمد صاحب محدثِ سورتی نے بھی آپ کو خلافت سے نوازا۔

1318ھ میں آپ نے بغداد شریف کا قصد کیا جہاں آپ نو برس تک رہے اور کئی بزرگوں سے فیض یاب ہوتے رہے۔

1327ھ میں آپ بغداد شریف سے **مدینہ منورہ** پہنچے، اُس وقت وہاں ترک حکومت ''سلطنتِ عثمانیہ'' قائم تھی۔آپ نے لگ بھگ ستر برس سے زیادہ **مدینہ منورہ** میں قیام کیا۔ ہر وہ عالم جو **مدینہ منورہ** پہنچتا وہ آپ سے ضرور شرفِ ملاقات حاصل کرتا اور آپ کی روزانہ کی محفلِ میلاد میں شرکت کرتا۔

تمام علماء ومشائخ آپ کو **''قطب مدینہ''** تصور کرتے تھے۔دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں جہاں آپ کے مرید نہ ہوں، ہزاروں علماء اور مشائخ کو آپ نے خلافت عطا فرمائی۔

آپ کے مریدین میں ایک نامور ہستی **امیرِ اہلسنت حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی** دامت برکاتہم العالیہ کی بھی ہے جن کے فیض سے آج لاکھوں نوجوان سلسلہء قادریہ رضویہ میں داخل ہو چکے ہیں۔

آپ نے طویل عمر پائی اور مدینہء پاک ہی میں سفرِ آخرت باندھا۔آپ کا وصال پر ملال چار ذی الحجہ 1401ھ بمطابق 2 اکتوبر 1981ء کو ہوا۔نمازِ جنازہ مسجد نبوی میں ''فضیلۃ الشیخ'' **مفتی محمد علی مراد شامی** نے پڑھائی۔ **جنت البقیع** میں **حضرتِ فاطمۃ الزہرا** رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مزارِ اقدس سے چند قدم کے فاصلے پر آپ کو دفنایا گیا۔

مولانا شاہ عبدُ السّلام جبل پوری :

آپ کے والدِ ماجد کا نام **شاہ عبدالکریم** تھا، آپ کا سلسلہءنسب خلیفہءرسول **صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم** حضرتِ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔

14 برس کی عمر شریف میں قرآنِ پاک حفظ کیا اور تمام ظاہری ومعنوی علوم کی تکمیل اپنے والدِ ماجد ہی سے کی۔

بریلی شریف حاضر ہوئے اور تقریباً 10 ماہ **اعلیٰ حضرت** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فیضِ علمی وعملی، ظاہری وباطنی، صوری ومعنوی، اور بیعت و ارشاد کی سعادتوں سے بہرور ہوئے۔

اعلیٰ حضرت نے آپ کی علمی وعملی، ذہنی واخلاقی قابلیت کا بنظرِ عمیق جائزہ لیا اور اِفتاء ووعظ اور درس کی اجازت کے ساتھ ساتھ مختلف سلاسل میں اجازت وخلافت سے بھی سرفراز فرمایا۔

اعلیٰ حضرت کو مولانا عبدالسلام سے والہانہ محبت تھی، جس کا اندازہ اُن القابات سے ہوتا ہے جو آپ نے انہیں مختلف خطوط میں تحریر فرمائے۔

اِن کی دعوت پر **اعلیٰ حضرت** ایک مرتبہ جبلپور تشریف لے گئے جسکا تفصیلی ذکر'' **ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت**'' میں پڑھا جا سکتا ہے۔
اعلیٰ حضرت آپ کو دیارِ '' سی۔پی'' کا **''قطبِ اوحد''** فرماتے تھے۔

18 جمادی الاول 1372ھ بمطابق 3 فروری 1953ءمیں وصال فرمایا، جبلپور میں آپ کا مزارِ اقدس مرجع خاص وعام ہے۔

قاری بشیر الدین صاحب جبلپوری:

آپ کا اسمِ گرامی **محمد بشیر الدین** تھا، آپ مولانا شاہ عبدالسلام جبلپوری کے بھائی تھے۔ درسیات کی تکمیل اپنے والدِ بزرگوار سے فرمائی، جملہ علومِ نقلیہ وعقلیہ میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے۔

1317ھ میں والدِ ماجد کی رحلت کے بعد **اعلیٰ حضرت** کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ آپ کو فن قراءت وتجوید پر بھی عبور حاصل تھا۔ جب **اعلیٰ حضرت** نے آپ کی قراءت کو سماعت فرمایا تو بہت مسرور ہوئے۔ ارشاد ہوا'' آپ تو قاری ہیں'' جبھی سے لوگ آپ کو قاری کہنے لگے۔ اسی موقعہ پر **اعلیٰ حضرت** نے آپ کو خلافت واجازت سے نوازا۔ **اعلیٰ حضرت** کی آپ پر خصوصی نظرِ التفات تھی۔ آپ بڑے خلیق اور ملنسار تھے آپ نے اپنی تمام زندگی کتاب وسنت کی تعلیم میں بسر کی۔

1324ھ میں آپ کو ورمِ جگر لاحق ہوا اور اسی مرض میں دو سال مبتلا رہ کر 2 شوال المکرّم 1326ھ کو بوقتِ صبح اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کی۔

مولانا عبدالباقی برھان الحق جبلپوری :

آپ مولانا شاہ عبدالسلام جبلپوری کے صاحبزادے تھے۔ 21 ربیع الاول 1310ھ بمطابق 1892ءنمازِ فجر کے وقت جبلپور میں پیدا ہوئے۔ پیدائش کے وقت آپ کے دادا حضرت مولانا عبدالکریم قرآنِ پاک کی تلاوت فرمارہے تھے اور یہ آیۂ کریمہ **''قَدْ جَاءَكُم بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ''** زبان پر جاری تھی۔ دادی صاحبہ نے پوتے کی ولادت کی اطلاع دی، سنتے ہی فرمایا **الحمدللہ ''برھان'' آگیا۔**

ابتدائی تعلیم والدِ ماجد ہی سے حاصل کی اور تکمیلِ علم کے لیے بریلی شریف حاضر ہوگئے۔ کم وبیش تین سال تک سلسلۂ تعلیم جاری رہا اور **اعلیٰ حضرت** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہی کے دستِ مبارک سے جبلپور میں دستار بندی ہوئی۔

آپ نے لگ بھگ 75 برس فتاویٰ نویسی کی ''مدھیہ پردیش'' میں آپ کی ذات ہمیشہ مرجع خلائق رہی۔ آپ کی شخصیت پیکرِ جود وسخا اور تقویٰ کی آئینہ دار رہی۔

آپ کا وصال پر ملال 1405ھ بمطابق 1985ء میں ہوا اور والد صاحب کے پہلو میں دفن کیے گئے۔

مولانا سید سلیمان اشرف بہاری:

آپ کی پیدائش 1878ء کے لگ بھگ صوبہ ''بہار'' کے ایک مردم خیز دیہات میں ایک ممتاز سید گھرانے میں ہوئی۔ والدِ ماجد کا نام

سید محمد عبد اللہ تھا جو جامع شریعت وطریقت بزرگ تھے۔

ابتدائی کتابیں لکھنؤ میں پڑھیں، بعد ازاں علوم اسلامیہ کی تکمیل مولانا ہدایت اللہ جونپوری سے کی۔

علی گڑھ یونیورسٹی میں دینیات کے پروفیسر تعینات ہوئے، قدرت نے آپ کو بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا خطابت میں بلا کا زور تھا جب آپ گفتگو فرماتے تو دریا کی روانی کا نقشہ سامنے آجاتا تھا۔ 21-1920 کے ہنگامہ خیز دور میں آپ کی سیاسی خدمات آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

آپ کا وصال 5 ربیع الاول 1385ھ بمطابق 25 اپریل 1939ء کو ہوا۔ علی گڑھ یونیورسٹی کے قبرستان میں دفن کئے گئے۔

مولانا سید محمد دیدار علی شاہ الوری:

آپ کی پیدائش 1273ھ بمطابق 1856ء میں محلّہ نواب پورہ ریاست ''الور'' میں ہوئی۔ آپ کے عمِّ بزرگوار مولانا سید نثار علی شاہ نے آپ کی پیدائش سے پہلے ہی بشارت دیتے ہوئے آپ کی والدہ سے فرمایا ''بیٹی تیرے ہاں لڑکا ہوگا جو دین مصطفوی کو روشن کرے گا اُس کا نام دیدار علی رکھنا''۔

ابتدائی تعلیم ''الور'' ہی میں حاصل کی، بعد ازاں دہلی جا کر مولانا شاہ کرامت اللہ صاحب سے بعض کتبِ درسِ نظامی کا سبق حاصل کیا مولانا ارشاد حسین رامپوری سے بھی فقہ ومعقولات کا درس لیا۔ سندِ حدیث مولانا احمد علی محدث سہارنپوری اور مولانا شاہ فضلِ رحمان گنج مراد آبادی سے حاصل کی۔

پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی اور مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی آپ کے ہم سبق تھے، سلسلہء نقشبندیہ میں مولانا شاہ فضل رحمان گنج مراد آبادی کے مرید وخلیفہ تھے۔ سلسلہء قادریہ میں **اعلیٰ حضرت** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نہ صرف انہیں بلکہ ان کے صاحبزادے ابوالبرکات سید احمد صاحب قادری کو بھی خلافت واجازت سے نوازا۔

لاہور تشریف لائے تو تاریخی مسجد وزیر خاں کے خطیب مقرر ہوئے، لاہور میں 1343ھ میں آپ نے دارُ العلوم **حزب الاحناف** کی بنیاد رکھی۔ غازی علم الدین شہید نے وصیت کی تھی کہ میرا جنازہ **سید دیدار علی شاہ** صاحب پڑھائیں۔

22 رجب 1354ھ بمطابق 1930ء لاہور میں آپ کا وصال ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔

ابوالبرکات سید احمد قادری :

آپ سید محمد دیدار علی شاہ صاحب کے نامور فرزندِ ارجمند تھے۔ 1336ھ بمطابق 1906 محلہ نواب پورہ ریاست ''الور'' میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی علوم اپنے والدِ ماجد سے حاصل کئے، پھر صدر الا فاضل مولانا سید **محمد نعیم الدین مراد آبادی** کے مدرسہ ''اہل سنت وجماعت

مراد آباد" میں منتہی کتب پڑھیں۔ دورہء حدیث کے لئے اپنے والدِ مکرم کے مدرسہ میں داخل ہوئے اور سندِ تکمیل حاصل کی۔

جب سید دیدار علی شاہ صاحب لاہور تشریف لائے تو آپ بھی اُن کے ساتھ تشریف لے آئے اور مسجد وزیر خاں میں درس وتدریس کرنے لگے۔ آپ کی محنت کی شہرت نے سارے پنجاب کو اپنی لپیٹ میں لے لیا، طلبہ جوق در جوق لاہور پہنچنے لگے اور مسجد وزیر خان کے وسیع صحن میں دینی علوم حاصل کرنے والوں کے جمگھٹے لگ گئے۔ بعدازاں لاہور ہی میں دارالعلوم "حزب الاحناف" کا سنگ بنیاد رکھا گیا تو یہیں پر تدریس فرمانے لگے۔ اس دارالعلوم نے بڑے بڑے فاضلانِ روزگار پیدا کئے جو آسمان شہرت پر آفتاب ومہتاب بن کر چمکے۔

آپ نے **سید علی حسین اشرف کچھوچھوی** سے بیعت کی اور اسی نسبت سے اشرفی کہلائے۔ **اعلیٰ حضرت** نے بھی آپ کو اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا۔ 1398ھ بمطابق 24 دسمبر 1978ء میں وصال فرمایا، دارالعلوم "حزب الاحناف" کے احاطے میں دفن کئے گئے۔

مولانا محمد حسنین رضا خان :

آپ **اعلیٰ حضرت** کے برادرِ اصغر مولانا **محمد حسن رضا خان** صاحب کے صاحبزادے تھے آپ کی ولادت باسعادت 1310ھ میں ہوئی۔

دارالعلوم **"منظر اسلام"** سے علوم کی تکمیل کی، اسی دوران **اعلیٰ حضرت** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بھی اکتسابِ علم کیا۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد دارالعلوم **"منظر اسلام"** بریلی ہی میں تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ علمِ دین سے گہرا شغف رکھتے تھے۔ بڑے متقی اور متبعِ شریعت تھے۔

اعلیٰ حضرت نے آپ کو اجازت وخلافت سے نوازا۔ **اعلیٰ حضرت** کی سیرت پر آپ نے ایک کتاب بنام **"سیرتِ اعلیٰ حضرت"** لکھی۔
(جس کے حوالے آپ کو اس کتاب میں بھی جگہ جگہ ملیں گے)

91 برس کی عمر پائی، 5 صفر المظفر 1401ھ بمطابق 14 دسمبر 1981ء کو بریلی شریف میں وصال ہوا دورانِ غسل آپکی زبان پر **اللہ** کا ذکر جاری تھا۔

مولانا احمد مختار صدیقی میرٹھی :

آپ مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بڑے بھائی ہیں۔ آپکی ولادت 7 محرم الحرام 1294ھ میرٹھ میں ہوئی۔
ابتدائی تعلیم والدِ ماجد سے حاصل کی۔ 16 برس کی عمر میں تکمیلِ علوم کے بعد سندِ فراغت حاصل کی۔ اسلامیہ کالج "اٹاوا" میں صدر شعبہء علومِ اسلامیہ مقرر ہوئے۔

آپ کو یتیموں اور مسکینوں سے بہت محبت تھی، کئی یتیم خانے بنوائے کثیر تعداد میں ہندوؤں اور عیسائیوں کو مسلمان کیا۔
اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کو اپنی خلافت سے نوازا۔ حاجی وارث علی شاہ (دیوا شریف) کی آپ پر خصوصی نظرِ التفات تھی۔

63 برس کی عمر پا کر 12 جمادی الاول 1357ھ بمطابق 10 جولائی 1938ء پرتگال میں آپ کا وصال ہوا۔

مدّاحُ الحبیب مولانا جمیل الرحمن قادری :

''**مدّاحُ الحبیب**''، مولانا **جمیل الرحمٰن** قادری رضوی صاحب بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم مدرسہ ''**منظرِ اسلام**'' سے حاصل کی۔ اسی دوران **اعلیٰ حضرت** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بھی اکتسابِ فیض کیا۔ نعتیہ شاعری کا فن خاص طور پر **اعلیٰ حضرت** سے سیکھا اور پاک وہند میں نعت گوئی کے حوالے سے بڑی شہرت حاصل کی۔ آپ نہ صرف نعت گو شاعر تھے بلکہ بڑی خوش الحانی سے بارگاہِ نبوت میں گلہائے عقیدت پیش کیا کرتے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کو ''**مدّاحُ الحبیب**'' کا لقب عطا فرمایا اور اجازت وخلافت سے بھی نوازا۔ آپ فنا فی الشیخ کے مقام پر فائز تھے اور **اعلیٰ حضرت** سے بڑی محبت فرمایا کرتے تھے۔ آپ کا یہ شعر زباں زدِ عام ہے۔

میں وہ سنی ہوں جمیلِ قادری مرنے کے بعد

میرا لاشہ بھی کہے گا الصّلوٰۃ وَ السّلام

آپ کا وصال 1343ھ میں ہوا۔

فقیہِ اعظم مولانا محمد شریف محدّثِ کوٹلوی:

آپ کی ولادت ''کوٹلی لوہاراں'' کے علمی خانوادے کے چشم و چراغ **مولانا عبدالرحمٰن** کے ہاں 1280ھ میں ہوئی۔

علوم دینیہ کی تکمیل اپنے والدِ ماجد ہی سے کی، فراغت کے بعد مجاہدہ ءتبلیغ اختیار فرمایا۔ ترکِ تقلید کے انسداد اور تائیدِ مذہبِ حنفیت کے لئے آپ نے بہت کوششیں فرمائیں۔

ہفت روزہ ''اہلِ حدیث'' امرتسر کے مقابلے میں آپ نے ہفت روزہ ''**الفقیہ**'' نامی اخبار شائع کیا جس میں ''اہلِ حدیث'' کے خلاف مناظرانہ رنگ میں لکھتے رہے، جس کا اثر یہ ہوا کہ مولوی ثناءاللہ امرتسری بھی آپ کی فقاہت کا معترف ہوگیا۔

اعلیٰ حضرت نے آپ کو ''**فقیہِ اعظم**'' کے لقب سے پکارا اور خلافت واجازت سے بھی نوازا۔ آپ نے لگ بھگ پچاس کتابیں تحریر فرمائیں، جن میں ''فقہ الفقیہ''اور''دلائلُ المسائل''اور''نماز حنفی مدلل'' قابل دید ہیں۔

نوے سال کی عمر میں 6 ربیع الآخر 1370ھ بمطابق 15 جنوری 1951ء کو آپ نے وصال فرمایا اور کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ میں دفن ہوئے۔

مولانا محمد امام الدین کوٹلوی :

آپ ''**فقیہِ اعظم**''، مولانا محمد شریف محدّثِ کوٹلوی کے بھائی تھے۔ آپ کی پیدائش ''کوٹلی لوہاراں''، ضلع سیالکوٹ میں ہوئی۔ آپ کو،

مولانا **محمد شریف کوٹلوی** اور آپ کے تیسرے بھائی مولانا ''ابوعبدالقادر'' **عبداللہ کوٹلوی** تینوں خوش نصیب بھائیوں کو، **اعلیٰ حضرت** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے خلافت واجازت حاصل ہوئی۔

آپ پنجابی زبان کے قادرُالکلام شاعر تھے۔آیاتِ قرآنی، احادیث نبوی، اور علمی مضامین کو بہت خوبی سے نظم میں ادا کرتے تھے۔

19 ربیع الثانی 1381ھ بمطابق 2 اگست 1961ء کو آپکا وصال ''کوٹلی لوہاراں'' میں ہوااور وہیں دفنائے گئے۔

مولانا شاہ ھدایت رسول قادری :

آپ 1860 میں رامپور میں مولانا سید **محمد احمد رسول قادری** کے ہاں پیدا ہوئے۔آپ کے آباؤ اجداد ساداتِ بخارا سے تھے۔

ابتدائی تعلیم والدِ ماجد سے حاصل کی، بعدازاں بریلی شریف حاضر ہوکر **اعلیٰ حضرت** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے علومِ ظاہری وباطنی حاصل کئے **اعلیٰ حضرت** نے آپ کو'' **سَیفُ اللّٰہِ المَسلُول**'' ''**مجاہدِ ملت**'' اور ''**سلطان الواعظین**'' کے خطابات سے نوازا۔

سید شاہ **ابوالحسین احمد نوری کے** دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے اور خلافت سے نوازے گئے۔

بعد میں **اعلیٰ حضرت** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی خرقہ ءخلافت عطا فرمایا۔آپ کو **اعلیٰ حضرت** سے بے پناہ محبت تھی اور **اعلیٰ حضرت** بھی آپ سے بہت محبت فرماتے تھے۔

آپ کی پشتِ مبارک پر ایک دستِ مبارک کا نشان تھا جس کے بارے میں اکابر اولیائے کرام نے فرمایا کہ یہ **غوثِ پاک** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دستِ مبارک کا نشان ہے جو آپ کی پشت پر اُنہوں نے رکھا تھا۔

آپ تحریر وتقریر دونوں میدانوں کے شہ سوار تھے، آواز بھاری اور رعب دار تھی، **اللہ** ربُّ العزت نے اُن کو یہ کرامت عطا کی تھی کہ ان کی آواز ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کے مجمع میں بھی تمام سامعین تک یکساں پہنچتی تھی۔

آپ نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ تبلیغِ دین وترویجِ مسلکِ اہلسنت کے لیے وقف کررکھا تھا۔

رمضان المبارک 1332ھ کی 23 ویں شب بمطابق 1915ء کو آپ اپنے خالقِ حقیقی سے جاملے، **اعلیٰ حضرت** نے آپ کے وصال پر فرمایا'' آج میرا دستِ راست جاتا رہا'' رامپور میں آپ کا مزار مرجعِ خلائق ہے

مُفتی محمد غلام جان ھزاروی:

آپ کی ولادت 1314ھ تحصیل ''مانسہرہ''، ضلع ''ہزارہ'' میں ہوئی۔آپ کا گھرانہ علم وحکمت کا گھرانہ تھا۔آپ کے والدِ ماجد مولانا **محمد احمد** اور آپ کے دادا مولانا **محمد عالم** نہایت پاکیزہ نفس اور بلند پایہ عالم تھے۔

ابتدائی تعلیم اپنے والدِ ماجد ہی سے حاصل کی، بعدازاں مولانا غلام رسول صاحب گجراتی، مولانا برکات احمد صاحب ٹونکی اور مولانا سلامت اللہ خان رامپوری سے تکمیلِ علم کی۔طالب علمی ہی کے زمانے سے سلوک ومعرفت سے بہت لگاؤ تھا چنانچہ شیخ کامل کی جستجو میں

بریلی شریف حاضر ہوگئے اور **اعلیٰ حضرت** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بیعت ہوئے اور خلافت سے بھی نوازے گئے۔

تونسہ شریف، مکھڈ شریف، ہزارہ اور لاہور میں تدریس فرماتے رہے۔ آپ گستاخِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور گستاخِ صحابہ و اولیاء علیہم الرضوان سے ہمیشہ دامن کش رہتے تھے۔ نہایت پاکیزہ اخلاق کے مالک تھے، انتہائی سادگی پسند تھے، اپنا کام خود کرتے، غرباء کی بہت مدد کرتے اور ایسے لوگوں کے ماہانہ وظائف مقرر کر رکھے تھے۔ تحریکِ پاکستان میں نمایاں کردار ادا کیا۔

25 محرم 1379ھ بمطابق یکم اگست 1959ء بروز ہفتہ کلمہ ءطیبہ اور درود وسلام کا ورد کرتے ہوئے انتقال فرمایا۔ آپ کا مزار لاہور میں **غازی علم الدین شہید** کے مزار کے قریب مرجعِ خلائق ہے۔

سید محمد عبدالسلام باندوی :

آپ مایہ ناز عالمِ دین اور شیخ طریقت تھے، زبردست مقرر، بلند پایہ شاعر اور مبلغ تھے، مولانا **نعیم الدین مرادآبادی** سے خصوصی نسبت حاصل تھی۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی خلافت سے نوازا، تحریکِ پاکستان میں نمایاں کردار ادا کیا، آپ کا وصال 6 شوال المکرّم 1387ھ بمطابق 1968ء کراچی میں ہوا۔

مولانا عبد الاحد صاحب پیلی بھیتی :

آپ مولانا **شاہ وصی احمد صاحب محدث سورتی** کے صاحبزادے تھے۔ آپ کی پیدائش 1298ھ بمطابق 1883ء پیلی بھیت میں ہوئی۔

اپنے والدِ ماجد سے تمام علوم وفنون کی تکمیل کی، 13 برس کی عمر میں **اعلیٰ حضرت** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دورہ ء حدیث شریف کیا۔

اعلیٰ حضرت نے اپنے دستِ مبارک سے دستار بندی فرمائی، آپ کو فنِ خطابت میں یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ تقریر کے دوران اکثر رقت طاری ہوجاتی اور وجد کے عالم میں درود وسلام پڑھنے لگتے۔

اعلیٰ حضرت نے آپ کو **''سلطانُ الواعظین''** کا خطاب عطا فرمایا۔ 1323ھ میں آپ نے **اعلیٰ حضرت** کی معیت میں فریضہء حج ادا کیا۔

مولانا شاہ وصی احمد محدثِ سورتی کے وصال کے بعد **''مدرسۃ الحدیث''** پیلی بھیت میں **''شیخ الحدیث''** کے فرائض انجام دینے لگے اور یہ سلسلہ آخری دم تک جاری رہا۔

13 شعبان 1352ھ بمطابق یکم دسمبر 1933 بروز جمعہ عصر اور مغرب کے درمیان داعیء اجل کو لبیک کہا، حسبِ وصیت ''گنجِ مراد

آباد‘‘ میں دفن کئے گئے۔

مولانا عبدالحق صاحب پیلی بھیتی :

آپ پیلی بھیت کی پنجابی سوداگر برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ **’’مدرسۃ الحدیث‘‘** پیلی بھیت سے درسِ نظامی کی تکمیل کی۔

تعلیم سے فراغت پا کر بریلی شریف حاضر ہوئے اور **اعلیٰ حضرت** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بیعت کی سعادت حاصل کی اور شرفِ خلافت سے نوازے گئے۔

آپ کو **اعلیٰ حضرت ’’محدث پیلی بھیتی‘‘** کے لقب سے یاد فرماتے تھے۔ آپ **اعلیٰ حضرت** کے شیدائی تھے۔ جب بھی **اعلیٰ حضرت** پیلی بھیت تشریف لاتے تو آپ ایک آن کے لئے بھی اُن سے جدا نہ ہوتے۔

آپ علم وعمل اور وضع داری میں نمونہءِ سلف تھے۔ وعظ ونصیحت بڑے شیریں انداز میں فرماتے، کسب حلال اور خدمتِ علم کا مشغلہ آخری دم تک قائم رہا۔ 75 برس کی عمر میں 1361ھ بروز جمعۃ المبارک وفات پائی۔

مولانا ضیاء الدین پیلی بھیتی :

آپ کی ولادت 1290ھ ’’تلہر‘‘، ضلع ’’شاہجہان پور‘‘ میں مولانا **حسین علی** صاحب کے یہاں ہوئی۔

ابتدائی تعلیم والدِ ماجد سے حاصل کی، بعد ازاں مولانا شاہ **وصی احمد صاحب محدث سورتی** کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دورہءِ حدیث کی تکمیل کی۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر بیعت سے مشرف ہوئے اور خلافت سے نوازے گئے۔ دین داری، پابندیءِ شرع اور مذہبی رکھ رکھاؤ میں منفرد مقام کے حامل تھے۔ 28 محرم 1364ھ بوقتِ فجر بحالتِ نماز روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب پیلی بھیتی :

آپ شاہ جی **محمد شیر میاں** کے بھانجے تھے۔ آپ کی ولادت 1288ھ پیلی بھیت میں ہوئی۔

جملہ دینی علوم **’’مدرسۃ الحدیث‘‘** پیلی بھیت سے حاصل کئے۔ 1325ھ میں **’’مدرسۃ الحدیث‘‘** کے سالانہ جلسہ کے موقع پر **اعلیٰ حضرت** سے شرفِ بیعت حاصل کیا اور اگلے سال خلافت سے سرفراز ہوئے۔

’’مدرسۃ الحدیث‘‘ میں عرصہءِ دراز تک مدرس رہے۔ پوری زندگی بریلی اور پیلی بھیت سے باہر قدم نہیں نکالا۔ پیلی بھیت کے دیہاتوں میں دین کو پھیلانے کے حوالے سے آپ کی مساعیءِ جمیلہ ناقابلِ فراموش ہیں۔

نہایت ملنسار، بااخلاق، باوضع، اور پورے شہر میں مقبول ومحبوب تھے۔ ’’وقار الملت‘‘ **مفتی محمد وقار الدین** صاحب آپ کے تلامذہ میں سے ہیں۔

1943 میں آپ کا وصال ہوا اور پیلی بھیت میں ہی سپر دخاک کئے گئے۔

مولانا عبد الحئی صاحب پیلی بھیتی :

آپ مولانا **شاہ وصی احمد صاحب محدث سورتی** کے چھوٹے بھائی مولانا عبد الطیف صاحب کے ہاں پیلی بھیت میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم اپنے والدِ ماجد سے حاصل کی، پھر "**مدرسۃ الحدیث**" میں داخل ہو کر تمام علوم وفنون کی تکمیل کی۔ آپ کے ہم سبق طلبہ میں مولانا محمد **امجد علی اعظمی صاحب**، اور **مولانا محمد شفیع صاحب** بیسلپوری قابل ذکر ہیں۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شرفِ بیعت حاصل کیا اور خلافت سے نوازے گئے۔ تمام عمر "**مدرسۃ الحدیث**" میں بطورِ مدرس تدریس کرتے رہے۔ آپ بہت ہی دین دار اور عبادت گزار بزرگ تھے۔

60 سال سے زیادہ عمر پائی، 1940 میں وصال فرمایا اور محدثِ سورتی کے مقبرہ سے متصل سپردِ خاک کئے گئے۔

مولانا شاہ محمد حبیب اللّٰہ قادری میرٹھی :

آپ کی ولادت رمضان المبارک 1304ھ محلّہ "خیر نگر" میرٹھ میں شاہ **محمد عظیم اللہ** کے ہاں ہوئی جو کہ اپنے وقت کے عالمِ باعمل اور صاحبِ کشف وکرامت بزرگ تھے۔

ابتدائی تعلیم میرٹھ سے حاصل کی اور وہاں کے "**مدرسہ قومی**" میں داخل ہو کر درسِ نظامی کی تکمیل کی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور آپ کے دستِ مبارک پر شرف بیعت حاصل کیا۔

بریلی شریف میں مسلسل ایک سال کی حاضری رہی، بیعت کے گیارہ مہینے بیس دن کے بعد شرفِ خلافت سے نوازے گئے، وہ بھی اس شان سے کہ عید الاضحیٰ کے دن علمائے کرام کے جمِّ غفیر میں **اعلیٰ حضرت** نے آپ کو قریب بلا کر فرمایا "مولانا! دل چاہتا ہے کہ فقیر اپنے سر کا مستعمل عمامہ آپ کو دے" اور یہ فرما کر اپنا عمامہ شریف ان کے سر پر باندھ دیا اور اجازت وخلافت عطا فرمائی۔

آپ کو متعدد بار خواب میں **حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم** کی زیارت کا شرف نصیب ہوا۔ آپ کا وصال 26 شوال المکرّم 1367ھ بمطابق یکم ستمبر 1948ء کو 63 سال کی عمر میں ہوا، میرٹھ ہی میں دفن کئے گئے۔

مولانا محمد شفیع صاحب بیسلپوری :

آپ کی ولادت 1301ھ بمقام "بیسلپور"، ضلع پیلی بھیت میں مولانا **فضل احمد شاہ** صاحب کے ہاں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والدِ ماجد سے حاصل کی، درسِ نظامی کی تکمیل مولانا **شاہ وصی احمد محدث سورتی** سے کی۔

آپ فہم وفراست اور علم وعمل کا مجسم پیکر تھے آپ کی شادی **محدثِ سورتی** کی صاحبزادی سے ہوئی۔ **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب پیلی بھیت تشریف لائے تو آپ کی نگاہِ انتخاب ان پر پڑی اور ان کو اپنے ہمراہ بریلی شریف لے گئے اور فتاویٰ نویسی اور کتب خانہ کی نگرانی

سپرد کی ۔آپ نے **اعلیٰ حضرت** کے دستِ مبارک پر بیعت کی ،**اعلیٰ حضرت** نے آپ کو خلافت واجازت عطا فرمائی اور''**امینُ الفتویٰ**'' کا لقب انہیں عطا فرمایا۔

آپ اکثر دعا فرمایا کرتے تھے''**میری تمام عمر مرشد کی حضوری میں گزرے اور اُن کے سامنے باایمان اٹھایا جاؤں**'' آپ کی دعا قبول ہوئی اور عین جوانی کے عالم میں صرف 30 سال کی مختصر عمر میں 24 رمضان المبارک بروز جمۃ الوداع 1338ھ میں آپ کا وصال ہوا۔آپ کی نمازِ جنازہ خود **اعلیٰ حضرت** نے پڑھائی اور آپ کی تاریخ وصال بھی خود لکھی ۔

اہل الفتوی! شفیع احمد، اہل التقوی! شفیع احمد
مجھ کو کوئی امین فتوی ، ملا نہ تجھ سا! شفیع احمد
مرگِ صدہا سے سخت تر ہے، یوں تیرا مرنا شفیع احمد
تاریخ لکھی رضا نے فوراً، یا ربّ تیرا شفیع احمد

مولانا محمد عمرُالدّین ہزاوری:

آپ کی ولادت ''ہری پور ہزارہ'' کے نواحی قصبہ''کوٹ نجیب اللہ'' میں ہوئی ۔آپ ضلع ہزارہ کے مشہورِ زمانہ فاضل مولانا **فیض عالم** مصنفِ''**وجیزُ الصِرَاط** '' کے چچازاد بھائی تھے۔

ابتدائی تعلیم مختلف علماء سے حاصل کرنے کے بعد بمبئی تشریف لے گئے اور''**جامعہ محمدیہ**'' میں حضرت مولانا شاہ عبید اللہ سے کسبِ فیض کیا۔اکتسابِ علم کے بعد طویل عرصہ یہاں خطابت اور فتویٰ کی گراں قدر خدمات انجام دیں اور مسلکِ حقہ اہل سنت و جماعت کی خوب تبلیغ واشاعت کی۔

آپ نے حضرت تاج الفحول مولانا شاہ عبد القادر بدایونی سے روحانی استفادہ فرما کر خلعتِ خلافت حاصل کی ۔**اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ کو گہری عقیدت تھی اور آپ سے بھی اجازت وخلافت کا شرف حاصل تھا۔

آپ 14 شعبان المعظم 1349ھ بمطابق 2 جنوری 1931 کو قصبہ''کوٹ نجیب اللہ'' میں شبِ قدر کی مبارک ساعتوں میں اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے ۔

مولانا احمد بخش صادق صاحب :

آپ کی ولادتِ باسعادت 1262ھ میں ڈیرہ غازیخان میں ہوئی۔آپ کے مورثِ اعلیٰ''بنوں'' سے نقل مکانی کر کے ڈیرہ غازیخان میں تشریف لائے تھے۔آپ''بہلیم'' قوم سے تعلق رکھتے تھے۔

آپ نے ہوش سنبھالنے کے بعد اپنے نانا مولوی **رحمت اللہ** اور والدِ ماجد سے تعلیم حاصل کی اور چودہ برس کی عمر میں تمام علومِ نقلیہ و

عقلیہ سے فراغت پائی۔ آپ کو فقہِ حنفی اور عربی ادب میں ید طولیٰ حاصل تھا، چنانچہ ایک نعتیہ قصیدہ عربی زبان میں لکھ کر **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ارسال کیا اور استدعا کی کہ اس قصیدہ کا پہلا شعر اپنے قلم سے تحریر فرما دیں، **اعلیٰ حضرت** نے آپ کی خواہش کی تکمیل فرماتے ہوئے کئی اشعار میں اصلاح بھی فرما دی۔ یہ قصیدہ آپ کے کتب خانے میں بطور یادگار موجود ہے۔

آپ نے سندِ حدیث اور اجازت وخلافت کا شرف **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاصل کیا اور مسلکِ اہل سنت کی ترویج واشاعت میں بھرپور سعی فرمائی۔

آپ کی وفات 2 رجب المرجب 1364ھ بمطابق 13 جون 1945ء بروز بدھ ہوئی اور اپنی تعمیر کردہ مسجد کے صحن میں دفن ہوئے، آپ کا مزار زیارت گاہِ خاص وعام ہے۔

مولانا احمد حسین امروہوی :

آپ کی ولادت ''امروہہ'' ضلع مرادآباد میں 24 شعبان المعظم 1289ھ بمطابق 1872ء مولانا محمد عباس علی خان نقشبندی کے ہاں ہوئی۔

آپ نے حضرت مولانا لطف اللہ علی گڑھ اور حضرت مولانا محمد انوار اللہ خان حیدرآبادی سے بھی علمی وروحانی استفادہ کیا۔ بیعت و خلافت والدِ ماجد سے حاصل تھی، آپ کی رفعتِ شان کی بدولت متعدد مشائخ نے آپ کو اجازت وخلافت کے شرف سے ممتاز فرمایا۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کے لیے 24 رمضان المبارک 1331ھ کو بوقتِ نمازِ مغرب بریلی پہنچے اور **اعلیٰ حضرت** کی اقتدا میں نماز ادا کی۔

امامِ اہلسنت کی نگاہِ لطف وعنایت سلام پھیرتے ہی آپ پر پڑی اور آپ نے اپنا عمامہ مولانا کو عطا فرمایا۔ اس اعزاز واکرام کا سبب یہ ہوا کہ دورانِ جماعت **اعلیٰ حضرت** کو حضرتِ **غوث پاک** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت ہوئی اور آپ نے مولانا کی رفعتِ مرتبت کے باعث اجازت وخلافت عطا کرنے کا ارشاد فرمایا تھا۔ **اعلیٰ حضرت** نے **''تاج الفیوض''** کے نام سے فی البدیہہ تاریخ فرما کر عزت بخشی۔

27 رجب المرجب 1361ھ 11 اگست 1942ء بروز ہفتہ اجمیر شریف سے واپس آتے ہوئے دہلی میں اس دارِ فانی سے رخصت ہوئے، نمازِ جنازہ حضرت مولانا مفتی شاہ **محمد مظہر اللہ دہلوی** خطیبِ جامع مسجد **''فتح پوری''** نے پڑھائی، اور دوسرے دن والد ماجد کے پہلو میں رشد وہدایت کا یہ آفتاب روپوش ہو گیا۔

مولانا رحیم بخش آروی قادری :

آپ کا اسمِ گرامی **رحیم بخش** تھا۔ ولادت سے لے کر وفات تک تمام زندگی ''آرہ'' صوبہ ''بہار'' بسر کی۔

علمائے رامپور وسہارن پور سے درسِ نظامی کی تعلیم حاصل کی، حدیث کی چند کتابیں ''پھلواری شریف'' میں حضرت مولانا عبد الرحمٰن

ناصری سے پڑھیں۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شہرہ سنا تو بریلی پہنچے اور بیعت سے مشرف ہوئے اور ساتھ ہی اجازت وخلافت سے سرفراز ہوکر وطن لوٹے۔

آپ مدرسہ ''حنفیہ'' میں تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے، **اعلیٰ حضرت** کو آپ پر بے حد فخر تھا، کئی مرتبہ **اعلیٰ حضرت** آپ کی دعوت پر ''آرہ'' تشریف لے گئے اور طلباء کی دستار بندی فرمائی۔ 8 شعبان المعظم 1343ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

مولانا رحم الٰہی منگلوری :

حضرت مولانا رحم الٰہی ''منگلور''، ضلع ''مظفرنگر''، یوپی کے رہنے والے تھے۔ ''مدرسہ عالیہ رامپور'' میں درسِ نظامی کی تحصیل کی۔ مولانا عبدالعزیز (تلمیذِ رشید حضرت علامہ مولانا عبدالحق خیرآبادی) سے خصوصی تلمذ حاصل تھا، معقولات میں دسترس حاصل تھی، تدریس کا انداز بہت خوب تھا۔ ''مفتیٔ اعظم ہند'' حضرت مولانا شاہ **محمد مصطفٰی رضا خان** نے آپ سے خصوصی درس لیا۔

اختلاجِ قلب کے مریض تھے، بریلی سے واپسی پر گاڑی ہی میں انتقال ہوگیا۔ یہ آخرِ صفر 1363ھ کا واقعہ ہے۔

مولانا عبد العزیز خاں بجنوری :

آپ کی پیدائش قصبہ ''گھنگورہ''، ضلع ''بجنور'' میں ہوئی۔ والدِ ماجد کا اسمِ گرامی مولانا ظفریاب خان تھا، آپ اپنے والدِ ماجد کے خلفِ اکبر تھے۔

فارسی کی تعلیم گھر میں حاصل کی، درسِ نظامی کی تکمیل مولانا **احمد حسن امروہوی** سے اور صحاحِ ستہ کا دورہ بھی آپ ہی سے پڑھا۔ مولانا **شاہ وصی احمد محدث سورتی** کی زیرِنگرانی ''مدرسہ حافظیہ'' پیلی بھیت میں تدریس کا آغاز کیا، 1340ھ میں مدرسہ ''منظرِاسلام'' بریلی میں مدرس مقرر ہوئے، 1350ھ میں آپ کے سپرد درسِ حدیث ہوا، بریلی کی جامع مسجد کی امامت بھی آپ کے ذمہ تھی، تمام علومِ عقلیہ و نقلیہ میں کامل دستگاہ رکھتے تھے، فنِ حدیث شریف میں آپ امتیازی حیثیت کے حامل تھے، بعدازعصر **''مثنوی مولانا روم''** کا درس بھی دیا کرتے تھے۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ بیعت ہوئے اور پھر خلافت سے بھی نوازے گئے۔ 8 جمادی الاولیٰ 1369ھ کو اس دارِفانی سے کوچ فرمایا اور انجمن اسلامیہ کے قبرستان میں دفن کئے گئے۔

مولانا عزیز الحسن پھپھوندوی :

مولانا عزیز الحسن کے والدِ ماجد کا نام عنایت اللہ تھا جو حضرت شاہ اخلاص حسین علیہ الرحمہ کے عقیدت مند تھے۔ ایک دن حضرت شاہ اخلاص حسین خوشی وسرشاری کے عالم میں تھے کہ عنایت اللہ خان حاضر ہوئے، حضرت نے اُن سے بے ساختہ فرمایا: عنایت اللہ خان!

مبارک ہو! خداوند قدوس تمہارے دو بیٹوں کو عالم و فاضل اور دو بیٹوں کو حافظِ قرآن بنائے گا، چنانچہ اس بشارت کے بعد حضرت مولانا عزیز الحسن کی ولادت ہوئی۔

مولانا عزیز الحسن نے علومِ عقلیہ ونقلیہ کی تعلیم حضرت شاہ اخلاص حسین پھپھوندوی سے حاصل کی، فنِ خوشنویسی میں بھی ان سے استفادہ کیا، آپ ہی کی ہدایت پر دارالعلوم **''منظر اسلام''** بریلی میں داخل ہوئے۔''صدر الشریعۃ'' مولانا حکیم **محمد امجد علی اعظمی** اور حضرت مولانا **رحم علی منگلوری** سے درسِ نظامی کی تکمیل کی۔

تصوف کی چند کتابیں **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پڑھیں، زمانہ ءطالبِ علمی ہی میں **اعلیٰ حضرت** کے مرید ہوگئے اور بعد از فراغت اجازت وخلافت سے نوازے گئے۔

1362ھ میں وفات پا کر وطن میں ہی مدفون ہوئے، آپ نے سلسلہء بیعت اختیار نہ فرمایا۔

مولانا سید عبدالرشید مظفر پوری :

آپ کی پیدائش ضلع ''عظیم آباد'' میں ہوئی، سالِ ولادت معلوم نہ ہوسکا، البتہ 1325ھ میں آپ فارغ التحصیل ہوئے۔آپ نے تمام تعلیم مدرسہ **''منظر اسلام''** میں حاصل کی۔

آپ نے فراغت کے بعد مختلف مدارس میں پڑھایا اور آخر میں ''بہار'' کی مشہور درس گاہ ''جامعہ اسلامیہ شمس الہدیٰ'' پٹنہ میں فقہ و حدیث، تفسیر، منطق وفلسفہ کا درس دیا، سالِ وفات کا صحیح علم نہیں۔

سید فتح علی شاہ صاحب :

آپ کا اسمِ گرامی فتح علی شاہ اور والدِ ماجد کا نام سید امیر شاہ بن قیوم زمان شاہ تھا۔آپ کی ولادتِ باسعادت 11 ربیع الاول 1296ھ بمطابق 5 مارچ 1879ء کو ''کھروٹہ سیداں''، ضلع سیالکوٹ میں سحری کے وقت ہوئی۔

والدِ ماجد اپنے زمانے کے جید عالم دین تھے، حضرت فتح علی شاہ نے پرائمری پاس کر کے علومِ اسلامیہ متداولہ کی ابتدائی کتب حضرت جدّ امجد سے پڑھیں، فقہ وحدیث کی چند کتابیں علامہ عبدالرحمٰن کوٹلوی سے پڑھیں، بعد ازاں ''جامعہ حنفیہ'' گجرات کے مولانا محمد عبداللہ سے بھی اکتسابِ علم کیا۔

آپ علمی تشنگی کے باعث دارالعلوم ''جامعہ عبدالحکیم'' سیالکوٹ تشریف لے گئے اور مختلف علوم وفنون کے علاوہ قرأت کی بھی تحصیل کی جامعہ ہٰذا کے استاذہ نے آپ کو بریلی شریف حاضر ہونے کا اشتیاق دلایا۔

آپ **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں مدرسہ ''منظر اسلام'' بریلی حاضر ہوئے اور 1914ء میں سندِ حدیث حاصل کی، علمِ طب کے حصول کے لئے ''جامعہ طبیہ'' دہلی میں داخل ہو کر سند فراغت حاصل کی۔

علومِ ظاہری کی تکمیل کے بعد روحانی مدارج طے کرنے کے لیے **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دستِ مبارک پر سلسلہء عالیہ قادریہ میں بیعت کر کے اوراد و وظائف کی اجازت حاصل کی اور 1920 میں خلافت واجازت سے نوازے گئے۔

8 رجب المرجب 1377ھ 18 جنوری 1958ء کو آپ کا وصال ہوا، حسبِ وصیت مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی نے ہزاروں عقیدت مندوں کے ہجوم میں نماز جنازہ پڑھائی، مزار مبارک ''کھر وٹہ سیداں''، ضلع سیالکوٹ میں مرجع خاص وعام ہے۔

قاضی عبد الوحید عظیم آبادی :

قاضی عبدالوحید عظیم آبادی ''پٹنہ''، ضلع بہار میں 1289ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے درسی کتابیں ''شمس العلماء'' مولانا عبدالحق خیرآبادی کے شاگردِ رشید مولانا سید عبدالعزیز چشتی صابری سہارنپوری سے پڑھیں۔

آپ صرف 37 سال کی عمر میں 1326ھ میں ''پٹنہ'' میں انتقال فرما گئے۔ **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ حضرت مخدوم شہاب الدین کی درگاہ میں دفن ہوئے۔

قاضی شمس الدین جونپوری :

آپ کی ولادت ''جون پور'' میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم ''جون پور'' ہی میں حاصل کی، اس کے بعد ''جامعہ نعیمیہ'' مراد آباد میں استاذ العلماء مولانا مولوی **نعیم الدین مراد آبادی** سے اکتسابِ فیض کیا۔ اس کے بعد اجمیر شریف تشریف لے گئے جہاں اُس وقت ''دارالعلوم عثمانیہ معینیہ'' میں ''صدرالشریعہ'' **مولانا امجد علی اعظمی** صدر مدرس کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے تھے۔ آپ نے اُن سے کئی اہم کتابیں پڑھیں اور دورہء حدیث آپ ہی سے مکمل کیا۔

کچھ عرصہ آپ نے دارالعلوم ''منظر اسلام'' میں بھی تدریسی خدمات انجام دیں۔ آپ کو **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابتداء ہی سے خاص لگاؤ تھا۔ دس برس کی عمر میں آپ **اعلیٰ حضرت** سے بیعت ہوئے تھے اور **اعلیٰ حضرت** نے آپ کو خلافت بھی عطا فرمائی تھی۔

مولانا سید غلام جان جودھپوری :

آپ **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اجلہ تلامذہ واعاظم خلفاء میں سے تھے۔ سب سے پہلے آپ نے **اعلیٰ حضرت** کی منظوم سوانح حیات **''ذکرِ رضا''** کے نام سے شائع فرمائی تھی۔ **اعلیٰ حضرت** سے آپ کو والہانہ محبت وعقیدت تھی۔ مذہبِ حقّہ کی تبلیغ اور فرقِ باطلہ کی تردید میں عمر بھر کوشاں رہے۔

اعلیٰ حضرت بھی آپ سے غایت درجہ شفقت والفت فرماتے، آپ کی شفقت وفیاضی کا اندازہ درجہ ذیل واقعہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

سید ایوب علی صاحب راوی ہیں کہ ایک مرتبہ بارش کے موسم میں رات کے وقت سید غلام جان صاحب نے حاضرِ خدمت ہو کر عرض کیا ''حضور! جو میں مانگوں عطا فرمادیں گے''، **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب مرحمت فرمایا ''میرے امکان میں ہوا تو ضرور حاضر کر

دوں گا۔'' آپ نے عرض کیا کہ حضور کے امکان میں ہے۔فرمایا کہ'' مجھے کوئی عذر نہیں ہے کیا درکار ہے؟'' سید صاحب نے عرض کیا ''صرف 22 گز کپڑا کفن کے لیے چاہتا ہوں'' دوسرے روز بازار کھلتے ہی **اعلیٰ حضرت** نے 22 گز کپڑا منگوا کر سید صاحب کی نذر کر دیا۔

مولانا محمد اسمٰعیل فخری محمود آبادی :

ریاست ''محمود آباد'' ضلع ''سیتا پور'' کا مشہور قصبہ ہے۔آپ کا خاندان یہیں سکونت پذیر تھا۔میلاد خوانی کا آپ کے خاندان میں خصوصی اہتمام ہوتا تھا۔

حضرت مولانا محمد اسمٰعیل نے اپنے استاذِ گرامی حضرت محدث سورتی کے حکم پر ''محمود آباد'' میں ایک مدرسہ قائم کیا جہاں آپ طلبہ کو درسِ نظامی کی ابتدائی کتب پڑھاتے تھے۔

طلبہ سے اولاد کی طرح محبت کرتے تھے اور بڑی دھیمی آواز میں درس دیتے۔اکثر دورانِ درس آپ پر رقت طاری ہو جاتی۔مولانا صاحب نہایت سادہ لوح انسان تھے،آپ قرآن مجید کی تلاوت نہایت خوش الحانی سے کرتے تھے،آپ کے اندازِ بیان کی سحر انگیزی سے مجلسِ وعظ پر رقت وجذب کی کیفیت طاری ہو جاتی۔

آپ کی آواز پر شعلہ سا لپک جانے کا گمان ہوتا تھا،اس قدر محویت کے عالم میں نعت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سناتے کہ پوری محفل پر ایک وجد طاری ہو جاتا۔

اعلیٰ حضرت نے آپ کے اعلیٰ عرفانی مدارج کی بدولت آپ کو شرفِ خلافت سے نوازا۔آپ کا حلقہء ارادت بہت وسیع تھا۔ 1271ھ میں آپ کا وصال ہوا اور خاکِ وطن ہی میں پردہ نشین ہوئے۔

حضرت مولانا سید محمد حسین میرٹھی :

آپ **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہء خاص اور معتمدِ خصوصی تھے۔ **اعلیٰ حضرت** نے مسلکِ اہل سنت کی تبلیغ کے لیے آپ کو میرٹھ میں مستقل سکونت اختیار کرنے کا مشورہ دیا، چنانچہ آپ نے محلّہ ''خیر نگر'' میں کرایہ پر مکان لیکر **اعلیٰ حضرت** کے حکم کی تعمیل کی اور شہر کی ممتاز جامع مسجد ''خیر المساجد'' کو نمازِ با جماعت ادا کرنے کے لیے منتخب کیا۔

میرٹھ پہنچ کر آپ نے تجارت کو ذریعہء معاش بنایا،اس سلسلہ میں ایک خضاب تیار کیا اور ایک ''طلسمی پریس'' ایجاد کی، پھر بریلی شریف حاضر ہو کر **اعلیٰ حضرت** کے حضور دونوں چیزیں پیش کر کے دعا کی درخواست کی۔**اعلیٰ حضرت** نے خضاب کے متعلق فرمایا کہ''اس روسیاہی سے بچیئے''اور پریس چلانے کی اجازت دے دی اور دعا بھی فرمائی۔

1331ھ مطابق 1912ء میں جب میرٹھ میں پہلی بار جلسہ عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا آغاز ہوا تو آپ نے اس کے تزک واحتشام میں پر جوش حصہ لیا۔

1910 میں میرٹھ میں حضراتِ اہلسنت نے ''مسلم دارُ الیتامیٰ والمساکین'' کی بنیاد رکھی تو آپ اس کے خصوصی معاونین میں سے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد آپ کراچی اقامت پذیر ہوئے اور یہیں آپ کا انتقال ہوا۔

منشی حاجی محمد لعل خان مدراسی :

آپ کی ولادت 1283ھ میں ''دیلور'' میں ہوئی، والد ماجد کا اسم گرامی قاسم خان تھا۔ اردو انگریزی تعلیم پانے کے بعد اٹھارہ برس کی عمر میں فوج میں محرری کے عہدہ پر تعین ہوکر برما کی جنگ میں شریک ہوئے۔ بعدازاں ملازمت چھوڑ کر اپنا کام شروع کیا۔
حضرتِ منشی محمد لعل خان کا کلکتہ میں تجارت کا وسیع کاروبار تھا، آپ ایک عرب تاجر کے شریک کار تھے، کلکتہ سے عرب ممالک میں چاول وغیرہ برآمد کرتے۔

چونکہ مسلکِ حقہ اہل سنت و جماعت کی تبلیغ وترویج آپ کی زندگی کا مقصد وحید تھا اس لئے کثیر تعداد میں اصلاحی لٹریچر چھپوا کر مفت تقسیم کیا کرتے، ایک پوسٹر ''ردِّ فرقہ باطلہ'' کے نام سے ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں پھیلایا۔
حضرت مولانا **ظفر الدین بہاری** کئی برس تک آپ کے ہاں مقیم رہے اور تصنیف وتالیف کے کام میں معاون رہے۔ **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لٹریچر کی اشاعت میں حاجی صاحب کی خدمات بے مثال ہیں۔ **صدر الافاضل مفتی سید محمد نعیم الدین** مرادآبادی کی تفسیر ''خزائن العرفان فی تفسیر القرآن'' کی اشاعت میں بھی معاونت فرمائی۔
ان گراں قدر خدمات کی بدولت **اعلیٰ حضرت** نے آپ کو اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔ آپ نے 1339ھ 21 جولائی 1921ء میں وفات پائی۔

مولانا مشتاق احمد کانپوری :

مولانا مشتاق احمد کانپوری ابن مولانا احمد حسن کانپوری 1295ھ میں ''سہارنپور'' میں پیدا ہوئے جہاں ان دنوں ان کے والدِ ماجد ''مظاہر العلوم'' میں مسندِ درس وتدریس پر متمکن تھے۔ ناظرہ قرآن اور ابتدائی کتابیں والدِ ماجد ہی سے پڑھیں۔
مولانا مشتاق صاحب علوم معقول ومنقول کی تدریس میں اپنے والد کے مثل تھے اور تمام زندگی تشنگانِ علومِ اسلامی کی پیاس بجھانے میں گذار دی۔ ''امام معقولات ومنقولات'' کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔
آخری عمر میں زیادہ تر کلکتہ میں قیام پذیر رہے جہاں آپ ''مدرسہ عالیہ'' کے پرنسپل تھے مگر عیدین کی نماز پڑھانے کے لیے کانپور تشریف لے آتے تھے۔
1360ھ میں رمضان کا مہینہ ''کانپور'' میں گذارا، آپ آخری عشرہ کے اعتکاف میں تھے، 29 رمضان بمطابق 2 اکتوبر 1941ء عید کا چاند دیکھ کر اعتکاف سے اٹھ کر گھر پہنچے اور اُسی شب روح قفسِ عنصری سے پرواز کرگئی۔

میر مومن علی جنیدی :

میر مومن علی مومن صاحب جنیدی **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اجل خلفاء میں سے تھے۔ ناگپور کے اتوار بازار میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا تھا، اس کا نام علی گڑھ کے جوڑ پر ''مدرسۃ العلوم مسلمانان'' تھا۔ یہ سی پی میں پہلا اسلامی اور دینی مدرسہ تھا۔

آپ کٹر سنی حنفی تھے اور مذہبی صلابت اُن کی زندگی سے گزر کر شاعری تک میں سرائیت کر گئی تھی، ان کا دیوان بھی تھا، ''مومن'' تخلص کرتے تھے۔

آپ حافظِ قرآن بھی تھے، مجالس میلاد میں ان کی خوش آوازی جوشِ عقیدت سے بھرپور ہوتی، جو نثر و نظم کی حلاوت کو چار چاند لگا دیتی تھی۔

مولانا سید نور الحسن نگینوی :

آپ کی ولادتِ باسعادت 1898ء میں قصبہ ''سادات نگینہ'' بجنور میں ہوئی، آپ نے ابتدائی تعلیم و تربیت کے بعد تفسیر، حدیث، منطق، معقول و منقول اور دیگر علوم میں مہارت حاصل کی۔

ابتدائی بیعت اپنے والدِ مکرم سے کی پھر اُن کے وصال کے بعد حضرت محمد صدیق آلومہاروی ضلع سیالکوٹ سے دوسری بیعت کی۔

اولیائے کرام سے گہری عقیدت کی بنا پر دہلی کے مزارات سے برکات حاصل کئے۔ آپ **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سلسلہء قادریہ میں بیعت اور خلافت سے بھی مشرف ہوئے۔

آپ ہمہ گیر شخصیت کے مالک تھے۔ بیک وقت عالم، فاضل، محقق، محدث، اور مصنف تھے۔

آپ کا وصال مبارک ''میانوالی'' میں 1974ء میں ہوا اور وہاں ہی مزار پر انوار ہے۔

مولانا نثار احمد کانپوری :

آپ مولانا احمد حسن کانپوری کے صاحبزادے ہیں۔ 1297ھ بمطابق 1880ء کانپور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم والدِ ماجد ہی سے حاصل کی اور تکمیل اپنے والدِ ماجد کے تلمیذ مولانا شاہ عبداللہ بہاولپوری اور مولانا قاضی عبدالرزاق کانپوری سے کی، درسِ نظامی کی آخری کتابیں اور احادیث کی تکمیل اپنے خالو حضرت **مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی** سے کی۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گہری عقیدت و محبت تھی، چنانچہ فراغت کے بعد **اعلیٰ حضرت** سے نہ صرف بیعت ہوئے بلکہ خلافت سے بھی نوازے گئے۔

آپ نے تحریکِ پاکستان میں بھی نمایاں کردار ادا کیا۔ 1931ء میں آپ حج پر تشریف لے گئے اور حج سے واپسی پر اپریل کے آخری عشرے میں ''جدہ'' شہر میں اس دارِ فانی سے عالمِ جاودانی کی جانب کوچ کر گئے۔

مولانا حافظ یقین الدین بریلوی :

آپ بریلی کے باشندے **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلمیذ اور خلیفہ تھے۔ آپ نے ترکِ تقلید وغیرہ مسائل میں شیخ طیب مکی پرنسپل

''مدرسہ عالیہ رامپور'' کے ردّ میں ایک مبسوط کتاب تالیف کی۔''دارالافتاء رضویہ'' بریلی شریف میں فتویٰ نویسی کا فریضہ بھی سرانجام دیتے رہے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو حفظِ قرآن کی نعمت سے بھی سرفراز فرمایا تھا۔

مولانا حسنین رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ:

میرے ابتدائے شعور تک حافظ عبدالکریم صاحب محراب (تراویح میں قرآن) سنایا کرتے تھے جو شہر کے مشہور قاری حافظ متقی پرہیزگار مشہور تھے، وہ جب کمزور ہوگئے تو **اعلیٰ حضرت** قبلہ نے اپنے مرید و شاگرد و مجاز **حافظ یقین الدین صاحب** کو تیار کرلیا، قدرت نے حافظ صاحب کو ایسا خوش الحان بنایا تھا کہ اُن کے بعد سے اب تک ایسی سامعہ نواز آواز سننے میں نہ آئی۔

اُن کا طرزِ ادا بہت پیارا تھا، اُن کے پیچھے سامعین کو تھکن محسوس نہ ہوتی تھی، وہ روزانہ کم از کم تین پارے پڑھتے تھے، سات پارے بھی میں نے اُن کے پیچھے خود سنے ہیں، قدرتی طور پر ان کی آواز میں بڑی دلکش جھنکار تھی، ان خوبیوں کی وجہ سے لوگ اپنے اپنے محلّوں سے قرآنِ پاک سننے ''سوداگری محلّہ'' آتے تھے۔ایک وکیل صاحب نے حافظ صاحب کی تعریف کرتے ہوئے یہ الفاظ کہے کہ:

''حافظ یقین الدین صاحب کے پیچھے محراب سننے میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قرآن پاک اسی وقت اتر رہا ہے اور فرشتہ پڑھ رہا ہے''

(سیرت اعلیٰ حضرت از مولانا حسنین رضا خان مطبوعہ برکاتی پبلیشرز کراچی ص120)

11 جمادی الاخریٰ 1370ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

حاجی کفایت اللہ صاحب :

آپ اعلیٰ حضرت کے خادم خاص تھے، ہمہ لحہ **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں مصروف رہتے۔سفر وحضر میں آپ کے ساتھ رہتے حتیٰ کہ سفرِ حج میں بھی ساتھ رہے۔

باہر سے آنے والی ڈاک **اعلیٰ حضرت** کی خدمت میں پیش کرتے اور باہر جانے والی ڈاک، ڈاک خانہ تک پہنچا دیتے۔آپ کا شمار **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محبوب خلفاء میں ہوتا ہے۔

خلفائے عرب و افریقہ

سید اسمٰعیل خلیل مکی :

آپ کا اسمِ گرامی سید اسمٰعیل اور والدِ گرامی کا اسمِ گرامی سید خلیل ہے۔آپ حرمِ پاک کے ''کتب خانہ'' کے محافظ تھے 28 ذی الحجہ 1323ھ کو **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قیامِ حرم شریف کے دوران خلافت واجازت حاصل کی۔

مولانا سید موصوف بڑے ذہین وفطین اور زیرک تھے۔**اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑی محبت کرتے تھے۔اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

بخدمتِ ''شیخ الاسلام''، جن کا کوئی مزاحم نہیں، یگانہ ءِ روزگار جس میں کوئی اختلاف نہیں، ہمارے شیخ، اُستاذ، جائے پناہ، قائد، دُنیا و

آخرت میں سہارا دینے والے **الشیخ احمد رضا خان** سلمہ اللہ الحنان المنان

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔۔۔

اولاً ہم آپ کی ستھری ذات کی اور ہر اُس کی خیریت پوچھتے ہیں جو پیاری طلعتِ رضویہ کے گھیرے میں ہے۔ **باری تعالیٰ** سے اُمید ہے کہ آپ بھی اور آپ کے حلقے کے تمام افراد بھی بخیر وعافیت ہوں گے۔۔۔

خدا کی قسم میں سچ کہتا ہوں اگر **امام اعظم نعمان بن ثابت** آپ کا فتویٰ ملاحظہ فرماتے تو اُن کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور اِس کے مؤلف کو اپنے خاص شاگردوں میں شامل فرماتے۔۔۔۔سیدی والدِ ماجد اور بھائی مصطفیٰ سلام پیش کرتے ہیں، ہماری جانب سے آپ کے صاحبزادگان شیخ حامد رضا اور شیخ مصطفیٰ رضا کی خدمت میں سلام۔۔۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے گرد و پیش کے تمام احباب کو ہر خائن اور حاسد کے شر سے بچائے۔

دُعا گو! آپ کا فرزند، محافظِ کتبِ حرم السید اسمٰعیل بن خلیل

26 ذی الحجہ 1325ھ

اعلیٰ حضرت سے ملنے کے لیے 1338ھ میں بریلی شریف تشریف لائے۔ بریلی شریف میں **اعلیٰ حضرت** کے شوقِ زم زم کو محسوس کیا تو عرض کیا ''ہر ماہ آپ کے استعمال میں آنے والے پانی کی مقدار میں آب زم زم روانہ کر دیا کروں گا''۔مگر مشیتِ الٰہی جب واپس تشریف لے گئے تو اُن کا انتقال ہوگیا، آپ کی وفات 1339ھ میں ہوئی۔

الشیخ احمدالخضراوی المکی :

آپ **اعلیٰ حضرت** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس قیامِ حرمِ محترم کے دوران تشریف لائے۔ سندِ اجازتِ علوم وسلاسل طلب کی۔ **اعلیٰ حضرت** نے ان کے لیے اجازت کا ایک مختصر نسخہ تحریر فرمایا، مزید حالات دستیاب نہ ہو سکے۔

الشیخ اسعد بن احمد الدھان مکی :

آپ کی ولادت 1280ھ میں ہوئی، آپ علمائے عصر میں بلند مقام رکھتے تھے، آپ کی خوش اخلاقی اور تواضع کے باوجود اُن کے سامنے کسی کو بولنے کا یارا نہ تھا۔

آپ حرم شریف میں مدرس تھے، آپ کے حلقہء درس میں بڑے بڑے علماء شریک ہوتے تھے۔ 7 صفر 1324ھ کو سفرِ حج کے موقع پر **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اجازتِ علوم اور سلاسلِ طریقت کی عام اجازت حاصل ہوئی۔

سید ابو بکر بن سالم البار العلوی :

آپ کو بھی مکہ مکرمہ میں 1324ھ میں اجازت کی سعادت حاصل ہوئی۔ آپ کے والدِ گرامی حضرت اُسید سالم بن عیدروس کو بھی

اجازت وخلافت کا شرف حاصل ہوا۔

مولانا شیخ بکر رفیع :

آپ کو مکہ مکرمہ میں 3 صفر 1324ھ کو سندِ اجازت وخلافت ملی، **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کا نام اس طرح محبت سے تحریر فرمایا۔

"ذوالقدرالمنیع والفخرالبدیع مولانا بکر الرفیع المکی"

حضرت شیخ حسن العجیمی:

آپ کے والدِ گرامی کا اسمِ مبارک حضرت مولانا عبدالرحمٰن تھا۔آپ بہت بڑے عالم وفاضل تھے۔10 صفر 1324ھ کو مکہ مکرمہ میں **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سندِ اجازت عطا فرمائی۔آپ حضرت الشیخ مولانا حسن بن علی **العجیمی** مکی کی اولاد ہیں

حضرت سید حسین جمال بن عبد الرحیم :

آپ 27 ذوالحجہ 1323ھ کو مکہ مکرمہ میں حضرت سید عبدالحئی بن سید عبدالکبیر الفاسی کے ہمراہ **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت ِ بابرکت میں حاضر ہوئے۔

موصوف جوان، صالح، علم دین کے طالب تھے۔کرم فرمانے والے آقا **اعلیٰ حضرت** نے اس نوجوان صالح کو زبانی اجازت دے کر ارشاد فرمایا"سید عبدالحئی محدث بلادِ مغرب کے نسخہ کی نقل لے لو اور اس میں اپنا نام لکھ لو۔(آپ دونوں بزرگ اکٹھے خلافت سے مشرف ہوئے)

سید حسین بن سید عبدالقادر مدنی :

آپ "مسجدِ نبوی" **مدینہ منورہ** میں مدرس تھے۔مروّجہ علوم وفنون میں ماہر تھے، باکمال متقی بزرگ تھے۔نشرِ علوم میں ہر وقت کوشاں رہتے، علماء اور فضلاء کے قدردان تھے، ان کے ساتھ اخلاص سے پیش آتے۔منقول ومعقول میں ہمعصر علماء میں ممتاز تھے۔جفر، نجوم، ہیئت، اوفاق، اور تکسیر میں عالمی شہرت کے حامل تھے۔

مولانا سید حسین مدنی بریلی تشریف لائے اور ایک سال سے زیادہ عرصہ یہیں آستانہء عالیہ رضویہ میں قیام فرمایا۔علم اوفاق، تکسیر اور جفر میں خصوصی طور پر اکتساب فرمایا۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت فاضل بریلوی سے انہیں بے حد عقیدت ومحبت تھی۔۔۔سید موصوف نے بریلی کے قیام کے دوران سلوک کی منازل بھی طے کیں۔یہاں سے اجازت حاصل کرنے کے بعد مُلکِ "تبت" کو تشریف لے گئے۔کافی عرصہ وہاں قیام فرمایا، والدہ صاحبہ کی پریشانی کے باعث دوبارہ مدینہ منورہ چلے گئے۔

السید سالم بن عید روس علوی الحضرمی :

آپ کی ولادت 1299ھ میں ہوئی۔اپنے والدِ ماجد سے علم حاصل کیا۔آپ زبردست عالم، زاہد اور متورع تھے، تدریس وتبلیغ محبوب

مشغلہ تھا، مسجد الحرام میں مدرس تھے۔آپ کے خلفا کی ایک تعداد دمشق وشام میں موجود ہے۔آپ نے 1327ھ میں وفات پائی۔

علامہ شیخ عابد بن حسین مُفتیء مالکیّہ :

17 رجب 1275ھ میں پیدا ہوئے۔صغرسنی ہی میں تمام علوم میں مہارت حاصل کر لی۔مسجدُ الحرام میں درس دیا کرتے تھے، فقہ مالکی کے مطابق فتویٰ دیتے تھے۔آپ کی وفات 1341ھ میں ہوئی۔

حضرت شیخ عبدا للّٰہ بن ابو الخیر میرداد :

آپ مسجد الحرام کے امام تھے، بہت بڑے فاضل، عالمِ باعمل تھے۔مصلہء حنفی کی امامت آپ کے ذمہ تھی۔**اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دستِ مبارک پر بیعت ہوئے۔

کاغذ کے نوٹ کے متعلق اِنہی نے **اعلیٰ حضرت** کی بارگاہ میں سوالات پیش کیے جس کے جواب میں آپ نے **"کفل الفقیہ"** تصنیف فرمائی۔

علامہ سید عبدا للّٰہ دحلان مکی :

آپ کی ولادت 1291ھ میں ہوئی۔درس و تدریس میں خصوصی مہارت رکھتے تھے، حاکمانِ مکہ مکرمہ کے ساتھ خوشگوار تعلقات تھے۔**اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مکہ مکرمہ میں ملاقات نہ کر سکے۔

1328ھ میں بریلی حاضر ہوئے اور اجازت وخلافت سے نوازے گئے۔1336ھ میں انڈونیشیا میں انتقال ہوا۔

حضرت شیخ عبد اللّٰہ فرید بن عبد القادر کردی:

آپ اور آپ کے والدِ گرامی دونوں کو **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اجازت حاصل تھی آپ اگرچہ اُس وقت کم عمر تھے مگر آثارِ سعادت لئے ہوئے تھے۔

شیخ علی بن حسین مکی:

آپ شیخ عابد بن حسین مفتیء مالکیہ کے بھائی تھے۔علومِ عقلیہ ونقلیہ میں کامل عبور رکھتے تھے۔مسجد الحرام میں مدرس تھے۔

سید علوی بن حسن الکاف الحضری :

حرم شریف میں تحصیلِ علم فرماتے رہے چوبیس صفر 1324ھ کو مکہ مکرمہ میں اجازت وخلافت سے نوازے گئے۔

حضرت شیخ عمر بن حمدان المحرسی:

آپ حرمِ نبوی میں مدرس تھے اور مالکی فقہ کے مطابق فتویٰ صادر فرماتے تھے۔**اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں ان خطابات سے نوازا، فاضلِ کامل، اچھی خصلتوں والے، شجرہء فضیلت کی شاخ، پاک وصاف، دانا، تیز فہم۔

حضرت شیخ مامون البری المدنی :

آپ مدینہ منورہ کے بلند رتبہ عالمِ دین تھے۔حج سے واپسی کے بعد بریلی شریف سے **اعلیٰ حضرت** نے انہیں سندِ خلافت واجازت روانہ فرمائی۔

مولانا سید محمد ابرھیم مدنی :

آپ عالمِ باعمل تھے۔فاضل اجل، عابدوزاہداور بڑے پرہیزگار تھے۔مدینہ منورہ کے رہنے والے تھے۔بریلی شریف حاضر ہوئے، چھ ماہ **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں رہ کر تکمیل سلوک کیا اوراجازت سے نوازے گئے پھر واپس وطن تشریف لے گئے۔

بریلی شریف میں آپ کی موجودگی کے دوران **اعلیٰ حضرت** کے ہاں پوتے کی ولادت ہوئی۔اِنہوں نے بطورِ یادگار اپنے نام پر نومولود کا نام **''ابراھیم رضا''** تجویز فرمایا جسے **اعلیٰ حضرت** نے بھی پسند فرمایا۔

ابو الحسن محمد بن عبدالرحمن المرزوقی :

آپ کی ولادت 1284ھ میں ہوئی۔مسجد الحرام میں مسندِ درس پر فائز تھے۔مکہ مکرمہ کے قاضی اور دیگر ممتاز عہدوں پر بھی فائز رہے۔بہت صالح، عادل، متقی وخلیق بزرگ تھے۔

25 صفر المظفر 1365ھ کی رات کو **''اللہ، اللہ''** کرتے ہوئے راہیءِ ملکِ بقا ہوئے ، جنت المعلیٰ میں مزارِ پرانوار ہے۔

سید محمد بن عثمان دحلان:

مکہ شریف کے رہنے والے تھے **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہونے لگے تو اِن کو خلافت سے نوازا۔

حضرت شیخ محمد جمال بن محمدالامیر :

آپ حضرت شیخ عابد بن حسین مفتیءِ مالکیہ کے بھتیجے تھے۔مکہ مکرمہ میں خلافت سے نوازے گئے۔

محمد سعید بن محمد بالصبیل مفتیء شافعیه :

آپ حرمِ محترم میں **''مفتیءِ شافعیہ''** اور **''شیخ العلماء''** کے جلیل الشان مناصبِ رفیعہ پر فائز تھے۔یہ منصب بہت کم علماء کو نصیب ہوتا تھا، آپ کی شخصیت حق کا معیار تھی۔

1323ھ مکہ مکرمہ میں **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت واجازت سے نوازا۔

السید محمد سعید بن السید محمد المغربی :

زبردست عالمِ دین، صاحبِ تقویٰ وورع تھے۔مدینہءِ منورہ میں علماء وفضلاء کے مرجع اور عوام الناس کی جائے پناہ تھے۔مدینہءِ منورہ

میں **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں اپنی خلافت و اجازت سے نوازا۔

الشیخ محمد صالح کمال مفتیء حنفیہ :

آپ نے کم عمری میں تمام علومِ نقلیہ وعقلیہ سے فراغت حاصل کر لی۔ مسجد الحرام میں درس دیا کرتے تھے، آپ **''مفتیءحنفیہ''** کے منصبِ جلیلہ پر فائز تھے، یہ عہدہ اُس وقت تمام مفتیانِ کرام سے بڑا تھا۔ آپ مکہ مکرمہ میں گورنرِ مکہ سے دوسرے درجہ پر سمجھے جاتے تھے اور **''مفتیءاعظم''** کہلاتے تھے۔ ان کا ذکرِ خیر تفصیلاً حج کی فصل میں پڑھا جاسکتا ہے۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے ''میرے نزدیک مکہ معظّمہ میں ان کے پائے کا دوسرا عالم نہ تھا''۔ 1332ھ میں وصال فرمایا جنت المعلیٰ میں آخری آرام گاہ ہے۔

محمد عبد الحئی بن سید عبد الکبیر الکتانی :

افریقہ کے رہنے والے تھے، بڑے پائے کے محدثین میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ 60 سے زائد کتب کے مصنف تھے، مصر میں آپ کی کتب چھپ چکی ہیں۔

مکہ مکرمہ میں **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں عریضہ لکھا کہ میں آپ کے نورِ علم سے مستفیض ہونے کے لیے آنا چاہتا ہوں۔ آپ نے اِنہیں اجازت عطا فرمائی، 27 ذی الحجہ 1323ھ بارگاہِ **اعلیٰ حضرت** میں حاضر ہوئے اور خلافت و اجازت سے نوازے گئے۔

السیّد محمد عمر بن ابوبکر رشیدی :

آپ مکہ مکرمہ میں حج وطواف کرانے پر معمور تھے، دورانِ قیامِ مکہ مکرمہ انہوں نے **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنے گھر میں رہائش پذیر ہونے کی خواہش ظاہر کی جسے آپ نے قبول فرمالیا۔

ان کے ہاں کوئی نرینہ اولاد یعنی بیٹا نہیں تھا، **اعلیٰ حضرت** نے ان کے لیے صالح، باعمل بیٹے کی دعا فرمائی اور فرمایا ہونے والے بیٹے کا نام عثمان رکھنا تا کہ اُس کا نام عثمان بن عمر بن ابوبکر ہو جائے اِس طرح ان جلیل القدر صحابہ کے اسماء جمع ہو جائیں گے، اِنہوں نے عرض کی میری نیت ہے کہ میں اُس کا نام **''احمد رضا''** رکھوں آپ نے فرمایا جب دوسرا بیٹا پیدا ہو تو اُس کا نام **''احمد رضا''** رکھ لیجئے گا۔

الشیخ مولانا محمد یوسف :

مکہ مکرمہ میں ''مدرسہ صولتیہ'' کے مدرس تھے۔ **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے بارے میں یوں تحریر فرمایا ہے: فاضلِ کامل، فضیلتوں اور بزرگیوں والے، نیک جوان، سیدھے راستے اور پرانے دین پر قائم رہنے والے، فضل وشرف کے اسباب کے جامع، حضرت مولانا محمد یوسف صاحب۔۔۔

سید مصطفی خلیل مکی آفندی :

آپ محافظِ کتبِ حرم سید اسمعیل خلیل مکی کے چھوٹے بھائی تھے۔ **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت محبت تھی، قیامِ مکہ معظّمہ کے

دوران دونوں بھائیوں نے محض رضائے الٰہی کی خاطر آپ کی از حد خدمت کی اور آپ کے آرام کی خاطر ہر ممکن کوشش فرمائی۔ 1339ھ میں وفات ہوئی۔

خدّامِ اعلیٰ حضرت

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلفاء کے ذکرِ خیر کے بعد مناسب ہے کہ اُن کے خوش نصیب خدام کا ذکرِ خیر بھی کر دیا جائے جنھوں نے شب وروز آپ کی خدمات سرانجام دیں۔

مولانا حسنین رضا خان صاحب ''سیرتِ اعلیٰ حضرت'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

خاص خدام کی اگر فہرست کھولی جائے تو اِس میں تین نام خاص طور پر سامنے آتے ہیں الحاج کفایت اللہ صاحب، حاجی نذیر احمد صاحب اور جناب ذکا اللہ خان صاحب۔۔۔

حاجی کفایت اللہ صاحب

حاجی کفایت اللہ صاحب رنگ سازی میں قلم کا کام خوب کرتے، بورڈ وغیرہ اچھے تیار کرتے تھے، جوانی میں بیعت ہوئے، اُس وقت تک اُنکی شادی نہ ہوئی تھی، بیعت کے بعد انہوں نے شادی ہی نہ کی اور اپنے مرشد کی خدمت اختیار کر لی۔

بیعت ہونے سے لے کر **اعلیٰ حضرت** کی وفات تک سایہ کی طرح سفر وحضر میں ہر وقت ساتھ رہے حتیٰ کہ یہ اور حاجی نذیر احمد صاحب دوسرے سفرِ حج میں بھی ساتھ ہی تھے۔۔۔

حاجی کفایت اللہ صاحب کی خدمات تا حیات مسلسل جاری رہیں، اس تا حیات سے مراد **اعلیٰ حضرت** کی حیاتِ ظاہری نہیں بلکہ حاجی کفایت اللہ صاحب کی زندگی مراد ہے، اس لئے کہ وہ **اعلیٰ حضرت** کی وفات کے بعد بھی اُنہی کے قدموں میں پڑے رہے اور وہیں دم دیا اور اب بھی وہ **اعلیٰ حضرت** کے بائیں جانب دفن ہیں۔

وہ درحقیقت اولیائے سابقین اور علمائے سلف کے خدام کا صحیح نمونہ تھے، اِس دور میں تو وہ اپنے اس طرزِ معاشرت میں اپنا نمونہ آپ ہی تھے۔۔۔کہیں اور ایسے پرخلوص خدام نہ دیکھے گئے، وہ بڑے متقی وپرہیزگار تھے۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد بھی ہر وقت مزار شریف پر حاضر رہتے تھے۔ **اعلیٰ حضرت** نے بعض نقوش کی انھیں اجازت دیدی تھی وہ لوگوں کو لکھ لکھ کر دیتے رہتے، یوں اُن کی ذات سے بھی خدمتِ خلق کا سلسلہ تا حیات جاری رہا۔

اس قدر غیور تھے کہ انھیں کسی سے کچھ لیتے سنا بھی نہیں، **اعلیٰ حضرت** کے صاحبزادگان اور اِنکے بعض فدائی ممکن ہے کہ حاجی صاحب کی خفیہ امداد کرتے رہے ہوں۔

میری زندگی کی تمام نیکیاں لے لیں:

اعلیٰ حضرت کا وصال 1340ھ 1921ء میں ہوا اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد صاحب پڑھنے کے لئے 1344ھ

1924ء کے لگ بھگ بریلی حاضر ہوئے۔اس طرح آپ **امام احمد رضا** کی زیارت وملاقات نہ کر سکے، جس کا زندگی بھر احساس رہا، اس کا اظہار یوں ہوتا کہ بار ہا آپ حضرت حاجی کفایت اللہ صاحب سے فرمایا کرتے کہ''میری زندگی کی تمام نیکیاں لے لیں اور **اعلیٰ حضرت** کی ایک زیارت ایسی نیکی کا ثواب مجھے دے دیں''۔

(محدث اعظم پاکستان جلد1 از مولانا جلال الدین قادری مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور ص149)

حاجی نذیر احمد صاحب

حاجی نذیر احمد صاحب مرحوم چند سال حاجی کفایت اللہ صاحب کے دوش بدوش حاضر خدمت رہے، وہ قوم کے راعین تھے اور شاید زمیندار بھی تھے، انھیں زمینداری کے کاموں کی وجہ سے کچھ روز گھر بھی رہنا پڑتا تھا تو اس سنہری موقع کو ذکاء اللہ خاں صاحب نے ہاتھ سے نہ جانے دیا اور ان کی غیر حاضری میں خالی جگہ اُنہوں نے پُر کی۔۔۔

جنابِ ذکاء اللہ خان صاحب

جب حاجی نذیر احمد صاحب معذور ہوگئے تو ذکاء اللہ خان صاحب اُن کی جگہ آ گئے۔اُن کی حاضری اور خدمت وقتی تھی، وہ معاش کی ضرورتوں سے جب فرصت پاتے تو آتے۔

حاجی خدا بخش صاحب

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خدام میں خدا بخش مرحوم بھی تھے، ہمارے خاندان اور بعض دیگر اہلِ محلّہ میں پانی بھرتے تھے۔ **اعلیٰ حضرت** کے گھر کی ملازم عورتیں اور باہر کے ملازم مرد اگر کام کاج کے قابل نہ رہے تو خود گئے یا یہیں مرض الموت میں مبتلا ہوئے اور اگر گھر والے لے گئے تو ان کی وفات پر تنخواہ روزِ رحلت تک کی ادا کی گئی اور جو کچھ امداد ہوسکی وہ کی گئی، کسی خادم کا نکالا جانا مجھے یاد نہیں ہے۔

(سیرتِ اعلیٰ حضرت از مولانا حسنین رضا خان مطبوعہ کراچی ص 132,133)

جنابِ سید ایوب علی رضوی صاحب :

''فدائے رضویت'' جنابِ مولانا سید ایوب علی رضوی صاحب کے ذکرِ خیر کے بغیر خدامِ **اعلیٰ حضرت** کا ذکرِ خیر مکمل نہیں ہوسکتا۔آپ سیرتِ **اعلیٰ حضرت** کے حوالے سے بے شمار واقعات کے راوی ہیں۔اس کتاب کے قارئین ان کے نام سے خوب واقف ہو چکے ہونگے۔ آیئے! کچھ ان کی شخصیت کے بارے میں بھی جانتے ہیں۔

آپ کا سلسلہءِ نسب کچھ یوں ہے۔۔۔

سید ایوب علی رضوی صاحب بن سید شجاعت علی بن سید تراب علی بن سید ببر علی۔۔۔ بریلی شریف میں پیدا ہوئے، مڈل سکول میں مڈل کرنے کے بعد فارسی کی تعلیم حاصل کی، کچھ عرصہ''اسلامیہ سکول'' بریلی میں پڑھاتے رہے، پھر جب **اعلیٰ حضرت** سے بیعت کا شرف

حاصل ہوا تو اپنے آپ کو بارگاہِ رضویت کے لیے وقف کر دیا۔

لکھائی کا جو کام آپ کے سپرد کیا جاتا اسے حسنِ اہتمام سے انجام دیتے، رمضان شریف میں سحری اور افطاری کے نقشے مرتب فرماتے، دیگر علوم کے علاوہ ریاضی اور توقیت میں **اعلیٰ حضرت** سے خوب خوب استفادہ کیا۔

سید صاحب کربلائے معلیٰ، بغداد شریف، نجف اشرف اور بصرہ میں بزرگانِ دین کے مزارات پر حاضری سے بھی مشرف ہوئے، تین دفعہ حج وزیارت کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے، اڑھائی سال تک مدینہ طیبہ میں قیام پذیر رہے۔

اعلیٰ حضرت کے وصال کے دو سال بعد بریلی شریف میں ''رضوی کتب خانہ'' قائم کیا اور **اعلیٰ حضرت** کے متعدد رسائل شائع کئے۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد اُن کی سوانحِ حیات مرتب کرنے کی تحریک آپ ہی نے شروع کی تھی۔ **''حیات اعلیٰ حضرت''** مؤلفہ مولانا ظفر الدین بہاری صاحب کے اکثر و بیشتر واقعات آپ ہی کی روایات پر مبنی ہیں۔ مولانا ظفر الدین بہاری صاحب لکھتے ہیں۔

''ہم رضویوں کو جنابِ حاجی مولوی سید ایوب علی صاحب کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ اِس کی طرف سب سے پہلے انہوں نے توجہ فرمائی اور برادرانِ طریقت کو بھی توجہ دلائی۔ اُن کی تحریک سے بعض احباب نے کچھ حالات اُن کے پاس لکھ بھیجے اور زیادہ تر حصہ خود سید صاحب موصوف نے لکھا۔ جب اُن کو میرے **''حیات اعلیٰ حضرت''** لکھنے کی خبر ہوئی تو جو کچھ مواد اُن کے پاس تھا سب مجھے عنایت کر دیا۔''

مولانا سید ایوب علی صاحب **اعلیٰ حضرت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیضِ صحبت سے حد درجہ متاثر تھے۔ تقویٰ و پرہیز گاری میں اپنی مثال آپ تھے، معاملات میں اسقدر محتاط تھے کہ جب تک ایک ایک پیسے کا حساب نہ چکا دیتے مطمئن نہ ہوتے۔

1370ھ 1950ء میں پاکستان آ کر لاہور میں قیام پذیر ہو گئے، یہاں بھی ''رضوی کتب خانہ'' قائم کر کے متعدد رسائل شائع کئے محدثِ اعظمِ پاکستان مولانا سردار احمد صاحب اور حضرت مولانا سید ابوالبرکات شاہ صاحب کے دل میں آپ کی بے حد قدر و منزلت تھی، آخری چند سال آپ نے **''جامعہ رضویہ''** فیصل آباد میں گزارے۔

قدرت نے آپکو شعر وسخن کا پاکیزہ ذوق عطا کیا تھا، حمد و نعت اور منقبت ایسے محبوب موضوعات پر عام فہم اور دلنشیں انداز میں اظہارِ خیال کیا کرتے تھے۔ مجموعہء کلام **''باغ فردوس''** کے نام سے دو حصوں میں طبع ہو چکا ہے۔ ہر سال عرسِ رضوی پر نئی منقبت لکھ کر پیش کیا کرتے تھے، ایک نعت کے دو بند ملاحظہ ہوں۔

ہوئی ختم دن رات کی آہ وزاری — بہت کی ہے سرکار اختر شماری
نہ ہیں سرد آہیں نہ ہے اشکباری — بس اب آپ ہی کے کرم کی ہے باری
لحد میں تھپک کر سلا دیجئے گا

شہا! میری تربت پہ للہ آئیں　　نکیرین جس وقت تشریف لائیں
شبیہ مبارک کے جلوے دکھائیں　　اور ایوب رضوی کو جب آزمائیں
تو کلمہ نبی کا پڑھا دیجئے گا

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک منقبت کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔۔۔

تمہارے لطف وکرم سے آقا، ہوائیں طیبہ کی کھا رہا ہوں
جو داغ فرقت تھے دل پہ کھائے، وہ رفتہ رفتہ مٹا رہا ہوں

کوئی بغلگیر ہو رہا ہے، تو کوئی پیشانی چومتا ہے
جو نام والا کو سن رہا ہے، جسے سکونت بتا رہا ہوں

سنے جو حالاتِ حاضری تھے، یہ ان کی تصدیق ہو رہی ہے
حرم کے ذی احترام علماء، تمہارے مدّاح پا رہا ہوں

فقیرِ ایوب قادری کی، قبول فرما لے منقبت کو
ترے نقیبوں میں بندہ پرور، ہمیشہ مدح سرا رہا ہوں

26 رمضان المبارک 1390ھ بمطابق 26 نومبر 1970 بروز **جمعۃ الوداع** نمازِ فجر سے قبل آپ کا وصال ہوا اور ''میانی صاحب'' لاہور کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

(تزکرہء اکابرِ اہلسنت ص 108)

تلامذہء اعلیٰ حضرت

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلامذہ کی فہرست بہت طویل ہے، مندرجہ بالا خلفاء وخدام کے علاوہ درجہ ذیل حضرات کا ذکر بھی مولانا حسنین رضا خان نے ''**سیرتِ اعلیٰ حضرت**'' میں کیا ہے، تحریر فرماتے ہیں:

حسبِ ذیل حضرات بھی **اعلیٰ حضرت** کے حلقہء درس میں شامل تھے:

مولانا شاہ ابوالخیر سید غلام محمد صاحب بہاری۔۔۔

مولانا سید عبدالرشید صاحب بہاری۔۔۔

مولوی حکیم عزیز غوث صاحب۔۔۔

مولوی واعظ الدین صاحب چاٹگام۔۔۔

مولوی سلطان الدین سلہٹ۔۔۔

مولوی نوراحمد صاحب بنگال۔۔۔

نواب مرزا طوسی۔۔۔وغیرہ

اگر کوئی نام فراموش ہوگیا ہوتو مجھے معاف فرمائیں۔ یہ حضرات آپ کے پاس خصوصیت سے توقیت، لوگارثم، تکسیر، ریاضی اور کتبِ احادیث پڑھتے تھے۔

حسبِ مراتب فتاویٰ بھی اِنکے سپرد ہوتے تھے اِن دنوں **اعلیٰ حضرت** کو بہت کام کرنا پڑتا تھا تو اِن سب حضرات کی مشاورت سے ایک نیا نظم قائم کیا گیا۔

(سیرتِ اعلیٰ حضرت از مولانا حسنین رضا خان مطبوعہ کراچی ص 133)

مدنی منقبت

احمد رضا کا تازہ گلستاں ہے آج بھی
خورشیدِ علم اُن کا درخشاں ہے آج بھی

عرصہ ہوا وہ مردِ مجاہد چلا گیا
سینوں میں ایک سوزشِ پنہاں ہے آج بھی

ایمان پا رہا ہے حلاوت کی نعمتیں
اور کفر تیرے نام سے لرزاں ہے آج بھی

سب اُن سے جلنے والوں کے گل ہوگئے چراغ
احمد رضا کی شمع فروزاں ہے آج بھی

کس طرح اتنے علم کے دریا بہادئے
علمائے حق کی عقل تو حیران ہے آج بھی

مغموم اہل علم نہ کیوں ہوں ترے لئے
جب علم خود ہی سر بگریباں آج بھی

عشقِ حبیب پاک میں ڈوبا ہوا کلام
سرچشمہءِ نشاط سخن داں ہے آج بھی

تم کیا گئے کہ رونقِ محفل چلی گئی
شعر وادب کی زلف پریشاں ہے آج بھی

بعدِ وصال عشقِ نبی کم نہیں ہوا
روحِ رضا حضور پہ قربان ہے آج بھی

بیشک کرم ہے یہ جو تمہارے کلام میں
بے چین دل کے چین کا ساماں ہے آج بھی

بھر دی دلوں میں الفت وعظمت رسول کی
جو مخزنِ حلاوتِ ایماں ہے آج بھی

جو علم کا خزینہ کتابوں میں ہے تری
ناموسِ مصطفٰی کا وہ نگراں ہے آج بھی

خدمت قرآنِ پاک کی وہ لاجواب کی
راضی رضا سے صاحبِ قرآں ہے آج بھی

للہ اپنے فیض سے اب کام لیجئے
فتنوں کے سر اٹھانے کا امکاں ہے آج بھی

وابستگان کیوں ہوں پریشان اُن پہ جب
لطف وکرم کا آپ کے داماں ہے آج بھی

تم جان تھے چمن کی چمن وہ چمن کہاں
بلبل چمن میں یوں تو غزل خواں ہے آج بھی

پروردگارا ! مفتی ءاعظم کی خیر ہو
اُن سے ہمارے درد کا درماں ہے آج بھی

طیبہ میں اُس کی ذات سلامت رہے کہ جو
تیری امانتوں کا نگہباں ہے آج بھی

مرزا سر نیاز جھکا تا ہے اس لئے
علم وعمل پہ آپ کا احسان ہے آج بھی

(جنابِ مرزا عبدالشکور حیدرآبادی نے یہ منقبت مدینہءمنورہ میں آستانہءعالیہ سیدی قطبِ مدینہ میں پیش فرمائی)

(تجلیات امام احمد رضا از مولانا امانت رسول قادری مطبوعہ مکتبہ برکاتی پبلیشرز کراچی ص150)

تیرہواں باب

عکسِ نوادرات

عکس تصانیف۔۔۔عکس حواشی۔۔۔عکس مکتوبات۔۔۔عکس سند۔۔۔عکس فتاویٰ۔۔۔عکس قصائد۔۔۔عکس درود شریف۔۔۔

مخطوطاتِ اعلیٰ حضرت

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کم وبیش ایک ہزار کتب تصنیف فرمائیں جو پچاس سے زائد علوم پر مشتمل ہیں۔ آپ کی بیشتر قلمی نگارشات ہنوز زیورِ طبع سے آراستہ نہ ہوسکیں۔ آپ کی کتب کے بہت سے مخطوطات پاک وہند میں محفوظ ہیں۔ پروفیسر مسعود احمد صاحب اپنی کتاب ''محدث بریلوی'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ

''**محدثِ بریلوی** کی مطبوعات سے زیادہ مخطوطات ہیں۔ تقریباً ایک سو مخطوطات کے عکس راقم کے کتب خانے میں محفوظ ہیں جو تیس سے زائد علوم وفنون پر مشتمل ہیں''۔

''ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا'' کراچی میں بھی **اعلیٰ حضرت** کے سو سے زیادہ مخطوطات محفوظ ہیں۔ ایک مخطوطے کا عکس شائع کرتے ہوئے ادارہ اپنے اداریے میں لکھتا ہے کہ

''ادارہ ہٰذا کی لائبریری میں **امام احمد رضا** علیہ الرحمہ کے سو سے زیادہ مخطوطات کا عکس محفوظ ہے اور ہم ایک ایک کرکے ان مخطوطات کا عکس شائع کررہے ہیں تاکہ یہ اہل علم وفن تک پہنچ سکیں''۔

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کیلئے

ان مخطوطات کی اشاعت کے ساتھ ہی ادارے نے تمام اہل علم وفن کو دعوت دی ہے۔۔۔ کہ کوئی ہے جو ان مخطوطات کے تراجم اور تسہیل کردے۔۔۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔۔۔

''ادارہ تمام ذی علم اور قدر دانِ فن حضرات سے جن کو اِس رسالہ کے مطالعہ کا موقعہ ملے، درخواست گزار ہے کہ اس کے مطالعے کے بعد زیرِ نظر رسالے کی خصوصیات اور اس کی اہمیت سے متعلق کوئی مقالہ یا تاثر ضرور تحریر فرما کر شکریہ کا موقعہ دیں اور اگر کوئی صاحبِ فن اس کی جدید ترتیب، ایڈیٹنگ اور اس کا انگریزی/اردو ترجمہ کرنے کیلئے تیار ہوں تو ادارہ بخوشی اس کی اشاعت وطباعت میں تعاون کرے گا''

(البدور فی اوج المجذ ورمطبوعہ ''ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا'' کراچی ص 4)

قارئین کی ضیافتِ طبع کے لئے کچھ مخطوطات کے عکس ہم بھی شاملِ کتاب کررہے ہیں۔۔۔

عکسِ تصانیف

''البدور فی اوج المجذ ور'' پہلے صفحے کا عکس یہ قلمی نسخہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا نے اسی طرح شائع کر دیا
ابھی تک ان کا ترجمہ وتسہیل کرنے والے دستیاب نہیں

''البدور فی اوج المجذ ور'' کے ایک صفحے کا عکس (مطبوعہ ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی ص5)

''البدور فی اوج المجذ ور'' کے ایک صفحے کا عکس

''البدور فی اوج المجذ ور'' کے ایک صفحے کا عکس

معرفتہ رویت الہلال کا پہلا صفحہ یہ رسالہ بھی ادارہ تحقیقات امام احمد رضا نے من وعن شائع کر دیا ہے
ان الفاظ کے ساتھ کہ کوئی ہے جو ان کا ترجمہ وتسہیل کر دے۔

''معرفت رویت ہلال'' کے ایک صفحے کا عکس

''معرفت رویت ہلال'' کے ایک صفحے کا عکس

''الوسائل الرضویہ للمسائل الجفریہ'' کے ایک صفحے کا عکس (بستا تین الغفران ص۔35)

''الوسائل الرضویہ للمسائل الجفریہ'' کے ایک صفحے کا عکس (بستا تین الغفران ص۔316)

’’الجدا ول الرضویہ‘‘ کے ایک صفحے کا عکس جس میں حروف مقطعات کے اسرار کا بیان ہے (بستا تین الغفر ان ص۔318)

''الوسائل الرضویہ للمسائل الجفریہ'' کے ایک صفحے کا عکس (بستا تین الغفران ص-316)

عکسِ حواشی

''حاشیہ تفسیر معالم التنزیل'' کے ایک صفحے کا عکس (محدث بریلوی ص124)

''حاشیہ اشعۃ اللمعات'' کے ایک صفحے کا عکس (محدث بریلوی ص129)

''حاشیہ الترغیب والترھیب'' کے ایک صفحے کا عکس (محدث بریلوی ص 131)

''الفوائد المتعلقہ بکتب الفقہ (حاشیہ ردالمحتار)'' کے ایک صفحے کا عکس (محدث بریلوی ص133)

’’حاشیہ الدر المنثور‘‘ کے ایک صفحے کا عکس (محدث بریلوی ص125)

''حاشیہ ارشادالساری'' کے ایک صفحے کا عکس (تعلیقاتِ رضا ص131)

''حاشیہ ارشاد الساری'' کے ایک صفحے کا عکس (تعلیقاتِ رضا ص132)

عکسِ قصائد

’’قصیدتان رائعتان‘‘ کے پہلے صفحے کا عکس (بساتین الغفران ص293)

”قصیدتان رائعتان“ کے دوسرے صفحے کا عکس (بساتین الغفران ص 294)

''قصیدتان رائعتان'' کے تیسرے صفحے کا عکس (بساتین الغفران ص295)

''قصیدتان رائعتان'' کے چوتھے صفحے کا عکس (بساتین الغفران ص295)

عکسِ سند

''مولانا شاہ عبدالسلام جبل پوری کو عطا کردہ سند اجازت'' کا عکس (اکرام امام احمد رضا ص145)

عکسِ مکتوبات

''مکتوب بنام مولانا شاہ عبدالسلام جبلپوری'' کا عکس (اکرام امام احمد رضا ص146)

''مکتوب بنام مولانا شاہ عبدالسلام جبلپوری'' کا عکس (اکرام امام احمد رضا　ص149)

''مکتوب بنام علامہ شاہ نظیر احمد خان رامپوری'' کا عکس

''مکتوب بنام الحاج شاہ محمد لعل خان'' کا عکس

مکتوب بنام مولانا شاہ برہان الحق جبلپوری کا عکس (اکرام امام احمد رضا ص148)

مکتوب بنام مولانا شاہ برہان الحق جبلپوری کا عکس (اکرام امام احمد رضا ص 147)

عکسِ درودشریف

اعلیٰ حضرت کے دستِ مبارک کا تحریر کردہ درود شریف جو آپ نے اپنے پیرومرشد کی فرمائش پر قلم برداشتہ تحریر فرمایا اس درود پاک کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں آپ کے شجرے کے تمام بزرگانِ دین کے اسمائے مبارکہ بھی ضمناً آگئے ہیں۔(بساتین الغفران ص308)

عکسِ فتویٰ

اعلیٰ حضرت کے ایک نادر قلمی فتوے کا عکس (تعلیقات رضا ص129)

سیرتِ اعلیٰ حضرت ماہ وسال کے آئینے میں

مرتب: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کراچی۔

ولادت باسعادت۔۔۔	10 شوال 1272ھ/14 جون 1856
ختم قرآن۔۔۔	1276ھ/1860
پہلی تقریر۔۔۔	ربیع الاول 1278ھ/1861
پہلی عربی تصنیف۔۔۔	1285ھ/1868
دستارِ فضلیت۔۔۔	بعمرِ تیرہ سال دس ماہ چار دن۔۔۔شعبان 1286ھ/1869
آغاز فتویٰ نویسی۔۔۔	14 شعبان 1286ھ/1869
آغازِ درس وتدریس۔۔۔	1286ھ/1869
ازدواجی زندگی۔۔۔	1291ھ/1874
فرزندِ اکبر مولانا محمد حامد رضا کی ولادت۔۔۔	ربیع الاول 1293ھ/1875
فتویٰ نویسی کی مطلق اجازت۔۔۔	1293ھ/1876
بیعت وخلافت۔۔۔	1294ھ/1877
پہلی اُردو تصنیف۔۔۔	1294ھ/1877
پہلا حج اور زیارت حرمین شریفین۔۔۔	1295ھ/1878
شیخ احمد بن زین بن دحلان مکی سے اجازتِ حدیث۔۔۔	1295ھ/1878
مفتیٔ مکہ شیخ عبدالرحمٰن السراج سے اجازت حدیث۔۔۔	1295ھ/1878
شیخ حسین بن صالح جمل اللیل مکی سے اجازت حدیث۔۔۔	1295ھ/1878
اعلیٰ حضرت کی پیشانی میں شیخ موصوف کا مشاہدہ انوار الٰہیہ۔۔۔	1295ھ/1878
مسجد خیف مکہ معظّمہ میں بشارت مغفرت۔۔۔	1295ھ/1878
یہود ونصاریٰ کی عورتوں سے نکاح کے عدم جواز کا فتویٰ۔۔۔	1298ھ/1881
تحریک ترک گاؤکشی کا سدِ باب۔۔۔	1298ھ/1881
پہلی فارسی تصنیف۔۔۔	1299ھ/1882

اردو شاعری کا سنگھار ''قصیدہ ءمعراجیہ کی تصنیف۔۔۔	قبل1303ھ/1885
فرزندِ اصغر مفتی ءاعظم ہند، محمد مصطفیٰ رضا خان کی ولادت۔۔۔	22ذی الحجہ1310ھ/1892
ندوۃ العلماء کے جلسہ ءتاسیس (کانپور) میں شرکت۔۔۔	1311ھ/1893
تحریک ندوہ سے علیحدگی۔۔۔	1315ھ/1897
مقابر پر عورتوں کے جانے کی ممانعت میں فاضلانہ تحقیق۔۔۔	1316ھ/1898
قصیدہ ءعربیہ ''آمال الابرار والآم الاشرار'' کی تصنیف۔۔۔	1318ھ/1900
ندوۃ العلماء کے خلاف ہفت روزہ اجلاس پٹنہ میں شرکت۔۔۔	رجب1318ھ/1900
علمائے ہند کی طرف سے خطاب **''مجدد مائۃ حاضرۃ''**۔۔۔	1318ھ/1900
تاسیس دارالعلوم منظر اسلام بریلی۔۔۔	1322ھ/1904
دوسرا حج اور زیارتِ حرمین طیبین۔۔۔	1323ھ/1905
امام کعبہ شیخ عبد اللہ مرداد اور انکے استاذ شیخ حامد محمد احمد جداوی مکی کا مشترکہ استفتاء اور **اعلیٰ حضرت** کا فاضلانہ جواب۔۔۔	1324ھ/1906
علمائے مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے نام سنداتِ اجازت و خلافت۔۔۔	1324ھ/1906
کراچی آمد اور مولانا عبد الکریم درس سندھی سے ملاقات۔۔۔	1324ھ1906
اعلیٰ حضرت کے فتوے کو سید اسمٰعیل خلیل مکی کا زبردست خراج عقیدت۔۔۔	1325ھ1907
شیخ ہدایت اللہ بن محمد بن محمد سعید السندی مہاجر مدنی کا اعتراف مجددیت۔۔۔	14ربیع الاول1330ھ/1912ء
قرآن کریم کے اردو ترجمہ ''کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن''۔۔۔	1330ھ/1912
شیخ موسیٰ علی اشامی الازہری کی طرف سے خطاب **''امام الائمۃ المجدد دالہذہ الامۃ''**۔۔۔	یکم ربیع الاول1330ھ/1912
سید اسمٰعیل خلیل مکی کی طرف سے خطاب خاتم الفقہاء والمحدثین۔۔۔	1330ھ/1912
علم المربعات میں ڈاکٹر سر ضیاء الدین کے مطبوعہ سوال کا فاضلانہ جواب۔۔۔	قبل1331ھ/1913
ملتِ اسلامیہ کے لیے اصلاحی اور انقلابی پروگرام کا اعلان۔۔۔	1331ھ/1913
بہاولپور ہائی کورٹ کے جسٹس محمد دین کا استفتاء اور اس کا فاضلانہ جواب۔۔۔	1331ھ/1913
مسجد کانپور کے قضیے پر برطانوی حکومت سے معاہدہ کرنے	

والوں کے خلاف ناقدانہ رسالہ۔۔۔	1331ھ/1913
ڈاکٹر سرضیاء الدین (وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ)۔۔۔	1332ھ/1914 (مابین)
کی آمد اور استفادہ ءعلمی۔۔۔	1335ھ/1916
انگریزی عدالت میں جانے سے انکار اور حاضری سے استثناء۔۔۔	1334ھ1916
صدرالصدور صوبہ جات دکن کے نام ارشاد نامہ۔۔۔	1334ھ1916
تاسیس جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی۔۔۔	تقریباً1336ھ/1917
سجدہ ءتعظیمی کی حرمت پر فاضلانہ تحقیق۔۔۔	1337ھ/1918
امریکی ہئیت دان پروفیسر البرٹ۔ ایف۔ پورٹا کو شکستِ فاش۔۔۔	1338ھ/1919
آئزک نیوٹن اور آئن سٹائن کے نظریات کے خلاف فاضلانہ تحقیق۔۔۔	1338ھ/1919
ردِحرکت زمین پر 105 دلائل اور فاضلانہ تحقیق۔۔۔	1338ھ/1920
فلاسفہ ءقدیمہ کا ردِ بلیغ۔۔۔	1338ھ/1920
دوقومی نظریہ پر حرف آخر۔۔۔	1339ھ/1921
تحریکِ خلافت کا افشائے راز۔۔۔	1339ھ/1921
تحریک ترکِ موالات کا افشائے راز۔۔۔	1339ھ/1921
انگریزوں کی معاونت اور حمایت کے الزام کے خلاف تاریخی بیان۔۔۔	1339ھ/1921
وصال پرُ ملال۔۔۔	25 صفر 1340ھ/28 اکتوبر 1921
مُدیر ''پیسہ اخبار'' لاہور کا تعزیتی نوٹ۔۔۔	یکم ربیع الاول 1340ھ
سندھ کے ادیب شہیر سرشار عقیلی کا تعزیتی مقالہ۔۔۔	1341ھ/1922 ستمبر
بمبئی ہائی کورٹ کے جسٹس ڈی۔ ایف۔ ملا کا خراج عقیدت۔۔۔	1349ھ/1930
شاعر مشرق ڈاکٹر محمد اقبال کا خراج عقیدت۔۔۔	1351ھ/1932

منقبت

سدا ہو اللہ کی تجھ پر رحمت، اے **اعلیٰ حضرت اے اعلیٰ حضرت**
تو اہلِ سنت پہ ظلِ رحمت، اے **اعلیٰ حضرت اے اعلیٰ حضرت**

علوم پر تیری بادشاہی حرم کے علماء نے دی گواہی
بڑھائی رب نے یوں تیری عزت اے **اعلیٰ حضرت اے اعلیٰ حضرت**

قرآن فہمی میں سب سے اعلیٰ، حدیث دانی میں سب سے بالا
مقام تیرا ہے جانِ عزت، اے **اعلیٰ حضرت اے اعلیٰ حضرت**

ہیں دیں کے دُشمن یوں سر جھکائے، یہ کس میں ہے تاب سر اٹھائے
دکھائی تو نے ہے ایسی جرات، اے **اعلیٰ حضرت اے اعلیٰ حضرت**

فصیح آئیں کریں نظارہ، قصیدہ لکھا ہے کتنا پیارا
اے سرورِ کشور رسالت، **اے اعلیٰ حضرت اے اعلیٰ حضرت**

میں آؤں در پر تمہارے آقا، دکھا ہی دے در ہے کیسا تیرا
بریلیء پاک رشکِ جنت، اے **اعلیٰ حضرت اے اعلیٰ حضرت**

یہ ادنیٰ **ریحاںؔ** گدا ہے تیرا، سدا سے تیرا سدا ہے تیرا
تو کر ہی دے اس پہ نظرِ رحمت، اے **اعلیٰ حضرت اے اعلیٰ حضرت**

محمد ریحان احمد عطاریؔ

ماخذ و مراجع

نام کتاب	مصنف	مطبوعہ
الف		
القرآنُ الکریم		
ابوداوٗدشریف (مترجم)	سلیمان بن اشعث سجستانی	فریدبک سٹال لاہور
انوارالحدیث	مفتی جلال الدین احمد امجدی	مکتبۃ المدینہ کراچی
البدورفی اوج المجذور	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان	ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا
امام احمد رضا کانفرس (معارف رضا)	سید محمد ریاست علی قادری	ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا
انوارِ رضا	مختلف مصنفین	ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر	مولاناعبدالستار ہمدانی	رومی پبلیشرز لاہور
الشاہ احمد رضا	مفتی غلام سرور قادری	مکتبہ فریدیہ ساہیوال
امام احمد رضا اور تصوف	مولانا محمد احمد مصباحی	کرماں والا بک شاپ لاہور
امام احمد رضا کی فقہی بصیرت	مولانا محمد احمد مصباحی	دارالاشاعت لاہور
امام احمد رضا ردِ بدعات ومنکرات	مولانا یٰسین اختر مصباحی	فریدبک سٹال لاہور
امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری	ڈاکٹر محمد سراج احمد بستوی	فریدبک سٹال لاہور
امام احمد رضا اور عشقِ مصطفیٰ	ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری	قادری رضوی کتب خانہ لاہور
اعلیٰ حضرت اعلیٰ سیرت	محمد رضا الحسن قادری	اکبر بک سیلرز لاہور
اکرامِ امام احمد رضا	مفتی محمد برہان الحق جبلپوری	ادارہ مسعودیہ کراچی
الوظیفۃ الکریمہ	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان	مکتبۃ المدینہ کراچی
اعلیٰ حضرت کی تاریخ گوئی	مولانا عبدالحکیم اختر شاجہان پوری	غوثیہ بک ڈپو مریدکے
امام احمد رضا اور احترامِ سادات	سید صابر حسین شاہ بخاری قادری	رضا اکیڈمی لاہور
امام احمد رضا اور مجاذیب	سید صابر حسین شاہ بخاری قادری	رضا اکیڈمی لاہور
امام احمد رضا عظیم محسن عظیم کردار	علامہ خلیل الرحمٰن چشتی	جمعیتِ اشاعت اہلسنت کراچی

اعلیٰ حضرت کی شخصیت اور تصورِ عشق	ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری	جمعیت اشاعت اہلسنت کراچی
امام احمد رضا اور درسِ ادب	علامہ فیض احمد اویسی	فیضِ رضا پبلی کیشنز کراچی
اجالا	پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد	ادارہ مسعودیہ کراچی
اعلیٰ حضرت کی انفرادی کوششیں	المدینۃ العلمیہ	مکتبۃ المدینہ
آدابِ مفتی	مفتی محمد قاسم عطاری	مکتبہ اہلسنت فیصل آباد

ب

بہارِ شریعت	مولانا محمد امجد علی اعظمی	مکتبۃ المدینہ کراچی
بساتین الغفران	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان	رضا دار الاشاعت لاہور
بریلی سے مدینہ	حضرت علامہ محمد الیاس عطار قادری	مکتبۃ المدینہ کراچی

ت

تمہید الایمان	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان	مکتبۃ المدینہ کراچی
تجلی الیقین	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان	پروگریسو بکس لاہور
تذکرہ امام احمد رضا	حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری	مکتبۃ المدینہ کراچی
تجلیاتِ امام احمد رضا	مولانا قاری امانت رسول قادری	برکاتی پبلیشرز کراچی
تذکرہ امام احمد رضا بزبان صدر الشریعہ	حافظ محمد عطاء الرحمٰن قادری	مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور
تعلیقاتِ رضا	سید غلام مصطفیٰ شاہ عقیل بخاری	مکتبہ بہارِ شریعت لاہور
تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ	مولانا محمد عبد المجتبیٰ رضوی	کشمیر پبلی کیشنز لاہور
تذکرہ اکابر اہلسنت	علامہ عبد الحکیم شرف قادری	مکتبہ قادریہ لاہور
تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت	ڈاکٹر مجید اللہ، محمد صادق قصوری	ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا
تذکرہ علمائے ہند	مولوی رحمان علی	پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی

ج

جامع الاحادیث	مولانا محمد حنیف خان قادری رضوی	شبیر برادرز لاہور
جامع کرامات اولیاء	علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی	ضیاء القرآن لاہور

جنوبی ایشاء کے اردو مجموعہ ہائے فتاوی	مجیب احمد	نیشنل بک فاونڈیشن اسلام آباد

چ

چودہویں صدی کے مجدد	مولانا محمد ظفر الدین بہاری	ادارہ مصلح الدین کراچی
چہرہ والضحیٰ	مولانا الٰہی بخش قادری	انجمن غلامان قطبِ مدینہ لاہور

ح

حیاتِ اعلیٰ حضرت	مولانا محمد ظفر الدین بہاری	مکتبہ نبویہ لاہور
حدائق بخشش	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان	ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی
حسام الحرمین	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان	اشرفی کتب خانہ اندرون دہلی دروازہ
حیاتِ مولانا احمد رضا خان	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی
حیاتِ محدث اعظم	حافظ محمد عطاء الرحمٰن	رضا فاونڈیشن لاہور
حیاتِ غزالیءزماں	حافظ امانت علی سعیدی	مکتبہ مہریہ کاظمیہ ملتان

د

دیوان محمدی (مقدمہ)	سید محمد فاروق القادری	دربار محمدیہ گڑھی شریف رحیم یار خان
دائرہ معارفِ امام احمد رضا	پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد	ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی

ر

رویتِ ہلال	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان	ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا

س

سیرتِ امام احمد رضا	مولانا عبدالحکیم خان اختر شاہجہان پوری	مسلم کتابوی لاہور
سیرتِ اعلیٰ حضرت	مولانا حسنین رضا خان	برکاتی پبلیشرز کراچی
سیرتِ صدر الشریعہ	حافظ محمد عطاء الرحمٰن	مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور
سیدنا اعلیٰ حضرت	مولانا محمد فیض احمد اویسی	مکتبہ اہلسنت فیصل آباد
سوانح امام احمد رضا	علامہ بدر الدین قادری رضوی	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

ش

شیخِ کامل	مولانا محمد اجمل قادری	ادارہ افکار القرآن گوجرانوالہ
شاہ احمد رضا خان افغانی بڑہیچ	محمد اکبر اعوان	المختار پبلی کیشنز کراچی

ص

صاحبِ عرسِ قاسمی	علامہ ساحل شہسرامی علیگ	دارالاشاعت برکاتی مارہرہ انڈیا

ع

عشق ہی عشق	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	ادارہ مسعودیہ کراچی

غ

غریبوں کے غمخوار	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	ادارہ مسعودیہ کراچی

ف

فتاویٰ رضویہ	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان	رضا بک فاونڈیشن لاہور
فقیہ اسلام	ڈاکٹر حسن رضا اعظمی	ادارہ تصنیفات امام احمد رضا کراچی
فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	ضیاء القرآن لاہور
فیروز اللغات	مولوی فیروز الدین	فیروز سنز لاہور
فاضل بریلوی اور ترک موالات	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	ضیاء القرآن لاہور

ق

قرآن سائنس اور امام احمد رضا	پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	المختار پبلی کیشنز کراچی
قرآن ہر شے کا بیان	مولانا محمد عیسیٰ رضوی	مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور

ک

کنز الایمان شریف	امام احمد رضا خان قادری	مکتبہ المدینہ کراچی
کلیاتِ مکاتیبِ رضا	ڈاکٹر مولانا جابر شمس مصباحی	مکتبہ نبویہ لاہور
کرامات اعلیٰ حضرت	اقبال احمد رضوی	کراچی

گ

گویا دبستان کھل گیا	پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد	ادارہ مسعودیہ کراچی
گلستانِ اولیاء	محمد امیر سُلطان چشتی	چشتی کتب خانہ فیصل آباد

ل

لمعاتِ قطبِ مدینہ	خلیل احمد رانا	دارالفیض گنج بخش لاہور

م

مرآۃ المناجیح	مفتی احمد یار خان نعیمی	ضیاء القرآن لاہور
ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت	مولانا مصطفیٰ رضا خان قادری	مکتبۃ المدینہ کراچی
مکتوبات امام احمد رضا	مولانا پیر محمود احمد قادری	مکتبہ نبویہ لاہور
مجدد اسلام	علامہ نسیم بستوی	رضا اکیڈمی لاہور
معارفِ رضا	سالنامے وماہنامے	ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی
محدث اعظم پاکستان	مولانا جلال الدین قادری	مکتبہ قادریہ لاہور
مولانا نقی علی خان	شہاب الدین رضوی	لاہور
مقالاتِ فریدیہ	مفتی شیخ فرید	ضیاء العلوم پبلی کیشنز راولپنڈی
محدثِ بریلوی	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	ادارہ مسعودیہ کراچی

و

وصایا شریف	مولانا حسنین رضا خان	انجم انوار القادریہ کراچی

ی

یادِ اعلیٰ حضرت	عبد الحکیم شرف قادری	مکتبہ قادریہ لاہور